صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

جمعرات، جمعۃ المبارک 23، 24۔ اکتوبر 1997ء
(پنج شنبہ، آدینہ، 20، 21۔ جمادی الثانی 1418ھ)

جلد 6 شمارہ 9، 10

سرکاری رپورٹ

مندرجات

جمعرات، 23۔ اکتوبر 1997ء
(جلد 6، بشمول شمارہ جات 1 تا 16)

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	834
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ مال و امداد باہمی)	835
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	875
غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ مال و امداد باہمی)	881
مسئلہ استحقاق:	
سوال نمبر 627 کے غلط جواب کی فراہمی	685

جاری .....

جاری----------

صفحہ

تحاریک التوائے کار،

فیصل آباد میں سرکاری اراضی کا خورد برد ---------- 890
ـــ ہاؤن کمیٹی ظاہر پیر تحصیل خان پور کے عملے کو تنخواہ کی عدم ادائیگی ---------- 690
ـــ ضلع رحیم یار خان میں اراضی کو کٹاؤ سے بچانے
کے لیے بند کی تعمیر (-----بحث جاری) ---------- 896
ـــ شیخوپورہ، فیصل آباد روڈ کی خستہ حالی (-----بحث جاری) ---------- 900

پوائنٹ آف آرڈر،

مفاد عامہ سے متعلق موضوع پر عام بحث کے طریق کار میں تبدیلی ---------- 907

پاپولیشن پلاننگ پر بحث ---------- 910

جمعۃ المبارک، 24۔ اکتوبر 1997ء

صفحہ

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 943

پوائنٹ آف آرڈر

کورم کا سوال ---------- 944

تحاریک التوائے کار،

ژالہ باری کی وجہ سے ملتان ڈویژن میں کپاس کو نقصان (-----بحث جاری) ---------- 945

مسودات قانون،

مسودہ قانون، زرعی تحقیقی بورڈ، پنجاب مصدرہ 1997ء (-----بحث جاری) ---------- 955
ـــ مسودہ قانون، نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن، مصدرہ 1997ء ---------- 978

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس)

جمعرات، 23 - اکتوبر 1997ء

(پنج شنبہ 20 - جمادی الثانی 1418ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 10 بجے صبح زیر صدارت جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ○ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ○ وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ○ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

سورۃ الرحمن۔ آیت 10 یا 21

اور اسی نے خلقت کے لیے زمین بچھائی ○ اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے اور خوشبو دار پھول ○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ○ اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کنکھناتی مٹی سے بنایا ○ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا ○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ○ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک (ہے) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ○ اسی نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں ○ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (ان سے) تجاوز نہیں کر سکتے ○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ○ وما علینا الاالبلاغ ○

(محکمہ مال و امداد باہمی)

جناب سپیکر ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ مال اور امداد باہمی کے سوالات ہیں۔ پہلا سوال میاں عبدالستار صاحب کا ہے

میاں عبدالستار، سوال نمبر 94

ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کرنے کے اقدامات

*94 میاں عبدالستار، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

کیا حکومت زمینوں کے ملکیتی ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مال (چودھری شوکت داؤد)،

جی ہاں' حکومت زمینوں کے ملکیتی ریکارڈ کو کمپیوٹرائز کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

میاں عبدالستار ، کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ کب تک وہ ریکارڈ کمپیوٹرائز کروائیں گے۔

وزیر مال (چودھری شوکت داؤد)، جناب والا! میں اس کے ساتھ ساتھ اس کی ہسٹری بھی بیان کردیتا ہوں۔

جناب سپیکر ، آگے ایک اور سوال سہری صاحب کا بھی ہے اور اس میں اس کی کافی تفصیل دی ہوئی ہے۔

وزیر مال ، ویسے جناب سپیکر! میں آپ سے عرض کرنا چاہتا تھا۔ ہے تو اسمبلی سیکرٹریٹ کے متعلق، پتا نہیں مجھے اس پر بولنا چاہیے یا نہیں۔ کیونکہ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی مسئلے پر تحریک استحقاق بھی آ رہی ہے تحریک التوائے کار بھی آ رہی ہے اور اسی اجلاس میں اس مسئلے پر سوالات بھی آ رہے ہیں' بلکہ اسی موضوع پر دو تین ممبران کی طرف سے سوال بھی آ رہا ہے۔ رولز کے تحت ایک ہی اہم مسئلے پر بات ہوسکتی ہے۔ یہاں آج میرے محکمے سے متعلق ایک ہی قسم کا سوال دو تین ممبران کی طرف سے ہے۔

جناب سپیکر، ہاں' میں نے بھی دیکھا ہے۔ عثمان ابراہیم صاحب کا ہے اور اسی طرح ایک دو اور بھی

ہیں۔بہرحال' آپ یہ بتا دیں کہ آپ کب تک کمپیوٹرائز کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

وزیر مال ، میں تو پہلے ہی کہہ رہا ہوں کہ اس کا تفصیلی جواب دے دوں۔

جناب سپیکر ، نہیں' آپ مختصر بتا دیں کہ کب تک ؟

وزیر مال ، جناب والا! ہمارا تین سال کا مرحلہ وار پروگرام ہے۔ پہلے سال ہم 12 اضلاع کو کمپیوٹرائز کر رہے ہیں۔ جس میں قصور' سیالکوٹ' فیصل آباد' ساہیوال' سرگودھا' جہلم' رحیم یار خان' ڈی جی خان' شیخوپورہ' خانیوال' گجرات اور چکوال ہیں۔اور ہمارا یہ پروگرام ہے کہ-----

جناب سپیکر ، نہیں' بس اتنا ہی کافی ہے کہ آپ مرحلہ وار کر رہے ہیں۔

میاں عبدالستار ، جناب والا! یہ پائلٹ پراجیکٹ شروع کب کر رہے ہیں؟

وزیر مال ، جناب والا ! میں نے تو پہلے ہی کہا ہے تفصیل سے بتا دیتا ہوں تاکہ ان کی تسلی ہو جائے۔

جناب والا! پاکستان میں کمپیوٹر کے تعارف کے ساتھ ہی حکومت پنجاب نے 1973ء میں دو تحصیلوں ڈسکہ اور خانیوال کا برائے کمپیوٹرائزیشن انتخاب کیا۔لیکن یہ تجربہ ناکام رہا جس کی ایک وجہ فنی تھی اور دوسرے کمپیوٹر میں اردو زبان کا استعمال بھی ناممکن تھا۔ اس سلسلے میں حکومت نے 1990ء میں سکیم شروع کی اور قصور کا انتخاب کیا جو ایک پائلٹ پراجیکٹ ہے اور اس کی لاگت کا تخمینہ 15.51 ملین روپے ہے۔ اب تک کمپیوٹر کا سافٹ ویئر تیار ہو چکا ہے اور اس کا تجربہ دو دیہاتوں تک کامیابی کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ مندرجہ بالا پائلٹ پراجیکٹ کی کامیابی کے ساتھ ہی حکومت پنجاب بورڈ آف ریونیو نے ایک سکیم کمپیوٹرائزیشن آف لینڈ ریونیو ریکارڈ پنجاب پیش کی ہے۔ اس سکیم کے تحت پہلے دو مرحلے پر 12 اضلاع میں' جن کا میں نے ذکر کیا ہے' ریونیو ریکارڈ کمپیوٹرائز کرنے کا کام مکمل کیا جائے گا۔ اس سکیم کا تخمینہ 11 کروڑ 55 لاکھ روپے ہے اور ایک اندازے کے مطابق اس کے مکمل ہونے میں ڈیڑھ سے دو سال کا عرصہ درکار ہے۔ تجویز یہ ہے کہ مکمل کام کنسلٹنٹ کے ذریعے key turn کی بنیاد پر کروایا جائے اور متعلقہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنر کنسلٹنٹ سے معاونت کریں گے۔قوی امید ہے کہ یہ تجویز بہت جلد محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں زیر غور آئے گی۔ ویسے میں یہاں یہ کہہ دوں کہ ہم نے ایک تجویز بنا کر بھیج دی ہے۔ جب پی اینڈ ڈی سے اس کی منظوری آئے گی اس کے بعد اس کے فنڈز فراہم ہونے پر کنسلٹنٹ کی سلیکشن ہو گی-----

جناب سپیکر، ٹھیک ہے، کافی جواب آ گیا ہے۔ اگلا سوال بھی میاں عبدالستار صاحب کا ہے۔

متاثرین کواپریٹو بنک کو رقوم کی ادائیگی

*105۔میاں عبدالستار، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

متاثرین کواپریٹو بنک کے کتنے افراد کو رقم مل چکی ہے اور کتنے باقی ہیں۔ نام اور رقم بتائیں اور ان کواپریٹو کمپنیوں کے اور ان کے مالکان کے نام بتائیں جنہوں نے رقم دینی ہے۔ کیا کسی کمپنی کے اثاثے اس کی ادائیگیوں سے کم ہیں؟

وزیر امداد باہمی(چودھری شوکت داؤد)،

متاثرین کوآپریٹو بنکوں کے 166665 افراد کو اب تک رقوم دی جا چکی ہیں اور ابھی 93468 متاثرین باقی ہیں۔ جن کو جزوی یا کلی طور پر ادائیگی کی جانی ہے۔ جن کمپنیوں نے رقوم دینی ہے ان کی فہرست بترتیب (الف) *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جن کمپنیوں کے اثاثے ان کی ادائیگیوں سے کم ہیں ان کی فہرست بترتیب (ب)بھی*** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

میاں عبدالستار ، جناب والا یہ ادائیگی کب تک ہو جائے گی؟

وزیر امداد باہمی، جناب والا! اس سلسلے میں ہمارا ایک پروگرام ہے ۔ میں کوئی specific date نہیں دے سکتا لیکن حکومت کا یہ پروگرام تھا کہ پہلے ہم نے 25 ہزار روپے تک ادائیگی کرنی ہے اور اس کے بعد پچاس ہزار روپے تک۔ لیکن اس میں اگر یہ بھی دیکھا جائے جو یہ کہتے ہیں کہ ان کی تعداد اتنی کم کیوں نہیں ہوئی، میں عرض کروں گا کہ اس میں ایک پروویژن ہے کہ hardship cases کو بھی لیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی تفصیل پوچھنا چاہیں تو میں وہ بھی بتانے کو تیار ہوں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال نمبر 413 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کا ہے۔

سب رجسٹرار کی تعیناتی

*413۔مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(الف) 3۔ فروری 1997ء کے بعد آج تک کتنے نائب تحصیل داروں کو بحیثیت نائب تحصیل دار مال / سب رجسٹرار تعینات کیا گیا ان کے نام کیا ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ سب رجسٹرار/رجسٹرار اراضی کی قیمت کم ظاہر کر کے حکومت کو لاکھوں روپوں کا نقصان پہنچا رہے ہیں۔

(ج) کیا حکومت اس کے تدارک کے لیے کیا کوئی کمیٹی بنانے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)۔

(الف) سب تحصیل میں تعینات جملہ نائب تحصیل دار کو بلحاظ تعیناتی سب رجسٹرار کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں تحصیل دار (مال) کی عدم حاضری میں سب رجسٹرار کا کام کرتے ہیں۔ 3 فروری 1997ء کے بعد جن نائب تحصیل داروں (مال) کو بطور سب رجسٹرار تعینات کیا گیا ان کے ناموں کی فہرست ڈویژن وار *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) دفعہ 27-A اسٹام ایکٹ کے تحت ڈسٹرکٹ کلکٹر اپنے ضلع کی شہری جائیداد کی قیمت مقرر کرنے کا مجاز ہے۔ اسی مقرر کردہ یا اس سے زاید قیمت پر سٹیمپ ڈیوٹی وصول کی جاتی ہے۔ دوران پڑتال ایسے شواہد ملے ہیں کہ بعض سب رجسٹراروں نے مقرر کردہ قیمت کے مطابق سٹیمپ ڈیوٹی وصول نہیں کی۔

(ج) اگر کوئی سب رجسٹرار غفلت کا مرتکب ہوتا ہے/پایا جاتا ہے تو اس کے خلاف تادیبی و انضباطی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ حال ہی میں تمام ڈویژنل کمشنرز اور ڈپٹی کمشنروں کو اس بارے میں ہدایات جاری کی گئی ہیں تاکہ سٹیمپ ڈیوٹی کی چوری کا تدارک ہو سکے۔ تمام ڈپٹی کمشنروں کو ہدایات جاری کی گئی ہیں کہ کم سٹیمپ ڈیوٹی کی وصولی کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں اور ہر ماہ اس کا جائزہ لیا جائے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میرے سوال کے جز(ب) کے جواب میں انھوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ دوران پڑتال ایسے شواہد ملے ہیں کہ بعض سب رجسٹراروں نے مقررہ قیمت کے مطابق سٹیمپ ڈیوٹی وصول نہیں کی۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

گا کہ کیا وہ ان کے نام بتانا پسند فرمائیں گے؟ اس کے علاوہ ان کے خلاف اب تک کیا کارروائی کی گئی ہے' اس سے بھی اس ایوان کو مطلع کیا جائے۔

وزیر مال ، جناب والا ! جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے اور جواب میں بتایا ہوا ہے میرے پاس بھی ایک لسٹ ہے جو لوگ guilty ثابت ہوئے ہیں اور جن کے خلاف ہم نے کارروائی کی ہے اور بعض لوگوں کو ہم نے معطل بھی کیا ہوا ہے۔ کچھ لوگوں کے خلاف انکوائری بھی ہو رہی ہے۔ یہ لسٹ بڑی طویل ہے' لیکن اگر مولانا صاحب پسند فرمائیں تو میں ان کو یہ لسٹ مہیا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر یہ چاہیں تو نام بھی پڑھ سکتا ہوں۔

جناب سپیکر ، لسٹ کافی لمبی ہے' بعد میں مولانا صاحب کو دے دیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب والا! جن لوگوں کے خلاف تحقیقات میں شواہد ملے ہیں ان کی فہرست ان کے نام -----

جناب سپیکر ، وہی تو انھوں نے کہا ہے کہ بڑی لمبی لسٹ ہے' وہ آپ کو دے دیں گے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، دوسرے جناب والا! یہ جو کہا ہے کہ ان کے ناموں کی فہرست ڈویژن وار***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اس کی کاپی مجھے بھی مہیا کی جائے۔

جناب سپیکر ، اس کی کاپی مولانا صاحب کو مہیا کی جائے۔

جناب عبدالرؤف مغل ، جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا اس فہرست میں سیالکوٹ سے مسٹر جعفری کا نام بھی شامل ہے جس نے ہزاروں لاکھوں نہیں' بلکہ کروڑوں کی سٹیمپ ڈیوٹی کم وصول کی؟

وزیر مال ، جی ہاں۔

جناب عبدالرؤف مغل ، جناب والا ! اس کے خلاف کئی سال سے کیس مؤخر ہے۔ آپ اس پر جلد ایکشن لیں گے یا وہ معطل ہی چلا آئے گا؟

وزیر مال ، جناب والا ! ایکشن ہو رہا ہے بلکہ گوجرانوالہ سے ایک راؤ فضل الرحمٰن ہیں وہ بھی معطل ہیں اور جعفری صاحب بھی معطل ہیں۔ دونوں کے خلاف ایکشن ہو رہا ہے۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

جناب سپیکر، الیکشن ہو رہا ہے۔

حاجی غلام ربانی، میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ بعض سب رجسٹراروں نے مقرر کردہ قیمتوں کے مطابق سٹیمپ ڈیوٹی وصول نہیں کی۔ اندریں حالات ڈسٹرکٹ کلکٹر، اسسٹنٹ کمشنر یا مجسٹریٹ کو سب رجسٹرار مقرر کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر، جی۔

وزیر مال، جناب والا! قانون میں تو کیا جاسکتا ہے۔ مجسٹریٹ کو بھی اور ڈسٹرکٹ کلکٹر کو بھی کیا جا سکتا ہے۔ ویسے تمام ڈپٹی کمشنرز کو ہدایات کر دی ہیں۔ اور نائب تحصیل داروں کو بھی اسی لیے کیا جا سکتا ہے۔ قانون میں provision موجودہ ہے کہ ان کی غیر حاضری میں، یا اگر کوئی آدمی مطمئن نہیں تو اس سے ہم اختیارات واپس لے لیتے ہیں۔ یہ ہمارے پاس provision ہے۔

جناب سپیکر، ارشد عمران سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری، 574

جناب سپیکر، سوال نمبر 574، اس کا جواب بھی کافی لمبا ہے اور یہ پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

P.C.S.I.R سٹاف کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی

*574۔ جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر سٹاف کوآپریٹو ہاوسنگ سوسائٹی کے نام سے کوئی سوسائٹی رجسٹرڈ ہے اگر ہاں تو کب رجسٹرڈ ہوئی تھی اور اس وقت ممبران کی تعداد کیا ہے نیز عہدے داروں کے نام اور پتہ جات کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سوسائٹی ہذا نے کالونی بنانے کے لیے زمین حاصل کی تھی۔ اگر ہاں تو کب اور کتنی حاصل کی تھی۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سوسائٹی ہذا نے ابھی تک کالونی کے پہلے فیز کی Development مکمل نہیں کی اور دوسرا فیز شروع کر دیا ہے جبکہ پہلے فیز میں پانی، بجلی، سیوریج، سڑکوں اور سوئی گیس کا کوئی خاطر خواہ بندوبست نہ ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ تمام ممبران سے ان کے پلاٹوں کے حساب سے سوئی گیس چارجز

وصول کیے گئے۔ اگر ہاں تو کتنی رقم اکٹھی ہوئی اور آیا سوئی گیس تمام پلانٹوں تک پہنچا دی گئی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ سوسائٹی ہذا کی پہلی انتظامیہ جو چودہ سال تک قابض رہی کے خلاف رقم خوردبرد کے سلسلہ میں کوئی انکوائری کمیٹی تشکیل دی گئی ہے اگر ہاں تو اس کی سفارشات کیا ہیں اور ان پر کیا عمل ہوا؟

وزیر امداد باہمی(چودھری شوکت داؤد)۔

(الف) یہ درست ہے کہ پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر سٹاف کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ لاہور کو کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925ء کے تحت رجسٹرڈ کیا گیا۔ بوقت رجسٹریشن سوسائٹی کے ممبران کی تعداد 30 تھی اور اس وقت فیز 1 کے ممبران کی تعداد 1862 فیز 2 کے ممبران کی تعداد 508 ہے۔

موجودہ عہدیداروں کے نام و پتہ جات

صدر چودھری محمد طفیل سینئر سائنٹیفک افیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر لیبارٹریز لاہور

نائب صدر ڈاکٹر محمد اختر جاوید سینئر سائنٹیفک افیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر لیبارٹریز لاہور

سیکرٹری محمد شفیق ملک سینئر سائنٹیفک آفیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر لیبارٹریز لاہور

جائنٹ سیکرٹری محمد سعید زاہد، سٹینوگرافر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر لیبارٹریز لاہور

فنانس سیکرٹری چودھری محمد اشرف سائنٹیفک آفیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر لیبارٹریز لاہور

ایگزیکٹو ممبر

1۔ ڈاکٹر عبدالحمید نیازی سینئر سائنٹیفک آفیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر۔ لیبارٹریز لاہور
2۔ ڈاکٹر جاوید اقبال سینئر سائنٹیفک آفیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر لیبارٹریز لاہور
3۔ جاوید اقبال خان، سینئر سائنٹیفک آفیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر۔لیبارٹریز لاہور
4۔ محمد یوسف سائنٹیفک آفیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر لیبارٹریز لاہور
5۔ عمران وحید، سائنٹیفک آفیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر۔ لیبارٹریز لاہور
6۔ محمد طاہر بٹ، سائنٹیفک آفیسر پی۔سی۔ایس۔آئی۔آر لیبارٹریز لاہور

(ب) یہ درست ہے کہ سوسائٹی نے کالونی بنانے کے لیے زمین حاصل کی تھی۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

فیز 1 ۔ مورخہ 27-6-81 سے 26-5-91 تک فیز 1 موضع ستوکتلہ / باگڑیاں میں حاصل کردہ رقبہ جو 127 عدد Transactions کے ذریعہ خرید کیا گیا۔

منظور شدہ پلان کے مطابق سکیم کا ٹوٹل رقبہ 1593 کنال 4 مرلہ 26 فٹ سوسائٹی ہذا نے اراضی برائے فیز 1 میسرز آفتاب انٹرپرائزز سے خریدی اور تحریری معاہدے کی رو سے سکیم کی مکمل ڈویلپمنٹ مذکورہ فرم کے ذمہ تھی۔

فیز 2 ۔ مورخہ 10-10-88 سے 27-11-91 تک فیز 2 موضع سادھو کی اراضی حاصل کی گئی۔

منظور شدہ پلان کے مطابق 270 کنال 0 مرلے 0 فٹ ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ سوسائٹی ہذا کی سابق انتظامیہ نے فیز 1 کی ڈویلپمنٹ مکمل کروائے بغیر دوسرا فیز موضع سادھو کی 1988ء میں شروع کر دیا فیز 1 کی اراضی 1981ء میں میسرز آفتاب انٹرپرائزز سے ایک تحریری معاہدے کے تحت خریدی گئی۔ جس کے مطابق مذکورہ فرم نے ڈویلپمنٹ پلاٹس کی صورت میں سوسائٹی کی سکیم کو مکمل کرنا تھا مگر بعد میں اس وقت کی انتظامیہ اور میسرز آفتاب انٹرپرائیزز کے درمیان چند متنازعہ امور کی وجہ سے سکیم کو مناسب طور پر ڈویلپمنٹ نہ کیا جا سکا۔ چنانچہ فیز 1 میں بجلی، پانی، سیوریج اور سڑکوں کا کام اگرچہ جزوی طور پر ہوا مگر سکیم کو مکمل اور مناسب طور پر ڈویلپمنٹ نہ کیا گیا۔ سوئی گیس کی تنصیب کی ذمہ داری سوسائٹی انتظامیہ پر تھی۔ مگر اس وقت کی انتظامیہ نے اس کام پر کوئی توجہ نہ دی۔

(د) سوسائٹی کی سابقہ انتظامیہ نے ممبران پر سوئی گیس چارجز بحساب -/4000 روپے فی کنال اور اسی شرح سے -/2000 روپے فی دس مرلہ عاید کیے تھے۔ جس میں سے جزوی طور پر گیارہ لاکھ روپے کی رقم کچھ ممبران نے ادا کی مگر اس وقت کی انتظامیہ نے اس رقم کی سوئی گیس کی تنصیب کے لیے کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔

چنانچہ سوئی گیس کے لیے فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے موجودہ انتظامیہ بھی تاحال سوئی گیس کی تنصیب کا کام شروع نہیں کروا سکی۔

سوسائٹی ہذا کی موجودہ انتظامیہ کمیٹی نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ سوسائٹی کے پاس سوئی گیس کی مد میں جیسے ہی خاطر خواہ فنڈز جمع ہو جائیں گے سوئی گیس کی تنصیب کا کام

شروع کرا دیا جائے گا۔

(ہ) سوسائٹی ہذا کی انتظامیہ کمیٹی سوسائٹی کے جملہ اہل ممبران اجلاس عام میں منتخب کرتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ سوسائٹی کی سابقہ انتظامیہ کمیٹی کی اکثریت تقریباً چودہ سال تک انجمن کے معاملات چلاتی رہی۔ موجودہ انتظامیہ 26-1-96 کو منتخب ہوئی۔ جس نے سابقہ دور میں خُوردبُرد کے الزامات کی انکوائری کروائی اور ان کی شکایت پر جناب رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹیز پنجاب لاہور نے انکوائری زیر دفعہ 43 کواپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925ء کا حکم جاری کیا ہے۔ یہ انکوائری اب سرکل رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹیز لاہور کے پاس زیر کارروائی ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ PCSIR ہاؤسنگ سوسائٹی جو ہے اس کو تقریباً سولہ سال شروع ہوئے ہوگئے ہیں۔ تو وہاں پر بنیادی ضروریات سوئی گیس ' بجلی' واٹر سپلائی اور سیوریج ہے۔ کیا ان کو یہ سہولیات میسر ہیں؟ اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر، میرے خیال میں میاں عثمان ابراہیم صاحب کا بھی یہی سوال تھا۔

وزیر مال، جناب والا! اس سوال کے جواب میں ہم نے بتایا ہے کہ ان کی پوزیشن تسلی بخش نہیں ہے' کیوں کہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جو بھی سوسائٹی کو چلانے والی انتظامیہ ہو وہ ممبران کی طرف سے elected ہوتی ہے۔ 26-01-1996 کو نئی انتظامیہ منتخب ہوئی۔ لیکن ان کا رول بھی کوئی اتنا feasible نہیں۔ ان کی پوزیشن کوئی اتنی hopeful نہیں جا رہی۔ اس کے اوپر ایک انکوائری ہو رہی ہے۔ میں ان کو یہ ensure کرواتا ہوں کہ ایک مہینے کے اندر اندر ان کی جو findings سامنے آئیں گی۔ اس کے بعد اگر ہمارے ممبر مطمئن نہیں ہوں گے تو وہ جو کہیں گے ہم اس پر مزید کارروائی کریں گے۔

جناب سپیکر، جی سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! اس وقت وہاں پر صورت حال یہ ہے کہ وہاں پر جو لوگ رہ رہے ہیں ان سے کمرشل ریٹ پر بجلی اپنے طور پر وصول کر رہے ہیں۔ اس کے لیے کوئی یقین دہانی کرائی جائے کہ بجلی کا فوری طور پر بندوبست عام ریٹ پر کیا ان کو مہیا کرسکتے ہیں؟

جناب سپیکر، domestic rate پر۔ ان کو کمرشل ریٹ لگ رہا ہے ۔ کیا آپ اس کو ٹھیک کروانے کا

ارادہ رکھتے ہیں؟

وزیر مال، اس میں انھوں نے یہ کہا تھا کہ بجلی مہیا نہیں کی گئی۔ اس کا پہلے یہ سوال نہیں تھا کہ کمرشل ریٹ پر ہے یا دوسرے ریٹ پر ہے۔ کیوں کہ یہ ان کے by-laws میں ہے۔ اصل میں یہ ہے کہ ایک بلب quantity میں وہ جو واپڈا کو ادائیگی کرتے ہیں اس کے بعد ان کے اپنے اخراجات کو دیکھ کر سوسائٹی باقی اپنے consumers کے لیے ریٹ fix کرتی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ یہاں irregularities پائی گئی ہیں۔ اسی وجہ سے ایک انکوائری ہو رہی ہے۔ جو CR لاہور کر رہے ہیں۔ ویسے ایک مہینے کا وقت لیا ہے، لیکن ہم کوشش کریں گے کہ پندرہ دن کے اندر اندر اس کو مکمل کریں۔ اس کی findings سامنے آئیں گی۔ اور ہمارے ادارے اور حکومت کی یہ خواہش ہے کہ عوام کی مشکلات حل ہونی چاہییں۔ آج صبح بھی سلہری صاحب سے میری اس سلسلے میں بات ہوئی تھی۔ اگر یہ مطمئن نہیں ہوں گے تو ہم سے جو کچھ بھی ہو گا وہ کریں گے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! آپ کی اجازت سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس سوسائٹی کے اندر کروڑوں روپے کے فراڈ ہوئے ہیں۔ میں اس سلسلے میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہاں پر ایک پل تعمیر ہوا جس کے اوپر چالیس لاکھ روپے خرچ کیے گئے۔ انکوائری میں یہ ثابت ہوا کہ وہ زیادہ سے زیادہ 12 لاکھ روپے کا منصوبہ بنتا تھا۔ اور اس میں تقریباً 40 لاکھ روپے خورد برد کیے گئے۔ اس کے علاوہ جب phase-1 مکمل نہیں ہوا تھا تو phase-11 شروع کر دیا گیا۔ اور phase-11 کے لیے بھی ممبران سے تقریباً 50 لاکھ روپے وصول کر لیے۔ اور پھر وہی 50 لاکھ روپے قرضے کے طور پر phase-11 سے phase-1 میں ٹرانسفر کر دیے گئے۔ جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہوں گا 1996ء میں یہ انکوائری ہوئی۔ اور یہ تمام رپورٹس اور ریکارڈ میرے پاس ہے، اس میں یہ ثابت ہوا ہے۔ لیکن جو بھی محکمے کے افسران تھے ان کے خلاف اب تک کیا کارروائی کی گئی ہے؟

وزیر مال، ابھی تو انکوائری کی findings ہی نہیں آئیں۔ انکوائری کی findings کے بعد ہی ہو گا۔

جناب سپیکر، وہ پل کا پوچھ رہے ہیں کہ اس کی انکوائری ہو چکی تھی۔ اور ان کے خلاف ایکشن ابھی نہیں لیا گیا۔

وزیر مال، ابھی انکوائری ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر، ابھی انکوائری ہو رہی ہے۔ سلہری صاحب اسی لیے انھوں نے ایک مہینے کا وقت دیا

ہے۔ کہ اس میں انکوائری رپورٹ کے آنے کے بعد ہی وہ کچھ بتا سکیں گے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میری اس میں یہ گزارش ہوگی، جیسے آپ حکم کریں گے، کہ اس میں اگر آپ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دیں۔ اس میں کروڑوں روپے کے گھپلے ہوئے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے کی انکوائری 1996ء کی ابھی تک چل رہی ہے۔ اگر آپ ہاؤس کی کمیٹی بنا دیں تو یہ جو عوام کا کروڑوں روپیہ لوٹ کر کھا گئے ہیں اور ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر، سلہری صاحب! اس طرح کمیٹی تو نہیں بن سکتی۔ لیکن اس طرح ہے کہ جس طرح انھوں نے commitment دی ہے کہ ایک مہینے کے اندر اندر رپورٹ آنے کے بعد وہ آپ سے رابطہ کر کے پھر آپ کو بتانے کے قابل ہوں گے۔ اس میں دیکھ لیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، ٹھیک ہے سر، میں اس پر متفق ہوں۔ لیکن میری ایک درخواست ہے کہ وہاں جو لوگ رہائش پذیر ہیں ان کو جو بنیادی سہولت بجلی کی ہے۔ سوئی گیس ان کے بالکل گیٹ پر ہے۔ اس کے لیے بھی انھوں نے 11 لاکھ روپے ان سے وصول کیے تھے۔ لیکن سوئی گیس کی مد میں انھوں نے ایک پیسہ بھی جمع نہیں کروایا۔ جیسا کہ وزیر موصوف نے تسلیم کیا ہے کہ اس میں بہت سے گھپلے ہیں۔ لیکن میں ان سے یہ یقین دہانی چاہوں گا کہ سوئی گیس اور پینے کا پانی فوری طور پر کوشش کر کے مہیا کروا دیں۔

جناب سپیکر، وہ دیکھ لیتے ہیں۔ کیوں جی؟

وزیر مال، جناب والا! انکوائری کے بعد ہم دیکھیں گے کہ ہم نے کیا طریقۂ کار اختیار کرنا ہے۔ میں ابھی سے کہہ دوں اور ensure کردوں کہ ایک مہینے میں بجلی لائی جائے گی، لیکن وہاں فنڈز ہی نہ ہوں! یہ فنڈز کی بات ہے۔ میرے کہنے سے تو کچھ نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ next ۔ پیر سید محمد بنیامین رضوی صاحب۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی، سوال نمبر۔ 647

ڈی سی آفس منڈی بہاؤالدین میں بھرتی شدہ ملازمین کی تعداد

*647۔ پیر سید محمد بنیامین رضوی، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ڈپٹی کمشنر ضلع منڈی بہاؤالدین کے دفتر میں سال 1-1-94 سے 31-12-96 تک کتنے افراد

بھرتی کیے گئے۔ ان اسامیوں کے لیے کس کس اخبار میں اشتہار دیا گیا۔ اگر ان افراد کو بغیر اشتہار اخبار بھرتی کیا گیا تو اس خلاف ورزی کا ذمہ دار کون تھا اور اس کے خلاف کیا کارروائی کی گئی تفصیل مہیا کی جائے۔ کیا ان خلاف قواعد بھرتی شدہ ملازمین کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا ہے یا نہیں؟

وزیر مال (چودھری شوکت داؤد)،

(الف) دفتر ڈپٹی کمشنر منڈی بہاؤالدین میں سال 01-01-1994 تا 31-12-1996 تک 70 افراد بھرتی کیے گئے۔

جناب سپیکر، 13-12-1996 ہے۔ لیکن آپ کے پاس 31 ہے۔ جو اس کا جواب ہے یہاں پر اس میں 13-12-1996 ہے۔ آپ کے پاس جواب میں 31-12-1996 لکھا ہوا ہے۔

وزیر مال، میرے پاس جواب میں 31-12-1996 لکھا ہوا ہے۔

(ب) ان اسامیوں کی تشہیر کے لیے کسی اخبار میں اشتہار نہ دیا گیا ہے۔

(ج) اس خلاف ورزی کے ذمہ دار اس وقت کے ڈپٹی کمشنر تھے۔

ایک تفصیلی رپورٹ بتوسط کمشنر صاحب گوجرانوالہ ڈویژن' گوجرانوالہ حکومت کو ارسال کی گئی ہے۔ جس پر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر ' ذمہ دار اہل کاران کے خلاف محکمانہ کارروائی کا آغاز ہوچکا ہے۔ اور انکوائری کی جا رہی ہے۔

اس ضمن میں مفصل رپورٹ سیکرٹری سروسز' ایس۔اینڈ جی۔اے ڈی حکومت پنجاب لاہور کو بذریعہ چٹھی نمبر 294/G/CNF/M-B مورخہ 19-6-97 اور چٹھی نمبر 187/CNF/G/M-B مورخہ 4-6-97 کے تحت سیکرٹری آئی اینڈ سی (Imp. &Coord.) حکومت پنجاب ایس اینڈ جی۔اے۔ڈی لاہور کو ارسال کر دی گئی ہے مناسب احکامات کا انتظار ہے۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر مال نے فرمایا کہ اس کا S&GAD حکومت پنجاب لاہور کو بذریعہ چٹھی نمبر اتنے 19-06-1997 کو ہم نے جواب بھیجا ہے۔ اور ایک رپورٹ بنا کے بھیجی ہے۔ جناب والا! 19-06-1997 کو رپورٹ بھیجی گئی ہے۔ آج 22-10-1997 ہے۔ چار مہینے میں اس پر کسی کارروائی کے نہ ہونے سے بڑی بے چینی ہوئی ہے۔ پہلے تو میں وزیر مال کا شکر گزار ہوں کہ ان کے محکمے نے کافی حد تک سچا اور صحیح جواب دیا ہے۔ آج

میں نے اخبار میں سیکرٹریٹ کے حوالے سے پڑھا کہ ہم سیاسی دباؤ پر تبادلے نہیں کریں گے یا غلط کام نہیں کریں گے آپ کی دعاؤں سے۔۔۔

جناب سپیکر، نہیں، آپ کا سوال یہ ہے۔ اب موجودہ صورت حال یہ ہے کہ چار ماہ کے اندر ایکشن نہیں ہوا۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی، میرا سوال یہ ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر نے غلطی کی ہے تو اس کی انکوائری بھی اس سے بڑے افسر کے پاس لگی ہوئی ہے۔ اگر ایک ڈپٹی کمشنر غیر قانونی حرکت کرتا ہے اور غلط کام کرتا ہے تو اس کی انکوائری چار چار مہینے سرد خانے میں کیوں پڑی رہتی ہے؟

وزیر مال، جناب سپیکر! پہلے سوال میں بھی میں نے کہا تھا اور ان شاء اللہ میرا اگلا رول بھی یہی ہوگا کہ میں محکمے کی نمائندگی کرتا ہوں مگر اس کا تحفظ نہیں کرتا، کیونکہ میں بحیثیت ایک عوامی نمائندے کے سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس میں جو سوالات پوچھے جاتے ہیں ان کے پیچھے ایک مقصد ہوتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر، محکمے کو تحفظ دیتے ہیں اور ممبران کو تحفظ نہیں دیتے۔

وزیر مال، محکمے کی نمائندگی کرتا ہوں، تحفظ نہیں دیتا۔ میرا کہنے کا مقصد بھی یہ تھا کہ میں نے خود اس کو ٹیک اپ کیا ہے، بلکہ میں نے ان کی فہرستیں بھی منگوائی ہے جن کی بھرتیاں ہوئی ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ اس میں واقعی دیر ہوئی ہے، لیکن ہم اس کو کریں گے۔ چیئرمین پی اینڈ ڈی طارق سلطان صاحب کو ہم نے بااختیار افسر مقرر کیا ہے۔ یہ واقعی صحیح بات ہے کہ ابھی تک انکوائری افسر مقرر ہی نہیں ہوا۔ تو میں اس معاملے کو ذاتی طور پر ٹیک اپ کروں گا اور اس کے بعد بھی جو بے قاعدگیاں ہوئی ہیں، میں مانتا ہوں کہ پچھلی حکومت کے دور میں 70 افراد کو تعینات کیا گیا ہے۔ ان کے ڈومیسائل نہیں تھے، اہل نہیں تھے، اشتہارات نہیں دیے گئے، بلکہ غلط ڈومیسائل تھے۔ کچھ افسروں کے رشتہ دار بھی تھے جو رولز کے مطابق بھرتی نہیں ہو سکتے تھے۔ انکوائری کرنے کے بعد حکومت کو بھیجیں گے۔ حکومت کی جو بھی پالیسی ہوگی۔ جن لوگوں نے بھرتیاں کی ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی، بلکہ جو لوگ غلط طور پر بھرتی ہوئے ہیں ان شاء اللہ ان کے خلاف بھی حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر، جی بنیامین شاہ صاحب۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی، جناب سپیکر! یہ کارروائی کب تک مکمل ہو جائے گی؟ اس کی کوئی تاریخ مقرر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جناب سپیکر، اس میں آپ دو چیزوں کا پوچھ رہے ہیں' ایک تو اس ڈی سی کے خلاف کارروائی اور دوسرا جو بھرتیاں ہوئی ہیں۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی، میری یہ گزارش ہے کہ اگر یہ انکوائری میرے خلاف ہوتی تو شاید یہ ایک مہینے میں مکمل ہو جاتی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح کا تاثر ابھرتا ہے کہ 'مجھاں مجھاں دیاں بھیناں ہوندیاں نیں'۔ یہ فیصلے ذرا جلدی ہونے چاہییں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

جناب سپیکر، جی ضمنی سوال۔

جناب سعید اکبر خان، جناب وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ میں ساری انکوائری کرنے کے بعد حکومت کو بھیجوں گا۔ کون سی حکومت کو بھیجیں گے؟ حکومت تو یہ خود ہیں۔

جناب سپیکر، یہ انھوں نے کب کہا ہے کہ حکومت کو بھیج دوں گا؟ انھوں نے کہا ہے کہ رپورٹ آ جائے گی۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! انھوں نے ابھی کہا ہے۔ آپ ریکارڈ دیکھ لیں۔

وزیر مال، نہیں' نہیں۔ آپ میری بات نہیں سمجھے۔ میں پوری حکومت کی پالیسی تو نہیں بناتا ناں۔ میں تو اپنے محکمے کا ذمہ دار ہوں۔ ایس اینڈ جی اے ڈی نے کارروائی کرنی ہوتی ہے۔ میں ایس اینڈ جی اے ڈی کا تو وزیر نہیں ہوں ناں۔ میں نے تو اپنے محکمے کی بات کرنی ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! جو انکوائری ہوتی ہے اس میں تو پالیسی پہلے ہی طے ہوتی ہے کہ جو بھی کوئی غلط کام کرے گا اس کے خلاف فلاں فلاں رولز کے تحت کارروائی ہو گی۔

جناب سپیکر، جی مغل صاحب! ضمنی سوال۔

جناب عبدالرؤف مغل، میں اپنے فاضل دوست پیر بنیامین صاحب کے سوال کہ ڈپٹی کمشنر کے خلاف انکوائری ابھی تک پینڈنگ پڑی ہے۔ یہ تو ڈپٹی کمشنر کی بات ہے' گوجرانوالہ میں ایک کنال پندرہ مرلے پر ایم پی اے فنڈ سے سکول قائم کیا گیا اور 93ء کے چھٹے مہینے میں نگران حکومت تھی'

تو اس میں ایک شخص کو بنا بنایا سکول دے دیا گیا۔ میرے نشان دہی کرنے پر وہ پٹواری معطل ہوا اور اب خاموشی کے ساتھ اسے بحال کر دیا گیا ہے۔ اس کے خلاف چار سال میں انکوائری مکمل نہیں ہوئی آپ کون سا کھ کر رہے ہیں؟

وزیر مال، آپ میرے نوٹس میں لائیں۔ پچھلے چار سالوں کا تو نہیں۔ بہرحال آپ میرے نوٹس میں لائیں' وہ کون سا پٹواری ہے؟ اگر وہ واقعی بے قاعدگی ہوئی ہے تو پھر ظاہر ہے کہ حسب ضابطہ ہی کارروائی کی جا سکتی ہے۔ ہم ان شاء اللہ ای اینڈ ڈی رولز کے تحت کارروائی کریں گے۔

جناب عبدالرؤف مغل، آپ نوٹ فرما لیں۔ اس کا نام حاجی منیر ہے۔ بھیکو پور میں ایک کنال پندرہ مرلے کا ٹکڑا' جس پر ایم پی اے فنڈ میں سے سکول قائم کیا گیا تھا۔ اس پٹواری کو خاموشی سے تعینات کر دیا گیا ہے۔

وزیر مال، جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اپنے فاضل ممبر سے عرض کروں گا کہ یہ مجھے مل لیں اور اس کے متعلق مجھے لکھ کر دیں۔ ویسے بھی مل لیں' ان شاء اللہ جو بھی ہوا میں کارروائی کروں گا۔

جناب عبدالرؤف مغل، میں کمشنر آفس میں بھی اس کے متعلق ملا ہوں۔ وہاں سے ڈپٹی کمشنر کو کم از کم آٹھ دس لیٹر جاری ہوئے ہیں اور ڈپٹی کمشنر نے اس کا جواب نہیں دیا۔

وزیر مال، میں ان شاء اللہ کروں گا۔ میں یقین دلاتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ وزیر صاحب کو لکھ کر دے دیں۔ جی بنیامین شاہ صاحب۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی، جناب سپیکر! مجھے کوئی مدت نہیں بتائی گئی۔ کچھ پتا چل جائے گا کہ ایک مہینے تک' پندرہ دن تک' دو مہینے تک' کب تک یہ کام مکمل ہو جائے گا؟

جناب سپیکر، وزیر مال صاحب! آپ اس کام کے کرنے کا کب تک ارادہ رکھتے ہیں؟

وزیر مال، میں بات کروں گا ان شاء اللہ جتنا جلد ہو سکا میں یہ کروں گا۔

جناب سپیکر، یہ ذرا خاموشی اختیار کیجیے۔ بہت شکریہ۔ جی وزیر مال صاحب۔

وزیر مال، طارق سلطان صاحب نے انکوائری افسر مقرر کرنا ہے۔ میں آج ان سے بات کروں گا۔ جتنا بھی ہو سکا ہم اس کو جلد سے جلد کر دیں گے۔

جناب سپیکر، اس کو جلد سے جلد کر دیں۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی، جلد سے جلد کا کیا مطلب ہے؟ اگلے سال یا اسی سال ہو جائے گا؟ کچھ تھوڑا سا تو بتا دیں۔

جناب سپیکر، اگلا سال بھی دو مہینے کے بعد آ جائے گا۔

وزیر مال، ان شاء اللہ ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو اگلے اجلاس میں مطمئن کر دیں۔

جناب سپیکر، اگلا سوال رائے حسن نواز صاحب کا تھا۔ انھوں نے واپس لے لیا ہے۔ اس کے بعد نواب زادہ منصور احمد خان صاحب کا سوال ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔

جناب سپیکر، خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ کل سے ایوان میں جو فہرست circulate ہو گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ رولز کے تحت اب یہ ہاؤس کی پراپرٹی ہے۔

جناب سپیکر، نہیں، سوال واپس ہو سکتا ہے۔ میں نے سوال واپس لینے کی اجازت دے دی ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب سعید اکبر خان، اب واپس ہو سکتا ہے؟ ٹھیک ہے جناب۔

جناب سپیکر، اگلا سوال نوابزادہ منصور احمد خان صاحب کا ہے۔

جناب سعید اکبر خان، on hrs behalf۔

جناب سپیکر، 701. on his behalf ۔ بہت لمبا جواب ہے اسے پڑھا ہوا ہی تصور کیا جاتا ہے۔

بارشوں سے نقصان زدہ علاقہ میں خصوصی مراعات

*701۔نواب زادہ منصور احمد خان، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ پنجاب کے طول وعرض میں حالیہ آندھیوں، بارشوں، بالخصوص ژالہ باری سے مختلف فصلات گندم، ٹماٹر، سبزیات اور باغات ثمر کو شدید نقصان پہنچا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حسب قواعد متعلقہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں نے متذکرہ بالا ناگہانی آفات کے بارے میں رپورٹ حکومت کو ارسال کر دی ہے۔

(ج) اگر ایسا ہے تو کیا حکومت پنجاب زمین داروں، کسانوں اور کاشت کاروں کو اس ضمن میں خصوصی مراعات یا ریلیف دینے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں، اگر رکھتی ہے تو کب تک اگر نہیں تو کیا وجوہات ہیں؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

(الف) اس سلسلہ میں صوبہ پنجاب کے تمام اضلاع سے رپورٹ طلب کی گئی جس کے مطابق مندرجہ ذیل اضلاع میں فصلات کو نقصان کی تفصیل دی گئی ہے۔

1۔ مظفر گڑھ

مورخہ 3 اپریل 1997ء کو ژالہ باری کی وجہ سے مواضعات عمر بدھ شریف بدھ فاضل کالرو رکھ عمر بدھ باغ والا چولستان اور رکھ خان پور متاثر ہوئے موضع عمر بدھ کا 149 ایکڑ رقبہ متاثر ہوا جہاں محکمہ انہار کی سفارش پر خرابہ (معافی) دی جا چکی ہے ژالہ باری سے مورخہ 7 مئی 1997ء کو مطابق جائنٹ انسپکشن محکمہ انہار سب ڈویژن مظفر گڑھ کے کچھ مواضعات متاثر ہوئے لیکن ژالہ باری سے قبل فصلات کی کٹائی ہو چکی تھی

نقصان معمولی نوعیت کا تھا مطابق قواعد جن پر کسی قسم کی معافی نہیں بنتی

2۔ چکوال۔ تحصیل چوے سیدن شاہ میں پانچ مواضعات متاثر ہوئے جس میں گندم کی فصلکو معمولی نقصان ہوا۔

3۔ ڈیرہ غازی خان

طوفان بادوباراں سے 9 دیہات متاثر ہوئے جن میں فصلات کا نقصان پچاس فیصد سے کم ہوا 1813 ایکڑ رقبہ پر فصلات متاثر ہوئیں ۱۲ پھل دار درخت تباہ ہوئے۔

4۔ ملتان

گندم، ٹماٹر، سبزیات اور باغات کو شدید نقصان نہیں ہوا نقصان کا اندازہ 30 فیصد سے کم ہے۔

5۔ خوشاب

تحصیل نور پور کے 66 مواضعات اور تحصیل خوشاب کے 5 مواضعات میں جو کہ بارانی علاقہ ہیں۔ بارش نہ ہونے سے فصلات کمزور ہوئیں جو بعد میں ژالہ باری سے مزید خراب ہوگئیں۔

6۔ میانوالی

بوجہ ژالہ باری / بارش 6 مواضعات میں فصلات کو نقصان پہنچا۔ جوکہ 50% سے کم ہے۔ لیے علاقہ کو آفت زدہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

7۔ راجن پور

12 دیہات میں نقصان کا اندازہ 50% سے کم ہے۔

8۔ بہاولپور

ناگہانی آفت سے فصلات کو کوئی نقصان نہ ہوا ۔ البتہ چند ایک علاقوں میں آندھیوں باغات میں ثمر کا معمولی نقصان ہوا۔

9۔خانیوال۔

فصلات کا کوئی نقصان نہ ہوا ہے ۔ البتہ ژالہ باری سے گندم ۔ باغات کا معمولی نقصان ہے ۔باقی تمام اضلاع سے موصول شدہ رپورٹ ہائے کے مطابق کوئی نقصان نہیں ہوا۔

(ب) چکوال، ڈیرہ غازی خان، میانوالی، خانیوال، اضلاع سے فصلات کو نقصان کے بارے میں موصول ہوئیں۔ جبکہ بقایا / اضلاع نے معمولی یا کوئی نقصان نہ ہونے کی بناء پر رپورٹ بھجوائیں۔

(ج) ضلع مظفر گڑھ میں فصلات کو نقصان کی بناء پر موضع عمر بدھ کے متاثرین کو خرابہ (مہ کی مراعات دی جا چکی ہیں۔ ضلع چکوال میں متاثرہ اشخاص کو تقاوی قرضے فراہم کیے ہیں۔ دیگر اضلاع سے جو کوائف موصول ہوئے۔ ان سے ظاہر ہے کہ فصلات کو مہ نقصان پہنچا ہے۔ جس وجہ سے متاثرہ علاقہ کو مجوزہ قانون دفعہ 3 ریلیف ایکٹ 1958 آ زدہ علاقہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جناب سعید اکبر خان، ضمنی سوال جناب۔ میرا ضمنی سوال ہے کہ اس میں وہ اضلاع دیے ہو ہیں جن میں بارشوں اور ژالہ باری سے نقصان ہوا ہے۔ اس میں ضلع بھکر کا ذکر نہیں۔ آیا وزیر موصو صاحب بتائیں گے کہ وہاں ژالہ باری اور طوفانوں سے کوئی نقصان نہیں ہوا؟

جناب سپیکر، وزیر صاحب! اس میں بھکر کی کوئی رپورٹ آئی ہے؟

وزیر مال، بھکر کی رپورٹ اس میں نہیں آئی۔

جناب سعید اکبر خان، بھکر کی رپورٹ نہیں آئی۔ تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا بھکر میں ژالہ باری اور بارشوں سے کوئی نقصان نہیں ہوا؟

وزیر مال، میرے ریکارڈ کے مطابق تو بھکر میں بارشوں اور ژالہ باری سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، یا جب یہ سوال دیا گیا ہوگا۔ آپ کی بات شاید ٹھیک ہو' لیکن بھکر میں بارش بعد میں ہوئی ہوگی۔

جناب سعید اکبر خان، میں اس کے متعلق تسلی کر چکا ہوں کہ جب ژالہ باری اور بارش ہوئی ہے بھکر بھی انہی دنوں اس طوفانی زد میں آیا ہے۔ اور وہاں بھی اسی طرح نقصان ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر، اس میں نہیں ہے' لیکن آپ نیا سوال کر سکتے ہیں۔ اگلا سوال میاں عثمان ابراہیم صاحب کا ہے۔

جناب عثمان ابراہیم، 713

جناب سپیکر، عثمان صاحب! ویسے پہلے بھی اسی طرح کا سوال عمران سلہری صاحب کا آیا ہے۔ بہرحال 713

گورنمنٹ ایمپلائز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی

*713۔جناب عثمان ابراہیم، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ایمپلائز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور سال 1979ء میں' ممبرز کے لیے ہاؤسنگ کالونیاں بنانے کے لیے قائم ہوئی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سوسائٹی ہذا نے مجوزہ کالونی میں Phase-I اور Phase-II کے لیے قیمت پلاٹ مع ترقیاتی اخراجات وصول کر لیے ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سوسائٹی ہذا نے متذکرہ کالونی میں ابھی تک سیوریج اور سڑکوں کی تعمیر' سوئی گیس' بجلی اور پانی کی سپلائی کے لیے کوئی اقدامات نہیں کیے ہیں۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ترقیاتی پروگرام شروع نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں اور سوسائٹی ہذا کب تک ترقیاتی پروگرام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے' اگر نہیں تو وجہ کیا ہے؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

(الف) گورنمنٹ اسمپلائز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ لاہور سال 1956ء میں ابتدائی طور پر سنٹرل گورنمنٹ اسمپلائز ہاؤسنگ ہاؤس بلڈنگ کوآپریٹو سوسائٹی لاہور کے نام سے رجسٹر ہوئی۔ اس کا بنیادی مقصد اپنے ممبران کے لیے ہاؤسنگ کالونی develop کر کے رہائشی پلاٹ مہیا کرنا تھا۔

(ب) سوسائٹی ہذا نے اپنے ممبران سے قیمت پلاٹ بمہ ترقیاتی اخراجات وصول کر لیے تھے۔ سیکٹر اے میں ممبران کو جملہ سہولیات کے ساتھ پلاٹ الاٹ شدہ ہیں اور تقریباً رہائشی پلاٹوں پر ممبران نے مکانات تعمیر کر لیے ہیں۔ فیز II کے پلاٹ بھی سوسائٹی نے ممبران کو الاٹ کر دیے ہوئے ہیں اور وہاں بھی زیادہ تر پلاٹوں پر گھر تعمیر کر لیے ہیں۔ ترقیاتی کام بشمول سیوریج، بجلی، واٹر سپلائی، سوئی گیس اور سڑکات وغیرہ مہیا شدہ ہیں۔

(ج) یہ امر درست نہ ہے کہ سیکٹر اے اور فیز II میں تقریباً جملہ ترقیاتی کام سیوریج، سڑکات کی تعمیر، سوئی گیس، بجلی اور واٹر سپلائی کی سہولیات میسر ہیں۔

(د) جواب اثبات میں نہ ہے۔ تقریباً جملہ سہولیات سوسائٹی کی آبادی میں مہیا شدہ ہیں۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے ٹھیک ہے۔ کوئی ضمنی سوال۔ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ next چودھری مسعود احمد صاحب نہیں ہیں (سوال نمبر 715 پیش نہ کیا گیا) next چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، 743

کالعدم کوآپریٹو اداروں سے رقوم کی واپسی

*743۔ چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ ہذا نے تاحال کتنے افراد کو کالعدم کوآپریٹو اداروں کی کتنی رقم واپس کی ہے۔

(ب) کوآپریٹو اداروں کی لیکوڈیشن بورڈ اور دیگر امور کی انجام دہی پر تاحال کتنی رقم خرچ کی گئی ہے۔

(ج) کوآپریٹو اداروں کی کتنی اراضی / جائیداد / کتنی مالیت میں نیلام ہو چکی ہے اور کتنی جائیداد ابھی نیلامی کے لیے موجود ہے؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

(الف) پنجاب کوآپریٹو بورڈ برائے لیکو ڈیشن نے 102زیر انصرام کارپوریشنوں کے 74757 کھاتہ داروں کو 3 ارب 34 کروڑ اور 10 لاکھ روپے کی ادائیگی کر دی گئی جس کی تفصیل درج ذیل ہے،

نام کوآپریٹو فنانس کارپوریشن	نمبر کھاتہ داران	رقم ملین میں
1۔ پانچ بڑی	117,661	2,682
2۔ ساٹھ چھوٹی	32,996	284
3۔ سینتیس جن کے جملہ کھاتہ داروں کو ادائیگی کی گئی۔	24,100	375
میزان	174,757	3,341

(ب) 1992ء سے 20 جون 1997ء تک کل خرچہ مبلغ 539,65,592 روپے ہے جس میں سے ہیڈ آفس کا خرچہ مبلغ -/33,946,241 روپے اور علاقائی دفاتر کا خرچہ مبلغ 200,19,351 روپے ہے۔

(ج) کوآپریٹو اداروں کی نیلام شدہ اراضی جائیداد اور قیمت نیلام درج ذیل ہیں،

نیلام شدہ اراضی / جائیداد جن کی قیمت -/43,41,61,259-81 روپے ہے منظوری دی جا چکی ہے اس کے علاوہ 213 عدد اراضی/ جائیداد برائے نیلامی موجود ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں۔ گورایہ صاحب اس میں آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، میرا جناب منسٹر صاحب سے ضمنی سوال یہ ہے کہ 1992ء سے لے کر اب تک جو تاخیری حربے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوآپریٹو بنکوں کی برانچیں جو ابھی تک بند پڑی ہوئی ہیں۔ ان کا فرنیچر خراب ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ ان عمارات کا کرایہ گورنمنٹ کو باقاعدگی سے دینا پڑ رہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ ان کو نیلام نہیں کیا جا رہا؟ بار بار نیلامیاں کی گئیں۔ بار بار آکشن ہوئی پھر کینسل ہوگئیں۔ اس طرح سے ان چیزوں پر کروڑوں روپیہ خرچ کیا گیا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ تاخیری حربے اختیار کیے جا رہے ہیں اور آکشن نہیں کی جا رہی؟

وزیر مال، ایک سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ معاملہ عدالت میں ہے۔ اس میں تاخیر کی یہی وجہ ہے۔ وگرنہ ہماری تو پوری کوشش ہے کہ جلد سے جلد فیکٹریوں کو نیلام کر کے ان کو compensation دی جائے۔

جناب سپیکر، جی گورایہ صاحب۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کوآپریٹو اداروں کی بار بار نیلامیوں پر تقریباً 8 کروڑ 59 لاکھ 11 ہزار 3 سو 33 روپے خرچ ہوئے اور اس سلسلے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کوآپریٹو اداروں کی نیلامیاں کر کے جو کمائی آپ نے کرنی ہے۔ کیا اسی طرح سے وہ خرچ کر دینی ہے؟

وزیر مال، میں نے یہی عرض کیا ہے کہ اگر ہم نے نیلام کی ہے تو اس کی payment بھی کی ہے۔ یہاں ہم نے رقم بھی لکھی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ایک ادارہ بنتا ہے تو اس کے اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ادارے بغیر اخراجات کے نہیں چلتے۔ ہماری حکومت کی بھرپور کوشش اور پالیسی یہ ہے کہ جلد سے جلد ان سوسائٹیوں کے assets لے کر نیلام کریں اور لوگوں کو ان کی رقوم جلد سے جلد مہیا کریں۔

جناب سپیکر، آپ کا دوسرا ضمنی سوال کیا تھا؟

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ تھا کہ تاخیری حربوں کی وجہ کیا ہے؟ جناب منسٹر صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا۔

جناب سپیکر، اس کا انھوں نے بتایا ہے کہ عدالتوں میں کیس ہیں۔ جب عدالتیں فیصلہ کرتی ہیں تو پھر یہ پراپرٹی کی نیلامی کرتے ہیں۔

وزیر مال، اس کی میں مثال دیتا ہوں کہ پرسوں جو کوآپریٹو بل ہم لائے ہیں۔ اس کے پیچھے یہی وجہ تھی کہ ہم چاہتے تھے کہ اسلام آباد جانے کی بجائے ہم لاہور ہائی کورٹ میں جائیں تاکہ لوگوں کو جلد انصاف مہیا کریں۔ اسی وجہ سے حکومت نے یہ کیا ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، اسی سلسلے میں ایک اور ضمنی سوال ہے کہ ان زمینوں پہ جو کوآپریٹو

اداروں کی جگہیں ہیں۔ ان پر جو ناجائز قابضین بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کو کنٹرول کرنے کے لیے یا ایسی زمینوں کی حفاظت کے لیے محکمے نے کیا اقدامات کیے ہیں؟

وزیر مال، ہم نے کافی حد تک جگہیں خالی کروا لی ہیں۔باقی وہی لوگ ہیں جنھوں نے stay orders لیے ہوئے ہیں۔ وگرنہ اس کی مثال بھی میں ابھی دے سکتا ہوں کہ ہمارے محکمے نے ابھی روزنامہ "پاکستان" کی پراپرٹی' ان کے گھر اور ان کا جو دفتر لیا ہے۔ حکومت بےخبر نہیں ہے۔ ہم بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن جہاں litigation کی مشکل ہوتی ہے وہاں مجبوری ہے۔ وگرنہ حکومت اس معاملے میں aware ہے۔ ان شاء اللہ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ جتنی جلد ہو سکے تمام پراپرٹی کو خالی کروایا جا سکے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، میرا آخری ضمنی سوال جزو (ج) سے متعلق ہے جس میں لکھا ہے کہ نیلام شدہ اراضی جائیداد کی قیمت 43 کروڑ 41 لاکھ 61 ہزار 2 سو 59 روپے ہے منظوری دی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ 213 عدد اراضی جائیداد برائے نیلامی موجود ہے۔ میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ 43 کروڑ 41 لاکھ 61 ہزار 2 سو 59 روپے جس کی منظوری دی جا چکی ہے۔ یعنی اتنے پیسوں کی جائیداد فروخت کر دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں recovery کتنی ہوئی ہے؟ یہ تو آپ نے منظوری دی ہے۔ آپ نے recovery کتنی کی ہے؟

وزیر مال، یہ کچھ نہیں ہیں۔ وہ پیسہ ہمیں وصول ہوا ہے۔ جو لوگوں کو ہم نے دیا ہے۔ لیکوڈیشن بورڈ کھاتہ داروں کو اسی میں payment کر رہا ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، اس میں آپ نے یہ تو نہیں لکھا کہ اتنی وصولی کی گئی ہے۔ منظوری کا لفظ استعمال کیا ہے۔ منظوری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ recovery کی گئی ہے۔

جناب سپیکر، جز (ج) میں لکھا ہے۔ اس میں تھوڑا ابہام ہے کہ دونوں چیزیں رکھی ہیں۔ نیلام شدہ اراضی/ جائیداد جن کی قیمت 43 کروڑ 41 لاکھ 61 ہزار 2 سو 59 روپے ہے' منظوری دی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ 213 عدد اراضی / جائیداد برائے نیلامی موجود ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ابھی نیلام نہیں ہوئیں۔

وزیر مال، بہرحال' اس میں یہ ہے کہ یہ under process ہو گی۔

جناب سپیکر، یہ under process ہے۔ اس میں جزو(ج) دیکھیں۔

وزیر مال، یہ میں ابھی دیکھتا ہوں۔ جتنی ہم نے نیلام کی ہے۔ ہم نے کل دی ہے۔

جناب سپیکر، کل تو آ گئی ہے۔

وزیر مال، اس میں recovery کا عمل جاری ہے۔NOC بھی جاری ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر، یعنی یہ process شروع ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب سپیکر! میں نے پوچھا ہے کہ recovery کتنی ہوئی ہے؛ یہ نہیں پوچھا کہ process جاری ہے۔ میں اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انھوں نے بتایا ہے کہ منظوری دی جا چکی ہے۔

وزیر مال، اس کی اصل sense یہی ہے کہ اتنی recovery ہو چکی ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اس کی recovery ہو چکی ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب سپیکر! یہ recovery نہیں۔ یہ صرف منظوری ہے۔ recovery کا مطلب یہ ہے کہ جو پیسے بچ کر انھوں نے وصول کر لیے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ فلاں فلاں پراپرٹی انھوں نے نیلامی کے لیے منظور کر دی ہے۔ ابھی ان میں سے کچھ pending پڑی ہوئی ہیں۔ کچھ نیلام ہو چکی ہیں اور جو وصولی کی گئی ہیں۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں کہ کتنی وصولی ہوئی ہے؛

وزیر مال، میں کہہ رہا ہوں کہ recovery ہو چکی ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں ہوئی۔ جب ہم نے NOC جاری کیے ہیں' اسی وقت کیے ہیں جب ہم نے recovery کر لی ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، تو یہاں پر پھر آپ نے کیوں یہ بات نہیں لکھی کہ اتنی وصولی کی جا چکی ہے۔

وزیر مال، ضروری نہیں کہ میں ہر چیز آپ کو لکھ دوں۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، نہیں' یہ تو بات نہیں۔ سوال (ج) میں پوچھا جا رہا ہے اور جواب (د) میں دیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر، اس میں منسٹر صاحب! تھوڑا ابہام ہے کہ جواب اس میں نہیں آیا۔ اگر پڑھا جائے کہ نیلام شدہ اراضی/ جائیداد جن کی قیمت اتنے کروڑ روپے ہے منظور دی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ 213 عدد اراضی/ جائیداد برائے نیلامی موجود ہے۔ اس سے یہ ابہام پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی

نیلامی کی اجازت ہوئی ہے اور اس کی recovery نہیں ہوئی۔

وزیر مال، recovery ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر، جی' recovery ہو چکی ہے۔

حاجی ملک عمر فاروق، سر! میں منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ جو کواپریٹو سوسائٹیوں کے اکاؤنٹ ہولڈر تھے۔ جنھوں نے کواپریٹو سے قرضہ لیا ہے۔ کیا ان لوگوں سے بھی رقم وصول کی جا رہی ہے یا نہیں؟

وزیر مال، یہ الگ subject ہے۔ لیکن اس کے باوجود جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ ہم ان کے خلاف بھی کارروائی کر رہے ہیں جنھوں نے loaning پہ اپنی پراپرٹی mortgage کروائی ہوئی تھی اور پیسہ لیا ہوا تھا۔جیسا روزنامہ "پاکستان" کی مثال میں نے دی ہے۔ وہ اسی سلسلے میں ہم نے کیا ہے۔ہم نے ان کی پراپرٹی لے لی ہے۔

جناب سپیکر، اگلا سوال راجہ محمد جاوید اخلاص صاحب کا ہے۔ موجود نہیں ہیں۔ آگے بھی سوال راجہ محمد جاوید اخلاص صاحب کا ہے۔ موجود نہیں ہیں۔ پھر خواجہ محمد اسلام صاحب۔وہ بھی نہیں ہیں۔(سوالات نمبر 766' 767 اور 789 پیش نہ کیے گئے)جناب محمد افضل خان صاحب۔

جناب محمد افضل خان، 799

وزیر مال، وہی ہے جو میاں عبدالستار صاحب نے کمپیوٹرائزڈ کرنے کا کہا ہے۔ بالکل اسی طرح کا ہے۔

جناب سپیکر، یہ پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

محکمہ مال کا کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ

*799۔جناب محمد افضل خان، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

کیا محکمہ مال زمینوں کے متعلق تمام ریکارڈ کمپوٹرائزڈ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال (چودھری شوکت داؤد)،

(الف) جی ہاں۔

(ب) زمینوں کے ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کی کوشش حکومت نے 1990 میں شروع کی اور اس سلسلہ میں ضلع قصور کا انتخاب کیا۔ یہ ایک پائیلٹ پروجیکٹ تھا۔ جس کے نتیجہ میں کمپیوٹر سافٹ ویئر تیار ہو چکا ہے اور اس کا تجربہ دو دیہات کی حد تک کامیابی کے ساتھ کیا جا چکا ہے۔ مندرجہ بالا پائیلٹ پروجیکٹ کی کامیابی کے ساتھ بورڈ آف ریونیو نے ایک سکیم کمپیوٹرائزیشن آف لینڈ ریونیو ریکارڈز' پنجاب محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کو برائے منظوری پیش کی ہے۔ سکیم کے تحت پہلے مرحلہ پر 12 اضلاع،

1۔ قصور 2۔سیالکوٹ 3۔ فیصل آباد 4۔ساہیوال

5۔سرگودھا 6۔جہلم 7۔ رحیم یار خان 8۔ ڈی۔جی۔خان

9۔ شیخوپورہ 10۔ خانیوال 12۔ گجرات 13۔ چکوال

میں ریونیو ریکارڈ کمپیوٹرائز کرنے کا کام مکمل کیا جائے گا۔

اس سکیم کا تخمینہ گیارہ کروڑ 55 لاکھ روپے ہے اور ایک اندازہ کے مطابق اس کے مکمل ہونے میں ڈیڑھ سے دو سال کا عرصہ درکار ہو گا۔

تجویز یہ ہے کہ مکمل کام کنسلٹنٹ کے ذریعے کی ٹرن (Key Turn) کی بنیاد پر کروایا جائے اور متعلقہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنر کنسلٹنٹ سے معاونت کریں گے۔ قوی امید ہے کہ یہ تجویز بہت جلد محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں زیر غور آئے گی۔ اور اس پر مناسب فیصلہ ہوگا۔ جس کے بعد فنڈز فراہم ہونے پر کنسلٹنٹ کی سلیکشن ہوگی اور ان کے ساتھ معاہدہ کے بعد کام شروع ہو گا۔

سوال بالا کی روشنی میں یہ غیر متعلق ہے۔

جناب سپیکر، یہ پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔ کوئی ضمنی سوال افضل خان صاحب۔

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! اس سلسلے میں وزیر صاحب نے جو جواب دیا ہے اس میں انھوں نے کہا ہے کہ سات سال پہلے ایک کامیاب تجربہ کیا گیا۔ تو مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے یہ پٹواری سے جان چھڑانا نہیں چاہتے۔ بیسویں صدی آنے میں صرف تین سال رہ گئے ہیں۔ اگر ریونیو ریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ نہیں کرنا چاہتے تو پچھلے سات سال میں محکمے نے کیا کیا ہے؟

جناب سپیکر، انھیں تو سات ماہ کا ہی پوچھیں ناں۔ (قہقہے)

وزیر مال، میں تو پچھلے سات ماہ میں چار میٹنگیں کر چکا ہوں۔ اصل میں پہلے ہم نے جو پروگرام شروع کیا تھا وہ ورلڈ بنک کا ایک پروگرام پائلٹ پروجیکٹ تھا' جو قصور میں ہم نے شروع کیا تھا۔ پہلے جو سات سال والا ہے اس میں ہم نے واضح طور پر بتایا تھا کہ پچھلی حکومت کے کچھ ایسے لوگ تھے جن کا میں کہنا نہیں چاہتا تھا' ان کے ذاتی مفادات تھے انھوں نے وہ نہیں ہونے دیا' کیونکہ وہ ان کے اضلاع کا معاملہ تھا۔ انھوں نے وہ ہونے نہیں دیا۔ اس کو روک دیا۔ اب ہم نے اس کو نئے سرے سے شروع کیا ہے۔

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے کہ جس کام کو نہ کرنا ہو اس کا بجٹ اتنا بڑھا دیا جاتا ہے کہ وہ بجٹ ایلوکیشن کے لیے ملتا ہی نہیں۔ اب انھوں نے 13 اضلاع کے لیے ساڑھے گیارہ کروڑ روپے کا پروجیکٹ بنایا ہے۔ میرا سوال ہے کہ آپ ایک ایک ضلع کو کیوں نہیں لیتے تاکہ ایک ضلع ہی ہو جائے۔

وزیر مال، جناب سپیکر! جہاں تک بجٹ بڑھنے کا تعلق ہے تو میں نے آتے ہی جب پہلی میٹنگ کی' تو مجھے بتایا گیا تو میں نے ایک ہی بات کی تھی کہ میں نئی bid لوں گا اور یہ حقیقت ہے کہ آج کمپیوٹر پہلے سے سستا ہو چکا ہے۔ پہلے جو consultancy fee دی گئی تھی وہ بھی اچھی خاصی دی گئی اور جس فرم کو دیا گیا میں اس سے بھی مطمئن نہیں ہوں۔ سیدھی سی بات ہے۔ میں اس پر fresh bid لے رہا ہوں تاکہ جو جدید ہے اس کے اوپر ہم کر سکیں۔ باقی جو انھوں نے کہا ہے کہ ایک ایک ضلع کو لیا جائے تو یہ ایک واضح بات ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد ہو۔ دوسرا یہ ہے کہ آپ جب کوئی بھی کام زیادہ تعداد میں کریں گے تو وہ آپ کو سستا پڑے گا۔ جب آپ تھوڑا کریں گے تو وہ مہنگا پڑے گا۔

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! میرا آخری ضمنی سوال ہے کہ یہ اس پورے process کو پرائیویٹائز کیوں نہیں کر دیتے۔ یہ کسی پرائیویٹ ادارے کو ٹھیکہ دے دیں اور وہ B.O T basis پر اپنے کمپیوٹر لائیں۔ پھر جب فرد نکلے گی اور اس فرد میں جب ہیرا پھیری ہوگی تو اس کا وقت اور تاریخ بھی اس میں آ جائے گا۔ آپ اس کو کمپیوٹرائزڈ کرنے کے لیے B.O.T پر دے دیں۔ آپ کو بجٹ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

وزیر مال، دیکھیں جی' پہلے ہی بڑے قبضہ گروپ ہیں اور ہم ان سے جان چھڑا رہے ہیں اور یہ جو

کمپیوٹرائزیشن ہوگی اس میں جیسے کہا ہے کہ key basis پر۔ اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ کوئی حکومت کا ادارہ نہیں ہے۔ پرائیویٹ فرم ہو گی۔ ہم competition میں لائیں گے۔ جو پارٹی سب سے کم دے گی اور وہ satisfactory ہو گا ہم اس کو accept کر لیں گے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال ہے جناب محمد ارشد صاحب۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

جناب سپیکر، اب تو ہم اگلے سوال پر آ گئے ہیں۔ آپ باتوں میں مصروف تھے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب! میں ایک کونے میں تھا۔

جناب سپیکر، نہیں، مجھے آواز آ جاتی ہے۔ آپ باتیں کر رہے تھے۔ میرا ایک کان ادھر تھا۔ آپ کی طرف سے باتوں کی آواز آ رہی تھی۔

جناب سعید اکبر خان، جناب! اتنی دیر میں تو میں نے سوال بھی کر لینا تھا۔

جناب سپیکر، نہیں، پہلے یہ مانیں ناں کہ آپ باتوں میں مصروف تھے۔

جناب سعید اکبر خان، میں مصروف تھا، لیکن میں نے سوال کرنا تھا۔

جناب سپیکر، چودھری ریاض صاحب وہاں آپ کے پاس تھے اور آپ باتوں میں مصروف تھے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب وہ ہمارے بھائی ہیں تو ہم نے ان سے کوئی بات تو کرنی ہے۔

جناب سپیکر، لیکن یہ تو مانیں ناں پھر۔

جناب سعید اکبر خان، جی ہاں، آپ صحیح فرما رہے ہیں۔

جناب سپیکر، ہاں جی۔ کیا ضمنی سوال ہے؟

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! اس سوال میں محکمہ مال والوں نے اضلاع کو مرحلہ وار کمپیوٹرائزڈ کرنے کے لیے فیصلہ کیا ہے اور اس میں کچھ اضلاع انھوں نے منتخب کیے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان کے پاس کیا criteria ہے جو انھوں نے یہ اضلاع منتخب کیے ہیں اور باقی اضلاع نہیں کیے؟

جناب سپیکر، جی، ان کی سلیکشن کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کے لیے کیا طریقہ کار بنایا گیا ہے؟

وزیر مال، اس میں ایسا تو کوئی طریقہ کار نہیں-----

جناب سپیکر، یہ آپ سے پہلے کا ہوا ہے یا ابھی ہوا ہے؟

وزیر مال، نہیں' ابھی ہوا ہے۔ دیکھیں' ہم نے کوشش کی ہے کہ تقریباً تمام پنجاب میں سے ہر علاقے میں سے کوئی نہ کوئی ضلع ہو۔ جیسا کہ 12 اضلاع سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں ڈی جی خان بھی آ رہا ہے۔ چکوال بھی آ رہا ہے۔ رحیم یار خان بھی آ رہا ہے۔ فیصل آباد بھی آ رہا ہے۔ سرگودھا بھی آ رہا ہے۔ ہماری کوشش یہ تھی کہ جو تمام ڈویژن ہیں ان میں سے کم از کم آ جائیں' کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک بار تو ہم کر نہیں سکتے۔ اگر میں کسی طرف سے بھی کرتا تو باقی لوگوں نے کہنا تھا کہ ان کو کیوں چھوڑا ہے۔ تو ہماری یہ کوشش تھی کہ تمام ڈویژن کو شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر، ان میں بھکر نہیں آیا۔

وزیر مال، وہ چھوٹا ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میرا اس میں سوال یہ ہے کہ ان میں ان کی اپنی خواہش ہے کہ کس ضلع کو اس میں پہلے کمپیوٹرائزڈ کریں۔ ورنہ اس میں کوئی معیار یا کوئی طریقہ کار وضع نہیں۔

وزیر مال، جناب سپیکر! اس میں میری کوئی خواہش نہیں اور نہ ہی میں نے کوئی ہدایات دی ہیں کہ میرے کہنے پر یہ کیا جائے۔ یہ بورڈ کی سفارش ہے۔ پھر خواہش سے مقصد یہ ہے کہ حکومت کی اور محکمے کی۔ اب یہ نیا سسٹم شروع ہو رہا ہے جہاں ہم سمجھتے ہیں کہ انتظامی امور کے سلسلے میں آسانی سے یہ کر سکتے ہیں تو ان کو ہم نے لیا ہے۔

جناب سپیکر، خواہش پورے پنجاب کی تھی' لیکن وہ pick تھوڑے سے ہو سکتے تھے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ یہ بورڈ کی مرضی ہے۔ میری اسمیں خواہش نہیں۔ بورڈ سے مراد ان کا ریونیو بورڈ ہی ہو گا' انٹرمیڈیٹ بورڈ تو نہیں ہو گا' تو وہ ریونیو بورڈ ان کے ماتحت نہیں؟ یہ ان کے انچارج نہیں؟

وزیر مال، میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میری ذاتی خواہش نہیں۔ بورڈ میرے ماتحت ہی ہے' لیکن میں نے اپنے محکمے کی سفارشات کو دیکھنا ہے۔ انتظامی امور انھوں نے بتانے ہیں۔

جناب سپیکر، یہ آخری والا ضمنی سوال نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال ہے جناب محمد ارشد

صاحب۔

جناب محمد ارشد، (سوال نمبر 805 طبع شدہ دریافت کیا گیا)

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر مال، ٹھیک ہے۔

نمبرداری سکیم کے تحت رقبہ کی الاٹمنٹ

*805۔جناب محمد ارشد، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں نمبرداری سکیم کے تحت نمبردار کو ساڑھے بارہ ایکڑ کے حساب سے رقبہ دیا جانا منظور ہے۔

(ب) پنجاب میں کتنے نمبردار اس سکیم کے تحت رقبہ حاصل کر چکے ہیں اور ایسے نمبرداروں کی تعداد کیا ہے جن کو ابھی تک اس سکیم کے تحت رقبہ الاٹ نہیں کیا گیا۔

(ج) جن کو ابھی تک رقبہ الاٹ نہیں کیا گیا اس کی وجہ اور کب تک کر دیا جائے گا۔ تفصیل سے آگاہ کریں؟

وزیر مال (چودھری شوکت داؤد)،

(الف) نمبرداری سکیم کے تحت ہر نمبردار کو ساڑھے بارہ ایکڑ سرکاری اراضی پر الاٹ کرنے کی سکیم حکومت پنجاب کے زیر غور ہے۔

(ب) پنجاب کے کالونی اضلاع میں نمبرداری سکیم کے تحت 4874 نمبرداران کو رقبہ الاٹ ہو چکا ہے بقیہ 10378 نمبرداران کو ابھی رقبہ الاٹ نہ ہوا ہے۔

(ج) جن نمبرداران کو نمبرداری لاٹ ہائے نہ مل سکی تھی۔ ان کے بارے میں مورخہ 13 ستمبر 1990ء کے کونشن میں باقی ماندہ نمبرداران کو دیگر مراعات کے علاوہ رقبہ الاٹ کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا تھا رقبہ سرکار دستیاب کی فہرستیں اور نمبرداران کے کوائف تیار کیے گئے تھے حکومت پنجاب کی طرف سے حتمی فیصلہ ہونے پر عمل درآمد کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا جائے گا۔

جناب سپیکر، جی' ارشد صاحب کوئی ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟

جناب محمد ارشد، جناب سپیکر! میرے سوال کے جز(الف) کا جواب درست نہیں۔ جزو (ب) کے

جواب میں وزیر موصوف نے کہا ہے۔۔۔

جناب سپیکر، ایک ایک کر کے کر لیں ناں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ سوال کے جز (الف) کا جواب درست نہیں۔

جناب محمد ارشد، جناب سپیکر! سوال کے جزو (الف) کا جواب اس لیے درست نہیں کہ جز (ب) کے جواب میں وزیر موصوف تسلیم کرتے ہیں کہ نمبرداری سکیم کے تحت 4,874 نمبرداروں کو رقبہ الاٹ ہو چکا ہے۔ کیا ان نمبرداروں کی الاٹمنٹ بغیر کسی سکیم کے ہوئی ہے' جب کہ جز (الف) کے جواب میں سکیم حکومت پنجاب کے زیر غور ہے؟

وزیر مال، جناب سپیکر! میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ان کا سوال کرنے کا مقصد بھی یہ ہے۔ میں اس کی پوری ہسٹری بیان کر دیتا ہوں۔ یہ جو ہم نے رقبہ دیا ہے' یہ پرانی سکیمیں تھیں جن کے تحت ہم نے 4,874 نمبرداران کو الاٹمنٹ کی تھی۔ اب burning question کہہ لیں یا جس sense میں انھوں نے پوچھا ہے' یہ وہ نمبردار ہیں جن کو کسی بھی سکیم کے تحت ساڑھے بارہ ایکڑ زمین الاٹ نہیں ہوئی اور 1990ء میں جب وائیں صاحب وزیر اعلیٰ تھے تو انھوں نے نمبرداری گرانٹ کے تحت ایک زمین کا اعلان کیا تھا۔ لیکن وہ حکومت ختم ہو گئی' پھر نئی حکومت آ گئی۔ اس لیے اس پالیسی پر عمل نہیں ہو سکا۔ اب ہم نے دوبارہ ایک سمری تیار کی ہے اور وزیر اعلیٰ کو بھیجی ہے۔ یہی میں نے کہا ہے کہ زیر غور ہے۔ زیر غور سے مراد یہی ہے کہ ہم نے سمری وزیر اعلیٰ کو بھیج دی ہے۔ جب حتمی منظوری آئے گی تو پھر اس کے بعد اس کے اوپر عمل درآمد شروع ہو گا۔

جناب محمد ارشد، جناب سپیکر! پہلی سکیم ڈراپ ہو گئی تھی؟

وزیر مال، میں نے وہی کہاں ناں کہ اس وقت اس کے اوپر عمل درآمد نہیں ہوا تھا۔ حکومت دوسری آ گئی۔ اب دوبارہ ہم نے ایک سمری بھیجی ہوئی ہے۔ یہاں میں یہ بھی بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے ایک پروویژن بھی دی ہے۔ اس میں ہم نے دیا ہے کہ جہاں زمین مہیا ہو گی وہیں ان زمین داروں کو ملے گی۔ یہ بھی نہیں کہ پھر سب یہ کہیں کہ ہمیں نہیں ملی۔ جہاں جن دیہات میں زمین مہیا ہو گی وہاں انھی نمبرداروں کو ملے گی۔

جناب سپیکر، جی' ارشد صاحب۔

جناب محمد ارشد، جناب سپیکر! میرے سوال کا جز (ج) نمبرداروں کے کوائف اور رقبہ سرکار دستیاب کی فہرستیں تیار کرنے کے متعلق ہے۔ تو جواب میں کہا گیا ہے کہ فہرستیں تیار کی گئی تھیں۔ کیا وہ رقبہ ان فہرستوں کے مطابق بقایا سرکار موجود ہے یا ابھی تک بقایا سرکار ہے یا کسی کو الاٹ تو نہیں ہو گیا؟

وزیر مال، جناب والا! یہ فہرستیں 1990ء میں تیار ہوئی تھیں۔ اس کے بعد حکومت کے زیر غور کئی قسم کی سکیمیں ہوتی ہیں اور ایک نئی پالیسی بھی بنا رہے ہیں اور آپ کو پتا ہے کہ landless لوگوں کو بھی ہم زمینیں دے رہے ہیں اور اس بارے میں سارے اعداد و شمار اکٹھے کر رہے ہیں۔ جناب' یہ clear بات ہے کہ جب ہم پالیسی بنائیں گے اس کے بعد ہم اس کو review کریں گے اس کے بعد ہی ہم اعداد و شمار دے سکتے ہیں کہ کتنی زمین available ہے' اس میں سے کتنی زمین کس کو الاٹ ہو چکی ہے یا زمین encroach ہو چکی ہے۔ اس کو تو اب سات سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اگر یہ پہلے سوال کرتے تو شاید ہم ان کو یہ اعداد و شمار دے سکتے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! وزیر موصوف سے میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ جس پالیسی کا وہ ابھی ذکر فرما رہے تھے کہ 1990ء مرحوم غلام حیدر وائیں نے یہ announcement کی تھی۔ آیا یہ announcement 1990ء کے الیکشن میں ہوئی تھی؟

وزیر مال، نہیں۔ اس کا compaign سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ نمبرداروں کا ایک convention تھا میں یہ اعلان کیا گیا تھا۔

جناب سپیکر، یہ اعلان کنونشن میں کیا گیا تھا۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میرا مقصد آپ بھی سمجھ چکے ہیں اور وہ بھی سمجھ چکے ہیں۔ یہ اعلان الیکشن سے پہلے ہوا اور ووٹ لینے کے لیے یہ سارے کا سارا تردد کیا گیا اور اس کے بعد آج تک ان کو کسی نے نہیں پوچھا۔

جناب والا! میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ یہ سکیم حکومت کے زیر غور۔ تو میں ان سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سکیم اب کن مراحل میں زیر غور ہے؟

وزیر مال، جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ میرے موصوف بھائی نے میرا جواب سنا نہیں' کیونکہ یہ باتیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ سمری وزیر اعلیٰ صاحب کو بھجوائی جا چکی ہے۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! میں یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ یہ نمبرداری سکیم کیا انگریز کی خدمت کرنے میں بنی تھی یا قومی خدمات سر انجام دینے کے صلے میں یہ ساڑھے بارہ ایکڑ زمین ملتی ہے۔؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر، صدیق سالار صاحب اس کا تاریخی پس منظر جاننا چاہتے ہیں۔

وزیر مال، جناب والا! تاریخی پس منظر تو شاید یہ جانتے ہوں گے میں تو اس وقت پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ انھوں نے انگریز کا دور بھی دیکھا ہوگا اور انگریز بھی دیکھے ہوں گے ۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم ان کو بحیثیت نمبردار لیں تو نمبرداری ایک ایسا ادارہ ہے اور نمبرداروں کا ایک ایسا ہیڈ ہے جو ہر دور میں حکومت کا معاون ہوتا ہے۔ ہمارے جتنے بھی revenue collections ہوتے ہیں ان میں وہ معاون ثابت ہوتا ہے اور وہ حکومت کی پالیسیز کو implement کروانے میں معاون ثابت ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حکومت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جو اس ملک کو چلانے کے لیے اور اس حکومت کو چلانے کے لیے معاون ہوتے ہیں ان کو encourage کرنے کے لیے یہ بات ہوتی ہے۔ باقی ایسی کوئی بات۔

جناب سپیکر، اب اگلا سوال 807 پیر ذوالفقار علی چشتی صاحب کا ہے۔

ڈی سی آفس وہاڑی کے ملازمین کو وردی اور واشنگ الاؤنس کی ادائیگی

*807۔ پیر ذوالفقار علی چشتی، کیا وزیر مال ازراہ کرم سوال نمبر 11 جس کا جواب ایوان میں 12-3-91 کو کو دیا گیا تھا کے حوالہ سے بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) ڈپٹی کمشنر وہاڑی کے دفتر کے درجہ چہارم کے ملازمین جو تحصیل آفس میں کام کرتے ہیں انہیں وردی اور واشنگ الاؤنس دینے کے لیے کارروائی کی جا رہی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بورڈ آف ریونیو پنجاب نے بذریعہ چٹھی نمبر 207291/1315/EM-M مورخہ 08-08-91 کو سیکرٹری فنانس حکومت پنجاب کو متذکرہ بالا الاؤنس دیے جانے کی سفارش کی تھی۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا صوبہ کے دیگر اضلاع کے درجہ چہارم کے ملازمین کی طرح ضلع وہاڑی کے ملازمین کو وردی اور واشنگ الاؤنس دیا جائے گا؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

(الف) ڈپٹی کمشنر آفس وہاڑی کے درجہ چہارم کے ملازمین تحصیل آفس وہاڑی میں کام نہ کرتے ہیں بلکہ تحصیل آفس اور ڈپٹی کمشنر آفس کے کیڈر الگ الگ ہیں۔ تحصیل آفس کے درجہ چہارم کے ملازمین کا موجودہ قواعد کے مطابق وردی لینے کا کوئی استحقاق نہ ہے لہذا انہیں یہ الاؤنس دینے کے بارے میں کوئی کارروائی زیر غور نہ ہے۔ اس سلسلہ میں سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کی طرف سے جاری شدہ چٹھی نمبری SOG-1V-SA(uniform)/82 مورخہ 27 نومبر 1982ء ریکارڈ پر موجود ہے۔ درجہ چہارم تحصیل آفس وہاڑی کے جن ملازمین کو غلطی سے یہ الاؤنس دے دیا گیا تھا اس کو باضابطہ کروانے کے لیے بورڈ آف ریونیو نے محکمہ خزانہ کی ہدایت پر ایک سمری جناب وزیراعلیٰ پنجاب کو بھیج کر وصول شدہ رقم کو باضابطہ کروا لیا گیا اور آئندہ کے لیے متذکرہ الاؤنس بند کر دیا گیا۔

(ب) درست ہے۔ مگر محکمہ خزانہ نے اتفاق نہیں کیا اور یہ ہدایت دی کہ وردی الاؤنس صرف ان درجہ چہارم کے ملازمین کو مل سکتا ہے جن کو حکومت کی طرف سے قبل ازیں وردی ملتی تھی چونکہ تحصیل آفس کے درجہ چہارم کے ملازمین کو پہلے وردی نہیں ملتی تھی لہذا انہیں وردی الاؤنس کا استحقاق بھی نہ ہے۔

(ج) فی الحال تحصیل آفس کے درجہ چہارم کے ملازمین کو وردی الاؤنس دینے کی کوئی پالیسی زیر غور نہ ہے۔ اس سلسلہ میں نائب قاصدان تحصیل آفس وہاڑی نے ایک رٹ پٹیشن نمبر 5986/94 لاہور ہائی کورٹ ملتان بنچ میں دائر کر رکھی ہے۔ جس پر بورڈ آف ریونیو نے عدالت عالیہ میں جواب داخل کر دیا ہے جو زیر غور ہے اس مرحلہ پر مزید کسی قسم کا اظہار خیال کرنا مناسب نہ ہو گا۔ عدالت عالیہ کے حکم کا انتظار ہے۔ جس کی روشنی میں مستقبل کی پالیسی واضح کی جائے گی۔

وزیر مال، جناب سپیکر! اس کا میں نے جواب تیار کیا تھا لیکن اس کی latest position یہ ہے کہ یہ معاملہ کورٹ میں جا چکا ہے۔ اس کا stay ہو چکا ہے' اس لیے یہ subjudice ہے۔ ویسے اس کے اوپر ہماری انکوائری ہو رہی ہے۔ لیکن اب چونکہ انھوں نے کورٹ سے stay لے لیا ہے' اس لیے میرا خیال ہے اب اسے زیر بحث نہیں لانا چاہیے۔

پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب سپیکر! میں صرف اتنی وضاحت چاہوں گا کہ یہ جو جواب 23-03-91

کا تھا کیا آپ کا یہ جواب اس سے مختلف نہیں؟

جناب سپیکر، جی وزیر مال صاحب۔

وزیر مال، دیکھیں، بحث تو پھر وہی چھڑ جائے گی۔ اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ ویسے یہ معاملہ sub-judice ہے۔

جناب سپیکر، اس وقت اس کی پوزیشن یہ ہے کہ آپ بعد میں ان سے اس بارے میں پوچھ لیں، کیونکہ ایوان میں تو انھوں نے کہہ دیا ہے کہ وہ معاملہ عدالت میں ہے اور اس وجہ سے یہاں مناسب نہیں۔

پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب سپیکر! وزیر مال نے 12-03-91 کو مختلف جواب دیا تھا۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ الاؤنس دیا جائے گا اور یہاں پر اب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ ان کے لیے الاؤنس ہے ہی نہیں۔ اس لیے میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ sub-judice ہے اور میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا۔ میں صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت اور اس وقت میں کیا فرق پڑ گیا؟ آپ کے ریکارڈ پر یہ بات موجود ہے کہ 12-03-91 کو وزیر مال صاحب نے فرمایا تھا کہ ان کو الاؤنس دیا جا رہا ہے اور اب یہ جواب اس سے مختلف آیا ہے۔

وزیر مال، جناب والا! میں اس معاملے میں تیار ہوں اور میرے ذہن میں ساری picture ہے۔ اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو میں اس کا جواب بھی دے سکتا ہوں اور میں ان کو مطمئن بھی کر سکتا ہوں۔ جناب والا! میری یہ خواہش ہوتی ہے اور ہمارے محکمے کی خواہش یہ ہے کہ ایوان کو اصل حقائق سے آگاہ کیا جائے، بلکہ آپ یقین جانیں کہ کئی ایسے سوالات ہیں جو یہاں وہ پرنٹ تو آ گئے اس کے بعد میرے پاس ان کے جوابات اس لیے دوسرے ہوں گے کہ میں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ ان کے جوابات upto date ہوں تاکہ ممبران کو مطمئن کیا جا سکے۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نہیں۔ میں نے ابھی آپ کو پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں دی۔ پہلے یہ بات ختم ہونے دیں۔ آپ ذرا ایک سیکنڈ تشریف رکھیں۔ جی۔ چشتی صاحب جو ابھی فرق کی بات کر رہے تھے کہ اس وقت جو جواب آیا تھا اور اب جو جواب ہے اس میں فرق ہے۔

وزیر مال، جناب والا! میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ اگر آپ کہیں تو اس کا

جواب تو دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ آپ ذرا چیک کر لیں ناں۔ اگر کوئی فرق ہے۔

وزیر مال، جناب والا! میں تو کہتا ہوں کہ جو factual position ہو وہ میں بتاؤں۔ اگر آپ اجازت دیتے ہیں تو پھر میں اس کو پورا یہاں پڑھ دیتا ہوں۔ اس کا جو سپلیمنٹری میٹریل ہے میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، چشتی صاحب! آپ ہاؤس کے بعد ان کو مل لیں۔

وزیر مال، اگر کوئی معاملہ ہے تو یہ مجھ سے مل لیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ یہ آپ کو مل لیتے ہیں۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب والا! یہ پندرہ منٹ پر ختم ہونا تھا۔

جناب سپیکر، نہیں۔ اب وقفہ سوالات ختم ہو گیا۔

پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب والا! یہ پندرہ منٹ پر ختم ہونا ہے۔

جناب سپیکر، نہیں۔ پندرہ پر نہیں۔

پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب والا! چونکہ تلاوت ہوئی تھی اور کارروائی بابت سوالات دس بجکر پندرہ منٹ پر شروع ہوئی تھی۔

جناب سپیکر، سیکرٹری اسمبلی سے کیوں جی کتنے منٹ پر شروع ہوئے تھے؟

سیکرٹری اسمبلی (ڈاکٹر سید ابوالحسن نجمی)، ابھی پانچ منٹ باقی ہیں۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب سپیکر! وزیر موصوف نے اپنے بیان میں جو ابھی تاثر دیا ہے اور وہ حقائق بتانا چاہ رہے تھے کہ یہاں پر جو پرنٹ جوابات آئے ہیں تو جب میں نے ان کی factual position معلوم کی تو وہ کچھ اور تھی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کا محکمہ یہ printed answers جان بوجھ کر یہاں بھیجتا ہے؟

وزیر مال، جناب والا! میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن کی day by day position بدل جاتی ہے جیسے Cooperative کا معاملہ تھا کہ کتنی payment ہو گئی ہے۔ جب جواب پرنٹ ہوا تو وہ کم تھی اور Liquidation Board روزانہ اس کی payment کر رہا ہے تو

میں نے دیکھا کہ آج کے دن تک یا کل کے دن تک کتنی payment ہوئی ہے۔ پوزیشن اس وجہ سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک تحریک التوائے کار آتی ہے کہ جناب یہ نہیں۔ہوا تو ہم اس کو take up کرتے ہیں۔ تو وہ اس انداز میں میرا کہنے کا مطلب تھا۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! وزیر صاحب اس چیز کو محسوس نہیں کرتے کہ جو printed جواب آتا ہے اس میں باقاعدہ تاریخ وصولی اور جواب بھیجنے کی تاریخ لکھی ہوتی ہے۔ اگر آپ اپنی کارکردگی سے ہمیں متاثر کرنا چاہ رہے ہیں تو ہم اس سے متاثر نہیں ہوں گے' کیونکہ جب آپ کے محکمے سے جواب آ جاتا ہے اس پر تاریخ printed ہوتی ہے۔ ہم اس وقت تک کی آپ کی کارکردگی پوچھ رہے ہوتے ہیں۔

وزیر مال، جناب سپیکر! میں آپ کے توسل سے یہی کہنا چاہوں گا اور میں نے شروع میں بھی کہا تھا اور انھیں appreciate کرنا چاہیے کہ میں اس ایوان کو latest position سے آگاہ کرتا ہوں۔ جب جواب print ہو جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اس پر کوئی بند لگ گیا اور اس کے بعد اس کی پوزیشن change نہیں ہو سکتی۔ میں تو کوشش کرتا ہوں کہ اگر اس کے بعد بھی لوگوں کو ریلیف دینے میں یا کسی اور دوسری شکل میں اس میں کوئی تبدیلی آئی ہے تو میں اس سے ایوان کو آگاہ کروں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ لغاری صاحب! وزیر موصوف تو اس سے بھی آگے چل کر latest position کا بتا رہے ہیں۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب چشتی صاحب نے ابھی آپ کو بتایا کہ ابھی اس فورم پر ایک ریونیو منسٹر نے statement دی اور آج جو written جواب آیا ہے وہ اس کے بالکل اُلٹ ہے۔ تو اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر، نہیں۔ یہ تو کوئی بات نہیں۔

وزیر صحت(حافظ محمد اقبال خان خاکوانی)، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، اگلا سوال بھی پیر ذوالفقار علی چشتی کا ہے۔ وقت صرف دو منٹ کا رہ گیا ہے۔ خاکوانی صاحب! اس کے بعد میں آپ کو پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت دیتا ہوں۔

وزیر صحت، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر اسی وقت کی مناسبت سے ہے۔

جناب سپیکر، پھر ان کا سوال رہ جائے گا۔چلیں ٹھیک ہے' آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر کر لیں۔

وزیرصحت، جناب والا! وزیر مال نے جس طرح فرمایا کہ یہ day to day حالات بدلتے رہتے ہیں عین اسی طرح کہ جس طرح آج سے چار دن پہلے رفیق لغاری داڑھی کے ساتھ تھے اور وہ آج داڑھی منڈوا کر آئے ہیں۔(قہقہے)

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! میں اس کی personal explanation دینا چاہتا ہوں کہ میں نے داڑھی سنت رسول سمجھ کر رکھی تھی' مگر یہاں بہت سارے ایسے احباب ہیں جن کے اعمال دیکھ کر میں نے داڑھی کو منڈوانا بہتر سمجھا۔

جناب احمد خان ہرل، پوائنٹ آف آرڈر! عرض یہ ہے کہ اس سے آگے میرا سوال نمبر 811 ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، خاکوانی صاحب ! اسی لیے میں نے کہا تھا کہ یہ سوال رہ جائے گا۔ اب داڑھی پہ بات چلتی رہے گی۔

وزیرصحت، جناب سپیکر! جس کی داڑھی میں تنکا ہو گا وہی کھڑا ہو گا۔

جناب سپیکر، جناب ہرل صاحب!

جناب احمد خان ہرل، جناب سپیکر! میرے سوال کا نمبر 811 ہے ۔ اس کے آگے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، ابھی آپ کی باری نہیں آئی ۔ اس سے پہلے ایک سوال نمبر 810 پیر ذوالفقار علی چشتی صاحب کا ہے۔ اس کے بعد آپ کا سوال آئے گا۔

وزیر مال، جناب سپیکر! چشتی صاحب کے سوال کی سلسلے میں ایک انکوائری جاری تھی لیکن اس کی پوزیشن یہ ہے ۔ کہ 15-7-97 کو ہائی کورٹ نے اس کا stay دے دیا ہے۔

جناب سپیکر، چشتی صاحب ! آپ کے سارے سوالات عدالتوں میں چلے گئے ہیں۔

پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ڈی سی ' اے سی اور تحصیل دار کی رپورٹ ہائے میں کیا تفاوت ہے؟ ڈی سی نے کچھ اور لکھ کے بھیجا ہے ' اے سی اور تحصیل دار نے کچھ اور لکھ کے بھیجا ہے۔ میں اس تفاوت کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، اس کی تفصیل تو ان کے پاس فی الحال مشکل ہے۔ آپ اپنے پہلے سوال کی طرح اس سوال کے حوالے سے بھی ان کو مل لیں۔ آخری سوال احمد خان ہرل صاحب کا تھا۔ اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔

وزیر مال، ان کے سوال کا جواب موصول ہو گیا ہے۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، احمد خان ہرل صاحب آپ اپنے سوال کا نمبر بولیں۔

جناب احمد خان ہرل، سوال نمبر 811 میرے سوال کے جواب کے آگے لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔

پھلروان سیم نالہ کے رقبہ کی فرد

*811۔حاجی احمد خان ہرل، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پھلروان تحصیل بھلوال کے سیم نالہ کے رقبے کا اندراج محکمہ مال میں ہو چکا ہے؛

(ب) اگر جز بالا کا جواب ہاں میں ہے تو پھلروان سیم ڈرین کے رقبہ کی فرد مہیا کی جائے؛

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ آپ کے سوال کا جواب موصول ہو گیا ہے۔

وزیر مال، یہ اپنے پوائنٹ آف آرڈر پر یہی کہہ رہے تھے کہ میرے سوال کا جواب موصول نہیں ہوا۔ اس کی یہی وجہ تھی جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا۔ حالانکہ میں جان چھڑانے کو کہہ سکتا تھا کہ اس کا جواب موصول نہیں ہوا اور یہ پرنٹ ہو چکا تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں نے سوچا کہ ایک ممبر کا اور ایک علاقے کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر، آپ ماشاء اللہ محنت کرتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، بٹ صاحب! کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ بٹ صاحب کو رولز کی کاپی دیں۔ یہ پڑھ کر آئیں کہ پوائنٹ آف آرڈر کس موقع پر کیا جا سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ جب مرضی اٹھ کے پوائنٹ آف آرڈر کر دیا۔ میں نے پانی پینے جانا ہے' پوائنٹ آف آرڈر۔ مجھے کھانا ہضم نہیں ہو رہا' پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ ہاؤس کو interrupt کرنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ ابھی سوال چل رہا ہے۔

منسٹر صاحب کو میں نے کہا ہے کہ جواب دیں ۔ آپ کھڑے ہو گئے ہیں کہ پوائنٹ آف آرڈر ' پوائنٹ آف آرڈر۔ کس بات کا پوائنٹ آف آرڈر؟ یہ کوئی طریقہ کار نہیں۔ آپ کو سیکھنا پڑے گا کہ پوائنٹ آف آرڈر کیا ہوتا ہے ۔ رولز کی کتاب ان کو دیں اور پھر یہ مجھ سے بات کریں کہ پوائنٹ آف آرڈر کیسے کیا جا سکتا ہے ۔ کیسے پوائنٹ آف آرڈر raise ہو سکتا ہے اور کیسے پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں ۔ میں نے آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دی۔

وزیر مال (چودھری شوکت داؤد)، جناب سپیکر!

(الف) جی نہیں۔ چونکہ محکمہ ڈرینج نے ایکوزیشن کی کارروائی مکمل نہیں کی لہٰذا محکمہ مال کے کاغذات میں اس کا اندراج نہ ہوا ہے ۔

(ب) جب تک ایکوزیشن کارروائی مکمل نہیں ہوتی نقل فرد مہیا کرنا ممکن نہ ہے۔

ان کے ضمنی سوال سے پہلے میں اس کی تھوڑی سی ہسٹری بیان کر دیتا ہوں۔ محکمہ ڈرینج مذکورہ ڈرین کی زمین 1991ء میں حاصل کرنے کے لیے acquisition کی کارروائی بذریعہ ڈی سی سرگودھا شروع کروائی۔ دفعہ ۔ 4 کی نوٹیفکیشن کے بعد محکمے نے بقیہ نوٹیفکیشن زیر دفعہ 17(4) ایک سال کے اندر جاری نہ کروایا۔ جس کی وجہ سے acquisition کارروائی ختم ہو گئی۔ پھر دوبارہ کارروائی ایک سال کے بعد عمل میں لائی گئی، مگر محکمہ ڈرینج کی جانب سے قیمت اراضی جمع نہ کروانے کی وجہ سے اراضی کے حصول کی کارروائی مکمل نہ ہو سکی۔ جب تک محکمہ ڈرینج کی جانب سے اراضی کے حصول کی کارروائی مکمل نہیں ہو گی محکمہ مال کے اندراج کے ریکارڈ میں اندراج ناممکن ہے۔

جناب سپیکر، جی احمد خان ہرل صاحب!

جناب احمد خان ہرل، میں جواب سے مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر، اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر مال، جناب سپیکر! بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

سرکاری رہائش گاہوں کا رقبہ

*845۔رائے حسن نواز، کیا وزیر مال میرے نشان زدہ سوال نمبر 657 جس کا جواب ایوان میں 26-6-97 کو دیا گیا تھا کے حوالے سے ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ضلعی افسران جن کے پاس رہائشی کوٹھیوں میں دو کنال سے زاید رقبہ ہے کیا حکومت بقایا رقبہ نیلام عام کے ذریعے فروخت کرنے کا کوئی منصوبہ یا تجویز پر غور کر رہی ہے اور اس پر کب تک عمل درآمد کیا جائے گا۔ اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

اس ضمن میں عرض ہے کہ حکومت پنجاب سرکاری رہائش گاہوں کے ملحقہ رقبوں کو فروخت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس بارہ میں معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔اور وزیر اعلیٰ کی منظوری سے پالیسی مرتب کی جائے گی۔

حلقہ پی پی 118 میں پٹواریوں کی تعداد

*849۔حاجی امداد حسین، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) حلقہ پی۔پی 118 میں کل کتنے پٹوار خانے ہیں اور کتنے پٹوار ی تعینات ہیں کتنے پٹواری تین سال سے زاید عرصہ سے تعینا ت ہیں۔ کیا حکومت تین سال سے زاید عرصہ تک تعینات رہنے والے پٹواریوں کو تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تین سال سے زاید عرصہ تک تعینات رہنے والے پٹواریوں کا نام اور حلقہ پٹوار بھی بتایا جائے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حلقہ PP-118 میں ہر پٹوار ی نے 2/3 نائب پٹواری رکھے ہوئے ہیں' جو لوگوں کو پریشان کرتے ہیں اور من مانی بھی کرتے ہیں۔ کیا حکومت اس غیر قانونی کام کرنے والے اہل کاروں کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات کیاہیں؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

(الف) حلقہ 118 پی۔پی کل چھ (6) پٹوار حلقہ جات پر مشتمل ہے اور گیارہ عدد پٹواری تعینات ہیں جن میں چھ پٹواری اور پانچ ایڈیشنل پٹواری تعینات ہیں۔ ایک عدد پٹواری محمد اصغر

عرصہ زاید از تین سال حلقہ محمود بوٹی تعینات ہے۔چونکہ قبل ازیں تبادلہ جات پر پابندی تھی بدیں وجہ پٹواری کا تبادلہ نہ کیا گیا نیز اب سیلاب کی صورت حال کے پیش نظر تبادلہ ممکن پر پابندی ہے۔ حالات کے معمول پر آنے کے بعد پابندی ہٹا دی جائے گی اور پٹواری متعلقہ کا تبادلہ کر دیا جائے گا۔

(ب) اس ضمن میں عرض ہے کہ حلقہ 118 پی۔پی میں واقع پٹوار حلقہ جات میں دو دو پٹواریان تعینات ہیں۔ ایک پٹواری اور دوسرا ایڈیشنل پٹواری ہے۔ جو ملازم سرکار ہیں۔ اگر تحریری طور پر کسی پٹواری کے خلاف اس غیر قانونی حرکت کی اطلاع ملی تو انکوائری کے بعد ان کے خلاف سخت کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جاوے گی۔

کالونی ایریا کے چکوک میں مختص شدہ احاطہ جات کے الاٹ منٹ

*858۔چودھری محمد اقبال(PP-221)، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع بہاولپور تحصیل یزمان کے کالونی ایریا کے چکوک کی آبادی ہائے میں معینان کے لیے مختص شدہ احاطہ جات کٹیگری کا لحاظ رکھے بغیر دیگر غیر متعلقہ لوگوں کے نام تقسیم کر دیے گئے ہیں۔

(ب) اگر جز(الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ مال کے نزدیک اس عمل کا کوئی قانونی جواز موجود ہے اور کیا پنجاب کے دیگر اضلاع کے کالونی ایریا کے چکوک میں ایسی مثالیں موجود ہیں، حکومت اس بے قاعدگی کے ذمہ دار اہل کاروں کے خلاف کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر مال (چودھری شوکت داؤد)

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب محکمہ نو آبادیات نے سیکشن 10(i) کالونائزیشن گورنمنٹ لینڈ ایکٹ1912 کے تحت 25-5-94 کو احاطہ جات کی الاٹ منٹ کے بارے میں ایک سکیم جاری کی جو پنجاب کے تمام کالونی چکوک کے لیے تھی۔ جس کے تحت فیصلہ کیا گیا کہ ہر وہ شخص جو کالونی ایریا کے چکوک میں 28-11-93 سے احاطہ جات پر قابض ہے ان کو 10مرلہ تک مقبوضہ حصہ کے مالکانہ حقوق دیے جائیں بشرطیکہ وہ شخص اس چک کا مستقل رہائشی ہو جہاں وہ احاطہ واقع ہے۔10مرلہ سے زاید کا احاطہ مارکیٹ قیمت و10فی صدی سرچارج پر دیا جا

سکتا تھا۔ تاہم یہ سہولت اربن ایریا پر لاگو نہ تھی۔ لہذا جو لوگ کالونی چکوک میں آبادی دیہہ کے اندر احاطہ جات پر قابض پائے گئے اور مندرجہ بالا شرائط پوری کرتے تھے۔ ان کو احاطہ جات کے مالکانہ حقوق دیے گے۔ لہذا یہ سکیم تمام پنجاب میں نافذ کی گئی تھی اور صرف تحصیل یزمان میں ہی نہ تھی۔

(ب) پنجاب کے کسی ضلع سے غیر قانونی احاطہ کی الاٹ منٹ کی اطلاع حکومت کے نوٹس میں نہیں آئی اگر کسی جگہ کوئی الاٹمنٹ قواعد کے مطابق نہ ہوئی تو متعلقہ شخص کو اپیل کا مکمل حق حاصل تھا۔

نمبرداری گرانٹ کے تحت زمین کے مالکانہ حقوق

*859۔ **چودھری محمد اقبال**(PP-221)، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

1968ء یا اس سے قبل نمبرداروں کو نمبرداری گرانٹ کے تحت تقسیم ہونے والے رقبہ کے مالکان میں سے 75 فی صد کو مالکانہ حقوق حاصل ہو چکے ہیں لیکن 25 فی صد نمبرداران مالکانہ حقوق سے محروم ہیں۔ ان کو مالکانہ حقوق عطا کرنے کے لیے حکومت کیا اقدام کر رہی ہے؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

یہ درست ہے 15 مارچ 1948ء سے قبل نمبرداران کی دو اقسام تھیں ایک مستقل نمبرداران اور دوسری غیر مستقل۔ مستقل نمبرداران جن کے پاس نمبرداری گرانٹ تھیں۔ ان کو مطابق ہدایات پنجاب گورنمنٹ مورخہ 7-8-1951، 13-7-1976 اور 30-1-1980 کی شرائط کے مطابق حقوق مالکانہ دے دیے گئے۔ جب کہ غیر مستقل نمبرداران جن کے دیہات کے رقبہ جات ملکیتی کم از کم 50% تھے۔ تو یہ لاٹ ہائے 1960ء میں سانڈ پال سکیم کے تحت پٹہ پر دے دی گئیں۔ جو بعد میں عام عارضی کاشت کی شرائط پر برائے نام سالانہ پٹہ پر تعدادی یک صد روپے برائے سالم لاٹ دے دیا گیا۔ لیکن مذکورہ رقبہ جات کے حقوق ملکیت حاصل نہ ہوں گے۔ کیونکہ عطائے حقوق ملکیت زیر سکیم سانڈ پال کوئی پالیسی حکومت پنجاب کے زیر غور نہ ہے۔

صوبہ میں سیلاب کے متاثرین کی امداد

*931۔حاجی امداد حسین۔ کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

صوبہ میں بارشوں اور سیلاب کے متاثرین کے لیے کیے جانے والے اقدامات سے ایوان کو آگاہ کرے؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

حالیہ بارشوں / سیلاب سے صوبہ پنجاب میں 22689 جو کچا ایریا کے علاوہ مکمل طور پر تباہ ہوئے۔249 قیمتی انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور 864 مویشی ھلاک ہوئے متاثرین کی مالی امداد کے لیے بالترتیب مبلغ/158892000 روپے-/12795000 اور-/4924000 روپے متعلقہ ڈپٹی کمشنرز صاحبان کو مندرجہ ذیل شرح سے برائے معاوضہ مہیا کیے گئے۔

I۔ برائے لواحقین متاثرہ خاندان روزی کمانے والے کی صورت میں-/75000 روپے

II۔ بغیر روزی کمانے والے کی صورت میں -/40000 روپے

III۔ مکمل تباہ شدہ مکان (بیرون کچا ایریا)-/7000روپے

IV۔ مویشی کی ھلاکت کی صورت میں -/4000 روپے

اس کے علاوہ 968710 اشخاص کو حفاظتی ٹیکے لگائے گئے جبکہ 7184000 مویشیوں کو بھی حفاظتی ٹیکے لگائے گئے سیلاب سے بری طرح متاثر ہونے والی زرعی اراضی پر گندم کی فصل اگانے کے لیے حکومت نے 25 ایکڑ تک کے مالکان کو مفت گندم کا بیج فراہم کرے گی جبکہ کھاد کے لیے زرعی بنک کے ذریعے موقع پر موبائیل ٹیموں کے ذریعے قرضہ جات دیے جائیں گے تاکہ گندم کی فصل بر وقت کاشت کی جاسکے اس کے علاوہ بارش یا سیلاب سے متاثرہ علاقہ جات جہاں پچاس فی صد یا اس سے زیادہ نقصان ہوا اس کو آفت زدہ قرار دیا جائے گا جس سے کسانوں کو آبیانہ زرعی انکم ٹیکس و دیگر محصولات معاف کر دیے جائیں گے اور زرعی قرضہ کی وصولی ایک سال کے لیے مؤخر کر دی جائے گی علاوہ ازیں فصل ربیع کے لیے مزید قرضہ جات دیے جائیں گے

پی۔پی72 میں سرکاری اراضی کی الاٹمنٹ

*959۔راؤ اقبال احمد خان، کیا وزیر مال ازراہ بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال1995ء سے آج تک حلقہ پی-پی 72 تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کتنی سرکاری اراضی "زیادہ غلہ اگاؤ سکیم" کے تحت الاٹ کی گئی اور ان افراد کے نام جن کو یہ اراضی الاٹ کی گئی بھی بتائے جائیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کچھ منسوخ شدہ لائیں بحال کی گئی ہیں وہ کس کے حکم سے بحال ہوئیں جن افراد کی لائیں بحال کی گئی ان کے نام اور رہائشی پتہ جات کیا ہیں' نیز یہ لائیں بحال کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)۔

(الف) بمطابق رپورٹ ڈپٹی کمشنر ٹوبہ ٹیک سنگھ سال 1995ء سے آج تک کوئی الاٹمنٹ زیرسکیم زیادہ غلہ اُگاؤ نہ ہوئی ہے۔ ماسوائے ایک لاٹ جو کہ واقع موضع پلاٹ سی تحصیل کمالیہ بحکم مورخہ 12-7-95 ممبر کالونیز بورڈ آف ریونیو پنجاب کے تابع کلکٹر ٹوبہ ٹیک سنگھ مورخہ 22-4-97 کو بطور متبادل الاٹمنٹ کی گئی۔ یہ الاٹمنٹ خوشی محمد ولد علی محمد سکنہ پلاٹ سی کو کی گئی ہے۔

(ب) حلقہ پی-پی 72 میں سال 1995ء سے آج تک کوئی منسوخ شدہ لاٹ زیرسکیم زیادہ غلہ اُگاؤ بحال نہ کی گئی ہے۔

موضع کھرک کا تحصیل کامونکی میں شامل کرنا

*1006۔چودھری شمشاد احمد خان، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع کھرک تحصیل کامونکی ضلع گوجرانوالہ سے صرف تین کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ موضع کھرک تھانہ کامونکی میں واقع ہے اور یہ پہلے تحصیل کامونکی میں شامل تھا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب موضع کھرک کو تحصیل نوشہرہ میں شامل کر دیا گیا ہے اور موضع لنڈے شریف کو تحصیل کامونکی میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ موضع کھرک تحصیل نوشہرہ ورکاں سے 25 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور موضع لنڈے شریف تحصیل نوشہرہ ورکاں کے قریب ہے۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت موضع کھرک کے عوام کی فلاح و

بہبود اور بہتر انتظامی سہولتوں کے پیش نظر تحصیل کامونکی میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

(الف) جی نہیں۔ موضع کھرک تحصیل کامونکی سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ موضع کھرک کو تحصیل نوشہرہ ورکاں میں شامل کیا گیا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے کہ موضع لنڈے شریف کو تحصیل کامونکی میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ موضع تحصیل نوشہرہ ورکاں میں شامل ہے۔

(د) یہ درست ہے کہ موضع کھرک نوشہرہ ورکاں سے 25 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جبکہ موضع لنڈے شریف کامونکی اور نوشہرہ ورکاں کے درمیان واقع ہے۔

(ہ) موضع کھرک کو تحصیل نوشہرہ ورکاں سے نکال کر تحصیل کامونکی میں شامل کرنے کی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور نہیں ہے۔ کیونکہ تحصیل حدود کی بار بار تبدیلی انتظامی لحاظ سے نامناسب ہے۔

ضلع سیالکوٹ میں سیلاب سے نقصان

*1040۔جناب شاہد محمود بٹ، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 1996ء میں سیلاب کی وجہ سے ضلع سیالکوٹ میں ہزاروں ایکڑ چاول کی فصل تباہ ہوگئی تھی۔ مکان گر گئے تھے۔ مویشیوں کا جانی نقصان ہوا تھا۔ انسانی جانیں بھی ضائع ہوگئی تھیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس وقت حکومت نے سیلابی علاقے کو آفت زدہ قرار دیتے ہوئے لوگوں کی مالی امداد کی تھی اگر مالی امداد کی تھی تو اس کی تفصیل پیش کی جائے؟

(ج) حکومت کا سیلابی علاقے میں دورہ کرنے سے کتنی رقم خرچ ہوئی اور افسران کا TA/DA کتنا بنا۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

(الف) سال 1996ء میں سیلاب کی وجہ سے ضلع سیالکوٹ میں 205000 ایکڑ فصلیں متاثر/ تباہ

ہوئیں اور 17729 کچے مکانات گر گئے 41 انسانی جانوں اور 330 مویشیوں کا بھی جانی نقصان ہوا۔

(ب) ضلع سیالکوٹ کے علاقے کو آفت زدہ قرار دیا گیا اور لوگوں کو مالی امداد دینے کے لیے حکومت نے گرانٹ بھی مہیا کی تھی کل فراہم کردہ رقم اور مالی امداد کی رقومات جو متاثرین سیلاب کو ادا کی گئیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام مد	کل برائے ریلیف رقم	کل تقسیم شدہ رقم	بقایا
1-	جانی نقصان (Loss of Life)	16,00,000/- روپے	16,00,000/-	
2-	برائے مکانات تباہ شدہ (Fully Demolished House	2,93,27,906/- روپے نوٹ۔	کوئی رقم خرچ نہ ہو سکی۔ کیونکہ رقم کم تھی اور مکانات کی تعداد زیادہ تھی	2,93,27,906/-
3-	امداد انتظامات	16,00,000/- روپے	9,80,627/- روپے	6,19,373/-

(ج) ضلعی انتظامیہ کے افسران نے سیلابی علاقوں کا دورہ کیا کوئی ٹی۔اے/ڈی۔اے وصول نہ کیا تھا۔ تاہم سرکاری گاڑیوں کے استعمال پر جو پٹرول خرچ ہوا اس کی مالیت-/91061 روپے تھی۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

ضلع فیصل آباد میں محکمہ امداد باہمی کے ملازمین کی تعداد

154۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ امداد باہمی اور اس کے ماتحت اداروں میں ضلع فیصل آباد میں کل کتنے ملازم ہیں ان کے نام، عہدہ جات، تاریخ پیدائش، تعلیم اور ڈومیسائل کے کوائف کیا ہیں نیز آغاز ملازمت سے لے کر اب تک ان کی تعیناتی کہاں کہاں رہی ہے۔

(ب) اہل کاران متذکرہ کے خلاف تاریخ تعیناتی سے اب تک کن الزامات کے تحت تحقیقات ہوئیں، مقدمات درج ہوئے اور اگر بریت ہوئی تو کس مجاز اتھارٹی نے ان کو کن تاریخوں میں بے گناہ قرار دیا؟

وزیر امداد باہمی(چودھری شوکت داؤد)۔

(الف) فہرست افسران / اہلکاران فیصل آباد ڈویژن*** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مطلوبہ فہرست *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ماڈل ٹاؤن سوسائٹی کا بجٹ

192۔حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر امداد باہمی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ماڈل ٹاؤن کوآپریٹو سوسائٹی لاہور کا مالی سال 97-1996ء کا کتنا بجٹ تھا اور یہ بجٹ کہاں کہاں خرچ ہوا۔ تفصیل مہیا کی جائے؟

وزیر امداد باہمی(چودھری شوکت داؤد)۔

ماڈل ٹاؤن سوسائٹی کا مالی سال 97-1996ء کا تخمینہ بجٹ حسب ذیل تھا۔

	تخمینہ بجٹ	حقیقی آمدن و خرچ
آمدنی	193309000/-	165100921/-
خرچ	192647623/-	172264541/-

اخراجات کی تفصیل مختلف مدات کے تحت حسب ذیل ہے۔

الیکٹرک سٹی	130208661/-
واٹر ورکس	7160360/-
بلڈنگ	1708526/-
سٹاف میڈیکل فنڈ	82238/-
ادائیگی گورنمنٹ بابت کینال واٹر	5710/-
انجینئرنگ	3176992/-
پبلک گارڈن	2298286/-
واچ اینڈ وارڈ	2241018/-
سیورج	856651/-
ایڈمنسٹریشن	2593505/-

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

پبلک ہیلتھ اینڈ سینیٹیشن	4488169
بس سروس	2590057/-
گریجوئیٹی ادائیگی ملازمین	18681/-
سنٹرل پارک	5450432/-
پروویژن فار رویژن آف ایمپلائیز گریڈ	353362/-
گروپ انشورنس	21971/-
سٹاف بہبود فنڈ	7459/-
سٹاف یونیفارم	11330/-
سٹاف پینشن فنڈ	1330517/-
حج فنڈ	63405/-
ویلتھ ٹیکس	2608312/-
زکواۃ	116629/-
ہولڈنگ ٹیکس	350478/-
لینٹر پارک برقی بل و سٹریٹ لائٹ	3388816/-
روڈز	212038/-
فرنیچر اینڈ فکسچر	41420/-
مزدا ٹرک	879500/-
کل میزان	172264541/-

نمبرداروں کو رقبہ کی الاٹمنٹ

244۔ سیٹھ محمد اسلم، کیا وزیر مال ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) غلام حیدر وائیں مرحوم سابق وزیر اعلیٰ پنجاب نے صوبہ میں تمام نمبرداران کو بارہ ایکڑ رقبہ دینے کا حکم دیا تھا اور چند نمبرداران کو یہ رقبہ مل چکا ہے اور باقی نمبرداران کو یہ رقبہ الاٹ کیوں نہیں کیا گیا۔

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک باقی نمبرداران کو بارہ ایکڑ فی کس رقبہ

الاٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)،

(الف) مورخہ 13 ستمبر 1990ء کے کنونشن میں جناب غلام حیدر وائیں مرحوم سابق وزیر اعلیٰ پنجاب نے ساڑھے بارہ ایکڑ سرکاری اراضی پٹہ پر الاٹ کرنے کی سکیم کا اعلان کیا تھا یہ سکیم حکومت پنجاب کے زیر غور ہے۔ اور ابھی تک کسی نمبردار کو رقبہ نہ دیا گیا ہے۔ اس بارہ میں ماہ اکتوبر 1997ء میں وزیر اعلیٰ صاحب پنجاب کو جدیہ سمری ارسال کی گئی ہے۔

(ب) حکومت پنجاب کی طرف سے حتمی فیصلہ ہونے پر نمبرداران کو ساڑھے بارہ ایکڑ رقبہ پٹہ پر الاٹ کرنے کی پالیسی پر عمل درآمد کے لیے لائحہ عمل مرتب کیا جائے گا۔

جناب شاہد محمود بٹ۔ جناب سپیکر!

جناب سپیکر، اب آپ بول سکتے ہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! سب سے پہلے تو میں آپ کی بات کا جواب آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ جب ہم لوگ نئے آئے ہیں تو آپ ہمیں پارلیمانی آداب سکھائیں گے اور ٹریننگ دیں گے۔ آٹھ مہینے گزر گئے ہیں، کیا کسی نے ہمیں پارلیمانی سیشن کی ٹریننگ دی ہے؟ اب جو میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنی چاہتا تھا وہ میری ذاتی نوعیت کی بات نہیں تھی بلکہ وہ میرا بہت ہی اہم سوال تھا۔ اس میں آپ دیکھیں کہ ڈسٹرکٹ سیالکوٹ میں 2,50,000/ ایکڑ ہماری چاول کی فصل جو کہ ہماری cash crop ہے وہ ہر سال سیلاب کی نذر ہو جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میں اس مسئلے پہ بات کرنا چاہتا تھا کہ کیا گورنمنٹ کے پاس ایسا measure ہے کہ اس کو بچایا جا سکے۔ اگلے سال بھی یہ سیلاب آنا ہے۔ اور 2,50,000 ایکڑ جو کہ 1996ء میں تباہ ہوئی ہے، 1997ء میں بھی ہماری فصل تباہ ہوئی ہے۔ میں منسٹر صاحب سے یہی پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا ہمارے پاس کوئی ایسا measure ہے۔(قطع کلامی)۔

جناب سپیکر، ذرا ہاؤس میں خاموشی اختیار کریں۔ وزیر ہاؤسنگ محترم افضال علی شاہ صاحب سے گزارش ہے کہ مہربانی کر کے ان کا پوائنٹ آف آرڈر سن لیں۔ بٹ صاحب! کیا آپ نے اس بارے میں سوال دیا ہوا تھا؟ آپ اس طرح بولیں گے تو پھر سارے لوگ فصلوں پر بات کرنا شروع کر دیں گے۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! ہر روز میرے سوالات آتے ہیں اور ہر روز یہی ہوتا ہے کہ question hour ختم ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر، وہ اسی وجہ سے ختم ہوتا ہے کہ اس طرح کے پوائنٹ آف آرڈر شروع ہو جاتے ہیں۔ کیا اس سوال کا جواب آ چکا ہے؟ کیا وہ جواب غلط ہے؟

جناب شاہد محمود بٹ، جی' ہاں!

جناب سپیکر، اگر جواب غلط ہے تو آپ اس پر تحریک استحقاق دے سکتے ہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! تحریک استحقاق کے بات نہیں۔

جناب سپیکر. میں نے ان شاء اللہ ایوان کو قواعد کے مطابق چلانا ہے۔ آپ تشریف رکھیں ۔ آپ کا کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون(جناب شاہد اکرم بھنڈر)، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس سے پہلے بھی اس ہاؤس میں ہمارے دوستوں نے point out کیا ہے کہ وقفہ سوالات کا وقت بڑھائیں کیونکہ چند دوستوں کی اس وقفۂ سوالات میں باری نہیں آتی ۔ اس سلسلے میں' میں یہ گزارش کرنا چاہتا تھا کہ وقفہ سوالات کے لیے رولز میں ایک گھنٹہ دیا گیا ہے ۔ اور اس میں زیادہ سے زیادہ 35 سوالات ایک دن میں آ سکتے ہیں۔ اور ہر ممبر کے دو سوالات آتے ہیں۔ ضمنی سوالات کی تعداد مقرر نہیں کی جا سکتی' کیونکہ رول ہی ایسا ہے کہ کوئی بھی ممبر ضمنی سوال پوچھ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں میری ایک رائے ہے کہ چونکہ ہر ممبر کے صرف دو سوالات ایک دن کے لیے مقرر ہوتے ہیں۔ اس میں ایسے کریں کہ ہر ممبر کا ایک سوال پہلے لے آئیں اور دوسرا سوال بعد میں لے آئیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ممبران وقفہ سوالات میں حصہ لے سکیں۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں یہ طریقہ تو ٹھیک نہیں۔ جو ایک sequence کے ساتھ سوالات چل رہے ہوتے ہیں' ہو سکتا ہے کہ جس ممبر کا سوال چل رہا ہو اگلا سوال بھی اس سے متعلقہ ہو ۔ اگر ایک کو چھوڑ کر آگے چلے جائیں اور پھر واپس آ جائیں تو یہ طریقہ مناسب نہیں ہے۔ بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے کہ آپ رولز کو amend کرنے کا فیصلہ کرلیں اور اگر وقفہ سوالات ایک گھنٹے کی بجائے ڈیڑھ گھنٹہ کرنا چاہتے ہیں' یا مزید وقت بڑھانا چاہتے ہیں تو آپ رولز میں amendment کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ زیادہ ممبران کی رائے بھی یہی ہے کہ وقفہ سوالات میں اضافہ کیا جائے تاکہ سارے

ممبران کے سوالات آسانی کے ساتھ آ سکیں۔ وزیر قانون صاحب بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اگر آپ ایک گھنٹے کی بجائے ڈیڑھ گھنٹہ کرنا چاہتے ہیں' جس میں ایسے سوال جو رہ جاتے ہیں وہ بھی آ سکیں۔ چونکہ تمام ممبران کے سوالات بڑے اہم ہوتے ہیں اور ان میں سے کئی نہیں آ سکتے کیونکہ اس کے لیے وقت بہت کم ہے۔ اسی طرح جو concerned ممبران ہوتے ہیں وہ ضمنی سوالات پوچھنا چاہتے ہیں' زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس حوالے سے یہ بات تو کچھ جائز نظر آتی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون: جناب سپیکر! آپ نے فرمایا ہے کہ وقفہ سوالات کو بڑھا دیں ہم اس پر بھی غور کر لیتے ہیں۔ ویسے وقفہ سوالات کے لیے ایک گھنٹے کا وقت کافی ہے' کیونکہ اسمبلی کا primary یا بنیادی function قانون سازی کا ہے اور پھر قانون سازی پر زیادہ سے زیادہ وقت بھی لگتا ہے۔ اس میں آپ یہ تعین نہیں کر سکتے کہ جس دن کوئی بل آنے گا تو اس پر کتنا وقت لگے گا۔ جناب والا! زیادہ سے زیادہ وقت بھی قانون سازی کو ہی دینا چاہیے۔ اگر آپ وقفہ سوالات کو بڑھائیں گے تو پھر ظاہر ہے کہ قانون سازی کا وقت کم ہوگا جو کہ مناسب نہیں۔ بہر حال' اس تجویز پر غور کر کے دیکھیں گے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل سیکرٹریٹ میں بہت بڑا واقعہ ہوا' mishap ہوا جس کے متعلق آج گلیوں میں' بازاروں میں' ہر شہر میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ اس ہاؤس سے متعلقہ ہے' کیونکہ ہمارے ایک معزز ممبر کا اس میں نام آیا اور اسی کی وجہ سے یہ ہوا ہے۔ تو میری اس میں یہ تجویز ہے کہ بجائے سارا ہاؤس لوگوں سے پوچھتا پھرے کہ واقعہ کیا ہوا ہے؛ چونکہ ہم اس سے concerned ہیں' اس میں ہمارا ایک معزز ممبر اور حکومت پنجاب کا ایک سیکرٹری involve ہے۔ میری آپ سے یہ گزارش ہوگی کہ حکومت کے کسی متعلقہ وزیر کو کہا جائے کہ وہ اس ہاؤس میں تمام واقعات بتائیں تاکہ پورا ہاؤس aware ہو' اس کو خبر ہو کہ واقعہ کیا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! یہ روایات رہی ہیں کہ اگر کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے تو اس بارے میں ہاؤس کو اعتماد میں لینے کے لیے' ہاؤس کو باخبر رکھنے کے لیے statement دی جاتی رہی ہے۔ یہ تو مکمل طور پر اس ہاؤس سے متعلقہ مسئلہ ہے۔ اس بارے میں مجھے بھی تشویش ہے'

میں بھی جاننا چاہتا ہوں کہ واقعات کیا ہوئے ' کس کی طرف سے پہل ہوئی' کس کی غلطی ہے؟ جناب سپیکر! جب ہم باہر نکلتے ہیں تو لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ کیا واقعہ ہوا' کم از کم اس ہاؤس کو تو اعتماد لیا جائے اور اس ہاؤس کو باخبر رکھا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: اس سلسلے میں میری جناب سعید اکبر خان صاحب سے گزارش ہوگی کہ پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا آپ کا پوائنٹ آف آرڈر بنتا بھی ہے کہ نہیں۔ نجمی صاحب! آپ ذرا رولز آف پروسیجر میں سے پوائنٹ آف آرڈر کا رول سعید اکبر صاحب کو دیجیے۔ سعید اکبر خان صاحب! آپ ذرا رول 209 پڑھیں۔

جناب سعید اکبر خان: میرے پاس رولز آف پروسیجر کی کتاب نہیں۔

جناب سپیکر: میں ابھی کتاب آپ کی طرف بھجواتا ہوں' یہ کتاب ذرا سعید اکبرصاحب کو دے دیجیے۔ آپ ماشاء اللہ 1985ء سے ممبر چلے آ رہے ہیں' مجھے ذرا بتائیے کہ آپ یہ کس رول کے تحت مطالبہ کر رہے ہیں؟

جناب سعید اکبر خان: آپ نے میری پوری بات شاید نہیں سنی' میں نے کہا ہے کہ یہ ہاؤس کی روایات رہی ہیں۔

جناب سپیکر: روایات رہی ہوں گی' لیکن ہم نے اس ہاؤس کو رولز کے مطابق چلانا ہے۔ آپ کے سامنے ابھی میں نے حکومتی پارٹی کے ایک ممبر کو allow نہیں کیا تھا ' انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو کر ایسے ہی بولنا شروع کر دیا تھا کہ میرے حلقے میں یہ ہو گیا ہے ' وہ ہو جائے گا۔ یہ آپ کے سامنے کی بات ہے کہ میں نے اسے allow نہیں کیا' انھیں میں نے اس لیے اجازت نہیں دی کہ وہ رولز کے مطابق نہیں تھے۔ اسی طرح آپ بھی اگر رولز کے مطابق بات نہیں کریں گے تو میں آپ کو بھی allow نہیں کروں گا۔

جناب سعید اکبرخان: جناب سپیکر! آپ نے مجھے allow کیا کہ میں اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کروں۔ میں نے اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ نہیں بنتا تو آپ روایات کے مطابق اسے rule out کر دیں۔

جناب سپیکر: چونکہ آپ پرانے parliamentarian ہیں' اسی لیے میں آپ کو موقع دے رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے اس میں assist کریں کہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیسے بنتا ہے؟

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! مجھے اس بات کا علم ہے کہ ہاؤس رولز کے مطابق چلتا ہے لیکن میں نے یہ کہا ہے کہ یہ روایات رہی ہیں اور ہاؤس کی کافی زیادہ working روایات پر منحصر ہے۔ میں یہاں quote کر سکتا ہوں کہ ایسے واقعات ہوئے اور یہاں حکومت کے متعلقہ وزیر نے اس پر ہاؤس کو اعتماد میں لیا۔

جناب سپیکر: سعید اکبر صاحب! اس کا ایک طریقہ ہے کہ جو متعلقہ ممبر ہے، جن کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے وہ اپنی ایک تحریک استحقاق لا سکتا ہے۔ جس کا یہ استحقاق مجروح ہوا ہے وہ اسے point out کرے، تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار کی صورت میں ہاؤس میں مسئلہ لے کر آئے۔ آپ مجھے ذرا یہ بتا دیں کہ رول 209 کے تحت آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیسے بنتا ہے؟

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میں آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ میں یہ پوچھنے پر بھی گناہ گار ہوں کہ کیا اس طرح کی اس ہاؤس کی روایات نہیں رہیں، اس طرح کے واقعات یہاں زیر بحث نہیں لائے گئے اور حکومتی بنچز نے اس ہاؤس کو اس طرح کے واقعات کے بارے میں جو کہ اس ہاؤس سے متعلقہ ہوں اس سے پہلے اعتماد میں نہیں لیا؟

جناب سپیکر: اس میں پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ آپ کا پوائنٹ آرڈر بنتا بھی ہے یا نہیں، valid ہے یا نہیں۔

جناب سعید اکبر خان: اگر نہیں بنتا تو آپ rule out کر دیں۔ میں نے جو بات کرنی تھی کر دی۔

استحقاق

جناب سپیکر: تو رولز کے مطابق یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے، اس لیے rule out کیا جاتا ہے۔ اب تحریک استحقاق شروع کرتے ہیں۔ سب سے پہلے چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

سوال نمبر 527 کے غلط جواب کی فراہمی

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری

مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے نشان زدہ سوال نمبر 527 کا جواب وزیرصحت نے 14/10/97 کو ایوان میں دیا تھا' سوال کا جواب غلط تھا' کیونکہ B.H.U کی فہرست میں------ یہاں میں معذرت سے عرض کروں گا کہ ایک نام سہواً غلط ہو گیا ہے یہاں "پوما باتھ" کے بجائے "ہیگر" پڑھا جائے جس کی عمارت مسمار شدہ ہے۔ اسی طرح سیریل نمبر 13 "چھل کلاں" کے مقام پر B.H.U حقیقتاً موجود نہ ہے اور اسی طرح سہارن یونین والا' بوتلہ کا ذکر بھی نہیں کیا گیا۔ اور D.H.O آفس کا عملہ ڈاکٹروں کی تنخواہ کھا رہے ہیں۔ اس مسئلے کو تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ تحریک استحقاق ایک گھنٹہ پہلے circulate ہوئی ہے۔ یہاں میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آج بھی بعض تحاریک التوائے کار کے حوالے سے اخبارات میں خبر چھپی ہے کہ ان کا جواب نہیں دیا گیا حالانکہ جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ ہمیں وہ کل ہی موصول ہوئی تھیں اور اسی لیے محکموں سے جوابات ہمیں موصول نہیں ہوئے تھے۔ یہ تحریک استحقاق ابھی ایک گھنٹہ پہلے circulate ہوئی ہے' اس لیے میں جناب سے گزارش کروں گا کہ اسے کل تک کے لیے pending کیا جائے تاکہ ہم جواب لے سکیں۔

جناب سپیکر، چیمہ صاحب! میرے خیال میں ٹھیک ہے کہ اسے کل تک کے لیے pending کرتے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق مولانا منظور احمد چنیوٹی کی ہے۔ یہ بھی آج ہی موصول ہوئی ہے یہ بھی کل تک کے لیے pending کرتے ہیں۔ جی چیمہ صاحب! کل تک کے لیے ٹھیک ہے؟

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! میں بات سمجھا نہیں۔

جناب سپیکر، کل تک کے لیے pending کرتے ہیں' کیونکہ یہ تحریک استحقاق ابھی ان کو ملی ہے اور اس کا جواب نہیں آیا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، ٹھیک ہے جی۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر، اب تحاریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ راجہ خالد صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 8 کوئی دو ہفتے سے pending چلی آ رہی ہے۔ کہیں یہ تو طے نہیں ہو گیا کہ جب راجہ صاحب ہوتے ہیں تو وزیر صاحب نہیں ہوتے اور جب وزیر صاحب ہوتے ہیں تو راجہ صاحب نہیں ہوتے۔

وزیر تعلیم (چودھری محمد اقبال)، نہیں جناب سپیکر! میں بڑی ذمہ داری سے آپ کو وضاحت کرتا ہوں کہ راجہ خالد صاحب کے ساتھ وہ معاملہ طے ہو گیا ہے۔ میں نے زراعت والوں کے ساتھ ان کی بات چیت کروا دی ہے اور وہ مطمئن ہو گئے ہیں۔ اس لیے اس کو disposed of کر دیں۔

جناب سپیکر، یہ disposed of تصور کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 41 ایاز امیر صاحب کی ہے۔ ایاز امیر صاحب کراچی گئے ہوئے ہیں اس لیے اس کو مزید ایک دن کے لیے pending کر لیتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 45 رانا ثناء اللہ خان صاحب کی طرف سے ہے۔

فیصل آباد میں سرکاری اراضی کا خورد برد

رانا ثناء اللہ خان، بسم اللہ الرحمن الرحیم O میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سرکاری اراضی ہڑپ مافیا نے گزشتہ دور لوٹ مار میں فیصل آباد میں ایک منظم طریقے سے تقریباً 14,400 کنال انتہائی قیمتی اراضی جس کی مالیت ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک ارب 44 کروڑ روپے بنتی ہے ہڑپ کر لی ہے۔ یہ اراضی جو Grow More اور بے دخل شدہ مزارع سکیم اور اسی طرح کی دوسری سکیموں کے تحت الاٹ شدہ تھی اور متعلقہ الاٹیوں کے شرائط الاٹ منٹ پوری نہ کر سکنے کی وجہ سے عرصہ زاید از 20/15 سال سے منسوخ ہو کر بحق سرکار ضبط ہو چکی تھیں اور فائلیں داخل دفتر ہو چکی تھیں۔ ان فائلوں کو فرضی درخواستوں (اصل الاٹیوں کو خبر تک نہیں) پر بر آمد کیا گیا۔ الاٹمنٹیں بحال کی گئیں پھر جعلی فرضی ناموں اور اپنے عزیزوں بھائیوں ماتحت ملازموں کے نام ٹرانسفرز کی گئیں اور پھر فروخت کر کے کروڑوں اربوں کمائے گئے۔ اس لوٹ مار کے اہم کردار میاں ذوالفقار سابق کالونی اسسٹنٹ فیصل آباد، ملک مشتاق نوناری سابق کالونی اسسٹنٹ فیصل آباد، صبغت منصور سابق ڈپٹی کمشنر، راجہ عباس سابق ڈپٹی کمشنر، ریاض احمد خان

سابق کمشنر فیصل آباد اور گزشتہ کرپٹ حکومت کے نام نہاد عوامی نمائندے ہیں جس کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی ہوتا ہے کہ۔

1۔ چک نمبر 149/RB تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں 800 کنال سرکاری اراضی مالیتی 2 کروڑ روپے فرضی ناموں پر ٹرانسفر کروا کر بحق سابق کمشنر صاحب فروخت کر دی گئی۔

2۔ چک نمبر 98/GB تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد میں 1300 کنال اراضی بحق سابق ایم پی اے نواب شیر وشیر۔

3۔ 1400 کنال اراضی واقع چک نمبر 62/GB بحق بابر خان برادر حقیقی سابق ایم پی اے امانااللہ خان۔

4۔ 1700 کنال اراضی واقع چکوک نمبری 217+214+51+207/GB اور 55+77/RB فیصل آباد بحق عثمان سعید برادر حقیقی رانا فاروق سعید سابق ایم پی اے۔

5۔ اسی طرح مختلف چکوک میں فرضی ناموں پر کئی ہزار کنال اراضی فرضی ناموں / ماتحت عملہ جس میں لطیف اور ابرار نامی ہیڈ کلرک صاحبان جو اس سارے ڈرامے کے ریکارڈ کیپر ہیں کے بھائیوں عزیزوں کے نام ٹرانسفر کروا کر فروخت کی گئی اور رقم متذکرہ افسران کی جیبوں میں گئی۔

جناب سپیکر ! باعث تشویش امر یہ ہے کہ اس سرکاری اراضی خورد برد کرنے کے اتنے بڑے سکینڈل سے متعلق ایک انکوائری تحکم حکومت پنجاب روبہ عمل ہے۔ آڈیٹر کالونیز بورڈ آف ریونیو نے متعلقہ ریکارڈ بھی اپنے قبضہ میں لے رکھا ہے جو سیکرٹری کالونیز بورڈ آف ریونیو کے آفس میں موجود ہے۔ با وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس سرکاری اراضی کو ہڑپ کرنے والے مافیا کے تمام کردار (جو اب تک حاضر سروس ہیں اور کسی کے خلاف کوئی کارروائی یا معطلی نہ ہوئی ہے) بھی سیکرٹری کالونیز بورڈ آف ریونیو کے آفس میں موجود ہوتے ہیں اور ریکارڈ میں اپنے بچاؤ کے لیے ردو بدل میں مصروف ہیں۔ سرکاری اراضی / املاک کے اس طرح سے خورد برد اور بعد ازاں انکوائریز کے متذکرہ انجام سے صوبے بھر کے عوام میں سخت بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے ۔ اس لیے اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم مسئلے پر بحث کی جائے۔

جناب سپیکر، جی منسٹر صاحب۔

وزیر مال ۔ جناب سپیکر! سال 1995ء دوران جنرل معائنہ افسر آبادی فیصل آباد آڈیٹر کالونی بورڈ آف ریونیو پنجاب کے نوٹس میں آیا ہے کہ افسر آبادی فیصل آباد کے دفتر میں افسران آبادی میاں ذوالفقار احمد اور ملک مشتاق احمد نوناری کے عرصہ تعیناتی کے دوران جناب صبغت منصور اور راجہ عباس سابقہ ڈپٹی کمشنرز نے خلاف پالیسی و ضابطہ متبادل الاٹمنٹ کی ہیں۔ جس پر 16 فائلیں آڈیٹر کالونی نے دفتر افسر آبادکاری سے وصول کیں۔ میں یہ پہلے پڑھ لوں پھر latest position بتا دوں گا اور ان پر مجاز اتھارٹی نے نظر ثانی کے لیے مورخہ 6-2-96 کو کمشنر فیصل آباد کو حکم دیا۔ ان میں سے محمد شریف ولد چاکر الاٹی Grow More فوڈ سکیم اور خلیل الرحمٰن ولد نور احمد الاٹی Grow More فوڈ سکیم کے کیسوں میں میاں ذوالفقار احمد سابقہ افسر آبادی کے خلاف ایڈیشنل ڈائرکٹر انٹی کرپشن فیصل آباد کو کیس درج کرنے کے لیے حکم دیا گیا۔ خلیل الرحمٰن ولد نور احمد کے کیس میں میاں ذوالفقار احمد نے ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر کے status quo حاصل کیا ہوا ہے میاں ذوالفقار احمد ابھی تک معطل ہے۔ جناب چیف سیکرٹری پنجاب نے ایڈیشنل ڈائرکٹر انٹی کرپشن فیصل آباد کو حکم دیا کہ دفتر افسر آبادی فیصل آباد میں الاٹمنٹ پانے کی انکوائری کی جائے جس پر محکمہ انٹی کرپشن فیصل آباد نے متبادل الاٹمنٹ کے متعلق کچھ بے ضابطگیوں کے بارے میں چیف سیکرٹری پنجاب کو مطلع کیا۔ جس پر جناب چیف سیکرٹری پنجاب نے بورڈ آف ریونیو کو آڈٹ کرنے کا حکم دیا۔ جناب والا! اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ابھی ہمیں تقریباً 119 فائلیں موصول ہوئی ہیں۔ ہم نے 71 فائلیں چیک کر لی ہیں جن میں سے 30 فائلوں میں irregularities پائی گئی ہیں اور 41 clear ہوئی ہیں۔ extra staff مقرر کر دیا گیا ہے، ہمارے پاس جو موجود ہیں۔ ان شاء اللہ ہم ایک دو دن میں کریں گے۔ اس کے علاوہ ہم نے کمشنر فیصل آباد کو بھی کہہ دیا ہے کہ پندرہ دن کے اندر اندر پوری انکوائری مکمل کر کے اور فائلیں بھی ہمارے پاس بھجوائیں۔ جب یہ مکمل ہو جائیں گی تو ان شاء اللہ حسب ضابطہ تمام افسران کے خلاف کارروائی عمل میں لائی جائے گی

جناب سپیکر، جی رانا ثناء اللہ صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! جیسا کہ وزیر موصوف نے فرمایا ۔ کہ انکوائری in progress ہے۔ میں اس سلسلے میں دو گزارشات کروں گا۔ پہلی تو یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ میاں ذوالفقار جو کالونی اسسٹنٹ تھا یہ مقدمات درج ہونے کے بعد اسے باقاعدہ اسسٹنٹ کمشنر promote کیا گیا۔

پہلے وہ مجسٹریٹ تھا اور کالونی اسسٹنٹ تھا۔ اس کے بعد اسے بطور اسسٹنٹ کمشنر promote کیا گیا اور وہ اس وقت مطل نہیں ہے۔ ان کے محکمے نے ان کو غلط معلومات دی ہیں کہ وہ اس وقت مطل ہے وہ اس وقت مطل نہیں ہے اور اس کا دوسرا ساتھی ملک مشتاق نوناری انہی دونوں کیسز میں ملوث ہے ۔ انھوں نے ایک کیس کا حوالہ دیا ہے جس کی ایف آئی آر نمبر 73/96 ہے کہ اس کے خلاف ہائی کورٹ سے status quo ہوا ہوا ہے۔ جبکہ ایک اور ایف آئی آر نمبر 140/97 جو مورخہ 2-9-97 کو درج ہوئی ہے اس میں تو کوئی status quo نہیں۔ اس میں میاں ذوالفقار بھی ملزم ہے اور ملک مشتاق نوناری بھی ملزم ہے لیکن دونوں in service ہیں ۔ مجھے پتا چلا ہے کہ ملک مشتاق اس وقت سانگھ میں ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ہے۔ ان کے محکمے نے ان سیکنڈلز کے دونوں ستاروں کے خلاف اب تک یہ کارروائی کی ہے؛ جناب والا! میں نے اپنی تحریک میں یہ واضح طور پر درج کیا ہے۔ کہ یہ فراڈ اس طرح سے ہوا کہ یہ الاٹمنٹیں جو تھیں پندرہ بیس سال پہلے منسوخ ہو چکی تھیں اور فائلیں داخل دفتر ہو چکی تھیں۔ اب ان الاٹیوں کو جن کے نام سے یہ منسوخ ہو چکی ہیں ان کو تو معلوم ہی نہیں۔ انھوں نے فرضی درخواستیں ان کے نام سے لکھیں اور خود ہی فرضی طور پر ان کو بحال کر دیا۔ بحال کر کے پھر فرضی آدمی پیش کر کے اس کو اپنے عزیزوں بھائیوں کے نام ٹرانسفر کروا دیا۔ جب ٹرانسفر ہو گئی تو پھر اس کو فروخت کر دیا۔ اب جب تک وہ جو اصل الاٹی ہیں ان تک یہ انکوائری ٹیم نہیں پہنچے گی' ان کے بیان ریکارڈ نہیں کرے گی تو فراڈ کا کیسے پتا چلے گا؟ جناب والا! جب تک یہ تفصیل نہیں بتائیں گے' مجرموں کا کیسے پتا چلے گا؟ یہ بتائیں گے کہ جس الاٹی کے نام یہ 1996ء میں بحال ہوئی اور اس کے بعد فروخت ہوئی اسے مرے ہوئے دس سال ہو گئے ہیں یا جس کے نام یہ زمین بحال ہوئی اور اس کے بعد فروخت ہوئی اس کو اس کی خبر تک نہیں۔ اس وقت تک ان کی انکوائری کیسے مکمل ہوگی؟ جناب والا! یہ 119 فائلیں لے آئے ہیں اور ڈپٹی سیکرٹری قانون کے آفس میں دیکھ کیا رہے ہیں کہ اس میں irregularities کیا ہیں؟ فراڈ کی تو یہ انکوائری کر ہی نہیں رہے ۔ فراڈ کی انکوائری تو تب ہوگی جب یہ موقع پر جا کر ان الاٹیوں سے رابطہ کریں گے کہ بھائی' آپ نے یہ درخواست دی تھی' آپ کے نام یہ زمین بحال ہوئی' آپ نے اس کو فروخت کیا فراڈ کا انکوائری تو اس وقت ہوگی۔ یہ جو دو ایف آئی آر میرے پاس ہیں جن کے نمبر میں نے پہلے بھی بتائے ہیں 73/96 اور 140/97 ان دونوں میں ایک جیسے الزامات ہیں اور ان الاٹیوں نے یہ کہا ہے کہ نہ ہم نے بحال کرنے کی درخواست کی اور نہ ہی ہم نے کسی کو فروخت

کرنے کی درخواست کی۔ ہمیں تو پتا ہی نہیں۔ ہمارے نام جو زمین تھی وہ تو دس پندرہ سال پہلے منسوخ ہو چکی تھی اور بحق سرکار ضبط ہو چکی تھی۔ اس لیے میں وزیر موصوف سے یہ گزارش کروں گا یہ جو ڈرامہ بورڈ آف ریونیو میں کیا جا رہا ہے' جناب والا! وہاں پر کچھ لوگ ایسے بیٹھے ہیں***** ان کو تحفظ دینے کا یہ سارا ڈرامہ ہو رہا ہے۔ یہاں پر فائلوں سے ان کو کچھ نہیں ملے گا سوائے معمولی irregularities کے '95 فائلیں آئی تھیں۔ ساری واپس چلی گئی ہیں۔ اب یہ 119 فائلیں آئی ہیں minor irregularities کو pin-point کریں گے اور اس کے بعد واپس بھیج دیں گے۔ اس کے علاوہ تین چار سو فائلیں ہیں' محکمے کے جو ریکارڈ کیپر اور ہیڈ کلرک ہیں انھوں نے ان کو یہ فائلیں اب تک دی نہیں ہیں۔جناب والا! انھوں نے باقاعدہ on record یہ فائلیں طلب کی ہیں لیکن انھوں نے ان کو دی نہیں ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ ریونیو بورڈ کے آفس میں بیٹھ کر انکوائری نہیں ہوسکتی جب تک کہ اصل الاٹیوں سے رابطہ قائم نہیں کیا جاتا ' جن کے نام پر یہ الاٹ ہوئی منسوخ ہوئی اور بحال ہوئی۔ جناب والا ! جب تک انکوائری ٹیم ان تک پہنچ کر ان کے بیان نہیں لیتی اصل صورت حال سامنے نہیں آئے گی۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ 119 فائلیں ہیں انکوائری کروا لیں 119 سے ہی یہ بیان آئے گا کہ ہمیں پتا نہیں۔ وہ غریب لوگ وہ غریب کسان اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کو کسی کو کچھ پتا ہی نہیں۔ ان میں سے کوئی فوت ہو گیا ہے اور یہ بعد میں بحال اور ٹرانسفر اور پتا نہیں کیا کچھ کر رہے ہیں ۔ جناب والا ! تقریباً ایک ارب 44 کروڑ روپے اس زمین کی مالیت بنتی ہے۔ جناب والا ! یہ سارا ڈرامہ فروری 1994ء میں شروع ہوا اور 1996ء تک جاری رہا ہے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ انکوائری کے سکوپ کو بڑھائیں' ورنہ تو اس طرح کوئی چیز نہیں ملے گی۔

جناب سپیکر ، وزیر مال۔

وزیر مال ، جناب سپیکر ! ایک تو میں تھوڑی سی وضاحت چاہوں گا ' پتا نہیں ہمیں سمجھنے میں غلطی لگی ہے' انھوں نے کہا ہے ۔ اس کی پہلے وضاحت کردیں۔

جناب سپیکر ، نہیں یہ ****** آپ حذف کر دیں۔ جو کچھ بھی ہے یہ ٹھیک نہیں تھا۔اس کو کارروائی سے حذف کرتے ہیں۔

(***بحکم جناب سپیکر حذف کیا گیا)

وزیر مال ، جناب والا !دوسری بات یہ ہے کہ جو میں نے کہا تھا کہ وہ مطل ہوا تھا۔ اور وہ ان irregularities میں مطل نہیں ہوا تھا' بلکہ اس نے کہیں چارج لینا تھا اور اس نے وہ چارج نہیں لیا تھا۔ ایس اینڈ جی اے ڈی نے ہی اسے مطل کیا تھا اور اب تین دن پہلے ایس اینڈ جی اے ڈی نے اسے بحال کر دیا ہے۔

باقی جو کچھ میرے بھائی نے کہا ہے میں اس ایوان کو بھی یقین دلاتا ہوں اور ان کو بھی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ کسی کو ہم spare نہیں کریں گے۔ ہم اس کی تہ تک پہنچیں گے ' اتنا بڑا فراڈ ہے اور پھر موجودہ حکومت نے کرپشن کے خلاف .....

جناب سپیکر ، جس طرح انھوں نے mention کیا ہے ' اور جن کے نام سے وہ الاٹمنٹ ہوئی ہے ان تک پہنچنا ضروری ہے ۔ وہی یہ بتا سکیں گے کہ ہم نے یہ زمین الاٹ ہی نہیں کروائی ۔

وزیر مال ، جناب والا ! اس پر پوری انکوائری ہوگی' اچھی طرح سے اسے thrash out کریں گے اور ان شاء اللہ میں خود بھی ذاتی طور پر دلچسپی لوں گا۔ اگر مجھے موقع پر بھی جانا پڑا تو جاؤں گا اور ان شاء اللہ معزز رکن کو بھی ساتھ رکھیں گے۔

جناب سپیکر ، اس انکوائری میں آپ رانا صاحب کو بھی شامل رکھیں گے۔

وزیر مال ، جناب والا ! جب بھی ان کی ضرورت ہوگی۔ ابھی تو محکمانہ انکوائری ہو رہی ہے میں ان کو بھی اپنے ساتھ رکھوں گا اور موقع پر بھی جا کر دیکھوں گا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

جناب سپیکر، رانا ثناء اللہ خان۔

رانا ثناء اللہ خان ، جناب سپیکر ! میں نے خاص طور پر جس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور آپ نے بھی فرمایا ہے میرے خیال میں وزیر موصوف کو اس کی یقین دھانی کروانے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر ، انھوں نے تو یقین دہانی کروائی ہے ۔

وزیر مال ، معزز رکن نے جو بھی نکات اپنی تحریک میں اٹھائے ہیں ان کو بھی سامنے رکھ کر انکوائری کریں گے۔

جناب سپیکر ، وہ یہ مانتے ہیں کہ آپ کے نکات valid ہیں اور انہی کی روشنی میں وہ اس بات کا جائزہ لیں گے انکوائری بھی کریں گے اور آپ کو اس انکوائری میں ساتھ بھی رکھیں گے اور inform بھی رکھیں گے آپ بھی ان سے رابطہ رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان ، شکریہ۔

جناب سپیکر ، آپ پھر اپنی تحریک کو پریس نہیں کرتے اور اسے واپس لیتے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان ، واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر ، اب یہ تحریک التوائے کار disposed of تصور ہوئی۔ اس کے بعد جناب سعید احمد خان منیس صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 46 ہے۔

وزیر مال ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ کل دونوں پڑھ لی گئی تھیں اور 46-47 آپ نے جمعہ کے لیے رکھی تھیں۔

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر 47 سعید اکبر خان کی ہے۔ وہ تشریف بھی نہیں رکھتے۔

وزیر مال ، ٹھیک ہے۔ اگر وہ نہیں ہیں تب بھی رکھ لیں۔

جناب سپیکر ، میاں عبدالستار صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 48 بھی کل تک کے لیے موخر ہے۔ 49 بھی موخر ہے۔

میاں عبدالستار ، جناب والا! 49 نمبر آب پاشی کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر ، میرے خیال میں مواصلات و تعمیرات کے بارے میں ہے۔

میاں عبدالستار ، محکمہ آب پاشی سے متعلق ہے۔

ضلع رحیم یار خاں میں اراضی کو کٹاؤ سے بچانے کے لیے بند کی تعمیر

(.....بحث جاری)

وزیر آب پاشی و قوت برقی، جناب والا اگر میاں صاحب چاہتے ہیں تو اسے آج بھی ٹیک اپ کیا جا سکتا ہے۔ میرے پاس اس کا جواب بھی موجود ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس پر بات کر لیتا

ہوں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے یہ تحریک پڑھی جا چکی ہے۔ آپ اس کا جواب دے دیں۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی، جناب سپیکر! میاں صاحب نے بڑی اہم تحریک التوائے کار پیش کی ہے۔ جناب والا کو یاد ہوگا کہ اس مسئلے پر کافی بات تو سوالات میں بھی ہو چکی ہے لیکن وہ مطمئن نہیں ہوئے اس لیے میں اپنی وہ ساری گزارشات دہرا دیتا ہوں۔اس ضمن میں جناب سپیکر! چاچڑاں ٹاؤن کے قریب دریائے سندھ سے زرعی زمینوں کا کٹاؤ ہو رہا ہے۔ اس کے تدارک کے لیے حکومت پاکستان نے مورخہ 17-12-96 کو ایک سکیم بعنوان،

Protection Minchan Bund from RD 226-225-6500 Panjnad Canal System and Chachara Town from erosion of river Indus

مالیتی 151.634 ملین روپے کی منظوری دی۔ اس سکیم کے تحت چار spur بنانے مقصود تھے۔ اس سکیم کے لیے مطلوبہ فنڈ مرکزی حکومت نے ہی مہیا کرنے تھے۔ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے دورہ بہاول پور مورخہ 22-3-97 کی ہدایت کے مطابق سیکرٹری محکمہ آب پاشی نے چیف انجینئر بہاول پور، پرنسپل ریسرچ آفیسر، نے دریا کے کٹاؤ کا موقع ملاحظہ کیا اور واپسی پر ماہرین کی ایک کمیٹی تشکیل دی ان ماہرین کی سفارشات کے پیش نظر وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک سمری پیش کر دی گئی ہے۔ سمری ہذا میں محکمے نے ایک کمیٹی بنانا بھی تجویز کیا ہے جو طلبی ٹینڈر کی نگرانی کرے اور مناسب ٹینڈر ریٹ کو منظور کرتے ہوئے کام کو شروع کرنے میں مدد کرے۔ اس کمیٹی کے ممبران ایڈیشنل سیکرٹری فنانس، ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان، ایکس ای این کینال رحیم یار خان پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں ان ممبران کے علاوہ اس کمیٹی میں درج ذیل افسران کو بھی شامل کیا گیا،

چیف انجینئر بہاولپور، چیف انجینئر پلاننگ اینڈ ریویو عبدالصمد قریشی، جنرل منیجر نیس پاک محمد صغیر ریٹائرڈ ایس ای محکمہ انہار۔ علاوہ ازیں جناب سپیکر! مورخہ 10-4-97 کو وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک Vigilance Committee جناب سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ کی سربراہی میں بنائی اور اس کمیٹی کے دیگر ممبران جناب چودھری شوکت داؤد وزیر مال پنجاب، جناب مخدوم خسرو بختیار احمد ایم پی اے، جناب میاں عبدالستار صاحب ایم پی اے سیکرٹری خزانہ پنجاب، سیکرٹری آب پاشی اور ڈپٹی کمشنر رحیم یار خان ایڈیشنل سیکرٹری فنانس کی قیادت میں مورخہ 15-04-1997 کو ٹینڈرز

موصول ہوئے تھے۔ وقت مقررہ سے قبل 43 کمپنیوں نے ٹینڈر خریدے مگر جناب والا! کسی نے بھی ٹینڈر جمع نہیں کروایا۔ اس طرح سے بلائے جانے والے ٹینڈر کا کوئی فائدہ نہ ہوا' کیوں کہ سیلاب آنے میں بہت تھوڑا وقت رہ گیا تھا۔ لہٰذا کمیٹی نے متعلقہ ایم پی اے صاحب کی رائے سے دوبارہ ٹینڈر بلانے اور اس کام کو flood season کے اختتام پر شروع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے بعد flood season 1997 ختم ہونے کے بعد کام مذکور کے لیے ٹینڈر طلب کیے گئے جو مورخہ 20-10-97 کو موصول ہوئے۔ لیکن اس تاریخ کو موصول ہونے کی صورت میں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں ٹھیکے دار کام شروع کرنے سے قبل 60 دن گزر چکے ہوں تو اپنے دیے گئے ریٹ پر کام کرنے سے انکار ہی نہ کردیں۔ اس لیے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹینڈر کی تاریخ عارضی طور پر ایک ماہ کے لیے ملتوی کردی گئی۔ اسی دوران دریا کی بدلتی ہوئی صورت حال کے پیش نظر محکمانہ ماہرین کی کمیٹی سے رائے لینا ضروری سمجھا گیا۔ پراجیکٹ ہذا ماہرین کی کمیٹی کی میٹنگ 13-10-1997 کو زیر بحث لائی گئی جس پر سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کی model study کی جائے تاکہ تبدیل شدہ صورت میں spurs کی تعداد' ان کی جیومیٹری اور location کا درست تعین کیا جاسکے۔ اس model study پر کام شروع ہوچکا ہے۔ جب کہ ٹینڈر کی وصولی کی تاریخ بھی مقرر ہوگئی ہے۔ اور وہ تاریخ 30-11-1997 ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ اس پراجیکٹ پر عمل درآمد کے لیے زرکثیر درکار ہے' میں نے رقم بھی پڑھی ہے' اس لیے تمام فنڈز وفاقی حکومت نے مہیا کرنے ہیں۔ جہاں تک حکومت پنجاب کا تعلق ہے تمام formalities مکمل کر لی گئی ہیں وفاقی حکومت سے مطلوبہ فنڈز کی دستیابی پر کام شروع کر دیا جائے گا۔ جناب والا! اندریں حالات پیش نظر تحریک التوائے کار کی سر دست ضرورت نہیں' اس لیے میری فاضل دوست سے بڑی مودبانہ اپیل ہے کہ وہ ان حالات کے پیش نظر اس کو پریس نہ کریں۔

میاں عبدالستار: جناب والا! میں نے تھوڑی سی گزارش کرنی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ میں نے یہ تحریک پہلے جمع کروائی اور سوال بعد میں آیا۔ جتنی وضاحت سوال کے جواب میں ہوئی اس سے زیادہ وضاحت اب یہاں پر آگئی ہے۔ میں وزیر موصوف کا انتہائی مشکور ہوں۔ جناب والا! اس سلسلے میں صرف اتنی گزارش ہے کہ یہ فنڈز وفاقی حکومت سے آنے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ بات بتائی گئی انھوں نے وزیر اعظم صاحب سے بات کی۔ پھر یہ سارا process شروع ہوا۔ یہ انتہائی emergency work ہونا ہے۔ ہمارے پورے نہری سسٹم کو خطرہ ہے۔ ہر سال تقریباً تین ساڑھے تین سو ایکڑ

erosion ہو رہا ہے۔ ڈیڑھ فرلانگ کا فاصلہ بچا ہے۔ یہ ٹینڈر بھی ہو رہے ہیں اور model study بھی بہت ضروری تھی' مگر پیسہ نہیں آیا۔ اس سلسلے میں جو correspondence ہو رہی ہے وہ ایک ڈپٹی سیکرٹری کی سطح پر ہو رہی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ وزیر موصوف صرف اتنی سی یقین دہانی کرا دیں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب براہ راست اس کی خط و کتابت وزیر اعظم پاکستان سے' وفاقی حکومت سے کریں تاکہ اس کے فنڈز جلدی آجائیں۔ ایک ڈپٹی سیکرٹری خط لکھتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں۔ پھر اس کی سمری بنا کے وزیر اعلیٰ کی طرف سے کہ جی انھوں نے کہا ہے کہ اس کام کو شروع کردیں۔ پھر اوپر سے بھیج دیتے ہیں کہ پیسے نہیں ہیں۔ میری صرف یہ گزارش تھی۔

جناب سپیکر، جی وزیر آب پاشی۔

وزیر آب پاشی: جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کو اس بات کی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ یہ بات ڈپٹی سیکرٹری کی سطح پر نہیں ہوگی۔ میں خود بھی اس کے ساتھ concern ہوں۔ سیکرٹری آبپاشی اور میں' ہم دونوں یہ معاملہ وزیر اعلیٰ صاحب سے take up کرکے وفاقی حکومت کو پوری recommendations کے ساتھ follow up بھی کریں گے اور بھیجیں گے بھی۔

اس لیے میرے خیال میں ان کو اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور ہماری طرف سے اس میں کوئی کوتاہی نہیں ہوگی۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ پھر آپ واپس لیتے ہیں؟ پریس نہیں کرتے۔ یہ disposed of تصور ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 50 چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب! یہ move ہو چکی ہے اور آج کے لیے pending ہوئی تھی۔ شاید لا منسٹر صاحب نے اس کا جواب دینا تھا۔ یا کھوسہ صاحب نے جواب دینا تھا۔

وزیر مواصلات وتعمیرات (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب والا! اس تحریک التوائے کار میں معزز رکن اسمبلی نے جس مسئلے کی طرف اس ایوان کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ محکمہ تعمیرات اس سے بخوبی واقف ہے۔ جناب والا! یہ درست ہے کہ چوبرجی کوارٹرز کو بنے ہوئے 68 سال ہو چکے ہیں اور یہ کوارٹرز اپنی قابل استعمال زندگی گزار چکے ہیں اور ان کی حالت مخدوش ہے۔ جس کی بنا پر محکمہ تعمیرات نے اکثر کوارٹروں کی چھتیں تبدیل کرنے کی تجویز کی ہے۔

جناب سپیکر، نہیں' سردار صاحب! یہ وہ تحریک نہیں۔ یہ نمبر 50 ہے اور فیصل آباد سڑک کے بارے

میں ہے۔ یہ چوبرجی کوارٹرز کی نہیں ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات ، جناب والا! میں معافی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں، کوئی بات نہیں۔ اس کو اس کے اندر سے نکال ہی دیں۔ چوبرجی کوارٹرز والی۔

وزیر مواصلات وتعمیرات، سوری۔ میں معذرت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، یہ ہر جگہ سلہری صاحب نے پانچ چھ تحاریک کوارٹرز کے بارے میں چلائی ہوتی ہیں۔ کوئی تحریک التوائے کار، کوئی سوال وغیرہ وغیرہ۔ شاید وہ آپ کے پاس آ گئی۔

وزیر مواصلات وتعمیرات ، جی وہ بھی میرے پاس ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، اس اجلاس میں میری یہ واحد آئی ہے۔

جناب سپیکر، جی یہ سڑک کے بارے میں ہے۔

شیخوپورہ، فیصل آباد روڈ کی خستہ حالی

(۔۔۔۔بحث جاری)

وزیر مواصلات وتعمیرات ، اگست 1997ء کی شدید بارشوں کی وجہ سے مواصلات کے نظام کو پورے پنجاب میں انتہائی نقصان پہنچا ہے۔ شیخوپورہ فیصل آباد روڈ پر بھکی کے نزدیک سیم نالہ میں پانی زیادہ آنے کی وجہ سے تقریباً دو میل کی سڑک کم و بیش آٹھ روز تک زیر آب رہی جس کی وجہ سے ان جگہوں پر سے سڑک ٹوٹ پھوٹ گئی۔ بعد ازاں اس جگہ پر دلدل بن گئی۔ محکمہ شاہرات نے اپنے محدود وسائل سے اس جگہ پر روڑ، کیری اور ریت ڈال کر سڑک کو عارضی طور پر مرمت کر کے ٹریفک کے لیے قابل استعمال بنا دیا۔ تاہم اس جگہ کی خصوصی مرمت کے لیے فنڈز مہیا ہو گئے ہیں۔ سڑک کے اس حصے کی فوری مرمت کا کام شروع کر دیا جائے گا۔ مرمت کا کام مکمل ہونے پر ٹریفک معمول کے مطابق رواں دواں ہو جائے گی۔ جناب والا! اس سڑک پر قائم اڈوں پر زیادہ تر تجاوزات عارضی، از قسم کھوکھا جات، ٹال اور ریڑھیاں وغیرہ ہیں۔ جب اتھارٹی کو اطلاع دی جاتی ہے تو وہ ہٹا دیتے ہیں یا پھر وہ بھاگ جاتے ہیں۔ اور کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ پھر واپس آجاتے ہیں۔ اس کی مزید کوشش کی جائے گی کہ ان کو وہاں سے روکا جائے۔ پھر یہ ہے کہ وہاں پر ویگنیں اور بسیں بھی

بے ہنگم کھڑی کر دیتے ہیں۔ ان میں ابھی تک ٹریفک sense develop نہیں ہوئی۔ اس کی بھی کوشش کریں گے کہ ٹریفک پولیس کے ذریعے ان کو ذرا سمجھایا جائے۔ لہذا میں آپ کے ذریعے فاضل رکن سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اسے پریس نہ کریں۔

جناب سپیکر، گورایہ صاحب۔

جناب زاہد محمود گورایہ، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ فیصل آباد سے شیخوپورہ پوری روڈ پر محکمہ ہائی وے کے رولز کے مطابق کہیں بھی فرسٹ ایڈ سنٹر قائم نہیں کیا گیا۔ دوسری بات، محکمہ ہائی وے کے رولز کے مطابق ہر ہائی وے کے دونوں اطراف 120 فٹ کی جگہ چھوڑ کر تجاوزات کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً جس طرح آپ نے ابھی بتایا کہ دکانیں وغیرہ کھوکھا جات۔ اور ان کی بھی صریحاً violation کی جا رہی ہے۔ ساری روڈ کے دونوں اطراف اسی طرح ناجائز تجاوزات ہیں۔ پھر اس کے بعد نکاسی آب کا کوئی انتظام نہیں۔ بارشیں ہوتی ہیں تو دونوں اطراف سے پانی کی نکاسیٔ کا کوئی انتظام نہیں۔ اس کے علاوہ وزیر موصوف سے میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ 1994-95 میں صوبائی منصوبہ بندی و ترقیات کے محکمے نے 30 کروڑ روپے کی لاگت سے اس سڑک کو دونوں اطراف سے پانچ پانچ فٹ چوڑا کرنے کا اعلان کیا تھا جس کی ابھی تک کوئی implementation دیکھنے میں نہیں آئی۔ جناب والا! یہ انتہائی اہمیت کی سڑک ہے۔ کل بھی میرے معزز دوست کچھ ایم پی اے صاحبان آئے تو انھوں نے آتے ہی کہا کہ ہمارے سوالات pending ہو گئے۔ اس لیے کہ ہم فیصل آباد سے آ رہے تھے لیٹ ہوگئے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہاں پر دو دو تین تین فٹ گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔ پانی سڑک پر کھڑا ہے۔ لیکن محکمہ ہائی وے چشم پوشی سے کام لے رہا ہے۔ اس پر کوئی implementation نہیں ہو رہی۔ ہمیں آئے دن جو کہ اتنی VIP روڈ ہے جس سے بے شمار روٹس نکلتے ہیں۔ اس پر سے گزرنا پڑتا ہے دشواری کا مسئلہ ہے۔ وزیر موصوف سے میں پھر یہ گزارش کروں گا کہ محکمہ ہائی وے اپنے ہی بنائے ہوئے rules and regulations جو اس نے خود ہی formulate کیے ہیں۔ وہ ان کو کیوں obey نہیں کر رہا؟ ازراہ کرم اس کی تھوڑی سی وضاحت کر دی جائے۔

وزیر مواصلات وتعمیرات ، جناب والا! آپ کی وساطت سے میں فاضل رکن سے یہ عرض کروں گا کہ یہ کوئی وقفہ سوالات نہیں تھا کہ انھوں نے اپنی تحریک التوائے کار کے ساتھ ضمنی سوالات add

کر دیے ہیں۔ یہاں اس تحریک التوائے کار میں ڈسپنسریوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن اگر انھوں نے اس کا ذکر کر ہی دیا ہے تو میں اسے examine کراؤں گا۔ یہ سڑک فروری 1997ء کے بعد نہیں بنی کہ میں ان چیزوں کا جواب دوں۔ اگر یہ علیحدہ سوال کرنا چاہیں گے تو میں ان شاء اللہ تعالیٰ جواب حاصل کر کے یہاں پر جواب دوں گا۔ باقی انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہ وی آئی پی روڈ ہے۔ یہ وی آئی پی روڈ تو کہیں بھی نہیں ہے۔ پنجاب کی کوئی سڑک وی آئی پی روڈ نہیں اور پنجاب کی کوئی سڑک ایسی بھی نہیں جسے ہم وی آئی پی روڈ نہ کہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں یہ اہم سڑک ہے۔۔۔۔

جناب سپیکر، غالباً ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ اہم سڑک ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، 95-94ء میں جو غفلت برتی گئی اس کا میں جواب دہ نہیں ہوں، محکمہ اس کا جواب دہ ہے۔ اور اگر یہ کوئی خاص نشان دہی کریں گے تو میں اس کی انکوائری کرنے کے لیے تیار ہوں۔ باقی یہ رہا کہ محکمہ غفلت کر رہا ہے۔ اگر 10 مارچ 97ء کے بعد کی کوئی شکایت ہے تو میں آپ کی وساطت سے فاضل رکن کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ وہ مجھے لا کر دیں اور پھر دیکھیں کہ غفلت برتی جاتی ہے یا عمل ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، سردار صاحب! ویسے اس میں دیکھنے والی ایک جنرل بات ہے کہ بائی وے کی جتنی سڑکیں ہیں اور آپ نے جو بائی پاس بھی بنائے ہیں۔ وہاں اتنے تجاوزات ہو چکے ہیں کہ ان بائی پاسز کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ اور میرا خیال ہے اس میں آپ کے غور والی چیز یہ ہے کہ کوئی قانون سازی کر کے اس کے دونوں اطراف کے ایریا کو اور زیادہ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ نہیں تو آپ کی اہم سڑکوں سے بھی ٹریفک کا گزرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب سپیکر! آپ کا مشاہدہ بالکل بجا ہے۔ قانون سازی بھی ہم کر لیں گے، لیکن جو اراضی اس مقصد کے لیے خریدی جاتی ہے وہ بہت گراں اراضی ہوتی ہے۔ اور اللہ جانے ہمارے پاس اتنا پیسہ ہے یا نہیں کہ مزید رقبہ خریدا جائے۔

جناب سپیکر، گورایہ صاحب کا مقصد یہ تھا کہ جو پہلے ہی پروویژن موجود ہے اس پر سختی سے عمل درآمد کی ضرورت ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب والا! یہ گزشتہ دور میں رہا ہے کہ پی ڈی ایف کے لوگ اپنی حکومت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سڑک کے اوپر کھوکھے وغیرہ بنا دیتے تھے اور وزراء یا ایم پی ایز کے

ذریعے محکمے کو روکا جاتا تھا کہ ان لوگوں کو نہ ہٹایا جائے۔ ہم اس کی بھرپور کوشش کریں گے کہ جن تجاوزات سے ٹریفک کے چلنے میں رکاوٹ آتی ہے انھیں جلد سے جلد ہٹایا جائے۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ بس آپ کی بات ہو گئی ہے۔ تحاریک التوائے کار میں سوال جواب والا سلسلہ نہیں ہوتا۔

جناب زاہد محمود گورایہ، جناب! بات تو تحریک التوائے کار کے متعلق ہی ہو رہی ہے۔ وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ 95-1994ء میں تیس کروڑ روپے کی لاگت سے اس سڑک کو پانچ پانچ فٹ چوڑا کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ میں اس کا ذمہ دار نہیں، محکمہ ذمہ دار ہے۔ محکمے کا انچارج ہونے کی حیثیت سے تو میں ان سے ہی پوچھنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر، چلیں، کوئی بات نہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب سپیکر! اگر فاضل رکن توجہ سے سنتے۔ میں نے کہا کہ میں ذمہ دار نہیں ہوں یعنی میں اس وقت وزیر نہیں تھا۔ میں نے بڑی وضاحت سے کہا ہے کہ محکمہ ذمہ دار ہے۔ اس میں میں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ میں اس وقت وزیر ہوتا تو میں کہتا کہ میں ذمہ دار ہوں۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب سپیکر!---

جناب سپیکر، صدیق سالار صاحب! میں نے ابھی آپ کو بولنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ نہیں نہیں، آپ ذرا تشریف رکھیں۔ افضل خان صاحب۔

جناب محمد افضل خان، شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! یہ شاید بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔ کیونکہ پنجاب کی جتنی سڑکیں ہیں جب ان کی پرائیویٹائزیشن کے لیے feasibility بنی تھی-----

جناب سپیکر، تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب یہ آپ کی بات پوائنٹ آف آرڈر پر ہو رہی ہے۔

جناب محمد افضل خان: تو فیصل آباد لاہور روڈ کو سب سے زیادہ feasible road declare کیا گیا تھا اور آج یہ حالات ہیں کہ ہمیں فاروق آباد کے ذریعے پانچ گھنٹے میں لاہور پہنچنا پڑتا ہے۔ میں توقع رکھتا تھا کہ جناب وزیر بتائیں گے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے فیصل آباد کے دورے پر نئی سڑک کا

اعلان کیا تھا۔ تو یہ اس بارے میں ایوان کو کچھ انفارم کر دیں۔

جناب سپیکر، خان صاحب فیصل آباد کی سڑک کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ چیف منسٹر صاحب نے اعلان بھی کیا تھا کہ اس کی جلد تعمیر شروع ہو گی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب والا! وہ منصوبہ لاکھوں یا کروڑوں کا نہیں بلکہ وہ billions کا منصوبہ ہے۔

جناب سپیکر، وزیراعظم صاحب نے بھی اعلان کیا تھا کہ جس طرح موٹر وے بنا ہے اسی طرح اس کو بھی بنایا جائے گا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات ، جناب سپیکر! اس کے فنڈز کو مہیا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے بھی دل چسپی پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے لیکن تاحال کوئی ایسا response نہیں ملا۔ یہ اتنا بڑا منصوبہ ہے کہ غالباً ہمارے ملکی ٹھیکے دار اس میں دل چسپی نہیں رکھتے۔

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! ہمارے ہاں فیصل آباد میں یہ تاثر بڑا عام ہے کہ چونکہ ہم جی ٹی روڈ سے ہٹے ہوئے ہیں اس لیے ہمارا کسی کو کوئی خیال نہیں۔

جناب سپیکر، نہیں، ابھی جی ٹی روڈ بھی مکمل نہیں ہوئی۔ رانا صاحب! ایک سیکنڈ بیٹھیے ذرا، جی۔

سید ذیشان الٰہی شاہ، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وزیر صاحب نے کہا ہے کہ میں ان دو ماہ کے دوران وہاں جو زیادتی ہوئی ہے اس کے بارے میں بتاؤں۔ کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ ان دو ماہ کے دوران سڑک ٹوٹنے کی وجہ سے -----

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ مجھ سے مخاطب نہ ہوں۔ اب تک انھیں سیکھ جانا چاہیے تھا کہ یہ صرف آپ سے مخاطب ہو سکتے ہیں، مجھ سے مخاطب نہیں ہو سکتے۔

سید ذیشان الٰہی شاہ، جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے یہ بتا سکتے ہیں کہ یہاں کتنی گاڑیاں لوٹی گئی ہیں اور کتنی ڈکیتیاں ہوئی ہیں؟ اس کے کوائف میرے پاس موجود ہیں۔ اس سڑک کو مرمت نہیں کیا گیا۔ وہ کون لوگ ہیں جو ہماری حکومت کو بدنام کر رہے ہیں۔ دو ماہ سے راستہ خراب ہے اور وہاں ڈکیتیاں ہو رہی ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ایک بار پھر عرض کروں گا کہ یہ وقفۂ سوالات نہیں ہے کہ یہاں ضمنی سوال پوچھے جا رہے ہیں اور ڈکیتیوں کا تعلق محکمہ ہائی وے سے نہیں ہے۔ وہ محکمہ ہوم سے پوچھیں اس کا جواب ان کو مل جائے گا اور پھر اصل بات یہ ہے کہ یہ وقفۂ سوالات نہیں ہے۔ یہ تحریک التوا پر ضمنی سوال پوچھے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر، جی ہاں' یہ بنتا نہیں ہے۔ رانا ثناء اللہ صاحب! آپ تو سمجھتے ہیں کہ.....

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! میں نکتۂ وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں اور میں آپ سے یہ وضاحت چاہوں گا کہ تھوڑی دیر پہلے ایک معزز رکن نے ایک پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنی چاہی تھی تو آپ نے کہا تھا کہ آپ رول 209 دیکھ لیں اور بتائیں کہ آپ نے یہ پوائنٹ آف آرڈر کس حوالے سے اٹھایا ہے۔ اب افضل خان صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا۔ آپ نے اسے valid قرار دیا اور کھوسہ صاحب نے اس کا جواب بھی دیا۔

جناب سپیکر، میں نے valid قرار نہیں دیا۔

رانا ثناء اللہ خان، آپ نے اسے سنا اور اس کے بعد آپ نے کھوسہ صاحب سے کہا کہ آپ جواب دیں۔

جناب سپیکر، کھوسہ صاحب نے اس کا جواب بھی خود دے دیا۔ میں نے اسے کوئی valid نہیں قرار دیا۔ میں نے تو اسی وقت اعلان کیا ہے کہ تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہو رہا ہے اور .....

رانا ثناء اللہ خان، اور آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

جناب سپیکر، نہیں' اس کے بعد پوائنٹ آف آرڈر پہ بات ہوسکتی ہے۔ آپ ذرا 209 پڑھیں ناں' کہ جو کارروائی چل رہی تھی' وہ ختم ہوئی' اس کے بعد میں نے اعلان کیا۔ پھر افضل خان صاحب بولے تو انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہی۔

رانا ثناء اللہ خان، انھوں نے پوائنٹ آف آرڈر پہ سڑک کا مسئلہ اٹھایا اور آپ کی خاموشی رضا مندی ہی سمجھی جائے گی۔ تو یہ کس رول کے تحت تھی؟ میں آپ سے یہ وضاحت چاہوں گا۔ وہ بات 209 میں تو نہیں آتی۔

جناب سپیکر، جب اسمبلی کی ایک کارروائی چل رہی ہو۔ دوسری کارروائی شروع ہونے والی ہو تو اس

میں وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات تو کر سکتے ہیں ناں۔

رانا ثناء اللہ خان، نہیں' پوائنٹ آف آرڈر پہ وہ سڑک کے متعلق بات کر سکتے تھے؟

جناب سپیکر، سڑک کے بارے میں تو میں نے ابھی انھیں اجازت ہی نہیں دی تو سردار صاحب نے بولنا شروع کر دیا اور وہ بیٹھ گئے۔

رانا ثناء اللہ خان، لیکن آپ کی اجازت کے بغیر پوائنٹ آف آرڈر raise بھی ہوگیا اور جواب بھی ہوگیا۔

جناب سپیکر، کئی دفعہ اس طرح کارروائی خود ہی شروع ہو جاتی ہے جو کہ نہیں ہونی چاہیے۔ رانا ثناء اللہ صاحب کی بات ٹھیک ہے۔

وزیر قانون، جناب! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔ جناب! جب ایک کارروائی ختم ہوئی ہے اور دوسری کارروائی شروع ہونے سے پہلے' پہلی کارروائی پہ پوائنٹ آف آرڈر آسکتا ہے اور جناب نے اسی پہ اجازت دی ہے۔

جناب سپیکر، رانا صاحب کو 209 پہ میں نے وہی بتایا ہے۔

جناب محمد افضل خان، جناب! رانا صاحب ویسے بھی براستہ جڑانوالہ آجاتے ہیں۔

وزیر قانون، 209 کی کلاز 2 کے نیچے،

> Provided that the Speaker may permit a Member to raise a point of order during the interval between the termination of one item of business and the commencement of another, if it relates to maintenance of order in, or arrangement of business before the Assembly.

جناب سپیکر، جی ہاں' اسی لیے میں نے کہا تھا کہ ایک بزنس ختم ہوا تو دوسرے پہ کارروائی شروع ہونے سے پہلے پہلے کارروائی پہ پوائنٹ آف آرڈر آسکتا ہے۔ بہرحال' رانا صاحب! آپ اس بات کو چھوڑیں۔ اب کارروائی آگے کی طرف بڑھاتے ہیں۔ آج پاپولیشن پلاننگ پر بحث ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

مفاد عامہ سے متعلق موضوع پر عام بحث کے طریق کار میں تبدیلی

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی منیس صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! جس طرح آپ نے فرمایا ہے کہ آج کا دن پاپولیشن پلاننگ پر بحث کے لیے مختص ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہوں گا کہ پچھلے روز میں نے صوبائی محکمہ سے رابطہ قائم کیا۔ جو صوبائی سیکرٹری کے لیول سے کم نہ تھے۔ میں نے ان سے استدعا کی کہ آپ اس محکمے کی پالیسی بھجوائیں تاکہ ہم اس پہ بحث کر سکیں۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ صوبائی subject نہیں۔ اور انھوں نے کہا کہ اس کی کوئی پالیسی نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ ایک federal subject ہے۔ صوبائی حکومت کا کام صرف اس پر عمل در آمد کرانا ہے اور یہ صرف عمل در آمد کروانے والی ایجنسی ہے۔ انھوں نے مزید یہ کہا کہ یہاں سوائے سیکرٹری پاپولیشن کے باقی جتنا عملہ ہے۔ وہ تمام مرکزی حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ مرکزی حکومت نے ایک پانچ سالہ منصوبہ بنا کر بھیجا ہوا ہے۔ جس پر انھوں نے عمل در آمد کرنا ہے۔میں نے ان سے گزارش کی کہ آپ وہی پانچ سالہ منصوبہ بھجوا دیں۔ تاکہ ہم اس کو دیکھ کر اس پر بات کر سکیں۔ تو انھوں نے کہا کہ وہ بھجوا دیں گے۔ لیکن مجھے یہ بتاتے ہوئے بڑا افسوس ہے کہ وہ پانچ سالہ منصوبہ بھی نہیں بھیجا گیا۔

جناب سپیکر! روایات کے مطابق جو بحث ہوتی ہے' اس میں قائد حزب اختلاف کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔ جناب سپیکر! جب اس محکمے کی پالیسی نہیں ہے اور ایک پانچ سالہ منصوبہ تھا' جس کا میں نے کہا کہ بھجوا دیا جائے۔ اس کو دیکھ کر ہم اس پر بحث کریں گے' تو وہ بھی نہیں بھیجا گیا۔ جناب سپیکر! پانچ سالہ منصوبہ کوئی خفیہ document نہیں تھا۔ یہ ایک public document تھا' جو کہ فراہم نہیں کیا گیا۔دوسرا اپوزیشن کو یہ تاثر دینا ہے کہ وہ کسی اور ملک سے یا ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو یہ document فراہم نہیں کیے جائیں گے۔ یہ مناسب نہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ جب محکمہ کہہ رہا ہے کہ اس کی پالیسی نہیں ہے اور انھوں نے متعلقہ document فراہم بھی نہیں کیے تو میں احتجاجاً آج اس پر بات نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر، ابھی قائد حزب اختلاف نے یہ بات کی ہے کہ انھوں نے محکمہ سے کچھ معلومات

حاصل کرنے کی کوشش کی اور انھیں فراہم نہیں کی گئیں۔ لاءمنسٹر صاحب یہاں موجود ہیں اور متعلقہ منسٹر بھی یہاں پر موجود ہیں۔ میری ان سے گزارش ہوگی کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ قائد حزب اختلاف نے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی اور انھیں اس طرح کا جواب ملا۔ لاءمنسٹر صاحب! آپ اس سلسلے میں کیا فرماتے ہیں؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! آپ کی observation بجا ہے۔ اگر قائد حزب اختلاف نے متعلقہ سیکرٹری صاحب سے کوئی انفرمیشن مانگی ہے تو ان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان کو انفرمیشن فراہم کریں۔ اگر اس سلسلے میں کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو متعلقہ منسٹر بھی یہاں موجود ہیں۔اس سلسلے میں باقاعدہ کارروائی کی جائے گی۔جناب سپیکر! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ عام بحث اس لیے نہیں ہوسکتی کہ یہ proper محکمہ نہیں۔ انھوں نے خود فرمایا ہے کہ اس کے سیکرٹری جب یہاں موجود ہیں تو یہ محکمہ ہے۔ منسٹر صاحب یہاں پر موجود ہیں۔ اس محکمے کے ہر ضلع میں دفاتر موجود ہیں۔ یہ صوبائی محکمہ ہے۔ لیکن انھوں نے پھر اسی رول کے حوالے سے کہا۔ چونکہ قائد حزب اختلاف نے بحث کا آغاز کرنا ہوتا ہے۔ میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا تھا کہ رولز میں ترمیم ہوئی ہے اور اب بحث کا آغاز متعلقہ منسٹر نے کرنا ہے۔ انھوں نے اپنی پالیسی بیان کرنی ہے۔ محکمے کی کارکردگی بتانی ہے اور اس پر وہ اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیں تو انھیں اس کی پوری اجازت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ کہنا کہ وہ اس میں حصہ نہیں لیں گے۔ ٹھیک نہیں۔ ہمارے متعلقہ منسٹر بات کریں گے۔ ان کی بات کا وہ جواب دیں اور اپنی observations دیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ اس میں منیس صاحب! پہلے طریقہ کار یہی ہوا کرتا تھا کہ جس موضوع پر بحث ہونی ہوتی تھی۔ اس کی ابتدا قائد حزب اختلاف کیا کرتے تھے۔یہ ہوتا رہا ہے اور آپ بھی دیکھتے رہے ہیں۔ لیکن اب جو رولز میں ترامیم ہوئی ہیں' اس کا طریقہ کار اب تبدیل ہوا ہے۔ جس طرح لاءمنسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ پالیسی سٹیٹمنٹ متعلقہ منسٹر دیں گے۔ اسی لیے اس ابہام کو دور کرنے کے لیے یہ ترامیم ہوئی ہیں کہ جس پالیسی پر بحث ہونی ہے وہ ممبران کو پہلے پتا ہونا چاہیے۔ اس لیے وہ پہلے پالیسی سٹیٹمنٹ دیں گے۔ اس کے بعد پھر پہلی تقریر قائد حزب اختلاف کی ہوگی۔ اس کے بعد تمام ممبران اس میں حصہ لیں گے۔ اس کے بعد پھر جو آپ کی تجاویز اور آپ

کے سوالات یا جو چیزیں آپ کے ذہن میں آئیں گی۔ وہ اپنی wind up speech میں ان نکات کو سامنے رکھ کر اس کی improvement اور اصلاح کریں گےاور ان تمام باتوں کا جواب بھی دیں گے۔ تو جہاں تک آپ کی یہ بات ہے کہ جو متعلقہ محکمے کے سیکرٹری ہیں۔ ان لوگوں نے تعاون نہیں کیا۔ اس کا یقین لاءمنسٹر صاحب نے ابھی on the floor of the House دلایا ہے۔ انھیں بھی اس بات کا احساس ہے کہ یہ بات نہیں ہونی چاہیے تھی کہ قائد حزب اختلاف کا احترام نہ کیا جائے۔ تو میرا خیال ہے کہ اب آپ کو واک آؤٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی یہ بات نہیں کی کہ میں واک آؤٹ کروں گا۔ میں نے تو اپنا احتجاج رجسٹر کرایا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا احتجاج بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ جب ایک صوبائی سیکرٹری کہہ رہا ہے کہ اس محکمے کی کوئی پالیسی نہیں۔ میں آپ کی وساطت سے لاءمنسٹر سے یہ عرض کرنا چاہوں گا۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ صوبائی محکمہ نہیں۔ میں اس صوبائی سیکرٹری کی بات کر رہا ہوں کہ یہ صوبائی محکمہ کے purview میں نہیں۔ It is just an implementing agency. اور اس کی کوئی پالیسی نہیں۔ جب انھوں نے یہ کہا کہ اس کا ایک پانچ سالہ منصوبہ ہے جس پر ہم نے عمل در آمد کرنا ہے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ پانچ سالہ منصوبہ ہمیں بھجوا دیں۔

جناب سپیکر! جتنے دن ہو گئے ہیں اور جتنی کارروائی اس اجلاس میں ہو رہی ہے۔ آپ اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم بطور اپوزیشن چاہے عددی تعداد میں کم ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہم اس میں مکمل حصہ لیں تو جب تک ہمیں یہ relevant پانچ سالہ منصوبہ فراہم نہیں کیا جاتا تو آپ اس سے کیا اخذ کر سکتے ہیں کہ ہم کیا چیز یہاں discuss کریں۔ اگر ہمیں ایک چیز فراہم ہی نہیں کی جاتی تو ہم نے اس پر کیا بحث کرنی ہے؟ تو میں نے یہ عرض کیا ہے کہ میں احتجاجاً اس پر بات نہیں کروں گا' کیونکہ ان کے پاس کوئی چیز نہیں جو یہ ہمیں فراہم کر سکیں۔

جناب سپیکر، منسٹر صاحب کی جو پالیسی سٹیٹمنٹ آ رہی ہے' آپ سن لیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کے تمام سوالات کا جواب ان کی سٹیٹمنٹ میں آپ کو مل جائے۔ آپ کی جو دوسری بات ہے' وہ لاء منسٹر صاحب نے نوٹ کر لی ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں ان کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ اگر ان کو انفرمیشن نہیں

دی گئی تو میں تھوڑا سا عرض کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ یہ ایجنڈا بہت پہلے سے circulate ہوا ہوا ہے۔ اگر وہ مجھے حکم دیتے تو میں خود انھیں یہ فراہم کروا دیتا۔ لیکن ہمارا آپس میں بھی رابطہ نہیں ہو سکا۔ جہاں تک ان کا یہ فرمانا کہ اس محکمے کی کوئی پالیسی نہیں۔ جناب سپیکر! یہاں discussion میں باقاعدہ دیا ہوا ہے کہ any policy or situation دونوں میں سے جو بات بھی ہو، منسٹر صاحب پیش کریں گے، بحث ہو گی۔ اس میں جو ان کے اپنے خیالات ہیں وہ اظہار کریں گے۔

پاپولیشن پلاننگ پر بحث

جناب سپیکر، جی ٹھیک ہے۔ متعلقہ منسٹر صاحب! اب آپ بحث کے لیے تحریک پیش کریں۔

وزیر بہبود آبادی (میاں معراج الدین)، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ پاپولیشن پلاننگ پر بحث کی جائے۔

جناب سپیکر، تو وزیر صاحب نے پاپولیشن پلاننگ پر بحث کرنے کے لیے تحریک پیش کی ہے۔ سب سے پہلے پھر آپ ہی اس کا آغاز کریں گے۔ وزیر صاحب! میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ آغاز کیجیے اور تمام ممبران سے میری یہ گزارش ہو گی کہ جو بھی آج کی اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام مجھے بھجوا دیں۔ ابھی میرے پاس صرف افضل خان صاحب کا نام آیا ہے۔ تو دوسرے ممبران بھی جو اس پر بات کرنا چاہیں وہ اپنے نام مجھے بھجوا دیں۔ جی، منسٹر صاحب! آپ شروع کیجیے۔

وزیر بہبود آبادی (میاں معراج الدین)، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! پیشتر اس کے کہ میں محکمے کے متعلق کچھ عرض کروں میں اپنے بھائی سعید احمد خان منیس صاحب کا احترام کرتا ہوں اور میری ان کی اکثر ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے۔ ٹیلی فون پر بھی اگر کبھی انھوں نے مجھے کوئی بات کہی ہے تو میرا خیال ہے کہ میں نے ان کی بات کو ہمیشہ آگے بڑھایا ہے اور آج تک کبھی ان کو مایوس نہیں ہونے دیا۔ میری یہی کوشش رہتی ہے کہ میں بحیثیت ایک کارکن کے کسی کو مایوس نہ کروں اور اگر کوئی کام نہ بھی ہو تو اس کو کوئی مثبت جواب دے سکوں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ خان صاحب مجھے فرما دیتے یا لاء منسٹر صاحب کو کہتے، کیونکہ ہم روز ہی یہاں ملتے رہتے ہیں۔ ان کو جو انفرمیشن چاہیے تھی یقیناً ہم ان کو مہیا کر دیتے۔

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ پاپولیشن کے ڈیپارٹمنٹ کی سب سے پہلے بنیاد ایک فوجی حکمران فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے 1961ء میں رکھی۔ لیکن اس کے بعد اس محکمے کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی گئی اور یہ معاملہ جوں کا توں رہا۔ اس کے بعد 1991ء میں جب قائدِ محترم میاں نواز شریف صاحب نے بطور وزیر اعظم اس ملک کی باگ ڈور سنبھالی تو اس وقت 1991ء میں ایک سیمینار کے طور پر اس محکمے میں پھر نئے سرے سے جان ڈالی۔ انھوں نے 11 ۔ جولائی 1991ء میں اسلام آباد میں اس کا افتتاح کیا اور اس میں خود میاں نواز شریف صاحب نے خطاب کیا۔ اس دور میں رانا نذیر احمد وفاقی وزیر اور محترمہ سیدہ عابدہ حسین صاحبہ جو اس وقت کوآرڈینیٹر تھیں ان دونوں نے اس محکمے میں بڑی دل لگی سے کام کیا۔ لیکن حکومت کے جانے کے بعد یہ معاملہ پھر پہلی دفعہ 16۔ مارچ 1996ء میں جب کہ ہم اپوزیشن میں تھے اس ہاؤس میں بحث کے لیے رکھا گیا۔ اس میں جو حسابات ہوئے وہ میں ابھی عرض کرتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پھر آپ کی حکومت 1997ء میں آئی اور قائدِ محترم نے جولائی 1997ء میں پھر اس محکمے کی کنونشن کی۔ اب اس محکمے کی جو وفاقی وزیر سیدہ عابدہ حسین صاحبہ ہیں ان کی اور وزیر اعظم صاحب کی صدارت میں اسلام آباد میں کنونشن ہوئی۔ پھر انھوں نے اس محکمے کی کارکردگی کے لیے کوشش کی۔ آج جو پروگرام میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں یہ آپ ہی کی حکومت کا کارنامہ ہے' کیونکہ جب بھی پاکستان مسلم لیگ کی حکومت آئی ہے اس نے پاکستان کی بقاء اور اچھائی کے لیے ہر وہ کام کیا ہے جس سے پاکستان کی بہتری ہو۔

اب اس محکمے کی کارکردگی کا میں تھوڑا سا عکس پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان کی آبادی کے اعداد و شمار کا میں تھوڑا سا حصہ پیش کروں کہ پاکستان میں اس وقت 2.7 فی صد سالانہ آبادی ہے۔ بنگلہ دیش میں 1.8 ہے۔ انڈیا میں 1.9 ہے۔ چین میں 1.1 ہے۔

جناب سپیکر! ہمیں یہ علم ہے کہ دنیا میں بہت سے ممالک ایسے ہیں کہ جن کی آبادی بہت زیادہ ہے اور ان کی بھی آبادی اسی طرح بڑھتی ہے۔ ان کی آبادی ہم سے کئی گنا زیادہ ہے۔ امریکہ' برازیل' انڈونیشیا اور روس کی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ یہ وہ ممالک ہیں جو آبادی کے لحاظ سے بہت بڑے ملک ہیں۔ مگر ان کی آبادی میں اضافے کی شرح کم ہے۔ ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں آبادی میں مزید اضافے کی شرح کم ہو سکے۔ اسی لحاظ سے کہ یہاں جو آبادی کا تناسب ہے وہ اس طریقے سے بڑھ رہا ہے کہ پاکستان میں جو آبادی کی شرح بڑھ رہی ہے وہ ہر 25 سال کے بعد دگنی ہو جاتی ہے۔ جب کہ بنگلہ دیش میں 39 سال کے بعد دگنی ہوتی ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں 231

برس کے بعد یہ ڈبل ہوتی ہے۔ پاکستان کی شرح پیدائش 36 فی ہزار سالانہ ہے اور شرح اموات 9 فی ہزار سالانہ ہے۔ اس طرح آبادی میں ہر سال 37 لاکھ نفوس کا اضافہ ہوتا ہے جو کہ لبنان کی کل آبادی کے برابر ہے۔ ہمارے ہاں تعلیم کا فقدان ہے اور تعلیم کی طرف پہلے بھی توجہ نہیں دی گئی اور اِن شاء اللہ اب موجودہ حکومت نے اپنے منشور میں بھی تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ دی ہے۔ اس لیے آبادی میں تعلیم زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے 50 فی صد وہ بچے ہیں جو 18 برس سے کم ہیں اور ان پڑھ بھی ہیں۔ جس کے حوالے سے لیبر کے مسائل بھی درپیش ہیں جو کہ چائلڈ لیبر کے مسائل کہلاتے ہیں۔ بچے کی پیدائش کے حوالے سے پاکستان دنیا میں تیسرے نمبر پر ہے۔ یہاں میں یہ بھی ذکر کروں کہ جو دیہاتی علاقے ہیں' دیہاتی علاقوں میں پہلے آج تک قطعاً نہ کوئی سنٹر بنایا گیا تھا' نہ کوئی سنٹر تھا' نہ دیہاتوں کی طرف خیال کیا گیا۔ میں خود ایک پس ماندہ علاقے سے تعلق رکھتا ہوں اور دیہاتی آدمی ہوں۔ مجھے یہ بھی اچھی طرح علم ہے کہ گو گجرات شہر کے آپ ہیں لیکن آپ کے ساتھ بہت سے دیہات وابستہ ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ دیہات میں جو زمیندار' مزارع لوگ ہوتے ہیں' جو ہماری خاتون بیٹیاں اور بہنیں ہوتی ہیں وہ زیادہ خود کام کرتی ہیں۔ دیہاتی کم کام کرتے ہیں۔ لیکن ان کو سوائے بچے پیدا کرنے کے اور کوئی کام نہیں ہوتا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر پر اعظم چیمہ صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! فاضل منسٹر جو قابلِ احترام بھی ہیں اور بزرگ بھی ہیں۔ یہ بات جو انھوں نے کی ہے کہ دیہاتی لوگ زیادہ محنت نہیں کرتے اور ان کے بچے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ تو میں شہر اور دیہات کے میں تقابل میں نہیں جاتا کہ کوئی ایسا مسئلہ پیدا کیا جائے کہ وہاں کئی جگہوں پر تو ماشاء اللہ بچوں کی فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں۔ یہ مسئلہ میں الجھانا نہیں چاہتا لیکن ذرا درستی فرما لیں کہ اللہ کے فضل سے کسی جگہ بھی کوئی کمی نہیں۔ دیہاتی لوگ تو پھر بھی کھانے اور اپنی فکر میں ہر روز رہتے ہیں اور باقی جن لوگوں کو آسودگی ہے وہ اس معاملے میں لگے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر، میری معزز ممبران سے گزارش ہے کہ جنھوں نے تقریر کرنی ہے وہ مجھے چٹ بھجوا دیں اس پر بات کر لیں۔ جی میاں صاحب۔

وزیر بہبود آبادی، جناب سپیکر! یہ عرض کرنے کا میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دیہات میں زیادہ

بچے پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے پہلے عرض کیا کہ وہاں تعلیم کا فقدان ہے ۔ جناب سپیکر! بہبود آبادی کے جو شعبہ جات ہیں ان میں سے نمبر ایک انتظامی شعبہ ہے۔ اس کا تعلق عملے کی بھرتی، ٹرانسفر، ترقی اور دیگر انتظامی امور سے ہے۔ دوسرے نمبر پر پلاننگ کا شعبہ ہے۔اس کا تعلق پانچ سالہ منصوبہ جات کی تیاری اور نظر ثانی سے ہے۔ تیسرا شعبہ Monitoring کا ہے اور اس شعبے کی ذمہ داری فیلڈ سٹاف کی حاضری ہے۔ ادویات اور سہولیات کی فلاحی مراکز میں موجودگی اور ریکارڈ کی جانچ پڑتال وغیرہ سے ہے۔ ماہانہ کارکردگی کی رپورٹیں تیار کرنا بھی اسی شعبے کی ذمہ داری ہے۔ چوتھا شعبہ مراکز تولید صحت، آر ایچ ایس، صوبے میں مراکز تولید صحت، موبائل سروس کے یونٹ شامل ہیں۔

(اس مرحلے پر چودھری محمد اعظم چیمہ کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

اس میں جناب والا! یہ ہے کہ یہ جو زچہ بچہ ہم نے سنٹر بنائے ہیں ان کی دیکھ بھال کے لیے موبائل سکارڈ بھی بنائے ہیں اور موبائل سکارڈ کے ساتھ جو باقی مراکز ہیں ان کی بھی دیکھ بھال اچھی طرح سے ہو سکتی ہے۔

سردار رفیق حیدر لغاری ، جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ اس وقت کورم پورا نہیں اور کورم کے بغیر اس بحث میں حصہ لینا کیسے ممکن ہو گا؟

جناب چیئرمین، لغاری صاحب! آپ کا پوائنٹ valid ہو سکتا ہے، مگر آج کی بحث بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

سردار رفیق حیدر لغاری، دوسرے جناب والا! عرض یہ ہے کہ آج کی بحث بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے اور ملک میں سب سے زیادہ اس کو اہمیت دینی چاہیے، کیونکہ جتنا اس وقت اس ملک میں economical crisis آ رہا ہے وہ اسی آبادی کی وجہ سے ہی آ رہا ہے اور اس وقت ہم ان ممالک میں سے ہیں جہاں شرح آبادی بہت زیادہ ہے۔

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین! آپ سے گزارش ہے کہ فاضل ممبر اب کس سلسلے میں تقریر کر رہے ہیں؟انھوں نے تو کورم کی نشان دہی کر دی ہوئی ہے اور اس وقت ہاؤس in session نہیں۔

سردار رفیق حیدر لغاری، جناب والا! میں وزیر موصوف کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ جناب چیئرمین نے میری طرف متوجہ ہو کر بات کی تھی اور میں ان کی اس بات کا جواب دے رہا ہوں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! اس وقت ہاؤس in session نہیں۔

جناب چیئرمین، آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ گنتی کی جائے۔۔۔۔ گنتی کی گئی۔۔۔۔ کورم پورا ہے' کارروائی شروع کی جائے۔ آنریبل منسٹر فار پاپولیشن۔

وزیر بہبود آبادی، جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اب ہم نے جو نئے اقدام شروع کیے ہیں اس میں رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹشنرز کو شامل کیا ہے۔ حکما اور ہومیوپیتھک پراجیکٹ بھی شامل کیے ہیں۔ جناب والا! چونکہ پہلے یہ پریکٹس رہی ہے کہ جہاں کہیں ہماری پاپولیشن کے سنٹر ہوتے تھے وہاں کوئی کام ہوتا تھا یا نہیں ہوتا تھا لیکن اب محکمے کو فعال بنانے کے لیے ہم نے جو کام شروع کیا ہے اس کی پہلے میں تعداد بتا دوں پھر میں اس بارے میں عرض کرتا ہوں اس کو فعال بنانے کے لیے اس وقت ہمارے پاس جو زچہ بچہ سنٹر اے ہیں وہ551 ہیں' تولید مراکز بھی 77 ہیں' جو موبائل سروس یونٹس ہیں وہ 70 کے قریب ہیں اور جو شعبہ کلینکل سروس ہے اس شعبے میں فلاحی مراکز سات سو نوے ہیں' دیہی خاتون کارکنان 4864 ہیں اور جو دائیاں ہیں وہ 2660 ہیں۔

وزیر صحت، دائیاں کون ہیں؟

وزیر بہبود آبادی، جڑیاں تہاڈے بچے پیدا کردیاں نیں۔

تو جناب والا! چھٹا جو شعبہ ہے وہ Communication and Training ہے۔ اس شعبے کی جو ذمہ داری ہے وہ پروگرام بنانا' publicity ' نشر و اشاعت کے علاوہ سٹاف ٹریننگ بھی اس کے ذمے ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو موبائل سنٹر بنائے ہیں ۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ سنٹر میں کوئی کام کرتا تھا یا نہیں کرتا تھا۔ موبائل کے لیے اور کنٹریکٹ پر ہم نے ان کو اس لیے رکھا ہے کہ ان کے ذمے یہ بات ہوگی کہ وہ جو کام کریں گے اس کی رپورٹ آئے گی اور جو پرائیویٹ کلینکل یا پرائیویٹ ڈاکٹر یا ہومیوپیتھک ڈاکٹر یا حکما کو شامل کیا گیا ہے اس بارے میں عرض یہ ہے کہ پہلے یہ ہوتا تھا کہ وہ محکمے سے آ کر وہ پیکٹ کے طور پر لے جاتے تھے لیکن وہ پیکٹ گھر میں رکھ لیتے تھے یا پھر کوئی کام آتا تھا یا نہیں آتا تھا۔ لیکن اس کے لیے یہ کیا گیا ہے کہ وہ فی کس کے لیے ان کو ساڑھے تین سو روپے فیس دی جاتی ہے تا کہ۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین، فاضل مقرر کئی دفعہ یہ point out کر رہے ہیں۔ بعض اوقات ہم سکول میں پڑھتے تھے تو ہمیں ڈبیٹ یاد ہوتی تھی۔ اگر کوئی ہاتھ لگا دیتا تھا تو وہ بھول جاتی تھی۔ اگر آپ نے اس دفعہ کوئی ایسی حرکت کی تو میں آپ کو باہر نکالنے پر مجبور ہو جاؤں گا ۔ وزیر صحت صاحب خاص طور پر

نوٹ فرمالیں۔

وزیر بہبود آبادی :جناب والا ! خاکوانی صاحب چونکہ ہیلتھ منسٹر ہیں۔ پیکٹ تقسیم کرنے کا کام ان کے ذمے لگایا ہے ۔

وزیر صحت: جناب والا! مجھے آج تک کوئی پیکٹ نہیں دیا گیا۔

وزیر بہبود آبادی ، ابھی دیئے ہیں۔ جناب والا! میں بڑے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ اگر خاکوانی صاحب پتا کریں تو ان کو اپنے محکمے کی کارکردگی کا پتا چلے گا کہ وہ کس طریقے سے ہمارے ساتھ تعاون کر رہا ہے۔ اور موجودہ حکومت اس طریقے سے کوشش کر رہی ہے کہ ہسپتالوں میں ' پرائیویٹ کلینکس اور ڈسپنسریوں اور ہومیوپیتھک کلینکس پر پیکٹ اس لیے دیے جاتے ہیں کہ وہ گاؤں میں جا کر دیں۔ یا اگر ان کے پاس کوئی آئے گا تو وہ جو علاج کرے گا اس کو فی کس کے حساب سے یا فی عورت کے حساب سے زاید فیس بھی دی جائے گی۔ جو پیکٹ ہم بناتے ہیں اس میں یہ ادویات ڈالتے ہیں۔ کنڈوم' اوورپلز' کاپرٹی' انجکشن' زنانہ و مردانہ آپریشن' نار پلانٹ۔ یہ جو پہلی دو ادویات ہیں ان کی قیمت برائے نام ہے اور باقی کا علاج مفت ہے ۔ اس کے لیے جناب چیئرمین! (مداخلت) یہ ڈسٹرب کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کام میں ایجوکیشن منسٹر کو بھی شامل کیا جائے۔

وزیر بہبود آبادی ، جناب چیئرمین! میں یہ بات کہہ رہا تھا کہ جو بجٹ اس کے لیے رکھا گیا ہے اس کے اخراجات یوں ہیں۔ پاکستان میں مختلف پانچ سالہ منصوبہ جات کے مطابق مختص رقوم اور اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	مختص شدہ رقم	اخراجات
پانچواں پانچ سالہ منصوبہ	82,3900000	61,71,00000
چھٹا پانچ سالہ منصوبہ	2,04,47,00000	1.68,6200000
ساتواں پانچ سالہ منصوبہ	3,08,88,00000	3,17,24,00000
آٹھواں پانچ سالہ منصوبہ	7,40,0000000	

یہ جو میں نے فنڈ بتائے ہیں اور پاکستان اس کے لیے بجٹ میں جو رقم رکھتا ہے وہ 7 فی صد ہے اور باقی دیگر اداروں سے جو رقم ملتی ہے وہ تقریباً 40 فی صد ہے ۔ صوبہ پنجاب میں محکمہ

بہبود آبادی کے بجٹ اور اخراجات کی تفصیل اس طرح ہے؛

سال	وصولی	اخراجات
1993-94	33,19,00000/- روپے	22,7200000/- روپے
1994-95(سابقہ حکومت)	34,18,00000/- روپے	38,88,00000/- روپے

لیکن جو نتائج نکلے وہ آپ کے سامنے ہیں۔ معزز ایوان ذرا اس پر غور فرمائے کہ اس میں کیا ہوا۔

1995-96ء	49,43,00000/-روپے	48,82,00000/- روپے
1996-97ء	46,85,00000/-روپے	48,34,00000/- روپے
1997-98ء	13,4500000/- روپے	7,22,00000/- روپے

اور جو کارکردگی رہی وہ جناب چیئرمین یہ ہے۔ 1961ء میں 2.1 فی صد اور آبادی کی شرح 2,55,00000 اور 1972ء میں 3.6 فی صد اور آبادی 3,7600000 اور 1981ء میں 3.1 اور آبادی 4,7300000 اور 1995ء میں 2.7 فیصد اور آبادی 4,40,00000۔

جناب چیئرمین! جو ہم نے نئے اقدامات کیے ہیں پچھلی دفعہ مارچ میں سابقہ حکومت نے اس محکمہ پر بحث کرائی تھی تو اس وقت ہمارے ڈپٹی لیڈر سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ایس اے حمید صاحب اور عمران مسعود صاحب نے پیش کی تھیں ان پر اب ہم نے عمل کرنا شروع کیا ہے۔ اور خاکوانی صاحب۔۔۔۔ بہر حال اس پر میں بعد میں بات کروں گا۔

جناب سپیکر! اس میں ہم نے علمائے کرام کا کنونشن بلایا ہے۔ وہ اس لیے کہ خاکوانی صاحب پچھلی دفعہ اس پر اپنی رائے تو نہیں دے سکے تھے لیکن اب میں ان سے ضرور گزارش کروں گا کہ یہ اپنی آراء سے ضرور مستفید فرمائیں۔ قرآن کریم میں بھی یہ بات ہے اور علمائے کرام نے اپنی تقاریر میں یہ بات واضح طور پر کہی ہے کہ بچے کی پیدائش میں جو وقفہ ہے وہ اس طریقے سے ہو جاتا ہے کہ بچے کو ماں دودھ پلائے اور دو سال تک پلانا چاہیے۔ خاکوانی صاحب کو شاید نصیب نہیں ہوا۔ انھوں نے پتا نہیں کتنی دیر پلایا ہوگا۔ اگر ماں دو سال تک دودھ پلائے تو اس میں خود بخود وقفہ پیدا ہو جاتا ہے۔

وزیر صحت، I am on personal explanation, Sir. جناب چیئرمین! میں اس ہاؤس کے ممبر کی حیثیت سے اس ہاؤس کی پراپرٹی ہوں۔ میں ہر چیز بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میرے ہر بچے کی پیدائش میں پانچ سال کا وقفہ ہے۔ الحمد للہ۔ یہ جو انھوں نے بات کی ہے یہ حاجی عبدالرزاق صاحب

سے پوچھیں۔ گیارہ ماہ کے بعد ماشاء اللہ تیرھواں بچہ پیدا ہوا ہے۔

وزیر بہبود آبادی: اس سلسلے میں ہم نے جو دوسرا اقدام کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے ایک ہاٹ لائن کا انتظام کیا ہے۔ جو صوبائی دارلحکومت نے شروع کیا ہے۔ اس میں یہ 11/7/97 کو ہاٹ لائن کا افتتاح کیا گیا تھا۔ جس کا مقصد دور دراز کے لوگوں کو مفت خاندانی منصوبہ بندی کی اطلاعات اور مشورے دینا ضروری ہے۔ اس کے لیے ایک سینیئر اور تجربہ کار ڈاکٹر مشورہ دینے کے لیے ہمہ وقت موجود رہتی ہے۔ اور یہ ' ں لیے کیا گیا حاجی صاحب جیسے اور دوستوں کو مشورہ چاہیے تو وہ ٹیلی فون سے مشورہ لے سکتے ہیں۔ ایک اور کام جو ہم نے کیا وہ یہ تھا کہ ہم نے " آبادی سنبھالو " کا ایوارڈ دیا۔ اس میں موجودہ حکومت نے پہلی بار قائد پنجاب' وزیر اعلیٰ پنجاب' میاں شہباز شریف کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے علمائے کرام کی کونشن بلائی۔ اور یہ ایوارڈ دیے۔ یہ میں ان کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ جو چند اور اقدامات کیے وہ ان کی ہدایات پر کیے گئے ہیں۔ اس میں ایوارڈ کے لیے ہم نے جو پروگرام بنایا تھا' اسمیں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہم کم از کم دس یا پندرہ ایسے لوگوں کو ایوارڈ دیں جنھوں نے کم بچے پیدا کیے ہیں۔ اس کے لیے محکمے کی طرف سے جو فہرست آئی وہ لوگ نہایت ہی خوش پوش علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور بڑے رئیس' کھاتے پیتے لوگ تھے۔ اس لیے میں نے وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر جب محکمے سے بات کی تو انھوں نے میرے ساتھ اتفاق کیا اور کہا کہ ہم ان لوگوں کو ایوارڈ دیں گے جن لوگوں نے ہمارے سنٹروں سے ادویات لیں اور مفت علاج کروایا' اس بارے میں دیہاتوں سے بھی معلومات لی گئیں۔ ان لوگوں کو اس لیے ایوارڈ دیے گئے تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو' لوگ اس سے استفادہ حاصل کریں اور کم بچے پیدا کریں۔ اس کے علاوہ جناب چیئرمین! ہم نے دو تین ایسے پروگرام بنائے ہیں' جن میں ایک سٹیلائٹ کلینک' دوسرا ریڈیو پر روزانہ آدھے گھنٹے کا پروگرام ہوتا ہے جس کا نام " نیا رنگ " رکھا گیا ہے۔ اب اس پروگرام کا وقت آدھے گھنٹے کی بجائے ایک گھنٹہ کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک inter-ministerial committee بنائی گئی ہے۔ پچھلی دفعہ جب ہم اپوزیشن میں تھے تو ہمارے چند دوستوں مثلاً ایس اے حمید صاحب' سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب' عمران مسعود صاحب کی طرف سے جو تجاویز دی گئی تھیں ان کے چند اقتباسات اب میں پڑھتا ہوں۔ ہم نے اس سلسلے میں جتنے بھی اقدامات اٹھائے ہیں وہ انھی دوستوں' محسنوں کے مشورے سے اٹھائے ہیں۔ اس وقت بطور اپوزیشن کے ہم نے جو تجاویز حکومت کو دی تھیں ان پر عمل درآمد کے لیے اب کام شروع کیا ہے۔

جناب چیئرمین: راجہ اشفاق سرور صاحب! یہ بڑا اہم موضوع ہے اور آپ مذاق اڑا رہے ہیں؟ آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں، آپ کو پیکٹ دیا جائے گا۔

راجہ اشفاق سرور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! مجھے وزیر صاحب کی بات سمجھ نہیں آ رہی۔ یہ بہت ہی اہم معاملہ ہے، میں تو خود گزارش کروں گا کہ فیملی پلاننگ پاکستان کے حوالے سے، پوری دنیا کے حوالے سے بہت ہی اہم معاملہ ہے۔ اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے اور اس بارے میں سنجیدگی سے conversation کی جائے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: چنیوٹی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! وزیر موصوف بہت لمبی تقریر کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کا اپنا ضمیر بھی مطمئن نہیں اور ان کا اس پر عمل بھی نہیں۔ انھوں نے بڑی لمبی تقریر کی ہے لیکن خود ان کا عمل نہیں اور یہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے بالکل غلط ہے۔ مجھے وقت دیا جائے تاکہ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں خاندانی منصوبہ بندی پر اپنا نقطۂ نظر پیش کر سکوں۔ یہ جو کچھ نقطۂ نظر پیش کر رہے ہیں سب قرآن، حدیث اور اسلامی تعلیمات کے خلاف کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ اپنے نام کی چٹ بھیجیں، ان شاء اللہ آپ کو بحث کا موقع دیا جائے گا۔ فاضل ممبران اگر درخواستوں پر دستخط کروانا چاہتے ہیں تو لابی میں چلے جائیں۔

جناب محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی منشاء اللہ بٹ صاحب!

جناب محمد صدیق سالار: جناب والا! پہلے میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوا ہوں۔

جناب چیئرمین: میں منشاء اللہ بٹ صاحب کو فلور دے چکا ہوں۔ جی، منشاء اللہ بٹ صاحب، فرمائیں۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ: جناب والا! میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مولانا صاحب کی قوت سماعت میں کچھ کمزوری آ چکی تھی۔ آیا اب وہ ٹھیک ہو چکے ہیں کہ انھوں نے وزیر صاحب کی ساری تقریر سن لی ہے؟

جناب چیئرمین: آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ جی صدیق سالار صاحب!

جناب محمد صدیق سالار: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ہاؤس سے درخواست کروں گا کہ معزز وزیر جب بات کر رہے ہوں تو انھیں غور سے سنیں، طنزمت کریں کہ ہمیں سمجھ نہیں آ رہی، بلکہ سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ اتنی صحیح بات کر رہے ہیں، جبکہ آپ اسے مذاق میں اڑا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی آپ کی بات درست ہے۔ جی میاں معراج دین صاحب! آپ اپنی تقریر مکمل کریں۔

وزیر بہبود آبادی ، جناب چیئرمین! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پچھلی دفعہ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے بطور ڈپٹی اپوزیشن لیڈر کے اس وقت جن خیالات کا اظہار فرمایا تھا میں اس کا ایک اقتباس پڑھتا ہوں،

> "برادرم مسلم ممالک مثلاً مصر، ایران ، انڈونیشیا، بنگلہ دیش ان ممالک میں یہ پالیسی اپنائی گئی ہے اگر وہاں پر علمائے کرام کی طرف سے کوئی اعتراضات، احتجاج نہیں آیا اور اگر ان کی مشاورت سے یہ پالیسی اپنائی گئی ہو تو میں بھی حکومت سے یہ سفارش کروں گا کہ یہاں بھی علمائے کرام اور مشائخ کو اکٹھا کیا جائے اور ان کی ایک کونسل بنا دی جائے جو اس مسئلے پر غور کرے"

تو سردار صاحب نے اس وقت یہ جو تجویز پیش کی تھی، انھی کی تجویز پر ہم نے یہ کام شروع کیا ہے اور علمائے کرام کی کونشن کی ہے۔ ہم نے سردار صاحب کی تجویز اس لیے اپنائی ہے، کیونکہ یہ پارٹی پاکستان کے لیے ہر وہ کام کرے گی جس میں پاکستان کی بہتری ہوگی۔ پچھلی حکومت کو تجاویز دی گئی تھیں لیکن انھوں نے ان پر عمل نہیں کیا، اس لیے کہ انھیں پاکستان کا درد نہیں تھا۔ جیسا کہ راجہ اشفاق سرور صاحب نے کہا ہے، یہ ماشاء اللہ اس پر بڑی پابندی سے کام کر رہے ہیں۔ جناب والا! جس طرح ہمارے ملک میں پاپولیشن پلاننگ کا محکمہ ہے اسی طرح بنگلہ دیش، فلپائن، انڈونیشیا میں بھی یہ محکمے موجود ہیں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جس طریقے سے وہاں کام کیا جاتا ہے، بنگلہ دیش کے جو علمائے کرام ہیں انھوں نے مسجدوں میں جمعے کے خطبے میں لوگوں کو یہ تلقین کی کہ کس طرح بچوں میں وقفہ پیدا ہوتا ہے اور کس طریقے سے ماں کو دودھ پلانا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ جناب والا! اس وقت ہم نے بطور اپوزیشن کے حکومت کو جو تجاویز پیش کی تھیں ان

پر اب ہم عمل کر رہے ہیں۔ اس وقت جو حکومت تھی اسے عمل کرنا نہیں آیا۔ اس وقت عمران مسعود صاحب نے یہ کہا تھا کہ سب سے زیادہ' top-prority پاپولیشن ویلفیئر کو دی جانی چاہیے۔ جناب والا! پاپولیشن ہمارے لیے ایک اٹامک بم کی طرح ہے اگر ہم نے اس طرف دھیان نہ دیا تو ایٹم بم کسی وقت بھی پھٹ سکتا ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق جتنے بھی مسائل ہیں وہ ہم پاپولیشن کی وجہ سے ہی face کر رہے ہیں۔ جناب والا! اسی طرح ایس۔ اے۔ حمید صاحب نے بھی

جناب سعید احمد خان منیس: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ممبران کی طرف سے تو ابھی کوئی تقاریر ہوئی نہیں ہیں تو پھر وزیر صاحب کس چیز کا جواب دے رہے ہیں؟

وزیر بہبود آبادی، خان صاحب! یہ میں اپنی پالیسی بیان کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: پالیسی بنانے میں جن جن حضرات نے تجاویز دیں ان کا ذکر وزیر موصوف کر رہے ہیں۔

وزیر بہبود آبادی، میں اپنے واجب الاحترام بھائی سے یہ عرض کرتا ہوں کہ جب تک میں اپنی پالیسی نہیں بتاؤں گا کہ ہم کس طریقے سے چل رہے ہیں' کس طریقے سے ہم کارروائی کر رہے ہیں' کیوں کر رہے ہیں تو اس وقت تک آپ کو کیسے معلوم ہو گا؟

جناب چیئرمین: جی ہاں ٹھیک ہے۔ آپ فرمائیں! اللہ ان کو بھی توفیق دے کہ وہ عمل کریں۔

وزیر بہبود آبادی، اس کے علاوہ اس وقت ایس اے حمید صاحب نے فرمایا تھا اگر آپ قرآن پاک کا بنظر غائر مطالعہ فرمائیں تو اس میں حکم ہے کہ " مائیں بچے کو پیدائش کے بعد دو سال تک دودھ پلائیں" انھوں نے بھی یہ تجویز دی تھی۔ جناب والا! یہ میں اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ یہ ایک شرعی مسئلہ بھی ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر اگر ہم نے عمل نہ کیا تو اس کے نتائج بہت خراب ہوں گے۔ اب تک جو کچھ ہمارا ریکارڈ بتا رہا ہے اس کے مطابق 25 سال کے بعد آبادی دگنا ہو جاتی ہے۔ تو خدا نہ کرے' اگر اس کی طرف توجہ نہ دی گئی اور آبادی مزید بڑھ گئی تو پھر مہنگائی بھی بڑھے گی' بے روزگاری بھی بڑھے گی وغیرہ وغیرہ اور سب حالات خراب ہوتے جائیں گے تو آپ کی وساطت سے میں معزز ممبران سے یہ عرض کروں گا کہ آپ براہ مہربانی نہ صرف خود' بلکہ اپنے حلقہ جات میں اپنے دوستوں میں اس بات کی تلقین کریں تا کہ اس سے ملک و قوم صحیح فائدہ اٹھا سکے۔ خدا حافظ۔

جناب چیئرمین، عوام سے بھی اپیل ہے شکریہ' اب عام بحث کا آغاز ہوتا ہے میں قائد حزب اختلاف کو دعوت دوں گا کہ وہ بحث کا آغاز فرمائیں۔

جناب سعید احمد خان منیس (قائد حزب اختلاف)، شکریہ جناب چیئرمین! چونکہ میں پہلے اپنا protest register کرا چکا ہوں اور میں اس پر strict کرتا ہوں اور ویسے بھی جو یہ non serious attitude of Ministers and non serious attitude of the House. میں اس میں بات کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کو بات کرنے کی دعوت دیں۔

جناب چیئرمین، آپ نے درست فرمایا۔ آپ فکر نہ کریں' ان شاء اللہ یہ ماحول بالکل serious ہوگا۔ اگر آپ آغاز کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ پڑھیں۔ بالکل serious ماحول ہوگا' یہ میری ڈیوٹی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس: میں عرض کر چکا ہوں کہ میں اس پر already اپنا protest lodge کرا چکا ہوں اور میں اس کو strict کرتا ہوں۔ اور آپ سے استدعا کروں گا کہ آپ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کو میری جگہ پر دعوت خطاب دے دیں۔

جناب چیئرمین، تو پھر ممبران کو دعوت دوں؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O الحمد للہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین الصطفیٰ اما بعد۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین، چنیوٹی صاحب! ذرا تشریف رکھیں اور جو ممبر ساتھ بیٹھے ہیں میری ان سے بھی اپیل ہوگی کہ ذرا میری امداد کریں اور انھیں یہ گوش گزار کیا جائے کہ میں نے ابھی تک ان کا نام نہیں لیا۔ میں صرف قائد حزب اختلاف سے مخاطب ہوں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر!

جناب چیئرمین، مولانا چنیوٹی صاحب آپ قائد حزب اختلاف کی باری نہیں لے سکتے۔ آپ تشریف رکھیں میں آپ کو باری دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں آپ کی باری آئے گی۔جناب افضل خان صاحب۔ میری فاضل ممبران سے استدعا ہے خصوصاً معزز وزراء صاحبان سے کہ مہربانی فرمائیں اور ماحول کو سنجیدہ رکھا جائے۔

جناب محمد افضل خان، شکریہ جناب چیئرمین! جیسا کہ محکمے کے وزیر صاحب کی تقریر سے واضح ہے کہ آج بنگلہ دیش میں 1.7 فی صد کے تناسب سے آبادی بڑھ رہی ہے جبکہ پاکستان میں 2.7 سے بھی زیادہ ہے۔ ابھی چند ہی برس پہلے جب بنگلہ دیش پاکستان سے الگ ہوا تھا تو ان کا آبادی میں بڑھاؤ کا تناسب مغربی پاکستان سے کہیں زیادہ تھا۔ لیکن چند برسوں میں اس ملک نے محنت کر کے جو ترقی حاصل کی ہے اس کے مضمرات یہ ہیں کہ اس نے اس اہم مسئلے کو ایک بہت ہی serious طریقے سے tackle کیا ہے۔انھوں نے اپنے resources کی ایک وافر مقدار اس کام پر لگائی ہے اور اپنے بہترین لوگوں کو اس مسئلے کے حل پر مامور کیا اور نتائج آپ کے سامنے ہیں ۔ مغربی پاکستان میں ہم ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے، لیکن آج یہ بات الٹ ہوگئی ہے کہ وہ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔ جناب والا! جیسا کہ وزیر صاحب نے کہا کہ 25 سال میں ہماری آبادی دگنا ہو جاتی ہے وہ بالکل اسی طرح سے ہے کہ ہرسال ہم پاکستان کے اندر ایک فیصل آباد جتنے بڑے شہر جتنی آبادی یعنی 30 لاکھ لوگوں کی آبادی کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ جہاں ہمارے پاس موجودہ حالات کو بہتر کرنے کے لیے وسائل موجود نہیں تو شاید اس سے اہم شعبہ اور کوئی نہیں ہوگا۔ میں چندمشورے دینا چاہوں گا۔ میں چاہتا تھا کہ وزیر صاحب کی تقریر میں ہمیں یہ علم ہوتا کہ ہم نے کیا targets achieve کیے ہیں یا ہمارے کیا targets ہیں؟ ہم ہزاروں لوگوں کو تنخواہیں دے رہے ہیں۔ جس بجٹ کا انھوں نے ذکر کیا اس بجٹ میں تنخواہیں ہی ہوں گی۔ مجھے یقین ہے کہ اس میں ڈویلپمنٹ سائیڈ پر کوئی کام نہیں ہو رہا ۔ تو ہمیں اس بجٹ کو بڑھانا چاہیے۔ اس وقت فیملی پلاننگ کی مد میں جو کام ہو رہا ہے وہ نہایت ناقص ہے۔ جو fertile خواتین کو infertile کرنے کی مہم ہے اس کے اندر ان کو اتنا کم معاوضہ دیا جا رہا ہے اور خانہ پری کی جا رہی ہے hysterectomy کے آپریشن کے لیے محکمہ جو پیسے دیتا ہے وہ ا خواتین کو دیتا ہے جو مجبوراً hysterectomy کروا رہی ہیں۔ 30 سے 35 سال سے زیادہ عمر کی خواتین کے لیے ان کو کوئی فنڈ allocate نہیں کرنے چاہییں کیونکہ وہ سب خانہ پری ہو رہی ہے اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک میں جو سب سے بڑا مسئلہ سامنے آ رہا ہے وہ ایک مجبوری ہے جو child labour کے نام سے ہمارے سامنے آ رہی ہے اور آج دنیا میں child labour کی وجہ سے مصنوعات تیار کر کے ملک سے باہر بھیجتے ہیں وہ ہمارے دشمن یا جو لوگ ہمارے مخالف ہیں وہ ان child labour کا ٹھپا لگا کر ان چیزوں کو بھی بند کر دینا چاہتے ہیں۔ جہاں زیادہ بچے پیدا ہونے ۔ خاندان مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ ان بچوں کو child labour کی طرف بھیجیں۔ آج یہ حالات ہیں

غریب لوگوں میں یہ تاثر ہے کہ بچے زیادہ پیدا کرو تا کہ گزارا ہو سکے۔ ہم ایک طرف تو child labour کے اضافے سے اپنی صنعتیں بند کروانے کی حد تک پہنچ گئے ہیں، لیکن دوسری طرف ایک negative تاثر ہے کہ child labour کو ایک غلط فہمی کی بنیاد پر بڑھایا جا رہا ہے۔ تو اس محکمے کو میرا مشورہ یہی ہوگا کہ جو education process ہے اس میں محکمہ تعلیم بھی ساتھ شامل ہونا چاہیے۔ ہم لوگ shy ہیں، ہم لوگ شرمندہ ہیں، ہم سکولوں میں female students کو بالکل یہ تعلیم نہیں دے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کا reproductive system بنایا ہے۔ جو دوسرے معاشرے اس کی تعلیم دیتے ہیں ہم ان پر تنقید کرتے ہیں۔ لیکن ان معاشروں نے اپنے بڑے بڑے مسائل اس قسم کی سائنسی تعلیم کے ساتھ حل کر لیے ہیں تو میرا وزیر موصوف کو مشورہ ہو گا کہ محکمہ تعلیم کے ساتھ مل کر ایک اچھا، مناسب balanced educational programme بنایا جائے جس میں ہم reproductive system کی تعلیم دیں تاکہ ان میں جو gaps ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کا ان کو شعور ہو اور آبادی کے اوپر کنٹرول کیا جا سکے۔ اسی طرح سے محکمہ تعلیم کو مزید شامل کرنا چاہیے کہ ہماری جو emphasis ہے وہ پرائمری تعلیم یا سیکنڈری تعلیم پر بھی اتنی ہے جتنی کالج کی سطح پر ہے لیکن اگر ہم نے تعلیم کا معیار بلند کرنا ہے بنیادی تعلیم کی سطح بلند کرنی ہے تو ہمیں funds divert کرنے ہوں گے، towards primary education and towards secondary education لیکن آج ہمارے بجٹ میں یہ تناسب صحیح نہیں۔ جب ہم پرائمری تعلیم کو wide-spread level پر لے جائیں گے تو پھر اس کا اثر خاندانی منصوبہ بندی پر بھی ہوگا اور بچے بھی کم پیدا ہونے شروع ہوں گے، کیونکہ لوگوں میں اتنا basic شعور ہوگا کہ زیادہ بچوں پر زیادہ اخراجات ہوتے ہیں اور زیادہ اخراجات کے لیے زیادہ آمدن کا ہونا ضروری ہے اور اگر وہ آمدن نہ ہو تو بچے نالائق رہ جائیں گے اور ہم نالائق لوگوں کی تعداد میں اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جناب والا! بنگلہ دیش نے اسی طرح کے شدید اقدامات اٹھائے ہیں۔ انھوں نے شادی کی عمر مقرر کی ہے لیکن ہمارے ہاں اس کو seriously نہیں لیا گیا۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اتنے اہم مسئلے پر اسمبلی کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ پنجاب حکومت کے جو اقدامات ہیں آج پنجاب حکومت کے بجٹ میں کوئی allocation نہیں۔ اگر مرکزی حکومت کوئی بجٹ دے دے گی تو کام چلتا رہے گا، لیکن ہماری حکومت پنجاب کی اس پر کوئی allocation نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنجاب کا بھی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بے شک مرکزی حکومت اس پر ایک بڑے پیمانے پر غور کر رہی ہے، لیکن ہماری

حکومت پنجاب کو بھی اس مسئلے کے لیے funds allocate کرنے چاہییں۔ میں یہ بھی درخواست کروں گا کہ اس کے لیے ایک سپیشل کمیٹی بنائی جائے اور ہر ضلع کے اندر اس پر کام شروع کیا جائے اور اس کے target fix کیے جائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، چودھری محمد صدیق سالار۔

چودھری محمد صدیق سالار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔ جو شخص پروردگار کے بنائے ہوئے قوانین سے ٹکرانے کا

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ

اس پر اللہ کا عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ اپنے بچوں کو ضائع مت کریں ان کو بھی میں رزق دینے والا ہوں اور آپ کو رزق دینے والا بھی میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ کثرت سے محنت کرو۔ دیکھو ان ملکوں کی طرف جہاں پر محنت سے لوگ اتنی اجناس پیدا کر رہے ہیں کہ وہ اب دوسرے ملکوں کو بھی دے رہے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی کثرت سے پیداوار کی کوشش کی؟ کیا ہمارے کسی زمیندار نے اپنی زمین پر بیٹھ کر یہ دیکھا کہ میرے اس ایکڑ کے کونے میں صحیح طرح ہل نہیں چل سکا' میں اس پر گوڈی خود کروں؟ کپاس اور گنے کے کھیت میں جہاں ٹریکٹر نہیں پہنچتا وہاں پر جاؤں؟ کیا میں نے پانی وقت پر لگایا ہے؟ پروردگار کہتا ہے کہ تم مجھے کہو کہ اے میرے رب تو میری مدد کر۔ کیا ہم نے کوئی کام کرنے سے پہلے اپنے پروردگار سے رجوع کیا؟ کیا ہم نے ہاتھ اٹھا کر اس سے کچھ مانگا؟ وہ کہتا ہے کہ تم ہاتھ اٹھاتے ہو میں فرشتوں کو بلاتا ہوں کہ آؤ دیکھو! میرے گناہ گار بندے اپنے ملک کی بہتری کے لیے' بہتر اجناس کے لیے اٹھائے بیٹھے ہیں تم گواہ رہنا۔ میں نے ان کے رزق کو کشادہ کیا اور ان کے گناہوں کو معاف کر لہٰذا میں یہ درخواست کروں گا کہ ہمیں اپنے ملک کے لیے محنت کرنی چاہیے۔ کیا چین سے بھی ہماری آبادی بڑھ گئی ہے؟ کیا ٹوکیو جیسے شہر سے کسی شہر کی آبادی بڑھ گئی ہے؟ انھوں نے کبھی نہیں پھیلائے۔ وہ قومیں ہاتھ پھیلاتی ہیں جو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھتی ہیں۔ جو اپنے گھر بیٹھ کر اور کی نالی کو ہاتھ میں لے کر بیٹھے پی رہے ہوتے ہیں۔ اس وقت ان کے کام کرنے کا وقت کھیتوں کو پانی لگانے کا وقت ضائع ہو رہا ہوتا ہے۔ جناب والا! ہم تو اپنے ملازموں سے ہی یہ

رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے بہتر کام کریں گے۔ نہیں، آپ کو اپنے ملک کے لیے خود کوئی کام کرنا ہوگا۔ آپ کو اپنے بچوں کو بھی تیار کرنا ہوگا۔ باہر کی دنیا میں تو بستر بھی خود اٹھا کر ہم چلتے ہیں یہاں پر پانی کا گلاس بھی ہم مانگ کر پیتے ہیں۔ کیا ہم یہ محنت کرتے ہیں؟ سوائے اس بات کے کہ بچے ضائع کریں اور دائیوں کو تنخواہیں دیں۔ جو بچہ اس دنیا میں آتا ہے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ

ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

وما علینا الاالبلاغ

جناب چیئرمین، مولانا منظور احمد چنیوٹی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، الحمد لله وکفیٰ و سلام علیٰ عباد الذی تصطفی اما بعد ○ قال الله تعالیٰ وتبارک○ لا تقتلوا اولادکم خشیة املاک نحن نرزقهم و ایاکم۔ ان قتلهم کان خطأ کبیراً○ صدق الله العلی العظیم○

جناب سپیکر! خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع پر بحث ہو رہی ہے۔ ہمارے محترم وزیر صاحب نے بڑی مفصل تقریر کی ہے، میں اگرچہ نہیں سمجھ سکا۔ لیکن ظاہر ہے کہ انھوں نے اس کے حق میں دلائل دیے ہوں گے۔ ہم مسلمان ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے پابند ہیں۔ ہمیں ہر مسئلے کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ یہ اسمبلی قرآن و سنت کی بالا دستی کی قرارداد پاس کر چکی ہے۔ اس لیے ایک طرف اگر ہم قرآن و سنت کی بالا دستی قائم کرنے کے لیے قراردادیں پاس کرتے ہیں اور دوسری طرف قرآن وسنت کے خلاف اگر کوئی منصوبہ یا کام آتا ہے تو ہمیں اس کو اللہ اور اس کے احکام کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ جہاں تک خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے، اگر تو بچہ اور زچہ کی صحت کے پیش نظر کرنا ہے تو اس کے اندر گنجائش ہے کہ کچھ کر لیا جائے۔ لیکن معاشی نقطہ نگاہ سے کہ ہمارے پاس معاشی وسائل نہیں، اس لیے ہم خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کریں تو یہ صریحاً قرآن کریم کی آیات اور نص قطعی کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ

اپنی اولاد کو بھوک کی وجہ سے اور بھوک کے ڈر کی وجہ سے قتل نہ کرو

نحن نرزقهم و ایاکم

ہم ان کی روزی کے بھی ذمہ دار ہیں اور تمہاری روزی کے بھی ذمہ دار ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں بھی اس نکتے کے پیش نظر معاشی قتل ہوتا تھا۔ آج نئی جدید ٹیکنیک سے وہی معاشی قتل کیا جاتا ہے' یعنی خاندانی منصوبہ بندی کرکے بچوں کو پیدا ہونے سے روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ لیا ہے۔ جو رب خالق ہے وہ رازق بھی ہے۔

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کوئی جان دار زمین پر ایسا نہیں جس کی روزی میرے ذمے نہ ہو۔ میں اگر خالق ہوں تو میں رازق بھی ہوں۔

ان اللہ ھوالرزاق ذوالقوۃ المتین

اللہ تعالیٰ ہی رزاق ہے اور وہی روزی کا ذمہ دار ہے۔ اگر وہ جنگلوں کے درندوں کو روزی دے سکتا ہے' اگر وہ امریکہ اور روس کے کافروں کو روزی دے سکتا ہے تو اس رب کے پاس ہمارے لیے بھی روزی موجود ہے۔ اگر ہم اللہ اور اس کے احکام پر عمل کریں' اس کو راضی کرنے کی کوشش کریں تو یہی زمین ہمارے لیے سونا اگل سکتی ہے۔ ہمارے لیے کسی قسم کے وسائل کی کمی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف ہدایت کی ہے کہ تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے والی ہوں۔ انی اباھی بکم الامم

میں قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا کہ میں سب سے آخر میں آیا' لیکن میری امت سب سے زیادہ ہے۔ صحابۂ کرام نے' دور اول کے مسلمانوں نے حضور کے اور اللہ کے ان ارشادات پر عمل کیا۔ میں صرف سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں دس شادیاں کی ہیں اور ان کے 36 بچے ہیں' 18 لڑکے اور 18 لڑکیاں ہیں۔ کیا حضرت علی مرتضٰے کے پاس کوئی مربعے تھے۔ ان کے پاس کوئی کارخانے تھے' ان کے آمدنی کے وسائل کیا تھے؟ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر عمل کرتے تھے۔ آج ہم امریکہ کو خوش کرنے کے لیے' دشمنان اسلام کو خوش کرنے کے لیے ان کی طرف سے درآمد ہر پالیسی کو آنکھیں بند کر کے لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہر پالیسی کو قرآن وسنت کی روشنی میں دیکھیں۔ خاندانی منصوبہ بندی اگر اس نظریے سے کی جاتی ہے کہ جناب' معاشی حالات ایسے نہیں ہیں۔ دو بچے پیدا کرو' ایک بچہ پیدا کرو

ایوب خان کے زمانے میں تین بچے کہتے تھے۔ اب یہ زمانہ ہے کہ بچے دو ہی اچھے۔ اس کے بعد شاید ایک کا زمانہ آ جائے۔ ہمارے وزرائے کرام ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ خود بھی ان کا اس پر عمل نہیں۔ ********** اسلام چار شادیوں تک اجازت دیتا ہے۔ وقفہ کرنا ہو تو' وقفے کے لیے آپ لوگ فرما رہے تھے کہ دو سال دودھ کے لیے ہیں۔ اگر دو سال دودھ کا وقفہ ہے ----

وزیر آب پاشی و برقی قوت ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ہم مولانا کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ وہ اپنے موضوع کے ساتھ انصاف کریں اور اس قسم کا personal attack نہ کریں۔ میری بس اتنی گزارش ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس نقطۂ نظر سے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا یہ خدا اور رسول سے صریح بغاوت ہے۔ اللہ کے پیغمبر کے احکامات کی خلاف ورزی ہے۔ ہم اس طریقے سے انگریز کو' دشمنان اسلام کو' امریکہ کو خوش کر رہے ہیں۔ وہ ہمارا اتنا خیر خواہ کہاں ہے کہ ہمیں خاندانی منصوبہ بندی کے لیے کروڑوں روپے دے دے؟ اور ہم اس کے آگے اس پر عمل درآمد شروع کر دیں۔ جہاں تک ہماری معلومات ہیں اس خاندانی منصوبہ بندی سے فحاشی اور بے حیائی تو بڑھ گئی ہے۔ غیر شادی شدہ جوڑے زیادہ تر اس خاندانی منصوبہ بندی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اس سے بدمعاشی کے فحاشی کے اور گناہوں کے اڈے کھل چکے ہیں۔لہٰذا میں عرض کروں گا۔

وزیر صحت (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، وزیر صحت پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر صحت، جناب والا! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں شادیوں کے بارے میں جو فرمان فرمایا ہے۔ میں بڑی عاجزی کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ یہ علمائے کرام جس میں مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب بھی ہیں۔ جب یہ تشریح کرتے ہیں اور اس تشریح کو ایک عام مسلمان جو قرآن پر عبور نہیں رکھتا جب سنتا ہے تو یہ باتیں ہمارے معاشرے میں غلط تاثر پیدا کرتی ہیں۔ جس طرح انھوں نے فرمایا کہ اسلام چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔ جناب والا! میں آج یہاں وہ آیت پڑھ کے اس کا ترجمہ بتا دیتا ہوں پھر خود سمجھ لیجئے۔

(*** بحکم جناب سپیکر حذف کیا گیا)

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِي لَشَدِيْدٌ ۝

اگر عورت کی خواہش رکھتے ہو تو نکاح کرو دو سے تین سے چار سے۔

اب یہ آیت یہاں ختم نہیں ہو رہی۔ جناب والا! یہ آیت آگے چل رہی ہے۔ اپنی مرضی کے مطابق آیت کو جہاں روک دیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ ۝

اے ایمان والو نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔

بھئی یہاں آیت ختم نہیں ہو رہی۔ یہ آیت آگے بھی چل رہی ہے کہ۔

وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى

کہ جب کہ تم نشے کی حالت میں ہو۔

اسی طرح یہ آیت آگے چل رہی ہے۔

خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

اور اگر دیکھو کہ خوف کرو۔ عدل نہیں کرسکو گے۔

فَوَاحِدَةً

ایک ہی شادی کرو۔

چار شادیوں کی مشروط اجازت ہے۔ نہیں اجازت چار شادیوں کی۔ اسلام چار شادیوں کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر مشروط۔ اور پھر آگے اللہ تعالیٰ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ تم عدل نہیں کرسکو گے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی اعجاز تھا۔ یہ تو آپ کی شان رسالت تھی کہ اپنی تمام ازواج مطہرات کے درمیان انھوں نے انصاف اور عدل کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ جب اسلام اور قرآنی احکامات کی اس طرح سے interpretation کرتے ہیں تو عام آدمی کہتا ہے کہ جی' کرو جی' دو تین اور چار۔ جناب والا! خدا کے واسطے اسلام کو اس میں کم از کم گھسیٹ کر نہ لائیں۔ اسلام کی جو صحیح تشریح ہے وہ قرآن پاک کی بڑی واضح آیت آپ کے سامنے میں نے پیش کر دی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس کو میں ریکارڈ پر اس لیے لانا چاہتا تھا۔ یہ جو میاں معراج دین صاحب وزیر منصوبہ بندی اور ان کا محکمہ اور حکومت اربوں روپے اس پر خرچ کر رہی ہے۔ اس میں پھر یہ اسلام کو غلط انداز میں پیش کرکے اپنا نقطہ نظر پیش کر دیتے ہیں اور ساری سکیم کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔ جناب والا! میں پھر آپ کی وساطت سے ان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک عالم دین ہیں۔ میں ایک ادنیٰ سا طالب علم

ہوں۔ اگر عورت کی خواہش رکھو تو نکاح کرو دو سے تین سے چار سے ۔ اور دیکھو کہ خوف کرو کہ عدل نہیں کرسکو گے تو۔

فَوَاحِدَةً

پھر صرف ایک کی اجازت ہے۔ کوئی چار شادیوں کی اجازت نہیں' مگر مشروط۔ یہ میرا نقطہ نظر ہے۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ جی مولانا چنیوٹی صاحب۔

وزیر آب پاشی وقوت برقی، جناب والا! میری آپ سے موذبانہ استدعا ہے کہ جو مولانا صاحب نے irrelevant الفاظ استعمال کیے ہیں۔ وہ کارروائی سے حذف کر دیے جائیں۔

جناب چیئرمین، وہ حذف کیے جائیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! ہمارے وزیرصحت جو حافظ قرآن ہیں۔ انھوں نے اگر میری تائید میں باتیں کی ہیں تو میں ان کا خیرمقدم کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، ایک منٹ۔ جو الفاظ حذف ہوچکے ہیں۔ پریس کے ممبران سے بھی استدعا ہوگی کہ انا لفاظ کا اخبارات میں ذکر نہ آئے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، اگر انھوں نے اس موقف کے خلاف بات کی ہے تو مجھے انتہائی افسوس ہے کہ حافظ قرآن ہوکر اور علماء سے تعلق ہونے کے باوجود وہ اس کو دینی نقطہ نگاہ سے نہیں دیکھ رہے۔ میں نے قرآن قریم کی آیات پڑھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روزی کا ذمہ لیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ درندوں کو روزی دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو روزی دے رہا ہے۔ کیا اس کے پاس امت محمدیہ کے لیے روزی نہیں؟ اگر ہم اللہ کو راضی کرنے کا کام کریں گے' اللہ تعالیٰ ہماری ہر ضرورت کو پورا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں رزاق ہوں۔ میں خالق بھی ہوں۔ مالک بھی ہوں۔ روزی میرے ذمے ہے۔ تمھارے ذمے نہیں ہے۔

نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ

ہم ان بچوں کی روزی کے بھی ذمہ دار ہیں اور تمھاری روزی کے بھی ذمہ دار ہیں۔ اس لیے میں عرض کر رہا تھا کہ اگر معاشی نقطہ نگاہ سے اس خاندانی منصوبہ بندی کو رواج دیا جائے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی قطعاً اجازت نہیں۔ پیغمبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصریحات موجود ہیں کہ تم اپنی اولاد کثرت سے پیدا کرو تاکہ قیامت کے دن میں فخر کروں۔ اور صحابہ

کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس پر عمل کیا جیسا کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق عرض کیا کہ انھوں نے مختلف اوقات میں دس شادیاں کیں اور ان کے 38 بچے ہیں۔ کیا کہیں کہ ان کے پاس کوئی مربعے تھے' ان کے پاس کوئی فیکٹریاں تھیں؟ ان کی آمدنی کے ذرائع کیا تھے؟ ان کا خدا پر توکل تھا کہ خدا خالق بھی ہے ۔ خدا رازق بھی ہے' وہی ہمیں رزق دے گا۔ یہ تو دشمنان اسلام کی ایک سازش ہے جس کے تحت وہ اسلامی ممالک میں اس قسم کی تحریکیں چلاتے ہیں تاکہ مسلمان آبادی کے لحاظ سے کم ہو جائیں۔ ان کو اتنا خطرہ کسی اور طاقت سے نہیں امریکہ کو خطرہ تو مسلمانوں سے ہے اور مسلمانوں میں سے بھی صرف دین والے لوگوں سے انھیں خطرہ ہے۔ اس لیے یہ ان کافروں کی اور دشمنان اسلام کی سازش ہے۔ اور جبھی سے یہ خاندانی منصوبہ بندی شروع ہے۔ آپ بتائیں کہ اس فحاشی' برائی کے چانس زیادہ ہوتے ہیں۔ اور اس کا ناجائز استعمال کرنے والے غیر شادی شدہ جوڑے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ، مامن نفس کائنۃ الاوکائن جونفس پیدا ہونے والا ہے۔ وہ پیدا ہو کر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں روک سکتی۔ چاہے آپ ہزار کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ مقابلہ نہیں کرسکتے۔ میں گزارش کروں گا کہ قرآن و سنت کی روشنی میں بحیثیت مسلمان جب ہم قرآن و سنت کی بالا دستی کو تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں اپنے تمام مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل کرنا چاہیے۔ خاندانی منصوبہ بندی جس نوعیت سے اب ہو رہی ہے اس کی قرآن و سنت میں کوئی اجازت نہیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، مولانا صاحب کی تقریر کے دوران وزیر پاپولیشن کی ذات اور زندگی کے بارے میں جو الفاظ کہے گئے ہیں وہ ریکارڈ سے حذف کیے جائیں۔ اور میں پریس کے ممبران سے بھی استدعا کروں گا کہ حذف شدہ الفاظ کا صبح کے اخبارات میں ذکر نہ آئے۔ جلال الدین ڈھکو صاحب۔ مخدوم بختیار صاحب۔

مخدوم خسرو بختیار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

جناب چیئرمین! آج کی بحث ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ شروع کی کارروائی کے دوران آپ نے بھی محسوس کیا کہ اس میں جتنی توقع کی جاتی تھی اس سے اس میں سنجیدگی کچھ کم لی گئی اس لیے میں آپ کے توسط سے عرض کرتا ہوں کہ پاکستان کو آبادی کے لحاظ سے جو مسائل درپیش ہیں۔ ان کے کچھ حقائق پیش کرنا چاہوں گا۔ آج پاکستان کی آبادی 14 کروڑ ہے۔ جب پاکستان

آزادی ملی تب سے یہ تگنی ہے۔ اس کی شرح آبادی کا تناسب 52.7 ہے۔ اور ہر منٹ میں پاکستان کے اندر 9.4 بچے پیدا ہو رہے ہیں۔ ان میں سے 2.7 مر جاتے ہیں۔ کیوں کہ اچھی health facilities نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ during labour چالیس ہزار مائیں اپنی زندگی گنوا دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان کے اندر 3 کروڑ 34 لاکھ لوگ below poverty line کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ واقعی ایک لمحہ فکریہ ہے کہ لوگوں کے پاس کھانے کو نہیں۔ پاکستان کی poverty line باقی ممالک سے بہت نیچے ہے۔ جناب والا! اس کے علاوہ 56 فی صد لوگ بجلی کی نعمت سے محروم ہیں۔ آج کی دنیا میں ترقی ہو چکی ہے۔ لوگ سیٹلائٹ کی باتیں کر رہے ہیں' ہمارے ہاں بجلی نہیں۔ طالب علم روشنی کے بغیر کیا پڑھے گا؟ آج ہماری فی کس آمدنی انڈیا کے برابر ہے۔ انڈیا کی آبادی ہم سے دس گنا زیادہ ہے۔ کیا یہ ہماری قوم کے لیے لمحۂ فکریہ نہیں؟ آج اس ملک کے اندر 31 فی صد لوگوں کو پینے کے لیے صاف پانی نہیں مل رہا۔ اس ملک کی تقریباً آدھی آبادی ایک کمرے کے مکان میں رہتی ہے۔ ایک ڈاکٹر دو ہزار لوگوں کے لیے ہے۔ میرا گزارش کرنے کے مقصد یہ تھا کہ ان حقائق کو سامنے رکھیں۔ مولانا صاحب نے بالکل ٹھیک کہا کہ اللہ رزق دیتا ہے' مگر حضور والا! کیا ہم اس بات سے آنکھیں بند کر لیں کہ پاکستان آبادی کے لحاظ سے آٹھواں ملک ہے جب کہ رقبے کے لحاظ سے چونتیسویں نمبر پر ہے۔ جب ہمارے پاس زمین ہی نہیں تو ہم وہاں سے اضافی پیداوار کیسے مہیا کر سکتے ہیں؟ جناب والا! انھوں نے مثال دی کہ یہ ایک مغربی پروپیگنڈا ہے۔ میں ان کے ساتھ ضرور اتفاق کرتا اگر آج مجھے یہ ثابت کر دیتے کہ امریکہ اپنی آبادی بڑھا رہا ہے۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ پاپولیشن پلاننگ کے ذریعے مسلمان ممالک کی آبادی کم کی جائے تو کم از کم ان کو اتنی عقل تو ضرور ہوگی کہ اپنی آبادی تو بڑھائیں۔ دو قسم کے وار کریں ناں' ہماری آبادی کم کریں اور اپنی آبادی بڑھائیں۔ جناب! جرمنی کے اندر آبادی زیرو پہ ہے' بلکہ نیگیٹو پر آ گئی ہے۔ انگلینڈ اور امریکہ کے اندر بھی مکمل stagnation ہے۔

جناب والا! آپ سے میری گزارش ہوگی کہ ہم اس مسئلے کے اوپر سنجیدگی سے غور کریں۔ تمام متعلقہ محکمہ جات خصوصاً صحت' تعلیم اور پاکستان کے اندر کام کرنے والے این جی اوز کو اس ہاؤس کے توسط سے یہ advice کریں کہ وہ اس مسئلے کو ترجیحی بنیادوں پہ حل کریں۔ ورنہ خدارا! ہم اس ملک میں زرعی شعبے کے اندر جتنی بھی زیادہ گندم کاشت کریں۔ اگر آبادی کا یہی رجحان رہا تو ہماری جتنی بھی معاشی ترقی ہوگی وہ نیگیٹو میں جائے گی۔ جناب! 2.7 فی صد کوئی مذاق نہیں ہے'

بنگلہ دیش کے اندر 1.8 ہے۔ کیا وہ مسلمان ملک نہیں؟ میری آپ سے گزارش ہوگی کہ علمائے کرام حضرات اور متعلقہ محکمہ منصوبہ بندی کی رائے بھی اس میں شامل کی جائے۔ علمائے کرام کے اندر بھی صحیح سوچ رکھنے والے علماء ہیں جو اس ملک کی خوش حالی دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو اس ملک کے اندر کم از کم لوگوں کو صاف پانی مہیا ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ کم از کم اس ملک کے بچوں کو تعلیم یافتہ ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو انہی گزارشات کے ساتھ میں آپ کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، چودھری محمد صفدر شاکر صاحب۔

چودھری صفدر شاکر، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آج بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایک اہم موضوع کے متعلق ایوان میں بحث ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! آج ہمارا ملک اقتصادی صورت حال سے دوچار ہے۔ آج ہم اتنے قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں اور ہماری معاشی صورت حال اتنی خراب ہے کہ حکومت وقت خود آج اس سوچ میں ہے کہ کس طرح اس ملک سے معاشی بدحالی کا خاتمہ کرسکیں اور عوام کی زندگی کو سنوار سکیں۔ جناب سپیکر! اگر اس اقتصادی صورت حال کے ہوتے ہوئے ہم آبادی میں اضافے کو نہ روک سکے تو آنے والے دن ہمارے لیے بہت زیادہ پریشانی کا سبب ہوں گے۔

جناب چیئرمین! آج آبادی اتنی بڑھ چکی ہے کہ آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے سامنے بے روزگاری کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ آج غریبوں کے بچے سڑکوں پر پھر رہے ہیں۔ وہ پڑھ لکھ کر سندیں لیے پھر رہے ہیں۔ ان کو روزگار نہیں ملتا۔ یہ مسئلہ دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آج حکومت اس محکمے پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ جناب چیئرمین! شہروں کی حد تک تو ہم مانتے ہیں کہ اتنا کام ہو رہا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ ضرورت دیہاتی علاقے کے اندر ہے۔ ہمارے دیہاتی علاقے ایسے ہیں کہ جہاں پاپولیشن کے نام سے دفتر کھولنے کے لیے جگہ نہیں۔ کوئی ڈاکٹر نہیں۔ اگر کوئی ڈاکٹر متعین ہے تو وہاں وہ اپنی ڈیوٹی پر نہیں جاتا۔ وہ گھر بیٹھے اپنی تنخواہیں لیتے ہیں اور ان کو حکومت کی طرف سے مراعات ملی ہوئی ہیں۔ جناب چیئرمین! وزیر صاحب یہاں موجود نہیں ہیں' میں ان کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ وہ اس بات کو-----

جناب چیئرمین، مقرر کی یہ بات درست ہے۔ اگر وزیر پاپولیشن میری بات سن رہے ہوں تو اندر تشریف لائیں۔ جب وہ wind up کریں گے تو ہر ایک کی تقریر ان کے پاس نوٹ ہونی چاہیے تاکہ وہ

آسانی سے ہر بات کا جواب دے سکیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! وہ واش روم تک گئے ہیں لیکن ان کا سٹاف یہاں بیٹھا ہوا تمام نوٹس لے رہا ہے۔ وزیر صاحب ان کے جوابات دیں گے۔

چودھری صفدر شاکر، تو جناب چیئرمین! وزیر صاحب کو پورے پنجاب کے اندر دورے کرنے چاہییں اور خصوصاً دیہات کے اندر جا کر دیکھنا چاہیے کہ دیہاتیوں کو واقعی یہ سہولیات میسر ہیں اور دوسرا اس اہم مسئلے کو روشناس کرانے کے لیے ہمیں مختلف منصوبے بنانے چاہییں۔ ٹی وی پر ایسے پروگرام نشر کرنے چاہییں اور لوگوں کو اس طرف راغب کرنا چاہیے کہ آبادی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے وہ کیا موثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ دیہاتوں کے اندر پروجیکٹر کے ذریعے پروگرام دکھائے جائیں اور لوگوں کو اس طرف راغب کیا جائے۔ جناب چیئرمین! اس کی سب سے زیادہ ضرورت دیہاتوں کے اندر ہے۔ تو میں اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے جناب وزیر صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس مسئلے پہ فوری طور پر عمل درآمد کے لیے دیہاتوں کا دورہ کریں اور حکومت کے اتنے فنڈ کو صحیح طریقے سے خرچ کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، میجر محمد اسلم جوئیہ صاحب۔

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ پاپولیشن پلاننگ ایک ایسا موضوع ہے جس کے اوپر جتنی بحث کی جائے۔اس کے اوپر جتنی رقم خرچ کی جائے اتنی ہی کم ہے۔ پاکستان بننے کے وقت 1947ء میں برصغیر میں موجودہ بنگلہ دیش، ہندوستان اور پاکستان، اس خطے میں سب سے زیادہ منصوبہ بندی پاکستان میں تھی۔ مسلم لیگ کا ہی دور تھا اور ایوب خان کے دور تک یہ سلسلہ جاری رہا اور اس کو اہمیت ملی۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ میں نے قابل احترام ممبر چنیوٹی صاحب کی تقریر بھی سنی۔ اپنے بھائی حافظ خاکوانی صاحب کی بھی تقریر سنی۔ کیا بات کریں؛ ہمارا ملک جب تک خاندانی منصوبہ بندی کے اوپر توجہ نہیں دے گا۔ پاپولیشن پلاننگ نہیں ہوگی تو کس طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ترقی کریں گے۔ پاپولیشن پلاننگ اور اس محکمے کو کیا ترجیح دی گئی ہے۔ حالات یہ ہیں کہ 1981ء کے بعد آج تک census نہیں ہوا۔ یہ کسی پلاننگ کی بنیاد ہوتی ہے۔ جب ایک گھر کے خاندان کو اپنے افراد کا، اپنے کنبے کا معلوم ہی نہ ہو کہ کتنے فرد ہیں تو وہ اپنے خاندان کی اچھائی کے لیے اور اس کی ترقی

کے لیے اوراس کی خوش حالی کے لیے کیا پلاننگ کرے گا؟

جناب والا! اسلام ایک روشن خیال مذہب ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے ان شاء اللہ قائم و دائم رہنا ہے۔باقی تمام جتنے مذہب بھی آئے۔ آپ دیکھیں کہ وہ مذہب جو انسانی فطرت کے خلاف تھا۔ جس کی روایات انسانی فطرتوں کے خلاف تھیں۔ وہ آخرکار ختم ہو گیا۔ یہ واحد مذہب ہے جس پر ہم ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ جناب والا! جس معاشرے میں بھی دیکھیں۔ ہر طرف یہ تلقین کی جاتی ہے کہ اعتدال ہونا چاہیے۔بارش ہو تو باعث رحمت ہے اور اگر بڑھ جائے تو وہ ہمارے لیے عذاب بھی بن جاتی ہے۔جناب والا! اسی طریقے سے پانی ایک نعمت ہے۔ اگر پانی کم ہو جائے تو اس کے بغیر انسان تو انسان حیوان بھی پریشان ہو جاتے ہیں۔ جب پانی ضرورت سے بڑھ جائے تو سیلاب آتے ہیں' پریشانی ہوتی ہے۔ انسان تو انسان حیوان بھی پریشان ہوتے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ کی وساطت سے اس محکمے کے اوپر جتنی توجہ دی جائے وہ کم ہے۔ اور اس میں ہمیں اس طریقے سے منصوبہ بندی کرنی چاہیے تاکہ جب تک خاندانی منصوبہ بندی نہیں ہوگی۔ جب تک خاندانی منصوبہ بندی کے اوپر سوچ بچار نہیں کی جائے گی تو کس طریقے سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم' صحت' آب پاشی اور زراعت کے اوپر ہم توجہ دے سکتے ہیں۔ ہماری بنیاد پاپولیشن ہے۔ اگر اسی طریقے سے پاکستان کی آبادی بڑھتی رہی تو پھر ہم یہ توقع کریں کہ جہاں ہمارے مسائل پہلے ہی بڑے complexed اور complicated ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ پھر ان کو سنبھالا دینا بہت مشکل ہو جائے گا۔

جناب والا! اپوزیشن کی طرف سے یہ کہا جا رہا تھا کہ ایوان اس مسئلے کے اوپر بحث کرنے کے لیے سنجیدہ نہیں۔ کسی حد تک میں ان سے بھی اتفاق کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے اہم موضوع کے اوپر جتنا بھی تکنیکی مواد اس محکمے کے پاس ہے' وہ پہلے ممبران کو دیا جائے تاکہ وہ گھر سے اس کے اوپر تیاری کر کے آئیں اور ایک مثبت قسم کی یہاں پر بحث ہو۔

جناب والا! آج ہم اس جگہ پہنچ چکے ہیں کہ اگر 2010ء تک ہماری آبادی کی رفتار یہی رہی تو پھر یہ جتنے منصوبہ جات ہم بنا رہے ہیں۔ چاہے وہ صحت کا ہے۔ صحت کا منصوبہ کیا ہوگا؟ ہم نے محکمہ صحت کس کے لیے قائم کیا ہوا ہے؟ محکمہ صحت انسانوں کے لیے قائم ہے۔ محکمہ تعلیم مخلوق خدا کے لیے ہے۔ جب ہم fiscal policy بناتے ہیں۔ جب ہم اپنی خوراک و زراعت کے اوپر زور دیتے ہیں تو یہ تمام چیزیں اسی کے اوپر آ کر رکتی ہیں۔ جناب والا! میں آخر میں اجازت چاہتے ہوئے یہ کہوں گا کہ

انصاف بہت ضروری ہے اور جب تک ہم انصاف نہیں کریں گے اس وقت تک ہمارے ملک میں ترقی نہیں ہوسکتی۔ اس محکمے کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ان شاء اللہ اگر خاندانی منصوبہ بندی جو ہم چاہتے ہیں۔ اس رفتار سے ہو تو ہمارا ملک اور ہمارا صوبہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا۔ وما علینا الا البلاغ جناب چیئرمین، شکریہ۔

جناب محمد صدیق سالار، فاضل رکن نے برسات پر بات شروع کی تھی۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ یہ کہہ دیتے کہ جب برسات آئے تو استغفر اللہ ربی من کل زنب واتوب الیہ پڑھو۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔ برسات کسی بھی وقت ہو۔ ضرورت کے وقت بھی ہو۔ برسات جب آئے تو استغفار پڑھو تاکہ کہیں وہ زحمت نہ بن جائے۔ پھر میں کہوں گا کہ اپنے پروردگار کی طرف زیادہ رجوع کرو تاکہ تم فلاح پانے والوں میں سے ہو جاؤ۔

جناب چیئرمین، جناب آصف علی ملک صاحب۔

جناب آصف علی ملک، جناب چیئرمین! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! پاپولیشن پلاننگ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور اس کی طرف سنجیدگی سے توجہ دی جا رہی ہے۔ جناب والا! میں اپنے پیارے ملک پاکستان میں آبادی میں اضافے کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ اندازہ فرمائیے کہ آج سے پچاس سال قبل جب ہمارا پیارا ملک معرض وجود میں آیا تو اس وقت اس ملک کی آبادی تین کروڑ تھی اور آج پچاس سال بعد اس کی آبادی چودہ کروڑ تک پہنچ چکی ہے۔ جناب والا! ناقص حکمت عملی، ملک دشمنی اور اپنے اقتدار کی خاطر ایک فرد واحد نے ادھر تم اور ادھر ہم کا جب نعرہ لگایا اور ہمارا پیارا ملک دولخت ہوگیا۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کی شکل میں بنا۔ اس وقت اس مشرقی پاکستان کی آبادی مغربی پاکستان کے مقابلے میں دگنی تھی۔ اس ملک نے اسلامی ملک نے نہایت احسن طریقے سے اپنی اس آبادی کی طرف توجہ دیتے ہوئے کنٹرول کیا اور آج اس کی آبادی controlling ممالک میں نہایت اچھے معیار پر ہے۔ اس آبادی کے اضافے میں جو سب سے بڑے مسائل سامنے آتے ہیں وہ غربت ہے۔ افراط زر ہے، بے روزگاری ہے۔ میں آپ کی توجہ facts and figures کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ پاکستان میں ہر منٹ میں نو بچے پیدا ہوتے ہیں جبکہ دو بچے فوت ہوتے ہیں۔ جناب والا! ہمارے اس پیارے ملک میں چالیس مائیں مٹرنٹی کی وجہ سے فوت ہوتی ہیں۔ ہمارا غربت کے معیار میں یہ حال ہے کہ ڈھیر ساری آبادی بجلی سے محروم

ہے۔ صاف پانی سے محروم ہے۔ ان کو دوائیاں نہیں مل رہیں۔ سب سے بڑھ کر جناب والا! 1880 بندوں کے لیے ایک ڈاکٹر فراہم ہوتا ہے اور 6069 لوگوں کے لیے ایک ہسپتال ہے۔ میں پوچھتا ہوں کیا یہ لمحہ فکریہ نہیں؟ آج نہایت مقدم قابل احترام علمائے کرام سے میں نہایت افسوس سے کہتا ہوں۔ میں آج منظور چنیوٹی صاحب کی باتیں سن رہا تھا۔ جب وہ کہہ رہے تھے کہ جناب' یہ قدغن ہے' ہمیں اس طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔جناب والا! کیا پاکستان کے علاوہ اور اسلامی ممالک نہیں ہیں؟ وہاں بہت اچھے طریقے سے پاپولیشن پلاننگ کی طرف توجہ دی جا رہی ہے۔جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ چند علمائے دین کے فتاویٰ اور افکار خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق پیش کرنا چاہتا ہوں۔

"فتاویٰ عالمگیری پانچ سو علمائے دین کی کاوشوں سے لکھا گیا ہے کہ اسلام میں بیوی کی اجازت سے ازل پر کوئی پابندی نہیں۔ حمل کے نتیجے میں ماں کے رحم میں جب تک بچے کے اعضا نہیں بن جاتے اس وقت تک عورت کے لیے اسقاط حمل جائز ہے"۔

جناب والا! برصغیر پاک و ہند کے مشہور عالم مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں کہ خاندانی منصوبہ بندی خالصتاً ایک سماجی اور حیاتیاتی مسئلہ ہے اور اسے اسلامی فقہ میں شامل کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ اگر ماہرین یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہ قوم کے لیے ضروری ہے تو وہ اسے اختیار کرنے کے متعلق کوئی فیصلہ صادر کر سکتے ہیں۔

جناب والا! حضرت شاہ عبدالعزیز بن حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے مطابق عزل کی اسلام میں اجازت ہے' کیونکہ اس کی تصدیق آنحضرت کی مشہور احادیث سے ہوتی ہے۔ یہ تمام وہ مسائل ہیں جن کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ اگر ہم پاپولیشن پلاننگ نہیں کریں گے تو اگلے پچیس سال میں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری تعداد اس سے بھی دگنی ہو جائے گی۔ ہمارے وسائل کم ہوں گے۔ ہمیں اس طرف ضرور توجہ دینی چاہیے۔ میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اپنے قائد محترم میاں نوازشریف کو' قائد ایوان میاں شہباز شریف صاحب کو کہ جنھوں نے بروقت فیصلہ کرتے ہوئے اس مسئلے کی طرف توجہ دیتے ہوئے' تمام سرکاری حکام کو اپنے نمائندوں کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی۔ کہ تعلیم پر اور plain parenthood پر اور تمام female sections پر توجہ دیتے ہوئے اِن شاء اللہ العزیز ہمارے قائد محترم کے دور میں اس مسئلے پر ہم آسانی سے قابو پالیں گے۔

جناب چیئرمین، شکریہ ملک صاحب۔

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! انھوں نے کہا ہے کہ اتنی مائیں مر جاتی ہیں۔ پروردگار کہتا ہے کہ میں نے جس کو جہاں مارنا ہے' جیسے مارنا ہے' وہاں کھینچ کر لے جاؤں گا اور لوح وقلم میں لکھ کر رکھ دیا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے تبدیل نہیں کر سکتی۔ یہ پروردگار کہتا ہے۔

جناب چیئرمین، بالکل ٹھیک ہے۔ مولوی محمد سلطان عالم صاحب ہیں؛ میری آپ سے استدعا ہوگی کہ دس منٹ باقی ہیں۔ آپ کے بعد احمد شاہ کھگہ صاحب ہوں گے۔ آپ دونوں کو اڑھائی اڑھائی منٹ دیتے ہیں۔ پھر پانچ منٹ منسٹر صاحب کو دیں گے۔ انھوں نے پہلے کافی تقریر کر لی ہے۔ اب باقی تھوڑا سا وہ اس کو وائنڈ اپ کر دیں گے۔ تو میں اب معذرت سے عرض کر رہا ہوں جس کو میرا خیال ہے کہ آپ قبول فرمائیں گے۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، جناب چیئرمین! میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی بات کو بہت ہی مختصر الفاظ میں عرض کروں گا اور پھر بھی آپ کا مشکور ہوں گا کہ آپ نے مجھے اس کم وقت میں بھی وقت عنایت فرمایا۔ آج اس اہم مسئلے پر کافی تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ مختلف مقرر صاحبان نے سیر حاصل بحث فرمائی۔ بہت اچھے اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ میں ان کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے صرف چند باتیں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کا مطلب کچھ اس طرح سے لیا جا رہا ہے کہ اس پر پابندی سے مراد sexual enjoyment پر پابندی ہے۔ میں اس ضمن میں عرض کروں گا کہ خاندانی منصوبہ بندی سے مراد ایک خاندان کا صحیح تناسب' ایک خاندان کا صحیح نمبر مقرر کرنا ہے اور وہ تناسب یا وہ نمبر اس کے مطابق مقرر کیا جاتا ہے جیسا کہ اس خاندان کی آمدن ہو۔ جتنے اس کے ذرائع آمدن ہوں۔ دوسری بات میں عرض کروں گا کہ خاندانی منصوبہ بندی کرنے کے لیے جو طریقے بتائے جا رہے ہیں وہ طریقے ایسے ہیں کہ جن سے اس ضمن میں یہ تاثر دینا کہ یہ انسانی جانوں کا قتل ہے سراسر غلط ہو گا اور یہ تاثر بھی دینا کہ وہ اسلام کے خلاف ہے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی غلط ہوگا۔ اس لیے کہ وہ طریقے ایسے ہیں جو کہ اس وقت استعمال کیے جاتے ہیں جب کہ کوئی انسانی جان عالم وجود میں نہیں آ چکی ہوتی۔ اس وقت کسی انسانی جان کا وجود نہیں ہوتا' بلکہ وہ process ایسا ہے اور اُس وقت پر ہے جس وقت

کہ انسانی وجود کو عالم وجود میں لانے کے لیے، موجود کرنے کے لیے ایک ابتدائی کام ہو رہا ہوتا ہے۔ اس سطح پر اگر کوئی ایسا طریقہ اختیار کیاجائے کہ جس سے کوئی ایک نئی جان وجود میں نہ آ سکے۔ اس کی بنیاد ہی پیدا نہ ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں کوئی مذہبی، کوئی اخلاقی یا کسی قسم کی کوئی قدغن ایسی نہیں جو کہ اس بات سے منع کرتی ہو۔ اس سلسلے میں جناب اقبال خاکوانی صاحب نے بڑے argumentative طریقے سے اس بات کی وضاحت فرمائی۔ میں ان کی تائید کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ ہمارے مذہب کے جو اصول ہیں، جو احکام الٰہی ہیں، جو شریعت ہے ان کی توجیہات جس انداز میں کی جاتی ہے، ان کا ہمیں اپنے وسائل کو سامنے رکھ کر بنظر غور جائزہ لینا چاہیے۔ یہ بات کہ اپنے مطلب کے لیے اس کی کوئی توجیح اختیار کی جائےیا اس کی اس طرح وضاحت کی جائے کہ اپنا مطلب نکالا جائے مناسب نہیں۔ اسلام ایک روشن خیال مذہب ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ جس میں ہماری معاشرتی زندگی، ہماری اجتماعی زندگی اور ہماری قومی زندگی کے مسائل اور ان کا حل موجود ہے۔ تو اس طرح سے اس کی وضاحت اس انداز میں کرنی کہ ان کا زاویہ چھوٹا ہوتا چلا جائے، سرکل محدود ہوتا چلا جائے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے قومی نقطۂ نظر، ہمارے معاشی نقطۂ نظر، ہمارے خاندانی نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے ایسا مناسب نہیں ہوگا اور یہ خاندانی منصوبہ بندی کا جو پروگرام ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بھی طرح سے باقی مسلمانوں یا ہمارے مذہب کے خلاف نہیں۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں ایک اور بات عرض کروں گا کہ کثرتِ آبادی یا کسی خاندان میں اتنے زیادہ لوگوں کا پیدا ہو جانا جن کی وہ پرورش نہ کر سکیں، جن کو وہ تعلیم نہ دے سکیں، جن کو وہ شہری سہولیات میسر نہ کر سکیں، جن کو وہ ایک اچھا شہری اور ایک اچھا مسلمان نہ بنا سکیں تو ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم بُرے شہری پیدا کریں گے۔ اب خاندان میں وسائل کم ہونے سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے بعد وہ سڑکوں پر اور گلیوں میں پھرتے ہیں اور پھر اس سلسلے میں جو معاشرتی برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی رکاوٹ کا طریقہ بھی یہی ہے کہ ہم خاندانی منصوبہ بندی مناسب طریقے سے کریں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: پیر احمد شاہ کھگہ صاحب۔

پیر احمد شاہ کھگہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ الحمد للہ رب العالمین۔

جناب سپیکر! اس وقت خاندانی منصوبہ بندی پر بحث شروع ہے اور ہماری حکومت کا منشاء بھی یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کو مضبوط کرنا چاہیے اور خاندانی منصوبہ بندی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ اس کی پوری پوری حمایت کرتے ہوئے لوگوں کی منصوبہ بندی مکمل کی جائے۔ اس کے متعلق میں کچھ شرعی قسم کی ایک دو عرضیں کروں گا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہاے جبرائیل تم جا کر لُوط کی قوم کو غرق کر دو۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ فلاں آدمی بڑا نیکوکار ہے اور ہر وقت آپ کی عبادت میں لگا رہتا ہے اس کو بھی ساتھ ہی غرق کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو سب سے پہلے غرق کرنا ہے' کیونکہ اس نے بُرے آدمیوں کو آج تک ہدایت نہیں کی۔ اگر اس کی ہدایت کو وہ نہ مانتے تو اس کو چاہیے تھا کہ وہ شہر چھوڑ کر کسی اور جگہ پر چلا جاتا۔ لہذا اس کو پہلے غرق کرو۔ اللہ پاک اس مخلوق کی پیدائش کا مالک ہے۔ اللہ پاک کے حکم سے یہ لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ پاک کے حکم سے یہ لوگ فوت ہوتے ہیں۔ اللہ پاک کے حکم سے ان کو روزی ملتی ہے۔ جب یہاں پنجاب میں انگریز کی حکومت تھی تو یہ پنجاب سارے ہندوستان کو گندم سپلائی کرتا تھا۔ لیکن ہماری کمزوری اور اس کے متعلق اچھی جدوجہد نہ ہونے کی وجہ سے گندم کی پیداوار میں کمی اور دہشت گردی کا مسئلہ' حکومت کے دل میں ہے کہ یہ دونوں چیزیں مخلوق کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ مخلوق کے زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کو گندم پوری نہیں آ رہی۔ مخلوق کے زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ دہشت گردی نہیں رک رہی۔ نہیں' یہ سب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ میں کوئی عالم نہیں ہوں' لیکن میں دینیات کو کافی پڑھتا رہا ہوں۔ اگر آپ اس کے متعلق سوچیں کہ جس طرح ایک قتل بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اللہ پاک فرماتے ہیں کہ ایک آدمی قتل ہوا تو اس کا مطلب ہے ساری کائنات قتل ہوئی ہے۔ وہ حکم بھی تو خدا کا تھا' لیکن آپ منصوبہ بندی سے متعلق زیادہ دریافت علمائے دین سے کریں کہ منصوبہ بندی کا قانون جائز ہے یا نہیں۔ میں سچی بات کہنے کے متعلق عرض کر رہا ہوں۔ میں اپنی جماعت کا حامی ہوں۔ ہماری جماعت کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا کہ اے محبوب! میرا مذہب اسلام ہے۔ تو اسلام کو جمع کیا جائے تو مسلم لیگ بنتی ہے۔ ہم اس مسلم لیگ میں شامل ہیں' کیونکہ ہم اسلامی نقطہ نگاہ کو قائم رکھنا دیکھنا چاہتے ہیں۔ مسلم لیگ جماعت چاہے کوئی اچھا کام نہ بھی کرے تو ہم ان کے ساتھ ہیں۔ ہم

کسی ایسی ویسی خلاف ورزی یا دوسری جماعتوں کے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ تو جناب سپیکر! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا کیونکہ دو بج چکے ہیں۔ آپ علمائے دین سے مشورہ کریں۔ گندم کی فکر نہ کریں، دہشت گردی کی فکر نہ کریں۔ کسی قسم کی اڑ چل کی فکر نہ کریں۔ ان تمام باتوں کا خداوند پاک مالک ہے، لیکن آپ دریافت کرلیں۔ اگر یہ خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے تو ضرور ہونی چاہیے، ہم اس کی حمایت میں ہیں۔ اور اگر علمائے دین، اکابرین اور دینیات کے متعلق تجربہ رکھنے والے عاقل لوگ یہ فرمائیں کہ یہ ناجائز ہے تو پھر خاندانی منصوبہ بندی پر ایک پیسہ بھی خرچ کرنا حرام ہے۔

جناب چیئرمین: Now I may request the Honourable Minister to wind up. اور اس کے ساتھ ہی میں شرارتی بچوں سے بھی کہوں گا کہ وزیر صاحب کی تقریر میں کوئی interruption نہ کی جائے۔

وزیر بہبود آبادی: شکریہ، جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ماشاء اللہ اسلامی ملک ہے اور بالخصوص ہمارے قائد محترم میاں نواز شریف صاحب نے اپنے منشور میں بھی فرمایا تھا اور اب بھی وہ یہی فرماتے ہیں کہ ہم اس ملک کو ان شاء اللہ اسلامی ڈھانچے میں ڈھالیں گے اور پاکستان میں اسلامی آئین ہی نافذ ہوگا۔ خدا کرے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور ہم سب ان کے لیے دعا گو ہیں۔

اس کے بعد ہمارے قائد ایوان میاں محمد شہباز شریف نے ہمیں جو پالیسی دی ہے۔ اس کے مطابق ہم نے بہبود آبادی کے لیے جو طریقہ ہائے کار اپنانے شروع کیے ہیں۔ جس طرح میں نے پہلے عرض کی تھی کہ ہم ان شاء اللہ اس کو پورا کریں گے۔ جناب سپیکر! یہ بات بالکل درست ہے کہ جن دوستوں نے بہبود آبادی پر بحث میں شرکت کی میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور انھوں نے ہمیں جو مفید آراء دی ہیں ان پر ان شاء اللہ تعالیٰ عمل کریں گے۔

جس طرح افضل خان صاحب نے فرمایا ہے کہ جب لوگ بڑی عمر کے ہو جاتے ہیں تو پھر آپریشن کرواتے ہیں یہ بات غلط ہے۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ چالیس چالیس، پینتالیس پینتالیس سال کے نوجوانوں نے بھی آپریشن کرایا ہے۔ میری نظر میں آپ بھی ابھی نوجوان ہیں۔ (قطع کلامیاں) میں نہیں کہہ سکتا ان کو اپنے آپ پر کوئی شبہ ہو گیا ہو۔

جناب چیئرمین، ویسے آپ ہی آغاز کر رہے ہیں۔ پھر دوسری طرف سے بھی کوئی جواب ہو گا۔

وزیر بہبود آبادی ، تو جناب سپیکر! یہاں تک کہ چار چار' پانچ پانچ بچوں والوں نے بھی آپریشن کروائے ہیں۔ ہمارے ریکارڈ کے مطابق تین چار بچوں والوں کے آپریشن ہوئے ہیں۔ ہر ضلع میں ان شاء اللہ پارلیمانی گروپ کی ایک کمیٹی بنائی جائے گی۔ اس میں بہبود آبادی کے مضمون بہت ضروری ہیں۔ اور تعلیم کے نصاب میں کافی پیش رفت شروع ہو گئی ہے۔ جہاں زیادہ لوگ تعلیم یافتہ ہوں گے' جیسے میں نے پہلے عرض کیا وہاں ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل در آمد ہو رہا ہے اور ہو گا۔

جناب سپیکر! جناب صدیق سالار صاحب نے فرمایا کہ 25 سال کے بعد ہماری آبادی دگنی ہوتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جو بچہ دنیا میں آتا ہے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور انھوں نے یہ بھی صحیح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود ہر آنے والے کو ہر قسم کی سہولت دیتا ہے۔ لیکن میں اس میں یہ عرض کروں گا کہ جیسے پیر صاحب نے بھی فرمایا کہ ہر ایک کا اللہ تعالیٰ رازق ہوتا ہے۔ اگر انسان یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملنا ہے تو کوئی کام نہ کرے' لیکن حرکت میں برکت ہوتی ہے۔ جب تک کوئی حرکت نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ برکت کیسے ڈالے گا؟ ہمیں اس کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ جیسے میجر صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر منصوبہ بندی کر لی جائے تو یقیناً پاکستان خوش حالی ہو گا اور پاکستان کی ترقی کے لیے کافی بہتر نتائج نکلیں گے۔

چنیوٹی صاحب نے جس انداز سے تقریر فرمائی ہے اس کے لیے میرے فاضل دوست خاکوانی صاحب نے ان کو اچھے انداز میں جواب دے دیا ہے۔ **********

جناب چیئرمین، ایک سیکنڈ۔ وزیر صاحب نے یہ بات ویسے ہی مذاقاً کہی ہے تو میں اسے ریکارڈ سے حذف کرتا ہوں۔ میں اپنے اخبار کے نمائندگان سے بھی استدعا کروں گا کہ وہ صبح اخبارات کی بھی زینت نہ بنے۔ اور یہ ریکارڈ سے بھی حذف کی جائے۔

وزیر بہبود آبادی، شکریہ' جناب چیئرمین۔

جناب مخدوم بختیار خسرو صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ مغربی ممالک میں آبادی کے لحاظ سے ان کے پاس رقبہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں رقبے کی کافی کمی ہے۔ اگر آبادی اسی طرح بڑھتی گئی تو وہ رقبہ ناکافی ہو جائے گا۔ پھر ہم کیا کریں گے؟ تو بہتر یہ ہے کہ ہم اس کی پابندی کریں۔ آبادی

(*** بحکم جناب سپیکر حذف کیا گیا)

نہ بڑھائیں اور اللہ کرے ہم اس پر پورے اتریں۔

جناب چیئرمین! انھوں نے ایک مانیٹرنگ کے سلسلے میں فرمایا ہے۔ میں پہلے ہی یہ عرض کر چکا ہوں کہ قائد محترم میاں محمد نواز شریف نے وفاق میں ایک کمیٹی بنا دی ہے جس کی چیئرمین محترمہ بیگم عابدہ حسین صاحبہ ہیں اور باقی سینیٹرز بھی ہیں' ایم این ایز بھی ہیں۔ اسی طریقے سے یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ قائد ایوان کمیٹی بنا رہے ہیں جس میں پنجاب اسمبلی کے ممبر حضرات ہوں گے اور وہ جن کو مناسب سمجھیں گے شامل کریں گے۔ وہ کمیٹی ان شاء اللہ تعالیٰ بنے گی اور اس میں نتائج بہتر ہوں گے۔

جناب سپیکر! بہرحال' اس طرح باقی سب دوستوں نے جو فرمایا ہے تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ چونکہ منصوبہ بندی ہمارے لیے نہیں' بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کے لیے ہے۔ اگر ہم اپنی آبادی پر کنٹرول نہیں کریں گے ہمارا وقت تو گزر جائے گا۔ لیکن یہ جو نئی پود بیٹھی ہوئی ہے اور جو آگے آنے والے ہیں ہمیں ان کے لیے فکر کرنی چاہیے کہ آنے والی نسلوں کے لیے ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہم نے پاکستان سے سب کچھ لیا ہے لیکن ہم نے پاکستان کو کیا دیا ہے؟ پاکستان کو کچھ دینے کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم پاکستان میں ایسے نظام لائیں اور ایسے کام کریں جس سے پاکستان میں خوش حالی ہو' بے روزگاری کا خاتمہ ہو۔ اور ہر دوست کہتا ہے کہ چائلڈ لیبر کا مسئلہ ہے۔ وہ اسی لیے ہے کہ ہمارے ملک کی تقریباً پچاس فی صد آبادی اٹھارہ برس سے کم عمر کے بچوں پر مشتمل ہے۔ وہ اسی لیے کام کرتے ہیں کہ چونکہ ان کے پاس روزگار نہیں' آبادی زیادہ پھیلتی جا رہی ہے۔ میں انھی گزارشات کے ساتھ آپ سے یہ عرض کروں گا کہ ہمیں پاکستان کی بہتری کے لیے قائد محترم کے منشور اور فرمان پر عمل کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین، یعنی آپ کے فرمان کے مطابق قرآن میں بھی ہے کہ ضبط تولید سے ان احکامات پر عمل کیا جائے۔ تو بہرحال' آپ کا شکریہ' آپ نے اسے wind up فرمایا۔

ہاؤس کل صبح 9 بجے تک ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس)

جمعۃ المبارک' 24۔ اکتوبر 1997ء

(آدینہ' 21 جمادی الثانی 1418ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور' میں ساڑھے نو بجے صبح زیر صدارت جناب سپیکر (چودھری پرویز الٰہی) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآنِ پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○

سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 22 تا 32

دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے○ اور تمھارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ آسمان اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اسی سے مانگتے ہیں وہ ہر روز کام میں مصروف رہتا ہے○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ اے دونوں جماعتو! ہم عنقریب تمھاری طرف متوجہ ہوتے ہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○

وما علینا الا البلاغ○

پوائنٹ آف آرڈر

کورم کا سوال

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں کورم point out کرتا ہوں کہ House is not in quorum.

جناب سپیکر: کورم point out کیا گیا ہے------ کورم نہیں ہے۔ گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب سپیکر، گنتی کی جائے---- گنتی کی گئی---- کورم پورا نہیں' لہٰذا اجلاس کی کارروائی آدھے گھنٹے کے لیے ملتوی کی جاتی ہے۔

(جناب سپیکر 10 بج کر 16 منٹ پر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر، گنتی کی جائے---- گنتی کی گئی---- کورم پورا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

پہلے ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق چودھری محمد اعظم چیمہ کی ہے۔ وہ موجود نہیں ہیں' لہٰذا یہ pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد تحریک استحقاق مولانا منظور احمد چنیوٹی کی ہے۔ وہ بھی موجود نہیں ہیں لہٰذا یہ بھی pending کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر، اس کے بعد تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ سب سے پہلے تحریک التواء نمبر 41 جناب ایاز امیر کی ہے۔ وہ بھی نہیں آئے۔ اسے بھی pending کرتے ہیں۔ سعید احمد خان منیس کی ایک تحریک التوائے کار نمبر 46' pending چلی آ رہی ہے۔

وزیر مال، 55 بھی اسی طرح کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ محرک نہیں آئے۔ اگر اس کو بھی شامل کر لیا جائے تو میں ان کا جواب دے دوں۔ ملک مظہر عباس راں کی 55 اور 46 دونوں ایک جیسی ہیں۔ اگر ان کو اکٹھا کر لیا جائے تو میں جواب دے دوں۔

جناب سپیکر، ملک مظہر عباس راں صاحب یہاں موجود ہیں۔

وزیر مال، وہ موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر، یہ تو ابھی پیش ہی نہیں ہوئی ۔ اس لیے سعید خان منیس والی کو ہی take up کرتے ہیں۔

ژالہ باری کی وجہ سے ملتان ڈویژن میں کپاس کی فصل کو نقصان

-----(بحث جاری)

وزیر مال، یہ درست ہے کہ ماہ اکتوبر میں شدید بارشیں اور ژالہ باری پنجاب کے مختلف علاقوں میں متواتر ہوتی رہی۔ ملتان ڈویژن میں بالخصوص کپاس کی فصل کو شدید نقصان پہنچا۔ تخمینہ کے مطابق تقریباً 41540 ایکڑ رقبے پر کاشت کی گئی۔ کپاس کی فصل کو نقصان کا اندازہ پچاس فی صد سے زیادہ ہے۔ نقصان کے صحیح تعین کے لیے سروے جاری ہے۔ جس میں کچھ اور وقت درکار ہے۔ ابتدائی نقصان کے اندازے کی تفصیل،

ملتان، کل رقبہ جہاں نقصان پچاس فی صد یا زیادہ رہا۔ 33933 ایکڑ تھا۔ تحصیل شجاع آباد کے چھ مواضعات، تحصیل جلال پور پیر والا کے سولہ مواضعات بوجہ سیلاب آفت زدہ قرار دیے جا چکے ہیں۔ جبکہ حالیہ ژالہ باری کی وجہ سے چار مواضعات سٹی سب ڈویژن ملتان، پندرہ مواضعات صدر سب ڈویژن ملتان کے آفت زدہ قرار دیے جا چکے ہیں۔ کل 41 مواضعات آفت زدہ قرار دیے گئے۔ بلکہ 43 ہو چکے ہیں۔

خانیوال،۔ کل رقبہ متاثرہ تقریباً 5000 ایکڑ ہے۔ 35 مواضعات بوجہ سیلاب اور پانچ مواضعات بوجہ حالیہ ژالہ باری آفت زدہ قرار دیے جا چکے ہیں۔

وہاڑی،۔ نقصان زدہ رقبہ 6279 ایکڑ ہے۔ تحصیل میلسی میں متاثرہ رقبہ 1527 ایکڑ ہے۔ تفصیلی سروے کا کام جاری ہے جس کے مکمل ہوتے ہی مناسب کارروائی کی جائے گی۔

لودھراں، تاحال نقصان اندازے کے مطابق کپاس کی حالیہ فصل کے لیے اس زمرے میں نہ آتا ہے کہ آفت زدہ قرار دیا جائے۔

مزید تقریباً دس دن تک سروے مکمل ہو جائے گا۔ اس کے بعد قواعد کے مطابق کارروائی کی

جائے گی۔ قواعد کا یہی ہے کہ وہاں جو زرعی ٹیکس ہے یا آبیانہ ہے اس کو معاف کر دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ جو تقاوی قرضے ہیں ان کو اگلے سالوں پر re-schedule or defer کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جو سود ہے وہ بھی نہیں لیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اگلے سال کے لیے مزید زرعی قرضے دیے جائیں گے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے جی۔ جی، منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اس تحریک التواء کے جواب میں فاضل وزیر مال نے یہاں سروے کے بارے میں بتایا ہے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنے اضلاع میں شدید ژالہ باری ہوئی اور طوفان آیا اور اتنا نقصان ہوا۔ محکمے کی نااہلی دیکھیں کہ ابھی تک سروے مکمل نہیں ہو سکا۔ جناب سپیکر! میں کئی بار عرض کر چکا ہوں کہ زراعت ملک کی معیشت میں ریڑھ کی حیثیت ہڈی رکھتی ہے۔ ایسی زراعت جس پہ کسی کو incentive یا protection نہیں دی گئی۔ یہ ایک خدائی آفت آئی ہے۔اس میں میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کا حق بنتا تھا کہ فوری طور پہ اس کے مکمل سروے کرتے۔ بجائے اس کے آج وزیر موصوف یہاں یہ کہتے کہ سروے ابھی جاری ہے اور آئندہ دس دن اور لگیں گے۔ جناب سپیکر! آپ اندازہ لگائیں کہ اس سے ملکی معیشت پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔

نمبر ایک یہ ہے کہ تمام علاقے جن کا میں نے ذکر کیا ہے' یہ کپاس کے علاقے ہیں۔ کپاس ہی ہمارے ملک کی نقد آور فصل ہے۔ جو ملک کے فارن ایکسچینج میں contribute کرتی ہے۔ فارن ایکسچینج کا ایک بڑا حصہ اس فصل سے حاصل ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تمام فصلیں ختم ہو گئی ہیں۔ اب اس کا اثر اگلی گندم کی فصل پر پڑے گا کہ لوگوں کے پاس پیسہ نہیں ہوگا۔ اس سے انھیں نقصان ہو گا کہ انھیں پیسہ نہیں ملے گا۔

دوسرا یہ ہے کہ پچھلے سالوں کی کپاس کی payments already stuck up ہوئی ہیں۔ گورنمنٹ نے اس پر توجہ نہیں دی۔ جناب والا! جو آئندہ گندم کی فصل ہے۔ اس کے بیج تک کے لیے لوگوں کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ میں کیا بات کروں کہ ان کی inputs کے لیے اور pesticides کے لیے وہ پیسہ کہاں سے لائیں گے؟ پھر یہ ہے کہ وزیر موصوف یہ فرما رہے ہیں کہ کچھ آبیانہ اور زرعی ٹیکس ان کو معاف کر دیا جائے گا۔جناب سپیکر! اس سے تو ان کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ اگلی فصل

کس طرح سے کاشت کریں گے؟ گورنمنٹ نے آئندہ فصل کے لیے کیا کرنا ہے؟ پرسوں آپ تشریف نہیں رکھتے تھے تو میں نے یہ عرض کیا تھا کہ 30 بلین کے قرضے کی بات کی جا رہی ہے کہ گورنمنٹ 30 بلین کے قرضے دے رہی ہے۔ لیکن وہ مشروط قرضے دیے جا رہے ہیں' جو آفت زدہ علاقے ہیں۔ جہاں یہ عذاب نازل ہوا ہے ان علاقوں میں ابھی تک ایسے کسانوں کو بھی جنھوں نے چار سو روپیہ بھی قرضہ واپس کرنا ہے بھی گرفتار کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ کے ایسے اقدامات ہیں جس سے کسانوں کا طبقہ براہ راست متاثر ہو رہا ہے۔ اس میں یہ چاہیے تھا کہ ان کو کچھ compensation دی جائے۔ ان کو جا کر دلاسہ دیا جائے۔ ان کے لیے ایسے اقدامات کیے جائیں کہ وہ اپنی آئندہ فصل اُگانے کے قابل ہوں۔ یہ بھی نہیں کیا جا رہا اور اس پر یہ ظلم ہے کہ اگر کسی نے پانچ سو روپیہ قرضہ دینا ہوتا ہے۔ اس کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! میں نے اگلے دن یہ بات کی تھی۔ میں کوئی discrimination between the industrialist and agriculturist نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ ہے کہ جہاں اربوں روپے لوگوں نے انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ میں دیئے ہیں تو ان کو کچھ پوچھا نہیں جاتا۔ لیکن کاشت کار جس نے صرف پانچ یا چھ سو روپیہ دینا ہو۔ جناب سپیکر! آپ خود دیکھیں کہ یہ کتنی رقم ہے۔ اگر چھ سو روپیہ بھی دینا ہو تو اس کو بھی گرفتار کر کے اندر کر دیا جاتا ہے۔ پھر آپ دیکھیں تو سہی کہ ہمارا وہ غریب کاشت کار ملک کی معیشت کے لیے کتنی زیادہ contribution کرتا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے لیے کچھ بھی نہیں کیا جا رہا۔ میں اس بات سے بالکل مطمئن نہیں کہ ابھی تک سروے مکمل نہیں ہوا۔ سروے مکمل ہوگا۔ اس کے بعد یہ دیکھیں گے کہ وہاں آبیانہ معاف کیا جائے اور زرعی ٹیکس معاف کیا جائے۔ زرعی ٹیکس تو میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ It is a controversial income tax. جو لگا دیا گیا ہے۔ which is not income tax یہ تو ایک land holding tax لگا دیا گیا تھا۔ آپ نے دیکھا ہے کہ اس پر کتنا احتجاج ہوا ہے۔ ملک کے ' صوبے کے تمام علاقوں میں اس پر احتجاج ہوا ہے۔ جناب سپیکر! اس میں وزیر موصوف مطمئن نہیں کر سکے۔ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ کسانوں کے طبقے کے لیے یہ اس پر اچھے طریقے سے غور کریں۔ as a whole گورنمنٹ اس پر توجہ دے۔ اس پر compensations دیں۔ ان کو قرضے دیں۔ یہ صرف بات کر دیں گے کہ one window operation کے ذریعے دے رہے ہیں۔ اس one window operation سے یہ مسائل حل نہیں ہوں گے۔ جناب سپیکر! میں اپنی اس تحریک التوائے کار کو press کرتا ہوں کہ اور آپ اس کو

admit کریں۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ جی وزیر مال۔

وزیر مال(چودھری شوکت داؤد)، جناب سپیکر! آپ نے لیڈر آف دی اپوزیشن کو اجازت دی اور انھوں نے اس کے اوپر اتنی لمبی چوڑی بحث کی۔ حالانکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ تحریک التوائے کار پر اتنی لمبی چوڑی بحث اور تقریر کی رولز اجازت نہیں دیتے۔ لیکن اس کے باوجود احتراماً میں بھی کسی پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں بولا۔ اب انھوں نے اپنی تقریر میں اتنا کچھ کہہ دیا ہے جو irrelevant تھا۔ انھوں نے زرعی ٹیکس کی بھی بات کر لی۔ انھوں نے زرعی پالیسی کو بھی بیان کر دیا۔ یا تو مجھے آپ اجازت دیں۔ میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ آپ مجھے بھی مہربانی فرما کر پانچ دس منٹ دیں کہ انھوں نے جو point out کیا ہے میں اس کے جوابات دوں۔

اگرچہ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے دنوں سیلاب کے سلسلے میں جو ایک بحث ہوئی' اس میں یہاں اس ہاؤس میں سیرِ حاصل گفتگو ہوئی۔ میں نے اس کا آغاز بھی کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاکستان مسلم لیگ کی ہی حکومت ہے کہ جس نے ایک مثالی کردار ادا کیا۔ چاہے وہ 1992ء کا سیلاب تھا' 1993ء کا سیلاب تھا یا موجودہ سیلاب تھا۔ پاکستان کے وزیرِ اعظم نے بحیثیت وزیرِاعظم اور وزیرِاعلیٰ نے بحیثیت وزیرِاعلیٰ لوگوں کے کچے گھروندوں تک کیچڑ اور گارے میں جا کر لوگوں کو یہ احساس دلایا کہ پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے اس تکلیف کی گھڑی میں بھی ان کو اکیلا نہیں چھوڑا اور آپ نے دیکھا کہ آج ہماری پنجاب حکومت نے اور ہمارے ڈیپارٹمنٹ نے میاں صاحب کے حکم کے مطابق ان لوگوں کو compensation کے سلسلے میں ریٹس بڑھا کر وہ compensation دی جو آج سے پہلے کبھی نہ دی گئی' بلکہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ پچھلی حکومت کے لوگ آج تک ہاتھوں میں چیک لے کر پھرتے رہے اور ان کے چیک کیش نہیں ہوئے اور موجودہ حکومت نے اس بات کو یقینی بنایا کہ بنکوں نے لوگوں کے دروازے پر جا کر ان کے چیکوں کو کیش کیا۔ حکومت نے اس بات کو یقینی بنایا کہ نہ صرف جن لوگوں کی فصلات کو نقصان پہنچا ہے بلکہ آئندہ ان کو فصل اُگانے کے لیے بھی ایسے قرضہ جات کا اجراء کیا جائے جیسے one window operation کا اجراء کیا گیا اور وزیرِ اعظم خود وہاں موقع پر گئے تاکہ اس کو یقینی بنایا جا سکے۔ آج بھی میں نے ان کو کہا ہے۔ میں اس بات کو مختصر کروں گا۔ یہ چاہے جتنی مرضی بحث کر لیں۔ جب انھوں نے مجھے ٹیلی فون پر بتایا کہ میرا ضلع بھی

متاثر ہوا ہے' ان کو یاد ہونا چاہیے تو میں نے اسی وقت ڈی سی وہاڑی کو ٹیلی فون کیا اور میں نے کہا کہ جناب' آپ اس بات کا جائزہ لیں۔ یہ تحریک التوائے کار ان کی بعد میں آئی ہے۔ ان کو سراہنا یہ چاہیے کہ جو میں نے اعداد و شمار دیے ہیں حالانکہ میں اپنے جواب کو وہاں ختم کر سکتا تھا کہ جناب! یہ کچھ ہوا ہے اور ہم یہ کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود میں نے اپنی طرف سے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ جو لوگ متاثر ہوئے ہیں وہ رہ نہ جائیں۔ میں نے خود کہا ہے اور آٹھ یا دس دن کی مہلت اس لیے لی ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی بھی ایسا آدمی جو متاثر ہوا ہے وہ لسٹ میں نہ رہ جائے۔ اس لیے میں نے ٹائم لیا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں خود بھی موقع پر جاؤں گا اور حکومت اس بات سے بخوبی آگاہ ہے۔ پھر جو علاقے calamity hit declare ہوں گے ان کو وہ تمام سہولیات مہیا کی جائیں گی جن کی رولز ہمیں اجازت دیتے ہوں گے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ تو یہ پھر آپ press نہیں کرتے ہیں؟

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! میں تو اس پر stress کرتا ہوں اور press بھی کرتا ہوں۔

وزیر مال، جناب سپیکر! پھر ان کی یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی' لہٰذا اس کو خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ کا جواب آ گیا ہے اور وہ بڑا valid ہے۔ تو ان کی یہ جو تحریک التوائے کار ہے میں اس کو dispose of کرتا ہوں۔ اب اگلی تحریک التوائے کار نمبر 47 جناب سعید اکبر خان صاحب کی ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں اپنی تحریک التوائے کار پڑھ چکا ہوں۔

جناب سپیکر، پڑھ چکے ہیں۔ ٹھیک ہے۔

وزیر مال، جناب سپیکر! ان کی تحریک التوائے کار میں بالکل وہی بات ہے جو پہلے یہاں تحریک التوائے کار نمبر 57 میں بھی آئی ہے۔ میں یہ اس لیے کہتا ہوں کہ اس کو بھی ساتھ ملا کر میں ان کا اکٹھا جواب دے دوں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں ان کا جواب علیحدہ بھی دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ اس کا علیحدہ جواب ہی دے دیں' کیونکہ وہ ابھی پڑھی نہیں گئی۔

وزیر مال، جی، وہ ابھی پڑھی نہیں گئی لیکن میں ویسے آپ کو بتا رہا ہوں۔

جناب سپیکر، جی، ٹھیک ہے۔

وزیر مال، مقامی ریونیو سٹاف کے سروے کے بعد ارسال شدہ رپورٹ کے مطابق ضلع بھکر کے 45 مواضعات میں کھڑی فصلات کو نقصان پہنچا ہے۔ یہاں میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اپنی تحریک التوائے کار میں 43 کہا تھا۔ ہم نے پورا سروے کر کے 45 مواضعات کا نقصان یہاں بیان کیا ہے۔ لہٰذا تمام مواضعات کو آفت زدہ علاقہ قرار دیا جا چکا ہے۔ چونکہ ان مواضعات میں نقصان کا اندازہ 50 فی صد یا اس سے زیادہ پایا گیا ہے، لہٰذا متاثرین قواعد کے مطابق سہولیات کے حق دار ہیں۔ قواعد کے مطابق آفت زدہ قرار دیے گئے علاقے کو آبیانہ اور زرعی ٹیکس معاف کر دیے جاتے ہیں، جب کہ تقاوی اور زرعی قرضہ جات کی وصولی ایک سال کے لیے ملتوی کر دی جاتی ہے۔ اس عرصہ ایک سال کا سود بھی حکومت برداشت کرتی ہے۔ علاوہ ازیں اگلی فصل کے لیے fresh loan بھی جاری کیا جاتا ہے۔ اس سے ملتی جلتی پہلے بھی ایک تحریک التوائے کار آ چکی ہے اور یہ بھی اسی طرح کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قابلِ پذیرائی نہیں۔ اس کو disposed of تصور کیا جائے۔ شکریہ۔

(اس مرحلے پر جناب چیئرمین چودھری محمد اعظم چیمہ کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین، ہاں جی، سعید اکبر خان! آنریبل منسٹر کے جواب کے بعد کیا آپ اس بات سے متفق ہیں؟

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں۔ جناب منسٹر نے یہ فرمایا ہے کہ یہ ایک ہی طرح کی تحریک التوائے کار ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انھوں نے پورے پنجاب کی بات کی ہے اور میں نے اپنے ضلع بھکر کی جو وہاں تباہی ہوئی، وہاں لوگوں کو طوفان، ژالہ باری اور بارشوں سے جو تکلیف ہوئی اور ان کے جو نقصانات ہوئے میں نے خاص طور پر ایک ڈسٹرکٹ کی بات کی ہے۔ میں نے پورے پنجاب کی بات نہیں کی۔

جناب منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم نے سروے کروا لیا ہے اور کچھ علاقوں کو آفت زدہ بھی قرار دے دیا ہے۔ میں ان کا مشکور ہوں کچھ علاقوں کو انھوں نے آفت زدہ قرار دیا ہے۔ لیکن آفت زدہ علاقہ قرار دینے کا طریقہ کار یہی ہے کہ ایک پورا موضع ایک پٹواری کے ماتحت پہلے بھی ہے اور اس طوفان کے بعد بھی اس کا اسی پر انحصار ہے کہ اگر وہ اس موضع میں خوش ہے اور ان لوگوں کے ساتھ

اس کا تعلق ٹھیک ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ 50 فی صد سے زیادہ نقصان ہے۔ آپ بھی ایک زمین دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور میرے بتانے سے پہلے بھی آپ کو تمام حالات سے آگاہی ہے کہ ہمارے ایک عام کاشت کار کو اپنے فیلڈ میں کیا کیا تکالیف ہیں۔ اگر پٹواری اسی کو 45 فی صد لکھ دے تو اس کاشت کار کو کتنا نقصان ہو گا۔ آج میں یہاں اس بات کو stress کرتا ہوں کہ کافی مواضعات ایسے ہیں جہاں 50 فی صد سے زیادہ نقصان ہوا ہے اور ان کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔ میری یہ گزارش ہے کہ جیسا کہ پہلے لیڈر آف دی اپوزیشن نے یہ کہا ہے کہ ان میں واقعی مالیہ اور زرعی ٹیکس جو ابھی منسٹر صاحب بھی فرما رہے تھے کہ معاف ہو جائے گا تو باقی ساری کارروائی defer ہو جاتی ہے۔ ابھی آپ یہ اندازہ لگائیں کہ جس آدمی نے قرضہ دینا ہے۔ اس نے تو وہ قرضہ اسی فصل سے جو اس کی تباہ ہوئی ہے اس سے ادا کرنا تھا۔ یہ تو گورنمنٹ کر دے گی کہ ایک سال کے لیے اس کا قرضہ جو اس نے زرعی بنک سے لیا ہے یا سوسائٹی سے لیا ہے وہ defer ہو جائے گا' لیکن میں نے اس دن بھی یہ عرض کی تھی کہ اس کے لیے اس چیز کا کوئی متبادل نہیں ہوتا۔ وہ اپنی اگلی فصل کے لیے کیا کرے گا؟ کس طریقے سے وہ اس کو کاشت کرے گا جب اس کو نیا قرضہ نہیں ملے گا؟ چونکہ اس کے ذمے پہلے ہی قرضہ ہے اور وہ اسے ادا نہیں کر پا رہا۔ تو ہم سب کو اس بات کا سوچنا چاہیے کہ جس آدمی کی فصل تباہ ہو جاتی ہے۔ جس آدمی کے پاس اپنے کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں بچتا تو کیا آئندہ جو گندم کی کاشت آنے والی ہے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کے لیے کھاد چاہیے' اگر کسی کے پاس ٹریکٹر ہے تو اس کے لیے تیل چاہیے' ان کے کتنے اخراجات ہوتے ہیں۔ پہلے ہی تنگ دستی سے ہمارا زمین دار اور کاشت کار گزارہ کر رہا ہے اور جب اس کی ایک فصل تباہ ہو جاتی ہے تو آپ اندازہ لگاتے ہیں اور آپ کو اندازہ ہے کہ اس کے لیے اس کو کتنی تکلیف ہوتی ہے اور وہ کس طریقے سے اپنی گزر اوقات کرتا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہ جو ایک percentage پٹواری کے ہاتھ میں دی ہوئی ہے' انھوں نے لکھ دیا کہ 50 فی صد ہے تو پھر بھی نہیں ہے۔ اگر 50 فی صد سے اوپر ہو تو پھر ہے۔ جناب چیئرمین! 50 فی صد کی آپ بات کر لیں۔ میں ان کی بات مانتا ہوں کہ 50 فی صد اگر فصل تباہ ہو اور اس کے بعد اس کو کوئی سہولت نہ دی جائے' کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آج کل کون سی فصل ہے جس پر 50 فی صد کوئی زمین دار نفع کما رہا ہے؟ اس کی 50 فی صد جو فصل تباہ ہوئی اگر آپ اس پر کوئی رعایت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں' آپ اس کو کوئی سہولت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں' حالانکہ اس 50 فی صد پر اس کا 70/80 فی صد تک تو خرچہ ہوتا ہے۔ وہ خرچ بھی اگر

اس کو واپس نہیں ملتا تو وہ کیسے اپنا گزر اوقات کرے گا' اور کیسے اپنی اگلی فصل کاشت کرے گا؟ وہ اپنا پیٹ پالے گا یا اگلی فصل کاشت کرے گا؟ جناب چیئرمین! اس ملک میں کتنا ظلم ہے کہ ہم 40 ارب روپے گندم import کرنے پر تو خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن 5 ارب زمین دار کو دینے کے لیے تیار نہیں۔ ان کی سہولت کے لیے کچھ بھی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ہم نے جو ایک بلین ڈالر کی گندم import کرنی ہے اس میں ہمارے بہت سارے معاملات شامل ہوتے ہیں' اسلیے ہم اس کو project کرتے ہیں اور اس کو صحیح سمجھتے ہیں چہ جائیکہ اس میں سے دس ارب کاشت کاروں کو دے دیں' کاشت کار کو سہولیات مہیا کرنے پر خرچ کریں۔ میں آپ کو دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر یہی دس ارب اس گندم کی فصل کے لیے آپ دے دیں اور فی ایکڑ چار من گندم کی پیداوار بڑھالیں تو آپ کی ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

وزیر مال: جناب والا! آپ دیکھیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا یہ بحث ہو رہی ہے یا کہ تحریک التوائے کار پر بات ہو رہی ہے؟

جناب چیئرمین: یہ generally کسانوں کے حقوق کے بارے میں کچھ بات ہو رہی ہے۔ سعید اکبر خان صاحب! میری تھوڑی سی گزارش سن لیں۔ فاضل وزیر صاحب نے technically یا تحریک التواء کار کے مندرجات کے حوالے سے جو جواب دیا ہے اس بارے میں تو شاید آپ مطمئن ہیں۔ باقی جن خدشات کا آپ نے اظہار کیا ہے اور صوبے میں generally کسانوں کی ضروریات کے بارے میں آپ کے جو خدشات ہیں' ان کے بارے میں وزیر صاحب بیان فرما دیں کہ آیا جو محرک نے general خدشات ظاہر کیے ہیں اس بارے میں بھی آپ کچھ سوچنے پہ آمادہ ہیں؟

وزیر مال: جناب سپیکر! میں نے اس سے پہلی تحریک التوائے کار کے جواب میں بڑی تفصیل کے ساتھ حکومتی اقدامات کا ذکر کیا تھا اور اسی کے pattern پر انھوں نے یہ جو تحریک التوائے کار دی ہے اور اس پر جو انھوں نے لمبی چوڑی تقریر کی ہے' اس پر میں تبصرہ نہیں کروں گا۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ "جس کا کام اسی کو ساجھے"۔ میں یہ کہہ کر اس ایوان کی توہین نہیں کرنا چاہتا کہ سعید اکبر خان پٹواری کا کام شروع کر دیں اور پٹواری کو میں ان کی جگہ پر بٹھا دوں۔ جو بھی سروے کرنا ہے وہ پٹواری نے کرنا ہے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اس بات کو یقینی بنایا ہے' وہاں ہم نے اے سی لیول اور ڈی سی لیول کو یہ ہدایات جاری کی ہیں کہ صحیح سروے ہونا چاہیے' بڑا accurate سروے

ہونا چاہیے۔ جو لوگ متاثر ہوئے ہیں ان کے نام رہنے نہیں چاہییں اور نہ ہی ایسے لوگوں کو رعایت ملنی چاہیے جو کہ اس کے حق دار نہیں۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنے فاضل بھائی کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ effect ہوئے ہیں اور وہ اس زمرے میں نہیں آئے' یا کوئی غلط لوگ آ گئے ہیں تو اس کی نشان دہی کریں ہم اس کا ازالہ کریں گے۔ باقی جو ہمارا طریق کار ہے اسی کے مطابق چلنا ہو گا کیونکہ میں رول تبدیل نہیں کر سکتا۔ ہم زمین دار کو بالکل پورا پورا معاوضہ نہیں دے سکتے۔ اگر ہم کسی انسانی جان کے ضائع ہونے پر 75 ہزار دیتے ہیں تو کیا کسی انسانی جان کا معاوضہ یا بدل صرف 75 ہزار روپے ہے؟ یا اگر ہم کہہ دیں کہ بیس ہزار یا تیس ہزار ایکڑ ضائع ہو گیا ہے' آپ خود بھی زمین دار ہیں یہ بھی زمیندار ہیں تو اتنا معاوضہ حکومت کہاں سے afford کر سکتی ہے؟ ہم صرف ان کو یہ ensure کروانا چاہتے ہیں کہ حکومت ان کے نقصان کے لیے جو کچھ کر سکتی ہے وہ کرے گی۔ یہ صرف ایک یا دو ایکڑ کی بات نہیں ہے' بلکہ یہ پورے پنجاب اور پورے ملک کا معاملہ ہے۔ جو ریلیف پیکج دیا جاتا ہے اس کے لیے ایک قانون بنا ہوا ہے' رول بنا ہوا ہے ہم نے اس کے مطابق چلنا ہے۔ اگر یہ کہیں کہ اس رول کی ہم خلاف ورزی کرتے ہیں' جو ریلیف پیکج ہے اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا' جو لوگ حق دار ہیں ان کو معاوضہ نہیں مل رہا تو تب یہ point out کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہم حاضر ہیں اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو رولز ہیں یا جو پالیسی ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ شکریہ۔

خواجہ ریاض محمود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: خواجہ ریاض محمود صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

خواجہ ریاض محمود: جناب والا! میں فاضل وزیر کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف نے جو ابھی تقریر کی ہے اور اس کے بعد سعید اکبر خان صاحب نے ان کی تائید میں جو باتیں کی ہیں یہ ساری تصوراتی باتیں ہیں۔ مخالفت برائے مخالفت اور اخبارات میں خبریں چھپوا کر نمبر شہرت حاصل کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ جناب سپیکر! تاریخ میں پہلی مرتبہ بارش اور سیلاب سے تباہ لوگوں کی فہرستیں تیار ہو رہی ہیں اور ڈی سی' اے سی حضرات کو وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے حکم دیا گیا ہے اس میں ایک فی صد کی بے ایمانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حق داروں کو حق دینے کے لیے بالکل صحیح ریکارڈ مرتب کیا جا رہا ہے۔ نہ صرف مرتب کیا جا رہا ہے' بلکہ بیشتر ضلعوں میں ہمارے

وزرائے کرام کی قیادت میں ان لوگوں کو ان کا حق ان کے دروازوں پر دیا گیا ہے' ہزاروں روپے دیے گئے ہیں۔ یہ میں ایک زندہ تاریخ بیان کر رہا ہوں۔ میرے دوست بار بار جاگیر دار اور مزارعوں کی بات کر رہے ہیں۔ جناب والا! وزیراعظم کی طرف سے 30 ارب روپے کا پیکج کسانوں کے لیے دیا گیا ہے۔ کسان اپنی زمینوں کو ترقی دینے کے لیے' اناج اگانے کے لیے ہزاروں' لاکھوں روپے وصول کر رہے ہیں۔ اسی طرح کھاد' ٹریکٹر' ادویات میں بھی ان کو ریلیف دیا جا رہا ہے۔ یہاں پر میرے دوست ریکارڈ کے بالکل بر خلاف باتیں کرتے ہیں۔ انھوں نے یہ جو بات کی ہے کہ 40 ارب روپے کی گندم import کی گئی ہے تو جناب والا! یہ سارا بیج انھی کا ہی بویا ہوا ہے۔ یہ ساری دھاندلیاں انھوں نے ہی کی ہیں جو اس حکومت کو خواہ مخواہ بھگتنی پڑ رہی ہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ فکر نہ کریں' ذرا صبر کریں ان شاء اللہ تعالیٰ حکومت صحیح رُخ پر جا رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب آپ اس ایوان میں اس حکومت کی تعریف کریں گے کہ یہ حکومت اچھے کام کر رہی ہے۔

جناب چیئرمین: بہرحال' میں فاضل وزیر سے بھی عرض کروں گا کہ تشریف رکھیں اور سید اکبر خان صاحب بھی تشریف رکھیں۔ تو اس تحریک التوائے کار پر بحث کے بعد' فاضل وزیر کی یقین دہانی کے بعد میں اسے disposed of کرتا ہوں۔

جناب سید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! آپ نے مجھ سے پوچھنا تھا کہ وزیر صاحب کی اس یقین دہانی کے بعد آپ اس کو press کرتے ہیں یا withdraw کرتے ہیں؟ ہو سکتا تھا کہ میں اس کو press نہ کرتا۔ جناب والا! یہ ایک طریق کار ہے' رولز ہیں اور یہی روایات بھی ہیں۔ جس طریقے سے آپ نے میری امداد فرمائی اور ان سے وضاحت طلب کی تو میں آپ کی اس بات سے نہایت مطمئن تھا اور میں شاید اس کو press نہ کرتا اور آپ کو یہ تحریک التوائے کار dispose of نہ کرنی پڑتی۔ چونکہ آپ نے میری نمائندگی فرما دی تھی اور وزیر موصوف سے آپ نے وضاحت طلب کی کہ موجودہ تکالیف کے مطابق آپ کسانوں کے لیے کوئی واضح بیان دیں۔ انھوں نے کچھ نہ کچھ بیان دے دیا اور میں آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی اس تحریک کو واپس لے لیتا۔ اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس بارے میں مجھ سے ضرور پوچھیں۔

جناب چیئرمین: میرے اس فیصلے کے بعد فاضل ممبران سے میری یہ استدعا ہوگی کہ کسی کو احتجاج کرنے کا حق نہیں۔ لہٰذا مہربانی فرمائیں' کیونکہ جو بھی فیصلہ کیا گیا ہے وہ میں نے اپنی دانست کے

مطابق کیا ہے اور سارے حالات و واقعات کو سننے کے بعد کیا ہے۔ اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم قانون سازی کی طرف آتے ہیں۔

جناب محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا میں نے کل ایک تحریک پیش کی تھی۔

مسوادت قانون

مسودہ قانون، زرعی تحقیقی بورڈ، پنجاب مصدرہ، 1997ء

(بحث جاری-----)

MR CHAIRMAN: Now, we come to the legislative business and take up the left over business from the list of October 22, 1997.

We resume discussion on the Punjab Agricultural Research Board Bill 1997.

CLAUSE 16

Now, we continue with the consideration of Clause 16 of the Bill. An amendment has been received in it from the Law Minister. He may move it. I think the honourable Parliamentary Secretary intendes to move. Parliamentary Secretary.

PARLIAMENTARY SECRETARY LAW(Ch Shahid Akram Bhinder): I move:

That----------

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: Point of order Sir

Sir, I would like to ask the Chair, Is it not necessary to seek the leave of the House to move this amendment?

MR CHAIRMAN: It is not necessary according to the rules. It is ruled out of order. Parliamentary Law Secretary may move the amendment.

PARLIAMENTARY SECRETARY LAW: I move:

That for clause 16 of the Bill, as recommended by the Special

Committee No. 1, the following shall be substituted:

"16 . Repeal . The Punjab Agricultural Research Board Ordinance, 1997 (XXX of 1997) is hereby repealed."

MR CHAIRMAN: The amendment moved is:

That for clause 16 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. 1, the following shall be substituted.

"16 . Repeal . The Punjab Agricultural Research Board Ordinance, 1997 (XXX of 1997) is hereby repealed."

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: I oppose it.

MR CHAIRMAN. Now, I will invite the mover to make a speech in favour of his amendment.

پارلیمانی سیکریٹری برائے قانون، جناب سپیکر! مجھے تو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ میرے فاضل دوست لیڈر آف اپوزیشن نے اس کی مخالفت کیسے کی ہے؟ کیونکہ پچھلے دن جب اس پر دوسری خواندگی شروع تھی یہ چیز خود پوائنٹ آؤٹ کی تھی ۔ اس کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔جناب والا! یہ ایک بالکل formal clause ہے۔ اور اس آرڈیننس کو repeal کیا جانا تھا۔ جب بل غور کے لیے سپیشل کمیٹی میں پیش کیا گیا تو اس وقت آرڈیننس نمبر 24 مجریہ سال 1997 ، نافذ تھا۔ اور یہ آرڈیننس اپنی تین ماہ کی مدت ختم کرنے کے بعد 30-09-97 کو ختم ہو گیا۔ اس کے بعد قانون جاری رکھنے کے لیے آرڈیننس نمبر 30 مورخہ 04-10-97 جاری کیا گیا' جس کے ذریعے سابقہ آرڈیننس کا قانون جاری کیا گیا۔ اور یہ آرڈیننس اس وقت نافذالعمل ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے اس آرڈیننس کو repeal کیا جانا ضروری ہے ۔ اور یہ چیز میرے فاضلدوست نے خود پوائنٹ آؤٹ کیتھی۔ جب یہ انھوں نے پوائنٹ آؤٹ کیا تو رولز کے مطابق یہ معاملہ ایک patent error تھا۔ اور یہ Rule 200 of the Rules of Procedure کے تحت اس patent error کو اسمبلی کے سپیکر بھی ٹھیک کر سکتے ہیں۔ اور ویسے بھی under Section 91 جو رول 91(8) کے مطابق سیکرٹری اسمبلی نے اس کو incorporate کرنا تھا جو کہ کسی وجہ سے نہ ہو سکا۔ اور یہ چیز تو میرے لیڈر آف اپوزیشن نے خود point out کی اور آج میں حیران ہوں کہ یہ خود ہی اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ

بات نہیں آتی۔ میں اس repeal کی امنڈمنٹ کو دہراتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ اس امنڈمنٹ کو منظور فرمایا جائے۔

MR CHAIRMAN: After the statement of the Parliamentary Secretary I will invite the Leader of Oppostion to make a speech against the amendment.

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ جناب سپیکر! میں نے اس دن Clause 16 for repeal پر اپنے پوائنٹ آف آرڈر میں اعتراض اٹھایا تھا' وہ یہ تھا کہ ایک ایسے آرڈیننس کو repeal کرایا جا رہا ہے جو کہ dead ordinance ہے۔ میں نے اس بارے میں ایوان کو یہ بتانے کی کوشش کی تھی کہ Constitution of Islamic Republic of Pakistan, Article 264 میں دیا گیا ہے اور جس کو میں نے پڑھ کر بھی سنایا تھا اور میں اب چاہوں گا کہ اسے repeat کروں۔ Repeal ایک ایسے قانون کی کی جاتی ہے جو کہ زندہ ہو۔ جناب چیئرمین! یہ آرڈیننس آرٹیکل 128(2) کے تحت ختم ہو چکا ہے۔ اور یہ repeal کی کلاز اس لیے رکھی جاتی ہے کہ جو ایک قانون exist کرتا ہو اس قانون کے تحت جو کہ کام کیے ہوں، آرڈرز کیے ہوں، تنخواہیں دی گئی ہوں' ان کو یہ تحفظ دیتا ہے۔ لیکن ایک ایسی چیز جو کہ مردہ ہو آپ جانتے ہیں کہ اس میں تو جان ڈالنی بہت مشکل ہے۔ اس مردہ قانون کے تحت جو بھی کام کیا گیا ہو گا' تنخواہیں دی گئی ہوں گی-----

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ جو میرے دوست قائد حزب اختلاف بات کر رہے ہیں یہ بات ان کی اس دن کے لیے تھی۔ اس دن بھی ان کو واضح طور پر بتا دیا گیا تھا کہ اب آرڈیننس 04-10-97 کو نافذ ہوا ہے۔ That is still in force اور اب جو ہم امنڈمنٹ کے لیے repeal کرا رہے ہیں ہم اس آرڈیننس کو repeal کرا رہے ہیں۔ یہ شاید خود مُردوں والی بات کر رہے ہیں۔ اس کی تو ہم بات ہی نہیں کر رہے۔ وہ بات تو ختم ہو چکی ہے۔ اب 04-10-97 والی بات کو ہم repeal کروا رہے ہیں۔ اس میں مُردے والی کوئی بات نہیں۔

MR CHAIRMAN: Now I request that you should concise your speech.

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS. Mr Speaker, I am very much aware of what I am saying and until I utter these words I won't be able to explain the Honorable House

کہ جو کچھ میں کہنا چاہ رہا ہوں میرا مقصد کیا ہے ۔ اس دن یہاں معزز ایوان میں کئی ایسے حضرات تھے جو تشریف نہیں رکھتے تھے۔ میں یہ پوائنٹ آؤٹ کرنا چاہتا ہوں کہ irregularities اور جو unlawful کام ہے کیوں کیا جا رہا ہے ' کیسے کیا جا رہا ہے ۔ آیا یہ lawful ہے بھی کہ نہیں۔ جو اس دن میں نے point out کیا وہ بھی lawful تھا کہ نہیں۔ وہ lawful نہیں تھا' اس لیے انھوں نے آج یہ امنڈمنٹ پیش کی ہے ۔

جناب سپیکر! میں اسی پہ آؤں گا اور یہ بتاؤں گا کہ اب انھوں نے جو آرڈیننس repeal کرنے کے لیے پیش کیا ہے اس پر میں جو دلائل دوں گا وہ یہی دوں گا کہ یہ بھی invalid ہے۔ جناب سپیکر ! I think that I am very relevant about that. جناب سپیکر ! repeal کے بارے میں' میں نے جو آئین کے آرٹیکل 264 کا حوالہ دیا ہے۔

Article 264: Effect of Repeal of Laws-----

Where a law is repealed, or is deemed to have been repealed, under by, or by virtue of the Constitution, the repeal shall not, accept as otherwise provided in the Constitution,-----(a) revive anything not in force or existing at the time at which the repeal takes effect·-----

یہ بڑا واضح ہے کہ جو dead law ہے اس کو کوئی protection نہیں دی جا سکتی۔ unless the law exists. جناب چیئرمین! محترم پارلیمنٹری سیکرٹری نے جو امنڈمنٹ پیش کی ہے وہ انھوں نے Repeal Clause میں پیش کی ہے۔ تو جناب سپیکر! محترم پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے جو ابھی amendment پیش کی ہے ،

"16. Repeal._ The Punjab Agricultural Research Board Ordinance, 1997(XXX of 1997) is hereby repealed."

جناب والا! ہم نے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ جس دن ستمبر میں یہ law dead ہوا after the 'lapse of three months کیونکہ آرڈی ننس نمبر 24 ' 7 ۔جون کو جاری کیا گیا تھا اور وہ تین مہینے کے بعد اپنی موت آپ مر گیا۔ اب سب سے پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اس آرڈی ننس کے dead ہونے سے پہلے جو تین چار آرڈی ننس جاری کیے گئے تھے' اس کے تحت جو ایکشن لیے گئے تھے' جو احکامات پاس کیے گئے ہیں' جو تنخواہیں دی گئی تھیں یا وصول کی گئی تھیں ان کی قانونی حیثیت کیا

ہوگی؛ کیونکہ جب یہ آرڈیننس dead ہوا تو وہ Act نہیں بن سکا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پچھلا ایک سال جب یہ successive promulgation کرتے رہے جس میں انھوں نے Ordinance,10 of 1996, Ordinance,16 of 1996, Ordinance, 11 of 1997, and Ordinance,24 of 1997 جاری کیا توجناب سپیکر! ان Ordinances کے تحت چونکہ یہ Act نہ بن سکا' یہ Act پاس نہ ہو سکا اور یہ آخری Ordinance dead ہوگیا تو اس میں جتنے بھی کام کیے گئے وہ under the Constitution and in the eye of law, illegal تصور ہوں گے۔

جناب سپیکر! اب میں اس بات کی طرف آتا ہوں کہ یہ سارا عرصہ 1996ء سے لے کر اور اس دن تک جب یہ Ordinance, 24 of 1997 lapse ہوا' ختم ہوا اور اس کے بعد جب یہ for consideration پیش ہوا اس تمام عرصے کو cover کرنے کی خاطر ----- میں معزز وزیر قانون اور معزز پارلیمانی سیکرٹری قانون سے یہ عرض کروں گا کہ اب اس intervening period کو پورا کرنے کے لیے ایک bad legislation لائی جا رہی ہے کہ retrospective effect سے اس کو جاری کر دیا جائے۔ جناب سپیکر! یہ ہماری کتنی بدقسمتی ہے کہ ہم غلط اقدامات اٹھا لیتے ہیں' ہم جب حکومت میں آ کر بیٹھتے ہیں تو ہمیں اور بہت سے جھنجھٹ ہوتے ہیں' ہم سیاسی معاملات میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم کیا قانون بنا رہے ہیں' اس کے اثرات کیا ہوں گے' کیا وہ قوانین صحیح ہیں یا غلط ہیں' ان کا impact عام آدمی پر کیا ہوگا' جو کچھ اسمبلی میں پیش ہوا اس کا impact باہر تمام مکاتب فکر پر کیا ہوگا' law circles میں کیا ہوگا' وکلاء حضرات میں کیا ہوگا' جج حضرات میں کیا ہوگا؛ کیا ہم ایسی قانون سازی تو نہیں کر رہے جو کہ کل چیلنج ہوگی ؛ اور اگر چیلنج ہوگی تو کیا ہماری اس مقننہ کا' اس مقدس اور Honourable House کا مذاق نہیں اڑایا جائے گا؟ جناب سپیکر! یہ اب ایک retrospective effect سے جو بعد میں انھوں نے جاری کیا ہے' میں اس میں بھی اس ایوان کے سامنے اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کرتا ہوں' کیونکہ اس دن انھوں نے یہ Ordinance, 30 of 1997 یہاں نہیں دیا تھا' یہاں circulate نہیں کیا تھا۔ جناب سپیکر! میں اپنی بات ختم کرنا چاہوں ہوں' لیکن میں چاہتا ہوں کہ ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جو کہ کل عدالت میں چیلنج ہو اور ہمارے اس مقدس ہاؤس کا مذاق اڑایا جائے۔ جناب والا! میں اس میں آپ کو کچھ مثالیں پیش کروں گا۔ جناب سپیکر! دو قسم کے laws ہوتے ہیں۔ ایک procedural law ہوتا ہے اور دوسرا substantive law ہوتا ہے۔ procedural law میں تو کسی حد تک retrospective effect لاگو ہو سکتا ہے لیکن جو

substantive law ہے اس میں retrospective effect نہیں دیا جا سکتا۔ جناب سپیکر! یہ ایسا معاملہ ہے جسے شاید تمام معزز اراکین اسمبلی نہ سمجھ سکیں۔ میں اس کو شریعت کورٹ کی ایک رولنگ سے support کرتا ہوں۔ جناب والا! فیڈرل شریعت کورٹ نے NLR,1992,SD-491 میں ایک فیصلہ دیا تھا، میں اس کا ایک relevant portion پڑھتا ہوں۔ یہ Shariat Enforcement Revised Ordinance 1988 کے بارے میں ایک کیس تھا۔ اس میں ایک فل بنچ تشکیل دیا گیا تھا جس نے اپنا فیصلہ دیا اور بنچ مسٹر جسٹس سعید الزمان صدیقی، مسٹر جسٹس سلیم اختر اور مسٹر جسٹس مامون قاضی پر مشتمل تھا۔ یہ بہت ہی honourable اور بڑا وسیع تجربہ رکھنے والے Judges ہیں۔ جناب سپیکر! انھوں نے کہا،

> President is not empowered to re-promulgate Ordinance which stood repealed after expiry of 4 months in Clause 2 of Article 89.

جو کہ ہمارے معاملے میں صوبوں کے لیے وہ آرٹیکل 128 ہو گا۔

> Such re-promulgated Ordinance would be invalid piece of legislation as it would tentamount to circumventing provisions of Article 89 by indirectly extending validity of expired Ordinances beyond 4 months.

جو ہمارے 128 کے مطابق وہ three months ہوں گے۔ جناب سپیکر! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بڑا clearly اس کو lay کر دیا گیا ہے کہ retrospective effect سے یہ معاملہ طے نہیں ہو سکتا اور میں اس بات پر بہت stress کروں گا کہ ہمیں ایسی bad legislation نہیں کرنی چاہیے۔ جب ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہم ایک غلط کام کر رہے ہیں تو ہمیں پھر یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر! میں اس کی پر زور مخالفت کرتا ہوں اور میں آپ کی وساطت سے تمام ہاؤس سے یہ استدعا کروں گا کہ خدارا! باقی تمام قوم کی نظروں میں ہمیں ایک مذاق نہ بنایا جائے۔ ایک ایسا کام کیا جائے جو کہ قانون کے مطابق ہو، آئین کے مطابق ہو اور ہمارے جو معاملات lawful چل رہے ہوں اس کے مطابق ہو۔ جناب سپیکر! میں اپنے point سے ہٹنا نہیں چاہتا۔ جناب والا! ہم بات تو آئین کی پاس داری کی کرتے ہیں، ہم عدلیہ کی آزادی کی بات کرتے ہیں، لیکن نہ تو ہم آئین کی پاس داری کر رہے

ہیں، نہ ہم عدلیہ کی آزادی پر عمل کر رہے ہیں کہ اگر عدالت عالیہ نے، جیسا کہ میں نے اس دن بھی کئی rulings کا حوالہ دیا، میں اب بھی اس ruling کا حوالہ دے رہا ہوں۔ جناب سپیکر! اگر ہم عدلیہ کے احکامات کو بھی follow نہیں کریں گے تو پھر ہمیں ایک اچھا سیاست دان یا ایک اچھا legislative body کا ممبر کون کہے گا؟ جناب والا! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ ایک بہت ہی غلط کام ہم کر رہے ہیں اور یہ غلط اور خلاف آئین کام کو ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔ اور میں اس پہ پھر stress کرتا ہوں کہ ایک procedural law---

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: اب تو معاملہ ختم ہونے والا تھا، بہرحال فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون: جناب والا! قائد حزب اختلاف کو صرف اس legislation کے حوالے سے بات کرنی چاہیے لیکن انھوں نے عدلیہ کی بات شروع کر دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جناب، عدلیہ کے حکم کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ میں صرف انھیں یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ 1993ء میں جب عدلیہ نے اسی اسمبلی کو بحال کیا، اس وقت وہ سپیکر تھے اور انھوں نے عدلیہ کے اس حکم کا کیا احترام کیا تھا؟

جناب چیئرمین: منیس صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے معزز پارلیمانی سیکرٹری قانون کا بہت ہی احترام ہے لیکن مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک غلط قانون سازی پر یہ کیوں adamant ہیں؟ اگر ایک کام آپ نے غلط کیا ہے اور ہم نے اسے point out کر دیا ہے تو اس کو تسلیم کر لینا چاہیے۔ جناب سپیکر! میں اب آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ جو unlawful, unconstitutional کام ہو رہے ہیں اسے ہم کیوں point out نہ کریں؟ ہمیں کل کو دنیا یہ کیوں کہے کہ یہ تو ایک ربڑ سٹمپ تھے، دنیا ہمیں کہے گی کہ یہ انگوٹھا چھاپ لوگ ہیں کہ جو کچھ انھیں محکمہ قانون بنا کر دے دیتا ہے اس پر یہ انگوٹھا لگا دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! کم از کم ہم جو اس میں contribute کر رہے ہیں اور point out کر رہے ہیں ایسی کارروائی میں یا ایسے قوانین کا حصہ نہیں بننا چاہتے۔ اور میں تمام دوستوں سے استدعا کروں گا کہ ہم آپ کو بتا رہے ہیں کہ یہ ایک غلط کام ہو رہا ہے۔ اگر آپ اس کی bad legislation کریں گے تو آپ کا باہر کیا نام ہوگا؟ یہاں بہت ہی معزز اراکین

بیٹھے ہیں جو کہ لاء گریجویٹس ہیں۔ ماشاء اللہ وزیر قانون بڑے تجربہ کار ہیں۔ ان کے ساتھ چودھری محمد اقبال صاحب بیٹھے ہیں جو کئی دفعہ وزیر بن چکے ہیں ان کا لاء کے ساتھ بڑا تعلق ہے اور وہ پریکٹس کرتے ہیں۔ He is practicing lawyer اور جناب والا! آپ سے زیادہ کون جانتا ہے؟ آپ خود لاء گریجویٹ ہیں۔ ماشاء اللہ آپ اس اسمبلی میں اتنی دفعہ آئے ہیں آپ نے contributions کیے ہیں۔ آپ نے سارے ہاؤس کی working دیکھی ہے۔ لیکن میرے خیال میں جو کام ہم کر رہے ہیں بجائے یہ کہ اس کو appreciate کیا جائے اس کو تو condemn کیا جا رہا ہے' اس کو اور باتوں کے ساتھ relate کیا جا رہا ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں اپنی گزارشات کر رہا تھا۔ یہاں پر ایک ترمیم پیش ہوئی ہے کیونکہ آپ یہاں تشریف نہیں رکھتے تھے تو مجھے پھر briefly اس ساری بات کو دوبارہ کرنا پڑے گا۔

جناب سپیکر، نہیں۔ ساری بات کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! آپ نے اس نکتے پر فیصلہ دینا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ میں آپ کو briefly یہ بتاؤں کہ یہاں غلط قانون سازی کی جا رہی ہے۔ تو میں چاہوں گا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ-----

جناب سپیکر، آپ نے جو بات کر لی ہے اس سے آگے کریں۔ آپ نے جو بات کی ہے مجھے پتا ہے۔ یہ پہلے pending ہوئی' پھر ترمیم پیش ہوئی' مجھے اس کا بھی پتا ہے۔ آپ نے جہاں بات ختم کی تھی وہیں سے شروع کر دیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، ٹھیک ہے۔ جناب والا!

If you are aware of that then I will continue my arguments

جناب سپیکر، جی۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ایک غلط کام ہو رہا ہے جس میں محکمے کے ساتھ ساتھ یہ حکومت کی بھی بڑی نا اہلی ہے کہ ہم لوگ جو یہاں پر لاکھوں عوام کی نمائندگی کے لیے آئے بیٹھے ہیں اور ہم ان کے لیے قانون بنا رہے ہیں۔ اگر یہاں پر کسی صحیح بات کو بھی point out کیا جاتا ہے تو اسے بھی condemn کیا جاتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وزیر قانون اور

معزز پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون آج یہ کہتے کہ ہاں جی' واقعی ہم نے یہ ایک غلط کام کیا ہے' تو ہم اس کو کسی proper طریقے سے rectify کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ retrospective effect سے جو آرڈیننس جاری کیا گیا ہے اور یہاں ترمیم بھی کی گئی ہے اور یہ Repeal کی کلاز لائی گئی ہے اس کے نتیجے میں کہہ رہے ہیں کہ یہ retrospective effect سے جاری ہو جائے اور پچھلے ایک سال کے سارے کام کو اس میں cover کرنا چاہتے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ،

That is totally illegal, it is unlawful, it is mala fide, it is totally against the norms and provisions of the Constitution.

یہ ایک ایسا law point ہے جس کو ہمارے تمام معزز اراکین اسمبلی جو یہاں تشریف فرما ہیں وہ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے ۔ اس لیے میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ یہاں پر ایڈووکیٹ جنرل کو بلایا جائے اور اس سے یہ تمام معاملات discuss کیے جائیں اور اس کے بعد میں نے جو اپنے دلائل دیے ہیں ان کی روشنی میں ایک lawful کام اس اسمبلی سے کرائیں۔ تو میں اس Repeal amendment کی پر زور مخالفت کرتا ہوں اور آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اس ترمیم کی اجازت نہ دی جائے' بلکہ ایڈووکیٹ جنرل کو یہاں بلا کر ان تمام معاملات پر thoroughly discuss کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے۔

MR SPEAKER: Thank you. Now, the amendment moved and the question is:-

That for clause 16 of the Bill, as recommended by Special Committee No.1, the follwoing shall be substituted:-

"16. Repeal--- The Punjab Agricultural Research Board Ordinance, 1997 (XXX of 1997) is hereby repealed."

(The motion was carried)

MR SPEAKER: Now, the question is:

That Clause 16 of the Bill as amended do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 16 of the Bill as amended do stand part of the Bill

CLAUSE 1

MR SPEAKER: Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

Clause 1 do stand part of the Bill.

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

The Preamble do stand part of the Bill.

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now, Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

that the Long Title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

The Long Title do stand part of the Bill.

MR SPEAKER: Now, third reading starts. Minister for Law may move his motion

PARLIAMENTARY SECRETARY FOR LAW: I move

That The Punjab Agricultural Research Board Bill, 1997 be passed.

MR SPEAKER: The motion moved is:

That The Punjab Agricultural Research Board Bill, 1997 be passed.

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: Mr Speaker Sir, I oppose it.

جناب سپیکر، جناب سعید احمد خان منیس صاحب oppose کرتے ہیں۔ منیس صاحب! اس پر پہلے آپ تقریر کریں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس: پہلے سعید اکبر صاحب کریں گے۔

جناب سپیکر، جی سعید اکبر صاحب۔

جناب سعید اکبر خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اجازت دی۔ جیسے کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج اس ہاؤس سے ریسرچ بورڈ کا بل پاس کروایا جا رہا ہے اور اس پر جو جو خامیاں اور جو جو خرابیاں ہم نے محسوس کیں ان کو ہم نے اپنی دیانت داری سے کوشش کی کہ ان میں ترمیم کی جائے اور ہم نے اپنی ترامیم دیں۔جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے اس میں جو بھی تجاویز دی تھیں یا جو ترامیم بھی initiate کی تھیں وہ حقیقت پسندانہ تھیں اور وہ بہت ہی ضروری تھیں۔اگر آپ بورڈ کو constitute کرتے ہیں تو ہم نے اس پر بھی ترامیم دیں۔ ہماری پہلی بات یہ تھی کہ ہمارے ملک میں اور ہمارے صوبے میں already جو institution exist کر رہے ہیں۔ آیا ہم ان سے مطمئن نہیں ہیں؟ آیا ہم ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں؟ اگر ہم ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں تو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ پہلے انھیں strengthen کر کے ان کی ضروریات کو پورا کر کے ان سے جو results لینے ہیں وہ لیں۔ کیونکہ ان پر اس صوبے کے اور اس ملک کے کافی اخراجات ہو چکے ہیں۔ لیکن ہم جو یہ کام کر رہے ہیں کہ" آگے دوڑ اور پیچھے چوڑ والی بات " کہ جو institutions ہمارے پاس ہیں ہم ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں پھر ان کے لیے ایک اور body بناتے ہیں کہ وہ اس کو بہتر آرگنائز کرے اور اس کو بہتر چلائے۔ وہ پہلے بھی تو کسی اتھارٹی کے ماتحت کام کر رہے تھے ۔ اس دن وزیر قانون فرما رہے تھے کہ ہم جتنے بورڈ بنا رہے ہیں یہ ان کو coordinate کرنے کے لیے بنا رہے ہیں۔ میں خوش ہوں کہ انھوں نے یہ فرمایا کہ ہم ان کو مربوط کرنا چاہتے ہیں اور ان کے رزلٹ کو بہتر بنانا چاہتے ہیں ۔ جناب سپیکر! یہ جو پہلے ادارے بنے ہوئے ہیں اور کام کر رہے ہیں وہ بغیر کسی co-ordination اور بغیر کسی supervision کے کام کر رہے ہیں؛ ان کو کوئی سپروائز نہیں کر رہا ؛ صرف اور صرف اس دن ہم نے جو خدشہ ظاہر کیا ' صرف بد نیتی اور اپنے من پسند لوگوں کو ملازمتیں فراہم کرنے کے لیے ایک طریقہ کار بنایا جا رہا ہے۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے یہ موشن پیش کر دی تھی کہ اس بل کو پاس کیا جائے۔ اس کے بعد اگر اس کو oppose کیا گیا ہے اور اس پر اگر بات ہو سکتی ہے تو ان ترامیم کے حوالے سے ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، اس سلسلے میں رول 109 ہے۔

MINISTER FOR LAW: Rule 109 (4) says: When a motion that the Bill be passed has been made, the general provisions of the Bill may be discussed but only with reference to the amendments.

جناب والا! معزز رکن جو بات کر رہے ہیں 'exactly' وہی باتیں دہرا رہے ہیں جو پرنسپل پر یہ پہلے ہی کر چکے ہیں۔ اسمبلی کا ریکارڈ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ یہ ٹوٹل repetition ہے۔

جناب سپیکر، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے اور یہ باتیں دہرائی نہیں جا سکتیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! میں آپ کی بات سے قطعی اختلاف نہیں کرتا۔ ہم نے یہ ترامیم پیش کی تھیں کہ یہ ریکروٹمنٹ پبلک سروس کمشن کی طرف سے ہونی چاہیے۔ میں اسی پر بات کر رہا ہوں اور اس سے باہر بات نہیں کر رہا۔ جو ہم نے ترامیم دی ہیں ہم اسی کے دائرے میں بات کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ رول 109 پڑھیں۔ جو اسمبلی نے ترامیم carry کی ہیں ان کے متعلق ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! اس میں وہی ترمیم کی بات ہے۔ اس میں اس بات پر کہیں قدغن نہیں لگائی گئی۔۔۔۔۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں اپنی بات کو strictly confine کروں گا۔ ابھی جب آپ نے پوائنٹ آؤٹ کیا تو معزز رکن نے یہ کہا کہ جناب' میں پبلک سروس کمشن کی بات کر رہا ہوں جس پر ہم نے ترامیم دی تھیں۔ جناب والا! یہ انھوں نے خود فرمایا ہے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ یہ اس کی بات کر ہی نہیں سکتے یہ صرف ان ترامیم پر بات کر سکتے ہیں۔ جو ایوان میں carry ہو چکی ہیں' جن کو ایوان منظور کر چکا ہے۔ اس لیے اگر وہ اپنی بات پر confine رہیں تو یہ درست ہو گا۔

جناب سپیکر، آپ اپنی بات کو confine کریں۔ اپنی بات کو مختصر کریں اور یہ نہیں کہ آپ اپنی

ترامیم پر جو پہلے تقاریر کر چکے دوبارہ وہی دہراتے رہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، آپ ایک منٹ تشریف رکھیں' پہلے وہ بات ختم ہونے دیں۔سعید اکبر خان

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! کوئی بات بھی ایسی نہیں جو میں لاتو کر رہا ہوں اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ کون سی بات relevant ہے اور کون سی نہیں۔ جناب والا میں کلازوں کے مطابق ہی بات کر رہا ہوں جو زیر بحث ہیں ان پر تو میں بات کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر، مختصر کیجیے۔

جناب سعید احمد خان منیس، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! رول 109 میں کلاز 4 کا جو ذکر ہے۔ اس میں کوئی strict نہیں کیا گیا کہ جو ترمیم اب پیش ہوئی ہے یا جو ترمیم پاس ہو چکی ہے اس پر ہی بات کی جائے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ

> When a motion that the Bill be passed has been made, the general provisions of the Bill may be discussed .....

جناب سپیکر، پورا پڑھ لیں۔

> but only with reference to the amendments, if any, made in the Bill.

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں معزز وزیر قانون کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ ------

جناب سپیکر، منیس صاحب پچھلی دفعہ بھی یہی بات ہوئی تھی اور میں نے یہ کہا تھا کہ براہ مہربانی پورا پڑھ دیا کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں اسی طرف آ رہا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں' آپ رک جاتے ہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! اس میں لکھا ہے کہ

> .....the general provisions of the Bill may be discussed but

only with reference to the amendments.....

جناب سپیکر ، آگے بھی پڑھ لیں۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! اس میں ترامیم کے متعلق یہ نہیں کہا گیا-----

جناب سپیکر ، پورا پڑھیں۔

وزیر قانون، آگے بھی پڑھیں۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! اس میں یہ نہیں کہا گیا کہ ترمیم منظور ہو گئی ہے اور اس پر بات ہو سکتی ہے ۔ بلکہ جنرل تمام ترامیم پر بات ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر ، ایک منٹ کے لیے خاموشی اختیار کی جائے۔ منیس صاحب کومے کے اوپر اتنا ہی ٹھہریں جتنا کوما اجازت دیتا ہے۔(قہقہے)

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب سپیکر! ماشاء اللہ آپ سپیکر ہیں اور اس چیئر پر بیٹھے ہیں اور میں یہ بھی نہیں کہتا کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ لیکن میں اپنی اس بات پر پھر insist کروں گا کہ تمام ترامیم پر بات ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر ، ہم تو رولز کی بات کر رہے ہیں۔ اگر آپ پورے رول کو ساتھ ملا کر پڑھیں گے تو پھر اس کا مقصد آپ کو سمجھ آ جائے گا۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا ! پھر بھی اگر پڑھیں if any, made in the Bill. یہاں تو ہماری-----

جناب سپیکر ، پورا رول پڑھیں' اس میں بات مکمل ہو جاتی ہے۔ آپ تشریف رکھیں ۔سعید اکبر صاحب! آپ ذرا مختصر فرمائیے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر ! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں میں جو بات کر رہا تھا وہ relevant ہے اور اس رول کے تابع ہے۔ شاید ہمارے سمجھنے میں کوئی فرق ہو اور آپ کے سمجھنے میں کوئی فرق ہو۔ جناب سپیکر! ہماری پہلے جو ترامیم آئیں' اگر میں ابھی بات کروں گا تو آپ کہیں گے کہ یہ relevant نہیں۔ جناب سپیکر! ریسرچ بورڈ کو جو constitute کیا گیا ہے اور اس کی جو کلازیں بنائی گئی ہیں ہم نے اسی کو زیر بحث لانا ہے اور وہی ہماری اس بحث میں

relevant ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ ہم نے یہ اعتراض کیا کہ بورڈ کو constitute کرنے کا طریقہ کار غلط ہے۔ اس کی ریکروٹمنٹ پبلک سروس کمشن کے ذریعے ہونی چاہیے تاکہ آج کل جو تنقید ہو رہی ہے وہ merit اور de-merit پر ہو رہی ہے۔ میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ اس حکومت نے اور یہ برسر اقتدار جماعت جب الیکشن میں گئی تو اس نے اپنی الیکشن مہم میں سب سے زیادہ انحصار ان دو باتوں پر کیا ایک میرٹ اور دوسرا احتساب۔جناب سپیکر! ہم نے اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تجویز کیا کہ اس ریسرچ بورڈ کی جتنی ریکروٹمنٹ ہے وہ پبلک سروس کمشن کے ذریعے ہونی چاہیے تاکہ کل کو کوئی آدمی اس پر اعتراض نہ کر سکے۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ-----

وزیر قانون، جناب والا! یہ اپنے آپ کو confine کریں۔

جناب سپیکر، وہ دو منٹ میں اپنی بات ختم کرنے لگے ہیں

وزیر قانون، جناب والا! ایک ہی ترمیم منظور ہوئی ہے اور that is regarding repeal اس پر یہ بات کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، اس پر یہ بات کر سکتے ہیں۔ لیکن چلیں' اب وہ دو منٹ میں اپنی بات ختم کرتے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں اسی کی طرف آ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں' آپ ادھر ادھر ہو کر ایک دم ادھر آ جائیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! ادھر ادھر کی بات نہیں۔ جب تک میں بیک گراؤنڈ نہیں بتاؤں گا' اس کے واقعات نہیں بتاؤں گا' اس کے بنانے کی نیت نہیں بتاؤں گا پھر اس قانون کو پاس کرنے کی جو repeal کی بات ہے -----

جناب سپیکر، وہ آپ نہیں جا سکتے' کیونکہ وہ باتیں پہلے ہو چکی ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! یہ باتیں ہو چکی ہیں میں آپ کی بات مانتا ہوں۔

جناب سپیکر، اب وہ باتیں repeat نہیں ہو سکتیں۔ آپ مختصراً دو منٹ میں اپنی بات مکمل کیجیے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! میں دو منٹ میں اپنی بات مکمل کرتا ہوں' لیکن جب بھی کوئی بات کی جاتی ہے تھوڑی بہت اس کی بیک گراؤنڈ بتانی پڑتی ہے تاکہ اس کے اصل واقعات سامنے آ سکیں۔ جناب سپیکر! میں اسی بات پر آ جاتا ہوں جس پر آپ لانا چاہتے ہیں' جو ترمیم معزز پارلیمانی

سیکرٹری نے اس دن دی اور دو دن پہلے بھی یہاں اس ہاؤس میں پاس کروانے کے لیے انھوں نے motion move کی اور اس کے بعد انھوں نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے اس ہاؤس میں انھوں نے آرڈیننس کی دو تین تاریخیں دیں اور آج پھر بل پورا مسودہ پاس ہونے کے لیے پیش کیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر ! قطع نظر اس کے کہ یہ بل کس مقصد کے لیے پاس کیا جا رہا ہے۔ جناب والا ! عام آدمی کو اس بل سے' اس ریسرچ بورڈ سے جو فائدہ حاصل ہوگا۔ جو ایگریکلچر کمیونٹی ہے جس کی بہتری کے لیے یہ بل پاس کیا جا رہا ہے۔ اور ان کی بہتری کے لیے آج جو باتیں اس ہاؤس میں کی جا رہی ہیں۔ یہ دوسرا تیسرا دن ہے اس پر بات کی جا رہی ہے۔ ہر آدمی کو پتا ہے کہ ایگریکلچر اس ملک اور صوبے کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور اسی کی بنیاد پر اس ملک اور صوبے نے ترقی کرنی ہے اور ہمارے صوبے اور ملک کے مختلف اعداد و شمار ہیں۔ کوئی اس بات پر آتا ہے کہ 80% ایگریکلچر سے بلا واسطہ یا بالواسطہ related ہے۔ اور کچھ کی 75% سے ہے۔ لیکن جناب والا! اس پر ہر آدمی کا یقین اور اتفاق رائے ہے کہ اس ملک اور صوبے کے عوام کی اکثریت کا واسطہ بالواسطہ اور بلا واسطہ زراعت کے پیشہ سے ہے۔ اور حکومت کا مطمح نظر بھی یہی ہوگا کہ اس ریسرچ بورڈ سے انھوں نے کسان کو بہتر مواقع مہیا کرنے ہوں گے۔ کوئی بہتر ریسرچ کرکے ان فصلوں کی yield کو بہتر کرنا ہوگا۔ جناب والا! اس پر ہم نے اس دن بھی بڑی تفصیل کے ساتھ گزارشات کی تھیں اور اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا۔ جناب والا! اس سے اور کوئی نیت سامنے نہیں آتی سوائے اس کے کہ اپنے چند سیاسی دوستوں کو ' اپنے من پسند دوستوں کو accommotate کرنے کے otherwise ریسرچ کے لیے اور اس کی بہتری کے لیے ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ انھوں نے اس بل میں کوئی ارادہ کیا ہے یا نہیں۔ جب چیف ایگزیکٹو ہی انھوں نے appoint کرنا ہے تو اس کے بارے میں بھی انھوں نے کوئی تفریق نہیں دی۔ کہ وہ کون ہوگا' کس قسم کا ہوگا' اور وہ کس طریقے سے کام کرے گا؟ یہ تمام باتیں انھوں نے گورنمنٹ کی disposal پر چھوڑ دیں وہ جس کو چاہے اس ریسرچ بورڈ میں کسی industrialist کو appoint کر دے چاہے کسی اور آدمی کو appoint کر دے ۔ جناب والا! میں بار بار دیکھ رہا ہوں کہ آپ گھنٹی کی طرف جاتے ہیں۔ جناب والا! یہ نہایت سنجیدہ معاملہ ہے اور اہم legislation ہے جس میں اس ملک کے صوبے کی عوام کثرت سے involve ہے۔ اس میں ہمیں رولز کے تحت ضرور relevant رہنا چاہیے۔

جناب سپیکر، relevant رہنا بھی بڑا ضروری ہوتا ہے۔

جناب سعید اکبر خان، میں نے کہا ہے کہ رہنا پڑتا ہے۔ لیکن جو موضوع زیر بحث ہے اس کی اہمیت ایسی ہے کہ کچھ باتیں زیر بحث آجاتی ہیں جن کی اس وقت شاید ضرورت نہ ہو۔ لیکن ہاؤس میں اور پبلک کو اس کا پس منظر جاننے کی بہت ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کی اہمیت صوبے کے تمام افراد پہ تمام مکاتب فکر پہ واضح ہوجائے اور تمام حالات ان کے سامنے رکھے جائیں۔ اس لیے جناب والا! اس ریسرچ بورڈ کا اکثریتی آبادی کے ساتھ واسطہ ہے۔ انھی کی بہتری کے لیے اس بورڈ نے کام کرنا ہے۔ اسی لیے اس میں ہم نے بہت زیادہ دل چسپی لی اور کافی تجاویز دیں اور اس پر گفتگو کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری اس تمام بحث کے بعد حکومت کے ذہن میں جو پلان ہے اسی کے مطابق وہ چل رہے ہیں۔ نہ ان کو کسی محکمے کی بہتر کا کوئی فکر ہے نہ اس میں وہ میرٹ کو impose کرنا چاہتے ہیں۔ جو بھی اناء میں آتا ہے' جو کچھ بھی ان کے ذہن میں آتا ہے وہ وہی کرتے ہیں۔ اس کی مثالیں اور بھی بہت ہیں۔ جو اخبارات میں بڑی بڑی شہ سرخیوں سے شائع ہو رہی ہیں۔ یہ سارا اسی کا ایک سلسلہ ہے۔ اسی کا تسلسل ہے۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری قانون، جناب والا! میرے فاضل دوست نے ابھی یہاں پر ذکر کیا۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! یہ اپوز ہوا ہے اور اس پر میں نے بھی بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر، بات تو ہوگئی ہے اس میں۔

جناب سعید احمد خان منیس، نہیں' جناب والا۔ اس پر تو سب کا بولنے کا حق ہے۔

جناب سپیکر، نہیں سب کا نہیں ہے۔ جنھوں نے اپوز کیا ہے۔ ان کا حق ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس ،جناب والا! جب اپوز ہوتا ہے تو پھر سب کا حق ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر، نہیں' سب کا حق نہیں ہوتا۔ صرف آپ نے اور سعید اکبر صاحب نے اپوز کیا ہے۔ آپ نے اس کے اوپر پہلے بول لیا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس ، میں نے ابھی بات نہیں کی۔ میں نے تو ابھی بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر، آپ نے بات کرنی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، میں نے بات کرنی ہے۔ لیکن پہلے جو بات کرنا چاہ رہے ہیں' مسعود

عالم' ان کو موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں' انھوں نے اپوز نہیں کیا۔ اس میں یہی ہے کہ جنھوں نے اپوز کیا ہے وہی بات کریں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! اس کی اگر وزیر قانون تشریح کردیں تو بہتر ہو گا۔

وزیر قانون، جن دو حضرات نے اپوز کیا ہے۔

جناب سپیکر، وہی بولیں گے۔

وزیر قانون، قائد حزب اختلاف تو پہلے اس پر بات کرچکے ہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر کے جواب میں بھی وہ اپنا نقطہ نظر بیان کرچکے ہیں۔

جناب سپیکر، جی اب پارلیمانی سیکرٹری صاحب بولیں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! میں نے بولنا ہے۔

جناب سپیکر، آپ نے بولنا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جی بولنا ہے۔

جناب سپیکر، بولیں پھر۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! میں اس میں اپنے محترم انکل کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس پر right of speech ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، cross talk کی اجازت نہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، آپ کی وساطت سے ۔

جناب سپیکر، جی نہیں میں نے کراس کی اجازت نہیں دی۔

جناب سعید احمد خان منیس، میں آپ ہی کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر، میری طرف ہی دیکھیں مگر بات ان کی نہ کریں۔ جو amendment ہے بات اس کی کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس ، شکریہ جناب والا! میں اس amendment پر اپنی چند گزارشات

پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! ہم کیوں بار بار اسے stress کر رہے ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ energies waste ہو رہی ہیں۔ energies تو حکومتی بنچز کی waste ہو رہی ہیں۔ ان کے یہاں بیٹھنے، سننے میں اور contribution نہ کرنے میں تمام energies waste ہو رہی ہیں۔ جناب والا! میں یہ passage of Bill پر اب بھی معترض ہوں کیوں کہ قانون کی طرف سے مجھے ایک سہولت دی گئی ہے کہ میں اس پر بات کروں۔ جناب والا! میں اب بھی آپ کی وساطت سے معزز ایوان سے یہ عرض کروں گا کہ خدارا! آپ اس پر اب بھی سوچیں۔ میں relevant ہوتا ہوں۔ repeal والی جو clause ہے، میں اسی پر اپنے آپ کو restrict کرتا ہوں۔ یہ ایک bad legislation ہو رہی ہے۔ جناب والا! میں نے یہاں پر کتنی ہی مثالیں پیش کی ہیں اور میں نے آپ سے استدعا کی ہے کہ یہاں پر کم از کم ایڈووکیٹ جنرل کو بلا لیا جاتا۔ یہ جو لاء پوائنٹس ہیں ان کو thoroughly discuss کر لیا جاتا۔ جس provision یا جن laws کا ذکر میرے پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے کیا۔ یہ تو ان کو اسی Law Department نے feed کیا ہے جو اس ہاؤس میں یہ سارا unlawful کام کروا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی جو credibility ہے وہ قابل تسلیم نہیں اور ان کی credibility مشکوک ہے۔ وہ اپنا mind legislation میں apply نہیں کرتے۔ صبح اپنے دفاتر میں آنے in routine چند کام دیکھے ان کے جو formats بنے پڑے ہوتے ہیں وہی format اٹھایا اور اس کے نیچے دستخط کیے اور اس کو آگے بھیج دیا گیا۔ اس پر یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ایک آرڈیننس ہے وہ کب جاری کیا گیا تھا، وہ کب lapse ہونا ہے۔ اس میں Constitution کی کوئی study نہیں کی جاتی۔ اس کو دیکھا نہیں جاتا کہ Constitutional provision کیا ہے۔ جب ایک آرڈیننس جاری ہو جاتا ہے اس کے بعد under Aarticle 128 کیا اس کو صوبائی اسمبلی کے سامنے lay بھی کرنا ہے یا نہیں۔ اور اگر lay کر دیا گیا ہے تو یہ دیکھنا کہ وہ ابھی under discussion ہے، وہ ابھی ایکٹ نہیں بنا۔ اور وہ آرڈیننس ختم ہو چکا ہے اور اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ کیا اس آرڈیننس کو دوبارہ ہم نے جاری کرنا ہے یا نہیں کرنا۔ یہاں دیکھیں کہ کتنا بڑا ایک خلا ہو گا کہ ایک آرڈیننس جو lapse ہو گیا۔

جناب سپیکر! more than one year. کتنے کام ہوئے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ویسے بھی وہ irregular کام ہوئے ہوں گے، کیونکہ یہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ کتنا ریگولر کام ہو رہا ہے؟ کتنا lawful کام ہو رہا ہے؟ اگر یہ بھی تصور کیا جاتا کہ وہ کام lawful طریقے سے کیا جا رہا ہے تو پھر اس میں کتنی بے قاعدگیاں ہوں گی۔ چہ جائیکہ ان بے قاعدگیوں کے ساتھ کتنا unlawful کام کیا جا

رہا ہے۔ وہ ایک سال سے زیادہ عرصے پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ ایک کلاز دیکھیں جس میں سیونگز کا ذکر کیا ہوا ہے۔ اس میں دیا ہوا ہے کہ،

> Upon the commencement of this Act, all funds, properties, rights and interests of whatsoever kind issued, used, enjoyed, possessed, owned or vested in the Punjab Agriculture Research Coordination Board, as constituted, through the Government of the Punjab, Agriculture Department's Notification dated 1979 and all liabilities subsistent against the said Board shall stand transferred to the Board, established under this Act.

جناب سپیکر! اب یہ ساری چیزیں جو میں آپ کو اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کو بھی بتانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں ان وزراء کے علم میں بھی یہ بات لانا چاہتا ہوں جو یہاں ایوان میں inattentive بیٹھے ہیں اور یہاں اپنا دفتری کام کر رہے ہیں۔ یہ تمام irregular and unlawful کام ہیں۔ جناب سپیکر! اور پھر اس کلاز کی ایک سب کلاز ہے-----

جناب سپیکر، اب آپ باری باری سارا ایجنڈا پڑھنا شروع کر دیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اگر آپ یہ کہیں گے کہ یہ متعلقہ نہیں ہے تو میں بڑی معذرت سے کہوں گا کہ-----

جناب سپیکر، مختصر فرمائیے۔ ایجنڈہ پڑھنے سے ذرا پرہیز کریں۔ جی' جی' فرمائیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اس پر بات کرنے پر کوئی restriction نہیں ہوسکتی' کیونکہ جو ایک اچھا کام point out کیا جا رہا ہے اس کو سنا جائے تو بہتر ہوگا۔ میں یہ تمام باتیں تو اس لیے کر رہا ہوں کہ میں آپ کو یہ باور کراؤں کہ ماشاء اللہ آپ اس کرسی پر بیٹھے ہیں' آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہے۔ جناب' آپ تو اس ہاؤس کے چیف جسٹس ہیں اور آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہے۔ پھر آپ کو پتا ہے کہ جہاں عدلیہ کی-----

جناب سپیکر، نہیں۔ یہ بات آپ نہ ہی کریں۔ آپ مجھے اس میں نہ رکھیں اور آپ بھی پرہیز ہی کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! اس کلاز کی سب کلاز (بی) میں ہے کہ،

Everything done , action taken , obligations and liabilities incurred , rights and assests acquired , persons appointed or authorised.....

جناب سپیکر! اس میں دیکھیں، "persons appointed or authorised" انھوں نے ایک سال سے زیادہ کی تنخواہیں لی ہوئی ہیں۔ یہ اس سارے unlawful کو کس طرح سے پورا کریں گے؟ میں یہ سارا بار بار پڑھ کر آپ کو اس لیے سنا رہا ہوں تاکہ آپ well aware ہوں۔ کیونکہ آپ جج ہیں' آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔ آپ اس منصب پر بیٹھے ہیں تو جناب سپیکر! ہم اپنی تمام obligations آپ کے نوٹس میں لا رہے ہیں۔ اور جناب سپیکر! آگے ہے،

Jurisdiction or powers conferred , endowments , bequests , funds or trusts created.. ...

اب پتا نہیں انھوں نے اس میں کیا کچھ کیا ہوگا؟ فنڈز create کیے ہوں گے؟ خرچ کیے ہوں گے' بہت کچھ کیا ہو گا۔ donations or grants made اور جناب سپیکر!

Without pointing out any particular Government or without pointing out any particular person.

جناب سپیکر! آپ نے دیکھا ہے کہ ہمارے معاشرے میں کیا حال ہے' کہ عطیات اور فنڈز کو کس طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے؟ یہ جو کچھ بھی ہوا ہے یہ illegal کو legal cover دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس کے بعد -----

جناب سپیکر، منیس صاحب! آپ ذرا دو منٹ میں wind up کیجیے۔ بہت شکریہ۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ-----

جناب سپیکر، نہیں۔ اب کافی ہے' کیونکہ آپ نے ترمیم کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی۔ آپ نے پوری کی پوری discussion شروع کر دی ہے-----

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں یہ ساری چیزیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ---

جناب سپیکر، آپ بس دو منٹ میں wind up کیجیے۔ شکریہ جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! مجھے اندازہ ہے کہ آج جمعہ ہے۔ جمعہ نماز کے لیے آپ نے بھی اور ہم سب نے بھی جانا ہے۔ یہ قانون سازی ایسی ہے کہ اس کو اگر ایسے چھوڑ دیا جائے تو یہ مناسب نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر، ویسے نہیں چھوڑا گیا۔ یہ دو تین دن سے چل رہا ہے۔ آپ کو پورا موقع دیا ہے' سعید اکبر صاحب کو بھی پورا موقع دیا ہے۔ آپ نے ترامیم کے حوالے سے کوئی بات ہی نہیں کی۔ آپ نے پورا ایجنڈا پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اگر آپ کلاز پڑھتے رہیں گے اور اس طرح آپ ادھر ادھر کی باتیں کریں گے تو پھر confine تو کرنا پڑے گا نا ں مجھے۔ آپ کی مہربانی' آپ دو منٹ میں wind up کریں۔ بہت شکریہ۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں یہ نہیں چاہتا کہ میں آپ کی مرضی کے خلاف کوئی ایسی بات کروں۔ مجھے اس چیئر کا بہت ہی احترام ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری قانون، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، آپ ایک منٹ بیٹھیے۔ نہیں' وہ بات ہو گئی ہے۔ آپ اس کے اوپر مختصر کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! مجھے صرف دو منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر، آپ بیٹھ گئے تھے۔ آپ نے بات تو کر لی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! یہ پارلیمانی آداب ہیں کہ اگر کوئی پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے تو فوراً بیٹھ جانا چاہیے۔

جناب سپیکر، میں نے تو انھیں اجازت ہی نہیں دی تھی۔ آپ بھی بیٹھ گئے تھے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں اس لیے بیٹھا تھا کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے تھے۔

جناب سپیکر، میں نے پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو پوائنٹ آف آرڈر پر بولنے کی اجازت نہیں دی تھی۔

جناب سعید احمد خان منیس، آپ نے ان کو اجازت نہیں دی میں پھر کھڑا ہو گیا ہوں۔ جناب سپیکر! اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اس پر بات نہ کروں۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، نہیں' چاہتے نہیں۔ آپ نے بات کر بھی لی ہے۔ پھر بھی آپ کہتے جاتے ہیں میں بات نہ کروں' میں بات نہ کروں۔ بات تو آپ نے کر لی ہے۔ ترمیم کے حوالے سے تو آپ کوئی چیز سامنے نہیں لائے۔ آپ ایجنڈا ہاتھ میں لے کر سارے بل کو clause by clause پڑھتے رہیں گے تو وہ بات بھی آپ کے credit میں اچھی نہیں جائے گی کہ آپ ترمیم کے حوالے سے تو بول نہیں پا رہے اور دوبارہ بل لے کر سارا پڑھنا شروع کر دیں۔ وہ بھی اپوزیشن لیڈر کے لیے کوئی اچھی بات نہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں clause by clause نہیں پڑھ رہا۔ یہ بات repeal کے حوالے سے ہو رہی ہے اور میں repeal کا مقصد بیان کر رہا ہوں کہ اس میں سیونگز ہی آتی ہیں۔ اس لیے میں یہ عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ کی وہ بات آ گئی ہے۔ آپ تشریف رکھیں' بہت شکریہ۔ جی پارلیمانی سیکرٹری صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری قانون، جناب سپیکر! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ میرا خیال تھا کہ میرے اپوزیشن کے بھائیوں کو قانون کا علم ہے۔ لیکن اب میرے خیال میں یہ بات آئی ہے کہ اپوزیشن والوں کو تو خود ہی کسی قانون کا علم نہیں۔ کیونکہ جن کلاز پر انھوں نے ترامیم دی ہی نہیں وہ ان پر بھی گفتگو کرتے رہے ہیں۔ بہرحال' میری اس میں گزارش یہ ہے کہ میرے اپوزیشن کے دوستوں نے اس بل کی مخالفت کی ہے۔ ان کا تعلق بھی زراعت سے ہے۔ یہ بھی زمین دار ہیں اور اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔ ان کو غالباً اس بل کے سکوپ کا ہی پتا نہیں چلا کہ اس بل کے سکوپ میں ہے کیا؟

جناب والا! حکومت پہلی دفعہ ایگریکلچر بورڈ کو wider scope میں لائی ہے اور اس میں فصلات ہیں' پودے ہیں' لائیو سٹاک ہے' ڈیری ڈویلپمنٹ ہے' پولٹری ہے' فشریز ہے' فارسٹری' وائلڈ لائف' زراعت' انجینئرنگ' اور ایگریکلچر سیکٹر کے اور بہت سے شعبے ہیں جن پر حکومت ریسرچ کروانا چاہتی ہے۔ اور میرے دوستوں کو شاید یہ پتا ہوگا کہ پاکستان کو بنے پچاس سال ہو گئے ہیں اور ایگریکلچر سیکٹر میں ہمیں ابھی تک بیج باہر سے منگوانا پڑتا ہے' آلو کا بیج باہر سے منگوانا پڑتا ہے' سبزیات کا بیج ہمیں باہر سے منگوانا پڑتا ہے۔ اسی طرح پولٹری لے لیں۔ ہمارے پاس پولٹری کی انڈسٹری developed ہے لیکن ہم breeder ابھی تک باہر سے منگوا رہے ہیں۔ تو اس طرح حکومت پنجاب نے اگر یہ ایک ایگریکلچر ریسرچ بورڈ بنایا ہے تو مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ میرے بھائی جو زراعت پیشہ ہیں یہ

کس بناء پر اس چیز کی مخالفت کرتے ہیں؟ کیا یہ زمین دار کے مفاد میں کوئی چیز نہیں دیکھنا چاہتے؟ کیا یہ اس ملک اور اس صوبے کی ترقی نہیں دیکھنا چاہتے؟ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے اپنے کسانوں کو زیادہ سے زیادہ مواقع ملیں۔ ان کو زیادہ سے زیادہ ریسرچ شدہ بہتر بیج ملیں اور جو چیزیں ہمیں باہر سے امپورٹ کرنی پڑتی ہیں۔ وہ یہیں پر develop کر کے اپنے زمین دار کو دیا جائے۔ میری تو یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ میرے بھائیوں نے اس بل کی مخالفت کیسے کی ہے۔ کیا یہ زمین دار کلاس کی بہتری نہیں چاہتے۔ اس صوبے کی بہتری نہیں چاہتے؟ پاکستان کی بہتری نہیں چاہتے؟ جناب! یہ بار بار اٹھ کر اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آخر میں' میں یہ درخواست کروں گا کہ میرے بھائی ڈویلپمنٹ کے بارے میں سوچیں۔ اس ملک کی ڈویلپمنٹ کے بارے میں' اس صوبے کی ڈویلپمنٹ کے بارے میں' زرعی سیکٹر کی ڈویلپمنٹ کے بارے میں سوچیں اور نہ صرف ان کی سوچ اخبارات کی سرخیوں تک محدود ہو۔ اس لیے جناب میری گزارش یہ ہے کہ یہ ایک بڑا اچھا اور مکمل بل گورنمنٹ نے پیش کیا ہے۔ اس کو پاس فرمایا جائے۔

MR SPEAKER: Thank you. Now, I put the final question.

The motion moved and the question is-

That the Punjab Agriculture Research Board Bill 1997 be passed.

(The Bill was passed.)

مسودہ قانون' نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن' مصدرہ 1997ء

MR SPEAKER: Now, we take up the second Bill the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1997 (Bill No.16 of 1997).

MR SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW: Mr Speaker, I move that the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1997, as recommended by the Special Committee No.1, be taken into consideration at once.

MR SPEAKER: The motion moved is that the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1997, as recommended by the Special Committee No.1, be taken into consideration at once.

SYED MASOOD ALAM SHAH: Sir, I oppose it.

MR SPEAKER: There are two amendments on this motion. The first amendment is from:

1. Mr Saeed Ahmad Khan Manais
2. Mr Saeed Akbar Khan
3. Mr. Mazzam Jahanzeb Ahmad Khan Wattoo
4. Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi
5. Sardar Rafique Haider Leghari
6. Syed Masood Alam Shah

Syed Masood Alam Shah may move the amendment.

SYED MASOOD ALAM SHAH: Sir, I move that the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1997, as recommended by the Special Committee No. 1, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 20th January 1998

MR SPEAKER: The motion moved is that the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1997, as recommended by the Special Committee No. 1, be circulated for the purpose of eliciting opinion thereon by 20th January 1998.

MINISTER FOR LAW: I oppose it, Sir.

جناب سپیکر، لاءمنسٹر صاحب oppose کرتے ہیں۔ مسعود عالم صاحب۔

سید مسعود عالم شاہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ' جناب سپیکر۔ اس بل کے بارے میں سب سے پہلے یہ پوائنٹ آؤٹ کرنا چاہتا ہوں کہ نظریۂ پاکستان ٹرسٹ پہلے سے ہی قائم ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس بل کا نام تبدیل کرنے سے یہ نیا بل بن گیا ہے۔ اس سے گورنمنٹ کے motives سامنے آتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس نئے بل بننے کی وجہ سے جو پہلے ممبران ہیں ان کو technically knock out کیا گیا ہے۔ ان کی جو contributions ہیں۔ ان پر بغیر نظرثانی کیے یہ نیا بل بنایا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ بل بھی ایگریکلچر ریسرچ بل سے متعلق ہے۔

کیونکہ اس میں بھی نئے ممبران اور اپنے ہم خیال ممبران کو accommodate کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! نظریۂ پاکستان ایک بہت vast field ہے۔ پاکستان کی foundation میں وکیلوں نے contribute کیا تھا۔ اس میں intellectuals کی contribution تھی۔ اسی طرح صحافیوں نے اسے بہت promote کیا تھا اور ساتھ ہی علمائے دین اور senior citizens of Pakistan جو کہ قائد اعظم کے ساتھ رہے اور اس movement میں انھوں نے بہت contribute کیا۔ یہ جو Bill formation ہوئی ہے۔ یہ معزز ایوان کے چند ایم پی اے صاحبان کے توسط سے consider کیا گیا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس کو eliciting opinion کے لیے رکھا جائے۔ کیونکہ اس میں جن صاحبان کی contribution ہے۔ ان کے خیالات پر دباؤ دیا جائے۔ ایم این ایز ہیں' سینیٹرز ہیں' صحافی ہیں۔ جن جن صاحبان کی اس میں contribution آئی ہے ان کے خیالات کے ساتھ اس بل کو پاس کیا جائے۔ بجائے اس کے چند ممبران کی رائے لے کر بغیر کسی رائے کے اس بل کو formulate کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں یہ گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ ہماری گورنمنٹ democratic form of government ہے۔ اس کو اپنے masses کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے۔ اس کو پورے عوام کو اعتماد میں لے کر چلنا چاہیے۔ اس میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے کہ اگر اس بل کو مشتہر کیا جائے اور اس پر پورے ملک کو اعتماد میں لیا جائے۔ ان کی contributions کو سامنے لایا جائے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ ایک sovereign body ہونی چاہیے تھی' جبکہ اس میں گورنمنٹ کی مداخلت بہت زیادہ ہے۔ اس سے یہ set-backs ہوں گے کہ جو گورنمنٹ بھی آئے گی وہ اپنے ہم خیال لوگوں کو اس میں نمائندگی دے گی۔ اس سے نظریۂ پاکستان متاثر ہو سکتا ہے۔ یہ اپوزیشن کے ساتھ سراسر زیادتی ہوگی کہ اس کی contributions شامل نہ کی جائیں۔

جناب سپیکر! یہ ایک جمہوری حکومت ہے۔ اس میں مزدوروں کی contribution ہونی چاہیے۔ انھوں نے اسی کی formation میں بہت contribute کیا تھا۔ اس میں کسانوں نے contribute کیا تھا۔ اس میں بیوروکریسی نے contribute کیا تھا۔ لیکن موجودہ حکومت جمہوری ہونے کے باوجود گولڈن ہینڈ شیک کے ذریعے مزدوروں کو crush کر رہی ہے۔ کسانوں پہ ایگریکلچر بورڈ کے ذریعے بارہ سے زیادہ محکمے جو ایگریکلچر ریسرچ بورڈ کے under آئے ہیں۔ ان کو ایک کمیٹی کے اندر

محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کو سارے اختیارات دیے گئے ہیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ democracy ہے' autocratic form of dictatorship نہیں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس کو wisely دیکھا جائے اور اس میں جمہوریت کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ انھیں اتنا مینڈیٹ ملا ہے۔ موجودہ گورنمنٹ نے ٹیلی فون پر بھی رائے عامہ لی ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ یہ بل ایک دم سامنے لایا گیا ہے اور صرف اس کے نام کو تبدیل کر کے پچھلے ممبران کو technically knock out کر کے نئے ممبران کو لانے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اس کے فنڈ اپنی مرضی سے استعمال کیے جائیں گے۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہی ہوگی کہ اس کو جمہوریت کے تقاضوں سے سوچا جائے۔ اس کے جو سیکرٹری appoint کریں گے وہ بھی گورنمنٹ appoint کرے گی۔ اس میں بہت سارے flaws ہیں۔ اس کی auditing' اس کی progress' اسمبلی کو بغیر اعتماد میں لیے formulate کیا گیا ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ عوام کو اپنے اعتماد میں لینے کا ذریعہ بھی یہی ہے کہ کم از کم صوبائی اسمبلی کے ذریعے ساری proceeding کو آگے چلایا جائے۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ صوبائی اسمبلی نہیں تو کم از کم اس کی سب کمیٹی ہو جو اس کی ہر activity پہ نظر رکھے اور اس کے جتنے اختیارات ہیں اس پہ counter-check ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر! اس کو مشتہر کرنے سے اور عوام کے سامنے پیش کرنے سے یہ زیادہ شفاف بن جائے گا۔ شفاف ہونے کی وجہ سے اس پر آنے والی نسلیں کوئی اعتراض نہیں کر سکیں گی۔ نظریۂ پاکستان میں پوری قوم کی رائے شامل ہو جائے گی۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ پوری قوم کے اندر ایک injection of confidence ہوگا اور قوم اس میں متحرک ہوگی۔ ہم نظریۂ پاکستان کو promote اسی لیے کرتے ہیں۔ 14۔ اگست مناتے ہیں یا جو بھی پاکستان کے دنوں کے تہوار منائے جاتے ہیں وہ آنے والی نسلوں کو یہ باور کرانا ہوتا ہے کہ ہماری affiliations اور contributions پاکستان کے ساتھ کیا ہیں۔ میں یہ چاہوں گا کہ masses کی رائے لے کر vital decision ہونا چاہیے اور اس کو سمجھنے میں جتنا عرصہ تھوڑا delay کیا جائے گا' اس سے پورے عوام کو فائدہ ہوگا۔ ہمارے پورے طبقوں کو اس سے استفادہ حاصل ہوگا۔ ہم عقل کل نہیں ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری ان تجاویز میں پورے عوام کو بھی شامل کیا جائے۔ جناب سپیکر! ہم تو کوشش کر رہے ہیں کہ خوب سے خوب تر کی تلاش ہو لیکن افسوس یہ ہے کہ اس قانون کو اسمبلی کے اندر محدود کر کے اور ایک چھوٹی سی کمیٹی کے ذریعے ترمیم کر کے اپنی حتمی سفارشات دی جاتی ہیں۔ باقی جتنی بھی ترامیم ہوتی ہیں ان کو صرف اس لیے نہیں لیا جاتا کہ یہ اپوزیشن کی

طرف سے ہیں، جبکہ ان ترامیم میں بہت اچھی اچھی ترامیم آئی ہیں۔ میں یہاں پر quote کرنا چاہوں گا کہ ریسرچ کونسل کی ایک ترمیم تھی جو بنیادی طور پر پاکستان کی back bone پر ایک ریسرچ تھی لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس کو بھی پی ایچ ڈی کی سطح تک، سائنس دان کی سطح تک یا ایم ایس سی کی سطح تک accept نہیں کیا گیا۔ میں یہ چاہوں گا کہ اس نظریۂ پاکستان کو بھی اسی طرح بلڈوز نہ کیا جائے۔ ہم نہ زرعی ٹیکس کے خلاف ہیں، نہ نظریۂ پاکستان کے خلاف ہیں، نہ جو زرعی بورڈ بنائے گئے ہیں ان کے خلاف ہیں۔ ہم ان میں تصحیح چاہتے ہیں۔ ہم ان میں ترامیم چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہی کہوں گا کہ اس کو consider کیا جائے اور اس کو elciting opinion کے لیے رکھا جائے تاکہ پورے ملک، پوری قوم اور جن طبقوں نے اس میں contribute کیا ہے، خصوصاً جرنلسٹ نے اس کو promote کیا تھا اور ہر طبقے نے اس میں contribute کیا تھا ان کی رائے کو بھی شامل کیا جائے اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کمیٹی میں بھی ان کو نمائندگی دی جاتی اور اس قانون کو ان کی رائے کے مطابق شامل کیا جاتا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جی شکریہ، سعید اکبر صاحب! آپ بولنا چاہتے ہیں؟

جناب سعید اکبر خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں۔

جناب سپیکر! آج نہایت ہی اہمیت کا حامل موضوع جو اس بل کے ذریعے اس ہاؤس میں لایا گیا ہے اور اس پر قانون سازی ہونی ہے، وہ زیر بحث ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ نظریۂ پاکستان اور اس کے پیچھے کارفرما تمام عوامل اور اس میں ہمارے بزرگوں کی جو قربانیاں ہیں ان کو یاد رکھنا اور ان لوگوں کو جو اس وقت زندہ ہیں اور انھوں نے اس پاکستان کو بنانے میں اور اس پاکستان کے نظریے کو پیش کرنے میں اپنی خدمات پیش کیں۔ تمام مہذب قومیں ایسے لوگوں کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں اور یاد رکھنا چاہیے۔

جناب سپیکر! یہ جو بل نظریۂ پاکستان آج اس ہاؤس میں زیرِ غور ہے، یہ پہلے ہی پچھلے کئی ادوار سے فنکشن کر رہا تھا اور یہ ایک ٹرسٹ کے ماتحت کام کر رہا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے جتنے بھی تجربات کیے، اس کو چلانے کے لیے گورنمنٹ کے ماتحت کوئی بھی ڈیپارٹمنٹ ہو، کوئی بھی بورڈ ہو، کوئی بھی فاؤنڈیشن ہو، وہ اس سے پہلے تقریباً تمام ہی فیل ہوئے۔ اس سے جو بھی تجربات اس ملک میں کیے گئے، جس میں گورنمنٹ شامل رہی، وہ چاہے فیڈرل گورنمنٹ ہو یا پروونشل گورنمنٹ ہو، وہ ایک متفقہ

فیصلہ ہے کہ اس میں کوئی کامیابی یا بہتری سامنے نہیں آئی۔ نیشنلائزیشن ہوئی جس کو ہم ڈی نیشنلائز کر رہے ہیں' وہ بھی تجربہ فیل ہوا۔ یہ پس منظر میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ اب اس ٹرسٹ کو ایک نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن بنایا جا رہا ہے اور ان کلاز میں آپ دیکھیں کہ تمام میں گورنمنٹ کو شامل کر دیا گیا ہے کہ جو بورڈ بنے گا وہ بھی گورنمنٹ بنائے گی' اس کا جو چیئرمین منتخب ہوگا وہ بھی گورنمنٹ منتخب کرے گی۔ تمام کی تمام باتوں کو اور اس فاؤنڈیشن کی تمام ورکنگ کو گورنمنٹ کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں اس ٹرسٹ کا جو مقصد سمجھا ہوں' اس کا مقصد ان لوگوں کو یاد رکھنا تھا اور ان کی خدمات کو سراہنا تھا جنھوں نے خود اور ان کے خاندان نے جانی قربانیاں دیں۔ اپنی جائیداد کی قربانیاں دیں اور اس ملک کو حاصل کیا۔ جس میں آج ہم' میں' آپ اور ہمارے تمام دوست باعزت اور آزادانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ اس آزادی کا ان اقوام سے پوچھا جائے جو اس وقت اپنی آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور اس کے لیے وہ دن رات قربانیاں دے رہے ہیں۔ اسی کے مقصد کے لیے میرا خیال ہے کہ جو بھی آئیڈیا پہلے اس ٹرسٹ کے ماتحت تھا یا ٹرسٹ کے شروع کرنے کا جو مقصد تھا وہ یہی تھا کہ پاکستان کے بنانے میں اور پاکستان کے نظریات میں جو لوگ حصہ دار تھے ان کو ہم یاد رکھیں۔ ان کے لیے ٹرسٹ ہر سال میڈل یا جو بھی انعامات تجویز کرے' ان کو ہم تقسیم کریں تاکہ جب وہ سامنے آئیں تو لوگوں کو اور جو خصوصاً 1947ء کے بعد کی پیدائش ہیں ان لوگوں کو ان کی اہمیت اور عزت کا اندازہ بھی ہو اور ان کو اہمیت دینا ان کے اُوپر لازم بھی ہو جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ شاید یہ تمام باتیں گورنمنٹ کی خواہشات کے مطابق نہ ہو رہی ہوں۔۔۔۔

جناب سپیکر، آپ اس کو ذرا تین چار منٹ میں وائنڈ اپ کر لیں۔ میں اس پر تقریر کے دس منٹ allow کر رہا ہوں۔ اس طرح آپ کے تین چار منٹ اور ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! آج آپ نے کچھ زیادہ سختی شروع کی ہوئی ہے' خیر ہے؟

جناب سپیکر، نہیں' کوئی سختی کی بات نہیں۔ ایک بات بار بار دہرائی جا رہی ہے ناں۔ اس لیے دس منٹ ہی بہتر ہوتے ہیں۔ اسی میں ہی آپ کا جو مکمل نقطۂ نظر ہے وہ سامنے آ جاتا ہے۔ باقی پھر آپ دہراتے رہیں' دہراتے رہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! پھر آپ کا جو پروگرام تھا کہ 9 بجے سے آپ نے اجلاس

شروع کرنا تھا۔ اگر اسی پر آپ عمل درآمد کرواتے تو میرا خیال کہ اس وقت آپ کو ٹائم کی قلت کا سامنا نہ ہوتا۔

جناب سپیکر، اگر آپ ایسے ہی پوائنٹ آؤٹ نہ کرتے تو اب تک ہم کافی کارروائی کر چکے ہوتے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! ہم تو رولز کے مطابق تھے کہ دس آدمیوں کے ساتھ کیسے ہاؤس کو چلایا جا سکتا ہے۔ ہم نے تو وہ بات کی تھی۔ میں نے رولز کے خلاف کوئی بات نہیں کی تھی اور آپ بھی اس پر خوش تھے کہ ہاؤس میں کم از کم کورم تو ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر، آپ کو میری خوشی یا ناراضگی کا کیسے پتا ہے؟

جناب سعید اکبر خان، جب میں نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا تو آپ نے اس پر کارروائی کی۔

جناب سپیکر، وہ تو میں نے رولز کے مطابق چلنا ہے۔ اب جو بھی رکن اسمبلی کورم پوائنٹ آؤٹ کرے گا تو رولز کے مطابق گنتی کروانا میرا فرض ہے۔ پہلے پانچ منٹ بھی گھنٹیاں بجانا میرا فرض ہے۔ اس کے بعد بھی کورم نہ ہو تو آدھے گھنٹے کے لیے adjourn کرنا بھی میرا فرض ہے۔ اگر آدھے گھنٹے کے بعد بھی کورم پورا نہ ہو تو پھر اجلاس کو اگلے دن کے اُوپر adjourn کرنا بھی میرا فرض ہے۔ تو یہ بھی میرا فرض ہے کہ میں نے آپ کو confine کیا ہے کہ دس منٹ کے اندر اندر آپ کا جو point of view ہے وہ اس لیے آ جانا بہتر ہے کہ باقی ساری repetition ہے۔ ایک ہی بات کو بار بار دہرایا جا رہا ہے۔ اس لیے آپ کے دو منٹ اس میں بھی چلے گئے ہیں اور دو منٹ اور رہ گئے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! یہ دو منٹ تو آپ کے کھاتے میں جائیں گے۔ یہ میرے کھاتے میں نہیں جائیں گے۔

جناب سپیکر، چلیں، وہ آپ لے لیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں بات کر رہا تھا کہ کیوں ضرورت محسوس ہوئی کہ اس ٹرسٹ کو فاؤنڈیشن بنایا جائے اور گورنمنٹ کے ماتحت کیا جائے؟ میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں کو آج یہ گورنمنٹ پسند نہیں کرتی یا جن کے ساتھ اب، ان کے وہ تعلقات نہیں رہے جو یہ چاہتے تھے۔ لیکن ان لوگوں کی اس ملک کے بنانے میں، اس ملک کا نظریہ دینے میں اور اس کو support کرنے میں خدمات ہیں۔ یہ شاید سمجھتے تھے کہ اب ٹرسٹ اس طرح ہمارے کنٹرول میں نہیں اور اس سے ہم اس طرح

کا انگوٹھا لگوانے کی پوزیشن میں نہیں جو شاید اب ہم اس پوزیشن میں ہو جائیں کہ جب گورنمنٹ اس فاؤنڈیشن میں شامل ہوگی اور تمام اختیارات گورنمنٹ کے پاس ہوں گے تو ہم جو بھی چاہیں گے، جس کو چاہیں گے patronize کریں گے، جس کو نہیں چاہیں گے اس کو سامنے نہیں لائیں گے۔ جناب سپیکر! اسی لیے ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ اس بل کو پبلک میں مشتہر کیا جائے تاکہ پبلک کی بھی opinion آئے۔ جناب سپیکر! یہ قانون سازی نہایت ہی اہمیت کی حامل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ہے کہ ہمیں electہونے کے بعد یہ power ملی ہے کہ ہم قانون سازی کر سکتے ہیں لیکن قانون سازی کی اقسام ہوتی ہیں اور ان کی ضروریات ہوتی ہیں۔ جو آج کی legislation ہے، ہر پاکستانی اور اس صوبے کا ہر فرد involve ہے اور وہ پاکستانی ہے اور اس پاکستان کے بارے میں اس کو فکر ہے اور وہ اس پاکستان کی بہتری کے لیے سوچتا ہے۔ جناب والا! اگر ہم اس بل کو عام پبلک میں اشتہاربازی کے لیے بھیجیں اور اس میں پبلک کی رائے آئے۔ ہمارے اس ایوان کی رائے بھی بڑی مقدم ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر رائے آئے گی اور عام آدمی بہتر رائے دے کر اس میں بہتر تجاویز دے گا جو ہمارے لیے اور اس صوبے کے لیے اس نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھیں گی اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر باشعور آدمی میرے خیال میں اس تجویز سے اتفاق ہی کرے گا کہ اگر ہم پبلک سے کوئی بھی بات پوچھ لیں اور اس کی ضرورت بھی ہو اور اس کی اہمیت بھی ہو۔ جب ہم اپنے آپ کو re-elect کرنے کے لیے پبلک کی رائے لیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ تشہیر کے لیے اس کو عوام کے پاس بھیجا جائے اور عوام کی رائے لی جائے تو یہ میرے خیال میں، اس ایوان کے لیے اور اس حکومت کے لیے اور ہمارے تمام مکتبۂ فکر بہتر ہوگی۔ جناب سپیکر! عام آدمی کی بھی تجویز آئے گی، وکلاء کی بھی تجویز آئے گی، intellectuals کی بھی تجاویز آئیں گی اس میں ہر مکتبۂ فکر کی تجویزیں آئیں گی جس سے ہماری بہتر راہ نمائی ہوگی اور ہم اس سے بہتر legislation کر سکیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔ معظم وٹو صاحب، آپ بولنا چاہتے ہیں؟

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو: شکریہ جناب سپیکر۔ آپ نے مجھے وقت دیا۔

جناب سپیکر! آج اس ایوان میں ایک نہایت اہمیت کا حامل بل introduce ہوا ہے اور وہ نظریۂ پاکستان بل 1997ء ہے۔ جناب والا! جیسا کہ معزز اراکین اسمبلی جانتے ہیں، ایک ادارہ نظریۂ

پاکستان فاؤنڈیشن ٹرسٹ کے نام سے پہلے ہی کام کر رہا ہے۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ادارے تو بنائے جاتے ہیں، لیکن ان اداروں کی functioning کو بہتر بنانے پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ قانون سازی تو کی جاتی ہے، لیکن جو قانون بنتے ہیں ان پر پوری طرح سے عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔ تمام قوانین جو عوام کی فلاح و بہبود اور ان کی بہتری کے لیے بنائے جاتے ہیں اگر ان پر عمل درآمد بھی کرایا جائے اور صحیح معنوں میں ان کی روح کے مطابق ان پر عمل ہو تو شاید آج ہمارا ملک بہت ترقی کر چکا ہوتا۔ جناب سپیکر! جس طرح یہ نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن بنائی گئی ہے اس مسودے کو دیکھنے سے بظاہر تو یہی لگتا ہے کہ حکومت نے اپنے چند منظور نظر افراد کو اس میں accommodate کرنے کا بندوبست کیا ہے اور حکومت چاہتی ہے کہ اپنے چند لوگوں کو اس میں شامل کیا جائے اور انھیں accommodate کیا جائے۔ اس میں ایک چیف ایگزیکٹیو بنایا جا رہا ہے لیکن اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ جو چیف ایگزیکٹیو ہوگا وہ کون ہوگا، اس کی کیا خدمات ہوں گی۔ کیا قیام پاکستان میں اس کی خدمات کو سراہتے ہوئے کسی ایسے شخص کو چیف ایگزیکٹیو بنایا جائے گا جس کا قیام پاکستان کی جدوجہد میں بہت کردار رہا ہو یا کسی ایسے شخص کو بنایا جائے گا جس کا قیام پاکستان میں کوئی رول نہیں یا کوئی کردار نہیں ہے؟

جناب سپیکر! ہمارے بزرگوں نے اس ملک کو حاصل کرنے میں بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اس میں ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں، لاکھوں لوگ شہید ہوئے تب جا کر اس ملک کو حاصل کیا گیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اگر ہم ایسی فاؤنڈیشن بنا ہی رہے ہیں تو اس میں ان لوگوں کو شامل کیا جائے جنھوں نے قیام پاکستان کی جدو جہد میں حصہ لیا اور قربانیاں دیں، یا ایسے لوگوں کو شامل کیا جائے جن کے بزرگوں نے قربانیاں دیں اور جن کے بزرگ اور رشتہ دار قیام پاکستان کی جدو جہد میں شہید ہوئے۔

جناب سپیکر! دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اس صوبے کے عوام کو اس قانون سازی میں شامل کریں، ان کی رائے لیں۔ یہ نہایت ضروری ہے، کیونکہ یہ فاؤنڈیشن عوام کے لیے بنائی جا رہی ہے۔ تو اگر اس میں عوام کی رائے لے لی جائے تو یہ کوئی حرج والی بات نہیں۔ اس کو مشتہر کیا جائے تاکہ عوام اپنی رائے دیں اور وہ دیکھیں کہ اس بل میں کیا خامیاں ہیں اگر کوئی خامیاں ہیں تو ان کو دور کیا جائے اور پھر دوبارہ ایک مکمل بل اس ہاؤس میں پیش کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نہیں۔ آپ رہنے دیں' کیونکہ وقت کم ہے اور وزیر قانون نے اس کے اوپر ابھی بولنا ہے۔ جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں انتہائی مختصر الفاظ میں عرض کروں گا اور جو ترمیم دی گئی ہے میں اس تک محدود رہوں گا۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں آج اپوزیشن کی اخلاقی جرأت کا ضرور قائل ہو گیا ہوں۔ ہمارے محترم قائد حزب اختلاف' میرے محترم بھائی سعید اکبر صاحب اور برادر محترم جہانزیب وٹو صاحب نے جس اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اس کے لیے میں انھیں سلام پیش کرتا ہوں۔ یہاں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ ایک ٹرسٹ پہلے سے قائم ہے' پھر یہ فاؤنڈیشن کیوں بنائی جا رہی ہے' تو جناب سپیکر! میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو پہلے سے ٹرسٹ قائم تھا آپ اس کے ممبران میں شامل تھے' خواجہ ریاض محمود صاحب بھی شاید یہ نشان دہی کرنا چاہتے تھے' یہ بھی اس ٹرسٹ کے ممبران میں شامل تھے۔ میں آپ حضرات سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ غور سے ملاحظہ فرما لیں شاید اس ٹرسٹ کے قتل کا خون آج بھی ان لوگوں کے ہاتھوں پر آپ کو نظر آئے گا۔

جناب سپیکر! یہاں کہا گیا کہ ٹرسٹ کیوں بنایا جاتا ہے جبکہ پہلے سے ایک ٹرسٹ موجود ہے اور وہ کام کر رہا ہے۔ جناب والا! انھوں نے اس ٹرسٹ کا جو حشر کیا تھا میں وہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ منظور احمد وٹو صاحب جب برسراقتدار آئے تو انھوں نے اس ٹرسٹ کو توڑ کر ' supersede کر کے ایک Governing Body بنائی اور کہا کہ،

> Governing Body shall cease to hold office with immediate effect and further order that all functions of the Governing Body of the Nazaria-e- Pakistan Trust Lahore during the period of supersession shall be performed by the Governing Body comprising the following members of the Society . . . .S M Bashir sahib or Ch Abdul Majeed sahib..... ...."

جناب والا! پوری گورننگ باڈی کو' پورٹی ٹرسٹ کو ختم کر کے تمام اختیارات صرف ان دو افراد کو دے دیے۔ آگے تفصیل میں جا کر جب وہ اس کے پرنسپلز پر بات کریں گے تو میں ان کی ایک ایک کارکردگی بیان کروں گا۔ میرے پاس اس بارے میں پوری رپورٹ موجود ہے کہ جس طرح سے اس ٹرسٹ کو لوٹا گیا آج یہ کہتے ہیں کہ ٹرسٹ کو کیوں لوٹا گیا۔ یا گورنمنٹ کو کیوں involve کیا جا رہا ہے۔ تو جناب والا! ہم تلخ تجربے کی بنیاد پر گورنمنٹ کو اس میں شامل کرنا چاہ رہے ہیں کہ اگر ہم گورنمنٹ کو involve نہ کریں تو پھر اس ٹرسٹ کو ان کے لوٹنے کے لیے چھوڑ دیں گے۔ میں افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ٹرسٹ نے جن لوگوں پر ٹرسٹ کیا تھا انھوں نے ہی اس ٹرسٹ کو لوٹا ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور میں دکھ کے ساتھ آج یہ بات کہہ رہا ہوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے نظریہ پاکستان کو بھی نہیں بخشا۔ انھوں نے نظریۂ پاکستان کے ٹرسٹ کو بھی لوٹا ہے اور میں ریکارڈ کے حوالے سے اس کے پرنسپلز پر بات کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ بات کروں گا۔ جناب سپیکر! معزز رکن باہر جا چکے ہیں ۔ انھوں نے کہا' ہم تو خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ شاید ایس ایم بشیر سے بھی بہتر آدمی ان کو مل جائے گا' جو بیس بیس لاکھ روپیہ الیکشن campaign میں اسی ٹرسٹ میں سے نکال کے دے جاتا تھا۔ یہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ اسی طرح انھوں نے یہ فرمایا کہ اس میں ان لوگوں کو انھیں لانا چاہیے کہ جن کی نظریۂ پاکستان کے لیے contribution ہو۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے' شاید وہ آج کل اشتہاری ہیں۔

وزیر قانون، جی ہاں۔ جس کو انھوں نے مقرر کیا تھا وہ تو لوٹ کر کھا گئے اور آج تک بھی اشتہاری ہیں۔ اور عثمان حیدر صاحب جو بیرسٹر یا وکیل تھے جن کا آگے چل کر میں ذکر کروں گا اسی ٹرسٹ کو لوٹنے کے سلسلے میں آج بھی جیل میں ہیں۔اور یہ ٹرسٹ کی بات کرتے ہیں۔ اس لیے میں آپ سے یہ عرض کرنی چاہتا تھا کہ جو پہلا ٹرسٹ تھا اس کو محترم وٹو صاحب کے اقتدار میں آنے کے بعد 27۔ مارچ 1994ء کو supersede کر دیا گیا اور ایس ایم بشیر کو اس کا چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔ معاملہ ہائی کورٹ میں چلا گیا اور ہائی کورٹ نے اس پر observation دی ۔ وہ رپورٹ میں بعد میں پڑھوں گا۔ اب اس ٹرسٹ کو ختم کر کے ایک فاؤنڈیشن بنانا چاہتے ہیں۔ وہ فاؤنڈیشن وہ ہے کہ اگر اس کے ممبران کی فہرست میں پڑھوں تو میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی بلا مبالغہ میں اعتماد اور یقین کے ساتھ اور حلفاً کہہ سکتا

ہوں کہ ان میں ہر وہ فرد شامل ہے کہ جس کا دامن پاک ہے یا جس کے خاندان کا تحریک پاکستان کے ساتھ، قیام پاکستان کے ساتھ اور نظریۂ پاکستان کے ساتھ ایک قلبی تعلق موجود ہے ۔ ہم نے کسی ایس ایم بشیر کو اس میں شامل نہیں کیا۔ اس لیے میری جناب سے استدعا ہوگی کہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو رائے عامہ کے لیے مشتہر کیا جائے ۔ میں جناب سپیکر! آپ سے عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اگر اس کو مشتہر کرنے کی بات کرتے ہیں تو میں تو آپ سے عرض کروں گا کہ آپ عوام کی اطلاع کے لیے اس رپورٹ کو مشتہر کریں کہ جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ کس طرح انھوں نے اس ٹرسٹ کو لوٹا۔ ان کی election compaigns میں اس ٹرسٹ کی گاڑیاں چلتی رہی ہیں۔ پٹرول کے بل ' ان کے موبائل فونوں کے بل میرے پاس موجود ہیں۔ اس لیے یہ اگر عوام کو ساری باتیں بتانا چاہتے ہیں تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں ۔ میں اخبارات کو یہ باتیں بتا دوں گا اور اس ایوان میں یہ اس لیے بیان کر رہا ہوں کہ انھیں پتا چلے کہ انھوں نے اس ٹرسٹ کے ساتھ کیا کیا تھا۔ اس لیے میری آپ سے استدعا ہے کہ، آگے چل کر تفصیل کے ساتھ بات کروں گا، اس ترمیم کو مسترد فرمایا جائے اور بل کو فوری طور پر زیر غور لایا جائے ۔

جناب سپیکر، شکریہ!

MR SPEAKER: The ammedment moved and the question is:-

> That the Nazaria-i-Pakistan Foundation Bill 1977, as recommended by Special Committee No. 1 be circulated for the purpose of iliciting opinion thereon by 20th January, 1998.

(The motion was lost)

MR SPEAKER: The next amendment is from:

1. Mr Saeed Ahmad Khan Manais
2. Mr Saeed Akbar Khan
3. Mr Moazzam Jahanzeb Ahmad Khan Wattoo
4. Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi
5. Sardar Rafiq Haider Laghari

6. Maulana Manzoor Ahmad Chinioti

اس ترمیم کو کون پیش کرے گا؟ سعید احمد خان منیس صاحب!

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں یہ امنڈمنٹ پیش کروں میں آپ کی توجہ دلاؤں گا کہ آج ساڑھے بارہ بجے تک وقت ہے۔

جناب سپیکر، ابھی وقت ہے۔ آپ ترمیم تو پیش کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، پھر دو تین منٹ میں اسے ختم نہیں کیا جا سکے گا۔

جناب سپیکر، آپ ترمیم تو پیش کریں۔ باقی بعد میں کر لیں گے۔

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: Sir, I move -

That the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1977 , as recommended by Special Committee No. 1 , be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report upto 20th Janaury 1998.

1. Haji Muhammad Nawaz, MPA
2. Mr Muhammad Iqbal Khan, MPA
3. Malik Ghulam Shabbir Joyia, MPA
4. Ch Muhammad Azeem Ghuman, MPA
5. Sardar Tufail Ahamd Khan ,MPA
6. Malik Naeem -ud-din Khalid MPA
7. Mr Muhammad Afzal Gill, MPA
8. Sardar Muhammad Sarfraz Khan, MPA
9. Haji Malik Umar Farooq, MPA

MR SPEAKER: The motion moved is:

That the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1977 , as recommended by Special Committee No 1 , be referred to

the Select Committee consisting of the following members within structions to report upto 20th Janaury 1998.

1. Haji Muhammad Nawaz Khan, MPA
2. Mr Muhammad Iqbal Khan, MPA
3. Malik Ghulam Shabbir Joyia, MPA
4. Ch Muhammad Azeem Ghuman, MPA
5. Sardar Tufail Ahamd Khan ,MPA
6. Malik Naeem -ud-din Khalid MPA
7. Mr Muhammad Afzal Gill, MPA
8. Sardar Muhammad Sarfraz Khan, MPA
9. Haji Malik Umar Farooq, MPA

MINISTER FOR LAW: I oppose it.

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ discussion اب next sitting پر ہوگی ۔ اور اجلاس سوموار چار بجے شام تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے ۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس)

سوموار ' 27۔ اکتوبر 1997ء

(دو شنبہ' 24 ۔ جمادی الثانی 1418ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں سہ پہر 4 بج کر 17 منٹ پر زیر صدارت قائم مقام سپیکر (سردار حسن اختر موکل) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○

سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 33 تا 40

اے گروہ جن وانس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تو تم نکل سکنے ہی کے نہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ تم پر آگ کے شعلے اور دُھواں چھوڑ دیا جائے گا تو پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ پھر جب آسمان پھٹ کر تیل کی تل چھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا تو (وہ کیسا ہولناک دن ہوگا)○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ اس روز نہ تو کسی انسان سے اس کے گناہوں کے بارے میں پرسش کی جائے گی اور نہ کسی جن سے○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے○

وما علینا الا البلاغ○

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ داخلہ / جیل خانہ جات)

جناب قائم مقام سپیکر، سب سے پہلے سوالات لیتے ہیں۔۔۔۔چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب۔

وال نمبر 87 ۔ (فاضل ممبر ایوان میں تشریف فرما نہ تھے)

وال نمبر 102۔ فاضل رکن' ایوان میں موجود نہ تھے۔

وال نمبر 143۔ (الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی کے ایما پر چودھری نذیر احمد صاحب نے پیش کیا)۔

جعلی موبل آئل فیکٹریوں کے خلاف کارروائی

*143۔الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جعلی موبل آئل کا کام عروج پر ہے جس سے گاڑیوں کے انجن جلد خراب ہو رہے ہیں۔

(ب) کیا حکومت اس کالا دھندا کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے سخت قوانین کا اجراء کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) اس حد تک درست ہے کہ بعض عناصر جعلی موبل آئل کا کام کرتے ہیں۔جس سے گاڑیوں کے انجن خراب ہونے کا احتمال ہے۔

(ب) غیر قانونی طور پر جعلی موبل آئل تیار کرنے والوں کے خلاف پیٹرولیم قوانین پہلے سے موجود ہیں ۔ اس لیے مزید کسی نئے قانون کی ضرورت نہیں۔تاہم جونہی ضلعی انتظامیہ کو کوئی شکایت یا معلومات اس سلسلہ میں موصول ہوتی ہیں۔ فوراً پیٹرولیم ایکٹ/قوانین کے تحت ضروری کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے علاوہ ازیں تمام ڈپٹی کمشنروں کو ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ کہ وہ اس بارے میں پڑتال کو مزید سخت کریں اور اس غیر قانونی کاروبار میں ملوث افراد کے خلاف حسب ضابطہ کارروائی عمل میں لائیں۔

چودھری نذیر احمد ، جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی صاحب جو ہمارے بورے والا سے تعلق رکھتے ہیں وہ ابھی موجود نہیں ہیں۔ انھوں نے یہ سوال کیا ہے اور ان کے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بورے والا شہر میں یا بورے والا تحصیل میں اگر ایسی کوئی جعلی فیکٹریاں

ہیں اور جو لوگ جعلی موبل آئل تیار کرتے ہیں تو کیا یہ گورنمنٹ کے نوٹس میں ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، تو آپ کا ضمنی سوال یہ ہوا کہ کیا تحصیل بورے والا میں جعلی موبل آئل بنانے و کوئی فیکٹریاں ہیں؟

چودھری نذیر احمد، جی ہاں۔

جناب قائم مقام سپیکر، تو میرا خیال ہے چودھری صاحب! اس کے لیے کوئی fresh question نہ دے دیتے، کیونکہ یہ تو بالکل ہی different ہے؟

چودھری نذیر احمد، جناب والا! یہ سوال پیر ذوالفقار علی چشتی نے اسی ناتے سے کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ وہ تو الگ بات ہے۔ اگر ان کی دل چسپی ہوتی تو وہ خود تشریف لاتے۔

چودھری نذیر احمد، جناب والا! ان کی دل چسپی تو ہے۔ وہ اس وقت ہاؤس سے باہر موجود ہیں۔ وہ جلدی جائیں گے۔ یا تو پھر آپ اس کو pend فرمالیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری صاحب! کیسے؟ یہ عجیب دل چسپی ہے کہ وہ ہاؤس کے پاس ہیں لیکن وہ نہیں رہے۔

چودھری نذیر احمد، جناب سپیکر! پھر میرے اس سوال کا جواب آنا چاہیے کہ کیا بورے والا تحصیل میں کو جعلی موبل آئل کی فیکٹریاں موجود ہیں یا نہیں؟ اگر fresh question کی ضرورت پڑی تو پھر بھی میں دوں لیکن اس سوال میں بھی جواب آنا چاہیے۔

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)، جناب والا! اگر مجھے اجازت ہو تو میں آپ کی وساطت سے تھوڑی سی ر بری کر دوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔

وزیر خزانہ، جناب والا! فاضل رکن اگر یہ ضمنی سوال پوچھتے کہ کیا اس سلسلے میں کوئی کارروائیاں ہوئی ہیں تو فہرست میرے پاس موجود ہے۔ لیکن اگر یہ خاص اپنے ضلع کی حد تک پوچھنا چاہ رہے ہیں تو پھر تو esh question بنتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، بلکہ وہ تو تحصیل کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ اسی لیے تو میں ان سے عرض کر ہوں کہ یہ fresh question دے دیں تو اس سے specifically ذرا زیادہ بہتر پتا چل جائے گا۔ ابھی آپ

فرما دیں گے تو پھر کہیں گے کہ منسٹر صاحب نے صحیح جواب نہیں دیا۔

چودھری نذیر احمد، ٹھیک ہے جی۔ میں fresh question بھی دے دوں گا۔

وزیر خزانہ، بلکہ اگر یہ ریکارڈ پر نہ لائیں اور مجھے معلومات دے دیں کہ فلاں موقع پر فلاں شخص یہ کر رہا ہے تو ہم ان پر چھاپہ مار سکیں گے۔

چودھری نذیر احمد، جناب والا! آپ کی وساطت سے میں گزارش کروں گا کہ میں محترم وزیر موصوف کو بورے والا تحصیل میں جعلی موبل آئل کا کام کرنے والی فیکٹریوں کے نام بھی دے دوں گا۔ ان پر بے شمار دفعہ raid کروائے گئے۔ لیکن پھر بھی وہ کالا دھندا کرنے میں مصروف ہیں۔ تو میں ان کو نام دوں گا پھر میں حکومت سے امید کروں گا کہ ان پر سخت ہاتھ ڈالا جائے گا اور انھیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ یہ کریں۔ ان شاء اللہ ضرور کارروائی ہوگی' بلکہ جو ہو وہ ہمیں بھی بتایئے۔

وزیر خزانہ، جناب والا! آپ کی وساطت سے فاضل رکن کو یقین دہانی کراتا ہوں کہ raiding team میں ان کو اور پیر صاحب کو شامل کیا جائے گا تاکہ یہ خود دیکھیں کہ اب ہم اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہونے دیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔ بالکل ٹھیک ہے۔ سوال نمبر 155۔ چودھری لیاقت علی بھدر صاحب۔

سوال نمبر 155۔ (چودھری لیاقت علی بھدر کے ایماء پر جناب سعید احمد خان منیس صاحب نے پیش کیا)

گاڑیوں کی چوری

*155۔ چودھری لیاقت علی بھدر، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) یکم مارچ 1997ء سے آج تک گجر گ تھانہ لاہور میں گاڑی چوری کے کتنے مقدمات درج ہوئے۔

(ب) ان مقدمات میں کتنی مسروقہ گاڑیاں برآمد ہو چکی ہیں۔ جو گاڑیاں ابھی تک نہیں ملیں ان کی برآمدگی کے لیے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) یکم مارچ 1997ء سے لے کر 30۔ اپریل 1997ء تک گجر گ لاہور کے علاقے سے 28 گاڑیاں چوری ہوئیں۔

(ب) تاحال چوری شدہ گاڑیوں میں سے دو گاڑیاں برآمد ہو چکی ہیں۔ باقی مسروقہ گاڑیوں کی برآمدگی کے لیے ضروری اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ سابقہ ریکارڈ یافتگان کو بھی شامل تفتیش کیا جا رہا ہے۔ اس بارے

میں پوری مستعدی سے کوشش کی جارہی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ گاڑیاں گن پوائنٹ پر چھینی گئی ہیں؟

وزیر خزانہ، یہ details اس وقت میرے پاس نہیں ہیں۔ انھوں نے تعداد پوچھی ہے وہ میں نے بتا دی ہے۔ اور جو برآمد ہوئی ہیں وہ بھی بتا دی ہیں۔مقدمات کا پوچھا ہے ۔ اس کی تفصیل بھی موجود ہے ۔ اگر وہ چاہیں تو وہ بھی دے سکتا ہوں ۔ لیکن اس وقت میرے پاس یہ تفصیل نہیں کہ گن پوائنٹ پر چھینی گئیں یا کس طریقے سے چھینی گئیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اگر آپ چاہتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ اسی سیشن میں وہاں سے ایف آئی آر منگوا لیں گے ۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میرا سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہاں کوئی معزز اراکین اسمبلی کی گاڑیاں بھی گن پوائنٹ پر چھینی گئی تھیں۔ اگر اس کا یہ جواب ہوتا تو پھر میرا مزید ضمنی سوال یہی تھا کہ کیا ان معزز اراکین کی گاڑیاں بھی برآمد ہوئی ہیں یا نہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، ایسے کرتے ہیں کہ اس سوال کو معلق کردیتے ہیں۔ آپ ان کے متعلقہ تھانے سے تفصیل منگوا لیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کی تو tips پر ہوتی ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! آپ کی ہدایت پر عمل ہوگا۔ لیکن آپ کی وساطت سے میں یہ ہاؤس کے سامنے عرض کرنی چاہتا ہوں کہ لیڈر آف اپوزیشن کے ان سے ذاتی مراسم ضرور ہوں گے۔ لیکن وہ میری جماعت کے ایم پی اے منتخب ہوئے ہیں اور مجھے ان کی گاڑی چھن جانے کا از حد احساس ہے اور ہم نے ہرممکن کوشش کر رکھی ہے۔ لیکن جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ جب گاڑی یہاں سے چوری ہوتی ہے تو صوبے کی حدود سے اسے وہ فوراً باہر نکال دیتے ہیں۔ اور وہ قبائلی علاقے میں چلی جاتی ہے لیکن اس وقت بھی پولیس کی پارٹی گاڑی تلاش میں علاقہ غیر میں بھی گئی۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرا خیال ہے کہ ان کے سوال پوچھنے کا شاید مقصد یہی ہو ۔ وہ تو generally پوچھ رہے ہیں کہ کتنی گاڑیاں گن پوائنٹ پر چھینی گئیں۔ وہ دو بھی ہوسکتی ہیں ' ایک بھی ہوسکتی ہے اور چار بھی ہوسکتی ہیں۔ آپ رپورٹ منگوا لیں کہ کتنی گاڑیاں گن پوائنٹ پر چھینی گئیں۔ وہ تفصیل ان کے پاس tipsپہ ہو گی۔

زیر خزانہ، میں نے پہلے ہی عرض کر دی ہے کہ آپ کی ہدایت پر عمل ہوگا۔ وہ انفرمیشن تو ہم ایوان کو مہیا کر یں گے۔ لیکن گاڑی چوری تو ہوئی ' چاہے گن پوائنٹ پر ہوئی ' چاہے ڈرائیور کو دھکا دے کر باہر نکال کر گاڑی ں بیٹھ کر لے گئے ۔ گاڑی چوری ہوئی ۔ ہم اس بات کو چھپا نہیں رہے اور اس کو برآمد کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

ناب قائم مقام سپیکر، کیا لیڈر آف اپوزیشن اس بات سے متفق ہیں یا ضرور فہرست منگوانی ہے۔

ناب سعید احمد خان منیس، جیسے سردار صاحب نے فرمایا ہے درست ہے۔

ناب قائم مقام سپیکر، وہ مطمئن ہیں اور لسٹ منگوانے کی ضرورت نہیں۔ اگلا سوال حاجی مقصود احمد بٹ ماحب! (ایوان میں حاضر نہ تھے) اگلا سوال بھی ان کا ہے ۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ رانا ثناء اللہ خاں ! (رانا ثناء اللہ ن ایوان میں حاضر نہ تھے) وہ تشریف نہیں رکھتے ۔ اگلا سوال بھی رانا صاحب کا ہے۔ چودھری سعید اقبال ماحب!(چودھری صاحب ایوان میں حاضر نہیں تھے) مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب !

ناب سعید اکبر خان، (on his behalf) سوال نمبر 351

صوبہ میں سنگین مقدمات کی تعداد

351۔مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) سال97-1996ء کے دوران صوبہ بھر میں ڈکیتی ،قتل ،اغواء ،چوری، گینگ ریپ کے کتنے واقعات ہوئے۔

ب) ان وارداتوں میں ملوث کتنے ملزموں کو گرفتار کیا گیا اور کتنے ملزموں کو سزا دی گئی۔

ج) کیا یہ درست ہے کہ جرائم میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے اگر جواب ہاں میں ہے تو حکومت ان کے تدارک کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

زیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

الف) دوران سال 1996ء میں قتل کے کل 4846 مقدمات درج رجسٹر ہوئے۔ ڈکیتی کے 726 مقدمات واغواء کے 5586 چوری/ سرقہ کے 24996 اور اجتماعی زنا(گینگ ریپ) کے 51 مقدمات درج ہوئے۔ جبکہ سال 1997ء (یکم جنوری تا31 مئی) تک قتل کے 1896' ڈکیتی کے 336 اغواء کے 2552 چوری کے 12131' اور اجتماعی زناء کے 37 مقدمات درج ہوئے۔

ب) سال1996ء میں قتل کے 18780 اشخاص گرفتار ہوئے۔ جن میں سے 914 سزا یاب ہوئے و ڈکیتی میں 951 اشخاص گرفتار کیے گئے۔ جن میں سے 187 سزایاب ہوئے و اغواء میں 7482 اشخاص گرفتار ہوئے۔ جن

میں سے 785 ملزمان سزا یاب ہوئے و چوری کے مقدمات میں 22114 اشخاص گرفتار ہوئے' جن میں سے 4226 اشخاص کو سزائیں ہوئیں اور اجتماعی زیادتی (زنا) میں 170 اشخاص گرفتار ہوئے اور ان میں سے کوئی بھی سزایاب نہ ہوا۔ سال 1997ء (یکم جنوری تا31 مئی تک) کے دوران قتل کے مقدمات میں 3566 اشخاص گرفتار ہوئے جن میں سے 401 اشخاص کو سزائیں ہوئیں و ڈکیتی کے مقدمات میں 504 ملزمان گرفتار ہوئے جن میں سے 79 ملزمان سزایاب ہوئے و مقدمات اغواء میں3018 ملزمان گرفتار کیے گئے جن میں سے 283 ملزمان کو سزائیں ہوئیں و چوری کے مقدمات میں 17115 ملزمان گرفتار ہوئے جن میں سے 2863 ملزمان کو سزائیں ہوئیں و اجتماعی زنا،(گینگ ریپ) کے مقدمات میں 28 ملزمان گرفتار ہوئے۔ جن میں تمام مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔

(ج) جرائم کے اعداد و شمار کے بتائیر جائزہ سے پتہ چلتا ہے کہ پچھلے چند سالوں میں (Substantive Crime) میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ جو یہ رجحان اس سال بھی برقرار ہے تاہم مقدمات قتل میں پچھلے سال کی نسبت کمی پائی گئی ہے۔ جرائم میں اضافہ کے کئی اسباب ہیں۔ جن میں پچھلے سالوں میں روا اقتصادی ابتری' غربت و افلاس ' معاشی بدحالی' آبادی میں اضافہ' جہالت' سیاسی بے چینی اور ایف۔ آئی۔ آر کا آزادانہ اندارج ہے۔ موجودہ حکومت نے عنان اقتدار سنبھالتے ہی معاشرے میں عمومی بہتری کے لیے سکیمیں روا کرنے کے علاوہ جرائم کی بیخ کنی کے لیے ذیل اقدامات کیے ہیں۔

جرائم کی روک تھام کے لیے محکمہ پولیس کے اقدامات

اس سال یکم مارچ1997ء سے اشتہاری ملزمان کی گرفتاری کے لیے خصوصی مہم شروع کی۔ جس کے حوصلہ افزاء نتائج برآمد ہوئے۔ یکم مارچ سے 31 مئی تک پولیس نے 30712 اشتہاری ملزمان کو گرفتارکیا۔ جن میں760 ایسے اشتہاری ملزمان بھی تھے جو انتہائی سنگین نوعیت کے کیسوں میں ملوث تھے۔

1۔ گرفتاری بد رویہ گان/ سماج دشمن عناصر،

23 فروری 1997 سے 31 مئی1997ء تک11545 بد رویہ گان/ سماج دشمن عناصر تادیبی قوانین' عاری مجرمان کے ایکٹ مجریہ1918ء اور غنڈہ آرڈیننس کے تحت گرفتار کیے گئے۔

2۔ گینگ ہائے کا قلع قمع

اسی طرح یکم مارچ1997ء سے 15 مئی1997ء تک74 گینگ ختم کیے گئے۔ جن کے ارکان کی تعداد 337 تھی۔ ان کے خلاف 393 مقدمات میں کامیابی ہوئی اور ان سے لوٹی ہوئی رقم مالیتی-/2,73,17,128

روپے برآمد ہوئی جبکہ سال 1996ء کے اسی عرصہ کے دوران 46 گینگ کا صفایا کیا گیا۔ 188 مجرمان گرفتار ہوئے اور 298 مقدمات کی تفتیش کے دوران پراپرٹی مالیتی -/95,29,933 روپے برآمد ہوئی۔

3۔ منشیات فروشی کے خلاف اقدامات،

یکم مارچ 1997ء سے 15 مئی 1997ء تک امتناع منشیات کے قانون کے تحت 5990 مقدمات درج کیے گئے۔ 7221 ملزمان گرفتار ہوئے اور ان سے منشیات بشمول ہیروئن وزنی 105 کلو گرام، چرس وزنی 2783 کلوگرام، افیون وزنی 186 کلو گرام، 14567 بوتل شراب اور 14353 نشہ آور گولیاں برآمد کی گئیں۔ جبکہ سال 1996ء میں اسی عرصہ کے دوران 5600 مقدمات کا اندراج ہوا۔

4۔ ناجائز اسلحہ کی برآمدگی،

یکم مئی 1997ء سے 15 مئی 1997ء تک 7211 مقدمات درج ہوئے 7211 ملزمان گرفتار کیے گئے اور ان سے 12 ہینڈ گرنیڈ، 44 کلاشنکوف، 4 سٹین گن، 732 رائفلیں، 167 رائفل 222، رائفل 7 ایم۔ایم 223، بندوقیں 1100، ریوالور 893، پسٹل 1384، آٹو میٹک پسٹل 182، پستول 30 بور 622 اور 1080 کاربین برآمد ہوئیں۔ سال 1996ء کے اسی عرصہ کے دوران 5911 مقدمات کا اندراج ہونا پایا گیا۔

5۔ جرائم کی روک تھام کے لیے تمام تھانہ جات کی حدود میں دن رات موبائل گشت اور ناکہ بندی کی جارہی ہے۔ جس کی نگرانی متعلقہ ڈی۔ایس۔پی اور ایس۔پی کر رہے ہیں۔

6۔ دیہات میں "ٹھیکری پہرہ" اور "چوکیدار" نظام کو دوبارہ REACTIVATE کیا جارہا ہے۔

7۔ صوبہ بھر میں تمام شہروں میں داخل ہونے اور باہر جانے والے راستوں پر پولیس ناکے لگائے جاتے ہیں تاکہ جرائم پیشہ افراد پر کڑی نظر رکھی جائے۔

8۔ تمام جرائم پیشہ افراد کی فہرستیں تیار کی گئی ہیں اور ان کی گرفتاری کے لیے خصوصی مہم کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

9۔ مزید براں پولیس کے ضلعی سربراہان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ سنسنی خیز مقدمات کی روز بروز پیروی کر کے ان مقدمات کا جلد فیصلہ کروائیں تاکہ مجرموں کو جلد کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے۔

جناب قائم مقام سپیکر، اس پر کوئی ضمنی سوال ہے ۔؟ کوئی ضمنی سوال نہیں۔ اگلا سوال بھی مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی طرف سے ہے ۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، On his behalf 352

شرعی سزاؤں کا نفاذ

*352۔مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) حدود آرڈیننس کے تحت چوری اور ڈاکہ کے کتنے ملزموں کو 1988ء سے 1996ء تک شرعی سزائیں دی گئی ہیں۔

(ب) حکومت حدود آرڈیننس کو مؤثر طور پر نافذ کرنے کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! اس کا جواب مختصر ہے ۔ اگر اجازت ہو تو پڑھ دوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی پڑھیں۔

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) صوبہ پنجاب میں 1988ء سے 1996ء تک حدود آرڈیننس کے تحت چوری اور ڈاکہ کے 16 ملزمان کو سزا دی گئی جو کہ درج ذیل ہے۔

1۔ ضلع نارووال	3 ملزمان
2۔ ضلع حافظ آباد	2 ملزمان
3۔ ضلع اٹک	6 ملزمان
4۔ ضلع ڈیرہ غازی خان	5 ملزمان

(ب) حکومت نے ضلعی انتظامیہ اور پولیس کو خصوصی احکامات جاری کیے ہیں کہ وہ حدود آرڈیننس کی دفعات پر سختی سے عمل درآمد کروائیں اور پبلک پراسیکیوٹر کو بھی ایسے مقدمات کی خاص طور پر پیروی کرنے کے احکامات جاری کیے گئے ہیں۔

چودھری غلام احمد خان، جناب والا! اس کے جواب کو classify کیا جائے ۔ سوال میں تو حدود کا لفظ استعمال ہے ۔ اور یہاں ڈکیتی، رہزنی ، حدود تمام کو اکٹھا کر دیا گیا ہے ۔ اس کے لیے اس کو classify کرنا چاہیے کہ کتنے حدود کے ہیں اور کتنے ڈکیتیوں کے ہیں اور کتنے رہزنی کے ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! اگر ضمنی سوال کرنے والے معزز رکن سوال کو پڑھ لیں، اس میں یہی ہے کہ حدود آرڈیننس کے تحت چوری اور ڈاکے کے کتنے ملزمان ہیں ۔ اور عام طور پر محرک اس کی تفصیل مانگتے ہیں۔ لیکن آپ سوال دیکھ رہے ہیں کہ اس میں تفصیل نہیں مانگی گئی۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ نے بجا فرمایا۔ سوال ہی یہی کیا گیا ہے اور اسی کے تحت جواب آیا ہے۔

دھری غلام احمد خان، جناب والا! یہ مفاد عامہ کی بات ہے ۔ اگر اس میں classify کیا جائے تو اس میں
ا حرج ہے؟

ب قائم مقام سپیکر، اگر پوچھ لیا جائے تو کیا حرج ہے ۔ اگر سوال کرنے والا پوچھ لے تو کیا حرج ہے ۔
، جو سوال ہو گا جواب اس کے مطابق ہی آنا ہے ۔

دھری غلام احمد خان، بعض اوقات سوال کا متن بدل جاتا ہے ۔ لکھ کر کچھ دیتے ہیں اور سامنے کچھ آ جاتا
ے۔

ب قائم مقام سپیکر، آپ نے بجا فرمایا' لیکن انھیں چاہیے تھا کہ وہ تفصیل سے پوچھ لیتے کہ ڈاکہ زنی کے
، کیس تھے ' چوری کے کتنے کیس تھے ' زنا کے کتنے تھے تو تفصیل آ جاتی۔ چونکہ انھوں نے generally
ھا ہے ۔ اسی طرح انھوں نے جواب دے دیا۔

ر خزانہ، جناب سپیکر! چونکہ فاضل رکن جو اس وقت ضمنی سوال کر رہے ہیں ان کا ضلع اس میں involve
ے ۔ وہاں سے تین ملزمان اس حوالے سے گرفتار ہوئے ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ وہ تین کس کس جرم میں
رفتار ہوئے ہیں تو میں انھیں یہ تفصیل مہیا کر سکتا ہوں۔

ب قائم مقام سپیکر، سردار صاحب! رہنے دیں ۔ بعض اوقات کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آ جاتے ہیں۔
ا کا ضمنی سوال ہے؟ آپ فرمائیے!

دھری زاہد محمود گورایہ، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آئے
، اخبارات کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ حدود کے بے شمار کیس رجسٹر کیے جا رہے ہیں' لیکن یہاں جیسے
جواب میں بتایا گیا کہ 1988ء سے لے کر 1996ء تک صرف سو ملزمان کو شرعی سزا دی گئی۔ میں یہ پوچھنا
ں گا کہ جن مدعی پارٹیوں نے غلط کیس درج کروائے ۔ خصوصی طور پر rape کے حوالے سے کیا قذف
، سلسلے میں کوئی سزا ان کو دی گئی یا نہیں؟

ر خزانہ، جناب سپیکر، میں پھر عرض کروں گا کہ فاضل رکن جو ضمنی سوال کر رہے ہیں وہ سوال کا ایک
ہ ایک بار پھر جائزہ لے لیں ۔ انھوں نے ڈاکہ اور چوری کے ملزمان 1988ء سے 1996ء تک دی گئی شرعی
انیں کے بارے میں پوچھا ہے ۔ میں نے سزاؤں کا عرض کر دیا ہے ۔ میں نے یہ تو نہیں کہا کہ کل کیسز
ے درج ہوئے ہیں۔

ب قائم مقام سپیکر، سردار صاحب! وہ یہ پوچھ رہے ہیں کہ جو حدود کے غلط مقدمات درج کروائے گئے تھے

کیا ان پر قذف لگا۔ اس کے لیے سوال میں چاہیے تھا کہ اضافہ کر دیتے کہ جو غلط اندراج ہوئے ہیں کیا ان پر قذف لگا۔ قانونی طور پر جن حدود پہ قذف لگتا ہے وہ لگاتے ہیں۔ آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ جو حدود میں غلط کیسز آتے ہیں اس پر تو خود بخود کورٹ ہی قذف لگا دیتا ہے ۔ آپ مزید سردار صاحب سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں؟

اگلا سوال جناب ارشد عمران سلہری صاحب!

جناب ارشد عمران سلہری، 366

کوٹ لکھپت جیل میں قیدیوں کی تعداد

*366۔جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کوٹ لکھپت جیل میں کتنے قیدیوں کی گنجائش ہے اور اس وقت کتنے قیدی بند ہیں۔

(ب) اس جیل کے پھانسی سیل میں کتنے قیدی بند ہیں۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ قیدیوں کی تعداد میں زبردست اضافہ کی وجہ سے انتظامی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ہے اور گزشتہ سالوں کی نسبت جیل میں چوری چھپے ہونے والا منشیات کا کاروبار اب کھلے بندوں ہونے لگا ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس انسانیت سوز کاروبار میں جیل ہذا کا پرانا عملہ ملوث ہے۔ نیز سپاہی سے سپرنٹنڈنٹ تک ان تمام کے نام و عہدے اور تعیناتی کا عرصہ بتایا جائے جو کہ مسلسل یا بار بار جیل ہذا میں عرصہ پانچ سال عرصہ سات سال اور عرصہ دس سال یا اس سے زاید عرصہ سے تعینات ہیں خاص طور سے لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کی طویل تعیناتی اور ابھی تک ٹرانسفر نہ کیے جانے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ، اس کا جواب کچھ طویل ہے ۔ اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے گا یا میں پڑھ دوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، سلہری صاحب! آپ کا کیا خیال ہے ؟

جناب ارشد عمران سلہری، جیسے سردار صاحب کی مرضی ہو ۔

وزیر خزانہ، معزز رکن کے اطمینان کے لیے جیسے وہ مناسب سمجھیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، انھوں نے بال آپ کے کورٹ میں پھینک دی ہے ۔ آپ مناسب سمجھیں پڑھ دیں اور مناسب سمجھیں نہ پڑھیں۔

وزیر خزانہ، میں یہ پڑھ دیتا ہوں۔

زیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔

ف) کوٹ لکھپت جیل لاہور میں 1210 قیدیوں کی گنجائش ہے اور اس وقت 2825 قیدی مقید ہیں۔

ب) اس جیل کے پھانسی سیل میں 308 سزائے موت کے قیدی مقید ہیں۔

ج) یہ درست نہ ہے۔

د) یہ بھی درست نہ ہے۔

ہ) سنٹرل جیل لاہور، کوٹ لکھپت میں حال تعینات ایسا کوئی ملازم تعینات نہ ہے جو پانچ سال زاید عرصے سے تعینات ہو۔

مزید یہ کہ مسماۃ ریحانہ یاسمین لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل مورخہ 22-8-87 کو سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل لاہور کی تحریری استدعا پر زنانہ جیل ملتان سے عارضی طور پر سنٹرل جیل لاہور (attach) کیا گیا تھا تاکہ خواتین اسیران کی مؤثر طریقے سے نگرانی کی جا سکے۔ کیونکہ سنٹرل جیل لاہور میں زنانہ جیل ملتان کے بعد سب میں خواتین اسیران کی تعداد دوسری جیلوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ حکومت پنجاب کی طرف سے سال 1995-96ء میں پنجاب کی مختلف جیلوں بشمول سنٹرل جیل لاہور کوٹ لکھپت کے لیے لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کی سترہ اسامیاں منظور کی گئی ہیں۔ لہٰذا مذکورہ لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کو مورخہ 17-8-94 کو زنانہ جیل ملتان سے تبدیل کر کے سنٹرل جیل لاہور تعینات کر دیا گیا ہے۔

مذکورہ لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کو پبلک کے بہترین مفاد عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے سنٹرل جیل میں تعینات کیا گیا ہے تاکہ خواتین اسیران کی بہتر طریقے سے دیکھ بھال کی جا سکے۔ اور ان کے مسائل کا بہتر اور صحیح طریقے سے تدارک کیا جا سکے۔ مذکورہ لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل اپنے فرائض ایمان داری اور تن دہی سے سر انجام دے رہی ہے۔ خواتین اسیران اور محکمہ ہذا اس کی کارکردگی سے مطمئن ہیں۔ اس لیے اسے کوٹ لکھپت جیل لاہور سے ٹرانسفر نہ کیا گیا ہے۔

جناب محمد صدیق سالار: جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی فرمایئے!

جناب محمد صدیق سالار: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ ہماری جیلوں میں بے شمار قیدی پڑے ہیں جن کو تاریخیں تو ملتی ہیں مگر ان کی سزا و جزا کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ اگر کسی جرم میں سزا چھ ماہ ہے تو وہ جیل میں دو دو، تین تین سال سے ویسے ہی پڑے ہوئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: صدیق سالار صاحب! کیا یہ ضمنی سوال ہے؟

جناب محمد صدیق سالار: یہ ضمنی سوال تو نہیں بنا لیکن آپ کی توجہ دلا رہا ہوں کہ جیلوں میں ایسا انتظام کا جائے کہ جو لوگ بے یارو مددگار پڑے ہیں ان کی کوئی امداد ہو جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی بہتر ہے۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! فاضل رکن تو پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے عرض کرتا ہوں کہ یہ امن و امان یا جیلوں پر بحث نہیں ہو رہی۔ جس میں کوئی رکن' جو چاہیں کہہ دیں۔ اگر کوا relevant ضمنی سوال معزز رکن پوچھنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: سردار صاحب! انھوں نے تو خود ہی فرما دیا ہے کہ یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔ جی ارش عمران سلہری صاحب! آپ کوئی ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! میرا وزیر صاحب سے ضمنی سوال ہے کہ جواب کے جز(ہ) میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ "سنٹرل جیل لاہور' کوٹ لکھپت میں حال تعینات ایسا کوئی ملازم تعینات نہ ہے جو پانچ سال زا عرصہ سے تعینات ہو" تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ مساۃ یاسمین لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل جو مور 22-8-87 کو عارضی طور پر سنٹرل جیل لاہور آئی اور بعد میں اسے 17-8-94 کو باضابطہ طور پر تبدیل کیا گیا تو کیا یہ اس وقت سنٹرل جیل لاہور میں کام نہیں کر رہی تھی؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل کی خصوصی تحریری درخواس پر اس خاتون کو یہاں پر attach کیا گیا تھا' اس کی باضابطہ تعیناتی یہاں نہیں ہوئی تھی۔ جبکہ باضابطہ تعیناتی period of appointment سمجھا جاتا ہے' attachment سے نہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! میرا سوال بھی اسی حوالے سے تھا کہ اس خاتون کو خصوصی طور پر ا جیل کے اندر پہلے عارضی طور پر لایا گیا اور پھر اس کے بعد جب اسامیاں ملیں تو اسے یہاں پر باقاعدہ تبدیل دیا گیا۔ جواب یہ دیا گیا ہے کہ کوئی بھی ایسا ملازم نہیں جس کا عرصہ تعیناتی پانچ سال سے زیادہ ہو اگر ا خاتون کا attachment کا عرصہ اور جب اسے باقاعدہ طور پر یہاں تبدیل کیا گیا اس وقت سے لے کر اب تک کا عرصہ تقریباً کوئی چھ یا سات سال کا بنتا ہے جبکہ جواب میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ کسی بھی ملازم کو پانچ سا سے زاید عرصہ نہیں ہوا۔ جناب والا! بے شک پہلے وہ عارضی طور پر آئی ہے' لیکن اس کی ڈیوٹی تو اسی جیل ہے اور جب اسے باضابطہ طور پر تبدیل کر دیا گیا تو اس وقت بھی وہ وہیں تھی۔ ایسا جواب کیوں ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: کیا اب ان کی ادھر regular posting ہو گئی ہے؟ کیونکہ وزیر صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ ادھر عارضی attachment کے تحت کام کر رہی ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب والا! چلیں اگلا سوال لے لیتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اگلا سوال بھی ارشد عمران سلہری صاحب کا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری: سوال نمبر 367

لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کی عارضی ڈیوٹی

*367۔جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) آیا یہ درست ہے کہ ستمبر 1987ء سے پہلے لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ متعینہ ملتان جیل کی عارضی ڈیوٹی سنٹرل جیل لاہور میں لگتی رہی ہے۔

(ب) اگر جز(الف) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ان کے اسماء اور ڈیوٹی کے دورانیہ کی تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) 1987ء سے پہلے لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ملتان جیل کی عارضی ڈیوٹی سنٹرل جیل لاہور نہ لگائی گئی ہے۔

(ب) جز(الف) بالا کا جواب اثبات میں نہ ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! اگر سابقہ سوال کا جز(ہ) پڑھیں جس میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ "مزید یہ کہ مسماۃ یاسمین لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل مورخہ 22-8-87 کو سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل لاہور کی تحریری استدعا پر زنانہ جیل ملتان سے عارضی طور پر سنٹرل جیل لاہور attach کیا گیا تھا" جبکہ اب اس سوال کے جواب میں یہ کہا جا رہا ہے کہ "لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ملتان جیل کی عارضی ڈیوٹی سنٹرل جیل لاہور نہ لگائی گئی ہے" ایسا کیوں ہے؟

وزیر خزانہ : جناب والا! جیسا کہ میں پہلے سوال میں بھی ضمنی سوال کا جواب دے چکا ہوں کہ ان کو یہاں attach کیا گیا تھا' ان کی posting نہیں کی گئی۔

میاں عمران مسعود: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کیا جیل کے رولز اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ قیدیوں کی پسند اور ناپسند پر سپرنٹنڈنٹ جیل کو تبدیل کیا جائے یا رکھا جائے؟ میں اس

بارے میں آپ کی رولنگ چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: عمران مسعود صاحب! قیدیوں کی پسند پر تو posting نہیں ہوتی۔

میاں عمران مسعود: اگر نہیں ہوتی تو پھر میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ پچھلے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے کہ "خواتین اسیران اور محکمہ ہذا اس کی کارکردگی سے مطمئن ہیں اس لیے اسے سنٹرل جیل لاہور سے ٹرانسفر نہ کیا گیا ہے" جناب سپیکر! اگر رولز اور پالیسی میں یہ ہے کہ قیدیوں کی پسند اور ناپسند کو مدنظر نہیں رکھا جاتا تو پھر جواب میں کیوں لکھا ہوا ہے کہ خواتین اسیران اس کی کارکردگی سے مطمئن ہیں' اس لیے اسے سنٹرل جیل لاہور سے تبدیل نہ کیا گیا۔ جناب والا! میں بھی ایک زمانے میں کوٹ لکھپت جیل میں تھا اور اس وقت ہماری پسند یا ناپسند کو تو نہیں مانا گیا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: عمران مسعود صاحب! یہ تو خواتین کی پسند پر خاتون لگائی گئی ہے' لیکن آپ تو خاتون نہیں ہیں۔ کیا آپ نے کوئی تجویز دی تھی کہ کوئی مرد سپرنٹنڈنٹ وہاں پر آپ کی پسند سے لگایا جائے؟

جناب عمران مسعود: نہیں جناب' ایسا نہیں ہے۔ جناب سپیکر! سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ میرے بزرگ ہیں' میں بڑی سنجیدگی کے ساتھ یہ ان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔

میاں قائم مقام سپیکر: جی وہ فرمانے لگے ہیں آپ تشریف رکھیں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہ بڑا فرق ہے جیسا کہ آپ نے خود بھی point out کیا ہے کہ یہ خاتون نہیں ہیں ؛ مرد ہیں اور جس سلسلے میں ان کو جیل میں رکھا گیا تھا وہ اس وقت کے حکمران کی ذاتی ضد کی بناء پر ایسا کیا گ تھا اور اس حکمران وقت نے جیل کے افسران کو بڑے قریب سے monitor کیا ہوا تھا کہ مسلم لیگ کے اسیران کے ساتھ کوئی رعایت کا برتاؤ نہ ہو۔ جبکہ یہ خواتین عام قیدی ہیں اور یہ فاضل رکن بھی سمجھ سکتے ہیں کہ عام طو پر قیدیوں کے ساتھ برا سلوک کرنا' ان کو تنگ کرنا وغیرہ وغیرہ ' جس کی وجہ سے عملے کے خلاف شکایات ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں اس خاتون کے خلاف اس قسم کی کوئی شکایت محکمے کو میسر نہیں' اسی لیے اس کے وہاں رہنے کا جواز بنتا ہے۔ کیونکہ اس نے قیدیوں کو اچھے حال میں رکھا ہوا ہے اور ان کے ساتھ برتاؤ اور سلوک اچ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: کوئی اور ضمنی سوال؟ ------- کوئی نہیں۔ اگلا سوال خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہے تشریف نہیں رکھتے' اگلا سوال بھی خواجہ محمد اسلام صاحب کا ہی ہے۔ سردار نعیم اللہ خان شاہانی صاحب! ---وہ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب ایس۔ اے ۔ حمید صاحب!------ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال بھی جناب ایس۔ اے

ید صاحب کا ہے۔ چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب!

دھری زاہد محمود گورایہ: سوال نمبر 491

پولیس ویلفیئر پٹرول پمپ سروس فیصل آباد

49۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ف) ضلع فیصل آباد میں پولیس ویلفیئر کے نام سے جو پٹرل پمپ پولیس حکام نے قائم کیے ہیں۔ وہ کس قانون کے تحت قائم کیے گئے ایسے پٹرول پمپ کن تاریخوں میں قائم ہوئے ان کی آئل سپلائی کمپنی سے کیا شرائط طے ہوئیں اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے وہ شرائط طے ہوئیں۔ ان پٹرول پمپوں کے قیام سے لے کر اب تک کتنی آمدن ہوئی اور کن اکاؤنٹس میں جمع کی جا رہی ہے۔

) کیا یہ درست ہے کہ قواعد وضوابط کے مطابق پولیس لائن تھانہ جات و پولیس ملازمین کن رہائش گاہوں کی اراضی کو منافع بخش کاروبار کے سلسلہ میں تصرف میں نہیں لایا جا سکتا ہے۔

ا اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو فیصل آباد میں پولیس نے کس قانون کی رو سے پولیس لائن، تھانے کی عمارت اور ایس۔ایچ۔او کوتوالی کی رہائشوں کو مسمار کر کے پٹرول پمپ قائم کیے۔

کیا حکومت متذکرہ بے ضابطگی کی تحقیق کروا کر ذمہ دار پولیس افسران کے خلاف تادیبی کارروائی کرے گی اگر کرے گی تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

قائم مقام سپیکر: جی سردار صاحب!

خزانہ، جناب والا! اگر آپ اجازت دیں تو میں جواب پڑھ دیتا ہوں لیکن اس سوال کا جواب کافی طویل ہے۔

قائم مقام سپیکر، ویسے یہ کافی طویل ہے۔ جناب گورایہ صاحب! کیا اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا ؟

ری زاہد محمود گورایہ، ٹھیک ہے جی پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے جی پڑھا ہوا تصور ہو گا۔

زانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

) پولیس ویلفیئر پٹرول پمپس فیصل آباد حسب ضابطہ ڈپٹی کمشنر صاحب فیصل آباد اور ریونیو بورڈ کی اجازت سے قائم کیے ہیں۔ پولیس پٹرول پمپ ہائے خالصتاً پولیس ملازمین فیصل آباد کی فلاح بہبود کے لیے قائم کیے گئے ہیں۔

(i) پولیس ویلفیئر پٹرول پمپ پولیس لائن فیصل آباد کا آغاز مورخہ 5-2-1985 کو ہوا۔ زمین برائے لگانے پٹرول پمپ محکمہ نے مہیا کی ہے۔ اس پر پی۔ایس۔او کمپنی نے اپنے خرچ سے پٹرول پمپ تعمیر کر کے دیا ہے۔ کمپنی محکمہ کو کرایہ زمین مبلغ-/2000 روپے ماہانہ 10 سال تک اور مبلغ-/3000 روپے اگلے 20 سال تک ادا کرے گی۔ کرایہ زمین بحق سرکار جمع ہوگا۔ ہر قسم کا تیل نقد ادائیگی پر برائے پمپ کمپنی سپلائی کر رہی ہے۔

(ii) پولیس ویلفیئر پٹرول پمپ تھانہ سرگودھا روڈ کا آغاز مورخہ 23-9-96 کو ہوا۔ زمین برائے لگانا پٹرول پمپ محکمہ نے مہیا کی ہے۔ اس پر پی۔ایس۔او کمپنی نے اپنے خرچ پر پٹرول پمپ تعمیر کر کے دیا ہے کمپنی محکمہ کو زمین کا کرایہ پہلے 10 سال کے لیے-/2500 روپے ماہانہ ادا کرے گی اور اگلے 10 سال کے لیے مبلغ-/3000 روپے ماہانہ ادا کرے گی جو خزانہ سرکار میں جمع ہوگا۔

(iii) پولیس ویلفیئر پٹرول پمپ تھانہ کوتوالی فیصل آباد کا ابھی آغاز ہوا ہے۔ شیل آئل کمپنی و ایس۔ایس۔پی فیصل آباد کے درمیان طے پایا کہ زمین محکمہ مہیا کرے گا اور اس پر پمپ کی تعمیر کمپنی کرے گی۔ کمپنی اپنے ملازمین کے ذریعہ پمپ چلائے گی اور خالص منافع میں سے محکمہ کو 80 فی صد ادا کرے گی اور خود کمپنی 20 فی صد حاصل کرے گی۔ کمپنی محکمہ کو مبلغ-/15000 روپے ماہانہ کرایہ بعوض زمین مہیا کردہ برائے پٹرول پمپ عرصہ 20 سال کے لیے ادا کرے گی اس کے بعد دوبارہ اگلے 10 سال کے لیے نئی شرائط برائے کرایہ طے ہوں گی۔ کرایہ بحق سرکار جمع ہوگا۔ مندرجہ بالا شرائط متعلقہ آئل کمپنیوں اور ایس۔ایس۔پی فیصل آباد کے درمیان طے پائی ہیں۔

پولیس ویلفیئر پٹرول پمپ پولیس لائن کی آمدن و خرچہ از فروری 1985ء تا اپریل 1997ء

کل منافع	2,99,23368.45 روپے
متفرق اخراجات	1,99,34001.36 روپے
بقایا بچت	1,04,89367.09 روپے
تفصیل بقایا بچت	
رقم جمع اکاؤنٹ نمبر 4282' بنک یو۔بی۔ایل	2148799.58 روپے
سیونگ سرٹیفکیٹ	30000000.00 روپے
کرنٹ اکاؤنٹ 6-1660 این۔بی۔پی	30060.36 روپے

ادھار و سٹاک	5310507 15 روپے
میزان	10489367.00 روپے

پولیس ویلفیئر پٹرول پمپ سرگودھا روڈ کی آمدن و خرچ از ستمبر 1996ء تا اپریل 1997ء

کل منافع	835701.67 روپے
متفرق اخراجات	204058.36 روپے
ادھار برائے چلانے پمپ	
ازاں ویلفیئر پٹرول پولیس لائن۔	473816.00 روپے
بقایا بچت	157827.31 روپے

رقم اکاؤنٹ نمبر 1-2614 نیشنل بنک آف پاکستان میں جمع ہے جس سے کاروبار چلایا جا رہا ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے سرکاری زمین چاہے وہ کسی شعبہ کے متعلق ہو جناب ڈپٹی کمشنر صاحب اور ریونیو بورڈ کی اجازت سے منافع بخش کاروبار کے سلسلہ میں تصرف میں لائی جا سکتی ہے۔ بدیں وجہ ضلعی پرائس کنٹرول کمیٹی کے مقرر کردہ ماہانہ کرایہ کو محکمہ گورنمنٹ کے خزانہ میں جمع کرانے کا پابند ہو گا۔

(ج) جز(ب) کا جواب اثبات میں نہ ہے۔ تفصیل اوپر دی جا چکی ہے۔

(د) اس بارے میں تفصیلی جواب جز(الف) میں اور(ب) میں دیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، کوئی ضمنی سوال ہے؟

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب والا! یہاں پر میرا یہ سوال ہے کہ فیصل آباد میں پولیس ویلفیئر کے نام سے جو پولیس حکام نے پٹرول پمپ قائم کیے ہیں وہ کس قانون کے تحت قائم کیے گئے؟ جس کا جواب مجھے تو بالکل نظر نہیں آیا۔ تو میں وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ ذرا وضاحت فرما دیں کہ یہ کس قانون کے تحت قائم کیے گئے ہیں؟ پولیس والوں کا کام تو پٹرول پمپ چلانا نہیں۔ ان کا کام تو law and order maintain رکھنا ہے۔

وزیر خزانہ، جناب والا! پٹرول پمپ چلانا پولیس کا کام نہیں۔ لیکن یہ پٹرول پمپ پولیس ویلفیئر کا ہے نہ کہ پولیس کا۔ پولیس کی ویلفیئر کی خاطر یہ آرگنائزیشن ہے جسے پولیس ویلفیئر کے نام سے پکارا جاتا ہے اور وہ کام ہی پولیس کے ملازمین کی ویلفیئر کے لیے کرتی ہے اور یہ پٹرول پمپ اس ویلفیئر کا ایک حصہ ہیں۔ اس کی آمدن پولیس ملازمین کی ویلفیئر پر خرچ کی جاتی ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب والا! میں نے سوال یہ پوچھا ہے کہ کس قانون کے تحت یہ پٹرول پمپ لگائے گئے ہیں؟ میں نے ویلفیئر کا لفظ نہیں پوچھا کہ پولیس ویلفیئر کے پٹرول پمپ ہیں۔بات تو یہ ہو رہی ہے کہ ڈی سی اور بورڈ آف ریونیو نے کس قانون کے تحت یہ پٹرول پمپ install کرائے ہیں؟ یہ پیپلز پارٹی کے دور میں لگے ہیں اور فیصل آباد میں اس طرح کے بے تحاشا پٹرول پمپ قائم ہیں۔ میں وزیر موصوف سے اس کی وضاحت چاہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے دور میں سارا سلسلہ یہی چلتا رہا ہے کہ پٹرول پمپ پہ پٹرول پمپ لگتے رہے ہیں۔ یہ قانون کی بات ہو رہی ہے کہ کس مجاز اتھارٹی کے تحت یہ پٹرول پمپ install کیے گئے ہیں؟

وزیر خزانہ ، جناب والا! پٹرول پمپ منظور کروانے کے لیے قوانین موجود ہیں۔ یا تو فاضل رکن یہ نشاندہی کریں کہ ان قوانین میں سے کسی کی خلاف ورزی کی گئی' ورنہ بورڈ آف ریونیو جس بنیاد پر منظوری دیتا ہے وہ observe کیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر جس بنیاد پر NOC دیتا ہے وہ پورا کیا گیا وہ حاصل کیا گیا۔ تو کہیں قانون کی خلاف ورزی نہیں کی گئی۔باقی پولیس ویلفیئر ایک آرگنائزیشن ہے جس کو حق پہنچتا ہے کہ وہ welfare activities میں حصہ لے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی گورایہ صاحب! کیا آپ مطمئن ہیں؟ آپ کا یہ سوال کہ پولیس ویلفیئر جس طرح آرمی ویلفیئر ہے۔۔۔۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب والا! میرا پوائنٹ بڑا valid ہے کہ یہ جو پٹرول پمپ لگائے گئے ہیں یہ صریحاً rules and regulations کی violation کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ state land ہے اسے نہ تو ڈی سی صاحب کی ملکیت consider کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی بورڈ آف ریونیو اسے پٹرول پمپ کے لیے منظور کر سکتا ہے۔یہ ٹوٹلی وزیر اعلیٰ کی صوابدید ہے۔ اگر وہ چاہیں تو rules relax کر کے allow کر سکتے ہیں۔ لیکن یہاں پر تو کہیں بھی وزیر اعلیٰ کی اجازت نہیں لی گئی اور یہ سارے پٹرول پمپ ایک ٹوپی ڈرامے کے سلسلے میں چلائے جا رہے ہیں۔ وزیر موصوف نے ابھی پوچھا کہ ان پر کیا کیا allegations ہیں۔ پہلے نمبر پر تو انھوں نے جو بتایا اور یہاں پر جو متفرق اخراجات لکھے ہوئے ہیں اس میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کو پولیس والے ہی چلا رہے ہیں جو on duty ملازمین ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ متفرق اخراجات جس سے totally یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کا ذاتی source of income ہے۔ ایس ایس پی صاحب ' ڈی سی صاحب کے اور ان کے جتنے پولیس والے subordinate ہیں ان سے ان کے گھروں کے ڈش انٹینا ' وی سی آر ' کارپٹ ' کراکری ' ٹیلی وژن اور ریفریجریٹر وغیرہ یہ سب کچھ اسی میں سے خریدتے ہیں۔ اور جب ان کا فیصل آباد سے

بادلہ ہوتا ہے تو یہ جاتے وقت مال غنیمت سمجھتے ہوئے سارے کا سارا مال ساتھ لے جاتے ہیں۔ یہ ان پٹرول
مپوں کے facts and figures ہیں جو میں محترم وزیر صاحب کو بتانا چاہتا ہوں اور یہ سارے کالے دھندے
پیپلز پارٹی کے دور میں کیے گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے خلاف strict action لیا جائے۔ اگر وزیر صاحب
ج ہی ان کے متفرق اخراجات کی تفصیل منگوا لیں تو آپ کو ساری وضاحت مل جائے گی کہ چار پانچ سال میں
ن تین کروڑ روپیہ منافع ہوا ہے۔براہ مہربانی اس کو ذرا دیکھیں۔

زیر خزانہ، جناب والا! اس تمام لمبی تقریر میں کوئی ضمنی سوال نہیں ابھرا۔ میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس
کے سامنے یہ عرض کر چکا ہوں کہ state land لیز پر دینا state کا اختیار ہے۔ اس کا طریقۂ کار ہے۔ اگر اس میں
ونی بے قاعدگی کی گئی ہو ' کوئی بے ضابطگی کی گئی ہو تو میں investigation کرنے کے لیے اور اس کی
پورٹ پیش کرنے کے لیے تیار ہوں' وہ اس کی نشان دہی کر دیں۔باقی فاضل رکن کا یہ کہنا کہ ڈپٹی کمشنرز کے
ی سی آر اور باقی چیزیں وغیرہ' اس کا اس سوال سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ یہ عام حالات میں بھی دیکھا گیا ہے کہ
خت غلط کاریاں کرتے ہیں تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کی نشان دہی کریں اور حکومت اس پر کارروائی
کرے۔لیکن یہاں ایک سٹیٹمنٹ دے دینا کہ ڈپٹی کمشنرز کے گھر میں یہ پہنچاتے ہیں اور وہ پہنچاتے ہیں۔ ڈپٹی
شنر کا پولیس ویلفیئر سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ لیکن اگر ان کے علم میں کوئی specific مثال ہے تو میں آپ
ں وساطت سے عرض کروں گا کہ وہ یہاں بتائیں یا مجھے privately بتائیں۔ ہم اس پر فوراً ایکشن لینے کے لیے
ار ہیں۔

ناب قائم مقام سپیکر: جناب گورایہ! ایک تو یہ بات ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کسی بھی پمپ کی state
land میں irregularity ہے -----

دھری زاہد محمود گورایہ، جناب سپیکر! اسی سوال کے جواب کے سلسلے میں لکھا ہوا ہے کہ رقم جمع اکاؤنٹ
بر 4282 بنک یو بی ایل۔ یہ پیسے پرائیویٹ بنک میں جمع کروائے گئے ہیں اس کے بعد saving
certificate ہیں' پھر کرنٹ اکاؤنٹس ہیں جو ان کے ذاتی ناموں سے چل رہے ہیں۔ تو اگر یہ state کا پیسہ
ہے تو پھر یہ سٹیٹ بنک میں جمع ہونا چاہیے یا گورنمنٹ کے خزانے میں جمع ہونا چاہیے یا سرکاری اکاؤنٹس میں
ع ہونا چاہیے۔ ان کا منافع تو وہ صریحاً خود لے جاتے ہیں۔اس طرح سے یہ بھی ایک allegation ہے۔

ناب قائم مقام سپیکر، سردار صاحب! یہ چیک کر لیں۔ گورایہ صاحب کا یہ پوائنٹ valid ہے کہ ایک گورنمنٹ
گنائزیشن کا اکاؤنٹ تو نیشنل بنک میں یا کسی سرکاری بنک میں ہونا چاہیے' وہ پرائیویٹ بنکوں میں ان کے

ناموں سے کیوں چل رہا ہے؟ آپ یہ چیک کروالیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! پولیس ویلفیئر کا اکاؤنٹ کس بنک میں ہے' یہ تو چیک کیا جا سکتا ہے۔لیکن اس میں بھی کوئی ایسی ممانعت نہیں کہ کس بنک میں اکاؤنٹ رکھنا ہے اور کس میں نہیں رکھنا۔ بات تو ہو رہی تھی کہ اگر زمین کے حصول میں یا پمپ کی تنصیب میں بے قاعدگیاں ہیں تو اس کی نشان دہی کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر، گورایہ صاحب! آپ سردار صاحب سے مل کر ان کو بتا دیں۔

وزیر خزانہ، جی' بالکل جائیں جی۔

جناب قائم مقام سپیکر، سردار صاحب انکوائری کروالیں گے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، ان شاء اللہ اگلے سوال میں کرتا ہوں۔ ان میں جو بے قاعدگیاں ہو رہی ہیں ان کا جواب آجائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔جی' سعید اکبر صاحب ضمنی سوال پر ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! وزیر موصوف سے میرا یہ سوال ہے کہ جو ویلفیئر پٹرول پمپس کی انکم ہے کیا اس کا آڈٹ ہوتا ہے؟ اگر ہوتا ہے تو کون سی فرم اس کو آڈٹ کرتی ہے؟

وزیر خزانہ، جناب والا! محکمے کے اپنے ہی انتظامات ہیں۔ اب یہ ایک علیحدہ سوال ہے کہ آڈیٹر کون ہے۔ جب یہ ایسا سوال کریں گے تو میں اس کا جواب مہیا کر دوں گا۔ کیونکہ یہاں سوال کے کسی حصے میں بھی آڈیٹرز کے بارے میں نہیں پوچھا گیا۔ اس لیے اس وقت وہ معلومات میرے پاس نہیں ہیں۔ یہ محکمے کا انتظامی معاملہ ہے' جب یہ نیا سوال کریں گے تو میں جواب دے دوں گا۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال بڑا valid ہے' کیونکہ اس میں آمدنی ' منافع کی ساری تفصیل دی ہوئی ہے۔ تو یقیناً اس کی کہیں تو جمع تفریق اور جانچ پڑتال ہوتی ہے تب ہی یہ ساری تفصیل آئی ہے۔ تو جس سوال میں آمدنی اور منافع ہوگا تو اس کے لیے یہ ضمنی سوال بنتا ہے کہ یہ auditable ہے اور آڈٹ کیا محکمہ کرتا ہے یا کسی سے کرواتا ہے؟ کیونکہ جب آمدنی کا اور اس کی آرگنائزیشن کا ذکر ہو گا تو اس کے حساب کتاب کا ذکر بھی ضرور ہو گا؟

وزیر خزانہ، جناب والا! میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ محکمے کا اندرونی معاملہ ہے اور ان کے حساب کتاب لینے کے اپنے طریقے موجود ہیں۔ لیکن اگر یہ specific سوال کریں گے تو میں ان شاء اللہ اس کا specifically جواب

دے دوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، اصل میں سردار صاحب کا مقصد یہی ہے کہ departmental audits ہوتے ہیں اور محکمہ آڈٹ کرتا ہو گا یہ تو بڑی understood چیز ہے' آپ اس بات کو چھوڑیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! سردار صاحب نے فرمایا ہے کہ نیا سوال دے دیں تو میں پھر نیا سوال دے دیتا ہوں۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی عمران مسعود صاحب! آپ نے ضمنی سوال کرنا ہے؟

میاں عمران مسعود، جی۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ سے پہلے چودھری محمد صدیق سالار صاحب اٹھے تھے۔ پہلے ان کو سوال کرنے دیں۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ یہ پٹرول پمپ بہت پہلے پولیس لائن کی زمین پر لگا۔ یہ پہلا پٹرول پمپ تھا۔ وہ ان کا آڈٹ کرتے ہیں اور چونکہ یہ دو اور دو چار کے ہندسوں کا سوال ہے' اس لیے فاضل دوست کو چاہیے کہ لکھ کر دوبارہ سوال کریں تو جناب وزیر صاحب اس کا صحیح اعداد و شمار کے ساتھ جواب دیں گے۔ یہ میری تجویز ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری صاحب نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ یہ میرا سوال نہیں ہے' بلکہ تجویز ہے۔ جی عمران مسعود صاحب۔

میاں عمران مسعود ، جناب والا! میرا سردار صاحب سے ضمنی سوال یہ ہے اگر وہ تھوڑا سا متوجہ ہوں اور اگر اجازت فرمائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، سردار صاحب! عمران مسعود صاحب ضمنی سوال کر رہے ہیں آپ ذرا توجہ فرمائیں۔

وزیر خزانہ ، جناب والا! ان کو آپ ہدایت فرما دیں کہ یہ مجھ سے اجازت نہ لیں' آپ سے اجازت لیں۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میں تو آپ کی وساطت سے عرض کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ چیئر سے اجازت لیں۔

وزیر خزانہ ، جناب یہ مجھے مخاطب ہوئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ چیئر سے مخاطب ہوں۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سردار صاحب نے درست فرمایا ہے کہ پٹرول پمپ جو سٹیٹ لینڈ پر بنے ہوئے ہیں یہ قانون اور رولز کے مطابق بنے ہوئے ہیں ۔ میرا سوال یہ ہے کہ موجودہ حکومت کی جو پالیسی سننے میں آ رہی ہے اور نظر بھی آتی ہے' کہ جو قیمتی سٹیٹ لینڈ ہے اس کو بیچ کر اس فنڈ کو ڈویلپمنٹ پر خرچ کر دیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جتنی بھی پرانی سول لائنز ہیں پولیس لائنز ہیں اور یہ بڑی قیمتی زمینیں ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وزیر خزانہ اس کی سفارش کریں گے کہ آئندہ سے پٹرول پمپ کے لیے جگہ دینے کا سلسلہ بند کر دیا جائے؟

جناب قائم مقام سپیکر ، ویسے عمران مسعود صاحب! آپ کا یہ ضمنی سوال پالیسی کے متعلق ہے' لیکن سردار صاحب میرے خیال میں مہربانی کرتے ہوئے جواب دے رہے ہیں۔ ویسے یہ سوال بنتا نہیں۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر ! میں آپ کی اجازت سے یہ عرض کروں گا کہ یہ بالکل غیر معقول سوال ہے۔ لیکن چونکہ انھوں نے اسے مذاق سمجھ لیا ہے تو میں ان کو جواب دے دیتا ہوں۔ جناب والا! یہ جو زمین دی گئی ہے' یہ لیز پر دی گئی ہے اس کو بیچا نہیں گیا۔ ویسے پنجاب حکومت کی جو پالیسی ہے میاں عمران مسعود کو بھی معلوم ہے کہ اس قسم کے حکومت کے رقبے جن کا ناجائز استعمال کیا جا رہا ہو یا جن کے ناجائز قابضین ہوں ان کو فوراً حاصل کرکے پبلک آکشن کیا جائے۔ جناب والا! اس پالیسی کو ہم ڈیکلیئر کر چکے ہیں۔ جناب والا! یہ اربوں روپے کی پراپرٹی ہے ۔ میں آپ کے اور ہاؤس کے سامنے یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے رقبوں کو واپس قبضے میں لے کر اور اوپن آکشن کے ذریعے عوام کے پاس فروخت کیا جائے گا۔

وزیر مال (چودھری ثوکت داؤد)، پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا ! میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ موجودہ حکومت جب سے برسر اقتدار آئی ہے ہم نے کوئی پٹرول پمپ اور کوئی ایسی زمین الاٹ نہیں کی۔ پچھلی روایات سے ہٹ کر ہم نے نئی روایات قائم کی ہیں اور کوئی prime land لیز پر نہیں دی۔ جناب والا ! یہ ہماری واضح پالیسی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، چودھری زاہد محمود گورایہ۔

مولوی سلطان عالم انصاری،جناب سپیکر! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، وہ تو پھر غلط روایت ہو جائے گی۔ اب ہم اگلے سوال پر چلے گئے ہیں ۔ آپ تو ماشاء اللہ طریقۂ کار کو سمجھتے ہیں۔

.لوی سلطان عالم انصاری، بہت اچھا۔

ماب سپیکر، سوال نمبر 492

فیصل آباد میں سول ملازمین کی رہائش گاہ پر پٹرول پمپ کا قیام

492۔چودھری زاہدمحمود گورایہ، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

لف) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد ڈویژن اورضلع کی انتظامیہ نے چک نمبر 212 ر۔ب' میں تھانہ کوتوالی کے بالمقابل سول ملازمین کی رہائش گاہوں کو گرا کر وہاں پر(پی۔ایس۔او) پاکستان برماشیل کے اشتراک سے ایک پٹرول پمپ قائم کیا ہوا ہے۔

ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ پٹرول پمپ کے حساب کا گوشوارہ نہ تو کسی محکمہ کو ارسال کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کا آڈٹ ہوتا ہے نہ ہی رقم سرکاری خزانہ میں جمع ہوتی ہے۔

ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ قواعد و ضوابط کی رو سے ڈپٹی کمشنر اورکمشنر حکومت کی پیشگی منظوری کے بغیر از خود سرکاری اراضی پر قائم ملازمین کی رہائش گاہوں کو گرا کر منافع بخش کاروبار میں نہیں لگا سکتے اور نہ ہی نجی سطح پر حساب کتاب رکھنے کے مجاز ہیں۔

) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ بے ضابطگی کے بارے میں تحقیقات کروانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

.یر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

ف) یہ درست ہے کہ چک نمبر 212 ر۔ب میں سول کوارٹرز کالونی جس کا کل رقبہ 12-66 کنال کے ایک کارنر میں تقریباً دو کنال دس مرلہ میں اربن ٹرانسپورٹ سوسائٹی کا مین ٹرمینل اور پٹرول پمپ تعمیر شدہ ہیں فیصل آباد کے شہریوں کو آرام دہ اور باعزت سفری سہولیات مہیا کرنے کی خاطر فیصل آباد اربن ٹرانسپورٹ کا مارچ 1994ء میں اجراء کیا گیا اس وقت اس سوسائٹی کے زیرانتظام تقریباً Hiace-553 گاڑیاں چل رہی ہیں۔ جس سے فیصل آباد کے تقریباً70/80 ہزار مسافر روزانہ استفادہ کرتے ہیں۔ بوقت اجراء اربن ٹرانسپورٹ سروس موجودہ میں ٹرمینل کی جگہ پر دو پرانے کوارٹر موجود تھے جن میں دو سرکاری ملازمین رہائش پذیر تھے ان سرکاری ملازمین کے مشورہ سے انہیں متبادل سرکاری رہائش گاہیں مہیا کی گئیں اور ساتھ ہی مبلغ تیس ہزار روپے بطور معاوضہ بابت منتقلی سامان بھی ادا کیا گیا۔ دو سرکاری ملازمین کی اس معمولی سی قربانی کے عوض اس وقت70/80ہزار افراد روزانہ اربن ٹرانسپورٹ کی سفری

سہولیات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ پٹرول پمپ کے زیراستعمال رقبہ تقریباً چودہ مرلہ بنتا ہے جب باقی رقبہ پر گاڑیوں کی آمد و رفت اور مسافروں کی سہولت کے لیے Bays اور شیڈ تعمیر شدہ ہیں۔ فیصل آباد اربن ٹرانسپورٹ کے بہترین نظام کو پورے ملک میں سراہا گیا اور اس کی تقلید کرتے ہوئے لاہور میں L-T-S کے نام سے N-G-O کے زیر انتظام ٹرانسپورٹ سروس کا اجراء کیا جا رہا ہے اور آئندہ دیگر بڑے شہروں میں بھی اس کے جاری کیے جانے کا منصوبہ ہے۔

(ب) یہ پٹرول پمپ جو دسمبر 1996ء میں شروع ہوا مندرجہ بالا منصوبہ کا ایک حصہ ہے اور یہی NGO ہی اس کا انتظام و انصرام کرتی ہے اس لیے محکمہ مال یا دیگر کسی محکمہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے پٹرول پمپ کا انچارج منیجر ایک ریٹائرڈ فوجی J-C-O ہے پٹرول پمپ کا باقاعدہ اکاؤنٹ Maintain کیا جاتا ہے۔ جس کے حسابات بھی FUTS کی طرح Auditable ہیں اور مقررہ وقت پر حسب ضابطہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ سے آڈٹ کرایا جائے گا۔

(ج) یہ درست ہے کہ کمشنر اور ڈپٹی کمشنر ذاتی مفاد کے لیے سرکاری اراضی کا استعمال نہیں کر سکتے ہیں تاہم یہ اراضی عوام کے بہترین مفاد کے لیے درکار تھی کمشنر فیصل آباد ڈویژن نے اس وقت کے سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو، ممبر کالونیز کی پیشگی اجازت سے اس جگہ مین ٹرمینل قائم کیا اور ساتھ ہی تحریری طور پر اجازت طلب کی گئی جو B-O-R کے پاس منظوری کے مراحل میں ہے اس اراضی پر مین ٹرمینل کی تعمیر سے لاکھوں افراد اس کی مثالی سفری سہولیات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

(د) متذکرہ بالا منصوبہ عوام کے بہترین مفاد میں استعمال ہو رہا ہے اور اس میں کسی سرکاری افسر کا ذاتی مفاد نہ ہے اس لیے تحقیقات کروانے کی ضرورت نہ ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب والا میرا سوال یہ تھا کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد ڈویژن اور ضلع کی انتظامیہ نے چک نمبر 212 ر ب میں تھانہ کوتوالی کے بالمقابل سول ملازمین کی رہائش گاہوں کو گرا کر وہاں پر پی ایس او پاکستان برما شیل کے اشتراک سے ایک پٹرول پمپ قائم کیا ہوا ہے؟

جناب سپیکر! اس کا جواب یہ ملا ہے کہ دو سرکاری ملازمین کی اس معمولی سی قربانی کے عوض 80/0 ہزار افراد کو فائدہ پہنچایا جا رہا ہے اور اس کے عوض دو سرکاری ملازمین کو 30 ہزار روپے دیے گئے۔ میں ان محترم وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو تیس ہزار روپے کی رقم ان کو دی گئی ہے یہ کہاں سے دی گئی

ہے؟ ایسی کوئی رقم بجٹ میں مختص نہیں اور نہ ہی کہیں اور اس کی indication ملتی ہے۔ جناب والا! یہ سرکاری اراضی تھی، انھیں تیس ہزار روپے کس عوض میں دیے گئے؟

وزیر خزانہ ، جناب والا یہ فاضل رکن کا بڑا جائز نکتہ ہے ۔ میرے پاس اس وقت اس کی انفرمیشن نہیں ہے، میں حاصل کرکے اس ہاؤس میں پیش کر دوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں اس کو مطل کر دیتا ہوں ۔

وزیر خزانہ ، مطل کر دیں ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، اسی اجلاس میں 3 تاریخ تک اس کا جواب دے دیں۔

وزیر خزانہ ، جناب والا! میں کوشش کروں گا کہ اسی اجلاس کے دوران اس کا جواب دے دیا جائے، کیونکہ یہ ان کا بہت جائز نکتہ ہے ۔ میں اس کی تحقیق کر کے ایوان میں جواب دوں گا ۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔ گورایہ صاحب! آپ کا یہ سوال مطل کرتے ہیں۔ وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ اسی اجلاس میں وہ اس سوال کی مکمل انفرمیشن لے آئیں گے اس پر پھر بات ہو جائے گی۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب والا! میں وزیر موصوف سے (ب) جز کے متعلق بھی انفرمیشن حاصل کرنا چاہتا ہوں ۔ جواب میں لکھا ہے کہ یہ پٹرول پمپ دسمبر 1996 ء میں تعمیر ہوا، مندرجہ بالا منصوبے کا ایک حصہ ہے اور یہی NGO اس کا انتظام وانصرام کرتی ہے ۔جناب والا! NGO سے مراد non government organization ہے۔ لیکن یہاں پر جو اس کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس کے صدر کمشنر فیصل آباد اور اس کے بعد step by step جتنی گورنمنٹ کی ایڈمنسٹریشن ہے وہ اس میں شامل ہے۔ ایس ایس پی، ڈی سی ، مجسٹریٹ اور اے سی سٹی بھی شامل ہیں۔ اسی طرح ایس پی ٹریفک بھی شامل ہیں۔ تو پھر کس طرح یہ NGO ہے؟ اس میں تو سارے سرکاری ملازمین involve ہیں۔

وزیر خزانہ ، جناب والا! آپ کی چیئر سے جب یہ رولنگ آ گئی کہ یہ سوال مؤخر کر دیا گیا ہے تو میں یہ فائل واپس بھجوا چکا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، بہرحال، انھوں نے جو پوائنٹ آؤٹ کیا ہے اسے بھی آپ ذہن میں رکھیں ۔ گورایہ صاحب! آپ کا سوال تو ہم نے مطل کر دیا ہے اب اس سوال کا جواب آنے دیں اس میں آپ کو ساری تفصیل بھی مل جائے گی۔

وزیر خزانہ ، بلکہ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ اگر کوئی اور ضمنی سوال بھی ان کے ذہن میں آتا ہو براہ مہربانی وہ مجھے تحریر کر کے دے دیں تاکہ میں ان کو مکمل انفرمیشن دے سکوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ٹھیک ہے۔ آپ اسی اجلاس میں اس کا جواب دے دیں۔

چودھری زاہد محمود گورایہ ، جناب والا! اسی سلسلے میں ' میرا آخری ضمنی سوال ہے تاکہ پچھلا سوال بھی cover ہو جائے جس میں وزیر موصوف نے کہا تھا کہ اگر کوئی irregularities ہوئی ہیں تو مجھے بتائیں۔

جناب' اسی سوال کے جز (ج) میں جواب دیا گیا ہے کہ کمشنر فیصل آباد ڈویژن نے اس وقت کے سینیٹر ممبر بورڈ آف ریونیو ممبر کالونی کی پیشگی اجازت سے اس جگہ مین ٹرمینل قائم کیا اور ساتھ ہی تحریری طور پر اجازت طلب کی گئی جو بورڈ آف ریونیو کے پاس منظوری کے مراحل میں ہے ۔ یعنی پٹرول پمپ 1994 ، میں لگ گیا ہے اور تین سال گزر چکے ہیں پٹرول پمپ بھی چل رہا ہے' لیکن بورڈ آف ریونیو کے پاس ابھی اس کی منظوری نہیں ہوئی۔ کیس ویسے کا ویسا مؤخر ہے -----

جناب قائم مقام سپیکر، آپ نے یہ بھی پوائنٹ آؤٹ کر دیا اب اگلی دفعہ یہ اس سوال کا تفصیلی جواب دے دیں گے۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر ! میں نے تو آپ کی وساطت سے عرض کیا ہے کہ جو ضمنی سوال ان کے ذہن میں ہیں یہ مجھے دے دیں' کیونکہ اب وہ فائل میں بھیج چکا ہوں۔ آپ نے یہ سوال مطلل کر دیا تھا اب میرے پاس و میٹریل نہیں ہے۔ اچھا ہے کہ آپ کے علم میں یہ بات آ گئی ہے۔ میں آپ کی وساطت یہ عرض کروں گا کہ اس قسم کے جو سوال ان کے ذہن میں ہیں وہ میرے چیمبر میں پہنچا دیں یا یہاں میری سیٹ پر پہنچا دیں تاکہ میں تمام معلومات سے انھیں آگاہ کر سکوں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، ٹھیک ہے آپ بھی سردار صاحب سے مل لیں تاکہ اگلی دفعہ جب اس سوال کا جواب آئے تو یہ ساری باتیں ان کے ذہن میں ہوں اور ان کو اس کا جواب مل جائے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سعید اکبر خان ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جو بھی سوال ہاؤس میں پڑھا جائے یا ہاؤس کی پراپرٹی بن جائے اگر اس کے مطابق ضمنی سوال نہ بنتا ہو تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ "نیا سوال"۔ اگر اسی سوال سے متعلق ضمنی سوال بنتا ہو اور وہ ہاؤس میں آ چکا ہو تو اس کو پھر کیوں مؤخر کیا جاتا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر ، اس کو اس لیے مؤخر کیا جا رہا ہے کہ انھوں نے ضمنی سوال میں ایک انفرمیشن مانگی

وزیر موصوف نے فرمایا کہ میرے پاس انفرمیشن نہیں مجھے موقع دیا جائے۔

جناب سعید اکبر خان ، جناب والا! انھیں انفرمیشن حاصل کر کے آنا چاہیے تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر، ضمنی سوال کے متعلق کیا پتا ہو سکتا ہے کہ کون سا ضمنی سوال آ جائے؟ اسی لیے مؤخر کیا گیا ہے اور اسی اجلاس میں وہ اس کا جواب بھی دے رہے ہیں۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر ! میں گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ فاضل رکن اپنی نشست پر بیٹھ کر آپ سے مخاطب ہو رہے ہیں اور یہ مناسب نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں' وہ کھڑے ہوئے تھے ۔

وزیر خزانہ ، نہیں۔ یا تو پھر نیم اٹھے ہوئے تھے' میں نے ان کا سر بھی میز سے اوپر نہیں دیکھا۔اب اٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان ، جناب والا جس وقت میں اٹھا تھا سردار صاحب میری طرف دیکھ نہیں رہے تھے۔ وہ جب میں بیٹھ گیا تو انھوں نے میری طرف دیکھا۔

وزیر خزانہ ، جناب والا! چیئر کا احترام کرنا ہمارا فرض ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، سردار صاحب! ایک فرق ہے۔ جہاں سے آپ ان کو دیکھتے ہیں وہاں سے وہ بیٹھے ہی نظر آتے ہیں۔ چودھری شمشاد احمد خان (تشریف نہیں رکھتے) چودھری عبدالرحمٰن گجر صاحب۔673

منشیات فروشی کا سدباب

*673۔ چودھری عبدالرحمٰن گجر، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 1994ء سے 1996ء تک حلقہ پی۔پی 82 کے تھانوں میں منشیات فروشوں کے خلاف کتنے مقدمات درج ہوئے' کتنے ملزمان گرفتار ہوئے اور کتنے سزا یاب ہوئے۔

ب) کیا یہ درست ہے کہ اس علاقہ میں منشیات فروشی کا کاروبار عروج پر ہے اور علاقہ کے بااثر افراد اس کی سرپرستی کر رہے ہیں؟

ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس گھناؤنے جرائم کی بیخ کنی کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) ضلع گوجرانوالہ حلقہ پی۔پی 82 تھانہ جات نوشہرہ ورکاں کوٹ لدھا اور تھانہ تلے عالی کے 13 دیہات پر مشتمل ہے۔ بمطابق ریکارڈ سال 1994ء تا 1996ء کے دوران منشیات کی برآمدگی کے سلسلہ میں 579 مقدمات درج رجسٹر ہوئے ان مقدمات میں ملوث 581 ملزمان کو گرفتار کیا گیا اور بعد تکمیل تفتیش ان کے خلاف بغرض سماعت عدالت مجاز میں ارسال کیے گئے۔ مذکورہ بالا مقدمات میں سے 8 مقدمات میں ملوث ملزمان سزا یاب ہو چکے ہیں۔ جبکہ بقیہ مقدمات ابھی تک زیر سماعت عدالت ہیں۔

(ب) یہ غلط ہے کہ پی۔پی حلقہ 82 گوجرانوالہ میں منشیات کا کاروبار عروج پر ہے۔ تاہم اس علاقہ میں منشیات فروشوں کے خلاف ایک بھر پور مہم کا آغاز کیا گیا ہے۔ جس کے حوصلہ افزاء نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ مورخہ 15 اور 16۔ جون 1997ء کو نوشہرہ ورکاں کے علاقہ میں ملزم اقبال ولد حسن محمد ساکن بھٹی ورکاں کے قبضہ سے ایک کلو ہیروئین برآمد کی گئی۔ جس پر مقدمہ نمبر 284 ہے مورخہ 15/6/97 بجرم 9 بی۔111-95-6 سی۔این۔ایس۔او تھانہ نوشہرہ ورکاں۔

2۔ صغریٰ بی بی زوجہ محمد اقبال ساکن متہ ورکاں سے 4 کلو ہیروئین برآمد ہوئی جس پر مقدمہ نمبر 291 مورخہ 16/6/97 بجرم 9 سی۔6/95 سی۔این۔ایس۔او تھانہ نوشہرہ ورکاں درج ہوا۔

3۔ صغریٰ بی بی زوجہ محمد اقبال جس پر مقدمہ نمبر 292 مورخہ 16-06-97 بجرم 9 بی 111-6/95 سی۔این۔ایس۔او تھانہ نوشہرہ ورکاں درج ہوا۔

4۔ عباس ولد محمد عاشق قوم جٹ ورک ساکن متہ ورکاں سے 4 کلو چرس برآمد ہوئی۔ جس پر مقدمہ نمبر 293 مورخہ 16-6-97 بجرم 9 سی 6/95 سے این۔ایس۔او تھانہ نوشہرہ ورکاں درج ہوا۔

5۔ نواز ولد عاشق جٹ ورک ساکن متہ ورکاں سے چار کلو افیون برآمد ہوئی۔ جس پر مقدمہ نمبر 294 مورخہ 16-06-97 بجرم 9 سی 6/95 سی۔این۔ایس۔او تھانہ نوشہرہ ورکاں درج ہوا۔

جہاں تک منشیات فروشوں کی سرپرستی کا با اثر افراد کے ملوث ہونے کا تعلق ہے اس بارے میں کسی فرد کے خلاف کوئی ریکارڈ یا شکایت مقامی پولیس کے پاس موجود نہ ہے البتہ اگر ایسے کسی فرد کی نشان دہی کی گئی تو اس کے خلاف ہر ممکن قانونی کارروائی کی جائے گی۔

(ج) اس سوال کا مفصل جواب اوپر دیا جا چکا ہے بہرحال اس گھناؤنے کاروبار کی بیخ کنی کے لیے مقامی

پولیس کی طرف سے بھر پور مہم شروع کی گئی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ضلع ہذا میں ماہ مئی 1997ء کے دوران منشیات کے 242 مقدمات درج رجسٹر ہوئے اور 5.882 کلوگرام ہیروئین 11.163 کلو گرام چرس اور 182 شراب کی بوتلیں برآمد کی گئی ہیں اور ان مقدمات میں ملوث ملزمان کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اس کاروبار میں ملوث ملزمان کے خلاف مخفیہ ذرائع سے معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ اور بذریعہ گشت و ناکہ بندی بھی منشیات کی نقل و حمل کی روک تھام کے لیے نگرانی کی جا رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ضمنی سوال۔

چودھری عبدالرحمٰن گجر، جناب والا! ایک طرف تو انھوں نے یہ کہا ہے میرے حلقہ پی پی 82 میں کوئی منشیات کا کاروبار نہیں۔ مگر نیچے انھوں نے مقدمات کی ایک تفصیل دی ہوئی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ تفصیل درست ہے؟ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ وہاں کاروبار ہی نہیں۔ اگر نہیں تو پھر یہ مقدمات کہاں سے آئے ہیں؟

وزیر خزانہ، جناب والا! مجھے اب مجبوراً وہ جواب پڑھنا پڑے گا۔

(الف) ضلع گوجرانوالہ حلقہ پی پی 82 تھانہ جات نوشہرہ ورکاں کوٹ لدھا اور تھانہ تتلے عالی کے 13 پر مشتمل ہے۔ بمطابق ریکارڈ سال 1994ء تا 1996ء کے دوران منشیات کی برآمدگی کے سلسلے میں 579 مقدمات درج رجسٹر ہوئے۔ ان مقدمات میں ملوث 581 ملزمان کو گرفتار کیا گیا۔ آگے بھی اگر چاہیں تو میں پڑھ دیتا ہوں۔ یہ تو تسلیم نہیں کیا گیا کہ ان کے حلقے میں کاروبار نہیں ہے۔

جناب سعید اکبر خان، (بیٹھے بیٹھے ہی بات کرنے کی کوشش)۔

وزیر خزانہ، جناب والا! وہ پھر بیٹھ کر گفتگو کرنے کی گستاخی کر رہے ہیں۔ یا انھیں منع کریں کہ وہ بیٹھ کر گفتگو نہ کریں اور کھڑے ہو کر آپ کی اجازت سے گفتگو کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر، سعید اکبر صاحب! یہ بڑا valid point ہے۔ اور آپ بڑے پرانے parliamentarian ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! میری گزارش ہے کہ سردار صاحب نے یہ فرمایا ہے۔ اسی جواب میں پڑھیں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ وہاں کوئی کاروبار نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، سردار صاحب! آپ جواب پڑھ ہی دیں تاکہ سب کو پتا چل ہی جائے۔ اس طرح تو یہ بار بار خراب کرتے ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! میں پڑھ دیتا ہوں۔ میں جز(الف) کا کچھ حصہ پڑھ چکا ہوں۔ وہاں سے آگے پڑھتا ہوں 581 ملزمان کو گرفتار کیا گیا اور بعد تکمیل تفتیش ان کے خلاف بغرض سماعت، عدالت مجاز میں ارسال کیے گئے مذکورہ بالا مقدمات میں سے 8 مقدمات میں ملوث ملزمان سزا یاب ہو چکے ہیں۔ جب کہ بقیہ مقدمات ابھی تک زیر سماعت عدالت ہیں۔

(ب) یہ غلط ہے کہ پی پی حلقہ 82 گوجرانوالہ میں منشیات کا کاروبار عروج پر ہے۔ تاہم اس علاقے میں منشیات فروشوں کے خلاف ایک بھرپور مہم کا آغاز کیا گیا ہے۔

جناب والا! فاضل رکن الفاظ پر توجہ فرمائیں جنھوں نے یہ سوال دیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ نے جواب میں لکھا ہے کہ عروج پر نہیں ہے۔ اس سے ان کا یہ مطلب ہوا کہ وہاں پر ہے ہی نہیں۔

وزیر خزانہ، یہ اگلا حصہ دیکھ لیں۔ کہ منشیات فروشوں کے خلاف ایک بھرپور مہم کا آغاز کیا گیا ہے۔ یہ تو نہیں کہا گیا کہ وہاں کاروبار ہی نہیں۔ کاروبار عروج پر نہیں ہے۔ اوپر تفصیل درج ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرا خیال ہے کہ معزز رکن کو اب سمجھ آ گئی ہے۔

وزیر خزانہ، جناب والا! میں ہر ممکن ان کا اطمینان کرنے کے لیے موجود ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرا خیال ہے کہ ان کو اب سمجھ آ گئی ہے۔ تھوڑی سی غلطی ہو گئی۔

چودھری عبدالرحمٰن گجر، نہیں جناب والا! یہ بات نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہاں پر تو پھر یہ نہیں لکھا ہوا۔ انھوں نے تو کہا ہے کہ یہ درست نہ ہے کہ عروج ہے۔ عروج کا مطلب تو یہ ہے کہ بہت زیادہ نہیں ہے' بلکہ ہے اور اس کے خلاف مہم جاری ہے۔

چودھری عبدالرحمٰن گجر، جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ وہاں واقعی عروج پر تھا۔ جب سے یہ سوال ملا ہے اس وقت سے انھوں نے وہاں مہم کا آغاز کیا ہوا ہے۔ اور وہاں سے آدمی پکڑ رہے ہیں۔ اور اب تو بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کا تو مقصد ہی حل ہو گیا۔

چودھری عبدالرحمٰن گجر، جی ہاں مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

وزیر خزانہ، جناب والا! آپ کی اجازت سے میں تھوڑی سی تصحیح کروں گا کہ اس سوال کے آنے سے نہیں' بلکہ

ں حکومت کے آنے سے اس قسم کے کاروبار کو بڑی سختی سے دیکھا جا رہا ہے اور اس میں کمی واقع ہوئی ہے۔ سابقہ حکومت کی روش تھی کہ ایسے کاروباریوں سے چشم پوشی کی جاتی تھی یا ان کی سرپرستی کی جاتی تھی۔

ناب قائم مقام سپیکر، اب تو وہ مطمئن ہیں اور کہتے ہیں کہ مسئلہ ہی ٹھیک ہو گیا ہے۔۔ جی ضمنی سوال۔

ولوی محمد سلطان عالم انصاری، میں وزیر موصوف سے درخواست کروں گا اور کچھ clarification چاہوں گا کہ یک تو جز(الف) میں فرمایا ہے کہ 1994 تا 1996ء تک 579 مقدمات درج رجسٹر ہوئے۔ ان مقدمات میں ملوث 58 ملزمان کو گرفتار کیا گیا ۔ مذکورہ بالا مقدمات میں سے 8 مقدمات میں ملوث ملزمان سزایاب ہوئے ہیں۔ اور بقیہ مدمات ابھی تک چل رہے ہیں۔ یہ تین چار سال کا عرصہ ہے اور اس دوران صرف 8 مقدمات کا فیصلہ ہوا ہے' بقیہ زیباً پونے چھ سو مقدمات ہیں۔ اس بارے میں مقدمات کی سماعت میں جو دیر ہوئی اس کا جو اثر سوسائٹی پر ہوتا ہے وہ بیان کرنا میں ضروری نہیں سمجھتا' آپ سب لوگ سمجھتے ہیں۔ اس دیر ہونے کی وجوہات پر آیا کوئی رروائی کی گئی؟ اور جو لوگ ان مقدمات کی سماعت کی دیر کے ذمہ دار ہیں ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی؟ ر اس بارے میں آپ کی پالیسی کیا ہے؟

اب قائم مقام سپیکر، جناب اس میں آپ کا ضمنی سوال کیا بنا؟

لوی محمد سلطان عالم انصاری، جناب ایک تو یہ' دوسری بات میں عرض کروں۔

اب قائم مقام سپیکر، نہیں نہیں۔ پہلے آپ فرمائیں کہ ضمنی سوال کیا بنا؟

لوی محمد سلطان عالم انصاری، جناب اس سلسلے میں کیا کارروائی کی گئی؟

ب قائم مقام سپیکر، میں آپ سے پھر عرض کروں گا کہ یہ جو آپ نے بات کی ہے اس میں ضمنی سوال ب کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

وی محمد سلطان عالم انصاری، اس میں یہ ہے کہ اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ 8 مقدمات کا فیصلہ ہوا اور مقدمات زیر سماعت ہیں۔ اس سلسلے میں جو دیر ہوئی وہ کیوں ہوئی؟ اس بارے میں کسی کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا یا ں کہ یہ دیر کیوں ہو رہی ہے؟ اور آیا کہ یہ حکومت کی پہلی preference پر ہے؟

ب قائم مقام سپیکر، نہیں نہیں۔ آپ تو ایک ہی وقت میں چار چار سوال کر رہے ہیں۔ آپ ایک وقت میں ہی سوال کیجیے۔ غالباً وہ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ جو بقیہ مقدمات زیر سماعت ہیں ان میں یہ تاخیر کیوں ہو رہی ؟

وزیر خزانہ، جناب والا! مجھے تعجب اس سوال پر نہیں، بلکہ سوال کرنے والے پر ہے کہ وہ خود practicing lawyer ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، غالباً جج بھی رہے ہیں۔

وزیر خزانہ، کیا حکومت اس پوزیشن میں ہے کہ وہ عدالت کو پوچھے کہ آپ کیوں دیر کر رہے ہیں؟

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں عدالت میں جو مقدمات کی پیروی ہوتی ہے اس طرف توجہ کی جانی بہت ضروری ہے۔ میرا سوال کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ جو حکومت کی prosecution branch ہے وہ اس سلسلے میں کیا کارروائی کر رہی ہے۔ مقدمات میں جتنی بھی دیر ہوتی ہے وہ prosecution میں کمی کی بنا پر ہوتی ہے۔ میرا سوال یہی تھا کہ اس سلسلے میں prosecution branch آپ کا اپنا ڈیپارٹمنٹ کیا کارروائی کر رہا ہے؟ آیا اس ضمن میں کوئی انکوائری فرمائی کہ دیر کس بناء پر ہو رہی ہے؟ یہ میرا ضمنی سوال تھا۔ اور اسی ضمن میں --

جناب قائم مقام سپیکر، یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ضمنی سوال کوئی آپ ترتیب دیتے نہیں ہیں اور پھر ساتھ ہی دوسرا بھی شروع کر دیتے ہیں۔ آپ کوئی ایک ضمنی سوال ایسا دیں جس کا جواب وزیر موصوف دے سکیں۔ مجھے سمجھ نہیں آسکی۔ شاید سردار صاحب سمجھے ہوں کہ آپ ضمنی سوال کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، جناب والا! میرا ضمنی سوال بڑا واضح تھا۔ میرا عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ انھوں نے فرمایا کہ دیر عدالتوں کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ کیا اس بات پر غور فرمایا گیا کہ یہ جو مقدمات میں دیر ہو رہی ہے یہ پولیس کی وجہ سے یا prosecution agency کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ اس بارے میں کوئی غور فرمایا گیا یا نہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، در اصل ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ جو دیر پولیس کے چالان submit کرنے میں ہوتی ہے۔ اس پر آپ ذرا دیکھیں کہ یہ کیوں ہوتی ہے؟ اگر پولیس کے چالان submit کرنے میں دیر ہے تو وہ کیوں ہے؟ اصل میں وہ یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! فاضل رکن جواب (الف) کا جو حصہ quote کر رہے ہیں اگر وہ وہاں دیکھ لیں۔ وہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ "جب کہ بقیہ مقدمات ابھی تک زیر سماعت عدالت ہیں"۔ یہ نہیں کہ پولیس کی تفتیش میں ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، وقفۂ سوالات ختم ہوتا ہے۔

زیر خزانہ، جناب والا! بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

(محکمہ داخلہ / جیل خانہ جات)

رہائشی ضلع میں تعینات پولیس ملازمین

679۔ سردار نعیم اللہ خان شاہانی، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) ضلع بھکر کی پولیس میں اے۔ایس۔آئی یا اس سے اوپر کے ملازمین کی کل تعداد کتنی ہے اور ان میں سے کتنے ایسے ملازمین ہیں جن کا ڈومی سائل ضلع بھکر کا ہے اور وہ بھکر ہی میں تعینات ہیں؟

ب) کیا قواعد کے مطابق جز(الف) میں مذکور افسران اپنے رہائشی ضلع میں کام کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟

زیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

الف) ضلع بھکر میں اے ایس آئی یا اس سے بالاتر عہدہ کے ملازمین کی کل تعداد 110 ہے اور اس میں سے 92ملازم ایسے ہیں۔جن کا ڈومیسائل ضلع بھکر کا ہے اور وہ بھکر میں تعینات ہیں ان میں سے 27 اے ایس آئی اور ایک لیگل انسپکٹر ہے۔

ب) بمطابق پولیس رولز 14-47 اے ایس آئی تک کے عہدہ کے پولیس ملازم اپنے رہائشی ضلع میں نہ رہ سکتے ہیں۔ ماسوائے ان افسران کے جنہیں خصوصی طور پر آئی جی پنجاب نے اجازت دے رکھی ہو۔

سول فوج داری مقدمات میں پولیس افسران کا کردار

801۔ جناب محمد افضل خان، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) کیا یہ درست ہے کہ پولیس افسران (گریڈ 15 اور بالا) کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ اگر ان پر کوئی FIR فوج داری مقدمہ درج ہو تو وہ اس مقدمہ کے درج ہونے کے بارے میں اپنے افسران بالا کو اطلاع دیں اور یہ اطلاع پنجاب پولیس کے کسی بڑے دفتر میں اس لیے حاصل کی جاتی ہے تا کہ ملازمین کی کارکردگی پر نظر رکھی جا سکے۔

ب) کیا یہ درست ہے کہ پولیس افسران کے خلاف F-I-R درج کروانا کوئی آسان کام نہیں اور ایک عام آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔ پولیس افسران پر گزشتہ 10 سال میں درج شدہ فوج داری اور دیوانی مقدمات کی تعداد کیا ہے۔ ان میں او۔ایس۔ڈی اور دوسرے محکموں میں تعینات پولیس افسران بھی

شامل کیے جائیں۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جن معاملات میں اور بالخصوص ناجائز قبضہ کے معاملات میں اگر F-I-R درج نہ ہو سکے تو متبادل اور قدرے مشکل راستہ دیوانی مقدمہ ہوتا ہے۔ اگر ابھی تک پولیس افسران پر درج شدہ دیوانی مقدمات کا نوٹس نہ لیا گیا ہے تو کیا اب تمام پولیس افسران سے یہ معلومات حاصل کر لی جائیں گی اور اس کا اندراج ان کے ریکارڈ میں کیا جائے گا تاکہ ان کو ترقی دیتے وقت اس پہلو کو بھی مدنظر رکھا جا سکے اور پولیس فورس سے قبضہ گروپوں کے نمائندوں کو باہر نکالا جا سکے۔

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ غلط ہے کہ پولیس افسران کے خلاف ایف۔ آئی۔ آر درج کرانا مشکل ہے۔ بلکہ دفعہ 154 ض ف کسی بھی شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی قابل دست اندازی جرم کی اطلاع بصورت ایف۔ آئی۔ آر درج کرا سکتا ہے۔ البتہ ایسی صورت میں جبکہ پولیس افسران کے خلاف کسی عناد کی بنیاد پر درخواست دی جائے تو بمطابق پولیس رولز 1934ء باب 16 فقرہ 38 ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اس بات کا تعین کر سکتا ہے کہ الزام علیہ پولیس افسر کے خلاف تفتیش پولیس کے ذریعہ کرائے یا کسی مخصوص درجہ اول مجسٹریٹ سے انکوائری کرائی جائے۔ پولیس افسران پر گزشتہ دس سال میں کل 777 فوج داری اور دیوانی مقدمات درج ہوئے۔ ضلع وار تفصیل لف ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ ناجائز قبضہ کے معاملات میں اگر ایف۔ آئی۔ آر درج نہ ہو سکے تو دیوانی دعویٰ دائر کیا جا سکتا ہے۔ پولیس افسران کے خلاف دائر ہونے والے دیوانی دعویٰ جات کا باقاعدہ نوٹس لیا جاتا ہے اور ان کا اندراج پولیس افیسر کے سروس ریکارڈ میں کیا جاتا ہے تا کہ ترقی دیتے وقت اس پہلو کو مدنظر رکھا جا سکے۔

ڈسٹرکٹ	افسران کے خلاف فوج داری و دیوانی مقدمات کی تعداد
لاہور	16
شیخوپورہ	14
قصور	04
اوکاڑہ	62

گوجرانوالہ	257 ریچ
گجرات	11
سیالکوٹ	11
نارووال	11
منڈی بہاؤالدین	11
حافظ آباد	11
راولپنڈی	84
جہلم	6
اٹک	1
چکوال	1
فیصل آباد	40
جھنگ	6
ٹوبہ ٹیک سنگھ	28
سرگودھا	76
بھکر	-
خوشاب	-
میانوالی	-
ملتان	49
ساہیوال	-
خانیوال	-
پاکپتن	-
لودھراں	-
ڈیرہ غازی خان	4
مظفر گڑھ	12
راجن پور	3

لیہ	18
بہاولپور	96
بہاولنگر	-
رحیم یار خان	-
ٹوٹل	777

سپرنٹنڈنٹ جیل کو سہولیات کی فراہمی

*803۔ملک ذوالقرنین ڈوگر، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جیل سپرنٹنڈنٹ صاحبان کو جو اسلحہ برائے سیکورٹی مہیا کیا جاتا ہے وہ پرانی طرز کا ہے جب کہ پولیس افسران کے پاس جدید اسلحہ ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جیل سپرنٹنڈنٹ کی رہائش گاہوں سے گارڈ ہٹا لی گئی ہے جب کہ ان کا خطرناک قسم کے مجرمان سے واسطہ ہوتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سپرنٹنڈنٹ جیل کو کوئی سرکاری گاڑی بھی مہیا نہیں کی جاتی ہے۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس سلسلہ میں کوئی اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) جیل سپرنٹنڈنٹ صاحبان کے پاس کوئی اسلحہ برائے ذاتی سیکورٹی نہ ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

اس ضمن میں تحریر ہے کہ جناب وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مورخہ 22 فروری 1997ء کے خطاب اور چیف سیکرٹری پنجاب کی چٹھی نمبری پی۔ایس/سی۔ایس 97/121/ مورخہ 23 فروری 1997 کے مطابق سپرنٹنڈنٹ جیل صاحبان کی سرکاری رہائش گاہوں سے گارڈ ہٹالی گئی ہے۔

(ج) ماسوائے پانچ مندرجہ ذیل سپرنٹنڈنٹ جیل صاحبان کے علاوہ تمام سپرنٹنڈنٹ جیل صاحبان کو ٹویوٹا پک۔اپ اور سوزوکی پک۔اپ برائے سرکاری امور، بیمار اسیران کو ہسپتال منتقل کرنے اور سرکاری رقوم خزانہ سے لانے کے لیے استعمال میں دی گئی ہیں،

1۔ ڈسٹرکٹ جیل راجن پور

2۔ ڈسٹرکٹ جیل ملتان

3۔ ڈسٹرکٹ جیل بہاولنگر

4۔ ڈسٹرکٹ جیل رحیم یار خان۔

5۔ ڈسٹرکٹ جیل گجرات

(د) سپرنٹنڈنٹ صاحبان کو جدید اسلحہ برائے سکیورٹی مہیا کرنے کے لیے اقدامات زیر غور ہیں۔

شیخوپورہ جیل میں قیدیوں کی تعداد

*804۔ملک ذوالقرنین ڈوگر، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) شیخوپورہ جیل میں کتنے قیدیوں کی گنجائش ہے اور اس وقت اس میں کتنے قیدی ہیں۔

(ب) شیخوپورہ جیل کے علاوہ ضلع شیخوپورہ میں اور کتنی سب جیل ہیں اور ان کی تعمیر کب اور کتنی لاگت سے مکمل ہوئی۔

(ج) حکومت نئی تعمیر شدہ سب جیل کو کب تک استعمال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) ڈسٹرکٹ جیل شیخو پورہ میں 322 اسیران/حوالاتیاں کو رکھنے کی گنجائش ہے جبکہ اس وقت ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ میں2139 اسیران مقید ہیں۔

(ب) شیخو پورہ جیل کے علاوہ ضلع میں کوئی سب جیل نہ ہے۔

(ج) ضلع میں کوئی سب جیل نہ ہے۔

تھانہ پھلروان کی تعمیر

842۔حاجی احمد خان ہرل، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تھانہ پھلروان تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کے لیے چھ سال قبل سوا اکیس کنال رقبہ حکومت نے مخصوص کیا تھا لیکن ابھی تک اس کی عمارت تعمیر نہیں کی گئی۔

(ب) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکور تھانہ کی عمارت تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) تھانہ پھلروان کی تعمیر کے لیے زمین موجود ہے۔ مگر عمارت ابھی تعمیر نہ ہوئی ہے

(ب) انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ تھانہ بھلروان کی عمارت کے بارے میں سکیم کی تجویز محکمہ داخلہ کو ارسال کرے تا کہ اسے 1998-99-ADP میں شامل کیا جا سکے۔

کیمپ جیل اور کوٹ لکھپت جیل میں قیدیوں کی تعداد

*883-حاجی امداد حسین، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیمپ جیل اور کوٹ لکھپت جیل صدر میں قیدیوں کی منظور شدہ گنجائش کیا ہے اور اس وقت ان میں کتنے قیدی ہیں قیدیوں کی خوراک اور علاج کی مد میں اخراجات کی تفصیل کیا ہے۔

(ب) کیا حکومت قیدیوں کی سہولیات اور دیگر امور کے سلسلہ میں ممبران صوبائی اسمبلی پر مشتمل کوئی کمیٹی تشکیل دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ جیل میں بعض قیدیوں کو رشوت لے کر سہولیات مہیا کی جاتی ہیں۔

(د) کیا موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے پر قیدیوں کی سزا میں معافی دی ہے۔ کوٹ لکھپت جیل اور کیمپ جیل کی زرعی اراضی کتنی ہے اور اس کی سالانہ آمدن کیا ہے۔

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) کیمپ جیل اور کوٹ لکھپت جیل میں منظور شدہ گنجائش اور تعداد اسیران حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام جیل	منظور شدہ گنجائش	تعداد اسیران
1	کیمپ جیل لاہور	994	3673
2	کوٹ لکھپت جیل صدر	1043	2873

مزید برآں اسیران کی خوراک اور علاج کی مد میں اخراجات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام جیل	خوراک' اخراجات	اخراجات علاج معالجہ
1	کیمپ جیل لاہور	83,92,748/- روپے	9,23,411/- روپے
2	کوٹ لکھپت جیل صدر	71,38,517 روپے	4,02,313 روپے

(ب) حکومت پنجاب جناب ایاز میر' ایم۔پی۔اے کی سربراہی میں پہلے ہی ایک کمیٹی بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر Prs-13-1/97-HD مورخہ 9-4-97 تشکیل دے چکی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔

(د) موجودہ صوبائی حکومت نے مورخہ 27-2-97 کو دو ماہ کی معافی اسیران کو دی تھی۔ مزید برآں گولڈا

جوبلی کے موقع پر وفاقی حکومت نے اسیران کو کل قید کا1/5 حصہ معافی دی۔ علاوہ ازیں کیمپ جیل اور کوٹ لکھپت جیل کی زرعی اراضی اور سالانہ آمدن حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام جیل	زرعی رقبہ	سالانہ آمدن	مالی سال
1	کیمپ جیل لاہور (واقع مناواں)	446 کنال 8 مرلے	9,45,244/- روپے	1996-97ء
2	کوٹ لکھپت جیل	88 کنال	7,33,460/- روپے	1996-97ء

محکمہ پولیس ضلع لاہور میں سپاہیوں کی بھرتی

892۔حاجی امداد حسین، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) محکمہ پولیس ضلع لاہور میں یکم جون 1997ء سے 3جولائی 1997ء تک کتنے سپاہی بھرتی ہوئے ان کے نام تعلیمی قابلیت اور ڈومی سائل کی تفصیل کیا ہے۔

ب) کیا یہ سپاہی میرٹ پر بھرتی ہوئے تو میرٹ لسٹ فراہم کی جائے نیز یہ میرٹ کس طریقہ سے اور کن کن افراد نے مرتب کیا اور کتنے افراد کو رعایت دیتے ہوئے بھرتی کیا ہے ان کے نام اور جس قسم کی رعایت دی گئی اس کی تفصیل فراہم کی جائے؟

زیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

الف) محکمہ پولیس ضلع لاہور میں یکم جون 1997ء سے 2 جولائی 1997ء تک 989 سپاہی بھرتی کیے گئے۔ ان کے نام، تعلیمی قابلیت اور ڈومی سائل کی تفصیل ضمیمہ (الف) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ب) یہ سپاہی میرٹ پر بھرتی ہوئے ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام ضمیمہ(ب) بھی *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ بھرتی کرتے وقت کسی کو بھی کسی قسم کی رعایت نہیں دی گئی ہے۔

محکمہ پولیس میں کنٹریکٹ پر ملازمین کی تعیناتی

999۔جناب سعید اکبر خان۔ کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے کنٹریکٹ پر ملازمین کو محکمہ پولیس میں انسداد دہشت گردی اور دیگر شعبہ جات میں لینے کا فیصلہ کیا ہے۔

(*** تفصیل ضمیمہ (الف) اور (ب) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) اس سے پہلے کتنے محکموں میں فروری 1997ء سے کنٹریکٹ پر ملازم رکھے گئے ہیں ان کی تفصیل اور کنٹریکٹ پر رکھے گئے ملازمین سے جو خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے ان کی اہلیت اور تجربہ کی تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت نے انسداد دہشت گردی کے لیے چار فوجی افسران کو ڈیپوٹیشن پر ایلیٹ پولیس فورس تیار کرنے کے لیے پاک آرمی سے لیا ہے ۔جوکہ انسداد دہشت گردی کی پولیس کے افسروں اور جوانوں کو تربیت دیں گے ۔ ان کے نام درج ذیل ہیں،

1- لیفٹیننٹ کرنل طارق احتشام

2- میجر ارشاد رحیم

3- میجر نوبہار

4- میجر نثار یوسف زئی

(ب) دوسرے محکموں کے بارے میں تفصیلات محکمہ داخلہ کے علم میں نہیں ہیں ۔

تھانہ چونیاں میں منظور حسین کے خلاف درج مقدمہ کی تفصیل

*1027۔راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 22-2-78 کو تھانہ چونیاں میں ایک کیس زیر دفعہ 420-467 ت۔پ برخلاف منظورحسین درج ہوا تھا۔

(ب) اس مقدمے میں ملزم کو کب گرفتار کیا گیا اور اس مقدمے کا آخری فیصلہ کیا ہوا تھا۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 22-2-78 کو مقدمہ نمبر 53/78 جرم 468/420، 468/471 ت۔پ بر خلاف منظور حسین، لیاقت حسین، ظفر اقبال اور محمد شفیق تھانہ چونیاں میں درج رجسٹر ہوا تھا۔

(ب) مقدمہ ہذا دوران تفتیش مقدمہ نمبر 145 مورخہ 24-9-77 بجرم 34/302 ت۔پ تھانہ نیو ٹاؤن راولپنڈی کی تفتیش کے دوران ملزمان منظورحسین و دیگر پانچ کس کے خلاف درج کیا گیا تھا۔ ملزم منظورحسین مقدمہ قتل میں قبل ازیں گرفتار تھا۔ اس کو مورخہ 10-4-78 احمد خان اے۔ایس۔آئی تھانہ چونیاں نے

اس مقدمہ میں گرفتار تصور کیا۔ جو ملزمان مورخہ 3-4-82 بعدالت جناب چودھری محمد جمیل مجسٹریٹ چونیاں بری ہوا ہے۔

تھانہ نیو انار کلی میں مقدمہ کی تفصیل

102۔راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ب) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 9-6-78 کو تھانہ نیو انار کلی لاہور میں مقدمہ زیر دفعہ 419-420 ت۔پ برخلاف فضل الہیٰ اور منظور حسین درج ہوا تھا۔

ج) اس مقدمے میں کتنے افراد چالان ہوئے، کتنے سزا یاب ہوئے اور کتنے بری ہوئے۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

ب) یہ درست نہ ہے۔

ج) یہ مقدمہ درج نہ ہوا ہے۔ لہٰذا تفصیل نہیں دی جا سکتی۔

باغ جناح میں جرائم پیشہ افراد کے خلاف کارروائی

103۔جناب شاہد محمود بٹ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ب) کیا یہ درست ہے کہ باغ جناح لاہور میں جرائم پیشہ افراد باغ میں سیر کرنے والے شریف شہریوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔

ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ دو ڈاکوؤں نے باغ جناح میں سیر کے لیے آنے والے ایک شہری کو مزاحمت کرنے پر فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا تھا۔

د) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ ڈاکو گرفتار ہو چکے ہیں اور حکومت ایسے جرائم کے خاتمہ کے لیے پارکوں میں کیا اقدامات کر رہی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

ب) یہ بات اس حد تک درست ہے کہ کبھی کبھار ایسا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ جاتا ہے۔

ج) مورخہ 29-07-97 کو چار کس ملزمان نے اسلحہ دکھا کر ایک شخص محمد نعیم ولد محمد لطیف قوم آرائیں ساکن مکان نمبر 25 گلی نمبر 6 محلہ تاج پورہ مین بازار مزنگ لاہور جو باغ جناح میں سیر کر رہا تھا سے مبلغ -/258 روپے اور ضروری کاغذات چھین لیے تھے۔ جس پر مقدمہ 268/97 جرم 392 ت۔پ تھانہ سول لائن لاہور درج رجسٹر ہوا ہے۔

(ج) مقدمہ مندرجہ بالا میں مندرجہ ذیل ملزمان گرفتار ہو کر چالان عدالت کیے جا چکے ہیں۔

1- محمد نذیر ولد محمد شریف قوم بھٹی سکنہ 1/12 تھانہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

2- محمد رمضان ولد طالب حسین قوم کمبوہ' سکنہ 1/12 تھانہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

3- غلام رسول عرف حنیف ولد رمضان عرف جان محمد قوم سندھو سکنہ 18 آئی۔ایل تھانہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ

4- محمد اسلم ولد عزیز' قوم آرائیں سکنہ 18/ آئی۔ایل تھانہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ۔

لیکن ملزمان مذکور ان سے برآمد ہونے والی پسٹل جعلی ہے۔ باغ جناح میں سیر کے لیے آنے والے شہریوں کی حفاظت کے لیے باغ کے سیکورٹی کے علاوہ مقامی پولیس بھی گشت کرتی ہے تاکہ آئندہ ایسا کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو۔

صوبہ میں جرائم کی تعداد

*1049۔جناب سعید احمد خان منیس، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

جولائی 1996ء سے ستمبر 1997ء تک صوبہ میں ہر پولیس رینج میں قتل' اقدام قتل' اغواء برائے تاوان' کار سرکار میں مداخلت' زناء بالجبر' سرقہ ڈکیتی اور رہزنی کی کتنی وارداتیں ہوئیں؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

جولائی 1996ء سے ستمبر 1997ء تک صوبہ میں قتل کی 5795 اقدام قتل 8282 ' اغواء برائے تاوان 53 کار سرکار میں مداخلت 1379' زناء بالجبر 1632' ڈکیتی 835 اور سرقہ و رہزنی کی 7368 وارداتیں ہوئیں۔ جن کی رینج وائز تفصیل ضمیمہ (الف) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

عورتوں کے لیے سب جیلوں کی تعداد

*1056۔خواجہ سعد رفیق، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبہ میں اس وقت عورتوں کی سب جیلوں کی تعداد کتنی ہے اور یہ کہاں کہاں واقع ہیں۔

(ب) ان سب جیلوں میں تعینات لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کی تعداد جیل وائز فراہم کی جائے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ کی بیشتر خواتین سب جیلوں کے انچارج مرد حضرات ہیں جس کی وجہ سے قیدی اور حوالاتی خواتین کو شدید مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

(*** تفصیل ضمیمہ (الف) اور (ب) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

د) اگر جز(ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت خواتین سب جیلوں میں صرف خواتین عملہ تعینات کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

زیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

الف) صوبہ پنجاب میں خواتین اسیران کے لیے کوئی علیحدہ سب جیل موجود نہ ہے۔ جبکہ ایک سپیشل زنانہ جیل ملتان میں واقع ہے۔

ب) صوبہ میں خواتین اسیران کے لیے سب جیل نہ ہے۔ لیکن سنٹرل اور ڈسٹرکٹ جیلوں میں لیڈیاسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کی تعداد حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام جیل	تعداد تعیناتی لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ
1-	زنانہ جیل ملتان	2
2-	سنٹرل جیل لاہور	1

مزید برآں 17 لیڈی اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کی نئی آسامیاں حکومت نے منظور کی ہیں۔ جن کی بھرتی بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی جارہی ہے۔

ج) عورتوں کے لیے سب جیل نہ ہونے کی وجہ سے درست نہ ہے۔

د) جز(ج) کا جواب نفی میں ہے البتہ صوبہ بھر کی مردانہ جیلوں میں حوالاتی خواتین کو ایک علیحدہ زنانہ وارڈ میں رکھا جاتا ہے جو خواتین عملہ کے زیر انتظام ہوتا ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ داخلہ/ جیل خانہ جات)

محکمہ پولیس میں قواعد میں نرمی کر کے بھرتی کیے گئے افراد

2۔میاں عبدالستار، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) 1985ء سے لے کر اب تک محکمہ پولیس میں کتنے افراد رولز ریلیکس (Relax) کر کے قد و چھاتی میں رعایت دے کر بھرتی کیے گئے ؟ ان کے نام، پتے ،عہدہ نیز سفارش کرنے والوں کے نام اور رولز ریلیکس کرنے والوں کے نام مع عہدہ کیا ہیں۔

ب) 1985ء سے لے کر اب تک پولیس میں بھرتی ہونے والوں میں سے کتنے افراد کے خلاف بوقت

بھرتی تھانوں میں F.I.Rs درج تھیں یا عدالتوں میں ان کے خلاف مقدمات زیر سماعت تھے۔

(ج) 1985ء سے اب تک کتنے افراد سپیشل برانچ یا پنجاب کانسٹیبلری سے ریگولر پولیس میں ضم ہوئے ان کے نام عہدے اور سفارش کنندگان کے نام کیا ہیں؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) 1985ء سے لے کر اب تک محکمہ پولیس میں کل 7155 افراد رولز ریلیکس (Relax) کر کے قد' چھاتی میں رعایت دے کر بھرتی کیے گئے ان کے نام' پتے' عہدہ' نیز سفارش کرنے والوں کے نام اور رولز ریلیکس کرنے والوں کے نام مع عہدہ کی ضلع وار تفصیل ضمیمہ بر "الف" ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) 1985ء سے لے کر اب تک پولیس میں بھرتی ہونے والوں میں سے کل 7 افراد کے خلاف بوقت بھرتی تھانوں میں ایف۔ آئی۔ آرز درج تھیں یا عدالتوں میں ان کے خلاف مقدمات زیر سماعت تھے۔ ان میں سے 4 کو ڈسچارج کر دیا گیا۔ ایک کو بحال کر دیا گیا۔ جبکہ دو کے خلاف محکمانہ کارروائی ہو رہی ہے۔

(ج) 1985ء سے اب تک 384 افراد سپیشل برانچ سے اور 4121 افراد پنجاب کانسٹیبلری سے ریگولر پولیس میں ضم ہوئے۔ ان کے نام عہدہ اور سفارش کنندگان کے نام کی تفصیل ضمیمہ "ب" کی صورت میں *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

تھانہ ربوہ میں درج مقدمہ میں ملزمان کی گرفتاری

50۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا تھانہ ربوہ چنیوٹ کی حدود واقع تعلیم اسلام ہائی سکول ربوہ کے طلباء پر حملہ کے نتیجہ میں درج مقدمہ زیر دفعہ 324/337' 148/149 ت پ میں ملوث ملزمان کو گرفتار کیا گیا ہے اگر نہیں تو ان ملزمان کو گرفتار نہ کرنے کی وجہ کیا ہے۔

(ب) تھانہ ربوہ میں مورخہ 1-5-96 کو زیر دفعہ 506/109 ت پ درج ہونے والے مقدمہ میں ملوث ایاز محمود نامی شخص کو گرفتار نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں اور اس کی گرفتاری کے لیے کیا کارروائی کی جا رہی ہے۔

(*** تفصیل ضمیمہ (الف) اور (ب) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ج) نیز مورخہ 13-10-96 کو تھانہ ربوہ میں درج مقدمہ زیر دفعہ 10/16 حدود آرڈیننس میں ملوث ملزمان کو گرفتار نہ کرنے اور مغویہ کو برآمد نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) یہ ضمنی مقدمہ نمبر 8، مورخہ 12-1-97 بجرم 337 اے 149/148,324/1 ت۔پ تھانہ ربوہ سے متعلقہ ہے۔ مقدمہ مذکور شکیل اسحاق شاکر کی درخواست پر ملزمان اقبال احمد، عبدالقیوم، فضل احمد خان، سردار احمد، عمران عرف مٹھو، عبدالغنی، محمد اکمل، محمد اکبر 8 کس نامزد و دیگر 50 کس نامعلوم کے خلاف مقدمہ درج رجسٹر ہوا۔

دوران تفتیش مسمیان اقبال احمد، عبدالقیوم، فضل احمد خان، سردار احمد، عمران عرف مٹھو، عبدالولی ملزمان گرفتار ہو کر حوالات جوڈیشل بھجوائے گئے۔ جن کے خلاف چالان مرتب کر کے مورخہ 3-2-97 کو عدالت میں بھجوایا گیا۔ جو زیر سماعت عدالت ہے۔ محمد اکمل محمد اکبر نامزدم ایف۔آئی۔آر و دیگر نامعلوم ملزمان کی تلاش جاری ہے۔ مدعی مقدمہ نے تاحال نامعلوم ملزمان کو نامزد نہ کیا ہے۔

(ب) یہ ضمنی مقدمہ نمبر 106 مورخہ 1-5-97 بجرم 109/506 ت۔پ تھانہ ربوہ سے متعلقہ ہے۔ مقدمہ مذکور مولانا اللہ یار ارشد کی درخواست پر منیر احمد خان غلام مرتضیٰ اور وسیم اللہ کے خلاف درج رجسٹر ہوا۔ درخواست میں تحریر تھا کہ یہ وقوعہ ہرسہ ملزمان نے کرنل ایاز محمود کے حکم پر کیا ہے۔ دوران تفتیش ہرسہ ملزمان گناہ گار پاکر چالان عدالت کیے گئے۔ کرنل ایاز محمود کے خلاف مدعی مقدمہ کوئی شہادت فراہم نہ کر سکا ہے۔ جو تفتیش کے دوران کرنل ایاز محمود کی ایماء ثابت نہ ہوئی ہے۔

مقدمہ ہذا میں چالان مورخہ 16-5-97 کو مرتب ہو کر زیر سماعت عدالت ہے۔

(ج) پڑتال ریکارڈ تھانہ ربوہ سے معلوم ہوا ہے کہ ماہ اکتوبر 1996ء میں کوئی مقدمہ بجرم 10/16 حدود زنا، آرڈیننس درج رجسٹر نہ ہوا ہے۔

چنیوٹ میں آتش زدگی سے متاثرہ دکانوں کے لیے معاوضہ کی ادائیگی

5۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

کیا مورخہ 6 جولائی 1996ء کو چنیوٹ میں ماتمی جلوس پر فائرنگ کے ردعمل میں دکانوں کی لوٹ مار اور آتش زدگی کے سلسلہ میں ڈپٹی کمشنر جھنگ کی طرف سے 48 لاکھ روپے بطور معاوضہ ادا کرنے کی یقین دہانی اور کرائمز برانچ کی رپورٹ کے مطابق جو لوگ مجرم ثابت ہو چکے ہیں وہ گرفتار

ہو چکے ہیں۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

مورخہ 6۔ جولائی 1996ء کو چنیوٹ میں ماتمی جلوس پر فائرنگ اور ایک عزادار کے قتل کے ردعمل میں دکانوں کی لوٹ مار اور آتشزدگی کے سلسلہ میں تھانہ سٹی چنیوٹ میں درج ہونے والے تیرہ مقدمات کی ابتدائی تفتیش مقامی پولیس نے کی،

1۔ مقدمہ نمبر 280' مورخہ 96-7-5 بجرم 149/148/190/302 ت پ تھانہ سٹی چنیوٹ

2۔ مقدمہ نمبر 282/96' بجرم 149/148/395/380/657/427/440/436 ت پ تھانہ سٹی چنیوٹ -

3۔ مقدمہ نمبر 283/96' بجرم 149/148/380/458/427/440/436 ت پ تھانہ سٹی چنیوٹ

4۔ مقدمہ نمبر 284/96' بجرم 149/148/380/458/427/440/436 ت پ تھانہ سٹی چنیوٹ

5۔ مقدمہ نمبر 285/96' بجرم 149/148/395/109/435/380/427/436 ت۔پ تھانہ سٹی چنیوٹ

6۔ مقدمہ نمبر 286/96' 149/148/395/109/435/380/427/436 ت۔پ تھانہ سٹی چنیوٹ

7۔ مقدمہ نمبر 287/96' 149/148/395/109/435/380/427/436 ت۔پ تھانہ سٹی چنیوٹ

8۔ مقدمہ نمبر 288/96' بجرم 149/148/395/109/455/380/427/440/436 ت۔پ تھانہ سٹی چنیوٹ

9۔ مقدمہ نمبر 289/96' بجرم 149/148/395/109/455/380/427/440/436 ت۔پ تھانہ سٹی چنیوٹ

10۔ مقدمہ نمبر 290/96' بجرم 149/148/395/109/455/380/427/440/436 ت۔پ تھانہ سٹی چنیوٹ

11۔ مقدمہ نمبر 291/96' بجرم 149/148/395/109/455/380/427/440/436 ت۔پ تھانہ سٹی چنیوٹ

12۔ مقدمہ نمبر 292/96' بجرم 149/148/395/109/455/380/427/440/436 ت۔پ تھانہ سٹی چنیوٹ

13۔ مقدمہ نمبر 293/96 ' بجرم 149/148/395/109/455/380/427/440/436 ت ۔ پ تھانہ سٹی چنیوٹ

مقدمہ نمبر 280/96 عزادار کے قتل کے مسئلہ میں درج رجسٹر ہوا۔ یہ مقدمہ مولوی عبدالوارث و دیگر دس اشخاص کے خلاف بر درخواست ازاں سید آصف علی شاہ درج رجسٹر ہوا۔ اس مقدمہ کی ابتدائی تفتیش مقامی پولیس ملک محمد حسین ڈی۔ایس۔پی چنیوٹ اور ریخ کرائم فیصل آباد نے کی۔ دوران تفتیش مولوی وارث و دیگران کو بے گناہ قرار دیا گیا اور مقدمہ میں رپورٹ عدم پتہ مورخہ 24/2/97 مرتب ہوئی۔

دیگر مذکورہ بالا مقدمات جو کہ دکانوں کی لوٹ مار اور آتشزدگی کے سلسلہ میں درج ہونے کی تفتیش مقامی پولیس نے کی۔ ان میں 20 اشخاص کو گرفتار کیا۔ مگر بعد میں زیر دفعہ 169 ض۔ف رہا کر دیا۔ ابتدائی تفتیش کے فوراً بعد تفتیش ریج کرائم فیصل آباد کو تبدیل ہو گئی۔ ریج کرائم فیصل آباد نے اپنی تفتیش میں ان 12 مقدمات میں کل 104 ملزمان کو اس واقعہ کا ذمہ دار قرار دیا۔ مزید براں مقامی پولیس کو حکم دیا کہ ملزمان کو گرفتار کیا جائے۔ جس وقت امثلہ جات مقامی تھانہ میں موصول ہوئیں۔ اس وقت محرم الحرام شروع ہو رہا تھا۔ چونکہ مقدمات شیعہ اور سنی اشخاص کے خلاف تھے اور جہلم بھی نزدیک آ رہا تھا۔ اگر ملزمان کی گرفتاری عمل میں لائی جاتی تو محرم الحرام اور چہلم میں کسی وقت بھی حالات سنگین ہو سکتے تھے۔ فرقہ وارانہ صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ملزمان کی گرفتاری التواء میں رکھی گئی۔ اسی دوران تمام مقدمات کی تفتیش کرائم برانچ، پنجاب کو منتقل کر دی گئی۔ جہاں ملزمان کی گناہ گاری یا بے گناہی کے بارے میں حتمی فیصلہ ہونے پر آئندہ کارروائی یعنی ان کی گرفتاری وغیرہ کا تحرک کیا جائے گا۔

جہاں تک دکانوں کے نقصان کا تعلق ہے۔ تو مقامی انتظامیہ کی رپورٹ کے مطابق نقصان کا تخمینہ -/9,65,000 روپے لگایا گیا تھا۔ تاہم فرقہ وارانہ نوعیت کے واقعات میں ہونے والے نقصان وغیرہ کا معاوضہ(compensation) موجودہ پالیسی کے زمرہ میں نہیں آتا۔

سی۔آئی۔اے پولیس لاہور کی تقسیم

55۔حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

سی۔آئی۔اے پولیس لاہور کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ہر حصہ کے ملازمین کی تعداد کتنی ہے اور سال 1994ء سے ان کے نام و عہدہ جات کی تفصیلات بتائی جائے۔ نیز وہ کتنے عرصہ سے ان مقامات پر تعینات ہیں؛

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

سی۔آئی۔اے پولیس لاہور کو کل چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن میں سی۔آئی۔اے سٹی، صدر، کینٹ، ماڈل ٹاؤن، ہیڈ کوارٹر اور کاہنہ ہیں۔ ہر حصہ کے ملازمین کی تعداد اور سال 1994ء تک ان کے نام، عہدہ جات کی تفصیل برضمیمہ(الف) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** تفصیل ضمیمہ (الف) اور کاپی اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

محکمہ کی زیر نگرانی اراضی کے کوائف

86۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبے میں اس وقت محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت و نگرانی میں کام کرنیوالے شعبہ جات کی تحویل میں کتنی اراضی ہے ان میں کتنے رقبہ جات COVERED ہیں کتنے خالی ہیں کتنے زیر کاشت ہیں اور کتنے دیگر مقاصد کے لیے زیر استعمال ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے کتنی اراضی/رقبہ کن افراد اور کن اداروں کو کتنے عرصے کے لیے لیز پر دیا ہے یا فروخت کیا ہے' نیز کن شرائط اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے دیا گیا ہے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) محکمہ جیل خانہ جات پنجاب کی تحویل میں کل 1628 ایکٹر 2 کنال 17مرلے اراضی ہے۔ اس میں 478 ایکٹر '8 مرلے رقبہ جات Covered ہیں۔ 23 ایکٹر 1 کنال 11مرلے رقبہ جات خالی ہیں اور 784 ایکٹر 1 کنال 13مرلے زیر کاشت ہیں۔ دیگر تمام تفصیلات جیل وارضمنی "الف" کے تحت ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے 24 کنال '10مرلے اراضی کریسنٹ ماڈل ہائی سکول لاہور کے حوالے کی ہے۔ جن میں سے 19 کنال 10مرلے بحکم جناب گورنر پنجاب(کاپی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) اور 5 کنال بحکم جناب وزیر اعلیٰ پنجاب (کاپی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔) دی گئی اور یہ کہ محکمہ نے کوئی اراضی فروخت نہ کی ہے اور نہ ہی لیز پر دی ہے۔

سرگودھا میں مقدمات کی تفصیل

87۔چودھری عامر سلطان چیمہ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) یکم جنوری 1996ء سے 31 مارچ 1997ء تک ضلع سرگودھا میں قتل' ڈکیتی' اغواء اور ناجائز اسلحہ کے ماہ: کل کتنے مقدمات درج ہوئے۔ تفصیل الگ الگ بتائی جائے۔

(ب) حکومت جرائم کو روکنے کے لیے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

(*** تفصیل ضمیمہ (الف) اور کاپی اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

زیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔

الف) ماہ	قتل	ڈکیتی	اغواء	ناجائز اسلحہ
جنوری 1996ء	6	-	5	82
فروری1996ء	16	2	9	68
مارچ1996ء	12	-	10	73
اپریل1996ء	16	-	13	58
مئی1996ء	16	1	26	100
جون1996ء	17	-	30	67
جولائی1996ء	24	2	23	81
اگست1996ء	19	2	18	94
ستمبر1996ء	11	-	21	82
اکتوبر1996	18	2	11	79
نومبر1996	17	2	14	50
دسمبر1996	16	4	13	75
میزان سال1996ء	188	15	193	909
سہ ماہی اول سال1997ء				
جنوری	9	-	10	111
فروری	10	1	6	101
مارچ	17	3	16	128
زان (سہ ماہی اول1997ء	36	4	32	340
(1996ء، 1997ء) کل میزان	224	19	225	1249

ب) ضلع سرگودھا میں جرائم کو روکنے کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کیے گئے ہیں۔

1۔ 24 گھنٹے کے لیے گشت کا نظام پہلے سے بہتر اور مؤثر بنایا گیا ہے۔

2۔ گزٹیڈ افسران کی بیک وقت رات کے وقت ضلع گشت کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ دو پکٹوں اور ہائی

دے بیریر پر چیکنگ کا نظام قائم کیا گیا ہے۔ ایس۔ایچ۔او اور ڈی۔پی۔او اپنے اپنے علاقہ حدود میں گشت کرتے ہیں۔

3۔ اس کے علاوہ ریسکیوون فائیو (RESCUS) ضلع میں قائم کیا گیا ہے۔ تین ٹیلی فون نمبر 15 لگائے گئے ہیں۔ جہاں پر چوبیس گھنٹے انسپکٹر کے عہدہ کا افسر اور ماتحت عملہ ڈیوٹی پر موجود ہوتا ہے۔ اگر کسی وار دات کی اطلاع ملے تو وہ انسپکٹر متعلقہ تھانہ اور دیگر گشت پر موجود پولیس کو وقوعہ کی فوری اطلاع دیتا ہے اور موقع پر پہنچنے کی اطلاع کرتا ہے اور خود بھی اپنے ماتحت عملے کے ساتھ موقع پر پہنچتا ہے۔

4۔ پولیس کی 12 ایمرجنسی گاڑیاں جن میں وائرلیس لگی ہوئی ہے۔ مگر مسلح ملازمان 24 گھنٹے سٹی سرکل میں گشت پر رہتی ہیں اور بوقت وقوعہ فوری جائے واردات پر پہنچتی ہیں۔ تاکہ ملزمان کو گرفتار کرکے ان کے خلاف فوری کارروائی کی جائے۔

5۔ مندرجہ بالا اقدامات کے نتیجے میں ڈکیتی کی وارداتیں کم ہوئی ہیں۔ فروری 1996ء میں دو مقدمات ڈکیتی کے درج ہوئے ۔ جبکہ فروری 1997 میں قتل کے 16 مقدمات درج ہوئے اور اس طرح ماہ فروری سال 1996ء میں قتل کے 16 مقدمات درج ہوئے اور اس طرح چھ مقدمات قتل کی کمی ہوئی اغواء کے مقدمات میں بھی 1996ء کے دوران 9 مقدمات درج ہوئے۔ 2 مقدمات اغوا کی کمی ہوئی۔ سال 1996ء کے پہلے تین ماہ کے کل مقدمات ناجائز اسلحہ 223 کے مقابلہ میں سہ ماہی اول سال 1997ء میں کل 340 مقدمات درج رجسٹر ہوئے۔ جو ناجائز اسلحہ کے سلسلے میں پولیس کی کارکردگی کو ظاہر کرتا ہے۔

اشتہاری ملزمان کی تعداد

100۔ چودھری زاہد محمود گورایہ: کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

اس وقت صوبے میں کل کتنے اشتہاری ملزمان ہیں اور وہ کن کن مقدمات میں مطلوب ہیں' ان کے نام و سکونت کے کوائف کیا کیا ہیں اور انکی گرفتاری کے لیے کیا اقدامات کیے جا رہے ہیں اور وہ کتنے عرصے سے اشتہاری ہیں۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ):

اس وقت صوبے میں کل چودہ ہزار دو سو اکانوے (14291) اشتہاری ملزمان ہیں۔ وہ جن

مقدمات میں مطلوب ہیں۔ جتنے عرصے سے مطلوب ہیں ان کے نام و سکونت کے کوائف کی تفصیل ضمیمہ (الف) پر ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

تھانوں کی عمارات کی تفصیل

102۔میاں عبدالستار، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

صوبہ میں کتنے تھانوں کی عمارتیں نہیں ہیں اور کتنے تھانوں کے پاس گاڑیاں نہیں ہیں تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

صوبے میں 171 تھانو ں کی عمارتیں نہیں ہیں اور 112 تھانوں کے پاس گاڑیاں نہیں ہیں۔ ریج وائز تفصیل درج ذیل ہے۔

نام ریج	تعداد تھانہ جن کی عمارتیں نہ ہیں۔	تعداد تھانہ جن کی گاڑیاں نہ ہیں۔
لاہور	37	21
گوجرانوالہ	29	15
راولپنڈی	11	-
فیصل آباد	11	8
سرگودھا	20	13
ملتان	37	22
بہاولپور	16	9
ڈی۔جی۔خان	10	24
ٹوٹل	171	112

فیصل آباد میں پولیس ملازمین کی تعداد

105۔چودھری زاہدمحمود گورایہ، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) فیصل آباد ریج پولیس میں کل کتنے اہل کار ہیں اور وہ کن کن عہدہ جات پر فائز ہیں ان میں کتنے تھانہ جات میں اور دیگر امور سرانجام دے رہے ہیں۔

(*** تفصیل ضمیمہ (الف) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) فیصل آباد رینج پولیس میں ملازمین کی مطلوبہ تعداد پوری کرنے کے لیے حکومت کیا اقدامات کر رہ ہے۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) فیصل آباد رینج پولیس میں منظور شدہ اہلکاروں کی تعداد 7795 ہے۔ ان میں 4517 اہل کار تھانہ جات میں تعینات ہیں۔ جبکہ بقایا دیگر امور جن میں پولیس لائن و دفاتر و گارد ڈیوٹی اور کچھ لیگل برانچ میں عدالتی مقدمات کی پیروی کرتے ہیں۔ ضلع وار تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اگرچہ آبادی اور جرائم کے لحاظ فیصل آباد رینج کی نفری کم ہے۔ پھر بھی کرائم کو کنٹرول کر کے لیے محکمہ پولیس اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا رہا ہے۔ حال ہی میں کنسٹیبلان کی بھرتی کی گئی ہے۔ جس میں سے 128 کانسٹیبل اور 22 ڈرائیور کانسٹیبل فیصل آباد رینج کو مہیا کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ پبلک سروس کمیشن کی وساطت سے اے۔ایس۔آئی اور ایس۔آئی عہدہ کے ملازمان کی بھرتی بھی کی جا رہی ہے۔ جس میں سے مناسب تعداد میں ان کو سب انسپکٹر اور اسسٹنٹ سب انسپکٹر مقرر کیے جائیں گے۔

تخریب کاری کے واقعات

106۔چودھری زاہدمحمود گورایہ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

سال1990ء سے اب تک صوبے کے کن کن مقامات پر بم اور تخریب کاری کے واقعات ہوئے ان میں کتنی تعداد میں انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور دیگر کتنی مالیت کا نقصان ہوا اور ایسے واقعات میں ملوث افراد میں سے کتنے گرفتار ہوئے اور کتنے واقعات کا ابھی تک سراغ نہیں لگایا جا سکا ہے، تفصیل بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

سال1990ء سے اب تک صوبے میں مختلف مقامات پر بم اور تخریب کاری کے کل 48 واقعات ہوئے ان واقعات میں229 انسانی جانیں ضائع ہوئیں اور ملوث افراد میں سے 140 افراد گرفتار ہوئے جبکہ 77 واقعات کا سراغ نہیں لگایا جا سکا مالیتی نقصان سمیت دیگر تفصیلات ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(*** تفصیل ضمیمہ (الف) اور (ب) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

محکمہ جیل خانہ جات فیصل آباد میں ملازمین کی تعداد

140-چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) محکمہ جیل خانہ جات اور اس کے ماتحت اداروں میں ضلع فیصل آباد میں کل کتنے ملازم ہیں ان کے نام، عہدہ جات، تاریخ پیدائش، تعلیم اور ڈومی سائل کے کوائف کیا ہیں نیز آغاز ملازمت سے لے کر اب تک ان کی تعیناتی کہاں کہاں رہی ہے۔

ب) اہل کاران متذکرہ کے خلاف تاریخ تعیناتی سے اب تک کن الزامات کے تحت تحقیقات ہوئیں، مقدمات درج ہوئے اور اگر بریت ہوئی تو کس مجاز اتھارٹی نے ان کو کن تاریخوں میں بے گناہ قرار دیا؟

زیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

الف) محکمہ جیل خانہ جات پنجاب کے ماتحت ضلع فیصل آباد میں دو جیلیں، ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد، اور سنٹرل جیل فیصل آباد ہیں۔ جن میں اس وقت بالترتیب 273, 325 ملازمین تعینات ہیں۔ جن کے نام، عہدہ جات، تاریخ پیدائش، تعلیم اور ڈومی سائل کے کوائف ،مہ تعیناتی(ضمنی الف) ***ایوان میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

ب) متذکرہ اہل کاران میں سے صرف 12 اہل کاران کے خلاف مختلف الزامات کے تحت محکمانہ تحقیقات ہوئیں اور کوئی مقدمہ درج نہ ہوا۔ دیگر تفصیلات ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

کیمپ جیل لاہور میں قیدیوں کی تفصیل

160-حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

لف) کیمپ جیل لاہور میں اس وقت کل کتنے قیدی ہیں۔

ب) بی کلاس میں کتنے قیدی ہیں اور عام کلاس میں کتنے ہیں۔نیز سرکاری ہسپتال میں جو قیدی زیرعلاج ہیں ان کے کوائف ،مہ تفصیل بتائی جائے۔ اور جیل کے اندر جو ہسپتال میں زیر علاج ہیں ان کی بھی تفصیل ایوان میں بتائی جائے؟

زیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

ف) اس وقت ڈسٹرکٹ جیل لاہور میں2985 اسیران مقید ہیں۔

(*** تفصیلات (الف) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) بی کلاس میں دو قیدی اور آٹھ حوالاتی مقید ہیں اور عام کلاس میں 69 قیدی اور 2906 حوالاتی مقید ہیں۔ اس وقت حوالاتی مشتاق احمد ولد وریام مورخہ 7-4-97 سے سروسز ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہے۔ جس کے کوائف لسٹ میں سیریل نمبر 43 پر ہیں۔ علاوہ ازیں 42 نفر حوالاتیاں جو جیل ہسپتال میں زیر علاج ہیں ان میں سے آٹھ نفر دماغی امراض میں مبتلا ہیں۔ باقی 34 نفر دیگر امراض میں زیر علاج ہیں۔

چوری شدہ گاڑیوں کی تفصیل

161۔حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 1996ء سے لاہور شہر میں چوری ہونے والی تمام گاڑیوں کی تعداد کیا تھی۔

(ب) جو گاڑیاں برآمد ہوئی ہیں ان کی تعداد بتائی جائے اور جو برآمد نہیں ہوئیں ان کے بارے میں بھی ایوان کو تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) سال1996ء میں لاہور شہر میں کل 975 گاڑیاں چوری ہوئیں۔

(ب) تاحال چوری شدہ گاڑیوں میں سے 277 گاڑیاں برآمد ہو چکی ہیں۔ جبکہ 698 گاڑیوں کی برآمدگی بقایا ہے جن کی برآمدگی کے لیے تمام تر ضروری اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ سابقہ ریکارڈ یافتگان کو بھی شامل تفتیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں پوری مستعدی سے کوشش کی جا رہی ہے۔

پولیس ملازمین کی ضلع وار تعداد

170۔خواجہ محمد اسلام، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبہ میں پولیس کی کیٹیگری وائز کل تعداد کتنی ہے۔ ہر ضلع کی تفصیل الگ الگ بتائی جائے۔

(ب) فیصل آباد اور لاہور میں پولیس کی تعداد کیا ہے۔ ان کے پاس موٹر سائیکل، گاڑیاں، وائرلیس سیٹ اسلحہ کی تفصیل کیٹیگری وائز بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) صوبہ میں پولیس کی کیٹیگری وائز کل تعداد (عارضی اورمستقل)92228 (بانوے ہزار دو سو اٹھائیس)۔ ضلع وارتفصیل ضمیمہ "الف" کے تحت ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** تفصیل ضمیمہ (الف) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) فیصل آباد میں پولیس کی تعداد 5066 اور لاہور میں پولیس کی تعداد 16172 ہے جبکہ دونوں اضلاع کے پاس موجود موٹر سائیکل گاڑیاں وائر لیس سیٹ اور اسلحہ کی تفصیل ضمیمہ "ب" کے تحت *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع لاہور میں گاڑیوں کی چوری

193۔حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) جنوری1996ء تا جون 1997ء کے دوران ضلع لاہور میں کتنی گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں چوری ہوئیں اور کتنی گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کے پرچہ جات درج ہوئے۔

(ب) ان چوری شدہ گاڑیوں وغیرہ میں سے کتنی برآمد ہوئیں۔ تھانہ وار تفصیلات سے ایوان کو مطلع کیا جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) جنوری1996ء تا جون 1997ء کے دوران ضلع لاہور میں کل 1418 گاڑیاں چوری ہوئیں اور 1418 ہی مقدمات درج ہوئے جبکہ اسی عرصہ میں2511 موٹر سائیکلیں چوری ہوئیں اور ان کے2511 مقدمات درج ہوئے ہیں۔

(ب) تھانہ وائز تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ایف۔ آئی۔ آر85/96 تھانہ جھاتلی میں نامزد ملزمان کی گرفتاری

213۔راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایف۔ آئی۔ آر85/96 زیر دفعہ 11/16 اسلامی حدود تھانہ جھاتلی میں مورخہ 96-7-4 کو ضلع راولپنڈی میں درج ہوا تھا۔

(ب) مذکورہ ایف۔آئی۔آر میں کتنے ملزم نامزد تھے کتنے گرفتار ہوئے اور کتنے افراد کا چالان ہوا۔

(ج) اس مقدمے کی تفتیش کس کس عہدے کے افسر نے کی اور کیا مغویہ مسماۃ شہناز کو برآمد کیا گیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے اور حکومت مغویہ کی برآمدگی کے لیے کیا اقدامات کررہی ہے۔ تفصیل بتائی جائے؟

(*** تفصیل ضمیمہ (ب) اور تھانہ وائز تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) ایف۔ آئی۔ آر میں پانچ ملزمان نامزد تھے جن میں چار ملزمان گرفتار ہو کرحوالات جوڈیشیل بند ہیں ان کے خلاف نامکمل چالان مورخہ20-1-97 کو مرتب ہو چکا ہے جبکہ ایک کس ملزم گرفتاری بقایا ہے۔

(ج) اس مقدمہ کی تفتیش محمد خان سب انسپکٹر، محمد یونس سب انسپکٹر، علی احمد اسسٹنٹ سب انسپکٹر اور محمد سعید انسپکٹر سی۔ آئی۔اے نے عمل میں لائی اور اب سب انسپکٹر غلام مصطفیٰ سی۔ آئی۔اے تفتیش کر رہے ہیں دوران تفتیش ملزم نے انکشاف کیا کہ سرور نامی شخص جو کہ پیری مریدی کرتا تھا مسماۃ شہناز قریشی کو اغواء کر کے لے گیا ہے سرور ملزم کی تلاش تندہی سے جاری ہے مغویہ کو برآمد کرنے کی ہرممکن کوشش جاری ہے بقیہ ملزمان کو گرفتار کرکے اور مغویہ کو برآمد کر کے جلد مکمل چالان پیش کیا جائے گا۔

ملزمان کی گرفتاری اور مال مسروقہ کی برآمدگی

220۔پیر سید محمد بنیامین رضوی، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ایف۔ آئی۔ آر نمبر 288/97 زیر دفعہ 395ت۔پ اور ایف۔ آئی۔ آر نمبر 59/96 تھانہ صدر منڈی بہاؤالدین میں درج کتنے ملزمان کو گرفتار کیا گیا۔ ایف۔ آئی۔ آر میں درج کتنے ملزمان کا چالان ہوا اور کتنے ملزمان سزا یاب ہوئے۔

(ب) ان ملزمان سے کتنی مالیت کا مسروقہ سامان برآمد ہو چکا ہے۔اگر مال مسروقہ برآمد نہیں ہوا تو اس کی وجہ اور اس تساہل کے ذمہ دار کون ہیں اور ان ذمہ داران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے نیز دونوں مقدمات کی تفصیل الگ الگ بتائی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) i) مقدمہ 288 مورخہ 6-7-97 بجرم 395 ت۔پ تھانہ صدر منڈی بہاؤالدین میں معقول شبہ کی بناء پر زیر دفعہ 54 ض۔ف، 2 کس ملزمان گرفتار کیے گئے دیگر 29 کس بشمول 6 سابق سزایافتہ مشکوک اشخاص کو شامل تفتیش کیا گیا۔ مقدمہ عنوان بالا میں 5 کس نامعلوم اشخاص درج کرائے گئے تھے تفتیش مقدمہ نہایت ہی محنت جان فشانی سے عمل میں لائی جا رہی ہے لیکن سردست کوئی سراغ نہ مل سکا ہے اس لیے کوئی ملزم گرفتار نہ ہوا ہے۔ اصل ملزمان تاحال ٹریس نہ ہوسے ہیں اس لیے نہ کوئی چالان ہو

ہے اور نہ ہی سزا یاب ہوا۔

ii) مقدمہ نمبر 59 مورخہ 12-2-96 بجرم 379 ت۔پ تھانہ صدر منڈی بہاؤالدین راس بھینس چوری ہونے پر ایک سال بعد درج ہوا۔ جس میں نامزد ملزمان انارا' اورنگ زیب اور جاوید تھے دوران تفتیش ان ملزمان کے خلاف کوئی ثبوت قابل گرفتاری میسر نہ آسکا علاوہ ازیں مدعی مقدمہ بھی ان کی بے گناہی کے بارے میں اپنا اطمینان کر چکا ہے۔

ہ) اصل ملزمان ٹریس نہ ہونے کی بناء پر کوئی مال مسروقہ برآمد نہ ہوا ہے دانستہ طور پر کسی سے تساہل سرزد ہونا نہ پایا گیا ہے اس لیے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی ہے دونوں مقدمات کی تفتیش نہایت ہی محنت اور جان فشانی سے کی جا رہی ہے اصل ملزمان کو ٹریس کرنے کی بھر پور کوشش کی جا رہی ہے دونوں مقدمات کی تفصیل کے لیے ایف۔آئی۔آر کی کاپی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جیل میں قیدیوں کو بیڑیاں لگانا

2۔خواجہ سعد رفیق، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ے) صوبہ کی جیلوں میں قیدیوں کو بیڑیاں لگانے کا اختیار کس افسر کو اور کس قانون کے تحت حاصل ہے۔

ہ) اس وقت صوبہ کی جیلوں میں کتنے قیدیوں کو بیڑیاں لگی ہوئی ہیں ۔ ان کے نام اور جیلوں کا نام الگ الگ بتایا جائے اور کس کے حکم پر لگائی گئی ہیں۔

) کیا یہ درست ہے کہ جیل کا عملہ قیدیوں سے رشوت لینے کی خاطر یہ بیڑیاں لگاتا ہے۔

جیل مینوئیل کب تیار کیا گیا۔ کیا حکومت اس میں تبدیلی لانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر رکھتی ہے تو کب تک' نیز بیڑیاں لگانے کے عمل کو روکنے کے سلسلہ میں حکومت کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

برخزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

ے) صوبہ کی جیلوں میں قیدیوں کو بیڑیاں لگانے کا اختیار پاکستان پریزن رولز 644(i),(ii) اور گورنمنٹ آف پنجاب ہوم ڈیپارٹمنٹ چٹھی نمبر 6/29-SO-Prs-HD/83 مورخہ 13-12-1983 کے تحت متعلقہ

(***الف آئی آر کی کاپی اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

سپرنٹنڈنٹ جیل خانہ جات کو حاصل ہے۔

(ب) اس وقت صوبہ کی جیلوں میں 318 قیدیاں کو بیڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ یہ سپرنٹنڈنٹ جیل کے حکم پر لگائی جاتی ہیں۔ جس کی تفصیل جز(الف) میں دی گئی ہے۔ قیدیاں کے نام اور جیل وارتفصیل *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ قیدیوں کو بیڑیاں قانون کے مطابق لگائی جاتی ہیں۔

(د) پاکستان پریزنز رولز مورخہ 11-4-1977 کو تیار کیا گیا اور اس میں وقت اور ضرورت کے مطابق تبدیلیاں لائی گئیں۔ جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے 1997ء کو سنٹرل جیل راولپنڈی کے معائنہ کے دوران حکم دیا کہ بیڑیاں صرف خطرناک اسیران جو کہ ڈکیتی' دہشت گردی اور جو جیل سے فرار ہوئے ہوں ان کو لگائی جائیں۔ پاکستان پریزن رولز میں مناسب ترمیم کی تجویز لاء کمیشن / وفاقی حکومت کے زیر غور ہے۔

صوبہ میں جیلوں کی تفصیل

250۔رانا ثناء اللہ خان، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) پنجاب میں کل کتنی جیلیں ہیں۔ یہ کہاں کہاں واقع ہیں اور یہ جیلیں کب تعمیر ہوئی ہیں۔ ہر جیل میں قیدی رکھنے کی گنجائش کے متعلق علیحدہ علیحدہ تفصیل فراہم کی جائے۔

(ب) پنجاب بھر کی جیلوں میں اس وقت کتنے قیدی حوالاتی' نظر بند ہیں۔ ہر جیل کی تفصیل علیحدہ علیحدہ فراہم کی جائے۔

(ج) محکمہ جیل خانہ کا کل کتنا بجٹ ہے اور محکمہ ہر قیدی' حوالاتی' نظر بند پر خوراک کی مد اور میڈیکل کی مد میں فی کس کتنی رقم خرچ کرتا ہے۔ مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) اس وقت صوبہ پنجاب میں 28 جیلیں ہیں۔ ان کی ضلع وارتفصیل بمعہ سال تعمیر ہر جیل وار *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔متذکرہ جیلوں میں 17271 قیدی/ حوالاتی رکھنے کی گنجائش ہے اور اس وقت ان میں 49031 قیدی/ حوالاتی مقید ہیں۔ جیل وارتفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

ب) پنجاب بھر کی جیلوں میں اس وقت 11074 قیدی' 37890 حوالاتی اور 67 نظر بند مقید ہیں۔ ہر جیل کی علیحدہ علیحدہ تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ج) محکمہ جیل خانہ جات کا کل بجٹ-/42,84,95000 روپے ہے اور ہر قیدی' حوالاتی اور نظر بند پر خوراک اور میڈیکل کی مد میں حکومت نے مندرجہ ذیل بجٹ الاٹ کیا ہے۔

i۔ خوراک کی مد میں 97-1996ء کا بجٹ مبلغ-/11,50,00000 روپے

ii) میڈیکل کی مد میں 97-1996ء کا بجٹ مبلغ-/85,00000 روپے

پنجاب کی جیلوں میں اسیران کی اوسطاً گنتی 49024 ہے اور فی کس اسیر کے حصہ میں رقم حسب ذیل آتی ہے۔

i) خوراک= 6.43 روپے فی کس یومیہ

ii) میڈیکل= 0.48 روپے فی کس یومیہ

مزید برآں کم سے کم خرچہ خوراک بمطابق پاکستان پریزن رولز 1978ء امسال مبلغ 9.73 روپے بنتا ہے۔ جس کے مطابق خوراک کی مد میں کل رقم مبلغ 17,41,06,284/80 روپے درکار ہیں۔ جبکہ مبلغ-/5,9106,284 روپے کم الاٹ کیے گئے ہیں۔

پولیس بھرتی کی تفصیل

25۔رانا ثناء اللہ خان، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) سال 1993ء تا فروری 1997ء تک محکمہ پولیس میں کل کتنے افراد کو بھرتی کیا گیا اور کس کس رینک میں ضلع وار تفصیل بتائی جائے۔

ب) جز(الف) میں متذکرہ افراد کو بھرتی کرتے وقت کن ضوابط/ میرٹ کو بروئے کار رکھا گیا۔ تفصیل بتائی جائے نیز کیا حکومت ان تقرریوں میں ہونے والی بے ضابطگیوں پر کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔

الف) سال 1993ء تا فروری 1997ء تک محکمہ پولیس میں کل 10,372 افراد کو بھرتی کیا گیا۔ رینک وائز اور ضلع وار تفصیل ***ایوان کی پر رکھ دی گئی ہے۔(ضمیمہ"الف")

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) متذکرہ افراد کی بھرتی متعلقہ پولیس رولز 1934ء کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔ تمام بھرتی قواعد و ضوابط کے مطابق ہوئی ہے۔ البتہ جہاں کہیں کسی امیدوار کو قد یا چھاتی میں رعایت دی گئی ہے۔ تو وہ پولیس رولز کے قاعدہ 12-43 کے تحت مجاز اتھارٹی کے حکم سے دی گئی ہے۔

جہلم میں پولیس ترقیوں کی تفصیل

277۔ چودھری سعید اقبال، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 1994ء تا مارچ 1997ء تک محکمہ پولیس جہلم میں مختلف کیڈر میں ترقی دی گئی تھی اس کی تفصیل بتائی جائے۔

(ب) یہ ترقیاں سنیارٹی پر دی گئی تھیں یا اعزازی طور پر، اگر اعزازی طور پر دی گئیں تھیں تو ان پولیس ملازمین کے مقابلوں کی تفصیل جگہ اور تاریخ جہاں پر مقابلے ہوئے ان کی تعریفی اسناد کی تفصیل بتائی جائے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کچھ ملازمین کو آؤٹ آف ٹرن ترقی دی گئی ہے۔ جو کہ سنیارٹی پر پورا نہیں اترتے تھے اگر درست ہے تو ان کے نام اور ترقی دینے والے پولیس آفیسر کے نام کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) یہ درست ہے کہ 1994ء تا مارچ 1997ء تک محکمہ پولیس جہلم میں مختلف کیڈر میں ترقی دی گئی تھی۔ تفصیل برضمیمہ جات "الف" "ب" اور "ج" ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) پولیس ملازمین کو یہ ترقیاں مختلف پولیس مقابلوں میں جرات و بہادری کا مظاہرہ کرنے، خطرناک مجرمان اشتہاری کو گرفتار کرنے اور دیگر شعبوں میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر اعزازی طور پر دی گئیں تھیں۔ جس کی تفصیل مندرجہ بالا ضمیمہ جات میں درج ہے۔

(ج) کسی ملازم کو آؤٹ آف ٹرن ترقی نہیں دی گئی۔

عطا محمد نیازی ایس۔ایچ۔او کے خلاف کارروائی

380۔ خواجہ محمد اسلام، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ عطا محمد نیازی ایس۔ایچ۔او تھانہ بڑا گھر ضلع شیخوپورہ میں تعینات ہے اگر ایسا ہے تو اس تھانہ میں وہ کب سے بطور ایس۔ایچ۔او تعینات ہے۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ایس۔ایچ۔او کا کافی دفعہ عوامی شکایات کی بناء پر تبادلہ ہوا مگر ہر دفعہ اس نے اپنا تبادلہ منسوخ کروا لیا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ایس۔ایچ۔او نے سرکاری رہائش جو کہ حکومت کی طرف سے اس کو دی گئی ہے اس میں کتے رکھے ہوئے ہیں اور ایس۔ایچ۔او باقاعدہ کتوں کی ریس اور لڑائی بھی کرواتا ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ایس۔ایچ۔او اپنے کتوں کے شوق کی وجہ سے "کتوں والا تھانیدار" کے نام سے مشہور ہے۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کے خلاف کارروائی کروانے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔

(الف) عطا محمد نیازی اس وقت بطور ایس۔ایچ۔او تھانہ بڑا گھر تعینات نہیں ہے۔ تاہم اس کی تعیناتی 19-02-97 کو بطور ایس۔ایچ۔او تھانہ بڑا گھر کے طور پر ہوئی تھی۔ اس کا تبادلہ مورخہ 04-06-97 کو ضلع شیخوپورہ سے ضلع لاہور میں کر دیا گیا ہے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے۔ مذکورہ انسپکٹر کا تبادلہ عوامی شکایات کی بنیاد پر نہیں ہوا۔ بلکہ اس کو انتظامی وجوہات کی بناء پر تبدیل کیا جاتا رہا ہے۔ مذکورہ ایس۔ایچ۔او سب سے پہلے 15-8-93 کو تھانہ بڑا گھر میں تعینات ہوا۔ 13.2 94 کو معطل ہوا اور بحال ہونے پر 19-9-96 کو دوبارہ ایس۔ایچ۔او بڑا گھر تعینات ہوا۔ دوبارہ تبدیل ہو کر وہ 15-12-96 کو پھر ایس۔ایچ۔او بڑا گھر تعینات ہوا اور 19-2-97 کو پھر ایس۔ایچ۔او بڑا گھر تعینات ہوا اور اس کا تبادلہ 4-6-97 کو ضلع شیخوپورہ سے ضلع لاہور میں کر دیا گیا ہے۔

(ج) مذکورہ ایس۔ایچ۔او نے کتے ضرور رکھے ہوئے ہیں لیکن کتوں کی ریس اور لڑائی میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔

(د) یہ درست ہے۔

(ہ) مذکورہ انسپکٹر کا تبادلہ مورخہ 4-6-97 کو ضلع شیخوپورہ سے ضلع لاہور میں کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے تعیناتی کے علاقہ میں جرائم کی شرح میں اضافہ پر اسے "شوکاز" نوٹس بھی جاری کیا گیا ہے۔

مسٹر عطا محمد نیازی کا تبادلہ

381۔خواجہ محمد اسلام، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) مسٹر عطا محمد نیازی ایس۔ایچ۔او تھانہ بڑا گھر کب سے ضلع شیخوپورہ کے مختلف تھانوں میں تعینات چلا رہا ہے۔ضلع شیخوپورہ کے ہر تھانہ میں ہر بار اس کی تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے۔

(ب) کیا مذکورہ ایس۔ایچ۔او ضلع شیخوپورہ کے تھانوں کے علاوہ کسی اور تھانہ میں بھی تعینات رہا ہے او کتنا عرصہ تک۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ جز(الف) میں بیان کردہ ایس۔ایچ۔او عرصہ دس بارہ سال سے ضلع شیخوپورہ کے مختلف تھانوں میں ایس۔ایچ۔او چلا آ رہا ہے۔

(د) اگر جز(ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کو وہاں سے تبدیل کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) تفصیل جھنڈا "الف" ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جی ہاں تفصیل جھنڈا "ب" *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جی ہاں یہ درست ہے کہ جیسا کہ جھنڈا "الف" میں بیان کیا جا چکا ہے۔

(د) مذکورہ انسپکٹر کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جا رہی ہے۔ اس کو شوکاز نوٹس جاری کرنے کے علاوہ اس تبادلہ بھی ضلع شیخوپورہ سے ضلع لاہور میں کر دیا گیا ہے۔ تبادلہ کی تاریخ 97-6-4 ہے۔

ضلع بھکر میں جرائم کی تفصیل

402۔سردار نعیم اللہ خان شاہانی، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) راجہ منظور احمد، ایس۔پی ضلع بھکر میں کتنا عرصہ تعینات رہا۔

(ب) سال 1993ء سے 1996ء کے دوران تھانہ بھکر صدر، تھانہ سرائے مہاجر، اور تھانہ منکیرہ میں قتل، ڈکیتی چوری، اغواء اور ناجائز اسلحہ کے کتنے مقدمات درج ہوئے۔ کتنے مقدمات کا چالان عدالت میں دیا جا چکا ہے اور کتنے مقدمات ابھی تک زیر کارروائی ہیں تفصیل بتائی جائے؟

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔

ف) راجہ منظور احمد ایس۔پی بطور مہتمم پولیس بھکر 93-8-1تا96-12-18 تعینات رہے۔

ہ) تھانہ وار، سال وار، مطلوبہ جرائم کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

عدلیہ کے افسران کی عدلیہ میں واپسی کے اقدامات

4۔جناب ایس۔اے۔حمید، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

ب) کیا یہ درست ہے کہ عدلیہ اور انتظامیہ علیحدہ علیحدہ ہو چکے ہیں۔

) کیا دیگر محکمہ جات میں سے بھی عدلیہ کے ارکان فارغ ہو چکے ہیں۔ اگر نہیں تو ان کے نام اور تعداد محکمہ وار بتائے جائیں۔

کیا یہ بھی درست ہے کہ عدلیہ میں جج صاحبان کی شدید کمی ہے لیکن پھر بھی عدلیہ کے ارکان انتظامیہ میں تاحال موجود ہیں۔

اگر جز(ج) کا جواب ہاں میں ہے تو حکومت ایسے تمام عدلیہ کے افسران واپس بھجوانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔

) بروئے صدارتی نوٹیفکیشن مورخہ 20 مارچ 1996ء عدلیہ اور انتظامیہ کی طور پر علیحدہ علیحدہ ہو چکے ہیں۔ حکومت پنجاب نے اس ضمن میں مختلف نوٹیفکیشن ہائے جاری کیے ہیں جن کی نقول ***ایوان کی میز پر رکھی دی گئی ہیں۔

بعض محکمہ جات سے ابھی تک عدلیہ کے ارکان کو تاحال فارغ نہیں کیا جا سکا۔ جس کی تفصیل بھی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

یہ درست ہے کہ عدلیہ میں جج صاحبان کی کمی ہے اور اس کے باوجود انتظامیہ میں تاحال عدلیہ کے ارکان موجود ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

بعض محکمہ جات سے عدلیہ کے ارکان اس لیے فارغ نہیں کیے گئے کیونکہ ان کے کام کی نوعیت قانونی اور تکنیکی ہوتی ہے اور وہ کام عدلیہ کے ارکان بہتر طور پر سرانجام دے سکتے ہیں۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

گوجرانوالہ میں جرائم کی تفصیل

471۔جناب ایس۔اے۔حمید، کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) 18۔ فروری 1997ء سے لیکر آج تک ضلع گوجرانوالہ میں قتل، ڈکیتی، اغواء اور گینگ ریپ کے ہر تھانے میں کتنے مقدمات درج ہوئے۔

(ب) ان مقدمات میں نامزد ملزمان میں سے کتنے افراد گرفتار ہوئے کتنے ابھی تک مفرور ہیں۔

(ج) جز(الف) میں قائم کیے گئے مقدمات میں سے کتنے مقدمات کا مکمل چالان عدالت میں پیش کیا جا چکا ہے اور کتنے مقدمات کا چالان ابھی تک پیش نہیں کیا گیا۔

(د) ضابطہ فوج داری کی دفعات کے تحت کتنے روز میں مقدمات کا چالان عدالت میں پیش کرنا لازمی ہے۔ اگر ان دفعات پر عمل نہیں کیا جا رہا تو متعلقہ پولیس افسران کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے اگر نہیں کی گئی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)،

(الف) ریکارڈ متعلقہ پڑتال کیا گیا ہے بمطابق ریکارڈ ضلع گوجرانوالہ میں 18 فروری 1997ء سے تاحال تھانہ وار مقدمات قتل، ڈکیتی، اغواء، گینگ ریپ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام تھانہ	قتل	ڈکیتی	اغواء	گینگ ریپ
1	سیٹلائٹ ٹاؤن	5	-	1	-
2۔	پیپلز کالونی	-	-	4	-
3۔	سول لائن	1	-	3	-
4۔	سبزی منڈی	-	-	3	-
5۔	کوتوالی	1	-	1	-
6۔	ماڈل ٹاؤن	4	1	-	-
7۔	باغبانپورہ	2	-	3	-
8۔	گرجاکھ	2	-	2	-
9۔	صدر گوجرانوالہ	6	-	4	-
10۔	کینٹ	-	-	5	-

11۔	قلعہ دیدار سنگھ	1	-	-	-
12۔	لدھیوالا وڑائچ	2	-	1	-
13۔	صدر کامونکی	1	1	11	-
14۔	سٹی کامونکی	1	-	2	1
15۔	واہنڈو	3	-	2	1
16۔	نوشہرہ ورکاں	1	-	2	-
17۔	تتلے عالی	6	-	2	-
18۔	کوٹ لدھا	2	-	1	-
19۔	صدر وزیر آباد	1	1	4	-
20۔	سوہدرہ	1	-	4	-
21۔	سٹی وزیر آباد	2	-	-	-
22۔	گکھڑ	4	-	-	-
23۔	احمد نگر	4	-	1	-
24	علی پور	2	-	2	-
	ٹوٹل میزان	52	3	58	2

(ب) ضلع گوجرانوالہ میں 18 فروری 1997ء سے لیکر 26-5-97 تک قتل، ڈکیتی، اغواء اور گینگ ریپ کے مقدمات میں ملوث نامزد ملزمان کی تعداد 184 تھی جن میں سے مقامی پولیس نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کرتے ہوئے 169 ملزمان نامزد کو گرفتار کر لیا تین ملزمان پولیس مقابلوں میں مارے گئے جبکہ اب صرف 12 ملزمان کی گرفتاری بقایا ہے۔ جن کی گرفتاری کے لیے ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔ ان ملزمان کو جلد از جلد گرفتار کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

(ج) 18۔ فروری 1997ء سے لے کر 26-5-97 تک گوجرانوالہ ضلع میں قتل، ڈکیتی، اغواء اور گینگ ریپ کے کل 115 مقدمات درج کیے گئے۔ ان مقدمات میں سے 21 مقدمات تفتیش کے بعد قابل اخراج پائے گئے ہیں۔ 6 مقدمات عدم پتہ کیے گئے۔ بقایا 88 مقدمات میں سے 82 مقدمات کو تفتیش مکمل کرنے کے بعد عدالت ہائے متعلقہ میں بھیج دیا گیا ہے۔ یہ مقدمات بغیر کسی تاخیر کے اور بہت

تھوڑے عرصہ میں تفتیش مکمل کرنے کے بعد عدالت ہائے متعلقہ میں بھجوائے گئے ہیں۔ ایک مقدمہ نمبر 77 مورخہ 24-4-97 بجرم 34/109/302 ت۔پ تھانہ کوٹ لدھا کی تفتیش سپرنٹینڈنٹ آف پولیس ریجنل کرائم لاہور عمل میں لا رہے ہیں۔ اس مقدمہ کی تفتیش مقامی پولیس نے مکمل کر لی تھی اور چالان کو عدالت میں دیا جا رہا تھا کہ اس کی تفتیش تبدیل ہوئی۔ اب صرف مقامی پولیس کے پاس 5 عدد مقدمات زیرتفتیش ہیں۔ جن میں ملزمان ابھی تک مفرور ہیں۔ قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد یہ مقدمات بھی جلد از جلد عدالت میں دیے جائیں گے۔

1۔ تفتیش تبدیل ہونے کی وجہ سے صرف ایک مقدمہ کو عدالت میں بھیجنے میں تاخیر ہوئی ہے۔ یہ تفصیل اوپر دیے گئے پیرا "ج" میں درج کر دی گئی ہے۔

2۔ 5 مقدمات ایسے ہیں جن میں ملزمان مفرور ہونے کی وجہ سے تفتیش میں تاخیر ہوئی ہے۔

(د) ضابطہ فوج داری کی دفعہ 173 کے تحت مقدمات کا چالان 14 یوم میں پیش عدالت کرنا ہوتا ہے۔ مگر بعض اوقات ملزمان کی گرفتاری میں تاخیر فریقین کی جانب سے تبدیلی تفتیش اور دیگر تکمیل طلب تفتیش امور کی وجہ سے چالان کی تیاری میں زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ جس کے لیے عدالت مجاز کو درخواست برائے التواء پیش کی جاتی ہے۔ جو معقول وجوہات کی بناء پر مقدمہ کا التواء دیتیں ہیں۔

ابھی تک کسی ایسے مقدمہ کی نشاندہی نہ کی گئی ہے۔ جس میں تفتیشی آفیسر کی لاپرواہی کی وجہ سے چالان کی تیاری یا ترسیل سے تاخیر ہوئی ہو۔ لہذا کسی ملازم کے خلاف ایسی کارروائی نہ کی گئی ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسی بات علم میں آئی تو متعلقہ ملازم کے خلاف فوری انضباطی کارروائی کی جائے گی۔

پولیس ملازمین کے ہاتھوں قتل

621۔چودھری شمشاد احمد خان، کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 25-5-97 کو کاموکے ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی سید شائق علی شاہ کو پولیس ملازمین نے تھانہ روڈ ناکہ پر ہلاک کر دیا۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ذمہ دار پولیس ملازمین کے خلاف ایف۔آئی۔آر درج کی گئی ہے۔ اگر کی گئی ہے تو اس کی تفتیش کس مرحلہ پر ہے۔ اگر ایف۔آئی۔آر درج نہیں کی گئی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر خزانہ(سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)۔

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 25-5-97 کو اے ۔ ایس ۔ آئی عاشق ہمراہی تین کانسٹیبلان ننکانہ صاحب سے تقریباً 5 کلو میٹر دور شیخوپورہ روڈ پر واقع پل بڈھا پر ناکہ ڈیوٹی کر رہے تھے۔بوقت رات 11-00 بجے ایک کار کو ٹارچ کی لائٹ سے رکنے کا اشارہ کیا۔ مگر کار ڈرائیور نہ رکا۔

کانسٹیبل نصیر احمد 1593/C جو کہ ناکہ سے 10 گز آگے بمعہ رائفل کھڑا تھا نے کار کو مشکوک سمجھتے ہوئے اسے روکنے کے لیے ٹائر پر فائر کیا لیکن آنکھوں میں کار کی لائٹیں پڑنے سے آنکھیں چندھیا گئیں اور بدقسمتی سے فائر ڈرائیور کو لگا۔ جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔

(ب) بدیں وجہ کانسٹیبل نصیر احمد 1593/C کے خلاف مقدمہ نمبر 215/97 مورخہ 26-5-97 بجرم 302 ت۔پ تھانہ صدر ننکانہ صاحب میں نامزد مقدمہ درج ہو چکا ہے۔ جس کی تفتیش سب انسپکٹر محمد اشرف تھانہ صدر ننکانہ صاحب کر رہے ہیں۔ نصیر احمد کنسٹیبل 1593/C گرفتار ہو کر حوالات جوڈیشل میں ہے۔ مقدمہ ہذا چالان مرتب ہو چکا ہے۔ جو عنقریب عدالت مجاز میں برائے سماعت دے دیا جائے گا۔ مقدمہ ہذا کی جوڈیشل انکوائری کا حکم بھی دے دیا گیا ہے۔A-C ننکانہ انکوائری افسر مقرر ہوئے ہیں۔

جناب قائم سپیکر، اب مغرب کی نماز کے لیے ہاؤس 25 منٹ کے لیے پونے چھ بجے تک کے لیے adjourn ہوتا ہے۔ دوبارہ ہم پونے چھ بجے ہاؤس میں آئیں گے۔

اجلاس وقفۂ نماز کے بعد پونے چھ بجے زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر شروع ہوا)

جناب قائم مقام سپیکر، جناب منظم جہانزیب خان وٹو کا یہ Call Attention Notice ہے ۔ جی منظم صاحب۔ (فاضل ممبر ایوان میں موجود نہ تھے)

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! فاضل ممبر تشریف نہیں لائے اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ اسے pend کر لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ اتنا اہم نوٹس کر کے وہ پھر آتے نہیں۔ آپ دیکھ لیں کہ کیا کوئی ایسا precedent ہے کہ معزز رکن کی غیر حاضری کی وجہ سے Call Attention Notice ملتوی کیا جائے؟

جناب سعید احمد خان منیس، یہ تو آپ کی مرضی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرا تو خیال ہے کہ اسے disposed of ہی سمجھا جائے گا۔

استحقاق

جناب قائم سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ میرے پاس پہلی تحریک استحقاق چودھری محمد اعظم چیمہ کی ہے - جی چیمہ صاحب۔ (فاضل ممبر ایوان میں تشریف فرما نہیں تھے) اس کو disposed of تصور کیا جائے گا۔ اس سے آگے تحریک استحقاق مولانا منظور احمد چنیوٹی کی ہے۔

(اس دوران چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب ایوان میں تشریف لائے)

چودھری صاحب! آپ کی تحریک استحقاق تو میں نے dispose of کر دی۔--- ویسے میں ایک بات عرض کروں -----

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! یہ کون سی تحریک تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ آپ کی تحریک استحقاق آئی ہوئی تھی؟

چودھری محمد اعظم چیمہ، یہ محکمہ تعلیم سے متعلقہ تھی یا محکمہ صحت سے متعلقہ تھی؟ اگر آپ نے محکمہ تعلیم کی تحریک dispose of کر دی ہے تو کوئی بات نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں' یہ محکمہ صحت کی ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، تو کیا آپ نے اس بارے میں حکم صادر کر دیا؟

جناب قائم مقام سپیکر، چیمہ صاحب' جب آپ تشریف نہیں رکھتے تھے تو پھر اسے dispose of ہی ہونا تھا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! عرض ہے کہ اس بارے میں انھوں نے وقت لیا تھا اور وہ technically dispose of نہیں ہو سکتی۔ آپ میری تھوڑی سی گزارش سنیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں - I am sorry. - میں نے نیچے دیکھا نہیں تھا کہ یہ پہلے پڑھی جا چکی ہے۔ یہ move ہو چکی ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! انھوں نے وقت لیا تھا اور وہ pending تھی' اس لیے وہ pending تصور ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، I am sorry. ----- چنیوٹی صاحب! آپ ایک منٹ کے لیے تشریف رکھیں۔

وزیر قانون صاحب! آپ کی خدمت میں میں عرض کروں گا اور ساتھ کھوسہ صاحب بھی تشریف رکھے ہیں بلکہ میرے سارے محترم منسٹر صاحبان بیٹھے ہیں - اس سے پہلے بھی ایک' دو دفعہ بات ہوئی ہے۔ یہ کیا و

ہے کہ کیا محکمہ جات آپ کے قابو میں نہیں ہیں یا وہ کام کرنا نہیں چاہتے یا پھر محکمہ جات میں ایسے لوگ ہیں کام کرنا نہیں چاہتے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔ یہاں جو تحاریک استحقاق آتی ہیں کیا آپ ان کے ے میں degradation محسوس نہیں کرتے؟ میری عرض سن لیجیے ۔ اکثر ہوتا یہ ہے کہ جب یہ تحاریک جاتی ں اور سیکرٹری صاحبان آتے ہیں وہ ایک کلرک بلا کر ڈانٹ دیتے ہیں کہ یہ ایک تحریک آئی ہے اس پر بات کرو۔ وہ ہدایت کر کے شاید وہ اس بات کو سمجھتے نہیں اور یہ پنجاب اسمبلی کا جو ادارہ ہے وہ اس کی privileges کو نہیں سمجھتے یا وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہاں پر ایک تحریک استحقاق آ گئی اور پھر کسی دوست نے اس بارے میں کہا اور وہ تحریک استحقاق واپس ہوگئی' یہ کوئی بات نہیں۔ میں یہاں پر بڑا سخت ایکشن لوں ا اور یہ میں آپ کو عرض کر دوں۔ معزز movers کی بات تو بعد میں آتی ہے۔ آپ سے میں یہ عرض کروں کہ ارے محکموں کے سیکرٹری صاحبان کو بلوا کر یہ بتا دیں کہ آئندہ اگر کسی سوال کا جواب غلط آیا تو اس کو breach of privilege of a member نہیں' بلکہ وہ پورے ہاؤس کی breach of privilege تصور ہوگی اور س پر ایکشن لینے کے سپیکر کے اختیارات ہیں اورجب وہ ایکشن لیں گے تو پھر ان کو بڑی تکلیف ہوگی۔اس سے پہلے کہ یہ آگے چلے میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ یہ بھی ذرا دیکھیں۔ یہ بری بات ہے ۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! آپ کی یہ observation اور آپ کے یہ ریمارکس تمام وزراء بڑی سنجیدگی سے سن رہے ہیں اور ان کو ہم نے نوٹ کیا ہے اور ان شاء اللہ العزیز ہماری ویسے بھی کوشش رہی ہے' مگر اب مزید کوشش کریں گے----

جناب قائم مقام سپیکر، کھوسہ صاحب! آپ میرے محترم ہیں۔ اس وقت میرے پاس چار تحاریک ہیں اور چاروں کی چاروں اسی topic پر ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے---- جی وزیر قانون صاحب! اس پر آپ کچھ فرمائیں گے۔

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)، جناب سپیکر! جس طرح کھوسہ صاحب نے فرمایا ہے جناب کی observation بالکل درست ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی محکمے کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایوان میں کسی قسم کی غلط انفرمیشن پہنچائیں۔ اس بات کا سختی سے نوٹس لیا جائے گا۔ لیکن جہاں تک ان دونوں تحاریک استحقاق کا تعلق ہے میں نے ذاتی طور پر اس بات کا نوٹس لیا ہے اور ہاؤس میں آنے سے پہلے میں نے سیکرٹری تعلیم اور سیکرٹری صحت دونوں حضرات سے یہ کہا تھا کہ وہ میرے پاس تشریف لائیں اور میں بیٹھ کر ان سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا تھا۔ اب بھی میری آپ کے توسل سے معزز ممبران سے یہ

گزارش ہوگی کہ اس معاملے کو ہم خود seriously take up کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں مجھے تھوڑ
سی مہلت دے دی جائے تاکہ میں متعلقہ افسران سے بیٹھ کر کہوں کہ وہ مکمل انکوائری کرلیں اور اس بار
میں دیکھ لیں کہ یہ جوابات کیوں غلط آئے ہیں۔ آیا یہ technically غلط دیے گئے ہیں یا کوئی rical
mistake تھی یا کوئی اور وجہ سے یہ غلطی ہوئی ہے' اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کو pend کیا جائے
تو میں اس سلسلے میں انتہائی تفصیل کے ساتھ جناب کی خدمت میں عرض کر سکوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، وزیر قانون صاحب! یہ جو تحریک استحقاق جناب چیمہ صاحب کی ہے ----

وزیر تعلیم، جناب والا! اگر ایک منٹ کی آپ مجھے اجازت دیں تو میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔

وزیر تعلیم، جناب والا! یہ دو تحاریک استحقاقات محکمہ تعلیم کے بارے میں ہیں۔ میری بات محترم چیمہ صاح
سے بھی ہوگئی تھی۔ ان کو میں نے ساری تفصیلات بتا دی ہیں اور وہ satisfied ہیں ----

جناب قائم مقام سپیکر، تحریک استحقاق کے بارے میں آپ کو پتا ہے کہ چنیوٹی صاحب تیار کھڑے ہیں۔

وزیر تعلیم، جی۔ مجھے عرض کرنے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، کیا آپ کی بات ان سے ہوگئی؟

وزیر تعلیم، جی۔ میری ان سے بات ہوگئی ہے۔ وہ بھی اس کو press نہیں کرتے۔ اور قبلہ جناب م
منظور احمد چنیوٹی کی مجھ سے بات ہوئی ہے اور وہ مجھ سے ذرا تفصیلات لینا چاہتے ہیں۔ میں نے انھیں sfy
کیا ہے' میں انھیں تفصیلات دوں گا اور بیٹھ کر ان سے بات بھی کر لوں گا۔ وہ بھی اس کو press
کرتے۔

جناب قائم مقام سپیکر، چلو۔ وہ تو آگے آتی ہے۔ چیمہ صاحب کی جو تحریک ہے وزیر قانون صاحب'
صحت صاحب! چونکہ یہ آپ سے متعلقہ بھی ہے اس سلسلے میں میں عرض کر دوں کہ آپ متعلقہ سیکریٹریز
کر چیمہ صاحب کو ساتھ بٹھا کر اس کی رپورٹ تیار کر کے سپیکر کو submit کریں گے کہ آیا یہ سہواً
ہوئیے یا اس کے پیچھے ایسے محرکات ہیں کہ اس معزز ایوان کو غلط جوابات فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کو
انکوائری رپورٹ تک مؤخر کرتے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق مولانا منظور احمد چنیوٹی کی طرف سے ہے۔
منظور احمد چنیوٹی!

سوال نمبر 354 کے غلط جواب کی فراہمی

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیربحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 21۔ اکتوبر کو میرے سوال نمبر 354 کے جزو "ب" کا جواب دانستہ طور پر غلط دیا گیا ہے۔ میرا سوال سابق ڈپٹی ی۔ای۔او مردانہ اصغر علی مونا کے متعلق تھا کہ اس پرسنگین الزامات کے تحت مورخہ 26-06-96 کو ایف۔ آئی ۔ ر نمبر 90/96 زیر دفعہ 409 محکمہ انٹی کرپشن کا جو پرچہ ہوا تھا۔ حکومت نے اس جعل سازی کے مرتکب ڈپٹی ی ای او کے خلاف کیا کارروائی کی ہے؟ اگر کوئی کارروائی نہیں کی تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟ محکمہ نے اس کا اب یہ دیا "کہ یوسف جمال خان اسسٹنٹ ڈائرکٹر نظامت انسداد و رشوت ستانی پنجاب لاہور کی رپورٹ مورخہ 17-11-9 کے تحت مقدمہ ہذا میں عائد کردہ الزامات خورد برد' رشوت' اخراجات کے ناجائز استعمال' بھتہ وغیرہ صول کرنے' ڈبل ڈومیسائل رکھنے سے بے گناہ تصور کرتے ہوئے مقدمہ ہذا سے فارغ کیا گیا ہے۔ لہٰذا محکمہ ں طرف سے مندرجہ بالا سابق ڈپٹی ڈی۔ای۔او کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کا جواز نہیں"

میرے علم اور تحقیق کے مطابق محکمہ نے یہ جواب حقائق و واقعات کے بالکل برعکس دیا ہے۔ یوسف ں نے مورخہ 17/11/96 کو اصغر علی مونا کے خلاف پرچہ خارج کرنے کی سفارش کی تھی۔ جسے محکمہ کے لیگل ڈ نے اعتراض لگا کر مسترد کر دیا اور کہا کہ چونکہ انکوائری صحیح نہیں ہوئی اس لیے پرچہ خارج نہیں ہوسکتا۔ نچہ پرچہ خارج نہیں ہوا اور محکمہ میں دوبارہ انکوائری ہو رہی ہے۔ اس مذکورہ پرچہ کے علاوہ انٹی کرپشن کے یہ دو پرچے بھی اس کے خلاف ہیں جن کی حسب ضابطہ انکوائری ہو رہی ہے۔ محکمہ نے واقعات کے خلاف ستہ طور پر غلط جواب دیا ہے اور حقائق کو چھپایا ہے۔ جس سے نہ صرف میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ پورے ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا نے۔

ب قائم مقام سپیکر، آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دیں گے؟

انا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! یہ امر واقع ہے اور منسٹر صاحب بھی تسلیم کر رہے ہیں کہ جواب غلط دیا ہے۔ اب اگر منسٹر صاحب ملزم اور جرم کے مرتکب کے خلاف فوری کارروائی کریں اور اس کی یقین دہانی ائیں تو میں اس تحریک پر زیادہ زور نہیں دوں گا۔لیکن اگر اس تحریک پر کارروائی کی یقین دہانی نہیں کراتے ھر میرا حق ہے کہ یہ جواب غلط ہے۔ کرپٹ افسر کی فائلیں دبا دی گئی ہیں اور دیدہ و دانستہ اس کو تحفظ

دیا جا رہا ہے ۔ آپ کے سامنے اس فلور پر وہ یقین دہانی کرائیں اور متعین کریں کہ کتنے دنوں میں اس کے ذ
کارروائی کریں گے۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! مولانا صاحب سے میری پہلے بھی بات ہوئی ہے اور آپ سے بھی بات کی ہے۔ آپ پوری تحریک استحقاق کو اور جو جواب آیا تھا اس کو بغور ملاحظہ فرمائیں تو اس میں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نے بوجھ کر کوئی اخفا نہیں کیا۔ جو محکمہ تعلیم سے متعلقہ سوال تھا وہ باقاعدہ طور پر درست دیا گیا۔ اور حقائق مطابق دیا گیا۔ اگر محکمہ تعلیم مزید صرف اتنا کہہ دیتا کہ باقی جتنی کارروائی ہے وہ محکمہ انٹی کرپشن میں ہوئی ہے وہ بھی کافی تھا ۔ لیکن ہم نے مولانا صاحب کی تسلی کے لیے انٹی کرپشن کے واقعات سارے جو بھی ہمار علم میں تھے وہ ان کو بتائے۔ اور یہ سوال پرانا آیا ہوا تھا ۔ اس کے جواب میں محکمہ تعلیم نے یہ کہا کہ کرپشن کے ایک آفیسر نے سفارش کی ہے کہ پرچہ خارج کر دیا جائے ۔ اس سفارش کی حد تک ہمارا علم آگے مولانا صاحب کا علم ہم سے بھی زیادہ نکلا جو انھوں نے fresh data collect کیا۔ اس میں محکمہ نے کوئی اخفا نہیں کیا۔ اس لیے میں نے مولانا صاحب کو مطمئن کیا ہے اور جو بھی محکمہ اس کے خلا کارروائی کر سکتا ہے وہ بھر پور طریقے سے کریں گے۔ ہمیں اس سے کیا ہمدردی ہوسکتی ہے؟ ایسے کرپٹ ا کے خلاف انٹی کرپشن والے انکوائری کررہے ہیں تو ہمیں اس پہ کیا reservation ہوسکتی ہے؟ اس میں نے مولانا صاحب کو پوری تسلی کروائی ہے ۔ میرے خیال میں اگر آپ اس کو dispose of کر دیں آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، مولانا صاحب! کیا آپ مطمئن ہیں؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! پچھلے دور میں اس کرپٹ افسر کے خلاف پرچہ ہوا تھا کہ لاکھوں کے اس پر ثابت ہوئے ۔ اس وقت اس دور میں' اس کرپٹ حکومت کے دور میں اس کیس کو دبا دیا گیا۔ اب ماہ تقریباً مجھے ہو گئے ہیں اس کی پیروی کرتے ہوئے لیکن ابھی تک کوئی عمل درآمد نہیں ہوا۔ اور جو جواب وہ بھی انھوں نے دیدہ و دانستہ غلط دیا۔ اب اگر اس صورت حال کے پیش نظر اس کرپٹ افسر کا تحفظ رہے کہ پیپلز پارٹی کے دور میں پرچہ ہوا اس وقت وہ دب گیا ۔ اب بھی اس کے ساتھ وہی کارروائی ہو رہے۔ پھر آخر ہم اس کے بارے میں کیا توقع رکھیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ ان کے خلاف بڑی سخت کارروائی کریں گے ۔ اور ان کو یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ کارروائی کر کے آپ کو بتائیں گے کہ یہ کارروائی ہوئی ہے ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا آپ نے اس کے لیے کوئی مدت متعین فرمائی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر، کیا پندرہ بیس دن کے اندر کارروائی کر لیں گے؟

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! ایک مہینہ دے دیں - یہ بڑا پرانا کیس ہے' اس لیے ایک مہینہ دے دیں۔ لیکن جو کارروائی ہو گی مولانا صاحب اس سے ان شاء اللہ مطمئن ہوں گے۔

وزیر تعلیم، میں اس کارروائی سے مولانا صاحب کو مطلع کروں گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، بہتر ہے - میں ان کی یقین دہانی پر اس پر زور نہیں دیتا۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کی تحریک استحقاق محکمہ تعلیم کے بارے میں ہے - اسی کمیٹی میں آپ بیٹھ کر سے دیکھ لیں۔

وزیر تعلیم، جناب چیمہ صاحب اس کو پریس نہیں کرتے۔ میری چیمہ صاحب سے بات ہوئی ہے -

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں اس کو پریس نہیں کرتا - میرے یہ مہربان ہیں - ویسے ایک مہربانی کر دیں کہ میرے اپنے گاؤں میں استانی نہیں ہے۔ یا برقعہ پہن کر یہ خود وہاں پڑھا دیں - میرے یہ دوست ہیں۔ میری ان سے زبانی بات ہوئی ہے - ان شاء اللہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔

وزیر تعلیم، جناب سپیکر! ان کے حلقے میں استادوں کی اور استانیوں کی کوئی کمی نہیں رہنے دی جائے گی -

جناب قائم مقام سپیکر، اگلی تحریک استحقاق بھی سوال کے غلط جواب سے متعلق ہے - چودھری سعید اقبال صاحب!

سوال نمبر 280 کے غلط جواب کی فراہمی

چودھری سعید اقبال، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 14۔ اکتوبر 1997ء کو محکمہ صحت نے میرے سوال نمبر 280 کے جز "الف" کا جواب دانستہ طور پر غلط دیا ہے میرا سوال یہ تھا کہ حلقہ پی پی 20 میں بنیادی مراکز صحت کی تعداد کیا ہے محکمہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ پی پی 20 (جہلم) میں بنیادی مراکز صحت کی تعداد 13 ہے جبکہ میرے سوال نمبر 279 کی جزو "د" میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ موجودہ

حکومت کی پالیسی کے تحت ہر یونین کونسل کی سطح پر ایک ایک بنیادی مرکز صحت فراہم کر دیا گیا ہے۔ اگر متذکرہ حکومتی پالیسی درست مان لی جائے تو میرے حلقہ میں یونین کونسل کی تعداد 10 ہے اور میری آبا یونین کونسل موضع بوکن میں کسی بھی جگہ پر بنیادی مرکز صحت قائم نہیں ہے تو اس طرح بقیہ 9 یونین کونسلوں میں بنیادی مرکز صحت قائم ہیں جن کی کل تعداد 9 بنتی ہے لیکن محکمہ نے غلط بیانی سے کام لے ہوئے جان بوجھ کر اور دانستہ طور پر حقائق کو مسخ کرتے ہوئے بنیادی مراکز صحت کی تعداد زیادہ بتائی ہے محکمہ صحت نے دانستہ طور پر حقائق کے بالکل برعکس جواب دیا ہے جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ لہٰذا اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہیں گے۔

چودھری سعید اقبال، جناب سپیکر! میں نے ان سے پوچھا تھا کہ آیا میری یونین کونسل میں ڈسپنسری ہے نہیں۔ وہ بھی میرے سوال میں تھا۔ اس یونین کونسل میں ڈسپنسری موجود تھی بلکہ وہ محکمہ صحت کی بجائے ضلع کونسل کے نام پر وہ رقبہ بھی انتقال ہو چکا تھا۔ وہاں پر کمرہ بھی بنا ہوا تھا۔ چار دیواری بھی بنی ہوئی تھی۔ سرخرچہ گورنمنٹ نے وہاں پر کیا ہوا تھا اور محکمے نے دو لفظوں میں یہ کہا کہ محکمہ صحت کے نام پر وہاں کوئی چیز موجود نہیں۔ حتیٰ کہ ہم نے ہر یونین کونسل کو ایک بی ایچ یو مہیا کر دیا ہے۔ اس سطح پر کوئی جواز نہیں بنتا کوئی ڈسپنسر مہیا کرنے کا اور نہ ہی علاقہ میں ڈسپنسر مہیا کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس پوری یونین کونسل میں کوئی Basic Health Centre موجود ہی نہیں۔ اسی طرح میرے حلقے میں دس یونین کونسل بنتی ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ تیرہ BHU سنٹر ہیں۔ وہ مجھے visit کرا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی وزیر قانون صاحب' آپ اس پر کچھ فرمائیں گے؟

چودھری سعید اقبال، جناب والا! اس یونین کونسل میں بی ایچ یو موجود ہی نہیں ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس سلسلے میں جناب نے پہلے بھی observation دی تھی اور ویسے اس جواب بھی محکمے کی طرف سے ابھی موصول نہیں ہوا۔ اس لیے میری جناب سے گزارش ہے کہ اسے کل کے لیے pend فرمایا جائے۔ کل میں اس کا جواب بھی دوں گا اور جو جناب نے observation دی ہے اس کی رپورٹ بھی آ جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، میری یہ اپنی تجویز ہے۔ میں اس پر رولنگ نہیں دے رہا' بلکہ یہ تجویز دے رہا ہوں اس کو pending کر لیں۔ اس دوران وزیر صحت صاحب' وزیر قانون صاحب اور سیکرٹری صحت آپس میں مل

بیٹھیں تو سہی اور دیکھیں کہ آخر یہ کم سے زیادہ کیسے ہوئی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ پیسے کھا لیے گئے ہوں اور وہ کاغذات میں بنے ہوئے ہوں؟

چودھری سعید اقبال، جناب سپیکر! یہ کہہ رہے ہیں کہ وہاں ڈی ایچ او آفس میں کوئی vacancy نہیں، جبکہ وہاں vacancy بھی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔ اس کو pend کر لیتے ہیں۔ اس دوران آپ، وزیر قانون صاحب اور وزیر صحت صاحب کے ساتھ مل کر یہ انکوائری بھی کر لیں تاکہ پتا چل جائے کہ اصل چکر ہے کیا۔

چودھری سعید اقبال، جی ٹھیک ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ ایاز امیر صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔ یہ تحریک پہلے سے pending چلی آ رہی ہے، اس کا نمبر 41 ہے۔

تحصیل تلہ گنگ ڈیوک پٹھان کے پل کی تعمیر

جناب ایاز امیر، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ڈیوک پٹھان کا پل جو کہ تلہ گنگ راولپنڈی روڈ پر واقع ہے اور یہ کراچی، راولپنڈی، پشاور، مانسہرہ کے درمیان مین روڈ ہے حال ہی میں ٹوٹ گیا ہے جس سے اس صوبے اور ملک میں خوراک، تیل اور دیگر سامان ضروریات مختلف علاقوں میں پہنچانے کے لیے انتہائی دشواری پیش آ رہی ہے اور تمام ٹریفک تبدیل ہو کر براستہ چکوال جا رہی ہے اور یہ راستہ بھی بھاری گاڑیوں کا متحمل نہیں۔ پلوں اور سڑک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ لیکن حکومت نے اس مسئلے کے حل کے لیے ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی۔ لہٰذا اس مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی معطل کی جائے اور معاملہ زیر بحث لایا جائے۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں ابتدا ہی میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ فاضل ممبر کی یہ تحریک التوائے کار نہایت اہم ہے۔ لیکن اس میں جو واقعات ہیں وہ میں آپ کی اجازت سے اور آپ کی وساطت سے یہاں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

یہ پل بہت اہم ہے۔ اس بارے میں کوئی بحث نہیں، لیکن یہ پل بڑی مدت سے بنا ہوا ہے اور اس کے جو گارڈرز ہیں وہ 1886ء میں گلیسکو سے آئے تھے اور یہ پل غالباً جنگ عظیم دوم سے پہلے کا بنا ہوا تھا اور امسال جب یہ بارشیں شروع ہوئیں 28/29 اگست 1997ء کو پانی خطرے کے نشان سے بھی تجاوز کر گیا۔ اس کے نتیجے میں پل کا زبردست نقصان ہوا، بلکہ اس کے جو pillars ہیں، وہ sink ہونا شروع ہو گئے، وہ زمین میں کھبنا شروع ہو گئے اور اس وقت تک تقریباً آٹھ، ساڑھے آٹھ انچ ایک pillar زمین میں دھنس چکا ہے۔ اس کے نتیجے میں ٹریفک بند کر دی گئی، کیونکہ گاڑیوں اور جانی نقصان کا خطرہ تھا۔ جناب والا! واقعی اس پر ٹریفک کافی ہیوی ہوتی ہے، چنانچہ Corps of Army Engineers سے رابطہ کیا گیا، نیشنل ہائی ویز اتھارٹی سے رابطہ کیا گیا تاکہ ان کے پاس جو ماہرین ہیں وہ اس کا جائزہ لیں اور اگر ہو سکے تو وہ اس کی مرمت میں اور اس کو صحیح کرنے میں حکومت پنجاب کی امداد کریں۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ Corps of Army Engineers نے بھی اور نیشنل ہائی ویز اتھارٹی نے بھی ہمیں جواب دے دیا کہ وہ اس پل کے بارے میں کچھ نہیں کر سکتے، کیونکہ اس کا اس قدر نقصان ہو چکا ہے کہ اس کی مرمت ہی ممکن نہیں۔ ہم نے Corps of Army Engineers سے یہ بھی استدعا کی کہ فوری طور پر یہاں Bailey Bridge ڈال دیا جائے۔ ٹریفک کو دیکھتے ہوئے ان کو کم از کم یہ سہولت مہیا کر دی جائے۔ چونکہ دریائے سوان کے banks اتنے steep ہیں کہ وہاں Bailey Bridge نہیں چل سکتا۔ اس کے ساتھ ساتھ محکمے نے اس پر نیا پل بنانے کی کارروائی بھی شروع کر دی تھی اور میں آپ کی وساطت سے ہاؤس کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ نئے پل کے لیے ٹینڈر 20 کو کھولے گئے۔ بعد ازاں وہ ٹینڈر accept ہو چکے ہیں اور ٹھیکے دار کو ورک آرڈر بھی جاری کر دیا ہے۔ امید ہے کہ اسے جو mobilization period چاہیے، اس کے ایک یا ڈیڑھ ماہ کے اندر نئے پل پر وہ کام شروع کر دے گا۔ موجودہ پل کو light traffic مثلاً گاڑیاں، موٹر سائیکل کے لیے کھولنے کے لیے تجربہ کیا جا رہا ہے اور وہاں پر چالیس ٹن کا وزن place کیا جا رہا ہے۔ اگر پل اسے برداشت کر جاتا ہے تو پھر تو لائٹ ٹریفک کے لیے وہ کھول دیا جائے گا اور اگر اس چالیس ٹن کے وزن کے ڈالنے سے اس میں اور کوئی تبدیلی آتی ہے تو جناب سپیکر! انسانی جانوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جو گاڑیاں وہاں سے cross کریں گی ان کے تحفظ کے لیے پھر وہ پل ناقابل استعمال declare کر دیا جائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس explanation کے بعد فاضل رکن مطمئن ہوں گے کہ حکومت کی طرف سے کم از کم کوئی کوتاہی نہیں، کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی۔ نیا پل بنانے کی خاطر فوری عمل کیا گیا، ٹینڈرز کھول دیے گئے ہیں اور وہ accept ہو چکے ہیں اور کنٹریکٹر کو کام

award ہو چکا ہے۔ تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اسے press نہیں کریں گے۔

جناب آصف علی ملک، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی فرمائیں!

جناب آصف علی ملک: جناب والا! اس پل کی اہمیت کے پیش نظر میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ کراچی، سرگودھا اور میانوالی کی تمام ہیوی ٹریفک کے لیے یہی راستہ ہے، جیسا کہ جناب وزیر مواصلات نے فرمایا۔ میں اپنے قائد محترم جناب وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر مواصلات کا ممنون ہوں۔ لیکن میں نے آپ کے گوش گزار ایک گزارش یہ کرنی ہے کہ میاں نواز شریف کے دور میں اس پل کے ساتھ دوسرے ایڈیشنل پل پر کام شروع ہوا تھا اور جیسے ہی سابقہ دور میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت آئی اس نے سب سے پہلے اس پل پر سے جاری کام کو روک دیا اور اس پل پر سے کام بند کر کے لوٹ کھسوٹ کی اور اپنی شاہ خرچیاں شروع کر دیں۔ اس نسبت میں اور ملک سلیم اقبال صاحب اس بارے میں ارباب اختیار سے ملے اور ہم ممنون ہیں کہ حکومت نے فوری طور پر دوسرے پل پر کام شروع کر دیا۔ لیکن میری گزارش ہے کہ جو ذمہ دار افراد ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ جی۔ ایاز امیر صاحب! وزیر موصوف نے جو بیان دیا ہے، انھوں نے جو وضاحت کی ہے، اس کے بعد کیا آپ اپنی اس تحریک التوائے کار کو press کرتے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ مسئلہ تو حل ہو گیا، ٹینڈرز ہو گئے، ورک آرڈر مل گیا۔

جناب ایاز امیر، جناب سپیکر! اس میں صرف ایک چیز عرض کرنی ہے کہ یہ ملک کی، کراچی اور north میں main trucking artery ہے میرے خیال میں کم از کم جو public attention واضح ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہوا۔ اس علاقے میں اور جو trucking community ہے اس میں بڑی بے چینی تھی کہ حکومت کچھ کر نہیں رہی۔ میرے خیال میں اگر سردار صاحب اس پل کی سائٹ پر visit کرلیں اور اگر تھوڑا سا splash ہو جائے کہ حکومت یہ کر رہی ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ purpose solve ہو جائے گا۔

وزیر خزانہ، جناب والا! فاضل رکن کی یہ تجویز نہایت عمدہ ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اجلاس کے ختم ہونے کے بعد اپنی پہلی فرصت میں اس پل پر ذاتی طور پر visit کروں گا اور حکومت کی جو اس وقت تک کی کوششیں ہیں وہ اجاگر بھی کروں گا اور نئے پل کی تعمیر کا اعلان بھی وہاں کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔ شکریہ۔ اس سے اگلی تحریک التوائے کار میاں عبدالستار صاحب کی ہے۔

میاں عبدالستار، جناب والا! یہ تو پڑھی جا چکی ہے۔

خان پور شہر میں قبضہ گروپس پر زیر قبضہ اراضی کی واگزاری

(بحث جاری۔۔۔۔

میاں عبدالستار (رحیم یار خان)، جناب والا! یہ پڑھی جا چکی ہے لیکن pending ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' وزیر مال!

وزیر مال (چودھری شوکت داؤد)، شکریہ جناب سپیکر! محکمہ مال نے انتقال کروا دیا ہے۔ اگر آپ فرماتے ہیں میں پورا جواب پڑھ دیتا ہوں' لیکن میں یہاں یہ ذکر کرنا ضروری سمجھوں گا کہ میاں ستار صاحب کی efforts سے اور محکمہ مال نے بھرپور ساتھ دیا۔ انھوں نے جہاں جہاں نشان دہی کی تھی ہائی وے کے نام 11 کنال تھی موضع محمد خان تحصیل خان پور میں اڑھائی ایکڑ اراضی تھی وہ بھی ہائی وے کے نام تھی۔ پھر شہر خانپور میں ہا وے کے نام ساڑھے تیرہ ایکڑ اراضی تھی اور ساڑھے گیارہ ایکڑ میونسپل کمیٹی خان پور کی تھی جس کا تمام ریکا up- to- date کیا گیا ہے اور محکمہ ریونیو نے تمام محکموں کو جہاں جہاں قبضہ گروپ تھے اور پہلے اس ریکارڈ غائب کیا ہوا تھا ہم نے ان محکموں کے نام کروا دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھی مثال ہے' ہمارے تم منتخب نمائندوں کو یہ اپنانی چاہیے۔ اس سلسلے میں میرے محکمے نے جو کردار ادا کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ بھی قابل تعریف ہے اور میں نے خود اپنا interest لے کر اور ٹیلی فون پر رابطہ قائم کر کے اگرچہ ایک مرتبہ پہلے جواب آیا' لیکن میں نے اس کو اسی لیے pend کروایا تھا تاکہ جو کام بھی ہے اس کو منطقی انج تک پہنچایا جا سکے۔ اب اس تحریک التوائے کار کی ضرورت نہیں رہتی' کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ ا لیے میری یہ گزارش ہے کہ اس کو dispose of کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی میاں صاحب!

میاں عبدالستار (رحیم یار خان)، جناب والا! جیسا کہ شوکت داؤد صاحب نے فرمایا اس میں کوئی شبہ نہیں۔ ج وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ کہا کہ قبضہ گروپوں کی نشان دہی آپ کرائیں خالی میں کراؤں گا تو میں فوری طور پ چند چیزیں جناب وزیر مال کے علم میں لایا اور اسمبلی کے فورم پر اس مسئلے کو اٹھایا۔ میں ان کا انتہائی مشک ہوں کہ انھوں نے ذاتی دل چسپی لی۔ میں سب سے زیادہ محکمہ مال کا شکر گزار ہوں کہ جن محکمہ جات کے زمین تھی وہ محکمے لینے کے لیے بھی تیار نہیں تھے۔ محکمہ مال نے اس میں ذاتی دلچسپی لے کر یہ سارا کچھ کیا۔

انتقال ہو چکے ہیں۔ میں اس سلسلے میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اپنے ان ماتحتوں کو بھی کوئی سرٹیفکیٹ دے دیں جنھوں نے یہ ہمت کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ٹھیک ہے۔

میاں عبدالستار (رحیم یار خان)، ساتھ ہی ایک گزارش یہ ہوگی کہ انھوں نے خاصا قبضہ لے لیا ہے' زیادہ رقبے کا قبضہ واپس ہو چکا ہے۔ لیکن کچھ کا stay ہے۔ یہ یقین دہانی کرا دیں کہ وہ بھی جلدی واپس کرا لیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی وزیر مال صاحب! یہ یقین دہانی کرا دیجیے۔

وزیر مال، جناب والا! جہاں تک ریکارڈ کی درستی کا مسئلہ تھا وہ ہم نے کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ اس سلسلے میں بھی جو ہماری قانونی کارورائی ہو گی میں یقین دہانی کرواتا ہوں کہ وہ کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی مہربانی - یہ dispose of ہوئی۔ تحریک التوائے کار نمبر 51 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ہے۔ یہ انھوں نے پیش کر دی تھی' لیکن وزیر قانون نے اسے pending کروایا تھا۔ لاءمنسٹر صاحب! اس پر کوئی رپورٹ آئی ہے؟

وزیرصحت (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی)، جناب سپیکر! محکمہ صحت حکومت پنجاب کی 64 ہومیوپیتھک ڈسپنسریوں کے مالی سال 98-1997ء کے دوران contingency کی sanction 28-8-97 اور 03-10-97 کو ہو چکی ہے۔ تو ضروری کارروائی کے بعد ان ڈسپنسریوں کے عملے کو تنخواہیں ادا کی جا رہی ہیں۔ جس وقت مولانا صاحب نے یہ تحریک پیش کی تھی اس وقت وہ صورت حال ضرور تھی لیکن اس کے بعد اس وقت جو نئی صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ ان کے عملے کو باقاعدگی کے ساتھ دوسرے ضلعوں کی طرح تنخواہیں ادا کی جا رہی ہیں۔ امید ہے کہ مولانا صاحب اس کو press نہیں کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ - میں جناب سعید اکبر صاحب سے درخواست کروں گا کہ جا کر مولانا صاحب کو بتا دیں کہ ان کی جو تحریک التوائے کار آئی تھی اس پر وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ ان کی تحریک آنے تک جن کو تنخواہیں نہیں ملیں اب ان کو باقاعدگی سے تنخواہیں جاری ہو گئی ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، ٹھیک ہے جی۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے جی یہ disposed of تصور ہوگی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 52 چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب کی ہے۔ یہ بھی پیش ہو چکی تھی' لیکن pending ہوئی تھی۔ جی منسٹر صاحب۔

ضلع فیصل آباد میں علاج حیوانات کے ہسپتال میں عملے کی غیر حاضری

(بحث جاری-----)

وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان): جناب سپیکر! ضلع کونسل فیصل آباد میں کل 36 وٹرنری ہسپتال اور 36 وٹرنری ڈسپنسریاں ہیں۔ جن میں جانوروں کو علاج کی سہولتیں باہم پہنچائی جاتی ہیں۔ یہ درست نہیں کہ ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں متعلقہ عملہ ' ڈاکٹرز اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہتے ہیں۔ محکمے کے افسران ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کے باقاعدہ دورے کرتے ہیں اور جو عملہ یا ڈاکٹر حضرات اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر ہوتے ہیں ان کے خلاف قواعد و ضوابط کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ ماضیٔ قریب میں ضلع فیصل آباد میں کوئی وباء نہیں پھیلی جس سے جانوروں میں کوئی غیر معمولی اموات ہوئی ہوں۔ محکمے نے گزشتہ سال 7 لاکھ' 6 ہزار' 56 جانوروں کو متعددی امراض سے بچانے کے لیے ٹیکے لگائے ہیں اور 3 لاکھ 672 جانوروں کا علاج کیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب گورایہ صاحب! آپ اس جواب سے مطمئن ہیں؟

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب سپیکر! اس بات سے کوئی بھی انکاری نہیں کہ ہماری زندگی میں سب سے اہم کردار دودھ دینے والے جانوروں اور گوشت مہیا کرنے والے جانوروں کا ہے۔ اگر ان کا properly treatment کرایا جائے تو اس کے indirectly اثرات انسانوں پر پڑیں گے اور اگر ان کا صحیح طریقے سے علاج معالجہ نہیں ہوگا تو وہ دودھ جو انسان پئیں گے یا وہ گوشت جو انسان کھائیں گے ظاہری بات ہے کہ indirectly وہ بھی بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ جناب والا! جیسا کہ ابھی وزیر صاحب نے فرمایا کہ اتنی ڈسپنسریاں اور اتنے ہسپتال اور اتنے ڈاکٹر وہاں پر علاج معالجے کے لیے رورل ایریا میں بیٹھے ہوئے ہیں۔لیکن اس کے باوجود جب بھی کسی کسان کو اپنے جانوروں کے لیے علاج معالجے کے لیے ضرورت پڑتی ہے تو وہاں ڈیوٹی پر کوئی ڈاکٹر موجود نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے آج ہر گاؤں کے اندر جانوروں میں سر فہرست گل گھوٹو کی بیماری ہے جو وبا عام پھیل رہی ہے۔ جس سے ہمارے غریب کسان بھائیوں کے جانوروں کا مالی نقصان ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم خدا کی سب سے بڑی نعمت جو دودھ اور گوشت ہے اس سے بھی محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ جہاں تک وزیر صاحب نے فرمایا کہ اتنے زیادہ ٹیکے لگا دیے گئے ہیں اس طرح سے علاج کیا جا رہا ہے یہ بات بالکل حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ اگر جانوروں کا properly علاج کیا جائے ان کو ٹیکے لگائے جائیں تو میرے خیال میں ان سب بیماریوں پر کافی حد تک کنٹرول پایا جا سکتا ہے۔لیکن بظاہر دیکھنے میں ایسی کوئی صورت حال سامنے

نہیں آئی۔ ڈاکٹر صاحبان سرکاری خزانے سے تنخواہیں لے رہے ہیں۔ لیکن علاج معالجے کے لیے وہاں ڈیوٹی پر موجود نہیں ہوتے۔

جناب قائم مقام سپیکر، انھوں نے تو آپ کو بڑے facts and figures بتائے ہیں۔ اگر آپ کی نظر میں کوئی ایسی بات ہے تو آپ point out کر دیں کہ یہ ڈاکٹر اپنے حلقے میں نہیں جاتے تاکہ اس کی انکوائری ہو جائے اور ان کے خلاف properly inquiry ہو جائے' کیونکہ جب تک ان کے خلاف کارروائی نہیں ہو گی تو اس وقت تک اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ کوئی point out کریں تاکہ وزیر صاحب وہاں پر کسی کو بھیجیں اور وہ جا کر انکوائری کرے اور لوگوں سے پوچھے کہ یہ جواب وہاں پر گیا ہے کہ اتنے لیکے لگے ہیں اور وہ لوگ بتائیں گے کہ نہیں لگے۔ تو آپ ایسا کریں کہ آپ وزیر صاحب سے مل کر ان کو point out کر دیں۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب سپیکر! میں یہاں پر تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، گورایہ صاحب! ایک منٹ۔ منسٹر صاحب کچھ فرمانے لگے ہیں۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ ، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ یہ مجھے کسی جگہ کی نشان دہی کریں کہ یہاں یہ particular cases ہوئے ہیں تو میں خود بھی جانے کو تیار ہوں۔ لیکن جہاں تک میرے محکمے کی information اور کمشنر سرگودھا کی طرف سے رپورٹ ہے کہ اس قسم کی کوئی بیماریاں یہاں نہیں پھیلیں اور نہ ہی کوئی جانور ہلاک ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے بھائی نے تحریک تو پیش کر دی۔ بہرحال' اس میں اگر کوئی حقیقت ہوتی تو مجھے اس کا یہاں اعتراف کرنے میں قطعی کوئی امر مانع نہیں تھا۔ اگر ان کے نوٹس میں ایسی بات ہے تو میں ان کو مطمئن کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں ریکارڈ درست کرنے کے لیے عرض کروں گا کہ آپ غلطی سے کمشنر سرگودھا پڑھ گئے ہیں۔ یہ کمشنر فیصل آباد کی بات ہوگی۔ اگر تو رپورٹ سرگودھا سے آئی ہے پھر تو گورایہ صاحب درست فرما رہے ہیں۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب سپیکر! یہی بات میں وضاحت کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں میں نے فیصل آباد کی بات کی ہے' سرگودھا کی نہیں کی۔ دوسرا یہ جو افسران اپنے آفس میں بیٹھ کر وزیر موصوف کو اعداد و شمار لکھ کر بھیج دیتے ہیں یہ بالکل غلط طریقہ کار ہے۔ جناب والا! ہم لوگ عملی طور پر گاؤں میں جاتے ہیں اور خود دیکھتے ہیں۔ لوگوں کی جو جائز شکایات ہوتی ہیں ان کو اس معزز ایوان میں نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کو اس ایوان میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اس لیے میری وزیر موصوف سے یہ گزارش ہے کہ اگر

موقع ملے تو خود ان حلقوں میں تشریف لائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، موقع کیا ملے آپ ان کو بلالیں وہ جائیں گے اور وہاں پر visit کریں گے۔ اسی لیے تو وہ وزیر ہیں۔ آپ ان کو بلوائیں اور پوائنٹ آؤٹ کریں۔

چودھری زاہد محمود گورایہ ، شکریہ۔ تحریک التوائے کار نمبر 53 بھی گورایہ صاحب کی ہے۔

پی پی 51 فیصل آباد کے چکوک میں سیم کا مسئلہ

چودھری زاہد محمود گورایہ ، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ میرے حلقہ پی پی 51 میں واقع چکوک چک نمبر 249 ر۔ب' چک نمبر 248 ر۔ب' چک نمبر 244 ر۔ب' چک نمبر 255 ر۔ب' چک نمبر 245 ر۔ب' چک نمبر 250 ر۔ب' چک نمبر 256 ر۔ب' چک نمبر 264 ر۔ب' چک نمبر 267 ر۔ب چک نمبر 270 ر۔ب' چک نمبر 281 ر۔ب' چک نمبر 86 ج ب' چک نمبر 87 گ ب' چک نمبر 132 گ ب' چک نمبر 131 گ ب وغیرہ میں سیم کی وجہ سے کاشت کاروں کی زمینیں مسلسل ناقابل کاشت ہو کر بنجر ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ان چکوک سے ملحقہ سیم نہر کی صفائی عرصہ دراز سے نہیں کی گئی۔ اور اسی طرح زیرزمین پانی کی سطح کم کرنے کے لیے نصب شدہ ٹیوب ویل بھی کئی سالوں سے بند پڑے ہیں۔ ٹیوب ویل کی دیکھ بھال کے عملہ اور ٹیوب ویل والے کمرہ جات کی چھتیں گر چکی ہیں۔ بجلی کی تاریں و دیگر سامان لوگ متعلقہ عملہ کی نااہلی' لاپرواہی' غفلت اور عدم توجہی کی وجہ سے چوری کر کے لے گئے ہیں۔ اس صورت حال سے نہ صرف متذکرہ چکوک کی قیمتی قابل کاشت اراضی ناقابل کاشت ہوتی جا رہی ہے بلکہ اس سے انہیں معاشی طور پر بھی شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور علاوہ ازیں اس وجہ سے مجموعی قومی ذریعہ پیداوار بھی متاثر ہو رہی ہے۔ اس پریشان کن صورت حال سے علاقے کے کاشت کاروں اور مکینوں میں شدید غم و غصہ' بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے اور وہ سرکاری اہل کاروں کی لاپرواہی کی وجہ سے حکومت کے خلاف نفرت کا اظہار کر رہے ہیں جو کہ ایک سنگین مسئلہ ہے۔

استدعا ہے کہ اس فوری عوامی اہمیت کے مسئلہ کی اس تحریک کو حسب ضابطہ قرار دیتے ہوئے اسمبلی کی معمول کی کارروائی روک کر اس پر بحث کے لیے وقت مقرر کیا جائے۔

جناب شاہد محمود بٹ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ تحریک التوائے کار کی

کاپی صرف محرک کو دی جاتی ہے یا دوسروں کو بھی دی جاتی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ اسی لیے تو انھوں نے پڑھی ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! ہمیں تو کوئی پتا نہیں چلا اس کی کاپی ہمیں بھی ملنی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ توجہ سے نہیں سن رہے ہوں گے۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! پڑھنے سے اور دیکھنے سے بہت فرق پڑتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، اگر آپ متوجہ ہوتے تو آپ کو سمجھ آجاتی۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ پھر رولز میں ترمیم لے آئیں۔ یہی ہو سکتا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! اس کی کاپی تو مہیا کی جانی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔وزیر آب پاشی۔

وزیر آب پاشی، جناب سپیکر! فاضل دوست نے جس فکر مندی کا اظہار کیا ہے اس میں کافی زیادہ حقائق ہیں۔ لیکن جناب والا! میں آپ کے سامنے موجودہ صورت حال پیش کر رہا ہوں۔ متذکرہ چکوک کے علاقہ جات میں نکاسیٔ آب کے مختلف منصوبوں کے تحت سیم نالیاں تعمیر کی گئی ہیں۔ زیادہ تر چکوک ڈجکوٹ برانچ ڈرین اور اس سے ملحقہ سیم نالیوں پر واقع ہیں۔ یہ سیم نالیاں 1987ء میں سکارپ لوئر رچنا خیر والا یونٹ کے تحت مکمل ہوئی تھیں۔ محکمے نے ان کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے گزشتہ سال سروے کر کے ان کی صفائی کے لیے تخمینہ جات تیار کر لیے ہیں اور ان کی منظوری اور فنڈز کی دست یابی کے لیے کارروائی کی جا رہی ہے۔ فنڈز مہیا ہونے پر ان کی صفائی کر دی جائے گی۔اسی طرح چکوک نمبر 244۔ رب'248۔ رب'اور 249۔ رب بسم اللہ پور tributary drain پر واقع ہیں جو کہ مدوآنہ ڈرین میں گرتی ہے۔ جب کہ چکوک نمبر 131۔ گ ب اور 132۔ گ ب احمد آباد 1-R tributary drain اور چک نمبر 87۔ گ ب اواگت برانچ ڈرین پر واقع ہے۔ یہ سیم نالیاں سمندری برانچ ڈرین میں گرتی ہیں۔ ان سیم نالیوں کی صفائی رواں مالی سال 1997-1998ء کے work plan میں شامل ہے۔ فنڈز مہیا ہونے پر ان کی بھی صفائی کر دی جائے گی۔

جناب والا! تحریک التوائے کار میں ٹیوب ویلوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کی وضاحت کرنا ضروری ہے۔مذکورہ چکوک کے رقبہ جات میں ٹیوب ویل خیر والا سب یونٹ کے تحت سال 88-1987ء میں نصب کیے

گئے اور کچھ ٹیوب ویل ستیانہ پائلٹ پراجیکٹ کے تحت سال 78-1977ء میں لگائے گئے تھے۔ جناب سپیکر! مذکورہ چکوک میں واقع ٹیوب ویل زیادہ تر ٹرانسفارمر کی خرابی یا نہ ہونے کی وجہ سے بند ہیں۔ جناب والا! چالو حالت کے ٹیوب ویل مشینری میں مختلف نقائص جیسا کہ موٹر کا جل جانا پمپ یا سٹارٹر کی خرابی کی وجہ سے بند ہونا۔ ان کی مرمت محکمہ آب پاشی کے متعلقہ عملہ کی ذمہ داری ہے۔ وہ اس کو مرمت کروا کر چلا دیتے ہیں۔ جناب والا! یہ ایک مسلسل عمل ہے ٹرانسفارمر کی درستی اور بجلی کی سپلائی میں دیگر نقائص ڈی فیوز' ایل ٹی کیبل کا جل جانا محکمہ واپڈا کی ذمہ داری ہے اور اس سلسلے میں محکمہ آب پاشی کے افسران محکمہ واپڈا کے افسران سے مختلف سطح پر نقائص کی درستی کے لیے معاملے کی پیروی کرتے ہیں۔ تاہم ٹرانسفارمر کی درستی یا ان کی تبدیلی کے لیے خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوتی۔ ستیانہ پائلٹ کے سلسلے میں ٹرانسفارمر کی درستی یا تبدیلی کے لیے محکمہ آب پاشی کے متعلقہ افسران نے چیئرمین ایریا الیکٹرک سٹی بورڈ فیصل آباد سے متعدد بار رابطہ کیا۔ ان کی یقین دہانی کے باوجود ابھی تک ٹرانسفارمر درست نہیں کیے گئے۔ محکمے کے افسران اپنی کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں جیسے ہی ٹرانسفارمر درست کر دیے گئے ٹیوب ویل چلا دیے جائیں گے۔

جناب سپیکر! سیم نالیوں کے ضمن میں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ نہ صرف فاضل رکن کے حلقے بلکہ پورے پنجاب میں ڈرینج کا نظام' آب پاشی کا نظام قابل اصلاح ہیں۔ پنجاب میں سیم نالوں کی کل لمبائی 900 میل کے لگ بھگ ہے۔ نہ صرف موجودہ سیم نالوں کی بحالی بلکہ rehabilitation پورے پنجاب میں ہونے والا ہے۔ ان میں مزید توسیع کی بھی ضرورت ہے جس کے لیے کثیر سرمایے کی ضرورت ہے۔ جب کہ حکومت کے مالی وسائل محدود ہیں۔ تاہم حکومت زرعی معیشت کی ترقی کے لیے آب پاشی اور ڈرینج کے نظام کی اصلاح کو اولیت دے رہی ہے۔ سیم نالوں کی اصلاح اور اس کی توسیع کے لیے ورلڈ بنک' ایشیائی بنک اور جاپان کے ما ادارے کے تعاون سے ایک 6 سالہ جامع پروگرام جسے نیشنل ڈرینج پروگرام کا نام دیا گیا ہے' پر عمل درآ شروع کیا جا رہا ہے۔ جس کے لیے ابتدائی کام مکمل ہو چکے ہیں۔

جناب والا! ان حالات کے پیش نظر حکومت اس مسئلے سے پوری طرح آگاہ ہے۔ اس سے نمٹنے کے اور زرعی معیشت کی ترقی کے لیے حتی الامکان کوششیں جاری ہیں۔ ان معروضات کے پیش نظر میرا خیال کہ فاضل رکن اپنی تحریک کو پریس نہیں کریں گے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ ، جناب سپیکر ! جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ پاکستان کی ترقی اور خوش حالی انحصار زراعت پر ہے۔ زراعت تب ہی فروغ پا سکتی ہے جب کسان کی زمین ٹھیک ہو۔ کسان کی بد حالی اپنی

لیکن جیسا کہ وزیر موصوف نے فرمایا کہ وہاں پر سیم نالی پر ٹیوب ویل اور ٹربائن۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ اس کو wind up کر لیں، کیونکہ وقت ختم ہو گیا ہے۔

چودھری زاہد محمود گورایہ، جناب والا! وہاں پر ٹیوب ویل کی جو ٹربائنیں جل چکی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہاں پر جتنے ٹرانسفارمر اور کیبلز تھیں ہزاروں میل لمبی وہ ساری کی ساری محکمہ کہہ رہا ہے کہ چور اتار کر لے گئے ہیں۔ جب واپڈا والوں کے پاس جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے پرچہ درج کروایا ہے جب چور پکڑے جائیں گے ان سے تاریں وصول کریں گے اس کے بعد ہم ان ٹربائنوں کو چلائیں گے۔ جناب والا! میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ تو وہی بات ہوئی کہ "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی"۔ اب وہ ان چور لوگوں کو کدھر سے پکڑیں گے؟ انھوں نے تو تاریں بیچ دی ہیں۔ یہ تو پیسے ہڑپ کر گئے ہیں۔ اب نقصان تو غریب کسان کا ہو رہا ہے۔ نقصان ہو رہا ہے غریب زمین دار کا۔ اس لیے جناب وزیر موصوف سے میری گزارش ہے کہ وہ اس کو ذاتی طور پر deal کریں اور immediately اس کے فنڈز allocate کرتے ہوئے واپڈا والوں کو instruction دیں کہ یہ جلد از جلد جس طرح سے بھی ہو سکے ان سیم ٹیوب ویلوں کو چلایا جائے۔ اور زمین کو بنجر ہونے سے بچایا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ واپڈا والوں کو instructions دیں گے؟

وزیر آب پاشی و قوت، جناب والا! واپڈا والے ابھی اتنے کمزور نہیں ہوئے کہ وہ محکمہ اریگیشن کو اپنی تاریں چوری کرنے دیں۔ وہ خود اپنا معاملہ sort out کر لیتے ہیں۔ باقی جناب والا! میں اس کیس کو واپڈا کے چیئرمین سے personally take up کروں گا۔ اور ان کو اس سلسلے میں پوری مدد دیں گے۔

صحت پر بحث

جناب قائم مقام سپیکر، جی شکریہ۔ اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب صحت پر بحث کو لیتے ہیں۔ وزیر صحت تحریک پیش کریں گے۔ جناب وزیر صحت صاحب۔ جو نئے رولز ہیں ان کے تحت کسی بھی topic پر بحث کرنے کے لیے متعلقہ وزیر پہلے تحریک پیش کرے گا۔

وزیر صحت (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی)، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ صحت پر بحث کی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ صحت پر بحث کی جائے۔ اور وزیر متعلقہ بحث کا آغاز

کریں۔ اس سے پہلے کہ میں انھیں فلور دوں میں یہ بتانا چاہوں گا کہ جو معزز اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام مجھے بھجوا دیں۔ میرے پاس ابھی تک پانچ نام آئے ہیں۔ اگر کوئی اور ساتھی اس پر بولنا چاہیں تو وہ مجھے اپنے نام بھجوا دیں۔ جو نام میرے پاس ہیں وہ میں پڑھ دیتا ہوں، چودھری محمد عارف' امتیاز علی لالیکا' محمد صدر شاکر' جناب افضل خان' جناب شاہد محمود بٹ صاحبزادہ سید احمد شرق پوری اور میاں عبدالستار۔

یہ نام چونکہ سب سے پہلے سیکرٹری صاحب کے پاس آئے تھے۔ اس لیے اسی ترتیب سے ہم ان کو لیں گے۔ میں اس میں ساتھ یہ بھی بتاتا چلوں کہ قواعد و ضوابط کے تحت وزیر بیس منٹ اور دوسرے معزز اراکین دس منٹ تک اپنی بات کریں گے۔اب جناب وزیر صحت صاحب۔

وزیر صحت، شکریہ' جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥ جناب والا! صوبہ پنجاب پاکستان میں آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے اور رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا دوسرا بڑا صوبہ ہے جس کی آبادی اس وقت ساڑھے سات کروڑ سے بھی اوپر ہے۔ اس ساڑھے سات کروڑ کی آبادی میں دو سال سے کم عمر بچوں کی تعداد 3.7 % ہے۔ اور پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کی تعداد تقریباً 17 % ہے۔

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی جی۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب والا! وزیر صاحب نے ہیلتھ پر بحث چاہی اور جناب نے حکم صادر فرمایا۔ معزز اراکین نے آپ تک اپنی چٹیں بھجوائیں۔ مگر اس گیلری میں اس بحث کو سننے والا ایک آدمی بھی موجود نہیں ہے جن کی سرکاری طور پر یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ ہماری باتیں سنیں تاکہ وہ اس پر عمل کرسکیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ یا تو اس بحث کو کل پر ڈال دیں اور ان کو پابند کریں تاکہ وہ ہماری باتیں تو سنیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، ایک منٹ تشریف رکھیں۔ محکمہ صحت کے کوئی صاحب بیٹھے ہیں؟ وزیر صحت صاحب! یہ جو دوست گیلری میں بیٹھے ہیں کیا یہ آپ کے محکمے کے ہیں؟

وزیر صحت، یہ ایڈیشنل سیکرٹری ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، پھر بات کیا ہوئی؟ آپ شروع کریں---- فرمائیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! اگر وزرائے کرام کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں بحث کا آغاز خود کریں گے تو پھر جب اراکین اسمبلی اس بارے میں تجاویز دیں گے تو پھر اس کو وائنڈ اپ کرنے کے لیے کوئی provision رکھی گئی ہے۔

ب قائم مقام سپیکر، بحث کے لیے نئے رولز آپ نے adopt کیے تھے جن کے مطابق رول (1) 243 ، تحت وزیر متعلقہ بحث کا آغاز کریں گے۔ وائنڈ اپ بھی انھوں نے ہی کرنا ہے' لازمی بات ہے۔

ب ایس اے حمید، جناب والا! اگر تو انھوں نے وائنڈ اپ بھی کرنا ہے پھر تو ٹھیک ہے۔ اگر وائنڈ اپ لریں تو پھر تمام ممبران کی بحث کا فائدہ کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

ب قائم مقام سپیکر، آپ بجا فرماتے ہیں۔ رولز میں نے تو نہیں بنائے' یہ تو اسمبلی نے بنائے ہیں۔

ب ایس اے حمید، جناب والا! میں صرف یہ پوچھتا ہوں کہ کیا منسٹر صاحب وائنڈ اپ کریں گے؟

ب قائم مقام سپیکر، ان کو کرنا چاہیے۔ وہ کیوں وائنڈ اپ نہیں کریں گے؟ وہ ضرور کریں گے۔

برصحت، جناب والا! جس دن سے ان قواعد میں تبدیلی لائی گئی ہے کہ کسی بھی محکمے پر بحث کا آغاز متعلقہ ر کرے گا اور وہ facts and figures پیش کرے گا۔

ب قائم مقام سپیکر، میں معذرت چاہتا ہوں۔ عارف چودھری صاحب۔ یا تو اس وقت ہاؤس میں نہیں تھے یا وہ سوئے ہوئے تھے۔ میں نے سب سے پہلے آپ کا نام لیا ہے۔ میرے پاس یہ جو چٹ آئی ہے وہ سب ، پہلے آپ کی آئی ہے۔ بعد میں مجھے سیکرٹری صاحب نے نام دیے ہیں جو کل پرسوں سے دوستوں نے ں دیے تھے ان میں ترتیب وار آپ چوتھے نمبر پر آگئے ہیں۔ جو کل پرسوں کے نام آئے ہوئے ہیں ان ، صاحب زادہ سعید احمد شرق پوری صاحب ہیں اور میاں عبدالستار صاحب رحیم یار خاں سے ہیں۔ میری آپ ، درخواست ہے کہ آپ attentively بیٹھا کریں۔ میں نے تو آپ کا نام سب سے پہلے لیا ہے۔ جی ہیلتھ ئر صاحب۔

یرصحت، شکریہ جناب والا! میں بحث شروع کرنے پر اپنے محترم دوست جناب ایس اے حمید صاحب کے ، نکتے کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں تاکہ کوئی ابہام نہ رہ جائے۔ آج سے چند دن پہلے جو قواعد میں تبدیلی ، گئی ہے کہ کسی محکمے پر بحث کا آغاز متعلقہ وزیر کرے گا۔ وہ جو بھی فگرز ایوان میں پیش کرے گا۔ اگر ب اس پر کوئی بحث کرنا چاہیں تو اس کی روشنی میں کریں۔ آخر میں متعلقہ وزیر پھر اس تمام بحث کو وائنڈ ب کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ میں آج آغاز کے ساتھ ساتھ آپ کی آراء کی روشنی میں اس کو وائنڈ اپ بھی روں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔

جناب والا! میں گزارش کر رہا تھا کہ پنجاب پاکستان کا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے۔ رقبے ے لحاظ سے پاکستان کا دوسرا بڑا صوبہ ہے۔ اور اس کے اندر اس وقت ساڑھے سات کروڑ سے زاید افراد بستے

ہیں۔ جن میں دو سال سے کم عمر کے بچوں کی تعداد اور تناسب % 3.7 ہے۔ اور یہ گلرز میں اپنے دوستوں کے سامنے خاص طور پر ان کی اطلاع کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ میں ان کی توجہ بھی چاہتا ہوں کہ ذرا غور فرمائیے کہ % 3.7 تناسب دو سال سے کم عمر بچوں کا ہے۔ پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کا تناسب % 16.8 ہے۔ اور جو پندرہ سال سے بھی کم عمر کے بچے ہیں ان کا تناسب % 45 ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تقریباً % 50 سے تھوڑا سا نیچے پندرہ سال سے بھی کم عمر کی آبادی ہے ہماری۔ جناب والا! اس وقت % 4.5 سالانہ آبادی میں شرح اضافہ اور % 2.75 صرف صوبہ پنجاب میں ہے۔ اور ملکی سطح پر اس آبادی کا کل اضافہ % 3 سے بھی زیادہ ہے۔ جو کہ اور بھی alarming ہے۔ اتنی بڑی آبادی کو طبی سہولیات فراہم کرنے کے لیے محکمہ صحت پنجاب کے پاس ایک لاکھ کے قریب ڈاکٹر اور طبی عملہ موجود ہے۔ لیکن بظاہر اتنی بڑی تعداد کے باوجود بھی اس آبادی کے حساب سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تعداد ناکافی ہے۔ طبی سہولیات فراہم کرنے کے لیے صوبہ پنجاب کے اندر محکمہ نے مختلف سطح پر ڈسپنسریاں' بنیادی ہیلتھ سنٹر' تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال' ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اور شہروں میں بڑے ہسپتالوں کی شکل میں ایک جال بچھایا ہوا ہے۔ جس کی تفصیل بھی میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت تقریباً 1100 کے قریب ڈسپنسریاں' Mother Child Health Centre جن کو MCH Centre کہتے ہیں۔ یہ تقریباً 450 سے بھی زائد ہیں۔ جناب سپیکر! 2450 BHUs کے قریب پورے پنجاب میں ہیں اور یہ ہر یونین کونسل کی سطح پر ایک BHU ہوتا ہے۔ ہر تھانے کی سطح پر جس کو ہم مرکز کونسل کہتے ہیں' اس کی سطح پر ایک RHC ہوتا ہے۔ ایک سنٹر کی 20 بستروں کی capacity ہے۔ یہ باقاعدہ ایک چھوٹا ہسپتال ہے۔ اس کے بعد ہر تحصیل ہیڈ کوراٹر پر ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے اور ہر ڈسٹرکٹ میں ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے۔ باقی ہمارے بڑے شہروں میں specialized ہسپتال ہیں جن میں teaching ہسپتال بھی آتے ہیں۔ ان کی تعداد 15 کے قریب ہے۔

جناب سپیکر! ان تمام کا جو infrastructure ہے۔ اس کے بارے میں' میں خاص طور پر گزارش کروں گا کہ جنوبی ایشیا میں صرف پاکستان کے اندر یہ infrastructure موجود ہے۔ اگر اس پر ہم فخر کریں تو وہ بھی صحیح ہے۔ اگر اس کی کارکردگی پر نظر ڈالیں تو وہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس پر موجودہ حکومت اور محکمہ صحت اب خصوصی توجہ دے رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ تمام ہسپتالوں پر' ڈسپنسریوں سے لے کر

teachin ہسپتالوں پر محکمہ صحت سالانہ ساڑھے سات ارب روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ یہ ساڑھے سات ارب روپیہ اس ریب قوم کے ٹیکسوں سے جمع رقوم سے' عوام کو بہتر طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے موجودہ حکومت نے گزشتہ بجٹ کے اندر اس رقم کو ترجیحی بنیادوں پر رکھا ہے۔ اس کی تفصیل بھی میں یہاں بیان کر دیتا ں۔ یہاں یہ figures بتاتے ہوئے کم از کم مجھے بحیثیت انچارج منسٹر کے بھی دکھ ہوتا ہے کہ ساڑھے چھ ب روپے کے قریب رقم غیر ترقیاتی اخراجات کے لیے رکھی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہسپتالوں کی مرمت یا خواہوں پر یہ خطیر رقم خرچ ہوتی ہے۔ اور صرف ایک ارب نو کروڑ روپیہ ترقیاتی اخراجات کی مد میں رکھا جاتا ہے۔ اس طرح یہ کل ساڑھے سات ارب روپیہ بنتا ہے۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت کے برسراقتدار آنے سے پہلے' میں یہ بات کہتے ہوئے بالکل جھجک سوس نہیں کرتا کہ سرکاری ہسپتالوں کے بارے میں ایک عام تاثر یہ تھا کہ اگر کوئی آدمی کوئی مریض ہسپتال ں جائے تو اس کے کانوں میں پہلی آواز پڑتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب موجود نہیں۔ اگر ڈاکٹر موجود ہو تو دوسری واز اس کے کان میں پڑتی ہے کہ دوائی موجود نہیں۔ اور اس کو کہا جاتا ہے کہ بابا جی' سامنے بازار سے جا کر وائی لے کر آئیں۔ جناب سپیکر! ہسپتالوں کی صورت حال اس طرح تھی کہ ایک مریض کو ایک ڈسپرین تک ملنا ی مشکل تھی۔

(اس مرحلے پر راجہ خالد خان کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین! بعض ہسپتالوں میں یہاں تک بھی تھا کہ بخار چیک کرنے والا تھرمامیٹر بھی موجود میں ہوتا تھا۔ ایسی صورت حال میں جب مارچ میں آپ کی پارٹی کی حکومت برسراقتدار آئی تو اس وقت third party سے سروے کروایا گیا تو ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی حاضری صرف 25 فی صد تھی۔ آپ اندازہ لگائیں کہ 75 فی صد عملہ غیر حاضر ہو اور 25 فی صد عملہ وہاں موجود ہو تو اس ہسپتال کی کارکردگی کیا ہوگی۔ اس کے بعد جناب وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف صاحب کی ذاتی دلچسپی اور ان کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود مختلف ہسپتالوں پر انھوں نے surprise visit کیے۔ میں خود جس حد تک بھی ممکن ہوا۔ اس وقت تک تقریباً 60 فی صد ضلعی ہسپتالوں اور تحصیل ہسپتالوں کا ذاتی طور پر visit کر چکا ہوں۔ اسی طرح محکمہ صحت کے سیکرٹری صاحبان' ایڈیشنل سیکرٹری صاحبان' ڈی۔جی یہ بھی بذات خود ہسپتالوں کی surprise checking پر جب نکلے تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ 25 فی صد جو حاضری تھی وہ آج تقریباً 55 فی صد کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اس پر بھی میں مطمئن نہیں۔ جناب چیئرمین! اس سال کے آخر تک یعنی صرف اگلے دو ماہ تک ہم نے ایک ٹارگیٹ مقرر کیا ہے کہ کم از کم

ہر ہسپتال کی حاضری ہم 80 فی صد تک لے جائیں۔ اصولی طور پر تو 100 فی صد ہونی چاہیے۔ لیکن کم از کم 80 صد کو ہم ensure کریں گے۔ آج میں آپ کی وساطت سے ہاؤس کو ensure کراتا ہوں کہ اگر تنقید برائے تنقید کرنی ہے، وہ تو ہر کسی کا حق ہے۔ لیکن جہاں تک تنقید برائے اصلاح کا تعلق ہے۔ میں 100 فی صد ا کو خوش آمدید کہتے ہوئے یہاں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں خود سب سے بڑا critic ہوں۔ میں ذاتی طور ہسپتالوں کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ لیکن جناب چیئرمین! آج میں خود یہ کہ ہوئے تھوڑی سی خوشی محسوس کرتا ہوں کہ اب جہاں بھی ہسپتال ہیں، میں جاتا ہوں تو اس کی حالت پہ سے بہتر ہے۔ میں پھر کہوں گا کہ بالکل بہتر نہیں، لیکن پہلے سے بہتر ہے، جناب چیئرمین! جہاں اتنے سالو کا گند اکٹھا ہو۔ جہاں ان ہسپتالوں پر اتنے سالوں پر محیط توجہ ہی نہ دی گئی ہو۔ اتنا اہم شعبہ جس کا ہماری صحت سے تعلق ہے اور صحت کے ساتھ مجموعی طور پر بحیثیت قوم ہماری کارکردگی پر اثر پڑتا ہے۔ وہاں اس کو ا نظرانداز کیا گیا۔ کوئی accountability نہیں تھی۔ کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ آج اگر آپ صبح آٹھ نو ہسپتالوں میں جائیں تو ڈاکٹروں کی کثیر تعداد وہاں موجود ہوگی۔ کیونکہ ان کو پتا ہے کہ کسی وقت بھی چیکنگ ہو سکتی ہے۔

جناب چیئرمین! خاص طور پر آپ کی وساطت سے جناب اپوزیشن لیڈر صاحب کی توجہ بھی ضرور چاہو گا۔ جس طرح کہ وہ ہمیشہ فرماتے ہیں کہ تنقید برائے تنقید کریں۔ آپ ہماری اصلاح کے لیے ایک بہتر را دکھانے کے لیے اپنی آراء سے مستفید فرماتے ہیں۔ اب میں آپ کی توجہ ایک ایسے مسئلے کی طرف دلاتا ہوں جس کو سن کر کم از کم آپ جیسے دھیمے مزاج کے آدمی کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

جناب چیئرمین! ورلڈ بنک نے، ایشین بنک نے، جرمنی نے اور برطانیہ نے سوا دو ارب روپے گرا کی شکل میں حکومت پنجاب کو دیے۔ ذرا غور کیجیے، سوا دو ارب روپے 1993ء میں دیے کہ اپنے ہسپتالوں کی حا بہتر بنائیں۔ اپنے ہسپتالوں، ڈسپنسریوں اور BHUs کو آپ equip کریں۔ مزید نرسنگ سکول بنائیں۔ جنا چیئرمین! آپ حیران ہوں گے کہ گزشتہ تین سال میں جب اس ملک پر ایک سیاہ تاریک رات چھائی ہوئی تھی۔ ا حکومت کے اس محکمے کے جو وزراء صاحبان تھے۔ صرف اسی ادھیڑ بن میں رہے کہ ہمارا اس میں حصہ کتنا ہے۔ وہ سوا دو ارب روپیہ استعمال نہیں ہو سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان ملکوں کے سفیر، ان ملکوں کی حکومتیں پہلے خطوط کے ذریعے ہمیں تنبیہہ کرتی رہیں۔ پھر بذات خود آ کر انھوں نے کہا کہ اگر آپ ہماری دی ہوئی رقوم، گرانٹ کی شکل میں ہے، استعمال ہی نہیں کر سکتے، آپ اتنی اہلیت ہی نہیں رکھتے تو ہم یہ رقم واپس لے جا

ہیں۔ کیونکہ ہم نے ایشیا کے لیے، ہم نے برصغیر کے لیے اتنی خطیر رقم دی تھی۔ اگر پاکستان کا صوبہ پنجاب اس سے فیض یاب نہیں ہو سکتا تو ہم اس رقم کو انڈیا کے پنجاب میں لے جاتے ہیں۔ جناب چیئرمین! اس وقت یہ ایک امتحان کی گھڑی تھی کہ سوا دو ارب روپے کی خطیر رقم جس سے ہماری ایک ڈسپنسری سے لے کر teaching ہسپتال تک اور اس کے درمیان بڑی لمبی تفصیل جو کہ میرے پاس موجود ہے کہ کتنے پبلک ہیلتھ نرسنگ سکول، کتنے ہسپتال، کتنے equipment یہ تمام ڈھانچے کا ڈھانچہ دھڑان سے اوپر آ گرتا اگر قائد ایوان میاں شہباز شریف اس میں ذاتی دل چسپی نہ لیتے۔ میں آج پورے ہاؤس کی وساطت سے قائد محترم میاں شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان کی ذاتی دل چسپی کی وجہ سے، انھوں نے گھنٹوں جرمنی کے سفیر کے ساتھ، ورلڈ بنک کے ساتھ، ایشین بنک کے ساتھ اور برطانیہ کی جو donor ایجنسیاں ہیں۔ ان کے ساتھ مذاکرات کر کے ان کو یہ یقین دہانی کرائی کہ ہمیں تھوڑی سی مہلت دے دیں۔ کیونکہ یہ مہلت 30 جون 1997ء کو ختم ہو چکی تھی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ یہ پوری کی پوری رقم جو پچھلے چار سال میں استعمال نہیں ہو سکی اور ہم اس کو واپس لے جاتے ہیں۔ ان کو یقین دہانی کرائی کہ جناب ہمیں آپ صرف ایک سال کی extension دے دیں تو ہم آپ کی توقعات پر پورا اتریں گے۔ تو جناب والا! میں یہ خوش خبری سناتا ہوں کہ گزشتہ تین چار ماہ میں ہم نے اس سمت میں جو پیش رفت کی اور جو مثبت قدم اٹھائے۔ وہ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں محکمہ صحت کی کارکردگی پر ہمیشہ تنقید کی جاتی ہے۔ وہاں اس کے account میں یہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ باقی ساری باتیں اپنی جگہ پر لیکن اس second family health project کے سلسلے میں جو محکمے نے کارکردگی کی۔ میں خود بڑا تنقید کرنے والا ہوں۔ میں آج فخر محسوس کر رہا ہوں کہ وہ رقم اس وقت تک جو آج کی figures ہیں تقریباً پچاس فی صد ہم خرچ کر کے اس کا ایک ڈھانچہ اور ان کی requirement کے مطابق وہ تمام کام کر چکے ہیں اور صرف چند ماہ میں کر چکے ہیں۔ ان کی مانیٹرنگ بھی وہ خود ایجنسیاں کرتی ہیں۔ مینڈر بھی ان کی ایجنسیاں خود مانیٹر کرتی ہیں۔ اس میں باقاعدہ ایک علیحدہ ونگ بنایا گیا ہے جس کو پوری اٹانومی دی گئی ہے۔ ان کے اپنے پروجیکٹ ڈائرکٹر ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے کہا کہ اس کو ایک پرائیویٹ فرم کے طور پر چلائیں۔ یہ کوئی محکمانہ جاتی جو ایک سرخ فیتے کی نذر ہوتے ہیں اس طرح نہ چلائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج وہ کام جو تین سال پہلے ہو جانے چاہییں تھے آج میرے ہر ضلع کے اندر تیس اضلاع کے اندر نرسنگ سکول، پبلک ہیلتھ سنٹر، ہمارے مختلف جو ہیلتھ سنٹرز ہیں ان کی اپ گریڈیشن اور آلات کے لیے مینڈر یہ سارے کام ہو چکے ہیں اور definitely چھ ماہ کے بعد جب یہ فنکشنل ہوں گے تو اس وقت اس کا نتیجہ عوام کے سامنے

آئے گا۔ اس کی اور بھی بہت سی تفصیلات ہیں جن کیوجہ سے یہ بات کافی لمبی ہو جائے گی۔ میں اس وقت آپ کی خدمت میں تھوڑی سی figures پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہمارے پاس مجموعی طور پر ڈسپنسریوں سے لے کر ٹیچنگ ہسپتالوں تک تقریباً 32 ہزار بیڈوں کیگنجائش ہے۔ اس کے علاوہ سیلاب کے دوران اور یہ جو گزشتہ سیلاب گزرا ہے اس کے دوران پہلے صرف غلہ پڑی ہوتی تھی' اس دفعہ محکمے نے جس اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جن علاقوں میں سیلاب آیا اور وہ تباہ کاریاں مچاتا ہوا گزر گیا ان میں متعدی امراض پر قابو پانے کے لیے محکمے کے عملے نے جو دن رات کوشش کی' میں خود اس کا عینی شاہد ہوں۔ اس نے ملیریا' تپدق' ایڈز' جزام' اسہال اور پیچش کے امراض کو روکنے میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ صرف ملیریا کی روک تھام کے لیے 138 ٹن میلاتھیان ایک دوائی ہے جو ہم نے پورے پنجاب کے مختلف علاقوں میں سپرے کی ہے۔ متعدی امراض سے بچاؤ کے جو انجکشن لگائے گئے ہیں' میں اس کی تفصیل بھی پیش کرنی چاہتا ہوں کہ بی سی جی 20 لاکھ 55 ہزار 996 انجکشن لگائے گئے۔ ڈی پی ٹی 92 لاکھ 82 ہزار' پولیو کے لیے تقریباً 65 لاکھ کے قریب انجکشن لگائے گئے۔ خسرہ کے لیے 17 لاکھ انجکشن لگائے گئے۔ حاملہ عورتوں کو متعدی امراض سے بچانے کے لیے تقریباً 25 لاکھ انجکشن لگائے گئے۔ اس طرح ایڈز کی بیماری جو کہ عالمی سطح پر ایک خطرہ بنی ہوئی ہے اور اس کی لپیٹ میں جنوب مشرقی ایشیاء کے ممالک بھی پائے گئے ہیں۔ پاکستان عالمیادارہ صحت کے تعاون سے اس سلسلے میں خاطر خواہ اقدامات کر رہا ہے جس میں مرض کی تشخیص اور انسدادی تدابیر شامل ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کی واضح ہدایات کے مطابق پیچش اور اسہال کی بیماری کے مرض کو روکنے کے لیے نمکول کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ 11 لاکھ 87 ہزار کے قریب نمکول کے پیکٹ تقسیم کیے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس وقت میرے ہر دوست کو جو ایک مجموعی شکایت ہے وہ یہ ہے کہ ان کے علاقوں میں جو بنیادی مراکز صحت اور رورل ہیلتھ سنٹرز ہیں ان میں عملے کی کمی ہے۔ اب اس کو غیر حاضری سے تعبیر کریں یا بنیادی طور پر وہاں عملہ ہی موجود نہیں۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے حکومت پنجاب نے ایک ایسی سکیم کا اجراء کیا کہ کنٹریکٹ پر ڈاکٹروں کی بھرتی کی اور پاکستان کی ہسٹری میں پہلی دفعہ ہم نے یہ چیز متعارف کرائی ہے' کیونکہ اس کا اور کوئی علاج نہ تھا۔ میں اس کی یوں مثال دیتا ہوں کہ اگر راجن پور یا رحمان کے کسی بنیادی مرکز صحت میں آپ راولپنڈی کے کسی ڈاکٹر کو لگائیں تو سچی بات یہ ہے کہ وہ وہاں نہیں جائے گا۔ اسی طرح اگر نارووال' سیالکوٹ کے یا بارڈر کے کسی بنیادی مرکز صحت میں آپ کسی صادق آباد یا رحیم یار خان کے ڈاکٹر کو لگائیں تو وہ وہاں نہیں جائے گا۔ شاید پیپروں پر تو وہ وہاں ہو لیکن گراؤنڈ پر وہ نہیں ہوتا تھا۔ اس کے

حل کے لیے محکمے نے، میں نے، جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے گھنٹوں بیٹھ کر اس کا حل نکالا اور پھر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اس یونین کونسل میں کہ جس میں وہ بنیادی مرکز صحت ہے، اسی یونین کونسل کے رہائشی ڈاکٹر کو وہاں تعینات کیا جائے۔ اس لیے ایک تو وہ اس علاقے سے واقف ہے۔ اس علاقے کے لوگوں کو نام اور چہرے سے جانتا ہے۔ اس کی وہاں اپنی چھوٹی موٹی برادری بھی ہوگی اور وہ آسانی سے وہاں رہائش بھی رکھ سکتا ہے اور پھر پہلے اُٹ کام تھا کہ جو دیہات میں جانے اُلٹا اس کی تنخواہ اور اس کے الاؤنسز شہر میں رہنے والے ڈاکٹر سے کم تھے۔ ایک تو وہ شہر کی رنگینیوں کو چھوڑ کر جائے اور دوسرے اس کو اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے تنخواہ اور الاؤنس بھی کم ملیں۔ ہم نے اب اس کا اُلٹ حساب کیا ہے۔ اس کو مراعات دی ہیں اور وہ مراعات کیا دی ہیں؟ یہ بات آپ کے لیے اطمینان کا باعث ہو گی کہ 17 سکیل کی زیادہ سے زیادہ تنخواہ جو کہ تقریباً 9 ہزار روپیہ ہے وہ ہم نے ان کو دی ہے اور ساتھ ہی ہم نے ان کو کہا ہے کہ آپ یہاں سے ٹرانسفر نہیں ہوں گے۔ آپ یہیں رہیں گے۔ لہٰذا مستقل بنیادوں پر اپنے بچوں کو سکولوں میں بھی داخل کرائیں۔ اپنا گھر بار اور اپنی کوئی اگر شام کی پریکٹس یا کوئی اگر کلینک کھولنا چاہیں اس کی بھی آپ کو اجازت ہے، لیکن صرف ہماری ایک شرط ہے۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ جس دن کسی مجاز اتھارٹی نے چیک کیا اور آپ غیر حاضر پائے گئے تو آپ کا کنٹریکٹ ختم اور آپ کو نوکری سے برخاست کر دیا جائے گا۔ ان شرائط کو قبول کرتے ہوئے صرف 2 ہزار اسامیوں کو پُر کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں ہمارے پاس درخواستیں آئیں، لیکن ہم نے ترجیح اسی یونین کونسل کے رہائشی کو دی اور آج الحمدللہ، الحمدللہ، ثم الحمدللہ کہ میں on oath آپ کو کہتا ہوں کہ 2 ہزار ملازمین کی بھرتی ہوئی، تمام پنجاب اور پاکستان میں ملازمتوں پر پابندی ہے اور میرے محکمے میں 2 ہزار ملازمین کو بھرتی کیا جا رہا ہے۔ لیکن میں نے ایک آدمی کی بھی نہ سفارش کی اور نہ ہی کسی ایک آدمی کو میں نے تعینات کروایا۔ اسی طرح اس محکمے کو بھی اتنا transparent کیا گیا ہے کہ ہم نے criteria صرف یہی fit کیا کہ اسی یونین کونسل کا رہائشی ہونا چاہیے۔ اب مثال کے طور پر اس یونین کونسل سے اگر تین چار آدمیوں نے درخواست دی ہے تو ان میں سے جو سب سے زیادہ کوالیفائیڈ تھا اس کو ہم نے بھرتی کیا۔ ان تمام معاملات سے ایک کام ہوا ہے کہ تقریباً ساڑھے 24 سو بنیادی مراکز صحت میں سے ساڑھے 9 سو کے قریب بنیادی مراکز صحت بغیر میڈیکل آفیسر کے تھے۔ وہ تمام ساڑھے 9 سو ہم نے بھرتی کر لیے ہیں۔ ان کی پندرہ، بیس دن کی ٹریننگ کی ہے اور اب ان کو appointment letter دے کر اپنی اپنی جگہوں پر تعینات کر دیا ہے۔ یہ جو سرکاری ہسپتالوں کے سلسلے میں اور خاص طور پر بنیادی مراکز صحت کے سلسلے میں مجموعی طور پر ایک

شکایت تھی کہ ڈاکٹر نہیں ہیں۔ اس کمی کو ہم نے اس طرح پورا کیا ہے۔

جناب چیئرمین! میں ایک ہی بات کر کے ختم کرتا ہوں' پھر چونکہ وائنڈ اپ میں باقی باتیں بھی ان شاء اللہ پیش کروں گا' جو نکات میرے دوست اٹھائیں گے ان کا جواب دوں گا۔ پچھلی حکومت کے دور میں بدقسمتی کے ساتھ سیاسی بنیادوں پر بنیادی مراکز صحت بنائے گئے کہ جہاں کوئی چک ہے' جہاں کوئی بستی ہے جہاں آبادی ہے وہاں بنیادی مرکز صحت نہیں بنا بلکہ وہاں کوئی ایم پی اے صاحب یا جو کوئی سیاسی شخصیت تھی انھوں نے اپنی مرضی کے مطابق اپنے ڈیرے کے قریب کہیں 2 کنال یا 4 کنال اراضی دے کر بنیادی مرکز صحت بنوا دیا اور اس بنیادی مرکز صحت کی سب سے بڑی خرابی کیا تھی؟ کہ وہ قطعۂ اراضی ایسی جگہ donate کیا گیا کہ جہاں نہ پانی تھا اور نہ ہی بجلی۔ بنیادی مرکز صحت تو بن گیا۔ 35' 40 لاکھ کی بلڈنگ تو بن گئی۔ ڈاکٹر بھی آ گئے' لیکن نہ بجلی ہے اور نہ پانی۔ اب وہ ڈاکٹر وہاں کس طرح رہے گا؟ نتیجے کے طور پر وہاں عملہ نہ تھا۔ وہ بنیادی مراکز صحت کی عمارتیں تھانوں میں تبدیل ہو گئیں' زمین داروں کے ڈیروں میں تبدیل ہو گئیں اور چنڈو یعنی چرس پینے والے لوگوں کی آماجگاہیں بن گئیں۔ لیکن ہمارے ریکارڈ پر وہ بنیادی مراکز صحت رہے اور ان کی تنخواہیں ادا کی جا رہی ہیں۔ آج ہم نے اتنی توجہ کی ہے کہ صرف 6 ماہ کے اندر' آج ہم عاجزی کے ساتھ یہ کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں کہ ابھی بھی اس میں بہتری کی گنجائش بہت ہے اور یقیناً ہم اپنے سربراہ کی نگرانی میں اس طرف چل رہے ہیں کہ اتنا concern show کرتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ پھر اپنے قائد محترم میاں نواز شریف کو اور قائد ایوان میاں شہباز شریف کو خراج تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا یہ وزیراعظم کا کام ہے؟ کیا یہ وزیر اعلیٰ کا کام ہے کہ کسی شہر یا کسی دیہات میں وہ کسی سلسلے میں جائیں اور وہاں پھر وہ بنیادی مرکز صحت یا رورل ہیلتھ سنٹر یا ہسپتال بھی چیک کریں؟ آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔ وزیر چیک نہیں کرتے تھے۔ سیکرٹری چیک نہیں کرتا تھا۔ لیکن آج سیکرٹری' ڈی جی ہیلتھ' ڈائرکٹر اور ڈی ایچ او سب چیک کرتے ہیں اور ہم نے ان کو سختی کے ساتھ یہ مراسلہ بھیجا ہے اور میں نے خاص طور پر ذاتی طور پر ان کو کہا ہے کہ آپ کی جو ملازمت ہے وہ ہے ہی چیکنگ کے لیے ڈی ایچ او کا کیا کام ہے؟ ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز کا کیا کام ہے؟ ایم ایس تو چلو بنیادی طور پر اسی ہسپتال کو چلانے کا ذمہ دار ہے' لیکن ان دو پوسٹوں کا کام کیا ہے؟ جناب چیئرمین! ان کی بنیادی طور پر ذمہ داری ہی یہی تھی کہ وہ ان ہسپتالوں کو فنکشنل کروائیں۔ دیکھیے آج چار چار سال' پانچ پانچ سال ہو گئے ہیں ان ہسپتالوں میں ایکسرے پلانٹ خراب پڑا ہے' ای سی جی مشین خراب پڑی ہے' کوئی فلاں مشین ہی نہیں اور منسٹر' چیف منسٹر' پرائم منسٹر جب جاتے ہیں تو ان کو بتایا

ہے کہ چار سال ہو گئے ہیں یہ پلانٹ خراب ہے۔ بھئی! اس علاقے کا ڈی ایچ او کہاں ہے؟ اس نے محکمے کو
وں نہیں بتایا؟

جناب چیئرمین! اتنی گہرائی کے ساتھ توجہ اور اتنی چیکنگ کے بعد اس وقت صورت حال یہ ہے کہ
ف 6 ماہ کے اندر 25 فی صد حاضری اب 55 فی صد ہو گئی ہے اور اگلے دو ماہ یعنی دسمبر تک ہم نے ٹارگیٹ
ہے کہ کم از کم 80 فی صد حاضری ہم ensure کریں گے۔ اس وقت ان کو پتا ہے کہ اب accountability
لی۔ ان کو پتا ہے کہ اب یہ suspension نہیں ہو گی' ٹرانسفر نہیں ہو گی' termination ہو گی۔ اگر وہ کام
ں کرنا چاہتے اور وہ اپنا ذاتی کلینک کھولنا چاہتے ہیں اور وہاں وہ روپیہ بٹورنا چاہتے ہیں تو وہ جائیں بٹوریں' ہم
fresh blo لے کر آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ محکمہ صحت اپنی کارکردگی کی بنیاد پر عنقریب آپ کی نظروں
سرخرو ہو گا' عوام کی نظروں میں سرخرو ہو گا اور اس حکومت پنجاب نے جو اتنی خطیر رقم ساڑھے سات ارب
یہ اس مد میں رکھی ہے اس ساڑھے سات ارب کے جو ثمرات ہیں وہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو نظر آنے شروع
جائیں گے۔

جناب چیئرمین! میرے دوست' میرے colleagues جو بھی اس سلسلے میں اپنی اپنی آرا دیں گے
ان کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کروں گا' بلکہ یہ میرا فرض ہے' یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ میں ان کو دیکھتے
ئے' ان کو نوٹ کرتے ہوئے ان پر ان شاء اللہ تعالیٰ عمل کروں گا۔ شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ب چیئرمین، اب میں قائد حزب اختلاف کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس پر بحث کا آغاز فرمائیں۔

ب سعید احمد خان منیس، شکریہ' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کا آغاز کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ گو رولز میں ترمیم
ا ہے' لیکن ہاؤس میں بہت سے ایسے معاملات ہیں جو روایات پر چلتے ہیں۔ جیسا کہ آپ اور میرے دیگر
ں جانتے ہیں' روایت یہی رہی کہ پہلے معزز اراکین کو وقت دیا جائے' اس کے بعد متعلقہ منسٹر اس کو sum
کریں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ آج تک محترم وزیر صحت نے اس کا آغاز کیا۔ لیکن کیا ہی یہ بہتر ہو کہ اگر
بات کو سامنے رکھتے ہوئے اور مناسب بھی اسی طریقے سے رہے گا کہ پہلے معزز اراکین اسمبلی اپنے اپنے
ت کا اظہار کیا کریں اور اس کے بعد متعلقہ وزیر اس کو وائنڈ اپ کریں۔

جناب والا! وزیر صحت نے اپنے محکمے کے بارے میں جو measures لیے اور بہت سے معاملات میں
ں نے اپنے محکمے کے lapses کا خود بھی اعتراف کیا اور انھوں نے کچھ ایسے معاملات کا ذکر کیا جس کا

تعلق accountability کے ساتھ ہے ۔ جناب سپیکر! میں تو اس سے قبل بھی قائد ایوان کی موجودگی میں یہ بات کہہ چکا ہوں کہ accountability ضرور ہونی چاہیے اور جو بھی اس میں responsible ہے irrespective of his party affiliation' جو بھی حکومت تھی' وہ چاہے آج سے ایک سال پہلے تھی' چاہے تین سال پہلے تھی' چاہے وہ سات سال پہلے تھی یا دس سال پہلے تھی They should be accountable to the Assembly اور میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ جو بھی responsible ہیں ان کی accountability ہو۔ لیکن اس میں دیکھا یہ جائے کہ one sided accountability نہ ہو۔ وہ transparent ہو' صاف و شفاف ہو اور ہر دیکھنے' سننے اور پڑھنے والا اسے appreciate کرے کہ واقعی accountability in good spirit ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر accountability کا process جاری و ساری رہے تو یہ باتیں جو آج کل ہم کر رہے ہیں اور جو سامنے آتی ہیں میرے خیال میں پھر اس کی نوبت بھی نہ آئے۔ لیکن جناب والا! ضروری ہے کہ accountability irrespective of any party affiliation یا any Government عمل میں لائی جائے۔

جناب سپیکر! آج ہم صحت کی پالیسی پر بحث کر رہے ہیں۔ ایسے ملک کی صحت کی پالیسی جو میں کہوں گا کہ پچھلے پچاس سال میں ملک کی مجموعی آمدنی کا صرف دو فی صد اس پر خرچ ہوتا رہا ہے اور جناب سپیکر! آج ہم ایسے وقت پر اس پر بحث کر رہے ہیں جبکہ ایک طرف ہم اپنے صوبے اور ملک کو ایشین ٹائیگر بنانا چاہتے ہیں' ایک طرف ہم اس کو اکیسویں صدی میں داخل ہونے کی مبارک بادیں وصول کر رہے ہیں اور دے رہے ہیں' لیکن میں پھر یہ بات کہوں گا کہ محکمہ صحت میں عوام کے لیے جو relief measures ہیں وہ مناسب طریقے سے نہیں دیے جا رہے ۔جناب والا! وزیر موصوف نے خود اپنی تقریر میں اس چیز کا اعتراف کیا کہ Non-Development Expenditure اس میں بہت زیادہ ہو رہا ہے اور Development Expenditure کم ہے۔ ہم ایک ایسے ملک اور صوبے کی صحت پالیسی کا یہاں ذکر کر رہے ہیں اور بحث کر رہے ہیں جہاں کہ ساٹھ فی صد عوام اب بھی medical facilities سے محروم ہیں اور یہ ان کے قریب تک نہیں پہنچیں۔

جناب سپیکر! اپنے صوبے کے ڈیرہ غازی ڈویژن کا میں ذکر کروں گا جہاں سے صدر پاکستان کا تعلق ہے' جہاں سے ہمارے محترم منسٹر فنانس پنجاب کا تعلق ہے اور میں ذکر کروں گا بہاول پور ڈویژن کے اس چولستانی علاقے کا جہاں کہ آج بھی زمینوں کی آب پاشی کے لیے پانی تو درکنار' پینے کا پانی بھی آج تک کئی جگہوں پر میسر نہیں اور وہاں پر ایسی جگہیں بھی موجود ہیں جہاں کہ آج بھی بارش کے پانی کے تالابوں میں انسان اور حیوان اکٹھے' مشترکہ طور پر پانی پیتے ہیں۔ جناب والا! آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں جو

اریاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر ان کو کنٹرول نہ کیا جانا یہ اس صوبے کے عوام کے ساتھ زیادتی ہے۔ میں سمجھتا ون کہ ہمارے صوبے کی کابینہ میں ماشاء اللہ ایک باشرع وزیرصحت موجود ہیں۔ لیکن ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جن سے محکمہ صحت میں ایک میجر سرجری کی جائے۔

جناب والا! وزیرصحت نے پچھلے دنوں ایک پریس statement میں اس بات کا اعتراف کیا کہ محکمہ ولیس کے بعد دوسرے نمبر پر کرپٹ ترین محکمہ صحت ہے۔۔۔۔۔

زیرصحت، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں بغیر تمہید کے مختصراً اتنی گزارش کرتا ہوں کہ میرے اس بان کو غلط طور پر پیش کیا گیا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ عوام کے دلوں میں ' عوام کی نظروں میں جو نفرت ہے' جو hate ہے وہ پہلے نمبر پولیس اور دوسرے نمبر ڈاکٹروں کے خلاف آ رہی ہے۔ میں نے یہ کہا تھا۔ ساں تک کرپشن کا تعلق ہے وہ تو خیر سارے ہی جانتے ہیں لیکن میری اس نفرت کو کرپشن لکھا گیا۔ تو میں ں کی correction کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، بات تو تقریباً وہی بنتی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، چلو' وزیرصحت نے اپنے اس بیان کی correction کی ہے۔ جناب والا میں ریس کی بات کر رہا تھا کہ یہ اس میں آیا ہے ۔ چاہے یہ نفرت ہے یا کرپشن ہے میں سمجھتا ہوں کہ متعلقہ ایک باری تک پہنچ گئے ہیں وہ چاہے نفرت ہے یا کرپشن ہے تو مجھے امید ہے کہ وہ اس کی دوا بھی ضرور ھونڈیں گے۔ جناب سپیکر بطور اپوزیشن کے ہمارا یہ فرض ہے کہ جو گورنمنٹ کی کوتاہیاں ہیں ان کی نشان دہی ی جاتی رہے ۔ پھر میں یہ حکومت سے اور حکومتی پارٹی سے اور متعلقہ منسٹر سے توقع رکھتا ہوں کہ جن باتوں کی ں نشان دہی کی جائے ان کی rectification لازمی ہونی چاہیے۔ اور یہاں اکٹھے ہونے کا فائدہ بھی یہی ہے کہ ہم اپنی آراء' تنقید ایک دوسرے کو سناتے ہیں تاکہ ہم ان کی rectification کرسکیں اور معاملات کو سدھار سکیں اور ان کی اصلاح کر سکیں۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ محکمہ صحت کے بارے میں budgetory allocations کے بارے میں میں نے اپنی تقاریر میں ذکر کیا تھا اور میں نے یہ کہا تھا کہ محکمہ یا حکومت معزز یوان کی آنکھ میں دھول جھونکتے ہیں' اعدادو شمار کی ہیراپھیری کرتے ہیں' اعدادوشمار کی شعبدہ بازی کرتے ں۔ اور میں نے اس میں چند باتوں کا حوالہ دیا تھا۔ جیسے میں نے Paediatrics Hospital کی بات کی تھی کہ ہاں سال 1996-97ء میں متفرق قسم کی 168 پوسٹیں تھیں جن کی تنخواہ کی مد میں پانچ کروڑ بارہ لاکھ روپے س وقت مختص کیے گئے تھے۔ اور 1997-98ء میں 566 نئی پوسٹیں پیدا کی گئیں۔ اس طرح کل پوسٹیں 736

ہو گئیں۔ لیکن آپ تضاد دیکھیں کہ ان کی تنخواہوں کی مد میں صرف 74 لاکھ روپے رکھا گیا۔ تو گویا 566 پوسٹیں تو بڑھ گئیں لیکن تنخواہیں کم ہو گئیں۔ اب یہ سمجھ نہیں آتی کہ کیا انھوں نے بغیر تنخواہیں لیے کام کیا۔ یا انھوں نے گولڈن ہینڈ شیک کے ذریعے کام کرنا پسند کیا! اسی طریقے سے میڈیکل سکول کی ایک مد تھی۔ جس میں 1996-97 ء میں نو پوسٹیں تھیں۔ اور -/38,91,000 روپے ان کی تنخواہ کی مد میں رکھے گئے تھے۔ لیکن 1997-98ء میں پوسٹیں نو تھیں لیکن ان کی تنخواہ -/9,88,000 روپے ہو گئی۔

جناب سپیکر! میں یہ مثالیں اس لیے دے رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ منسٹر صاحب کو ان باتوں کا علم نہ ہو۔ محکمے حکومت کو بھی اور معزز ایوان کو بھی دھوکے میں رکھتے ہیں۔ اسی طرح اور مثالیں ہیں۔ یہ تنخواہوں کے بارے میں بھی ہیں کہ پوسٹیں تو زیادہ ہو گئیں لیکن تنخواہیں کم ہو گئیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کوئی بھی خاطر خواہ ریلیف محکمہ صحت کی جانب سے عوام کو نہیں مل رہا۔ اب منسٹر صاحب نے عملے کا ذکر کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہسپتالوں میں مریضوں کو ادویات، ایکسرے فلم، لیبارٹری، لیبارٹری ٹیسٹ، کھانا، کنسلٹیشن تو دور کی باتیں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جو عملہ وہاں تعینات ہے وہ بھی آنے والے مریض کا مسکرا کا استقبال نہیں کرتا۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ کافی ایسی چیزیں ہیں جو کہ ractify ہونے والی ہیں۔ اور پھر ساڑھے سات کروڑ کی آبادی کے لیے جو relief measures منسٹر صاحب نے ابھی فرمائے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ پچھلے سال کی نسبت دو فی صد یا تین فی صد زیادہ ہوں گے۔ لیکن اگر اس کو بھی اپنی آبادی پر مزید تقسیم کریں تو جناب سپیکر! آپ حیران ہوں گے کہ ایک ڈسپرین کی گولی بھی فی کس نہیں بنتی۔ گویا جو بھی یہاں allocations رکھی گئی ہیں وہ بہت ہی کم ہیں۔ اور پھر بجٹ تقاریر میں ہم نے یہ نشان دہی کی کہ جب بجٹ پاس ہو جاتا ہے تو اس کے بعد محکمہ خزانہ economy cut لگا دیتا ہے اور وہ ایک ماہ کے اندر ہی 7.50% کا economy cut لگ گیا۔ تو آپ ہی اندازہ لگائیں کہ جہاں ساڑھے سات کروڑ عوام پہ یہ allocations devide ہوں گی۔ تو اس سے ایک ڈسپرین بھی نہیں خریدی جا سکتی۔ economy cut کے بعد آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس سے کیا ہو گا۔

جناب سپیکر! ایک طرف تو ہم Asian Tiger بننے کی بات کرتے ہیں، لیکن دوسری طرف آپ دیکھیں گے کہ budgetory allocations میں سالانہ ایک Basic Health Unit پہ تقریباً -/45000 روپے مختص کیے گئے ہیں۔ گویا 4000 روپے فی ماہ بنتے ہیں۔ جناب سپیکر! کیا اس چار ہزار سے ایک خاندان کا میڈیکل بل بھی پورا ہوتا ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ چار ہزار سے ایک خاندان کا بھی میڈیکل بل پورا ہوتا ہو، چہ جائیکہ ایک Basic

Health Unit ' جیسے منسٹر صاحب نے فرمایا کہ وہ ایک یونین کونسل پر مشتمل ہوتا ہے۔ یونین کونسل کی آبادی عموماً پندرہ ہزار سے بیس ہزار تک یا بیس ہزار سے پچیس ہزار تک ہوتی ہے۔ اس کو جب ہم further devide کریں گے تو وہ رقم بیس پیسے فی کس سے بھی کم بنتی ہے جو فی کس Basic Health Unit کو دی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ تجویز دوں گا کہ یہ فی کس ریشو پر توجہ دی جائے اور اس ریشو کو بڑھایا جائے کیونکہ آج اس مہنگائی کے دور میں اور خاص طور پر جب devaluation کے نتیجے میں مہنگائی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جو کہ پہلے ہی economy cut کے بعد بیس پیسے سے پندرہ پیسے ہو گیا ہوگا اس میں فی کس میڈیکل بل پورا نہیں ہو سکتا۔ لیکن دوسری طرف اگر ہم یہ دیکھیں کہ معزز ایوان میں یہ بات کرنے سے پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ This is not for the sake of criticism. لیکن اس کا موازنہ دوسری مدات کے ساتھ کرنا پڑتا ہے کہ ایک طرف تو Basic Health Unit فی کس پندرہ پیسے یا بیس پیسے ہیں' تو دوسری طرف اگر ہم budgetory allocations کو دیکھیں تو آپ کو بجٹ میں نظر آئے گا کہ وی آئی پی فلائٹس کے لیے کروڑوں روپے مختص کیے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ تضاد ' یہ شاہانہ اخراجات کم کرنے پڑیں گے۔ جناب سپیکر! جب میں یہ بات کرتا ہوں تو میں محترم فنانس منسٹر کی تقریر کا ایک تھوڑا سا حصہ پڑھنا چاہوں گا کہ،

> " اس بجٹ سے عوام کے گھمبیر معاشی اور سماجی مسائل کے حل کی راہ ہموار ہوگی۔ یہ بجٹ صوبے کے ساڑھے سات کروڑ عوام کی امنگوں ' امیدوں ' آرزوؤں اور ارادوں کے مطابق عوامی خوش حالی کے لیے بنایا گیا ہے۔"

جناب سپیکر! آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس بیس پیسے سے کون سی آرزوؤں' امنگیں اور امیدیں پوری ہوں گی۔ یہاں ہمارے ایسے ہسپتال بھی ہیں جہاں کہ آکسیجن گیس کی عدم دستیابی ایک طرف نہ ہونے کی وجہ سے مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں اور موت کی کشمکش میں ہیں اور دوسری طرف آکسیجن کے لیے مناسب رقوم مہیا نہیں کی گئیں۔ اور دوسری طرف یہ ہے کہ اگر آپ پولیس کا بجٹ دیکھیں گے تو وہاں آنسو گیس کے لیے بہت ہی خطیر رقوم مختص کی گئی ہیں۔ گویا حکومت یہ چاہتی ہے کہ جب لوگ مہنگائی سے تنگ آ کے سڑکوں پر نکل آئیں تو آنسوگیس سے ان کی تواضع کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی زیادتی ہے۔

جناب چیئرمین، منیں صاحب! آپ اور کتنا وقت لیں گے؟

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! عالمی ادارۂ صحت کے سروے کے مطابق پاکستان میں تقریباً پانچ ہزار افراد کے لیے ایک ڈاکٹر ہے۔ چونسٹھ ہزار افراد کے لیے ایک ڈینٹل سرجن ہے۔ گیارہ ہزار افراد کے لیے ہسپتال میں ایک بستر ہے۔ 15 ہزار افراد کے لیے ایک primary health care centre ہے اور 60 ہزار افراد کے لیے ایک نرس ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں گا کہ اعداد و شمار کی روشنی میں، پاکستان بہت ہی پیچھے ہے۔ ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ہم دوسرے ممالک کے ہم پلہ پہنچیں۔ جناب سپیکر! ان تمام بنیادی سہولتوں کو مہیا کرنے کے لیے سب سے پہلے تو ہمیں دوغلی ختم کرنی ہوگی، ہمیں وی آئی پی کلچر کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ آپ دیکھیں کہ پروفیسرز اور specialists حضرات صبح سے لے کر شام تک اپنی پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں، ان پہ کوئی قدغن نہیں۔ میں حکومت کو یہ تجویز کروں گا کہ ان پر قدغن لگائی جائے، کیونکہ وہ حکومت کے تنخواہ دار ہیں، انھیں عوام میں سے جو مریض ہے اسے پہلی ترجیح دینی چاہیے نہ کہ اپنے clinics کو، جناب والا! ان کا توجہ دینا تو درکنار عام مریض کو ہاؤس جاب کے ڈاکٹرز کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ میں معزز وزیرصحت سے یہ گزارش کروں گا کہ اس طرف بھرپور توجہ دیں۔

جناب سپیکر! ایک دوسری بات میں یہ کروں گا کہ ڈسٹرکٹ اور ڈویژنل ہیڈکوارٹرز پر ڈرگ انسپکٹرز اور آفیسرز کی ایک فوج موجود ہے لیکن ان کا کام کیا ہے؟ جیسا کہ وزیرصحت خود تسلیم کر رہے ہیں کہ up to the mark نہیں ہے۔ جعلی ادویات کا کاروبار چل رہا ہے۔ ان سے اتنی اموات ہوئی ہیں کہ جن کا اندازہ in figures یہاں بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن ان جعلی ادویات کے کاروبار کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ اس کے بعد جعلی ڈاکٹرز ہیں 'quacks' ہیں جو خاص طور پر دیہی علاقوں میں موجود ہیں، لیکن اس جانب بھی حکومت کی کوئی توجہ نہیں۔ جیسا کہ وزیر صاحب نے خود تسلیم کیا کہ بہت سے ایسے implements ہیں جو کہ out of orders پڑے ہیں، خراب پڑے ہیں یا پھر یہ ہے کہ ان کو چلانے کی techniques بھی کسی کو نہیں آتیں۔ صرف کمشن مافیا کو فائدہ پہنچانے کے لیے کئی ایسی چیزیں import کر لی گئی ہیں اور ڈبوں میں ہی sealed گل سڑ رہی ہیں، کیونکہ یہاں ہمارے ہاں ایسے ٹیکنیکل experts موجود نہیں جو ان کو چلا سکیں۔ جناب سپیکر! حکومت کی صرف چھاپہ مار ٹیموں اور ہنگامی دوروں سے یہ مسائل حل نہیں ہوں گے، اس میں major surgery کی ضرورت ہے۔ خاص طور پر میں آپ کی وساطت سے معزز وزیرصحت سے یہ عرض کروں گا کہ پرائیویٹ ہسپتال کی طرف توجہ دی جائے گو پرائیویٹ ہسپتال اچھے بھی ہیں۔ لیکن وہ عام آدمی کی پہنچ سے باہر ہیں۔ کچھ پرائیویٹ ہسپتال تو ایسے ہیں جن کو چھوٹے چھوٹے گھروں، کمروں میں چلایا جا رہا ہے۔ یہ بھی

ہسپتالوں کی ایسی فصل ہے جو کہ ہسپتال کہلانے کے قابل بھی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صاحب اس طرف بھی توجہ دیں۔

جناب سپیکر! آج پوری دنیا میں صحت اور تعلیم کے محکمہ جات کو decentralize کیا جا رہا ہے اور لوکل کونسلز کو ان کا نگران بنایا جا رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت ہی اچھی تجویز ہے، لیکن ہمارے یہاں سرخ فیتے کی نذر ہو جاتی ہے۔ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بجائے اس طرف جانے کے کہ ہم لوکل باڈیز کے انتخابات کرائیں، عوام کے نمائندے آئیں، اس قسم کے بورڈ آف گورنرز بنیں، حالانکہ یہ ایک اچھی تجویز ہے۔ لیکن یہ سرخ فیتے کی نذر ہو چکی ہے۔ ہم تو midwives, LHVs, dispensers کے تبادلوں سے ہی باہر نہیں نکل سکے۔ جناب والا! جب یہ تبادلے درمیان میں آئیں گے تو پھر ایسے ہی incidents ہوں گے جیسے ابھی پچھلے دنوں سول سیکرٹریٹ میں ہوا جس کا میں ذکر نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن میں اتنا کہوں گا کہ اس طرف ضرور توجہ دینی چاہیے۔

جناب سپیکر! چونکہ آپ مجھے wind up کرنے کا کہہ چکے ہیں اس لیے میں آخر میں یہی کہوں گا کہ حکومت کو اپنی تمام تر توانائیاں محکمہ صحت پہ صرف کرنی چاہییں، کیونکہ یہ ایک ایسا محکمہ ہے جس سے directly ہر فرد related ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب بات یہ ہے کہ چودہ تقریر کرنے والے حضرات ہیں اور وقت سوا گھنٹہ بچتا ہے۔ تو میرے خیال میں اسے تقسیم کر لیا جائے۔ چار چار منٹ آپ کے لیے کافی ہوں گے۔ صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری!

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ۔

جناب سپیکر! 1993ء کے الیکشن کے بعد ہر اجلاس میں میری چھ چھ، سات سات تقاریر ہوا کرتی تھیں لیکن 1997ء کے الیکشن کے آٹھ نو ماہ بعد یہ میری پہلی تقریر ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میاں نواز شریف صاحب کی قیادت میں کام خاصا ٹھیک چل رہا ہے اور وہ کوشش کر رہے ہیں کہ جو محکمے ٹھیک نہیں چل رہے، جن میں کوئی کمی ہے وہ بھی پوری ہو جائے۔

جناب سپیکر! صحت کے موضوع پر تقریر ہے، میں سمجھتا ہوں کہ جو ہسپتال شہروں کے اندر ہیں، آبادی کے اندر ہیں وہ کھلی فضا میں ہونے چاہییں۔ میو ہسپتال، گنگا رام ہسپتال یہ کھلی فضا میں قائم کیے جائیں، ان کو کھلی فضا میں ٹرانسفر کر دیا جائے۔ کیونکہ شہروں کے اندر فیکٹریاں ہیں، ٹریفک ہے، آلودگی ہوتی ہے اور

آلودگی مریضوں کے لیے بہت نقصان دہ ہے اور شاید اسی آلودگی کی وجہ سے آج میرا گلا بھی خراب ہے۔لہٰذا واقعی میں تقریر مختصر کروں گا۔ گلا ٹھیک ہوتا تو میں لمبی تقریر کرتا اور پھر آپ کا حکم بھی ہے کہ مختصر تقریر کی جائے۔ جناب والا! آلودگی صحت کے لیے بڑی نقصان دہ ہے۔ لاہور کے تمام ہسپتال نہر کے کنارے' ڈیفنس کے علاقے میں' گجرک کے علاقے میں قائم کرنے چاہییں۔ اسی طرح پورے پاکستان کے ہسپتالوں کو کھلی جگہ پر قائم کیا جانا چاہیے جو کہ مریضوں کے لیے بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک کلینک کا تعلق ہے' لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ کلینک بند ہو جانے چاہییں میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ نقطۂ نظر درست نہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ ڈاکٹر حضرات جن کے پرائیویٹ کلینک ہیں و ہسپتال کی ڈیوٹی پوری توجہ سے دیں اور پھر کلینک کے اوقات میں کلینک بھی کھولیں۔ جن لوگوں کا نقطۂ نظ یہ ہے کہ جی' کلینک پر غریب لوگ جا نہیں سکتے' کلینک کا treatment مہنگا ہے وہ لوگ یہ بھی سمجھیں کہ غریب لوگ ہیں وہ کلینک پر نہ جائیں۔ غریب لوگ ہسپتال جائیں۔ سروسز ہسپتال' میو ہسپتال یا دیگر شہروں میں سرکاری ہسپتالوں میں جائیں اور جو سرمایہ دار ہیں' جاگیر دار ہیں' صنعت کار ہیں' جن کے پاس پیسہ وافر ہے اگر وہ کلینک پہ جاتے ہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ ڈاکٹرز ان سے اگر فیسیں لیتے ہیں تو وہ بھی کروڑوں کماتے ہیں۔ ڈاکٹر حضرات بھی بڑی محنت کرتے ہیں' محنت کر کے ہی وہ ڈاکٹر بنتے ہیں۔ انھیں بھی اسی معاشی مسائل درپیش ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! وماعلینا الاالبلاغ o

جناب چیئرمین: میاں عبدالستار صاحب!

میاں عبدالستار (رحیم یار خان)، جناب سپیکر! وقت کی کمی کی وجہ سے میں اپنے آپ کو صرف میڈیکل ایجوکیشن تک ہی محدود رکھوں گا۔ وزیرصحت صاحب سے میری گزارش ہے کہ درخواستیں نمٹانے سے پہلے میری گزارشات سن لیں۔موجودہ حالات میں پوزیشن یہ ہے کہ 8 میڈیکل کالج حکومت پنجاب کے پاس یہاں ڈینٹل کالج کے ساتھ کام کرتے ہیں اور سندھ میں اس وقت پانچ میڈیکل کالج ہیں۔میں پنجاب کا سندھ کے ساتھ موازنہ کروں گا۔ یہاں تقریباً چھ کروڑ کی آبادی پر 30 ہزار کے قریب ڈاکٹر ہیں لیکن سندھ ہم سے زیادہ ڈاکٹرز produce کر رہا ہے سندھ میں ایک میڈیکل یونیورسٹی ہے۔ یہاں پوسٹ گریجوایٹ کالج ہیں لیکن کوئی میڈیکل یونیورسٹی نہیں۔ جناب والا! میڈیکل ایجوکیشن میں 1973ء کے بعد زیادہ میڈیکل کالج کھلے ہیں۔ میں انتہائی افسوس سے کہتا ہوں 1985ء کے بعد میڈیکل کالج زیادہ کھلنے کا رجحان نہیں رہا۔ اگر وزیرصحت با اختیار ہو گئے ہوں تو میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگلی ہیلتھ پالیسی میں اس بات کو اہمیت دیں کہ کم از کم سندھ کے برابر ڈاکٹر

پیدا کر سکیں۔ اتنے کالج ہیں اگر پنجاب میں ان کے لیے کسی میڈیکل یونیورسٹی کا کوئی بندوبست ہو سکے تو بہتر ہوگا۔ میری تجویز ہے کہ ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر کم از کم ایک میڈیکل کالج کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ کبھی 700 نمبر والوں کو داخلہ نہیں ملتا تھا لیکن اب تو 800 نمبر والوں کو بھی داخلہ نہیں ملتا۔ جناب والا! جس طرح دوسری ایجوکیشن میں بہت زیادہ پرائیویٹ کالج کھلنے لگے ہیں' خاص طور پر اکنامکس کے۔ تو اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کے سلسلے میں قانون سازی بھی کی جائے اور اس کو کم از کم پنجاب کی سطح پر encourage کیا جائے۔

جناب والا! حکومت پنجاب کی یہ پالیسی بالکل قابل تحسین ہے کہ اب دیہاتوں میں وہاں کے مقامی ڈاکٹر لگائے ہیں' مگر اب بھی بہت ساری سیٹیں خالی ہیں۔ میری گزارش ہوگی کہ اس طرف بھی توجہ دیں۔ دوائیوں کی پرچیز کا مسئلہ ایک لمبا قصہ ہے۔ میں نے خاصے پوائنٹس لکھے تھے' لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے ساری بات نہیں کر سکتا۔ اس لیے میری یہ گزارش ہوگی کہ بجائے پنجاب کی سطح پر اگر ضلع کی سطح پر اس کو لے جایا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ جناب والا! ہر یونین کونسل میں ایک BHU بننا تھا۔ وہ ایسا ہوا ہے کہ سیاسی یا کسی اور وجہ سے وہ BHU ایسی جگہ پر بنے ہیں جو ایک یونین کونسل میں تو واقع ہیں مگر یونین کونسل کے اس حصے میں واقع ہیں جو غیر آباد ہے یا جہاں زیادہ آبادی centrally located نہیں۔ اب یا تو یہ پالیسی relax کرنے کی صورت حال کی جائے۔ میرے اپنے حلقے میں ایسے بہت سارے دیہات ہیں جو اب قصبے بن چکے ہیں۔ چونکہ اس یونین کونسل میں دور دراز جگہ پر ایک BHU موجود ہے' لیکن وہ قصبے بغیر BUII کے پڑے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی اگلی ہیلتھ پالیسی میں توجہ دی جائے۔ میں آپ کا انتہائی مشکور ہوں کہ آپ نے وقت دیا میں آخر میں پھر اس بات پر زور دوں گا کہ میڈیکل کالج 1977ء کے بعد نہیں بنے' خدارا! اس طرف توجہ دیں۔ یہی میری گزارش ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی عارف چودھری صاحب۔

جناب محمد عارف چودھری: شکریہ جناب چیئرمین! چونکہ وقت کم ہے اس لیے میں بھی اپنی بات کو مختصر کروں گا۔ ابھی وزیر صحت صاحب نے BHUs کے متعلق ذکر کیا تو میں اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کروں گا کہ جو بھی ہیلتھ پالیسی بنائی جائے اس میں تحصیل ہیڈ کوارٹر اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کے ہسپتالوں کو بھی up-grade کریں۔ وہاں پر جو ڈاکٹرز کی اجارہ داری ہے آپ یقین کریں کہ جو anaesthesia والا ڈاکٹر ہے اسی پر depend کرتا ہے کہ کتنے مریضوں کا آپریشن ہونا ہے یا نہیں ہونا۔ اگر ہسپتال کے اندر

پانچ مریضوں کی لسٹ بنتی ہے تو ہسپتال کے باہر اس پرائیویٹ کلینک پر جہاں پر سرجن نے جا کر آپریشن کرنا ہوتا ہے وہاں پر دس مریضوں کی لسٹ بنتی ہے۔ تو ابھی قائد حزب اختلاف فرما رہے تھے کہ ان پر بالکل قدغن لگا دی جائے تو میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ میری یہ رائے ہے کہ تمام شعبہ جات میں ڈاکٹرز کے پوسٹوں کو practising post یا non-practising post کے حوالے سے، کہ جو non practising ڈاکٹر ہوں، انھیں incentive دیا جائے۔ اسی طرح جو رجسٹرڈ ڈاکٹرز ہیں جن کے پرائیویٹ کلینک ہیں ان کے متعلق میری گزارش ہے کہ ان کے متعلق ہیلتھ پالیسی میں کوئی واضح نظام وضع کیا جائے۔ ہر ڈاکٹر کے کلینک کے ساتھ ان کا اپنا میڈیکل سٹور ہے ساتھ ہی لیبارٹری ہے۔ نہ کوئی ریڈیالوجسٹ ہے نہ کوئی پیتھالوجسٹ ہے۔ مریض کو لیبارٹری سے بھی گزرنا پڑتا ہے اور انھی کے میڈیکل سٹور سے دوائی بھی لینی پڑتی ہے۔ اب حالات بن چکے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہماری آنے والی نسلیں ان ڈاکٹرز کی کرایہ دار ہوں گی۔ ہم بھی عطائی ڈاکٹروں کے مخالف ہیں۔ ان کے نظام کو ختم کیا جائے، مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ جو رجسٹرڈ ڈاکٹرز پریکٹس کرتے ہیں ان کے متعلق بھی کوئی واضح پالیسی بنائی جائے۔ اس میں بالخصوص جو اہم بات ہے وہ ڈرگز کے متعلق ہے کہ ادویات کے ریٹس اتنے ہائی ہو چکے ہیں کہ غریب کلاس تو کیا میڈیم کلاس کی بھی پہنچ سے باہر ہے۔ میں ایک دو مثالیں دیتا ہوں کہ آپ 'Voltran' کو لے لیں۔ ایک ہی کمپنی ہے۔ Ciba اس کی انڈیا میں 'Voltran' کی گولی کی قیمت صرف 60 پیسے ہے لیکن پاکستان میں اس کی قیمت 6 روپے 60 پیسے ہے تو میری گزارش ہے کہ ڈرگز کے حوالے سے جو لوٹ مار مچی ہوئی ہے اس سلسلے میں بھی اہم اقدامات کی ضرورت ہے۔ میں اس بات پر اپنے قائد میاں شہباز شریف کا مشکور ہوں کہ انھوں نے اپنی Priority میں ہیلتھ کو رکھا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بالخصوص میں میڈیکل سٹورز کے حوالے سے ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں بھی expired ادویات ہوتی ہیں اور ڈرگ انسپکٹروں نے بھی لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ تو میری گزارش ہے کہ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہیلتھ پالیسی بنائی جائے۔

جناب والا! آپ دیکھیں کہ ملتان اور لاہور کا 400 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ اتنے روڈ کے حادثے ہیں اور مریض کو لاہور یا ملتان شفٹ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر پر کوئی بھی نیوروسرجن نہیں۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر پر خاص طور پر نیوروسرجن، فزیوتھراپسٹ، یورالوجسٹ ان تین پوسٹوں کا خصوصی طور پر فوری اجرا کیا جائے۔ میڈیکل سپیشلسٹ، سرجن اور anaesthesia کے ڈاکٹروں کی دو دو پوسٹیں کی جائیں تاکہ ان کی بھاگ دوڑ میلنگ کو ختم کیا جا سکے۔ یہ سرجن اور anaesthesia والے ڈاکٹر پر منحصر نہ ہو کہ کتنے مریضوں کا علاج ہو

ہے۔ بس، اتنی گزارشات کے ساتھ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ جناب امتیاز علی لالیکا۔

جناب امتیاز علی لالیکا، شکریہ۔ جناب چیئرمین! ملک کو آزاد ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے لیکن دیگر محکمہ جات کی طرح محکمہ صحت بھی عوام کی توقعات پر پورا نہیں اترا۔ دیہی علاقوں میں تو خاص طور پر صحت کے حوالے سے حالات انتہائی افسوس ناک ہیں۔ رورل ہیلتھ سنٹر اور بیسک ہیلتھ یونٹس پر اول تو ڈاکٹر موجود نہیں، اگر موجود ہیں تو وہ حاضر نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنے پرائیویٹ کلینک پر سارا دن کام کرتے ہیں اور حکومت سے non practising allowance بھی وصول کر رہے ہوتے ہیں۔ان سب حضرات نے اپنے رشتہ داروں کے نام پر پرائیویٹ کلینک کھولے ہوئے ہیں اور حکومت سے non practising allowance بھی وصول کر رہے ہے۔ اسی طرح لیڈی ڈاکٹرز بھی ان دور دراز علاقوں میں موجود نہیں اور اگر ہیں تو وہ حاضر نہیں ہوتیں۔ دیہات میں دوران زچگی اموات کی شرح بہت زیادہ ہے۔ اگر کسی جگہ لیڈی ڈاکٹر میسر بھی ہے تو وہ زچگی کی فیس وصول کرتی ہے جس کی وجہ سے لوگ دائی سے رجوع کرتے ہیں۔ وہ اتنی تعلیم یافتہ اور تجربہ کار نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اموات کی شرح بہت زیادہ ہے۔ جناب والا! اگر کسی مجبوری کی وجہ سے دیہاتوں میں لیڈی ڈاکٹرز تعینات کی جا سکیں تو وہاں پر موجود دایا کو crash پروگرام کے تحت ٹرینڈ کیا جائے اور ان کو بنیادی ٹریننگ دی جائے تاکہ avoidable death سے بچا جا سکے۔

جناب والا! حکومت نے شہری اور دیہی علاقوں کے عوام کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ویکسینیٹر رکھے ہوئے ہیں اور ادویات بھی مہیا کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ لوگ اپنی ڈیوٹی کو فرض سمجھ کر ادا نہیں کرتے، بلکہ ڈاکٹر کی ذاتی خدمت پر اپنا سارا وقت ضائع کرتے ہیں یا پھر اپنی پرائیویٹ دکان چلا رہے ہوتے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ویکسینیٹر کے کام کو fool proof بنایا جائے اور عملے کی کوتاہی پر اسے سخت سزا دی جائے۔ آج سے کچھ عرصہ قبل یعنی بارشیں شروع ہونے سے پہلے اور فوری بعد متعدی امراض کے تدارک کے لیے سپرے کیے جاتے تھے اور خاص طور پر ملیریا کے لیے سپرے کیے جاتے تھے۔ لیکن اب کچھ عرصے سے اس کام میں جوش وخروش نہیں جس کی وجہ سے ملیریا دیہاتی علاقوں میں کافی پھیلتا جا رہا ہے۔ پنجاب کے دیہی علاقوں بالخصوص زیر زمین کڑوے پانی والے علاقہ جات میں جگر کی بیماری تیزی سے پھیل رہی ہے۔ جس کا سبب پینے کے لیے raw water کا استعمال ہے۔ میری حکومت سے درخواست ہوگی کہ زیر زمین کڑوے پانی والے علاقہ جات میں زیادہ سے زیادہ واٹر سپلائی سکیمیں بنائی جائیں۔ دیہاتی بھائی جو اس مہنگائی کے

دور میں اپنا علاج نہیں کروا سکتے ان کو مہلک بیماریوں سے چھٹکارا مل سکے۔ شہری علاقوں میں open drain ' یعنی گندے نالے کچے ہیں جس کی وجہ سے زیر زمین پانی کا لیول اونچا ہو رہا ہے اور زیر زمین آبی ذخائر آلودہ ہو رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان گندے نالوں کو ہنگامی بنیادوں پر پختہ کیا جائے۔ مزید یہ کہ پانی کی contamination چیک کرنے کے لیے لیبارٹریاں قائم کی جائیں جہاں سے عوام پانی چیک کروا سکیں اور اگر پانی مضر صحت ہو تو کم از کم اس کا استعمال بند کر دیں۔شہری علاقوں میں پینے کے پانی کی مین پائپ لائن کو چیک کیا جائے اور خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں پینے کے پانی کی مین لائن اور گندے پانی کی لائن قریب ہو یعنی جہاں پر سیوریج لائن نزدیک ہو تو ان لائنوں کو چیک کیا جائے۔ اگر کہیں سے لائن لیک کر رہی ہو تو اس کو فوراً ٹھیک کیا جائے۔ بصورت دیگر وہ گندا پانی پینے والی پانی میں شامل ہو جاتا ہے جس سے بیماریاں پھیلتی ہیں۔شہری بھائیوں کے علاج معالجے کا بندوبست بھی تشویش ناک حد تک ناقص ہے۔ سرکاری ہسپتالوں میں داخلے کے لیے کسی پروفیسر صاحب کے پرائیویٹ کلینک پر جانا پڑتا ہے اور وہاں پر بھاری فیس دینا پڑتی ہے۔ کیونکہ ہسپتال پروفیسر حضرات کے رحم وکرم پر ہیں۔جب تک انھیں فیس نہ دی جائے داخلہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔پروفیسر حضرات اپنا زیادہ وقت پرائیویٹ کلینک پر گزارتے ہیں اور کروڑوں روپے کما رہے ہیں۔یہ پروفیسر حضرات دو چار بڑے شہروں میں تعینات ہیں اور لمبے عرصے سے تعینات ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی پوسٹنگ میں rotation کی جائے تاکہ چھوٹے شہروں کے لوگ بھی ان کی خدمات سے فائدہ اٹھا سکیں۔اس سے بڑے شہروں میں بے جا رش' ٹریفک کا رش بھی کم ہو جائے گا۔دور دراز شہروں میں بھی میڈیکل کالج بنائے جائیں تاکہ بڑے شہروں میں تعلیم کی خاطر آنے والوں کا رش کم ہو سکے۔حکومت کثیر رقم خرچ کرکے ہسپتالوں کے لیے مشینری منگواتی ہے' لیکن تقریباً ہر ہسپتال کی مشینری ورکنگ آرڈر میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہسپتال کے کرتا دھرتا لوگ کروڑوں کی مشینری میں معمولی نقص ڈال کر اسے آکشن کروانے اور بعد میں اسے پرائیوٹ کلینک پر لانے کے چکر میں پڑے رہتے ہیں۔ سرکاری ملازم ڈاکٹر حضرات کی پرائیویٹ پریکٹس پر پابندی لگائی جائے۔اگر وہ پرائیویٹ پریکٹس کرنا چاہیں تو سرکاری نوکری اور اس کے ساتھ جو مراعات ہیں اس کو چھوڑ دیں۔ تیز رفتار زندگی نے آبادی کی اکثریت کو ذہنی مریض بنا دیا ہے۔ ذہنی بیماریوں کا علاج کافی مہنگا اور لمبا ہے لیکن حکومت کی طرف سے ماحول میں شور کی آلودگی کو کم کرنے سے ان بیماریوں میں بہت زیادہ کمی واقع ہو سکتی ہے۔ جناب والا! میں ایک مثال پیش کرتا ہوں' میں ماڈل ٹاؤن سے بذریعہ کار آتا ہوں' لیکن راستے میں رکشوں کا شور اتنا ہوتا ہے کہ یہاں پہنچتے پہنچتے نیم پاگل ہو چکا ہوتا ہوں۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ دھواں چھوڑنے والی two stroke گاڑیوں پر فوری پابندی لگائی جائے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب چیئرمین، جناب صفدر شاکر۔

چودھری صفدر شاکر، جناب چیئرمین شکریہ۔ آج بہت اہم باتیں یہاں کرنی تھیں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے میں یہاں پر دو تین باتیں آپ کی وساطت سے جناب وزیرصحت کی خدمت میں پیش کروں گا۔ عوام کو روزگار، تعلیم اور علاج معالجے کی سہولتیں فراہم کرنا ہرحکومت کا فرض ہے۔موجودہ حکومت نے الیکشن میں بھی عوام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ کامیاب ہونے کے بعد عوام کو جو سہولتیں دے گی اس میں سب سے اہم سہولت صحت کی ہوگی۔ اس وقت جو صورت حال ہے، جس طرح میرے فاضل بھائی نے ایک بات کی تھی، کہ ادویات کی قیمتیں بہت زیادہ ہوگئی ہیں اور ان ادویات کی قیمتوں میں زیادتی کی وجہ سے 80 فی صد مریض اپنا علاج صحیح نہیں کروا سکتے۔اس میں جو سب سے زیادہ problem ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ڈاکٹر صاحبان جو نسخے تجویز کرتے ہیں ان میں ایسی مہنگی ادویات لکھی جاتی ہیں جو غریب آدمی کی استطاعت سے زیادہ ہوتی ہے اور اس میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ ادویات خرید کر اپنا علاج کروا سکے۔ جناب والا! اس مہنگے نسخے کے پیچھے بھی ایک معاہدہ ہے جو ڈاکٹر اورکمپنی کے درمیان ہوتا ہے۔ یعنی تم نے یہ ادویات لکھنی ہیں اور ہم اس کے عوض تمھیں اتنا معاوضہ دیں گے۔ جناب چیئرمین! یہ ایک بدبختی کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحبان، جن کے اندر ایک جذبہ حب الوطنی ہونا چاہیے، جن کے اندرعوام کی خدمت کا جذبہ ہونا چاہیے اور یہ جذبہ ان کی نجات کا ذریعہ بن سکے۔ لیکن یہ ایک ایسا گھناؤنا کام ہے کہ وہ کمپنیوں سے مل کر کمیشن حاصل کرتے ہیں اور غریب آدمیوں کے لیے ایسے نسخے تجویز کرتے ہیں جو کہ ان کی استطاعت سے باہر ہیں - جناب چیئرمین ! میں جناب وزیرصحت کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ صحت کی پالیسی میں اس بات کو موثر طور پر رکھا جائے کہ کوئی ڈاکٹر ایسے نسخے نہ لکھے جو ایک غریب کی استطاعت سے باہر ہوں۔

جناب چیئرمین! دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے دیہاتوں کے اندر BHU, RHC, BHC ہیں، ان میں ادویات کی فراہمی کے متعلق ایک گزارش کروں گا کہ ہرضلع کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو پورے ضلع کے اندر ہسپتالوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ادویات کی فراہمی کا بندوبست کرے۔ جناب والا! ہوتا یہ ہے کہ بعض سنٹروں پر ایسی ادویات فراہم کی جاتی ہیں جن کا وہاں پرسرے سے استعمال ہی نہیں ہوتا اور وہ ادویات آپ کے محکمے کے اہل کار بازاروں میں جا کر مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں اور ان کی entry غریبوں کے نام پر

کر دیتے ہیں۔ اس لیے اس مسئلے پر بھی آپ کو خصوصی توجہ دینی چاہیے۔اس کے علاوہ جناب والا! آپ ۔
یہاں پر جرمن ایڈ کی بات کی ہے کہ ہمیں جرمنی سے اتنے ارب روپے ملے ہیں۔ تو جناب وزیرصحت سے گزار
ہے کہ یہ رقم شہروں تک نہ محدود رکھی جائے۔ اس رقم کو ان غریب عوام تک بھی پہنچایا جائے جو ا
پاکستان کے شہری ہیں۔ جنھوں نے اس حکومت کو ووٹ دے کر کامیاب کروایا ہے۔ آخر میں ایک بات
کرکے ختم کروں گا کہ جو ہمارے دیہاتی علاقوں میں ڈاکٹروں کی حاضری ہے وہ ماشاء اللہ آپ کی اور وزیر ا
پنجاب میاں شہباز شریف صاحب کی خصوصی توجہ سے بہتر ہو رہی ہے۔ لیکن آپ اب 55 کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوا
کہ ابھی آپ 40 تک پہنچے ہیں۔ اور اس کے لیے آپ کو اور محنت کرنی پڑے گی۔ آپ اپنے محکموں تک محدود
رکھیں، بلکہ اس میں انتظامیہ کو شامل کریں۔ ڈپٹی کمشنر کو، اسسٹنٹ کمشنر کو پابند کیا جائے کہ وہ ہر ہفتے آ
کو اس بات کی رپورٹ دیں کہ انھوں نے کتنے ہیلتھ سنٹر چیک کیے ہیں، انھوں نے کتنے افسروں کو وہاں مو
پر کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ ان کی ادویات کی فہرستیں انسے مانگیں۔ اگر آپ یہ اقدامات کریں گے تو ا
شاء اللہ صحت کی یہ سہولتیں عوام کو صحیح میسر ہوں گی۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، شکریہ شاکر صاحب۔ اب افضل خان صاحب۔

جناب محمد افضل خان، جناب والا! میں مختصر وقت میں چند چیزوں کی نشان دہی کرنا چاہوں گا۔ جیسا کہ ہیا
منسٹر صاحب کی تقریر سے واضح ہے کہ ہمارا بجٹ بہت محدود ہے۔ یہ ضروری ہوگیا ہے کہ اس بجٹ کا استعما
بہترین طریقے سے کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ نئی facilities کی development کی پالیسی خاص
lop-sided ہے اور اس میں پورے صوبے کے حقوق balanced طریقے سے حل نہیں کیے جا رہے۔ اس
بہترین مثال لاہور کا ایک ہزار بیڈ کا Paediatrics بیڈ ہے۔ اب وہ لاہور میں ایک ہزار بیڈ کا سپیشل ہسپتال
بن گیا ہے۔ لیکن ملتان سے، فیصل آباد سے، بہاول پور سے، جہلم سے، ان تمام لوگوں کو اس بہترین سہو
سے اگر کوئی فائدہ حاصل کرنا ہو تو ان کو لاہور آنا پڑتا ہے۔ ایک زمانے میں مجھ سے بھی اس ہسپتال کے
بارے میں مشورہ لیا گیا تھا تو میں نے اس وقت کہا تھا کہ لاہور میں چار سو بیڈ کا سپیشلسٹ ہسپتال بنا لیں۔ دو
بیڈ کا سپیشلسٹ ہسپتال ملتان میں بنائیں۔ دو سو بیڈ کا فیصل آباد میں بنائیں۔دو سو بیڈ کا جہلم میں بنائیں۔ علا
کروانا بذات خود ایک بہت بڑا مرحلہ ہوتا ہے۔ اور پھر دوسرے شہر میں جا کر علاج کروانا اور وہاں رہائش
بندوبست اور لوگوں کا دور دراز سے آنا۔ یہ جو imbalanced policy ہے میں ہیلتھ منسٹر صاحب کی توجہ ا
طرف دلاؤں گا کہ جب آئندہ یہ پلاننگ کریں تو اس میں balance create کرنے کی کوشش کریں۔ آج ۔

تین چار ماہ پہلے جب ہیلتھ کے اوپر بحث ہو رہی تھی تو میں نے تب point out کیا تھا کہ ہمیں اپنے ہیلتھ burden کا اندازہ نہیں۔ کوئی statistical data ہم اکٹھا نہیں کرتے' کہ ہسپتالوں میں اس چیز پر کتنا خرچ ہو رہا ہے' اس چیز پر کتنی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ ہم appendicitis کے کتنے آپریشن کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ ہم کتنی hystectomies کرتے ہیں۔ ہمیں کس چیز پر توجہ دینی ہے اور ہم کیا اورکتنا burden اٹھا سکتے ہیں۔ برطانیہ کے اندر اگر کسی بندے نے عام آپریشن کروانا ہے تو اس کو دو تین سال کا وقت دیا جاتا ہے۔ یا پھر وہ پرائیویٹ سیکٹر میں چلا جائے۔ یہ ایک بہت اہم شعبہ ہے جو totally neglected ہے۔ اگر بجٹ کو ہم نے صحیح استعمال کرنا ہے تو ہمیں statistics کی طرف توجہ دینی پڑے گی۔ جو اس وقت تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خرچ ضائع ہو جائے گا یا اس سے مریض کو ڈائریکٹ کیا فائدہ پہنچے گا۔ اس سے ہمیں ایک balanced health policy چلانے کے اندر مدد ملے گی۔ جیسا کہ ہیلتھ منسٹر صاحب کی تقریر سے آج یہ واضح ہوگیا کہ تقریباً ہمارے پاس سرکاری شعبے میں 2 ہزار 3 سو لوگوں کے لیے ایک سرکاری ہسپتال کا بسترا موجود ہے۔ یہ ایک نہایت ہی مشکل صورت حال ہے۔ اور اس میں فوری طور پر بہتری کے لیے حکومت کے پاس کوئی وسائل بھی نظر نہیں آتے۔ اس میں improvement تو آہستہ آہستہ ہوگی۔ لیکن یہاں پر جس چیز کی فوری طور پر ضرورت ہے وہ پرائیویٹ سیکٹر کی شمولیت کی ضرورت ہے۔ ہم نے پرائیویٹ سیکٹر کو encourage نہیں کیا کہ پنجاب کے اندر ایک balanced development آئے۔ لاہور شہر کے اندر بے شک بہت سے پرائیویٹ ہسپتال بن رہے ہیں اور جو پالیسی makers ہیں بدقسمتی سے وہ سب کے سب لاہور میں ہی بیٹھے ہیں۔ اور وہ ان پرائیویٹ ہسپتالوں کو دیکھ کر اس قسم کے فیصلے کرتے ہیں کہ ان پر ٹیکس لگا دیا جائے۔ پرائیویٹ ہسپتالوں کے جو مریض ہیں وہ وہ مریض ہیں جو پورا علاج اپنی جیب سے کرواتے ہیں اور حکومت کو فارغ کر دیتے ہیں اور حکومت کا بوجھ وہ خود اٹھا لیتے ہیں۔ اس کے باوجود پچھلی حکومت نے ایسی پالیسی بنائی کہ پرائیویٹ ہسپتال کے بستروں کے اوپر 5% کی شرح سے ٹیکس لگا دیا۔ گویا کہ ان کو discourage کیا گیا۔ جہاں پر 23 سو لوگوں کے لیے ایک سرکاری بیڈ ہے' developed دنیا کے اندر تقریباً دو سے تین سو لوگوں کے لیے ان کے ملک کے اندر بیڈ ہیں۔ جہاں ہمارا gap اتنا بڑا ہے وہاں ہم نے پرائیویٹ سیکٹر کو encourage کرنا ہے اور اس کے لیے soft loaning کرنی ہے۔ ٹھیک ہے' ہم ان کو direction دیں کہ ہم نے لاہور میں loaning بند کر دی ہے۔ اب آپ جہلم میں چلے جائیں۔ اب آپ فیصل آباد میں چلے جائیں۔اب آپ ملتان میں چلے جائیں۔ اس کے اندر ایک regulated development جو ہے میں سمجھتا ہوں کہ

منسٹری آف ہیلتھ کا یہ ایک فرض ہے اس کی identification کریں اور اس کو regulate کریں۔ اسی طرح آج ہاؤس میں نشان دہی ہوئی کہ پرائیویٹ سیکٹر میں بھی بہت سی بے قاعدگیاں ہیں۔ ان بے قاعدگیوں کو regulate کرنا' یہ بھی ہیلتھ منسٹری کا فرض ہے۔ جہاں مریض ایک ہسپتال کا بورڈ دیکھتا ہے اور وہ ایمرجنسی میں اس ہسپتال میں چلا جاتا ہے۔ خدا نخواستہ اگر وہ heart failure میں جا رہا ہے۔ اور وہ وہاں جا کر دیکھتا ہے کہ اس کے پاس defibrillator جیسی basic چیز ہی نہیں۔ میں یہاں دوسرے ملکوں کی مثال دوں گا کہ جہاں پر کسی ادارے کو ہسپتال کا نام لکھنے کی اجازت ملتی ہے وہاں ایک basic list of equipments ہوتی ہے جو ہیلتھ منسٹری regulate کرتی ہے کہ اگر آپ نے ہسپتال کا بورڈ لگانا ہے تو کم از کم یہ سامان آپ کے پاس ہونا چاہیے۔ اگر ڈسپنسری کا بورڈ لگانا ہے تو یہ سامان کی دوسری لسٹ ہے' یہ ہونا چاہیے۔ یہ فرائض ہماری ہیلتھ منسٹری کے ہیں جو میں سمجھتا ہوں' ہونے چاہییں۔ اگر اجازت دیں تو میں چند points کی نشان دہی کرنا چاہوں گا۔ اسی طرح جو بجٹ کا استعمال ہے اس میں ہمیں standardization of equipment کی طرف توجہ دینی چاہیے جو ہم equipment خریدتے ہیں۔ ہم ایکسرے مشینیں دس بارہ ملکوں سے خرید رہے ہیں۔ ہم معمولی suction مشینیں دس بارہ ملکوں سے خرید رہے ہیں۔ کوئی ہمیں کہیں سے آ کر aid دیتا ہے' وہ ہمارے حق میں نہیں ہے۔ اور اس کے اوپر جو سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ پروفیسروں کے لیے ہمارے پاس بجٹ ہے' Ph.Ds, F.R.C.S., M.R.C.Ps. لیکن الیکٹرو میڈیکل انجینئر کی ہمارے پاس اسامی نہیں۔ ہمارے پاس جو کروڑوں روپے کا سامان آتا ہے اس کی چھوٹی چھوٹی چیزیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ out-dated ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح سے ہر ہسپتال کے اندر یہ حالات ہیں۔ میں نے آج سے چھ سات مہینے پہلے بھی اس فلور پر کہا تھا کہ ہمیں الیکٹرو میڈیکل انجینئر اپنے تمام بڑے ہسپتالوں میں appoint کرنے ہوں گے۔ other wise اپنے بجٹ کا بہت بڑا حصہ ہم ضائع کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ کی اجازت سے آخری نکتہ ہمارے جو بڑے بڑے ہسپتال ہیں جہاں آپ نے contracts کے اوپر DHQs کے اندر ڈاکٹرز appoint کیے۔ میرا مشورہ ہے' میری حکومت سے درخواست ہے کہ وہاں evening کے timings کے لیے دوپہر کو 4-00 بجے سے لے کر رات 10-00 بجے تک چھ گھنٹوں کے لیے میڈیکل سپیشلسٹ اور Paediatrics سپیشلسٹ بھی contract پر appoint کریں جو صرف out-door کریں۔ یہ دو ایسے شعبے ہیں جن کا wide use ہے۔ ایک میڈیکل سپیشلسٹ اور بچوں کا ڈاکٹر۔ جو ہمارے بڑے بڑے DHQs ہیں ان کے اندر اور جو بڑے بڑے شہر ہیں جیسے سروسز ہسپتال ہے مستقل طور پر صرف وہاں پر out door کے لیے انھیں appoint کریں تو بہت سے لوگوں

کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

جناب چیئرمین: بہت شکریہ جناب۔ شاہد محمود بٹ صاحب۔

جناب شاہد محمود بٹ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب والا! میں سب سے پہلے تو آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے آج کی اس اہم بحث میں حصہ لینے کا موقع دیا۔ جناب والا! جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے۔ اور زرعی ملک میں 70 % آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے دیہاتی لوگوں کے لیے سب سے زیادہ طبی سہولتوں کا فقدان ہے۔ یہ اس ملک کی بدقسمتی کہہ لیجیے' بلکہ میں یہ کہوں گا کہ آج اتنا بڑا اہم issue ہے کہ اگر صحت ہے تو زندگی ہے اگر صحت نہیں تو زندگی نہیں۔ اس کے لیے ہمیں صرف چار منٹ تک بحث میں حصہ لینے کا موقع دیا جا رہا ہے۔ اگر یہی چیز ہے جس طرح قائد حزب اختلاف نے point out کیا تھا کہ 20 پیسے فی شخص علاج معالجے کے لیے حصے میں نہیں آتا' میں یہی کہوں گا کہ ہمیں شکوہ نہیں کرنا چاہیے۔ جب تک ہمیں ایسی بحثوں میں' debates میں full discussions میں participate کرنے کا' highlight کرنے کا' problems حل کرنے کا full موقع نہیں دیا جائے گا۔ next budget میں بھی یہی ہوگا' 20 پیسے سے 15 پیسے بجٹ آ جائے گا۔ کوئی اچھی proposals نہیں جا سکیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ فنڈز نہیں ہیں ۔ جس طرح ٹائم کی کمی ہے اسی طرح فنڈز کی کمی آ جائے گی۔ جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بدقسمتی سے 70 % آبادی جو دیہات میں رہتی ہے ان کو نہ تو آج تک کوئی lab facility موجود ہے نہ ہی وہاں qualified قسم کے کوئی ڈاکٹرز موجود ہیں۔ جس کی وجہ سے ہمارے ملک کی شرح اموات سب سے زیادہ ہے۔ اب تک وہی سلسلہ ہے کہ وہ non qualified ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں۔ وہ ابھی تک پرانے حکماء سے علاج کرواتے ہیں۔ نہ ان کے پاس کوئی investigation ہے نہ وہ کسی مرض کی تشخیص کرواتے ہیں۔ بغیر مرض تشخیص کیے وہ ایسی دوائیاں استعمال کر لیتے ہیں۔ جس سے ہماری اموات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ جس طرح ہاؤس میں یہ بات ہو رہی تھی کہ بنیادی صحت کے سنٹرز بنے ہیں جو دور دراز علاقوں میں بنا دیے گئے ہیں۔ وہاں ڈاکٹرز کے رہنے کی جگہ موجود نہیں تھی۔ میں پوائنٹ آؤٹ کرنا چاہتا ہوں کہ تھانے کی سطح پر دیہی مراکز صحت بنے ہیں۔ میرے اپنے حلقے میں مرکز تھانہ ستراہ میں ایک دیہی مرکز صحت بنا ہے۔ جناب سپیکر! میرے کہنے کے باوجود نہ تو ابھی وہاں ایمبولینس مہیا کی گئی ہے۔ وہاں کا ایکسرے پوائنٹ بھی خراب ہے۔ مرکز ستراہ میں دیہی مرکز صحت ہے لیکن ابھی تک وہاں کے لوگوں کو ایسی چیزیں مہیا نہیں کی گئیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے

ہمیں ایک ایسا عظیم لیڈر دیا' ایسا نوجوان وزیر اعلیٰ دیا' ایسا خوب صورت اور باکردار وزیرصحت دیا جنھوں نے اس دفعہ دوسرے محکموں کی طرح ہماری ٹیم کے ساتھ مل کر' جا کر اچانک چھاپے مارے۔ محکمہ صحت کو بہتر کرنے اور ڈاکٹروں کی حاضری کو یقینی بنانے کے لیے ہسپتالوں کو چیک کیا گیا۔ وزیر اعلیٰ صاحب خود ہمارے حلقے میں تشریف لائے اور موقع پر ڈاکٹروں کی غیرموجودگی کا نوٹس لیا گیا۔ آج اس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے علاقے میں کم از کم ڈاکٹروں کی موجودگی یقینی ہو گئی ہے۔

جہاں تک ادویات کا تعلق ہے اس سلسلے میں شہروں میں تو لوگوں کو دوائیاں بہت ملتی ہیں۔ اس میں بھی ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری پالیسی اس قسم کی ہے کہ ہم ہسپتالوں کو جو ادویات مہیا کرتے ہیں وہ چوری ہو جاتی ہیں۔ وہی ادویات بڑے ہسپتالوں کے باہر میڈیکل سٹوروں میں فروخت کر دی جاتی ہیں۔ میں وزیرصحت صاحب سے کہوں گا کہ پالیسی ایسی ہونی چاہیے کہ ہسپتالوں میں جو دوائی پہنچائی جائے اس دوائی اور اس کے کارٹون کے اوپر بھی حکومت پنجاب یا حکومت پاکستان کا لیبل ہو تاکہ اس دوائی کی چوری نہ ہو سکے۔ اسی طرح بہترین حکومت کا اولین فرض یہ ہوتا ہے کہ باہر کے ملکوں کی طرح ہر شہری کو تعلیم اور صحت کی سہولتیں مفت فراہم کرے۔ ضروری نہیں کہ ہم اس مقصد کے لیے دوسروں کے آگے کشکول لیے پھریں۔ ہم خود اپنے ذرائع پیدا کریں۔ اس ملک میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب کچھ دیا ہوا ہے۔ اس پر فنڈز لگائیں تاکہ ان لوگوں کو ادوایات کی بنیادی چیزیں مل سکیں۔

جناب سپیکر! میں کم از کم آپ کا ایک منٹ اور لوں گا۔ میں ایک پوائنٹ کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں کہ بنیادی مراکز صحت میں صفائی کرنے کے لیے ابھی تک خاکروب کی اسامیاں نہیں۔ آپ یقین کریں کہ پانچ سو روپے ملازمت پہ پارٹ ٹائم لوگوں کو رکھا ہوا ہے۔ ان کو بھی سابقہ حکومت نے چھ چھ مہینے کی تنخواہیں نہیں دیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ اگر ہم نے ہسپتالوں کو صحیح طور پر چلانا ہے' اگر ہم نے ہسپتالوں کی عمارات کو صحیح طور پر چلانا ہے تو کم از کم ہسپتال میں صفائی کے لیے چوکیدار کی ایک اسامی ضرور پیدا کریں۔ اس کے ساتھ میں یہ کہوں گا کہ ابھی وزیر صاحب نے بھی کہا ہے کہ ہر بنیادی مرکز صحت یونین کونسل سطح پر بنا ہوا ہے لیکن میں اس کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں کہ بدقسمتی سے میرے حلقے پی پی 108 میں بڈھا گورایہ یونین کونسل ابھی تک اس سہولت سے محروم ہے کہ وہاں بنیادی مرکز صحت تعمیر نہیں ہوا۔ اس کے لیے میں نے سوال بھی دیا ہوا تھا۔ آج میں پھر آپ کی وساطت سے وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ میرے حلقے کی یونین کونسل میں بنیادی مرکز صحت نہیں' وہاں بنایا جائے۔ اس کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، شکریہ' شاہد محمود بٹ صاحب۔ اب میں نواب زادہ منصور علی خان کو دعوت دیتا ہوں۔

وزیرصحت، جناب چیئرمین! معذرت کے ساتھ عرض کروں گا۔ میں انتہائی خوشی محسوس کر رہا ہوں۔۔۔۔۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین!۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! آپ بڑے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ وزیرصحت کو فلور دیا ہوا ہے اور آپ بیچ میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ٹپک پڑے ہیں۔ یہ سمجھ نہیں آتی کہ آپ کی عمر کہاں بیت گئی؟

وزیرصحت، جناب چیئرمین! اپنے دوستوں کی اس بحث میں دل چسپی دیکھ کر آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ یہ اتنا اہم شعبہ ہے' اگر آپ اس بحث کو کل تک بڑھا دیں۔ اتنی بہترین آراء آ رہی ہیں کہ جو دوست بچ جائیں وہ اس بحث میں بھرپور حصہ لیں' یقیناً جس کا مجھے' میرے محکمے اور پھر خاص طور پر عوام کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔ اگر آپ اس بحث کو کل پر بھی رکھ لیں تو میں بڑا مشکور ہوں گا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میرے پاس جو نام ہیں وہ اس مقررہ وقت پہ پورے ہو جائیں گے۔ اگر آپ wind up کرنا چاہیں تو اس کے لیے وقت بڑھایا جا سکتا ہے۔ جناب صدیق سالار صاحب۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب! شاہد بٹ کے بعد میرا وقت تھا۔

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! سپیکر صاحب میرے پاس جو فہرست چھوڑ کر گئے ہیں میں اس کے مطابق جا رہا ہوں۔ اس فہرست پر آپ کا نام بارھویں نمبر پر ہے۔ تو آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ اب میں نواب زادہ منصور صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

نواب زادہ منصور احمد خان، شکریہ' جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین! سرکاری ہسپتالوں کی outclass performance کا اندازہ آپ اس بات سے لگا لیجیے کہ وزیرصحت پنجاب کے ایک قریبی عزیز جو کہ گردے اور مثانے کے بہت پرانے مریض ہیں' ایک سرکاری ہسپتال کے ڈاکٹر کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے کہنے پر سرکاری ہسپتال کی سرکاری لیبارٹری میں اپنا پیشاب ٹیسٹ کرانے وہ خود تشریف لے گئے۔ پیشاب کا ٹیسٹ دیا۔ کچھ گھنٹوں کے بعد جب خود رپورٹ لینے گئے تو لیبارٹری کے انچارج نے مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ مبارک ہو آپ کے مریض امید سے ہیں اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ انھیں بیٹا دے۔ تو جناب ان کے سرکاری ہسپتالوں کی یہ outclass performance ہے۔ جناب چیئرمین! میں۔۔۔۔۔

وزیرصحت، جناب والا! نکتۂ ذاتی وضاحت۔

جناب چیئرمین، وزیر صاحب نکتۂ ذاتی وضاحت پر ہیں۔

وزیر صحت، میرے وہ عزیز نواب زادہ منصور تو نہیں تھے؟

نواب زادہ منصور احمد خان، میں فلڈ سیزن کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ وزیر موصوف نے اپنے محکمہ صحت کے طرف سے outclass performance کی بات کی۔ اس میں ایک anti snake bite vials ہوتی ہیں جو کہ فلڈ سیزن میں نہایت ضروری ہوتی ہیں اور دیہاتوں میں سانپ ڈسنے کے بے شمار واقعات ہوتے ہیں۔ ان کا محکمہ انھیں رپورٹ بھی نہیں کرتا' ان کیسوں کو درج بھی نہیں کرتا۔ یہ vials ان کے پاس موجود ہی نہیں ہوتیں اور جس کی وجہ سے شرح اموات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان کا محکمہ وہ شرح اموات بھی ریکارڈ پر درج نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین! Decadron ایک انجکشن ہے جو کہ فلڈ سیزن میں بہت ضروری تصور کیا جاتا ہے کہ جب ڈوبتے ہوئے کو بچایا جائے اور پانی اس کے جسم میں چلا جائے تو اس کے لیے یہی Decadron زندگی کا کام دیتا ہے۔ ان کے محکمے کے پاس اس فلڈ سیزن میں کوئی Decadron نہیں تھا۔ انھوں نے اپنے مراکز پر کسی قسم کی اہم ادویات نہیں بھیجی تھیں۔ جناب چیئرمین! اوسطاً پانچ ڈسپوزایبل سرنجز ہر آر ایچ سی پر دے رکھی تھیں۔ جب کہ ایک ڈسپوزایبل سرنج ایک مریض کے لیے کافی ہوا کرتی ہے۔ انھوں نے ایک ڈسپوزایبل سرنج سے سینکڑوں مریضوں کو انجکشن لگائے جو کہ میڈیکل سائنس کی روح کے منافی ہے۔

جناب چیئرمین! میں ان کے سرکاری ہسپتالوں کے بارے میں بڑے افسوس کے ساتھ عرض کروں گا۔ ان کے سرکاری ہسپتال منشیات کا گڑھ بن چکے ہیں۔ وہاں منشیات کھلے عام فروخت ہوتی ہیں ' وہاں منشیات کا مکروہ دھندہ ہوتا ہے اور اس کی پشت پناہی ان کا محکمہ کرتا ہے۔ جناب چیئرمین! ہیروئن کے عادی افراد اپنا خون بلڈ بنک کو بیچتے ہیں جس سے صورت حال مزید گھمبیر ہو جاتی ہے۔ ان کے سرکاری ہسپتالوں میں جسم فروشی کا مکروہ دھندا ہوتا ہے' بلکہ اس مکروہ دھندے کو کرنے کے لیے ہسپتالوں کو محفوظ سمجھا جاتا ہے۔ اور وہاں سے جو بے شمار آمدن ہوتی ہے وہ ان کا محکمہ آپس میں بانٹتا ہے-----

جناب محمد عظیم گھمن، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ اس سرکاری ہسپتال کا نام بتایا جائے جہاں پر یہ مکروہ دھندا ہوتا ہے؟

جناب چیئرمین، ویسے یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

نواب زادہ منصور احمد خان، ہمارے سرکاری ہسپتالوں میں پوزیشن یہ ہے کہ ہسپتالوں کی مشینری کو ڈاکٹر

صاحبان اپنے نجی کلینکس میں لے گئے ہیں یا اس سرکاری مشینری کو دانستہ طور پر خراب کر دیا ہے تاکہ مریضوں کو ترغیب دی جا سکے کہ وہ ان کے نجی کلینکس پر جا کر اس مشینری سے ٹیسٹ کرائیں جو کسی عام شخص کی بساط سے کہیں زیادہ ہے۔ جناب چیئرمین! میں ایک بات خاص طور پر عرض کروں گا کہ ہمیں اور پنجاب کے 7 کروڑ عوام کو حکومت پنجاب سے جس چیز کی بہت توقع تھی کہ جعلی ادویات کا دھندا کرنے والے لوگوں کو یہ پکڑیں گے لیکن محکمہ صحت اور حکومت پنجاب کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ یہ انسانیت کے دشمن اور انسانیت کے قاتل ہیں اور جن کی جعلی ادویات سے مریض سسک سسک کر مر رہے ہیں۔ صرف لاہور کے اندر چھ بھٹیوں میں طاقت کا نیوروبیان انجکشن بنا کر جعلی لیبل کے ساتھ محکمہ صحت کے ذریعے مارکیٹ میں ہول سیل ڈسٹری بیوٹرز کو دیا جاتا ہے تاکہ اس دھندے کو legalize کیا جا سکے۔ اس محکمے کو اس کے لیے کروڑوں کا کمشن دیا جاتا ہے۔ اسی لیے انھوں نے ان ڈرگ سمگلرز کو پکڑنے کے لیے کبھی سوچا تک نہیں۔

جناب چیئرمین! انھوں نے عطائی ڈاکٹروں کے خلاف مہم شروع کی۔ چلیں ایک کام تو اچھا کیا لیکن پھر یہ ہوا کہ انھیں پکڑنے کے بعد مک مکا ہوا۔ وہی ادویات انھیں واپس کر دی گئیں اور پھر اگلے دن انھوں نے اپنا دھندا شروع کر دیا اور اس محکمے نے پتا ہونے کے باوجود چشم پوشی کر رکھی ہے۔ جہاں انھوں نے چھاپے مارے تھے وہ عطائی ڈاکٹر انھی ٹھکانوں پر اپنا دھندا کر رہے ہیں اور ان کا دھندا عروج پر جا رہا ہے۔ لیکن خدا نے ان لوگوں کو یہ توفیق نہیں دی کہ اگر غلطی سے کوئی اچھا کام کر گئی ہیں۔۔۔۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب سپیکر! میں نواب زادہ صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ وقت بدل چکا ہوا ہے۔ وہ اپنے دور کی بات نہ کریں موجودہ دور کی بات کریں۔ ان کو شاید ابھی تک یہ خیال ہے کہ وہ سابقہ حکومت کی بات کر رہے ہیں۔۔۔۔

جناب چیئرمین، شاہد محمود صاحب! آپ کس پوائنٹ پر بول رہے ہیں؟

جناب شاہد محمود بٹ، جناب! میں اس پوائنٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے دو چیزوں کی نشان دہی کی ہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین، اگلے دن بھی سپیکر صاحب نے آپ کو وارننگ دی تھی کہ آپ رولز اینڈ ریگولیشن کی کتاب پڑھیں، پھر اٹھا کریں۔ تو جب آپ کا کوئی پوائنٹ ہی نہیں بنتا تو آپ ویسے مداخلت کرتے ہیں، آپ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

نواب زادہ منصور احمد خان، جناب چیئرمین! شکریہ۔ یہ مداخلت کچھ اشاروں پر ہوتی ہے تاکہ concentration

lose ہو اور وہاں تک اصل بات نہ پہنچ سکے۔ لیکن میں نے اصل بات پہنچانی ہے اور یہ وزیرصاحب کو بھی معلوم ہے اور اچھی طرح معلوم ہے۔ آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز جن کا بڑے فخریہ انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ آر ایچ "یوں" ہے، بی ایچ یو "ووں" ہے۔ مطلب بڑے طریقے کے ساتھ باتیں کی گئیں اور اس میں پھر اعداد و شمار وہی جادوگری کی گئی اور اس میں بتایا گیا کہ ہم یہ کر رہے ہیں، وہ کر رہے ہیں۔ یہ زبانی جتنی باتیں کرتے ہیں عملاً انھیں بھی معلوم ہے، ہماری حکومت پنجاب کو بھی معلوم ہے، حکومتی اراکین کو بھی معلوم ہے کہ آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز ویران ہو چکے ہیں۔ وہاں عملاً ڈاکٹر صاحبان موجود نہیں، وہاں ان کا کسی قسم کا کوئی موجود نہیں، بلکہ اس کے قریب کچھ عطائی ڈاکٹروں کے پاس کیس بھیجے جاتے ہیں اور ان کے پرائیویٹ کلینکس پر کیس بھیجے جاتے ہیں۔ اور وزارت صحت نے بار بار یہ کہا کہ ہم نے ایک ایسا طریقہ وضع کر لیا ہے اب ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ ایک سرکاری ڈاکٹر نجی کلینک بھی انھی اوقات میں چلائے، بلکہ اس کے لیے ہم نے ازسرنو پالیسی متعین کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ کچھ اس قسم کی باتیں کرتے رہے ہیں، حالانکہ عملاً اس قسم کی چیزیں ہوئی نہیں ہیں۔ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آر ایچ سیز میں کوئی عملہ موجود نہیں، کوئی ڈاکٹر موجود نہیں انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ بی ایچ یوز میں کچھ نہیں۔ انھیں اچھی طرح معلوم ہے تحصیل ہیڈکوارٹرز پر کچھ نہیں۔ انھی اچھی طرح معلوم ہے basic Head Quarters پر کچھ نہیں۔ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ شہروں کے ہسپتالوں میں عملاً پوزیشن ناگفتہ بہ ہے۔ انھی کے دور میں انھی کی ناکام اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے یہ کام مزید خراب ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! جب ایک اچھا کام ہو تو اس کی تعریف کرنے میں اپوزیشن بخل سے کام نہیں لے گی۔ لیکن کوئی اچھا کام کریں تب ناں۔ یہ تو اچھا کام کرنے والے ہیں نہیں اور پھر میں نے تو پہلے بھی عرض کیا تھا کہ خدا نے تو انھیں توفیق ہی نہیں دی کہ یہ اپنے دور حکومت میں کوئی اچھا کام کریں۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ نواب زادہ منصور کے لیے آپ نے دو دفعہ گھنٹی بھی بجائی۔۔۔۔

جناب چیئرمین، اب میں تیسری بار بھی یہ گھنٹی بجانے والا تھا وہ وقت آپ لے گئے۔ اب اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟

چودھری محمد صدیق سالار، جناب! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کی باتیں مت دہرائیں موجودہ وقت کی باتیں دہرائیں اور موجودہ وقت میں اگر انھیں کوئی شک ہے تو جہاں چاہیں۔۔۔۔

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! آپ یہ کس پوائنٹ پر بات کر رہے ہیں؟ ویسے یہ پوائنٹ بنتا نہیں۔

نواب زادہ منصور احمد خان، جناب چیئرمین! جب آئینہ دکھایا جائے' حقیقت بتائی جائے تو تکلیف تو ہوتی ہے۔ یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے۔ اور اب وزیر صحت پنجاب سے یہ استدعا ہے کہ آپ اپنی ہیلتھ پالیسی کو ازسرنو ترتیب دیں۔ اس میں صحیح ترجیحات کا تعین کریں۔ جہاں جہاں اس میں خامیاں ہیں کشادہ دلی کے ساتھ اس کو سامنے رکھتے ہوئے ان خامیوں کا مستقل حل نکالا جائے۔ یہ حل صرف زبانی نہ ہو' کیونکہ وزیر صحت زبانی جمع خرچ بہت زیادہ کرتے ہیں۔ عملاً بھی کچھ کریں۔ تو میں ان کی ہیلتھ پالیسی کو انتہائی ناقص سمجھتا ہوں---

جناب چیئرمین، بیٹھے بیٹھے بات نہیں کیا کرتے۔ اب میں نعیم اللہ شاہانی صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

جناب نعیم اللہ خان شاہانی، جناب چیئرمین! چونکہ بنیادی مسئلہ صحت ہے۔ عوام سے ہمارے یہی وعدے تھے کہ ہم صحت اور تعلیم میں ان شاء اللہ تعالیٰ بنیادی کردار ادا کریں گے اور اس محکمے میں جو خرابیاں ہیں ان کو دور کریں گے۔ ابھی وزیر صاحب نے فرمایا کہ کافی تبدیلی آ چکی ہے۔ ہماری حکومت کی پیش رفت اچھی ہونی چاہیے' کیونکہ جو حکومت اچھے اقدامات اٹھائے اس کی نیک نامی ہوتی ہے۔ اچھے اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں اور کوشش یہی ہونی چاہیے کہ ڈاکٹر پورے ہونے چاہییں۔ ادویات کی کمی کا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ انھوں نے ہسپتالوں میں طریقہ کار رکھا ہوا ہے کہ جو ادویات سٹور سے دیتے ہیں ان میں کافی ادویات بے کار ہوتی ہیں' جن کی ضرورت نہیں ہوتی اور وہ دور دراز علاقوں کے چھوٹے اضلاع کو دی جاتی ہیں۔

نواب زادہ منصور احمد خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، نواب زادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

نواب زادہ منصور احمد خان، جناب! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس ہاؤس کو قواعد و ضوابط کے مطابق چلانا ہو گا۔ اس وقت کورم پورا نہیں۔ براہ مہربانی' میں کورم کی نشان دہی کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین، نوابزادہ صاحب! آپ تقریر کر چکے ہیں۔ ویسے تو اصولی طور پر یہ طے ہوا تھا کہ کورم پوائنٹ آف آؤٹ نہیں کیا جائے گا۔ بہرحال' چونکہ یہ ہو چکا تو اب گنتی کی جائے گی----اس مرحلے پر گنتی کی گئی---- کورم پورا نہیں۔ پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں---- گھنٹیاں بجائی گئیں----دوبارہ گنتی کی جائے--- -- گنتی کی گئی---- کورم پورا نہیں۔ آئینی پروویژن تو یہ ہے کہ 5 منٹ گھنٹیاں بجائی جائیں اور اس کے بعد 15 سے 30 منٹ تک اجلاس ملتوی کیا جائے۔ لیکن اب چونکہ یہ اجلاس ختم ہونے میں 14 منٹ باقی ہیں۔ لہٰذا اجلاس کل صبح ساڑھے 9 بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس)

منگل 28۔ اکتوبر 1997ء

(سہ شنبہ 14 ۔ جمادی الثانی 1418ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر' لاہور میں ساڑھے دس بجے صبح زیر صدارت قائم مقام سپیکر (سردار حسن اختر موکل) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ○ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○

سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 41 تا 53

گناہ گار اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائیں گے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیے جائیں گے○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ یہی وہ جہنم ہے جسے گناہ گار لوگ جھٹلاتے تھے○ وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو باغ ہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ ان دونوں میں بہت سی شاخیں (یعنی قسم قسم کے میووں کے درخت ہیں)○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ ان میں دو چشمے بہ رہے ہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○ ان میں سب میوے دو دو قسم کے ہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○

وما علینا الا البلاغ○

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات)

جناب قائم مقام سپیکر، آج منصوبہ بندی ' ترقیات اور خزانہ کے متعلق سوالات ہیں۔ کھوسہ صاحب کی طرف سے request آئی تھی کہ وہ کوئی ناگزیر حالات کی وجہ سے کہیں مصروف ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ لاءمنسٹر صاحب ان سوالات کو take up کر لیں۔

وزیر قانون، جناب اگر مجھے حکم دیں تو میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ اگر pend کرنا چاہتے ہیں تو جیسے جناب حکم دیں گے ویسے ہی ہو گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔ لاءمنسٹر صاحب جواب دیں گے۔ جی میاں عبدالستار صاحب۔

میاں عبدالستار (رحیم یار خان)، سوال نمبر 90

چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں وائس چیئرمین کا تقرر

*90۔ **میاں عبدالستار،** کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے چیئرمین ہیں جس کا 1981 کے بعد کوئی اجلاس نہیں ہوا۔

(ب) کیا حکومت اس کا اجلاس منعقد کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ج) کیا حکومت ایل ڈی اے کی طرح چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں بھی وائس چیئرمین مقرر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)،

(الف) یہ درست ہے کہ بروئے نوٹیفکیشن نمبری 3(54)RP/85 مورخہ 15-5-86 وزیر اعلیٰ پنجاب چولستان ترقیاتی ادارہ بہاول پور کے چیئرمین ہیں۔

یہ درست نہیں ہے کہ 1981ء کے بعد چولستان ترقیاتی ادارہ کا کوئی اجلاس نہیں ہوا۔ سال 1981ء سے مئی 1986ء تک ادارہ ہذا کے چیئرمین 'وزیر (نوآبادیات) تھے جن کی زیرصدارت اجلاس منعقد ہوتے رہے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

9' مارچ	1983ء
11' جولائی	1983ء
7' دسمبر	1983ء
19' جولائی	1984ء

(ب) چولستان ترقیاتی ادارہ کو 1986ء میں مرتب کیا گیا تھا۔ اب کیونکہ حالات بدل چکے ہیں اس لیے ادارہ کو اب نئے سرے سے ترتیب دیا جا رہا ہے۔ جس کی حتمی منظوری کے بعد اجلاس منعقد کیا جائے گا۔

(ج) حکومت چولستان ترقیاتی ادارہ کا وائس چیئر مین مقرر کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی کیونکہ سی۔ ڈی ۔اے۔ ایکٹ 1976ء کے مطابق وائس چیئر مین کے لیے کوئی اسامی نہیں۔

(اس مرحلے پر جناب چیئرمین راجہ محمد خالد خان کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

میاں عبدالستار (رحیم یار خان)، جناب والا! اس کا نظر ثانی شدہ جواب ذرا مختلف ہے۔

جناب چیئرمین، جی وزیر قانون۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (جناب محمد بشارت راجا)،

(الف) یہ درست ہے کہ بروئے نوٹیفکیشن نمبری 3(54)PR/85 مورخہ 15-05-86 وزیراعلیٰ چولستان ترقیاتی ادارہ بہاولپور کے چیئرمین ہیں۔ اس سے پہلے سال 1981ء سے 1986ء تک ادارہ کے چیئرمین وزیر (نو آبادیات) تھے۔

یہ درست نہیں ہے کہ 1981ء کے بعد چولستان ترقیاتی ادارہ کا کوئی اجلاس نہیں۔ وزیر (نو آبادیات) کی زیر صدارت مندرجہ ذیل اجلاس منعقد ہوئے،

11' جولائی	1982ء
9' مارچ	1983ء
11' جولائی	1983ء
7' دسمبر	1983ء
19' جولائی	1984ء

وزیراعلیٰ کے ادارہ کا چیئرمین بننے کے بعد اجلاس زیر صدارت وزیراعلیٰ مورخہ 19۔

دسمبر 1987ء کو بھی منعقد ہوا۔

(ب) جی ہاں۔

(ج) وائس چیئرمین مقرر کرنے کی تجویز زیر غور ہے۔ وزیراعلیٰ کی منظوری کے بعد ادارے کے ایکٹ میں ضروری ترمیم کردی جائے گی۔

وزیر قانون، جناب چیئرمین! جس طرح میں نے اپنے جواب میں عرض کیا ہے کہ اب حالات بدل چکے ہیں اور بدلے ہوئے حالات کے تحت حکومت اس بات کا از سر نو جائزہ لے رہی ہے کہ آیا اس ادارے میں وائس چیئرمین کا تقرر ہونا چاہیے یا نہیں۔ اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب کی منظوری کے لیے ایک سمری بھجوائی گئی ہے جس کے واپس آنے کے بعد کوئی مناسب فیصلہ کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، اگلا سوال جناب محمد محسن شاہ صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال شاہد محمود بٹ صاحب کا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ، سوال نمبر 435

ترقیاتی پروگرام 96 - 1995ء

*435۔ **جناب شاہد محمود بٹ،** کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 1995ء سے 1996ء کے دوران ایم پی اے ترقیاتی پروگرام کے لیے کتنی رقم رکھی گئی تھی اس میں سے کتنی رقم محکمہ خزانہ کی طرف سے جاری ہوئی تھی۔

(ب) اس پروگرام کے تحت منظور شدہ منصوبوں کے لیے جاری کردہ رقم میں سے کتنی رقم متذکرہ سال کے دوران خرچ ہو چکی ہے اور کتنی رقم بقایا ہے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)،

(الف) مالی سال 96-1995ء میں خصوصی پروگرام برائے مقامی ترقی Special Programme For Local Development کے عنوان سے ترقیاتی بجٹ میں 15400 لاکھ روپے مختص کیے گئے تھے جس میں سے 12820 لاکھ روپے 161 ایم۔پی۔اے صاحبان کی تجویز کردہ 5059 سکیموں کے لیے جاری کیے گئے۔

(ب) محکمہ جات سے موصولہ اطلاعات کے مطابق مالی سال کے اختتام 30-6-1996 تک 7353 لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ مالی سال کے اختتام پر خرچ نہ ہو سکنے والی رقم Lapse کر جاتی ہے۔

جناب چیئرمین، کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ 96-1995ء میں جو فنڈز رکھے گئے تھے، جن سے سکیمیں شروع کی گئی تھیں، اب 97-1996ء میں اور 98-1997ء میں ان سکیموں کے لیے کیا کوئی فنڈز رکھے گئے ہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ میرے حلقہ پی پی 108 میں-----

جناب چیئرمین، جناب شاہد محمود بٹ صاحب! ایک وقت میں ایک ہی سوال کیا جا سکتا ہے۔

وزیر قانون، معزز رکن سے گزارش ہے کہ وہ جو ایک سوال کرنا چاہتے ہیں اس کو دہرا دیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 96-1995ء میں سپیشل فنڈز سے جو سکیمیں شروع کی گئی تھیں ان کے لیے 98-1997ء کے بجٹ میں فنڈز نہیں رکھے گئے جس کی وجہ سے وہ سکیمیں بند پڑی ہیں۔ تو میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ ان سکیموں کو جاری رکھنے کے لیے حکومت نے سپیشل ترقیاتی فنڈز کیوں نہیں رکھے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ درست ہے لیکن یہ ایک معزز رکن کے حلقے کی بات نہیں، بلکہ پورے پنجاب میں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت جو منصوبہ جات شروع کیے گئے تھے دوسری حکومت آنے کے بعد ان کو drop کر دیا گیا تھا۔ میں ذاتی طور پر اس عمل سے گزرا ہوں۔ میرے حلقے میں بھی جو منصوبہ جات تھے ان پر کام روک دیا گیا تھا۔ لیکن موجودہ حکومت نے برسراقتدار آنے کے بعد اس بات کا فیصلہ کیا ہے کہ ہم نے سب سے پہلے ان منصوبوں کو مکمل کرنا ہے جو زیرتکمیل ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو مکمل کیا جائے گا اور اسی طرح جیسے معزز رکن فرما رہے تھے کہ جو منصوبے 96-1995ء میں شروع کیے گئے تھے اور جن پر کچھ رقم خرچ ہوئی تھی، لیکن باقی رقم نہیں دی گئی ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو بھی on going منصوبوں کے طور پر مکمل کیا جائے گا۔ شکریہ

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس میں پی پی 108 سیالکوٹ میں جو سکیمیں شروع کی گئی تھیں ذرا ان کی لسٹ مجھے مہیا کر دیں۔

جناب چیئرمین، شاہد محمود بٹ صاحب! یہ تو منسٹر صاحب نے کہہ دیا ہے کہ ہم جنرل ان کو take up کر رہے ہیں اور on going سکیموں کے لیے فنڈز مختص کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس کے بعد ایک حلقے کا سوال باقی نہیں رہ جاتا۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میرے پاس فہرست موجود ہے اجلاس کے بعد ان کو فراہم کر دوں گا۔

جناب چیئرمین، اگلا سوال بھی شاہد محمود بٹ صاحب کا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ، سوال نمبر 436

سرکاری ملازمین کو سرکاری قرضہ کی فراہمی

*436۔**جناب شاہد محمود بٹ،** کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال1995ء سے1996ء میں حکومت نے سالانہ بجٹ میں تمام مدات میں قرضہ برائے سرکاری ملازمین کے لیے کتنی رقم رکھی تھی؟

(ب) مختلف مدات میں قرضہ وصول کرنے والے ملازمین کی فہرست ایوان کی میز پر رکھی جائے۔ سرکاری ملازمین کے لیے قرضہ حاصل کرنے کا طریقہ کار کیا ہے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)،

(الف) حکومت پنجاب نے سال 96-1995ء کے بجٹ میں سرکاری ملازمین کے قرضہ جات کے لیے مختلف مدات میں صوبہ کے کمزور مالی حالات کے پیش نظر اور ترقیاتی منصوبوں کو مناسب رقم کی فراہمی کے لیے صرف پانچ ہزار روپے کی رقم علامتی طور پر(As Token) مختص کی۔

(ب) سال96-1995ء کے دوران کسی سرکاری ملازم کو قرضہ جاری نہیں کیا گیا۔ جہاں تک قرضہ حاصل کرنے کے طریقہ کار کا تعلق ہے۔ اس کے لیے سرکاری ملازمین کو پی۔ایف۔آر جلد اول قاعدہ نمبر 10.20 (Rule 10.20 of Punjab Financial Rules VOL-1) اور (Appendix 18 of PFR Vol-II) میں دی گئی ہدایات کے مطابق دفتر اکاؤنٹینٹ جنرل پنجاب میں اپنے نام کا اندارج کروانا ہوتا ہے اور باری آنے پر قرضہ جاری ہو جاتا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ ، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو ملازمین اے۔جی آفس میں براہ راست قرضہ لینے کے لیے درخواستیں دیتے ہیں اور جو وزیر موصوف کے ذریعے درخواستیں دیتے ہیں ان کا قرضہ حاصل کرنے کا کیا تناسب ہے؟ کیا ان سرکاری ملازمین کی بھی باری آتی ہے جو اے جی آفس میں درخواستیں دیتے ہیں؟

وزیر قانون ، جناب والا! اس کے لیے نئے سوال کی ضرورت ہے۔ انھوں نے 96-1995ء کی بات

پوچھی تھی کہ کتنا قرضہ دیا گیا۔ اس کا میں نے جواب دے دیا ہے کہ اس سال کوئی قرضہ جاری نہیں کیا گیا۔

جناب چیئرمین ، اگلا سوال جناب راجہ محمد جاوید اخلاص صاحب۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا ! میری مراد یہی تھی اور میں سال 96-1995ء کی بات کر رہا ہوں اور یہی میرا متعلقہ سوال ہے' اسی پر بات کر رہاہوں۔ اسی سال کا تناسب پوچھ رہا ہوں۔

وزیر قانون ، جناب والا !میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ اس سال قرضہ دیا ہی نہیں گیا۔ اس لیے تناسب کیسے بتا سکتا ہوں اور جو پانچ ہزار لکھے ہوئے ہیں وہ ٹوکن منی تھی۔

جناب چیئرمین ، اگلا سوال جناب راجہ محمد جاوید اخلاص۔

محکمہ مقامی حکومت اور دیہی ترقی کی سکیموں کے لیے فنڈز کا اجراء

*504۔راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیرمنصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) 20-5-96 سے لے کر 10-5-79 تک محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی نے کتنے منصوبہ جات (On going) کے لیے محکمہ منصوبہ بندی سے فنڈز طلب کیے تھے جو فنڈز یا تو Lapse ہوگئے تھے یا کسی وجہ سے خرچ نہ ہو سکے۔

(ب) مذکورہ (الف) میں طلب کیے جانے والے فنڈز میں سے کتنے منصوبہ جات کے لیے فنڈز مہیا کیے گئے۔ تفصیل اضلاع وار فراہم کی جائے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)،

(الف) محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی نے 26 جاری شدہ(ON-GOING) منصوبہ جات کے لیے 257/09 لاکھ روپے کی رقم طلب کی تھی لیکن محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے متذکرہ عرصہ کے دوران کسی بھی منصوبہ کے لیے رقم فراہم نہ کی۔

(ب) جز (الف) کے جواب کی روشنی میں اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

جناب چیئرمین، اگلا سوال چودھری زاہد محمود گورایہ(تشریف نہیں رکھتے)اگلا سوال پیر سید بنیا مین رضوی (تشریف نہیں رکھتے) اس سے اگلا سوال پیر سید بنیا مین رضوی(تشریف نہیں رکھتے) اگلاسوال چودھری عامر سلطان چیمہ۔

چک 36 جنوبی اور 98 شمالی ضلع سرگودھا میں گرلز کالجز کی تعمیر

*787۔چودھری عامر سلطان چیمہ۔ کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حلقہ پی۔پی 28 میں تعمیر ہونے والے دو گرلز کالجز جن کی تعمیر پر حکومت پچھلے سال لاکھوں روپے خرچ کر چکی ہے۔

1۔ گرلز ڈگری کالج 36 جنوبی تحصیل و ضلع سرگودھا۔

2۔ گرلز انٹر کالج چک 98 شمالی تحصیل و ضلع سرگودھا

(ب) ان دونوں On Going سکیموں کے لیے سال 1997-98ء کے بجٹ میں کتنی رقم مختص کی گئی ہے اگر نہیں کی گئی تو اس کی کیا وجہ ہے اور اس نقصان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے تفصیل بتائی جائے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)،

(الف) یہ درست ہے کہ محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے پچھلے سال 1996-97ء میں گورنمنٹ انٹر کالج 36 جنوبی تحصیل و ضلع سرگودھا کا ڈگری کالج تک درجہ بڑھانے کےلئے 15 لاکھ روپے اور نئے انٹر کالج چک 98 شمالی تحصیل وضلع سرگودھا کے اجراء کے لیے 5 لاکھ روپے ترجیحی پروگرام سے مختص کیے تھے۔ محکمہ تعلیم کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق یہ رقوم ان منصوبہ جات پرخرچ ہو چکی ہیں۔ لیکن ان جاری منصوبہ جات کے لیے محکمہ تعلیم نے مالی سال 1997-98ء میں رقوم طلب نہیں کیں لہذا اسے ڈی پی 1997-98ء میں رقوم مختص نہیں کی گئیں۔ البتہ محکمہ تعلیم نے 8 جولائی 1997ء کو محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات سے ان دونوں منصوبوں کے لیے Re-appropriation کے ذریعے رقوم مختص کرنے کی درخواست کی ہے۔ رواں مالی سال کے دوران ان منصوبوں پر کام جاری رکھنے کے لیے دیگر اہم منصوبوں کے ساتھ میرٹ پر موازنہ کرنے کے بعد فنڈز مہیا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(ب) جز الف کے جواب میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب والا! کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے تمام سابقہ On-goging سکیموں کے لیے اس سال فنڈز مختص کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! یہ بالکل درست ہے اور میں نے چند لمحے پہلے اسی ہاؤس میں یہ گزارش

کی ہے کہ ہم تمام جاری منصوبوں کو ان شاء اللہ تعالیٰ ترجیحی بنیادوں پر مکمل کریں گے۔ اس خاص سوال کے حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ہمیں جو re-appropriation کے لیے کیس آیا ہے اس پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ وہ ابھی زیر غور ہے اور اس پر بھی مناسب فیصلہ کیا جائے گا۔

چودھری عامر سلطان چیمہ ، جناب والا وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ میرٹ پر اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ میرٹ سے کیا مراد ہے؟

وزیر قانون، جناب والا! اس خاص سوال کے حوالے سے میرٹ کی یہ بات پوچھ رہے ہیں تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حکومت کے مالی وسائل بہت محدود ہیں۔جب مالی وسائل محدود ہوں تو پھر ہمیں اپنی ترجیحات مقرر کرنی پڑتی ہیں۔ میرٹ سے ہماری مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی ترجیحات مقرر کرنی ہیں اور ان ترجیحات کے مطابق ان شاء اللہ تعالیٰ فنڈز فراہم کیے جائیں گے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ ، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ان 20 لاکھ روپے کے نقصان کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا اس کا ذمہ دار محکمہ تعلیم ہے؟ اس منصوبے کو وقت پر ADP میں شامل کرنے کے لیے پی اینڈ ڈی کو نہیں کہا گیا' کیا ان ذمہ دار افراد کے خلاف حکومت کوئی کارروائی کرے گی؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! محکمہ تعلیم نے re-appropriation کے لیے لکھا ہے اور میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے کہ ابھی ان کی اس گزارش پر محکمہ خزانہ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور مناسب وقت پر اس کا فیصلہ کیا جائے گا اور یہ بھی ایک طے شدہ بات ہے کہ حکومت کا جہاں پر 20 لاکھ روپے لگ چکا ہے ان منصوبوں کو ہم نے مکمل کرنا ہے۔ اس کے لیے ہم نے باقی رقم فراہم کرنی ہے۔ بات صرف وسائل کی دست یابی کی ہے۔ جیسے جیسے وسائل دستیاب ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ فنڈز فراہم کر دیے جائیں گے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ ، جناب والا! میرا آخری ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ re-appropriation کے بعد یہ فنڈز دسمبر تک فراہم کر دیے جائیں گے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میں بار بار یہ استدعا کر رہا ہوں کہ ابھی ان کی re-appropriation کی requests پر فیصلہ نہیں ہوا۔ جب فیصلہ کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو

favourably consider کریں گے۔

جناب چیئرمین : اگلا سوال سید خاور علی شاہ۔

حلقہ پی۔پی175 خانیوال میں ترقیاتی پروگرام

*874۔ڈاکٹر سید خاور علی شاہ: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ نے حلقہ پی۔پی 175 کی مندرجہ ذیل سکیمیں مالی سال 1997-98ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے:

1۔ بوائز ڈگری کالج عبدالحکیم

2۔ بوائز ھائر سیکنڈری سکول قتال پور کا قیام

3۔ ڈنڈی سرگانہ میں گرلز مڈل سکول کا قیام

4۔ کوٹ گوہر محمد میں بوائز مڈل سکول کاقیام

5۔ گوپال پور موضع پیپل مرالی میں گرلز مڈل سکول کا قیام

6۔ منظر آباد تا پیپل مرالی تک پختہ سڑک کی تعمیر

7۔ ڈیرہ محارم تا ریلوے اسٹیشن ڈیرہ محارم تک پختہ سڑک کی تعمیر

8۔ جوئیہ موڑ شورکوٹ روڈ تا چار ڈی(فارم) تک سڑک کی تعمیر

(ب) اگر جز بالا کاجواب اثبات میں ہے تو ان میں سے کتنی سکیموں کو مالی سال 1997-98ء میں شامل کیا گیا ہے ان سکیموں کے نام اور مختص کردہ رقم کی تفصیل فراہم کی جائے۔ نیز جن سکیموں کو وزیراعلیٰ کے احکامات کے باوجود شامل نہیں کیا گیا اس کی وجوہات کیا ہیں۔ کیا حکومت ان کو بھی شامل کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو وجہ؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا):

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) جز (الف) کے جواب کی روشنی میں اس کی ضرورت نہ ہے۔ تاہم یہ امر قابل ذکر ہے کہ بوائز ڈگری کالج عبدالحکیم کی سکیم سالانہ ترقیاتی پروگرام 1997-98ء میں بطور ایک جاری سکیم شامل ہے اور اس کے لیے 3 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ ، جناب چیئرمین دونوں جوابات غلط دیے گئے ہیں۔ جہاں تک وزیر اعلیٰ کی

اس بات کا تعلق ہے کہ انھوں نے کوئی ریفرنس نہیں بھیجا یا کوئی حکم نہیں دیا' اس بارے میں میرے پاس directives کے نمبر موجود ہیں اور محکمہ پی اینڈ ڈی میں جو وصول کیے گئے ہیں ان کے نمبر بھی موجود ہیں۔ اگر وزیر قانون معلوم کرنا چاہیں تو ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ 1555 سے لے کر 1562 تک وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ سے 12 تاریخ کو جاری ہوئے۔ 21 اپریل کو پی اینڈ ڈی میں وصول کیے گئے۔ ان کے نمبر 1893 سے لے کر 1900 تک ہیں۔ جہاں تک یہ کہا گیا ہے کہ ہمیں کوئی نہیں ملے یہ غلط ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر اعلیٰ کے احکامات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے کہ یہاں پر جواب دیا جاتا ہے کہ کوئی حکم ہی جاری نہیں ہوا؟

وزیر قانون، جناب والا! تحریری طور پر جو جواب ہاؤس میں سرکولیٹ کیا گیا ہے اس کے مطابق میں نے جواب دیا ہے۔ اور اس میں واضح طور پر یہ لکھا گیا ہے کہ کوئی directive موصول نہیں ہوا۔ ریفرنس یا اور کوئی بات ایک علیحدہ بات ہے۔ لیکن جناب والا! میں پھر بھی جناب کی خدمت میں یہ استدعا کروں گا کہ اس ایوان کی تسلی کے لیے اور معزز رکن کی تسلی کے لیے میں ذاتی طور پر اس بات کا نہ صرف نوٹس لوں گا بلکہ میں چیک کر کے معزز رکن کی یہ تسلی کرواؤں گا کہ اگر directives موجود تھے تو یہاں پر غلط جواب کیوں دیا گیا ہے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو جواب اس وقت دیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ directives موصول نہیں ہوئے۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! میں نے یہی پوچھا تھا کہ جو وزیر اعلیٰ کے احکامات ہیں' ان کو directives کہہ لیں یا' میں تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ جو احکامات ہیں ان کے بارے میں' میں نے پوچھا تھا کہ وزیر اعلیٰ نے میرے حلقہ کی ترقیاتی سکیموں کے متعلق جو احکامات دیے ہیں ان کا کیا کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا ہے کہ ہمیں کوئی احکامات موصول ہی نہیں ہوئے۔ موصول نہ ہونا اور بات ہے۔ یہ کہہ دیتے کہ فنڈز نہیں ہیں یا پالیسی نہیں ہے تو وہ اور بات ہے۔ لیکن یہ جواب دے دینا کہ ہمیں موصول ہی نہیں ہوئے' جب کہ ان کے issue ہونے کے بھی میرے پاس نمبر ہیں اور کمپیوٹر نمبر ہیں جو میں بتا رہا ہوں۔ اور جو پلاننگ میں receive ہوئے ان کے رجسٹریشن نمبر بھی میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ تو پھر یہ کیوں کہا گیا کہ ہمیں موصول ہی نہیں ہوئے؟

جناب چیئرمین، جی راجہ صاحب۔

وزیر قانون، جناب والا! اس وقت محکمے میں جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ محکمہ تعلیم اور محکمہ

مواصلات اور تعمیرات کی فراہم کردہ اطلاعات سے یہ واضح ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے سوال میں پوچھی گئی سکیموں کو ADP 1997-98 میں شامل کرنے کے احکامات جاری نہ کیے تھے۔ بلکہ وزیر اعلیٰ نے ان سکیموں کی ترجیحات وسائل کی دستیابی کو مد نظر رکھتے ہوئے مقرر کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے۔ میں نے ڈائریکٹو کے متعلق واضح طور پر کہا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے ان سکیموں کو ADP میں شامل کرنے کے متعلق کوئی ڈائریکٹو جاری نہیں کیا۔ اور میں پھر categorically کہتا ہوں کہ کوئی ڈائریکٹو جاری نہیں ہوا۔ اگر سکیموں کی consideration کے لیے یہ لکھا گیا ہو کہ ان کو consider کیا جائے۔ یا ان کو on merit لیا جائے یا ان کی priority fix کی جائے تو وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ لیکن ان کو ADP میں شامل کرنے کے لیے وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے categorically کوئی ڈائریکٹو جاری نہیں کیا گیا۔

جناب چیئرمین، ڈاکٹر خاور علی شاہ۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! میں یہی پوچھتا ہوں' چاہے ڈائریکٹو نہیں ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ consider کیا جائے۔ وہ ان کو موصول ہوئے ہیں۔ اگر ہوئے ہیں تو انھوں نے اس پر کیا عمل کیا ہے؟ کیا انھوں نے کوئی feasibility مانگی ہے' کیا انھوں نے اس کا کوئی rough estimate لگوایا ہے یا ان کو پھینک دیا ہے؟

وزیر قانون، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر جناب والا سوال ملاحظہ فرمائیں تو یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ نے حلقہ پی پی 175 کی مندرجہ ذیل سکیمیں مالی سال 1997-98 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کرنے کے احکامات صادر فرمائے تھے؟ انھوں نے شامل کرنے کے احکامات جاری نہیں فرمائے تھے' میں نے اس کا جواب دے دیا ہے۔ اب اگلا سوال یہ ہے کہ اگر شامل کرنے کے لیے نہیں کہا گیا تو اس پر کیا کارروائی ہوئی ہے؟ اس کے لیے وہ نیا سوال دیں۔ ہر سکیم کی اگر علحدہ feasibility بنی ہے تو میں وہ بھی فراہم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جو بھی اس پر عمل درآمد ہوا ہوگا میں ایوان کے سامنے پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب چیئرمین، راجہ صاحب! یہ جز (ب) میں ہے کہ بوائز ڈگری کالج عبدالحکیم کی سکیم سالانہ ترقیاتی پروگرام 1997-98 میں بطور ایک جاری سکیم شامل ہے اور اس کے لیے 3 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

MINISTER FOR LAW: This summary has been approved by the Chief Minister.

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! یہ جو جز (ب) میں 1995ء سے یہ سکیم چل رہی ہے۔ 1995ء میں اس کے لیے ڈیڑھ لاکھ روپیہ مختص ہوا۔ 97-1996ء میں 15 لاکھ روپیہ مختص ہوا۔ اس سال یہ کہتے ہیں کہ 30 لاکھ روپیہ ہوا ہے۔ لیکن سوال و جواب دینے کے بعد اس سکیم کو ڈراپ کر دیا گیا ہے۔ اس بارے میں وزیر موصوف کا کیا خیال ہے؟

وزیر قانون، جناب والا! اس کی تحقیقات کی جائے گی۔

جناب چیئرمین، وزیر قانون یقین دلاتے ہیں کہ اس کی تحقیقات کی جائے گی۔

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، میں تحقیقات کروانا چاہتا ہوں نہ pend' بلکہ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے بہت ہی قابل احترام وزیرمنصوبہ بندی ہیں اور ہمارے قابل احترام وزیر اعلیٰ کے احکامات ہیں۔ اور ہم سوال put کرتے ہیں' ہاؤس میں حصہ لیتے ہیں۔ میں نے سوال کوئی پہلی دفعہ put نہیں کیا۔ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا جو اس دفعہ ہو رہا ہے۔ کیا اس بارے میں بھی یہ وضاحت فرمائیں گے؟ میں پانچویں مرتبہ ممبر بن کے آیا ہوں۔ ہمارے سوال کو کبھی بھی اس طرح نظر انداز نہیں کیا گیا۔ جس طرح اس دفعہ کیا گیا ہے؟

وزیر قانون، جناب والا! میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ معزز رکن نے جو ارشادات فرمائے ہیں یہ بات درست نہیں۔ ان کی سکیم جس کے متعلق جناب نے بھی observation دی ہے اس کے لیے 3 ملین روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کے بعد اس کو ڈراپ کر دیا گیا ہے۔ میں نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ اگر ڈراپ کی گئی ہے تو اس سلسلے میں تحقیقات کی جائے گی۔ اور باقاعدہ اس بات کا نوٹس لیا جائے گا اور ان کی تسلی کروائی جائے گی۔ اور اس سلسلے میں ہاؤس میں بھی وضاحت پیش کی جائے گی کہ یہ کیوں ڈراپ کی گئی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ایسا پہلی دفعہ ہو رہا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ محکمے نے جواب دیا ہے کہ 3 ملین روپے مختص ہوا ہے۔ پہلے ڈائریکٹو کی وجہ سے confusion تھا وہ میں نے clear کیا۔ اب یہ allocation کی بات کرتے ہیں۔ تو اس confusion کو بھی دور کیا جا سکتا ہے۔

جناب چیئرمین، تو پھر اس سوال کو pend کر لیا جائے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں نے اس کا صرف جواب دینا ہے۔ میں ہاؤس میں اس کا جواب دے دوں گا' question pend کرنے کی ضرورت نہیں۔

جناب چیئرمین، question pend ہو گا تبھی آپ جواب دیں گے۔

وزیر قانون، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب چیئرمین، تو کب تک آپ اس کا جواب دے سکیں گے؟

وزیر قانون، جناب والا! میں اس کا جواب کل بھی دے سکتا ہوں۔ یہ تو ریکارڈ کی بات ہے۔

جناب چیئرمین، کیوں ڈاکٹر خاور علی شاہ صاحب! پھر اس کو کل تک کے لیے pend کرلیں؟

ڈاکٹر سید خاور علی شاہ، جناب والا! جو چیئر فیصلہ کرے۔ بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین، اس سوال کو pend کیا جاتا ہے۔ next راجہ محمد جاوید اخلاص۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، سوال نمبر 960۔

گرلز سیکنڈری سکول دیوی ضلع راولپنڈی کے لیے فنڈز کی فراہمی

*960۔راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیرمنصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ تعلیم نے اپنے مراسلہ نمبر S.O.(PIII)H-18 مورخہ 15 مئی 1997ء کے ذریعہ محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو تحریر کیا تھا کہ گرلز سیکنڈری سکول دیوی ضلع راولپنڈی کے لیے ترقیاتی پروگرام 98-1997ء میں فنڈز مختص کیے جائیں۔(اس مراسلہ کی نقل پیش کی جائے۔)

(ب) کیا اس مراسلہ کی روشنی میں مذکورہ گرلز سیکنڈری سکول کے لیے سال 98-1997ء میں فنڈز مختص کیے گئے۔

(ج) کیا حکومت سالانہ بجٹ کے Priority Programme میں مختص فنڈز سے اس سکول کے لیے رقم مختص کرنے کو تیار ہے یا نہیں؟

وزیر قانون، جناب والا! معزز رکن نے جو سوال پوچھا ہے اس کی latest position یہ ہے کہ چونکہ ادھر لکھا ہوا تھا کہ جواب موصول نہیں ہوا۔ لیکن اس کی latest position یہ ہے کہ،

"مورخہ 23-08-1997 کو متعلقہ وزیر صاحب نے اس سکول کو ADP میں شامل

کرنے کی منظوری دے دی ہے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب والا! میں ان کے جواب سے مطمئن ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے واضح کر دیا۔

جناب چیئرمین، سعید احمد خان منیس۔

جناب سعید احمد خان منیس، سوال 1044۔

وزیر قانون، جناب والا! صوبے میں زرعی ٹیکس کے نفاذ سے موجودہ حکومت نے محکمہ زراعت کے ترقیاتی بجٹ 98-1997ء میں 21 کروڑ 66 لاکھ روپے کا اضافہ کیا ہے۔

جناب چیئرمین، جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، 1044۔

جناب چیئرمین، جی ہاں' ان کا تو لکھا ہوا ہے کہ "جواب موصول نہیں ہوا۔"

وزیر قانون، میں 1045 کی بات کر رہا تھا۔ sorry۔

جناب چیئرمین، یہاں پر لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔ اگلا سوال بھی جناب سعید احمد خان منیس صاحب کا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، 1045۔

زرعی ٹیکس سے آمدن کی تفصیل

*1045۔جناب سعید احمد خان منیس، کیا وزیرخزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

صوبہ میں زرعی ٹیکس کے نفاذ سے محکمہ زراعت کے ترقیاتی بجٹ میں کس قدر اضافہ ہوا ہے۔ تفصیل مہیا کی جائے؟

وزیر قانون(جناب محمد بشارت راجا)،

صوبہ میں زرعی ٹیکس کے نفاذ سے موجودہ حکومت نے محکمہ زراعت کے ترقیاتی بجٹ 98-1997ء میں 21 کررڑ 66 لاکھ روپے کا اضافہ کیا ہے۔ زراعت کے شعبہ میں سال 97-1996ء اور 98- 1997ء کے دوران مختص کی گئی رقوم کی تفصیل اس طرح ہے،

نام شعبہ	1996 - 97ء	1997 - 98ء	اضافہ	فی صد اضافہ (روپے)
اصلاح آب پاشی	16 کروڑ 14 لاکھ	2 کروڑ 28 لاکھ	2 کروڑ 74 لاکھ	74
زرعی کاشت بذریعہ مشینری اور آبی وسائل کی ترقی	8 لاکھ	2 کروڑ 82 لاکھ	2 کروڑ 74 لاکھ	3425
زرعی تعلیم و تربیت	2 لاکھ	11 لاکھ	9 لاکھ	450
زرعی تحقیق و توسیعی خدمات	2 کروڑ 70 لاکھ	9 کروڑ 60 لاکھ	6 کروڑ 90 لاکھ	256
کل	18 کروڑ 94 لاکھ	40 کروڑ 60 لاکھ	21 کروڑ 66 لاکھ	114

زراعت کاشت کی ترقی کے لیے تحقیق، فنی معلومات، خالص بیج اور ادویات کے علاوہ دیگر سہولیات کی فراہمی ضروری ہے تاکہ کسانوں کو ترقی کے عمل میں رکاوٹ نہ آئے۔ زرعی ترقی کو تیز کرنے کے لیے موجودہ حکومت نے زراعت سے منسلک براہ راست شعبہ جات کے ترقیاتی بجٹ میں خصوصی طور پر توجہ دی ہے۔ موجودہ سال میں ان شعبہ جات کے لیے مندرجہ ذیل رقوم فراہم کی گئی ہیں،

نام شعبہ	1996 - 97ء	1997 - 98ء	اضافہ	فی صد اضافہ (روپے)
(i) کھیت سے منڈی تک سڑکیں	63 کروڑ 95 لاکھ	102 کروڑ 23 لاکھ	38 کروڑ 28 لاکھ	60
(ii) لائیوسٹاک	4 کروڑ 73 لاکھ	7 کروڑ 86 لاکھ	3 کروڑ 13 لاکھ	66
(iii) جنگلات	8 کروڑ 80 لاکھ	10 کروڑ 69 لاکھ	1 کروڑ 89 لاکھ	21
(iv) فشریز	82 لاکھ	36 لاکھ	(-)46 لاکھ	(-)56
(v) امداد باہمی	21 لاکھ	21 لاکھ	—	—
(vi) اخبار	58 کروڑ 15 لاکھ	109 کروڑ 90 لاکھ	51 کروڑ 75 لاکھ	89
کل	136 کروڑ 66 لاکھ	231 کروڑ 25 لاکھ	94 کروڑ 59 لاکھ	69

زراعت کی ترقی کے لیے موجود حکومت بیرونی امداد کے تحت چلنے والے منصوبے جات پر خطیر رقم خرچ کر رہی ہے۔ ان منصوبہ جات کی تفصیل یہ ہے،

نام شعبہ	1996 - 97ء	1997 - 98ء	اضافہ	فی صد اضافہ (روپے)
(i) فلڈ پروٹیکشن پراجیکٹ (ایشیائی ترقیاتی بنک)	—	12 کروڑ	12 کروڑ	1200
(ii) لائیوسٹاک پراجیکٹ (ایشیائی ترقیاتی بنک)	3 کروڑ	5 کروڑ 82 لاکھ	2 کروڑ 82 لاکھ	94
(iii) بارانی ایریا ڈویلپمنٹ پراجیکٹ (دوسرا مرحلہ)	18 کروڑ 70 لاکھ	10 کروڑ	8(-) کروڑ 70 لاکھ	(-)47
(iv) اصلاح آب پاشی تیسرا منصوبہ (ایشیائی ترقیاتی بنک)	20 کروڑ 2 لاکھ	20 کروڑ 90 لاکھ	88 لاکھ	4
(v) بہاول پور (دیہی ترقیاتی پراجیکٹ	—	4 کروڑ 44 لاکھ	4 کروڑ 44 لاکھ	444

(vi) زرعی تحقیقی دوسرا مرحلہ	—	5 کروڑ 48 لاکھ	5 کروڑ 48 لاکھ	548
(vii) پنجاب فارسٹ سیکٹر ڈویلپمنٹ پراجیکٹ	9 کروڑ 46 لاکھ	19 کروڑ 62 لاکھ	10 کروڑ 16 لاکھ	107
اصلاح آب پاشی منصوبہ جاپانی امداد	—	7 کروڑ 68 لاکھ	7 کروڑ 68 لاکھ	768
کل	51 کروڑ 18 لاکھ	85 کروڑ 94 لاکھ	34 کروڑ 76 لاکھ	68

سمری

(i)	خالص زراعت پر اضافہ	21 کروڑ 66 لاکھ
(ii)	زراعت سے براہ راست منسلک محکمہ جات پر اضافہ	94 کروڑ 59 لاکھ
(iii)	بیرونی امداد کے تحت منصوبہ جات پر اضافہ	34 کروڑ 76 لاکھ
	مجموعی اضافہ	151 کروڑ 1 لاکھ

اس تفصیل سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ موجودہ حکومت نے زرعی ٹیکس کی آمدنی کو زراعت اور اس سے منسلک اداروں پر خرچ کرنے کے ترقیاتی منصوبے بنائے ہیں۔ جس سے زراعت کو ترقی ملے گی۔

علاوہ ازیں حکومت پنجاب زراعت کے شعبے میں کسانوں کی مدد اور ملکی معیشت کو ترقی دینے کے لیے جاری بجٹ سے بھی مناسب وسائل مہیا کر رہی ہے۔ موجودہ سال کے جاری بجٹ میں مجموعی طور پر پچھلے سال کی نسبت 8 کروڑ 27 لاکھ روپے زیادہ خرچ کیے جائیں گے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! اس پر ضمنی سوال ہے۔ کہ میں نے بہت ہی specific question کیا ہے کہ زرعی ٹیکس کے نفاذ سے۔ اس میں جو جواب دیا گیا ہے اس میں تمام aided projects کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً اصلاح آب پاشی کا aided project ہے آبی وسائل کی ترقی یہ بھی aided project ہے اور لائیو سٹاک میں بھی ایک خطیر رقم aided project سکیم میں بھی آتی ہے۔ محکمہ انہار کا ذکر کیا گیا ہے' اس میں بھی کافی aided project شامل ہے۔ اور ایک 85 کروڑ 94 لاکھ روپے۔ یہ بھی aided project ہے۔ جناب والا! میرا بڑا ہی specific سوال ہے کہ aided project کے علاوہ اس کو minus کرکے صوبے میں زرعی ٹیکس کے نفاذ سے جو ترقیاتی بجٹ میں اضافہ ہوا ہے اس کا وزیر موصوف بتائیں۔

جناب چیئرمین، راجہ صاحب! منیس صاحب کا یہ سوال ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! سوال میں پوچھا یہ گیا تھا کہ صوبے میں زرعی ٹیکس کے نفاذ سے محکمہ زراعت کے ترقیاتی بجٹ میں ۔ جناب والا! اگر آپ جواب میں ملاحظہ فرمائیں گے تو زراعت سے متعلقہ ہر شعبے میں ڈویلپمنٹ کے لیے جو پیسے 98-1997ء میں رکھے گئے تھے وہ اور جو رقم 98-1997ء میں allocate کی گئی ہے وہ indicate کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ہی جو اضافہ ہے وہ بیان کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ محرک کی تسلی کے لیے محکمہ نے نہ صرف اس کو جنرل' بلکہ اس کو شق وار اور ہر شعبے سے متعلق جو اضافہ 98-1997ء میں ہوا ہے اس کا ہم نے واضح طور پر جواب دے دیا ہے۔

جناب چیئرمین، جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! میں پھر insist کروں گا کہ میرا ایک specific سوال ہے کہ زرعی ٹیکس کے نفاذ سے' اور زرعی ٹیکس کی آمدنی سے جو اضافہ ہوا ہے وہ کتنا ہوا ہے؟

وزیر قانون، جناب والا! زرعی ٹیکس کا اضافہ' اس نے ایک پول میں جانا تھا اور اس پول میں سے وہ تمام شعبوں کو distribute ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ ساری رقم ہم نے ایک جگہ اکٹھی کی ہے اور اس کو کسی ایک منصوبے پر لگانا ہے۔ وہ پول بھی زراعت کی ترقی کے لیے ہے۔ صوبے کے عوام سے ہماری یہ commitment تھی کہ ہم نے زرعی ٹیکس سے حاصل ہونے والی آمدن زرعی ٹیکس کے حوالے سے زرعی آبادی پر خرچ کرنی ہے۔ اور وہ اسی پر خرچ کی گئی ہے۔

جناب چیئرمین، جی--

جناب سعید احمد خان منیس، ضمنی سوال سر۔ جناب والا! میں اس کو ایک دوسرے انداز میں put کر لیتا ہوں۔ کہ کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ کیا یہ درست ہے کہ 97-1996ء میں زرعی انکم ٹیکس کی مد سے ہدف ایک ارب 25 کروڑ روپے تقریباً رکھا گیا تھا۔ اور 98-1997 کا ہدف تقریباً ایک ارب 52 کروڑ روپے رکھا گیا تھا؟

وزیر قانون، جناب والا! زرعی انکم ٹیکس کی آمدن میں ایک ارب 52 کروڑ روپے تھا اور یہ اضافہ ترقیاتی بجٹ میں بھی بتایا گیا ہے اور یہ projected income ہے جو ایک کروڑ 52 لاکھ روپے ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! حکومت نے اعلان کیا تھا کہ زرعی انکم ٹیکس کی تمام

رقم زراعت کے شعبے میں خرچ ہوگی جیسے کہ وزیر موصوف فرما رہے ہیں۔ اگر 97-1996ء اور 98-1997ء کے ٹارگیٹ کو اکٹھا کیا جائے تو پونے تین ارب روپے بنتے ہیں۔ کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ کیا پونے تین ارب روپیہ رواں مالی سال میں زرعی شعبے میں اضافے کے طور پر اس بجٹ میں شامل کیا گیا ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! معزز رکن نے 98-1997ء کی بات پوچھی تھی۔ ہم نے اس میں 151 کروڑ روپے کی بات کی ہے اور تفصیل فراہم کر دی ہے۔ اس رقم کو زراعت سے ہی متعلقہ شعبوں پر reflect کیا گیا ہے۔ انھوں نے جس سال کی بات کی ہے میں بھی اس سال کا جواب دے رہا ہوں۔ انھوں نے 98-1997ء کی بات کی ہے۔ 98-1997ء سے حاصل ہونے والی آمدن زرعی شعبے سے متعلق شعبوں میں ہی خرچ کی جائے گی اور اس کی تفصیل ہم نے دے دی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب سپیکر! یہ بات بہت ہی واضح ہو گئی ہے کہ وزیر موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ 97-1996ء میں حکومت کا زرعی انکم ٹیکس کا ٹارگیٹ ایک ارب اور پچیس کروڑ روپے تھا۔ 98-1997ء کے لیے ایک ارب اور باون کروڑ روپے تھا جو کہ تقریباً پونے تین ارب روپے بنتا ہے۔ جیسا کہ حکومت نے اعلان کیا تھا کہ یہ سارا زراعت کی مد میں خرچ ہونا ہے تو مجھے تو کہیں نظر نہیں آرہا کہ یہ پونے تین ارب روپے خرچ ہوئے۔ تمام aided projects زرعی انکم ٹیکس کی مد میں نہیں ہیں۔ یہ تو ایک قرضہ ہے۔ اس کا پنجاب حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔ جناب سپیکر! یہ بہت specific جواب ہے' اس پہ ذرا تفصیل سے بیان فرمائیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں بار بار یہ واضح کر رہا ہوں کہ میں 98-1997ء کی بات کر رہا ہوں۔ معزز رکن اس 98-1997ء کی بات میں 97-1996ء کی بات بھی شامل کرنا چاہتے ہیں کہ 97-1996ء میں جو ایک ارب پچیس کروڑ روپے آئے اس کو کہاں پر خرچ کیا گیا؟ اس کے لیے وہ نیا سوال دیں' میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن جہاں تک 98-1997ء کا تعلق ہے اس کا میں نے حساب دیا ہے اور اس کا جواب ہم نے شعبہ وار دیا ہے۔ تو معزز رکن سے میری یہ گزارش ہوگی کہ 97-96ء کے لیے سوال دیں اس کا ہم علیحدہ جواب دینے کے لیے تیار ہیں۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب چیئرمین، 98-1997ء کا مطلب ہے کہ آپ ڈیڑھ ارب روپے زراعت کے شعبے میں شامل کر رہے ہیں؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں نے اس اضافے کی تفصیل بھی فراہم کر دی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! آپ کو بخوبی یاد ہوگا کہ یہ بل جون میں پاس ہوا تھا اور اپریل 1997ء سے لے کر جون تک اس کو پورا سال تصور کیا گیا تھا۔ تو اس کا ٹارگیٹ تو 97-1996ء میں لازماً reflect ہوا ہے۔ 97-1996ء اور 98-1997ء کو اگر ملایا جائے تو وہ پونے تین ارب روپے بنتا ہے۔ اگر وزیر موصوف اس کا جواب نہیں دے سکتے، تو اگر 98-97ء کا ہی ڈیڑھ ارب روپے لیا جائے تو آپ اس مد میں دیکھیں کہ یہ تمام aided projects کا ذکر ہے۔ حکومت پنجاب کے بجٹ کے ساتھ aided projects کا کوئی تعلق نہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ 98-97ء میں ہمیں اس شعبے سے جو آمدن حاصل ہوئی ہے ہم نے وہ کن مدات میں خرچ کرنی ہے۔ اس کے علاوہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بیرونی امداد کے منصوبوں کو بھی تفصیل میں شامل کیا گیا ہے تو میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ زرعی ٹیکس کے بعد زراعت سے متعلق ہر شعبے میں جو اضافہ ہوا ہے ہم نے اس کو یہاں پر واضح کیا ہے۔ اس میں وہ ایک ارب اور اکاون کروڑ روپے بھی شامل ہیں، بیرونی امداد بھی شامل ہے اور اگر مجموعی طور پر اس کے اضافے کا حجم دیکھیں تو وہ ایک ارب اور اکاون کروڑ روپے سے ہر لحاظ سے زیادہ ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

لالووالی تا گھر کی (ضلع سرگودھا) سڑک کی تعمیر

2۔ جناب عامر سلطان چیمہ، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سڑک از لالووالی تا گھر کی تحصیل و ضلع سرگودھا محکمہ ہائی وے نے تعمیر کرنا تھی اس پر سب بیس اور بیس مکمل ہو چکا ہے۔ جو بعد میں فنڈز نہ ملنے کی وجہ سے Unfunded ہو گئی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بعد میں اس سڑک کی تعمیر کے لیے مزید دس لاکھ روپے مہیا کیے گئے تھے مگر مذکورہ سڑک کی تعمیر مکمل نہ ہوئی اور سڑک پر خرچ شدہ رقم بھی ضائع

ہو رہی ہے۔

(ج) کیا حکومت اس سڑک کے لیے مزید فنڈز مہیا کر کے اسے مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)۔

(الف) جی ہاں یہ سڑک محکمہ ہائی وے نے تعمیر کرنا تھی۔ اس سڑک کی کل لمبائی 24.30 کلومیٹر ہے اور 7.917 ملین روپے کی لاگت سے تعمیر کرنا طے پائی گئی۔ سالانہ مہیا کردہ فنڈز اور اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	فراہم کردہ رقم	خرچ کردہ رقم
1990-91	1.500	1.499
1991-92	2.500	2.578
1992-93	1.600	1.588
1993-94	-	-
1994-95	0.995	0.960

اب تک 20.28 کلومیٹر سڑک مکمل ہو چکی ہے جبکہ 4.02 کلومیٹر سڑک پر کام کی رفتار اس طرح سے ہے۔

ارتھ ورک	4.02 کلومیٹر
سب بیس	2.50 "
بیس	2.00 "

(ب) جی ہاں۔ بعد میں 0.995 ملین روپے مہیا کیے گئے جس میں سے 0.960 ملین روپے خرچ کیے جا چکے ہیں۔ تاہم سڑک مکمل نہ ہوئی کیونکہ 1995-96ء میں فنڈز مہیا نہ کیے جا سکے۔ جبکہ 1996-97ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں سکیم کو شامل تو کیا گیا اور 0.5 ملین روپے مختص بھی کیے گئے مگر بعد ازاں وسائل کی کمی کی وجہ سے کم اہمیت کی سڑکوں کو پروگرام میں سے نکالنا پڑا جن میں سے ایک یہ بھی تھی۔

(ج) فنڈز مہیا نہ کرنے کی وجہ فنڈز کی کمی ہے۔ تاہم کوشش کی جائے گی کہ اگلے مالی سال میں فنڈز مہیا کیے جائیں۔

ضلع سرگودھا کے چکوک میں B. H. U کی تعمیر

3۔جناب عامر سلطان چیمہ، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ مندرجہ ذیل B-H-U سابق وزیر اعلیٰ جناب غلام حیدر وائیں مرحوم کے دور میں شروع ہوئے تھے اور ان پر نوے فیصد کام بھی مکمل ہو چکا تھا۔ مگر فنڈز کی کمی کی وجہ سے بقیہ کام مکمل نہ ہو سکا،

1۔ چک 38 جنوبی	2۔ چک 88 جنوبی
3۔ چک 31 جنوبی	4۔ چک 33 جنوبی
5۔ چک 39 جنوبی	6۔ چک 101 جنوبی
7۔ چک 60 جنوبی	8۔ ٹھٹھہ محمد پناہ

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ بنیادی طبی مراکز B-H-Units کو فوری طور پر فنڈز مہیا کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) محکمہ صحت پنجاب ان سکیموں کے نظرثانی شدہ تخمینہ جات (Revised Estimates) تیار کر رہا ہے۔ نظرثانی شدہ تخمینہ جات (Revised Estimates) کی مجاز اتھارٹی سے منظوری کے بعد ان سکیموں کو 1997-98ء کے ترقیاتی بجٹ میں شامل کر لیا جائے گا۔

ٹی۔اے/ڈی۔اے کی ادائیگی

124۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

مالی سال 1993ء سے آج تک محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات اور اس کے ماتحت اداروں میں کن اہل کاروں کو کتنی مالیت بطور ٹی۔اے، ڈی۔اے، کن تاریخوں میں ادا کیا گیا، ایسے اہل کاران کے نام، عہدہ جات اور جن افسر مجاز کے حکم سے وہ سرکاری دوروں پر گئے، ان کا نام و عہدہ بتایا جائے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)،

مالی سال 1993ء سے آج تک محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات اور اس کے ماتحت اداروں میں جن اہل کاروں کو ٹی۔اے/ڈی۔اے ادا کیا گیا ان کی مطلوبہ تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات فیصل آباد ملازمین کی تعداد

150۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات اور اس کے ماتحت اداروں میں ضلع فیصل آباد میں کل کتنے ملازم ہیں ان کے نام، عہدہ جات، تاریخ پیدائش، تعلیم اور ڈومی سائل کے کوائف کیا ہیں نیز آغاز ملازمت سے لے کر اب تک ان کی تعیناتی کہاں کہاں رہی ہے۔

(ب) اہل کاران متذکرہ کے خلاف تاریخ تعیناتی سے اب تک کن الزامات کے تحت تحقیقات ہوئیں، مقدمات درج ہوئے اور اگر بریت ہوئی تو کس مجاز اتھارٹی نے ان کو کن تاریخوں میں بے گناہ قرار دیا؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجا)،

(الف) محکمہ منصوبہ بندی وترقیات اوراس کے ماتحت اداروں میں ضلع فیصل آباد میں کل 28 ملازمین ہیں،

نمبر شمار	ادارے کا نام	ملازمین کی تعداد
1۔	ڈویژنل پلاننگ سیل، فیصل آباد	14
2۔	شعبہ شماریات، فیلڈ آفس، فیصل آباد	13
3۔	پنجاب اکنامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ	1
	کل تعداد	28

مندرجہ بالا شعبہ جات میں ملازمین سے متعلق مطلوبہ کوائف ***ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

(ب) جز"الف" کے جواب میں تفصیل دے دی گئی ہے۔

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

جناب چیئرمین، میرے خیال میں سوالات ختم ہوئے۔

جناب چیئرمین، اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 18 چودھری سعید اقبال صاحب کی ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! معزز رکن اپنی تحریک استحقاق پڑھ بھی چکے تھے' شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے چکے تھے اور کل جناب چیئرمین نے محکمہ صحت سے متعلقہ ان دونوں تحاریک استحقاق پر یہ فیصلہ دیا تھا کہ اس سلسلے میں ہاؤس میں جو غلط جواب دیا گیا ہے اس بات کی انکوائری کر کے ہاؤس میں رپورٹ پیش کی جائے۔ اس لیے ان تحاریک استحقاق کو pend کیا گیا تھا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آج کسی وقت وہ انکوائری مکمل ہو جائے گی۔ اس کی رپورٹ میں ایوان میں پیش کر دوں گا۔

جناب چیئرمین، چودھری صاحب! ٹھیک ہے؟

چودھری سعید اقبال، ٹھیک ہے جناب۔

تحاریک التوائے کار

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے' اسے pend کرتے ہیں۔ جناب ارشد عمران سلہری صاحب کی تحریک التواء ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے' لہٰذا یہ disposed of تصور ہوگی۔ اگلی تحریک التواء نمبر 55 ملک مظہر عباس راں کی ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے' یہ بھی disposed of تصور ہوگی۔ اگلی تحریک التوا نمبر 56 جناب نعیم اللہ خان شاہانی کی ہے۔

اٹھارہ ہزاری تا بھکر سڑک کی خستہ حالت

جناب نعیم اللہ خان شاہانی، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ ایک اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اٹھارہ ہزاری سے بھکر تک تقریباً 29 کلومیٹر سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے اور ناگفتہ بہ حالت ہے اور ٹریفک روزانہ جام ہوئی ہوتی ہے۔ جیسا کہ پچھلے اجلاس کے اختتام کے بعد' میں اور نجیب اللہ خان دونوں اجلاس کے بعد واپس جا رہے تھے۔ ہم تمام رات سڑک پر پھنسے رہے اور

تمام عوام بھی۔ بھکر اور ڈی آئی خان روڈ پر جو ٹریفک چل رہی ہے وہ تمام جام تھی۔ لہٰذا اس مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے کارروائی معطل کی جائے۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! یہ سڑک لاہور سے شروع ہوتی ہے اور براستہ فیصل آباد، جھنگ، بھکر، ڈیرہ اسماعیل خان تک جاتی ہے۔ جس میں سے اٹھارہ ہزاری سے ضلع بھکر کی حد تک سڑک لمبائی 27.28 کلومیٹر ہے۔ جس کی ابھی تک کشادگی نہیں ہوئی جب کہ باقی تمام سڑک کشادہ ہو چکی ہے۔ زیر بحث حصے میں سے تقریباً دس کلومیٹر حصہ بارہ فٹ چوڑا ہے اور باقی حصے کی چوڑائی دس فٹ ہے۔ جو پرانی specification کے مطابق بنی ہوئی ہے اور اس حصے کی حالت ناقابل مرمت حد تک خراب ہے۔ لیکن محکمانہ لیبر اور مشینری سے اس کو سارا سال مرمت کیا جاتا ہے اور ٹریفک گزارنے کی ہر ممکن کوشش جاری رکھی جاتی ہے۔ سڑک کا یہ حصہ چونکہ تھل ایریا میں پڑتا ہے، اس لیے ہوا کی وجہ سے اکثر سڑک پر ریت آ جاتی ہے۔ جس سے ٹریفک کو گزرنے میں مشکل پیش آتی ہے جو کہ فی الفور دور کر دی جاتی ہے اور یہ سلسلہ سارا سال جاری رہتا ہے۔ اس سڑک پر اٹھارہ ہزاری سے کوئی چار کلومیٹر دور واسو آستانہ اڈا ہے جہاں سڑک کی خصوصی مرمت کا کام جاری ہے۔ جس کی وجہ سے سڑک کا حصہ عام ٹریفک کے لیے بند کیا گیا ہے۔ متبادل راستہ بھی ضلع کونسل کا بنا ہوا ہے دس فٹ چوڑی سڑک ہے جو تسلی بخش حالت میں ہے۔ ڈرائیوروں کی سہولت کے لیے مناسب جگہ پر بورڈ بھی لگائے ہوئے ہیں۔ اس جگہ کا نقشہ بھی ساتھ دیا گیا ہے۔ فاضل رکن اسمبلی جس دن کا ذکر فرما رہے ہیں اس دن ایک عدد سیمنٹ سے لدا ہوا ٹرک ٹریفک کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سڑک زیرخصوصی مرمت کے سامنے آ کر خراب ہو گیا تھا اور اس سے پہلے بارش بھی ہو چکی تھی۔ چنانچہ ڈرائیور کی غلطی کی وجہ سے لوگوں کو پریشانی ہوئی۔ اگر وہ ٹرک متبادل راستہ اختیار کرتا جیسا کہ باقی ٹرانسپورٹ کر رہی تھی تو کسی بھی قسم کی کوئی دقت پیش نہ آتی۔ جہاں تک اس سڑک کی حالت کا تعلق ہے اس کی کشادگی اور مضبوطی ناگزیر ہے۔ جس کے لیے تخمینہ لاگت مبلغ 5 کروڑ 42 لاکھ روپے تیار کیا جا چکا ہے۔ فنڈز کے حصول کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ سکیم کی منظوری اور فنڈز کی فراہمی پر سڑک کی کشادگی اور مضبوطی کا کام شروع کر دیا جائے گا۔ مزید برآں وزیر اعلیٰ پنجاب نے ایک سمری کے ذریعے اس سڑک کی توسیع اور مضبوطی منظور کر دی ہے۔ اس کے لیے سکیم، PC-I محکمہ P&D میں 5 کروڑ 42لاکھ روپے کی منظوری کے لیے بھجوایا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جس مسئلے

کی معزز رکن نے نشان دہی کی ہے اس کا محکمہ نے نوٹس لیا ہے اور 5 کروڑ 42 لاکھ روپے کا estimate بنا کر P&D کو منظوری کے لیے بھیج دیا ہے۔ میں معزز رکن کو اس امر کا یقین دلاتا ہوں کہ کوشش کی جائے گی کہ اس estimate کو جلد از جلد منظور کروایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس صورت حال کے پیش نظر معزز رکن سے میری گزارش ہوگی کہ وہ اپنی تحریک التوائے کار کو پریس نہیں فرمائیں گے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب چیئرمین، جی شاہانی صاحب۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، منسٹر صاحب نے یقین دہانی کرائی ہے۔ جیسا کہ یہ فرما رہے تھے کہ ٹریفک ایک دن بند رہی ہے۔ پچھلا پورا ہفتہ ٹریفک جام رہی ہے۔ ہم ملتان سے ایک سو کلومیٹر فاصلہ طے کر کے آئے ہیں۔ کیونکہ تمام ٹریفک divert ہو کر آ رہی تھی۔ لیکن چونکہ منسٹر صاحب نے یقین دہانی کرا دی ہے۔ میں پریس نہیں کرتا۔ لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ ضلع بھکر کی حد تک بھی یہ سڑک میاں محمد نواز شریف نے منظور کی تھی۔ یہ سڑک نو کروڑ کے فنڈ سے بنی تھی۔ بقایا سڑک کا حصہ بنانے کا credit بھی اسی حکومت کو جائے گا۔ چونکہ پچھلے دور میں وزیر مواصلات ہمارے علاقے کے تھے۔ ہم تو خوش تھے، لیکن انھوں نے اس طرف توجہ نہ دی۔ کیونکہ یہ credit ہماری گورنمنٹ نے لینا تھا۔ لہٰذا میں اس کو پریس نہیں کرتا، چونکہ منسٹر صاحب نے یقین دہانی اور تسلی کرا دی ہے۔

جناب چیئرمین، پریس نہیں کرتے۔ disposed of تصور ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار 57 سردار نعیم اللہ خان شاہانی۔

تحصیل بھکر میں بارش اور ژالہ باری سے فصلوں کو نقصان

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حالیہ بارشوں اور ژالہ باری سے تحصیل بھکر کے 43 گاؤں سخت متاثر ہوئے۔ جن کا کل رقبہ 22 ہزار ایکڑ کی کچھ جزوی اور بقایا تمام رقبے کی ژالہ باری سے فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔ جن میں مال مویشی کا نقصان بھی ہوا ہے اور کچھ مکانات بھی گر گئے ہیں۔ براہ مہربانی اس مسئلے کو زیر

بحث لانے کے لیے کارروائی معطل کی جائے۔

وزیر قانون، شکریہ۔ جناب سپیکر! محکمہ ہذا کے جواب کے مطابق معزز رکن کے خدشات کافی حد تک درست ہیں۔ محکمہ مال کے مقامی عملے کے سروے کے مطابق ارسال شدہ رپورٹ کے مطابق ضلع بھکر کے 45 مواضعات میں کھڑی فصلات کو نقصان پہنچا ہے۔ لہٰذا تمام مواضعات کو آفت زدہ علاقہ قرار دیا جا چکا ہے' کیونکہ ان مواضعات میں نقصان کا اندازہ 50 فی صد سے زیادہ پایا گیا ہے۔ جناب سپیکر! متاثرین کو قواعد کے مطابق سہولیات جن کے وہ حق دار ہیں وہ دی جا رہی ہیں۔ مزید برآں میں معزز رکن کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ محکمے کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی کارروائیوں میں تیزی لائے اور جلد سے جلد جو بھی compensation بنتی ہے یا جو relief measures ہیں' ان کو مکمل کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس سلسلے میں معزز رکن کو کسی قسم کی کوئی شکایت ہو تو اس کا ازالہ کرنے کے لیے ہم تیار ہیں۔ اس لیے میں معزز رکن سے یہ عرض کروں گا کہ وہ اپنی تحریک کو پریس نہیں فرمائیں گے۔

جناب چیئرمین، جی شاہانی صاحب۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، جناب سپیکر! جیسا کہ منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ محکمہ پیش رفت کر رہا ہے۔ میری گزارش یہ ہوگی کہ ہم زرعی صوبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ گندم کی کاشت کا موسم ہے۔ جیسا کہ گورنمنٹ سیلاب زدگان کو گندم کا بیج مفت مہیا کرتی ہے۔ میری یہ گزارش ہوگی کہ جہاں سو فی صد ژالہ باری سے نقصان ہوا ہے' وہاں بیج دیا جائے' کیونکہ جن زمین داروں کے پاس بیج نہیں ہوگا' وہ اگلی فصل کیسے کاشت کرے گا؟ کیونکہ یہ 22 ہزار ایکڑ رقبہ تھوڑا رقبہ نہیں اور یہ تمام علاقہ میرے حلقۂ انتخاب میں ہے۔ لہٰذا میں جناب سے گزارش کروں گا کہ اس کے لیے بھی مفت بیج کا بندوبست کیا جائے جیسا کہ گورنمنٹ نے سیلاب زدگان کے لیے کیا تھا۔ باقی جیسا کہ آپنے فرما دیا ہے کہ آفت زدہ علاقہ قرار دے دیا گیا ہے' آپ کی تسلی پر میں اسے پریس نہیں کرتا۔ لیکن ایک ہی گزارش کروں گا کہ اس سلسلے میں بیج مفت مہیا کرنے کے لیے جناب کوئی کارروائی فرمائیں۔

جناب چیئرمین، تو آپ پریس نہیں کرتے۔ یہ disposed of تصور ہوگی' اگلی ہے' مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی۔

وزیر قانون، چونکہ اس تحریک کا تعلق ہوم ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ متعلقہ وزیر موجود نہیں ہیں۔ انھوں نے مجھے درخواست کی تھی کہ اسے pend فرمایا جائے۔

جناب چیئرمین، مولانا صاحب! متعلقہ منسٹر صاحب نہیں ہیں' اس لیے اسے pend کیا جاتا ہے۔ کیا آپ کی اجازت ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب! pend فرما دیں۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ اسے pend کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار 59 سید ذیشان الٰہی شاہ صاحب کی ہے۔

سنٹرل جیل فیصل آباد میں ایمبولینس کی عدم فراہمی

سید ذیشان الٰہی شاہ، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ فیصل آباد سنٹرل جیل شہر سے 15 کلومیٹر دور ہے اور یہاں قیدیوں کو بیماری کی حالت میں شہر کے ہسپتالوں میں لانے کے لیے ایمبولینس نہیں ہے۔ جیل کے ہسپتالوں میں صرف first aid دی جاتی ہے۔ شدید بیماری کی حالت میں مناسب میڈیکل سہولت میسر نہ ہونے کی وجہ سے کئی قیدیوں کی موت واقع ہو چکی ہے۔ قیدیوں اور ان کے لواحقین میں بے چینی اور فکر پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس وقت جیل میں تقریباً 2400 قیدی ہیں اور ایمبولینس نہ ہونے کی وجہ سے بہت بے چینی ہے۔ لہٰذا اس مسئلے پر فوری بحث کی جائے۔

جناب چیئرمین، جی لا منسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ سنٹرل جیل فیصل آباد شہر سے 15 کلومیٹر دور ہے اور بیمار قیدیوں کو ڈسٹرکٹ ہسپتال بھیجنے کے لیے ایمبولینس موجود نہیں۔ راستے میں کسی قیدی یا حوالاتی کی کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔ مناسب میڈیکل سہولتیں میسر ہیں۔ قیدیوں اور حوالاتیوں کے ج معالجے کے لیے ایک میڈیکل آفیسر اور دو ڈسپنسر موجود ہیں۔ ضروریات کے مطابق ادویات بھی

موجود ہیں۔ ایمبولینس کی فراہمی کے لیے فنڈز مختص کرانے کی تجویز محکمہ خزانہ میں زیر غور ہے۔ مجوزہ فنڈ کی دست یابی پر ایمبولینس گاڑی سنٹرل جیل فیصل آباد کو فراہم کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر! اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ صرف فیصل آباد جیل کا مسئلہ نہیں، بلکہ صوبے میں بہت ساری ایسی جیلیں ہیں جہاں ایمبولینس موجود نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صرف اس لحاظ سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ ایمبولینس کی عدم موجودگی کی وجہ سے قیدیوں کو صحت کی سہولتیں فراہم نہیں کی جاتیں، درست نہیں ہوگا۔ جناب سپیکر! اس وقت تمام جیلوں میں میڈیکل آفیسر موجود ہیں، ڈسپنسر موجود ہیں اور حکومت کی طرف سے وافر ادویات بھی فراہم کی جا رہی ہیں۔ لیکن جہاں تک ایمبولینس کی فراہمی کا تعلق ہے میں نے جواب میں بھی یہ گزارش کی ہے کہ وسائل کی کم یابی کے باعث حکومت کے لیے فوری طور پر یہ ممکن نہیں کہ صوبے کی تمام جیلوں میں ایمبولینس فراہم کر دی جائیں۔ یہاں میں معزز رکن کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے برسراقتدار آنے کے بعد ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت صوبے میں جیلوں کو ایمبولینس فراہم کرنے کا پروگرام شروع کیا ہوا ہے۔ اس وقت میں اپنے ضلع کے حوالے سے بات کر سکتا ہوں کہ ہمارے ضلع میں ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی کو ایمبولینس فراہم کر دی گئی ہے۔ اسی طرح باقی اضلاع کو بھی ایمبولینسیں فراہم کی جاتی ہیں۔ میں معزز رکن کو اس امر کا یقین دلاتا ہوں کہ متعلقہ محکمہ کو یہ ہدایت جاری کی جائے گی کہ ترجیحی بنیادوں پر متعلقہ جیل میں ایمبولینس کی فراہمی کے انتظامات کیے جائیں۔ شکریہ جناب سپیکر۔

سید ذیشان الٰہی شاہ، جناب سپیکر! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں کہ پچاسویں سالگرہ کے موقع پر میں اور رانا ثناء اللہ خود جیل میں گئے۔

جناب چیئرمین، تحریک التوائے کار میں ضمنی سوال نہیں ہوتا۔

سید ذیشان الٰہی شاہ، جناب! میں یہ بتا رہا ہوں کہ قیدیوں کی ہارٹ اٹیک کی وجہ سے جو اموات ہوئی ہیں، میرے پاس اس کے کاغذات اور مکمل کوائف ہیں۔ محکمے نے جو information انھیں بھیجی ہے وہ غلط ہے۔ میں اس کی طرف توجہ دلا رہا ہوں۔ میرے پاس وہ کوائف ہیں کہ کتنی اموات صرف ہارٹ اٹیک ہونے کی وجہ سے ہوئی ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! معزز رکن ایم پی اے ہونے کے ناتے جیل کے non official

visitor بھی ہیں۔ اگر یہ بات ان کے نوٹس میں آئی تھی تو انھیں فوری طور پر اس بات کو جناب وزیراعلیٰ کے نوٹس میں لانا چاہیے تھا تاکہ اگر اس قسم کی کوئی موت واقع ہوئی ہے تو ہم اس کی باقاعدہ انکوئری کروا لیں۔ جہاں تک ریکارڈ کی بات ہے تو میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ میں دوبارہ واضح الفاظ میں اس کی تردید کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ لیکن اس کے باوجود حکومت اپنی پالیسی کے مطابق وہاں پر ایمبولینس فراہم کرنے کے لیے اقدامات کر رہی ہے اور جیسے ہی ہمیں وسائل مہیا ہوں گے اِن شاء اللہ تعالیٰ وہاں پر ایمبولینس فراہم کر دی جائے گی۔

جناب چیئرمین، تو آپ اس کو press نہیں کرتے؟

سید ذیشان الٰہی شاہ، جناب چیئرمین! میں اس کو stress کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ وہاں پر انسانی جانوں کو خطرہ ہے۔ اصل میں یہ سنٹرل جیل میرے حلقے میں واقع ہے۔ اس کے ساتھ 11 دوسری سب جیلیں آتی ہیں۔ اس میں قیدیوں کی تعداد منظور شدہ 1010 ہے جب کہ 2400 قیدی یہاں پر موجود ہیں۔ 1390 زاید قیدی ہونے کی وجہ سے اتنی زیادہ پریشانی ہے' اس لیے میں نے اس طرف توجہ دلائی ہے' مہربانی کر کے اس کے لیے کوئی حل نکالا جائے۔

جناب چیئرمین، منسٹر صاحب نے اس میں یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ وسائل کی کم یابی کی وجہ سے یہ ایمبولینس سروس مہیا نہیں کی جا سکتی۔ یہ گورنمنٹ کے زیرِ غور ہے اور جونہی وسائل کی دست یابی ممکن ہوئی تو یہ ایمبولینس سروس فیصل آباد جیل میں مہیا کر دی جائے گی۔ کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

سید ذیشان الٰہی شاہ، جی' ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین، تو یہ disposed of تصور ہوگی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 60 ہے۔ جناب محمد صدیق سالار صاحب کی ہے۔

فیصل آباد شہر میں رجسٹری /انتقال مالکانہ حقوق کے لیے پیچیدگیاں

جناب محمد صدیق سالار، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ فیصل آباد شہر کے محلہ/علاقہ جات فست پورہ، ڈگلس پورہ، فتح آباد، خالصہ کالج، پرتاب نگر، اسلام نگر، اندرون کارپوریشن و دیگر شہری علاقہ جات کو محکمہ مال کی غلطی کی وجہ سے سال 1958ء میں اس آباد شہری علاقہ کو زرعی زمین ظاہر کر دیا گیا جس وجہ سے ان علاقوں میں رجسٹری /انتقال مالکانہ حقوق نہیں ہو رہا' جس وجہ سے ایک طرف شہری حق ملکیت جائیداد سے محروم ہیں جس سے پیچیدگیاں اور مقدمہ بازی جنم لیتی ہے اور دوسری طرف حکومت اشٹام ڈیوٹی کی شکل میں آمدن سے محروم ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس سے فیصل آباد شہر کی آبادی کا ایک بڑا حصہ پریشان و مضطرب ہے۔ اسے زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب چیئرمین، جی' منسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! سال 1958ء میں فیصل آباد شہر کی توسیع کے لیے رقبہ درکار تھا۔ لہٰذا وفاقی حکومت وزارت بحالیات کی منظوری سے متروکہ رقبہ تعدادی 5,235 ایکڑ جو کہ فیصل آباد کی شہری حدود میں واقع تھا صوبائی حکومت کو دے دیا گیا۔ جب کہ صوبائی حکومت کا رقبہ تعدادی 6,903 ایکڑ جو کہ فیصل آباد کی شہری حدود سے باہر واقع تھا اس کو مہاجرین کی آبادکاری کے لیے متروکہ رقبہ قرار دے دیا گیا۔ اس رقبہ کا تبادلہ بروئے چٹھی نمبری۔ مورخہ 58-01-03 وزارت بحالیات حکومت پاکستان کی منظوری سے ہوا۔ باوجود اس حقیقت کے کہ رقبہ واقع اندرون شہر کا تبادلہ صوبائی حکومت سے ہو چکا تھا۔ حکام بحالیات نے مہاجرین کو تصدیق شدہ کلیموں کے عوض اس رقبے کی الاٹ منٹ جاری رکھی' حالاں کہ یہ رقبہ اس مقصد کے لیے میسر نہ تھا۔ الاٹ منٹوں کا یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ نتیجتاً مہاجرین کی بہت بڑی تعداد جنھیں اس رقبے کی الاٹ منٹ ہو چکی تھی اور پی ٹی ڈی جاری ہو چکے تھے الاٹ منٹ پر عمل درآمد کاغذات مال میں نہ کرا سکے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ متذکرہ بالا تبادلہ اراضی کی توثیق اعلیٰ عدالتوں سے بھی ہو چکی ہے۔ اندریں وجوہات وفاقی حکومت کا کوئی استحقاق نہیں۔ لہٰذا مہاجرین کو کی گئی الاٹ منٹوں پر عمل درآمد ممکن نہیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین، جی' صدیق سالار صاحب۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین! ان ناموں سے آپ دیکھیں کہ گورو نانک پورہ' پرتاب نگر'

فست پورہ، خالصہ کالج، یہ وہ آبادیاں ہیں جو پاکستان بننے سے پہلے اس شہر کے ساتھ ساتھ آباد تھیں اور یہاں سے کارپوریشن کی بلدیہ ہوتی تھی۔ اس بلدیہ کے ممبر بھی منتخب ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ میں بھی 1955ء میں وہاں سے میونسپل کمشنر بنا۔ سوال یہ ہے کہ یہ پورا شہر آٹھ بازاروں پر ہے اور یہ آٹھ بازار آدھا آدھا فرلانگ بھی نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ جتنی آبادیاں ہیں وہ گول ہیں اور وہ آباد آبادیاں ہیں۔ گورنمنٹ کو جس رقبے کی ضرورت تھی اس سے ہمیں انکار نہیں۔ مگر آباد آبادیوں کو پٹواری کی چھوٹی سی غلطی سے زرعی زمین ظاہر کر دیا گیا۔ اب آپ یہ اندازہ لگائیں کہ پاکستان بننے کے بعد جب 1956ء میں الیکشن ہوئے تو اس وقت بھی وہ آبادیاں موجود تھیں۔ جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے جو کہ ہندوؤں اور سکھوں کے ناموں پر ہیں۔ اس وقت بھی وہ شہر کے ساتھ آباد تھیں۔ اب بھی آباد ہیں۔ یہ موقع دیکھ لیں۔ ان کو اس مصیبت سے چھڑانا بہت ضروری ہے۔ کوئی زرعی زمین اگر باہر انھوں نے لی ہے تو ہمیں کیا اعتراض ہے؛ ہماری آباد آبادیوں کو 1958ء میں پٹواری کی غلطی سے زرعی زمین میں درج کر دیا گیا اور اب پورا شہر، بلکہ 10 لاکھ افراد پٹواری کے پیچھے یا 5 روپے کے اشٹام کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ وہ بڑی اعلیٰ عمارتیں ہیں۔ تقسیم سے پہلے کی خوب صورت ترین عمارتیں ہیں، لیکن وہ جائیداد 5 روپے کے اقرار نامے پر ہی بک رہی ہے۔ اس سے ایک تو گورنمنٹ کو نقصان ہے اور دوسرا اُن میں بسنے والے انسانوں کو نقصان ہے۔ جب وہ فوت ہو جائیں گے تو وہ ان کے بچوں کے نام وہ زمین کیسے ہوگی؛ ان کے بچے تو محروم رہیں گے کہ ہمارے ماں باپ کے یہ مکانات اور جائیداد تھی جو حکومت کی ایک چھوٹی سی غلطی سے آج تک ہم اس مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں آپ کی وساطت سے محکمہ مال سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی اس غلطی کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ انسانوں سے بہتر سلوک کریں تاکہ اس سے گورنمنٹ کی آمدن میں اضافہ ہو اور انسانوں سے ہمدردی ہو۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں معزز رکن کے جذبات کا احترام کرتا ہوں اور انھیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں محکمہ ہذا کو یہ ہدایت کی جائے گی کہ اس مسئلے کا کوئی مثبت حل نکالیں۔ لیکن جہاں تک ٹیکنیکل بنیادوں پر اس تحریک کا تعلق ہے تو یہ cause of action 1958 میں accrue ہوا تھا۔ یہ 1958ء کا معاملہ ہے اور recent occurrence کا معاملہ بھی نہیں۔ اس لیے

میری معزز رکن کی خدمت میں یہ گزارش ہو گی کہ اسے بطور تحریک التوائے کار press نہ فرمائیں۔ لیکن ان کے مسئلے کے حل کے لیے محکمہ ہذا کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ ضروری اقدامات کرے۔ شکریہ۔

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! میں اپنے ساتھی کی پُرزور تائید کرتے ہوئے یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ چھوٹا سا معاملہ نہیں۔ اس کی وجہ سے فیصل آباد کی ڈویلپمنٹ رکی ہوئی ہے۔ ہمیں ان پراپرٹیز سے کوئی ریونیو نہیں مل رہا۔ کوئی ٹرانسفر فیس نہیں مل رہی۔ کوئی ٹیکسز نہیں مل رہے۔ ان کے انتقالات سے جو میونسپل ٹیکسز generate ہوتے ہیں، واسا کا جو سیوریج سسٹم لگنا ہے، یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ میں منسٹر صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس کے اوپر ہنگامی بنیادوں پر ایک کمیشن قائم کیا جائے جو اس مسئلے کو حل کرے تاکہ اس شہر کی ڈویلپمنٹ ہو سکے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ جو محکمانہ غلطی ہے اس کے بارے میں ہدایات بھی جاری کی جائیں گی اور اس مسئلے کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کی جائے گی۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے جناب منسٹر صاحب کو اس بات کا یقین دلاؤں گا کہ وہ یہ نہ سمجھیں، بلکہ میرے پاس اتنے ثبوت ہیں کہ ان آبادیوں میں گورنمنٹ ہائی سکول، گورنمنٹ مڈل سکول جو تقسیم سے پہلے کے بنے ہوئے ہیں، جو اب بھی چل رہے ہیں۔ آپ نے جو یقین دلایا ہے کہ میں محکمہ مال کو کہوں گا اور میں اپنے نوجوان وزیر پر یقین رکھتا ہوں کہ انہوں نے یہ جو یقین دلایا ہے اس پر عمل کریں گے۔ لہٰذا میں اپنی اس تحریک التوائے کار کو press نہیں کرتا۔

جناب سپیکر، یہ تحریک التوائے کار disposed of تصور ہو گی۔ اگلی تحریک التوائے کار ہے۔ چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ تو یہ بھی disposed of تصور ہو گی۔ اگلی تحریک التوائے کار ہے، میاں عبدالستار صاحب۔ وہ تو اب پارلیمانی سیکرٹری بن چکے ہیں، لہٰذا یہ entertain نہیں ہو گی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 63 ہے، رانے حسن نواز صاحب وہ بھی تشریف نہیں رکھتے۔ تو یہ بھی disposed of تصور ہو گی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 64 ہے۔ جناب عثمان ابراہیم صاحب۔

گوجرانوالہ شہر میں کھلے مین ہول میں گرنے سے بچے کی موت

جناب عثمان ابراہیم: شکریہ جناب سپیکر۔ جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ میونسپل کارپوریشن گوجرانوالہ کی حدود میں ہزاروں ایسے مین ہول ہیں جن پر ڈھکن موجود نہیں جس کی وجہ سے شہریوں کی زندگی محفوظ نہیں۔ سٹریٹ لائٹ کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے کھلے مین ہول زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں ۔

چند دن پہلے ایک بچہ نوشہرہ روڈ پر ایک کھلے مین ہول میں گر کر ہلاک ہو گیا تھا۔ ایڈمنسٹریٹر بچے کی ہلاکت کا براہ راست ذمہ دار ہے' لیکن اس نے کمال ہوشیاری سے ایک آفس آرڈر کے ذریعہ صفائی کے عملہ کو مجرمانہ غفلت کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے انھیں معطل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ بچے کی ہلاکت میں اس کی غفلت شامل نہیں ہے۔ حالانکہ ایڈمنسٹریٹر کا فرض ہے کہ کھلے مین ہول کے لیے ڈھکن فراہم کرے اور اس مقصد کے لیے مناسب فنڈز بجٹ میں مختص کرے۔ لیکن ایڈمنسٹریٹر کی اس شعبے میں غفلت کی وجہ سے کھلے مین ہول بدستور شہریوں کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ شہری پہلے ہی شہر میں پھیلی ہوئی غلاظت اور گندگی اور ناصاف پانی کی فراہمی کی وجہ سے متعدد متعدی بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

ایڈمنسٹریٹر کی اس مجرمانہ غفلت اور رویے سے عوام میں شدید ردعمل اور بے چینی پائی جاتی ہے لہٰذا استدعا ہے کہ ہاؤس کی کارروائی روک کر اس اہم مسئلے پر بحث کی جائے ۔

جناب چیئرمین: جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ حقائق اس طرح سے ہیں کہ بلدیہ گوجرانوالہ مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے گزشتہ چند سالوں سے مسائل سے دوچار ہے تاہم اس کے باوجود اب بلدیہ کی کارکردگی میں کافی بہتری ہوئی ہے ۔ شہر میں تقریباً تمام مین ہولوں پر ڈھکنے فراہم کر دیے گئے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر مین ہولوں کا تعلق محکمہ ٹیلیفون سے بھی ہے جن پر ڈھکن لگانا بلدیہ کے دائرہ کار سے باہر ہے ۔ جناب سپیکر! معزز رکن اسمبلی کی اطلاع کے لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ سال کے لیے اس سلسلے میں بلدیہ کے بجٹ میں سات لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور ڈھکن فراہم کرنے کی کارروائی ٹھیکے دار کے ذریعے تقریباً مکمل ہو چکی ہے ۔ تاہم یہ حقیقت

اپنی جگہ ہے کہ نشے کے عادی افراد مین ہولوں کے ڈھکن چوری کرتے ہیں اور یہ ایک سماجی مسئلہ ہے۔ جیسے ہی اطلاع ملتی ہے بلدیہ کارروائی کرتی ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک معزز رکن کے اس حدشے کا تعلق ہے کہ وہاں پر ایک مین ہول میں بچہ گرنے کی وجہ سے واقعہ پیش آیا اور اس میں براہ راست ایڈمنسٹریٹر بلدیہ گوجرانوالہ ملوث ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات کسی لحاظ سے بھی قابل فہم نہیں کہ ایک ایڈمنسٹریٹر میونسپل کارپوریشن جو اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا ہے اور اگر کسی وجہ سے مین ہول کا ڈھکن غائب ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داری اس پر ڈال دی جائے۔ تو جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح میں نے اس بات کو concede کیاہے کہ بعض جگہوں پر جو مین ہول ہیں ان پر ڈھکن نہیں ہوں گے، ڈھکن چوری بھی کر لیے جاتے ہیں اور وسائل کی کمی کے باعث ہم بھی پورے طور پر فراہم نہیں کرتے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طور پر بھی عذر نہیں اور میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر بچے کی ہلاکت کا واقعہ ہوا ہے تو اس معاملے کی پوری تحقیقات کروائی جائے گی۔ معزز رکن نے براہ راست ایڈمنسٹریٹر کو ملوث کیا ہے تو میں بجائے اس کے کہ اس کی صفائی میں کوئی دلیل پیش کروں میں اس ایوان میں اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ محکمہ بلدیات کے سینیئر افسر سے اس بات کی انکوائری کروائی جائے گی اور off hand میں نہ معزز رکن کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خدا نخواستہ وہ غلط ہیں اور نہ ہی میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایڈمنسٹریٹر بلدیہ صحیح ہیں اور ان کا کوئی قصور نہیں۔اس معاملے میں تحقیقات کی ضرورت ہے۔ میں معزز ایوان کی خدمت میں آپ کے توسط سے عرض کرتا ہوں کہ اس معاملے کی سینیئر افسر سے تحقیقات کرائی جائے گی۔ اس وقت تک بے شک اس کو pend فرما لیا جائے جب تک اس بارے میں انکوائری رپورٹ نہیں آتی ۔ اور انکوائری رپورٹ کے آنے کے بعد میں مکمل حقائق ایوان میں پیش کر سکوں گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جی ۔ عثمان ابراہیم صاحب۔

جناب عثمان ابراہیم، ٹھیک ہے جی ۔ جناب چیئرمین! میں ان کی اس یقین دہانی سے مطمئن ہوں۔ لیکن ساتھ ہی یہ گزارش کروں گا کہ جو بچہ ہلاک ہوا ہے اس کے لواحقین کی امداد کے لیے حکومت ضرور کوئی بندو بست کرے۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے جی ۔ اسے pend کیا جاتا ہے ۔ تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا

ہے۔

قرار دادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب چیئرمین ، اب غیر سرکاری ارکان کی کارروائی لیتے ہیں ۔ اب ہم مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں لیتے ہیں۔ پہلی قرارداد خواجہ سعد رفیق صاحب کی ہے ۔ لہٰذا وہ اسے پیش کریں۔

قیدیوں کو جیل حدود میں بیڑیاں پہنانے پر پابندی

خواجہ سعد رفیق، شکریہ جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں ،

> کہ یہ ایوان مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ حوالاتیوں اور قیدیوں کو جیل حدود میں بیڑیاں پہنانے پر پابندی عائد کرنے کے لیے متعلقہ قوانین و قواعد میں مناسب ترامیم کی جائیں۔

جناب چیئرمین، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے،

> کہ یہ ایوان مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ حوالاتیوں اور قیدیوں کو جیل حدود میں بیڑیاں پہنانے پر پابندی عائد کرنے کے لیے متعلقہ قوانین و قواعد میں مناسب ترامیم کی جائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب چیئرمین! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، جی ۔ خواجہ سعد رفیق ۔

خواجہ سعد رفیق، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! جیل ایک ایسا احاطہ ہے جس کے ہر طرف بلند و بالا دیواریں ہیں اور ان دیواروں پر خاردار تاریں ہیں۔ وہاں Watch Posts ہیں اور بہت بڑا نگران عملہ قیدیوں اور حوالاتیوں کی نگرانی کے لیے حکومت نے تعینات کیا ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ جیل حدود کے اندر undeclared sub-jail بھی موجود ہوتی ہے ۔ جو جیل کی terminology ہے اس میں قصوری چکی یا Security Ward کہلاتی ہے۔ میرا موقف یہ ہے کہ بیڑیاں پہنانا غیر انسانی اور

وحشیانہ فعل ہے اور کوئی مہذب معاشرہ اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ بیڑیاں لگانے کے بعد انسان اپنے روز مرہ کے معاملات بھی معمول کے مطابق سرانجام نہیں دے سکتا اور سکیورٹی کے نام پر ایسا کرنا human rights سے متصادم ہے۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ خطرناک ملزمان اور مجرمان کو بیڑیاں لگانے کی آڑ لے کر جیل کا عملہ بھاری رشوت وصول کرتا ہے۔ چھوٹی بیڑی اور بڑی بیڑی کا الگ الگ ریٹ ہے۔ جو حوالاتی یا قیدی جیل حکام کو نذرانہ پیش کرتا ہے وہ کتنا بھی خطرناک ہو اسے بیڑی نہیں لگائی جاتی اور جو رشوت نہ دے یا جیل قوانین کے مطابق اپنے حقوق مانگے بیڑی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ جناب سپیکر! لوہے کی بیڑی جب انسانی جسم سے مسلسل ٹکراتی ہے وہ نہ صرف جلد خراب کرتی ہے' بلکہ اس سے اکثر وہاں کے حوالاتیوں اور ملزمان کی ٹانگیں مفلوج ہو جاتی ہیں۔

جناب سپیکر! سابقہ ادوار میں سیاسی کارکنان کو بھی انتقامی کارروائی کا نشانہ بنانے کی غرض سے بیڑیاں لگائی جاتی رہی ہیں اور مزید یہ کہ دنیا کا کوئی قانون کسی حوالاتی یا کسی قیدی کو جسمانی ایذا پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔ Prison`s Rules کے مطابق سپرنٹنڈنٹ جیل کے بیڑیاں لگانے کے اختیارات ختم کرنے کے لیے مرکزی حکومت سے ہمیں سفارش کرنی چاہیے' کیونکہ سپرنٹنڈنٹ کا اختیار بھی illegally نچلے عملے کو منتقل ہو چکا ہوتا ہے۔ جناب والا! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جیلوں میں سکیورٹی وارڈز کی موجودگی میں بیڑیاں لگانے کا کوئی جواز نہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جیلوں میں دو الگ الگ خطرناک گروپ ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں' ان کے لیے بھی جیل کی ایڈمنسٹریشن کے پاس اپنا arrangement موجود ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس ایوان میں یہ بھی بات کرنا چاہوں گا کہ جب بھی جیل انسپکشن کے لیے انسانی حقوق سے متعلقہ اداروں کی کوئی ٹیم جاتی ہے تو جیل حکام حوالاتیوں اور قیدیوں کی بیڑیاں اتروا لیتے ہیں اور جب وہ ٹیم واپس چلی جاتی ہے تو انھیں دوبارہ بیڑیاں لگا دی جاتی ہیں۔ تو میں اپنی بات کو سمیٹتے ہوئے اس قرارداد کی حمایت کروں گا اور میں اس پر emphasis کروں گا کہ ہمیں مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرنی چاہیے کہ ایسی قانون سازی کی جائے جس کے ذریعے جیل حدود میں بیڑیاں نہ لگائی جائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جی شاہد اکرم بھنڈر صاحب۔

جناب شاہد اکرم بھنڈر (پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون)، جناب سپیکر! میرے دوست نے جو معاملہ اس resolution میں اٹھایا ہے اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ حوالاتیوں اور قیدیوں کو جیل کی حدود میں بیڑیاں پہنانے پر پابندی عائد کرنے کا جو معاملہ ہے یہ پہلے ہی فیڈرل گورنمنٹ کے لاء کمشن کے زیر غور ہے اور اس لحاظ سے بھی میں نے اس کی مخالفت کی تھی۔ چونکہ وہ معاملہ پہلے ہی زیر غور ہے' لہٰذا اس میں قرارداد پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

باقی میرے دوست نے جو معاملات بتائے ہیں اس سلسلے میں میں یہ عرض کر دیتا ہوں ۔ انھوں نے human rights کی بات کی ہے۔ اس بارے میں عرض ہے کہ یہ جو قیدی ہیں' جن کو جیل کے اندر بیڑیاں لگائی جاتی ہیں یہ آپ کی ہی سوسائٹی کے رد کیے ہوئے لوگ ہیں جو hardened and habitual criminals ہیں جو بار بار آپ کی ڈکیتی میں' آپ کی robbery میں' آپ کے rape cases میں involve ہیں ۔ اور جو جیل میں جاتے ہیں پھر باہر آتے ہیں پھر وہ جرم سرزد کرتے ہیں۔ یا جن کے اوپر ایک سے زاید کیسز اسی قسم کے ہیں ان کو جیل کے اندر restrict کرنے کے لیے کہ وہاں پہ کوئی ایسا واقعہ پیش نہ ہو ۔ میرے دوست نے فرمایا کہ ان کو آپ قصوری چکی میں بند کر سکتے ہیں۔ ان کو confine کر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ بات human rights کی کر رہے ہیں تو پھر اس میں تو ہم ان کو confine نہیں کر سکتے ۔ ان کی movement restrict نہیں کر سکتے۔ اگر human rights کی بات ہے تو پھر تو انھیں جیل کے اندر پھرنا چاہیے۔ ان کی movement restrict کی جاتی ہے کہ ان کی movement نہ ہو ۔ باقی They are allowed under the human rights وہ جیل کے اندر جہاں جانا چاہیں پھریں۔ لیکن میرے دوست فرماتے ہیں کہ ان کو آپ قصوری چکی میں بند کر دیں۔ وہ تو اس کے لیے ہے جو جیل کے اندر رہتے ہوئے کوئی جرم سرزد کرے۔ اس کو سزا کے طور پر وہاں پر بھیجا جاتا ہے ۔

جناب چیئرمین، خواجہ سعد رفیق پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

خواجہ سعد رفیق، جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے یہ تجویز نہیں دی کہ ان کی بیڑیاں اتار کر انھیں سکیورٹی وارڈ میں بند کر دیا جائے' بلکہ میں نے یہ عرض کی ہے کہ جیل میں پہلے ہی ایسے انتظامات موجود ہیں کہ وہاں پر قصوری چکیاں بھی ہیں اور سکیورٹی وارڈز بھی ہیں۔ چونکہ میرے معزز دوست کو اپنی سیاسی زندگی میں شاید چوبیس گھنٹے بھی جیل جانے کا اتفاق نہیں ہوا' اس لیے

شاید انھیں پتا نہیں کہ قصوری چکی اور سکیورٹی وارڈز میں کیا فرق ہے۔

جناب چیئرمین، جی بھنڈر صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب چیئرمین! اس سلسلے میں ان کی اطلاع کے لیے مزید عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس وقت پنجاب کی جیلوں میں تقریباً 55000 قیدی ہیں۔ اور ان میں سے شاید چند ایک، تقریباً تین سو ایسے ہیں جن کو بیڑیاں لگی ہوئی ہیں۔ ویسے بھی یہ اتنے low figures میں ہیں کہ یہ معاملہ اہمیت عامہ کے زمرے میں نہیں آتا۔ یہ معاملہ اہمیت عامہ کا ہے اور نہ ہی کسی اور بات کا ہے اور یہ معاملہ پہلے ہی Federal Law Commission کے زیر غور ہے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اسے مسترد فرمایا جائے۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری، جناب چیئرمین! میں اس سلسلے میں عرض کرنی چاہوں گا۔ قانون کے تقاضوں کے مطابق ہماری مقننہ کے جو قوانین بنائے گئے ہیں ان کے مطابق، اور پینل کوڈ کے مطابق، اور جتنے بھی پینل لاز ہیں ان کے مطابق کسی شخص کو بھی اگر سزا دی جاتی ہے، اور اسے قید بامشقت کی سزا ہوتی ہے تو اس کے لیے ضابطے موجود ہیں۔ اس کے لیے یہ ہوتا ہے کہ اس کو جیل میں restrict کر دیا جاتا ہے، اور اگر مشقت ہے تو مشقت بھی قوانین کے مطابق اور prison rules کے مطابق لی جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر کسی قیدی کو بیڑیاں لگائی جائیں تو یہ additional punishment ہے۔ وہ سزا جس کو نہ legislature نے allow کیا، وہ punishment جس کی نہ تو قانون اجازت دیتا ہے۔ وہ سزا جو کسی penal code میں، کسی اور penal provision میں نہیں اور نہ ہی اس کی اسلام اجازت دیتا ہے اور نہ ہی ہمارے قوانین اور اخلاقیات اس کی اجازت دیتے ہیں کہ ایسے قیدی کو جس کو سزا دے دی گئی اور جس کو سزا یہ دی گئی ہے کہ اس کو جیل میں بند کر دیا جائے، اس کو مزید اس بات کی سزا دی جائے کہ اس کو بیڑیاں پہنا دی جائیں اور اس کو مزید تکلیف میں مبتلا کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ہمارے آئین پاکستان کے خلاف بھی ہے، ہمارے قوانین کے خلاف بھی ہے اور اس provision کا جو کہ Prison Rules میں موجود ہے کہ کسی خطرناک قیدی کو بیڑیاں پہنائی جا سکتی ہیں اس کا ناجائز فائدہ زیادہ اٹھایا جاتا ہے۔ اگر یہ بات ہو کہ کوئی قیدی جیل سے بھاگنے کی کوشش کرے تو اسے بے شک بیڑی پہنا دیں۔ لیکن اگر کوئی قیدی جیل سے بھاگنے کی پوزیشن میں نہیں اور ان کو secure کرنے اور ان کی presence کو

وہاں قائم رکھنے کے لیے انتظامات موجود ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ بیڑیاں پہنانے کی کوئی گنجائش موجود نہیں۔ ایسے قیدیوں کو ضرور پہنائیں جو جیل سے بھاگنے کی کوشش کریں۔ یا ان کے خلاف کوئی instances ہوں۔ لیکن اگر کوئی instance نہیں ہے تو بیڑیاں پہنانے کی گنجائش نہیں۔ میں ان الفاظ کے ساتھ سعد رفیق کی اس قرارداد کی بھرپور تائید کرتا ہوں کہ ہمیں ایسی قرارداد پاس کرنی چاہیے اور مرکزی حکومت کی توجہ اس طرف دلانی چاہیے۔ یہ غیر انسانی بھی ہے اور خلاف قانون بھی۔ اور آئین پاکستان میں جو بنیادی حقوق دیے گئے ہیں اگر وہ ایک آزاد شہری کے لیے ہیں تو وہی بنیادی حقوق ایک قیدی کے بھی ہیں کہ اس کو اتنی سزا دی جائے جتنی کہ قانون میں اجازت دی گئی ہے۔ اگر اس سے زیادہ سزا دی جاتی ہے تو بنیادی قوانین اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ قرارداد ضرور پاس کی جائے اور مرکزی حکومت کی اس اہم نکتے کی جانب توجہ دلائی جائے۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین! میں خواجہ سعد رفیق کی تائید اس ترمیم کے ساتھ کرتا ہوں کہ کسی شہری باعزت دیہاتی کو جب پولیس ہتھکڑیاں لگا کر تھانے یا عدالتوں میں لے جا رہی ہوتی ہے، میں سیکرٹری موصوف کی توجہ اس جانب دلاؤں گا کہ کسی باعزت انسان کو یا ٹیکس گزار کو ہتھکڑیاں پہنا کر عدالتوں میں نہ لے جایا جائے۔ وہ ویسے بھی جانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ ہاں، اگر انھیں خطرہ ہو کہ یہ قتل کا کیس ہے، یہ بھاگ جائے گا تو وہاں نوعیت کچھ اور ہوگی۔ مگر اکثر دیکھا گیا ہے کہ باوقار انسانوں کو ہتھکڑی لگا کر جیل لے جایا جاتا ہے، ہتھکڑی لگا کر عدالت تک لے جاتا ہے۔ میری آپ کی وساطت سے حکومت سے درخواست ہے کہ اس میں یہ ترمیم کر لی جائے اور خواجہ سعد رفیق سے درخواست ہے کہ وہ اپنی قرارداد میں یہ ترمیم بھی کر لیں۔

جناب چیئرمین، اور کوئی صاحب اس پہ اظہار خیال کرنا چاہیں گے؟

حاجی اللہ یار انصاری، میں آپ کی وساطت سے خواجہ سعد رفیق صاحب کی اس قرارداد سے اتفاق کروں گا، مگر اس میں ہوتا یہ ہے کہ جیل میں بیڑیاں جو لگائی جاتی ہیں وہ صرف بھتہ لینے کے لیے لگائی جاتی ہیں۔ کسی خاص جرم کے تحت بیڑی نہیں لگتی۔ اندر کا ماحول ہوتا ہے۔ وہاں جس کو وہ چاہیں بیڑی لگا دیتے ہیں جس کی چاہیں کھول دیتے ہیں۔ ہم اس کی پرزور تائید کریں گے۔

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم خان جوئیہ، جناب سپیکر! خواجہ سعد رفیق صاحب کے دلائل سے کسی حد

تک اتفاق کرتے ہیں ۔ ایک سیاسی قیدی چونکہ مجرم نہیں ہوتا ' وہ کسی فوج داری مقدمے میں involve نہیں ہوتا' لہٰذا اس کا تقدس ' اس کی عزت کرنا ضروری ہے۔ لیکن ایک سیاسی قیدی کو ایک مجرم کے ساتھ ' ایک دہشت گرد کے ساتھ جو قانون کے ساتھ کھیلتا ہے ' جو عوام میں سے وہ اشخاص جو غریب ہیں' با عزت ہیں ' صوبہ پنجاب یا پاکستان کے رہنے والے ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی زیادتی ہوتی ہے اور ان کے بارے میں بھی ہم یہ کہیں کہ انھیں باعزت طور پر رکھا جائے ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ قانون کا deterrent نہیں رہے گا۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ ہمیں سیاسی قیدی اور ایک وہ قیدی جس نے بہت ہی گھمبیر قسم کے جرم سرزرد کیے ہوں' مثلاً قتل کا کیس ہے ' اغوا کا کیس ہے اور اس قسم کے مختلف جرائم میں involve ہے۔ اس وقت اس کو نظر نہیں آتا کہ کسی کا گھر اجاڑ دیا جائے' کسی کے ساتھ زیادتی کی جائے اور اگر اس کو بیڑی لگ گئی جو کہ جیل مینوئل کے مطابق قانون کا احترام کرتا ہے تو اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہوتی لیکن یہ کہنا کہ قانون کو ختم کر دیا جائے درست نہ ہوگا۔ قانون کو اچھائی کے لیے بنایا جاتا ہے اگر اس کا غلط استعمال کیا جائے تو اس میں قانون کی کوئی غلطی نہیں' اس میں قانون کے غلط استعمال کرنے والے یا interpret کرنے والے کی غلطی ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ لوگ جو کہ جرائم پیشہ ہیں ' عادی جرائم پیشہ ہیں۔ اگر ان کے ساتھ اس قسم کی کارروائی ہو رہی ہے ' بیڑیاں لگی ہوئی ہیں یا rigorous imprisonment دی ہوئی ہے جو کہ عدالتیں دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ آپ اس کو آرام سے دس سال یا بیس سال جیل نہیں کٹواتے' بلکہ اس سے محنت اور مشقت بھی لیتے ہیں۔ تو جناب والا! سیاسی قیدی ہیں اور ایک عام قیدی ہیں' جس نے قانون توڑا ہے' فرق رکھا جائے اور اس قسم کی معارشات کی جائیں جو کہ عوام کے لیے فائدہ مند ہوں۔

مولوی محمد سلطان عالم انصاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں ایک وضاحت کرنا چاہوں گا ۔ میرے لائق دوست نے کہا ہے کہ قتل کے مقدمات اور دوسرے مقدمات میں جو سزا دی جاتی ہے وہ بامشقت ہوتی ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ قانون تبدیل ہو چکا ہے۔ قتل کا مقدمہ قابل راضی نامہ ہے۔ جس وقت ایک شخص قتل کرتا ہے اور مرنے والے کے لواحقین راضی نامہ کر لیتے ہیں تو وہ اس طرح سے بری کیا جاتا ہے جیسے کہ اس نے کوئی جرم نہیں کیا اور اس کے خلاف کوئی الزام باقی نہیں رہتا' وہ ایک عام شہری کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح سے قانون

کے اندر کوئی گنجائش موجود نہیں کہ مشقت کے نام پر اس کو کسی مشکل میں ڈالا جائے' کسی جسمانی کوفت کا' جسمانی اذیت کا نشانہ بنایا جائے۔ بیڑیاں دراصل جسمانی اذیت پہنچانے کا دوسرا نام ہے۔ لہٰذا میں عرض کروں گا کہ ہمارے قانون میں' آئین میں ایسی کوئی گنجائش موجود نہیں کہ مشقت کے نام پر قیدیوں کو اذیت کا نشانہ بنایا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون: جناب سپیکر! میرے دوستوں نے یہاں پر جو گزارشات پیش کی ہیں اس سلسلے میں' میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے دوست بار بار یہ تو اصرار کر رہے ہیں کہ بیڑیاں نہیں پہنائی جانی چاہییں' اس سے ان کو جسمانی طور پر تکلیف ہوتی ہے۔ جناب والا! میں اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی اس تکلیف کی بات کیوں نہیں کرتے جو کہ یہ crimes against society کرتے ہیں؟ یہ صرف ان لوگوں کو پہنائی جاتی ہیں جو دہشت گردی' dacoity اور robbery میں ملوث ہوں' جو crimes against society ہیں' یہ crimes against individuals نہیں ہیں۔ عام قیدی جو crimes against individuals کرتے ہیں ان کو قطعاً بیڑیاں نہیں پہنائی جاتیں۔ لیکن جو معاشرے کا ناسور ہیں' جو hardened criminals, habitual criminals ہیں جو کہ جیل کے اندر بھی باز نہیں آتے اور پھر یہ ہر وقت فرار ہونے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ اگر ان کو بیڑیاں لگ جاتی ہیں تو کوئی حرج نہیں' کیونکہ وہ کوئی سوسائٹی کا اچھا part نہیں ہیں۔ لہٰذا میں یہ کہوں گا کہ میرے دوستوں کو ان لوگوں کو جو heinous قسم کے crimes کرتے ہیں support نہیں کرنا چاہیے۔ دوسرا میں technically یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ یہ معاملہ صوبائی حکومت کا نہیں ہے' یہ تو وفاقی حکومت نے کرنا اور وفاقی حکومت کے لاء کمیشن میں یہ معاملہ پہلے سے ہی زیر غور ہے۔ ویسے بھی Rules of Procedure کا rule-117 کہتا ہے کہ جو معاملہ کسی کمشن کے زیر غور ہو------ میں اپنے دوست کی اطلاع کے لیے Rule-117 quote کرتا ہوں:۔

117. Raising discussion on matters before Tribunals, Commissions, etc.—A resolution which seeks to raise discussion in respect of a matter pending before any statutory tribunal or statutory authority performing any judicial or quasi-judicial functions or any Commission or Court of inquiry appointed to enquire into or investigate any matter shall not be permitted

to be moved.

تو جناب والا! اس میں گزارش یہ ہے کہ چونکہ یہ معاملہ already pending before the Law Commission ہے۔ اس لیے میرے دوست کی قرار داد technically نہیں بنتی' لہٰذا اسے مسترد فرمایا جائے۔

جناب چیئرمین: خواجہ سعد رفیق صاحب! اس وضاحت کے بعد کیا آپ اپنی قرار داد کو press کرتے ہیں یا نہیں؟

خواجہ سعد رفیق: جناب سپیکر! ایک گزارش تو یہ ہے کہ میں نے یہ جو قرار داد پیش کی ہے اس کو off-track کیا جا رہا ہے۔ معاشرے کا وہ حصہ جو جرائم میں کسی نہ کسی وجہ سے ملوث ہو گیا ہے۔ اس کو scrap کہنا' ان کو ناکارہ کہنا یہ ہماری نہیں بلکہ عدالت کی ذمہ داری ہے۔ اس کو ثابت کرنا اور اس کا فیصلہ کرنا عدالت کی ذمہ داری ہے اور عدالت اس کا فیصلہ کر کے ان کو proper سزا سناتی ہے۔ مگر اس سزا میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا ہوتا کہ ان کو بیڑیاں بھی لگائی جائیں گی۔ جناب والا! بیڑی ایک additional سزا ہے۔ میرا point یہ ہے کہ additional سزا دینے کا حق اور اختیار کیوں ہے' جبکہ عدالت نے وہ سزا اس مجرم کو نہیں دی ہے؟ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ جو حوالاتی ہیں ان پر مقدمہ بن گیا وہ جیل چلے گئے۔ ابھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ یہ ملزم مجرم ہیں یا بے گناہ ہیں۔ اس کو بھی ان کے ساتھ بیڑی لگائی جا رہی ہے۔ کیا یہ بات بنیادی انسانی حقوق سے متصادم نہیں؟ میری تیسری گزارش یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ کسی عدالت میں زیر بحث یا زیر غور ہے تو پھر ہم اس پر بات نہیں کرتے' وگرنہ میں اپنی اس قرار داد پر زور دوں گا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی چیمہ صاحب! فرمائیے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب چیئرمین! میرا عزیز سعد رفیق جب جیل میں تھا' اس نے وہاں جو حالات دیکھے' محسوس کیے وہ بیان کر رہے ہیں۔ شاید آپ کو وہ لذت نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن جو لوگ جیل گئے ہیں انھیں معلوم ہے کہ وہاں انسانیت اور انسانی حقوق کی کس طرح پامالی کی جاتی ہے۔ اسی جذبے کے تحت ہی انھوں نے یہ قرار داد دی ہے۔ جہاں تک قانونی موشگافیوں کا تعلق ہے میں اس میں یہ عرض کروں گا کہ مرکزی حکومت کا کوئی Jail Manual نہیں ہے۔ قانون کے لحاظ سے'

تعزیرات کے تحت جو سزا دی جاتی ہے اس میں پولیس نے عام طور پر کبھی بیڑیاں نہیں لگائیں اور کسی عدالت نے کبھی حکم نہیں دیا یہاں تک معاملہ ٹھیک ہے۔ لیکن جہاں تک Jail Manual کا تعلق ہے' جیل کے قوانین کا تعلق ہے تو یہ جناب والا! صوبائی معاملہ ہے اور صوبہ پورے طور پر empowered ہے کہ وہ اس پہ قانون سازی کرے۔ مرکز کی کبھی کوئی جیل نہیں ہوتی۔ جب بھٹو regime تھی تو کچھ صوبائی قوانین کو concurrent list میں ڈالا گیا' کیونکہ اس وقت مرکز کو شوق تھا کہ سارے قوانین پر قبضہ کرے۔ لیکن صوبہ اس میں پورے اختیار رکھتا ہے' اس میں ترمیم کر سکتا ہے۔ اور Jail Manual کے تحت یہ معاملہ ہوتا ہے۔ اس میں کئی باتیں نکلیں گی' میں بھی کوئی آٹھ نو مہینے وہاں رہا ہوں۔ میں نے ریمانڈ بھی دیکھا' میں نے سیل بھی دیکھا' میں نے کیمپ جیل بھی دیکھی۔ میرے فاضل ممبر' بھائی کی ایک بات درست ہے کہ جیل والوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ عدالتوں میں ملزمان کو پیش کرنا یا اگر وہ سزا یافتہ ہے تو اسے جیل میں اس طرح رکھنا کہ آئندہ وہ desperate لوگ اپنے ضمیر' اصول اور عادت کے مطابق سازش نہ کریں۔یہ ان کی ذمہ داری ہے اور اس میں یہ سوال ہے کہ وہ ان کو کس طرح روکیں؟ جناب والا! کچھ ملزم ایسے ہوتے ہیں کہ جب تک جیل میں ان کی حفاظت نہ کی جائے' پابند نہ کیا جائے تو وہ معاشرے کے لیے اچھے نہیں ہوتے۔ لیکن اصل معاملہ جو محرک کے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ بیڑیوں کے نام پر جیل والے پیسے کماتے ہیں۔ بیڑی اتارنی ہے تو کیا دو گے' بیڑی لگانی ہے تو کیا دو گے؟ لہٰذا میری اس میں یہ درخواست ہوگی کہ اس قرار داد کو کسی کمیٹی کے سپرد کیا جائے' یا پھر کسی بل کی صورت میں قانون سازی کی جائے۔ یہ قانون صوبے سے متعلق ہے' وزیر قانون صاحب میری اس بات سے اتفاق کریں گے۔ آپ مرکزی حکومت کو کس بات کی قرار داد بھیجیں گے اور مرکزی حکومت اس قرارداد کا کیا کرے گی؟ لازماً اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ وہ کہیں گے کہ صوبے کا معاملہ ہے' لہٰذا صوبہ ہی اس پر قانون سازی کرے۔ جناب والا! مجھے ہتھکڑی بطور سیاسی قیدی لگائی گئی۔اوکاڑہ سے ایک سب انسپکٹر نازل ہوا' اس نے مجھے کہا کہ جناب' حکم یہ ہوا ہے۔ میں آیا ہوں' کیونکہ آپ کو لاہور والے ہتھکڑی نہیں لگاتے' لہٰذا میں ہتھکڑی لگاؤں گا۔ میں نے کہا لگا لو' بے شک دونوں ہاتھوں کو لگا لو۔ میں آپ کا ملزم ہوں اور پیش ہونے میں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ تو میری ذاتی رائے کے مطابق' اگر میرا عزیز اس پہ اتفاق کرے کہ یہ قرار داد نہیں بنتی اور میرے بھائی کے دل میں جو بات ہے' وہ جیل میں گئے تھے وہاں انھوں نے سب کچھ دیکھا' اس بارے میں میرے بھی ذاتی views ہیں۔ لیکن اس

خطرناک ملزم کا بھی علاج کرنا پڑے گا۔ میں کہوں گا کہ یا تو یہ قرارداد بل کمیٹی کو بھجوا دی جائے۔ کمیٹی والے لوگ اس قرارداد کو بل کی شکل میں لے آئیں یا پھر اس بات کی اجازت دی جائے کہ معزز ممبر خود بل پیش کریں اور جو لوگ تھوڑا بہت قانونی علم رکھتے ہیں وہ بھی ان کا ساتھ دیں اور اگر ضروری ہو تو expert کو بھی بلوایا جائے تاکہ اس کو ایک طریقے سے لایا جا سکے' جیل والوں سے جان چھڑائی جائے اور حدود کے اندر وہ سختی نہ کی جائے۔ جو بدمعاشی ہو رہی ہے اس پر اصولی طور پر پابندی لازمی لگائی جانی چاہیے۔ جناب والا! اس بارے میں لازمی طور پر نوٹس لینا چاہیے' ترمیم کرنی چاہیے۔ یہ صوبائی اسمبلی ہی کے اختیار میں ہے اس لیے یہ صوبائی اسمبلی کو ہی کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: میں چیمہ صاحب کے اس پوائنٹ آف آرڈر سے اتفاق کرتا ہوں اور خواجہ صاحب سے پھر یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ اسے press کرتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ یہ صوبائی معاملہ ہے اور جیسا کہ چیمہ صاحب نے فرمایا ہے کہ آپ اسے بل کی صورت میں بھی لا سکتے ہیں۔

خواجہ سعد رفیق: جناب سپیکر! میری درخواست ہے کہ اگر مناسب سمجھا جائے تو اس issue پر ایک کمیٹی تشکیل دے دی جائے جو اس پر غور و خوض کر کے ایک مناسب رپورٹ مرتب کرے۔

جناب چیئرمین: جناب لاءمنسٹر صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! ہم پہلے ہی سٹینڈنگ کمیٹیاں بنا چکے ہیں اور میں معزز ایوان کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی یہ خواہش ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کو suo moto powers بھی دی جائیں۔ تو ہم نے اس موجودہ اجلاس میں ہی Role of Standing Committees in the Parliament System پر ایک general debate بھی رکھی ہوئی ہے۔ اس میں معزز رکن اپنا نقطۂ نظر پیش کریں اور اس حوالے سے جو کمیٹی بنی ہے وہ اس کمیٹی میں اس کو لے کر آئیں اور suo moto take up کریں' اپنی سفارشات دیں تو حکومت ان سفارشات پر عمل در آمد کرنے کے لیے تیار ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ خواجہ صاحب ٹھیک ہے آپ اسے پریس نہیں کرتے؟ لاء منسٹر صاحب کی یقین دہانی کے بعد آپ اسے پریس نہیں کرتے؟ چونکہ انھوں نے سٹینڈنگ کمیٹی میں لائحہ عمل کے بارے میں ایک debate کا تعین کیا ہے۔ اس میں آپ اپنا مافی الضمیر بھی بیان کر سکتے ہیں اور بل کی صورت میں بھی لا سکتے ہیں۔

خواجہ سعد رفیق، ٹھیک ہے' جی میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے جی' آپ اسے پریس نہیں کرتے ۔ اگلی قرارداد چودھری محمد صفدر شاکر صاحب کی ہے اب اسے take up کرتے ہیں۔

پاکستان ٹیلی وژن پر اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے اقدامات

چودھری صفدر شاکر، جناب سپیکر! میں یہ قرار داد پیش کرتا ہوں کہ،

"یہ ایوان مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ پاکستان ٹیلی وژن پر اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے پروگرام فوری طور پر شروع کیے جائیں۔"

جناب چیئرمین، یہ قرار داد پیش کی گئی ہے کہ،

"یہ ایوان مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ پاکستان ٹیلی وژن پر اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے پروگرام فوری طور پر شروع کیے جائیں۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب والا! اس سلسلے میں' میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ چند روز قبل اس سلسلے میں وزیر اعظم پاکستان نے لاہور میں میٹنگ بھی کی تھی اور اس پر پہلے ہی وزیراعظم صاحب یہ واضح ہدایات دے چکے ہیں۔ اگر پھر بھی میرے فاضل دوست سمجھتے ہیں کہ قرارداد پیش کرنی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! یہ واضح طور پر اخبارات کی زینت بھی بنا اور جناب وزیر اعظم صاحب نے حکم دیا ہے کہ جو کہ ہم نے اس وقت ان کی زبان سے خود بھی سنا کہ ٹیلی وژن پر اسلامیات کو بڑھایا جائے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے نقطۂ نظر سے اسلام کی طرف مائل ہوں۔ ہم اس کچہری میں کھڑے تھے جب وزیراعظم صاحب نے واضح آرڈر جاری کیا تھا۔

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! آپ کس پوائنٹ پر بول رہے تھے؟

جناب محمد صدیق سالار، اسلام پر۔

جناب چیئرمین، حکومتی بنچز نے اس کی مخالفت نہیں کی، وہ ان کو منظور کر رہے ہیں اور میں ووٹنگ کے لیے put کر رہا ہوں، لیکن آپ کھڑے ہو گئے ہیں - آپ کون سے پوائنٹ پر کھڑے ہوئے ہیں؟ آپ کو یہ پتا ہے ؟ میں نے کل بھی یہ گزارش کی تھی کہ آپ کھڑے ہونے سے پہلے یہ سوچ لیا کریں کہ آپ نے کس پوائنٹ پر بات کرنی ہے - اب قرارداد ہاؤس کے سامنے put کی جاتی ہے۔

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"یہ ایوان مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ پاکستان ٹیلی وژن پر اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے پروگرام فوری طور پر شروع کیے جائیں۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب چیئرمین، اگلی قرارداد جناب محمد افضل خان صاحب کی ہے -

وفاقی حکومت کی ملکیت اراضی کو این ایف سی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ فرٹیلائزر ریسرچ، فیصل آباد کے سپرد کرنا

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ،

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ وفاقی حکومت کی ملکیت چار ایکڑ اراضی جو این ایف سی لائل پور کیمیکل اینڈ فرٹیلائزر لمیٹڈ جسے اب ختم کیا جا رہا ہے کے زیر استعمال تھی کو فروخت نہ کیا جائے، بلکہ اسے این ایف سی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ فرٹیلائزر ریسرچ فیصل آباد میں توسیع کی غرض سے اس کے سپرد کر دیا جائے۔"

جناب چیئرمین، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ،

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ وفاقی حکومت کی ملکیت چار ایکڑ اراضی جو این ایف سی لائل پور کیمیکل اینڈ فرٹیلائزر لمیٹڈ جسے اب ختم کیا جا رہا ہے کے زیر استعمال تھی کو فروخت نہ کیا جائے، بلکہ اسے این ایف سی انسٹی ٹیوٹ آف انجینئرنگ اینڈ فرٹیلائزر ریسرچ فیصل آباد میں توسیع

کی غرض سے اس کے سپرد کر دیا جائے۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، I oppose it Sir.۔

جناب چیئرمین، یہ قرارداد oppose ہوئی۔ جناب افضل خان صاحب! آپ اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ دیں۔

جناب محمد افضل خان، جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ این ایف سی انسٹی ٹیوٹ سو فی صد حکومتی ادارہ ہے جس کے تمام حصص حکومت پاکستان کے پاس ہیں۔یہ ادارہ ریسرچ کے لیے لیبارٹری کے طور پر قائم ہوا جس میں UNDP نے 200 ملین روپیہ لگایا۔ جبکہ نیشنل فرٹیلائزر لمیٹڈ کی تمام فیکٹریاں' پرائیویٹائز کر کے فروخت کی جا رہی ہیں۔ یہ نیوکلیس ادارہ جو فرٹیلائزر پر ریسرچ کرتا تھا اس کی لیبارٹریاں اس کی 25 ہزار مربع فٹ centrally ائرکنڈیشنڈ بلڈنگ ہم نے اپنی کوششوں کے ساتھ' جناب وزیراعلیٰ کی مدد کے ساتھ' گورنر پنجاب کی مدد کے ساتھ' ایک کیمیکل انجینئرنگ کالج کے لیے اس کا چارٹر منظور کروایا اور پنجاب یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے اس کے لیے affiliation حاصل کی۔ جناب والا! کیمیکل انجینئرنگ کالج پاکستان کے لیے اس لیے بہت اہم ہے کہ پاکستان میں فی ملین آبادی کے تناسب سے ہم صرف 12 کیمیکل انجینئر پیدا کرتے ہیں جبکہ ہندوستان میں 54 پیدا ہو رہے ہیں اور برطانیہ میں 245 انجینئر بنائے جا رہے ہیں۔جناب والا! کیمیکل انجینئرنگ اور کیمیکل انڈسٹری کسی بھی ملک کے لیے بنیادی انڈسٹری کا درجہ رکھتی ہے جبکہ کیمیکل انجینئرنگ کالج میں سٹوڈنٹس کا پہلا بیچ جنوری سے کام شروع کر دے گا۔ وہاں ہمیں مشکل یہ پیش آ رہی ہے کہ یہ انجینئرنگ کا ادارہ یہ انجینئرنگ کالج صرف 18 کنال اراضی پر واقع ہے اور اس سے منسلکہ 4 ایکڑ اراضی وہ 127 ایکڑ رقبے کا حصہ ہے جو کہ ایک کیمیکل فرٹیلائزر فیکٹری کی ملکیت تھا اور اب اسے پراپرٹی ڈیلرز کے ہاتھوں نیلام کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ مواقع بار بار حاصل نہیں ہوتے کہ ایک موجودہ کالج کی توسیع کے لیے اس کے ساتھ ملحقہ اراضی موجود ہو اور ہم اس کو پراپرٹی ڈیلرز کو کوٹھیاں اور مکانات بنانے کے لیے فروخت کر دیں۔ اس لیے میں پر زور اپیل کروں گا کہ یہ قرارداد منظور کی جائے۔ ہم اس کیمیکل انجینئرنگ کالج میں توسیع کر کے اس میں کمپیوٹر سائنسز کو add کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس کے اندر مزید شعبے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان شاء اللہ کسی وقت ہم اس کو یونیورسٹی کا چارٹر دینا چاہتے ہیں۔ پھر اس وقت ہمیں منسلکہ جگہ نہیں مل سکے گی' اس لیے

میری یہ گزارش ہے کہ اس کو بیچ دیے جانے سے پہلے ہماری یہ قرارداد مرکزی حکومت کو مل جائے اور ہمیں یہ زمین کالج کی توسیع کے لیے مل جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جی شاہد اکرم بھنڈر صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے جو قرارداد پیش کی ہے اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ یہ معاملہ general public importance کا نہیں۔ یہ جس کمپنی کی بات کرتے ہیں وہ بھی پرائیویٹ ہے۔ اس ادارے کو یہ زمین مفت نہیں ملنی چاہیے۔ ادارے کے پاس کافی پیسے ہیں اور وہ زمین خرید سکتے ہیں۔ ویسے بھی یہ کمپنی وفاقی حکومت کے ماتحت آتی ہے اور وفاقی حکومت جو بھی مناسب سمجھے گی کارروائی کرے گی۔ میرے خیال میں یہ قرارداد ویسے بھی قاعدہ 114 کے تحت hit ہوتی ہے اور اس کو قاعدہ 118 کے تحت مسترد فرمایا جائے۔

جناب چیئرمین، جناب محمد افضل خان صاحب۔

جناب محمد افضل خان، جناب والا! میں یہاں یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ یہ پرائیویٹ ادارہ نہیں۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ نیشنل فرٹیلائزر کارپوریشن 100 فی صد حکومت کا ملکیتی ادارہ ہے' اس میں ایک فی صد حصہ بھی کسی پرائیویٹ ادارے کا نہیں۔ اگر ایک کالج کی توسیع کے لیے مرکزی حکومت زمین دے دیتی ہے تو اس میں کسی شخص کا کوئی ذاتی مفاد نہیں۔ جہاں انھوں نے کہا ہے کہ یہ عام عوام کی بھلائی کا معاملہ نہیں تو ہمارے ملک کے بچے جو open merit پر داخل ہوں گے ان کے اوپر کوئی پابندی نہیں کہ وہ فیصل آباد سے ہوں گے یا کہاں سے ہوں گے۔ اس میرٹ کو یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور نے کنٹرول کرنا ہے۔ یہ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور کا ایک ذیلی ادارہ بنے گا۔ یہ ایک autonomous ادارہ ہے جو فنڈز بھی نہیں مانگ رہا' صرف اس کی توسیع کے لیے زمین چاہیے۔ اگر آپ یہ موقع گنوا دیں گے تو وہ ادارہ shrink ہو کر رہ جائے گا۔ وہ ترقی نہیں کر سکے گا۔

جناب چیئرمین، جی بھنڈر صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب سپیکر! میں اپنے دوست کی اس بات پر مخالفت نہیں کر رہا' میری گزارش صرف اتنی ہے کہ جو گورنمنٹ کی properties ہیں اگر ہم قرارداد کے ذریعے اسے

"حکومت پنجاب آئین کے آرٹیکل 198(4) کے تحت گوجرانوالہ کے مقام پر بھی ہائی کورٹ کا بنچ قائم کرنے کا اہتمام کرے۔"

جناب چیئرمین، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ،

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پنجاب آئین کے آرٹیکل 198(4) کے تحت گوجرانوالہ کے مقام پر بھی ہائی کورٹ کا بنچ قائم کرنے کا اہتمام کرے۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب والا! میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یہ معاملہ پہلے ہی ہائی کورٹ کی کمیٹی کے زیر غور ہے اور جوں ہی ان کی سفارشات آئیں گی حکومت پنجاب اس پر عمل درآمد کر دے گی۔ میرے فاضل دوست نے اسی اجلاس کے دوران ایک سوال بھی اٹھایا تھا اور اس میں بھی ان کو جواب دیا ہوا ہے۔ جوں ہی ہائی کورٹ کی طرف سے سفارشات آئیں گی اس پر عمل درآمد کر دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، ویسے آپ کی پوزیشن بھی بڑی خراب ہے ۔ آپ اس قرار داد کو oppose کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے، کیونکہ آپ کا تعلق بھی اسی ضلع سے ہے۔ ایس اے حمید صاحب! آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جناب ایس اے حمید، جناب چیئرمین! میں یہاں پر صرف یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ آئین کے آرٹیکل 198(4) میں یہ لکھا ہوا ہے کہ،

> Each of the High Courts may have Benches at such other places as the Governor may determine on the advice of the Cabinet and in consultation with the Chief Justice of the High Court.

جناب چیئرمین! میں اس صورت حال سے آپ کو اس لیے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ گوجرانوالہ ڈویژن ایک کروڑ 15 لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے۔ اس کے چھ اضلاع ہیں۔ حافظ آباد ' نارووال' گوجرانوالہ' سیالکوٹ' گجرات' منڈی بہاؤالدین۔ اور اس کی حدود ایک سو میل لمبی اور ایک سو میل چوڑی ہے۔ یہ دنیا کے 115 ملکوں سے آبادی کے لحاظ سے زیادہ بڑا ہے اور پھر یہ ڈویژن آبادی کے لحاظ سے کراچی اور لاہور کے بعد تیسرے نمبر پر ہے۔ گوجرانوالہ شہر آبادی کے لحاظ سے کراچی لاہور اور فیصل

"حکومت پنجاب آئین کے آرٹیکل (4)198 کے تحت گوجرانوالہ کے مقام پر بھی ہائی کورٹ کا بنچ قائم کرنے کا اہتمام کرے۔"

جناب چیئرمین، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ،

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پنجاب آئین کے آرٹیکل (4)198 کے تحت گوجرانوالہ کے مقام پر بھی ہائی کورٹ کا بنچ قائم کرنے کا اہتمام کرے۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب والا! میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یہ معاملہ پہلے ہی ہائی کورٹ کی کمیٹی کے زیر غور ہے اور جوں ہی ان کی سفارشات آئیں گی حکومت پنجاب اس پر عمل درآمد کر دے گی۔ میرے فاضل دوست نے اسی اجلاس کے دوران ایک سوال بھی اٹھایا تھا اور اس میں بھی ان کو جواب دیا ہوا ہے۔ جوں ہی ہائی کورٹ کی طرف سے سفارشات آئیں گی اس پر عمل درآمد کر دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، ویسے آپ کی پوزیشن بھی بڑی خراب ہے۔ آپ اس قرار داد کو oppose کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے، کیونکہ آپ کا تعلق بھی اسی ضلع سے ہے۔ ایس اے حمید صاحب! آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جناب ایس اے حمید، جناب چیئرمین! میں یہاں پر صرف یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ آئین کے آرٹیکل (4)198 میں یہ لکھا ہوا ہے کہ،

> Each of the High Courts may have Benches at such other places as the Governor may determine on the advice of the Cabinet and in consultation with the Chief Justice of the High Court.

جناب چیئرمین! میں اس صورت حال سے آپ کو اس لیے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ گوجرانوالہ ڈویژن ایک کروڑ 15 لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے۔ اس کے چھ اضلاع ہیں۔ حافظ آباد، نارووال، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، گجرات، منڈی بہاؤالدین۔ اور اس کی حدود ایک سو میل لمبی اور ایک سو میل چوڑی ہے۔ یہ دنیا کے 115 ملکوں سے آبادی کے لحاظ سے زیادہ بڑا ہے اور پھر یہ ڈویژن آبادی کے لحاظ سے کراچی اور لاہور کے بعد تیسرے نمبر پر ہے۔ گوجرانوالہ شہر آبادی کے لحاظ سے کراچی لاہور اور فیصل

[illegible] یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ cabinet میں بھجوانے کا مقصد یہ ہرگز اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ cabinet میں جائے گا تو اس کو approve کر دیا جائے گا۔ cabinet نے تو اس کو discuss کرنا ہے، اس کے merits-demerits کو دیکھنا ہے۔ تو یہ اس وقت ہوگا جب یہ cabinet کے سامنے پیش ہوگا۔ میں یہ 'assurance on behalf of the Cabinet' اور وہ بھی presume کرکے اس وقت کس طرح دے دوں کہ ہم approve کر دیں گے؟ ایک دفعہ ہمارے پاس سفارش آئے تو سہی جناب والا! ہم اس کے pros and cons کو دیکھیں گے۔ جن خیالات کا معزز رکن نے اظہار کیا ہے ان کو مدنظر رکھا جائے گا۔ ان کے ڈویژن کی نمائندگی Cabinet میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مجھے ان کا بڑا احترام ہے، ان کی رائے کا احترام ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھا جائے گا اور اس معاملے پر ہم دردانہ غور کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، ایس اے حمید صاحب! آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟

جناب ایس اے حمید، شکریہ جناب والا۔

جناب چیئرمین، آپ اسے پریس نہیں کرتے۔ آج کے ایجنڈے کی کارروائی انجام دی جا چکی۔ اب اجلاس کل صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! میرے معزز دوست نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اور اپنی علاقائی ضروریات کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ اور اس حوالے سے ہائی کورٹ کا بنچ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں عوام کو جو تکالیف درپیش ہیں جس کا انھوں نے ذکر فرمایا ہے۔ مجھے اس سے اتفاق ہے۔ میں اس سے اختلاف نہیں کرتا۔ میں نے ان کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا ہے گو کہ آئین کے آرٹیکل (4)198 کے تحت بنچ قائم کیے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے ہی کافی حد تک process مکمل ہو چکا ہے اور اس وقت ہائی کورٹ میں pending ہے، for the advice۔ جیسے ہی ایڈوائس آئے گی حکومت اس سلسلے میں کوئی لیت و لعل سے کام نہیں لے گی۔ اور بنچ قائم کر دیا جائے گا۔ ان کے سوال کے جواب میں بھی یہی کہا گیا تھا۔ اور اب میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں۔ کہ جیسے ہی ہمیں ہائی کورٹ سے recommendations آئیں گی، اس کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، آپ اس بارے میں assurance دلاتے ہیں کہ آپ اس کو ذاتی طور پر persue کریں گے؟

فیڈرل گورنمنٹ سے کہیں کہ یہ زمین دینی چاہیے۔ لیکن جناب سپیکر! اگر قرارداد کی بات ہوگی تو پھر کل میرے حلقے کے متعلق بھی قراردادیں آئیں گی اور باقی معزز اراکین کے حلقے سے بھی کہ فلاں کام اس طرح کر دیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک غلط روایت ہوگی۔ اس لیے میں، معزز رکن سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ براہ مہربانی اپنے اس قرارداد کو پریس نہ کریں اور یہ بات وزیر اعلیٰ صاحب کے نوٹس میں لائیں۔ میں بھی ان کی تائید کروں گا' میں بھی ان سے یہ گزارش کروں گا کہ اس معاملے کو ہمدردی سے فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ ٹیک اپ کیا جائے اور فیڈرل گورنمنٹ کو یہ گزارش کی جائے کہ وہ یہ زمین دیں۔ لیکن اس کے لیے جو طریقۂ کار اپنایا جا رہا ہے ہمیں اس سے اختلاف ہے۔ خدانخواستہ' ہمیں اس بات سے اختلاف نہیں کہ یہ ان کے حلقے کی ضرورت نہیں۔ ان کے حلقے کی ضرورت ہوگی' لیکن اس کے لیے مناسب طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، کیوں جی افضل خان صاحب کیا فرماتے ہیں؟

جناب محمد افضل خان، جناب والا! یہ کالج میرے حلقے میں نہیں اور نہ میرا ذاتی مسئلہ ہے البتہ یہ میرے شہر میں ضرور ہے اور یہ لوکل مسئلہ نہیں' بلکہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین، جیسا کہ وزیر قانون صاحب نے تجویز کیا ہے کہ آپ ان کے پاس جاکر اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے بات کرکے معاملہ حل کروا سکتے ہیں تو آپ اسے پریس نہ کریں۔ وہ صورت تو آپ کے پاس باقی رہے گی۔

جناب محمد افضل خان، جناب والا! میرا تو خیال ہے کہ اس ایوان کی خواہش ہے کہ ----

جناب چیئرمین، میرے خیال میں وزیر قانون سے اتفاق کرنا ضروری ہے' آپ اسے پریس نہ کریں۔

جناب محمد افضل خان، جناب والا! وزیر قانون صاحب کے احترام میں' میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ یہ اسے پریس نہیں کرتے۔ اس کے بعد ہم ایس اے حمید صاحب کا قرارداد ٹیک اپ کرتے ہیں۔

گوجرانوالہ میں ہائی کورٹ بنچ کا قیام

جناب ایس اے حمید، شکریہ جناب سپیکر! اس ایوان کی رائے ہے کہ

ٹرانسفر کرنا شروع کر دیں تو وہ ایک مناسب روایت بھی نہیں۔ اگر میرے دوست کو کوئی مسئلہ ہے تو وزیر اعلیٰ صاحب سے بات کریں' ان سے discuss کریں اور وہ اس بات کو جیسے بھی take up کرنا چاہیں گے وفاقی حکومت سے take up کر لیں گے۔ میں تو نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی ایسی بات ہے جو قرارداد والی ہو' اتنی اہم بات سے ضرور ہم ان سے اتفاق کریں گے۔ لیکن جناب والا! یہ معاملہ ایسا ہے جس میں ٹرانسفر آف لینڈ ہے اور قرارداد کے ذریعے یہ کوئی اچھی پریکٹس نہیں کہ اس کو ایسے ٹرانسفر کیا جائے۔

جناب چیئرمین ، جناب افضل خان صاحب۔

جناب محمد افضل خان ، جناب سپیکر ! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہم ایک قرارداد پاس کر کے اپنی خواہش کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہم کوئی حکم تو نہیں دے رہے۔ایک خواہش کا اظہار ہے کہ ہمارے صوبے میں کالجوں کی ترقی ہو' تعلیم کی ترقی ہو' ہم انجینئرنگ کالج کی توسیع کر سکیں۔ جناب والا ! ہم کوئی آرڈر تو پاس نہیں کر رہے۔ ہماری ایک گزارش ہے۔ ایک قرارداد جاتی ہے کہ اس ایوان کی خواہش ہے کہ وہ زمین دے دی جائے۔ یہاں قبضہ گروپوں نے حکومت کی زمین کو قابو کیا ہوا ہے اور سالہا سال سے وہ قبضہ گروپ استعمال کر رہے ہیں اور حکومت کی زمین ضائع ہو رہی ہے۔ اسی طرح سے وہ جائیدادیں بک بھی جاتی ہیں اور وہ پراپرٹی ڈویلپرز لے جاتے ہیں۔ ایک ادارے کے لیے اگر ہماری خواہش چلی جائے تو ایسی کوئی بات نہیں۔ مجھے افسوس ہے اور اس قراداد کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے تھی۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر ! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جہاں تک ان کے اپنے حلقے کا تعلق ہے' یہ ایک حلقے تک محدود مسئلہ ہے اور یہ جنرل پبلک interest کا معاملہ نہیں۔ اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ ایک رواج پڑ جائے گا اور کل کو میرے حلقے میں بھی اگر گورنمنٹ کی کوئی پراپرٹی ہے تو میں اسمبلی سے قرارداد پاس کروا کر اسے ٹرانسفر کرنے کی بات کروں گا ۔ جناب سپیکر! جہاں تک اس معاملے کی اہمیت کا تعلق ہے ' میں اس بات سے کلی طور پر اتفاق کرتا ہوں کہ معزز رکن جن خیالات کا اظہار کر رہے ہیں مجھے ان سے اتفاق ہے۔ ان کے علاقے کی ضرورت ہے اور وہاں پر انسٹی ٹیوٹ بننا چاہیے' کالج بننا چاہیے۔ لیکن اس کے لیے طریقہ کار یہ اختیار کرنا چاہیے کہ یہ وزیر اعلیٰ صاحب کے نوٹس میں لائیں اور اپنا کیس ان کی سفارشات کے ساتھ فیڈرل گورنمنٹ کو بھجوائیں اور وہ

فیڈرل گورنمنٹ سے کہیں کہ یہ زمین دینی چاہیے۔ لیکن جناب سپیکر! اگر قرارداد کی بات ہوگی تو پھر کل میرے حلقے کے متعلق بھی قراردادیں آئیں گی اور باقی معزز اراکین کے حلقے سے بھی کہ فلاں کام اس طرح کر دیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک غلط روایت ہوگی۔ اس لیے میں، معزز رکن سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ براہ مہربانی اپنے اس قرارداد کو پریس نہ کریں اور یہ بات وزیر اعلیٰ صاحب کے نوٹس میں لائیں۔ میں بھی ان کی تائید کروں گا' میں بھی ان سے یہ گزارش کروں گا کہ اس معاملے کو ہمدردی سے فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ ٹیک اپ کیا جائے اور فیڈرل گورنمنٹ کو یہ گزارش کی جائے کہ وہ یہ زمین دیں۔ لیکن اس کے لیے جو طریقۂ کار اپنایا جا رہا ہے ہمیں اس سے اختلاف ہے۔ خدانخواستہ' ہمیں اس بات سے اختلاف نہیں کہ یہ ان کے حلقے کی ضرورت نہیں۔ ان کے حلقے کی ضرورت ہوگی' لیکن اس کے لیے مناسب طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، کیوں جی افضل خان صاحب کیا فرماتے ہیں؟

جناب محمد افضل خان، جناب والا! یہ کالج میرے حلقے میں نہیں اور نہ میرا ذاتی مسئلہ ہے البتہ یہ میرے شہر میں ضرور ہے اور یہ لوکل مسئلہ نہیں' بلکہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین، جیسا کہ وزیر قانون صاحب نے تجویز کیا ہے کہ آپ ان کے پاس جاکر اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے بات کرکے معاملہ حل کروا سکتے ہیں تو آپ اسے پریس نہ کریں۔ وہ صورت تو آپ کے پاس باقی رہے گی۔

جناب محمد افضل خان، جناب والا! میرا تو خیال ہے کہ اس ایوان کی خواہش ہے کہ ----

جناب چیئرمین، میرے خیال میں وزیر قانون سے اتفاق کرنا ضروری ہے' آپ اسے پریس نہ کریں۔

جناب محمد افضل خان، جناب والا! وزیر قانون صاحب کے احترام میں' میں اسے پریس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ یہ اسے پریس نہیں کرتے۔ اس کے بعد ہم ایس اے حمید صاحب کا قرارداد ٹیک اپ کرتے ہیں۔

گوجرانوالہ میں ہائی کورٹ بنچ کا قیام

جناب ایس اے حمید، شکریہ جناب سپیکر! اس ایوان کی رائے ہے کہ

"حکومت پنجاب آئین کے آرٹیکل 198(4) کے تحت گوجرانوالہ کے مقام پر بھی ہائی کورٹ کا بنچ قائم کرنے کا اہتمام کرے۔"

جناب چیئرمین، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ،

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پنجاب آئین کے آرٹیکل 198(4) کے تحت گوجرانوالہ کے مقام پر بھی ہائی کورٹ کا بنچ قائم کرنے کا اہتمام کرے۔"

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون، جناب والا! میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یہ معاملہ پہلے ہی ہائی کورٹ کی کمیٹی کے زیر غور ہے اور جوں ہی ان کی سفارشات آئیں گی حکومت پنجاب اس پر عمل درآمد کر دے گی۔ میرے فاضل دوست نے اسی اجلاس کے دوران ایک سوال بھی اٹھایا تھا اور اس میں بھی ان کو جواب دیا ہوا ہے۔ جوں ہی ہائی کورٹ کی طرف سے سفارشات آئیں گی اس پر عمل درآمد کر دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، ویسے آپ کی پوزیشن بھی بڑی خراب ہے ۔ آپ اس قرار داد کو oppose کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے، کیونکہ آپ کا تعلق بھی اسی ضلع سے ہے۔ ایس اے حمید صاحب! آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جناب ایس اے حمید، جناب چیئرمین! میں یہاں پر صرف یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ آئین کے آرٹیکل 198(4) میں یہ لکھا ہوا ہے کہ،

> Each of the High Courts may have Benches at such other places as the Governor may determine on the advice of the Cabinet and in consultation with the Chief Justice of the High Court.

جناب چیئرمین! میں اس صورت حال سے آپ کو اس لیے آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ گوجرانوالہ ڈویژن ایک کروڑ 15 لاکھ کی آبادی پر مشتمل ہے۔ اس کے چھ اضلاع ہیں۔ حافظ آباد ' نارووال' گوجرانوالہ' سیالکوٹ' گجرات' منڈی بہاؤالدین۔ اور اس کی حدود ایک سو میل لمبی اور ایک سو میل چوڑی ہے۔ یہ دنیا کے 115 ملکوں سے آبادی کے لحاظ سے زیادہ بڑا ہے اور پھر یہ ڈویژن آبادی کے لحاظ سے کراچی اور لاہور کے بعد تیسرے نمبر پر ہے۔ گوجرانوالہ شہر آبادی کے لحاظ سے کراچی لاہور اور فیصل

آباد کے بعد چوتھے نمبر کا شہر ہے۔ لیکن جناب چیئرمین! افسوس کا مقام ہے کہ اس ڈویژن کے افراد کو ہائی کورٹ کے بنچ کے قیام کے سلسلے میں جو سہولتیں ہیں وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جناب چیئرمین! اس وقت لاڑکانہ ' بہاول پور 'ملتان' لاہور 'راولپنڈی'مظفر آباد ' ایبٹ آباد ' ڈیرہ اسماعیل خان' سبی اور کوئٹہ میں ہائی کورٹ اور ان کے بنچ قائم ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ کراچی ' حیدرآباد اور سکھر میں بھی بنچ موجود ہیں۔ جناب والا! پاکستان مسلم لیگ نے الیکشن کے دوران اپنا پروگرام عوام کو دیا کہ ہم عوام کو انصاف ان کی دہلیز پر پہنچائیں گے۔جناب والا! سستا اور جلدی انصاف تب ہی ممکن ہے کہ جتنے ہمارے ڈویژن بنتے ہیں کم ازکم وہاں پرسنگل بنچ بنا دیے جائیں۔ کیونکہ اس کے بغیر نہ تو حبس بے جا کی درخواستوں پر بات ہوسکتی ہے اور نہ ہی انتقال مقدمہ کو زیر غور لایا جا سکتا ہے اور نہ ہی عوام کو صمانتوں کے لیے جن مسائل اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا کوئی حل ہے۔ آج سے نہیں بلکہ پچاس سال سے ہم 1861ء کے پولیس ایکٹ کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ اس میں ترامیم کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ پولیس گردی کے خاتمے کے لیے ہم یہاں پر اور قومی اسمبلی میں اور پاکستان کی تمام اسمبلیوں میں بات کرتے ہیں۔ لیکن اس کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔ پولیس گردی کو روکنے کے لیے آج تک کوئی طریقۂ کار نہیں بن سکا۔ یہ ٹھیک ہے کہ آج الحمد للہ مسلم لیگ کی حکومت نے صوبے میں اور ملک میں خاص طور پر پولیس گردی کو ختم کرنے کے لیے بڑے موثر اقدامات کیے ہیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے بڑی زبردست حکمت عملی تیار کی ہے لیکن جناب سپیکر! جو قوانین ہیں' اس کے تحت پولیس کو شک کی بنیاد پر لوگوں کو گرفتار کرنے اور انہیں harass کرنے' انھیں زدوکوب کرنے انھیں سخت ترین سزائیں دینے کا اختیار ہے۔ اگر ان تمام ڈویژنوں میں' جن میں گوجرانوالہ' ڈیرہ غازی خان' فیصل آباد اور ایک ڈویژن اور بھی ہے جو مجھے اس وقت یاد نہیں آرہا۔ ان چار ڈویژن میں اگر ہائی کورٹ کے بنچ بن جائیں تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پولیس کسی کے اوپر ہاتھ ڈالتے ہوئے یہ تصور کرے گی کہ اگر میں نے اس کو ناجائز پکڑا' صبح یہ ہائی کورٹ میں حبس بے جا کی رٹ کر دے گا۔ جناب چیئرمین! آج یہ وقت کی ضرورت ہے۔ مجھے وزیر قانون صاحب کی اس بات سے پورا اتفاق ہے کہ یہ مسئلہ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے زیر غور ہے۔ لیکن جناب چیئرمین! میری یہ درخواست ہوگی کہ 1990ء سے لے کر 1997ء تک میں نے دس دفعہ اسی ایوان میں یہ بات کی ہے اور یہ بات اسی طرح اس وقت بھی کہی گئی جب ہم اپوزیشن میں تھے۔ جب ہماری پچھلی حکومت آئی اس وقت بھی بات کی۔ آج پھر ہماری حکومت ہے اور میں نے یہ بات کی ہے۔ جناب

والا! اب ہماری حکومت ہے اور ہماری حکومت کا یہ منشور ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ عوام کو ان کی دہلیز پر سستا اور فوری انصاف ملے۔ جناب والا! لاہور آنے کے لیے، وکیل کی فیس کے لیے سفر کے اخراجات کے لیے اور پھر وقت پر پہنچنے کے لیے لوگوں کو کتنی مشکلات ہیں۔ پھر غالی پولیس گردی کی بات نہیں، بلکہ اس میں ایکسائز، اس میں سیلز ٹیکس، اس میں کسٹم ڈیوٹی، اس میں انکم ٹیکس اس میں ویلتھ ٹیکس اور اس میں ریونیو کے لاکھوں مقدمات آج ہائی کورٹ میں زیر التواء ہیں۔ صرف گوجرانوالہ ڈویژن سے 20 ہزار مقدمات یہاں پر ہائی کورٹ میں pending ہیں۔ جنھیں left over کی بنیاد پر برسا برس تک وکلاء اور clients کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جناب چیئرمین! میں آج یہاں پر حکومت سے یہ اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ جب قانون میں، جب آئین میں اسبات کی provision رکھی گئی ہے کہ cabinet کا decesion ہو۔ اس کے بعد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی رائے کے بعد کم از کم سنگل بنچ قائم کر دیا جائے۔ جناب والا! میں چاہوں گا کہ حکومت اس بات کی assurance دلائے کہ وہ اس issue کو Cabinet میں لے کر جائے گی۔ اگر وہ Cabinet میں لے جا چکی ہے تو جناب والا! پھر اس کے بارے میں اس کو pursue کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، جی لاہنسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب والا! میرے معزز دوست نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اور اپنی علاقائی ضروریات کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ اور اس حوالے سے ہائی کورٹ کا بنچ نہ ہونے کی وجہ سے وہاں عوام کو جو تکالیف درپیش ہیں جس کا انھوں نے ذکر فرمایا ہے۔ مجھے اس سے اتفاق ہے۔ میں اس سے اختلاف نہیں کرتا۔ میں نے ان کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا ہے گو کہ آئین کے آرٹیکل 198(4) کے تحت بنچ قائم کیے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے ہی کافی حد تک process مکمل ہو چکا ہے اور اس وقت ہائی کورٹ میں pending ہے، for the advice۔ جیسے ہی ایڈوائس آئے گی حکومت اس سلسلے میں کوئی لیت و لعل سے کام نہیں لے گی۔ اور بنچ قائم کر دیا جائے گا۔ ان کے سوال کے جواب میں بھی یہی کہا گیا تھا۔ اور اب میں پھر اس بات کو دہراتا ہوں۔ کہ جیسے ہی ہمیں ہائی کورٹ سے recommendations آئیں گی، اس کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، آپ اس بارے میں assurance دلاتے ہیں کہ آپ اس کو ذاتی طور پر persue کریں گے؟

وزیر قانون، جی ہاں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! میں محترم وزیر قانون سے وضاحت چاہوں گا کہ اگر انھوں نے cabinet کی approval لے دی ہے۔ پھر تو ٹھیک ہے۔ کیوں کہ آئین میں یہ provision ہے کہ،

ARTICLE-198(4)Each of the High Court may have Benches at such other places as the Governor may determine on the advice of the Cabinet and in consultation with the Chief Justices of the High Court.....

اگر جناب والا! cabinet کی approval ہو چکی ہے اور گورنر کو مسئلہ جا چکا ہے پھر تو مسئلہ حل ہے۔ اگر یہ process نہیں ہوا تو پھر حکومت یہ assurance دلا دے کہ cabinet سے گورنر تک بھجوا دی جائے گی اور بنچ بن جائے گا۔

جناب چیئرمین، جی۔۔

وزیر قانون، جناب والا! میں اس کو پڑھتا ہوں،

A High Court may have Benches as such other places at the Governor may determine on the advice of the Cabinet and in consultation with the Chief Justices of the High Court....

جناب والا! اگر تو وہ Cabinet کی approval کے بغیر اپنے طور پر اس کے اوپر غور فرما رہے ہیں اس کے بعد ہمارے پاس ان کی ایڈوائس آتی ہے تو cabinet میں اس پر غور کیا جائے گا۔ اس کی میں معزز رکن کو یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اس پر غور کیا جائے گا۔ اس لیے ایک دفعہ یہ مسئلہ حکومت کے سامنے آنے تو دیں۔ اگر پہلے سے ہی ان کے زیر غور ہے تو ہم دیکھ لیں کہ ان کی سفارشات کیا ہوتی ہیں۔ اور اس کے بعد حکومت اس پر اپنی کارروائی کرے گی۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! مجھے وزیر قانون کا پورا احترام ہے۔ آئین کی جو provision ہے۔ اگر اس کے بغیر چیف جسٹس کو refer کیا گیا ہے تو lacuna نہ رہ جائے۔ میری یہ درخواست ہوگی کہ cabinet سے یہ بھجوا دیں، کیوں کہ آج ہی ہائی کورٹ نے فیصلہ نہیں کر دینا۔ حکومت کو اس میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اس کو cabinet میں لے جائیں۔ وہاں سے ہائی کورٹ کو، گورنر صاحب کو بھجوا دیں۔ وہاں سے چیف جسٹس کو چلا جائے۔ اس کے بعد چیف جسٹس کی مرضی ہے، وہ بنچ

کو بھجوا دیں۔ وہاں سے چیف جسٹس کو چلا جائے۔ اس کے بعد چیف جسٹس کی مرضی ہے' وہ بنچ قائم کرے یا نہ کرے۔

جناب چیئرمین، جی لاء منسٹر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! میں معزز رکن کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ cabinet میں بھجوانے کا مقصد یہ ہرگز اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ cabinet میں جائے گا تو اس کو approve کر دیا جائے گا۔ cabinet نے تو اس کو discuss کرنا ہے' اس کے merits-demerits کو دیکھنا ہے۔ تو یہ اس وقت ہوگا جب یہ cabinet کے سامنے پیش ہوگا۔ میں یہ 'assurance on behalf of the Cabinet اور وہ بھی presume کرکے اس وقت کس طرح دے دوں کہ ہم approve کر دیں گے؟ ایک دفعہ ہمارے پاس سفارش آئے تو سہی جناب والا! ہم اس کے pros and cons کو دیکھیں گے۔ جن خیالات کا معزز رکن نے اظہار کیا ہے ان کو مدنظر رکھا جائے گا۔ ان کے ڈویژن کی نمائندگی Cabinet میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ مجھے ان کا بڑا احترام ہے' ان کی رائے کا احترام ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھا جائے گا اور اس معاملے پر ہم دردانہ غور کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، ایس اے حمید صاحب! آپ اس کو پریس نہیں کرتے؟

جناب ایس اے حمید، شکریہ جناب والا۔

جناب چیئرمین، آپ اسے پریس نہیں کرتے۔ آج کے ایجنڈے کی کارروائی انجام دی جا چکی۔ اب اجلاس کل صبح ساڑھے نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس)

بدھ' 29 ۔ اکتوبر 1997ء

(چہار شنبہ [illegible] ری الثانی 1418ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی [illegible] ہور میں پونے دس بجے صبح زیر صدارت جناب چیئرمین (راجہ محمد خالد خان) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○

سورۃ الرحمن آیت نمبر 54 تا 61

وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟○ ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟○ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟○ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں○ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون [illegible] نعمت کو جھٹلاؤ گے؟○

وما علینا الا البلاغ○

پوائنٹ آف آرڈر

پیپلز پارٹی کے کارکنوں کا پریس کلب پر حملہ

جناب چیئرمین، سب سے پہلے وقفۂ سوالات ہے۔ آج زراعت' جنگلات' امور پرورش حیوانات اور ڈیری ڈویلپمنٹ کے سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیے جائیں گے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی' ایس اے حمید صاحب!

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ کل پریس کلب پر پیپلز پارٹی کے غنڈوں کی حرکات کے بارے میں دلانا چاہتا ہوں۔ کل پیپلز پارٹی نے مال روڈ پر جلوس نکالا' اس کے بعد پنجاب اسمبلی پر حملہ کیا اور اس بات کو چھوڑیں یہ تو ایک سیاسی ادارہ ہے۔ ان کا پریس کلب پر جا کر حملہ کرنا' میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کا بدترین فعل ہے اور میری یہ درخواست ہوگی کہ رول 202 کے تحت آج قواعد کو معطل کر کے اس بات کو زیر بحث لایا جائے کہ جمہوریت کا دعویٰ کرنے والی اور جمہوری اداروں پر یقین رکھنے والی وہ پارٹی آج صرف اس لیے پریس کلب پر حملہ کر رہی ہے کہ پیپلز پارٹی کا میڈیا ٹرائل ہو رہا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ میڈیا ٹرائل کی اصطلاح' کبھی کنگرو کورٹس کی اصطلاح' ان کے جی میں جو آتا ہے کہتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کیا پریس مسلم لیگ کو معاف کرتا ہے؟ کیا پریس جماعت اسلامی کا لحاظ کرتا ہے؟ جناب چیئرمین! پریس کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور پریس کو لحاظ کرنا بھی نہیں چاہیے۔ اس لیے کہ پریس کا کام ہی یہی ہے کہ جہاں پر اسے کمی نظر آئے اس کی نشان دہی کرے۔ اسے اجاگر کرے اور عوام کے ذہنوں کی تربیت کرے کہ جو لوگ ان کے اوپر حکمرانی کر رہے ہیں یا جو حکمرانی کا دعویٰ کرتے ہیں یا جو لوگ کل کو حکمران بننا چاہتے ہیں ان کا کیا کردار ہے۔

جناب چیئرمین! یہ بڑے غلم کی بات ہے۔ یہ اتنا گھمبیر مسئلہ ہے۔ اگر ہم نے پریس کے ساتھ زیادتی کا نوٹس نہ لیا۔ جو انھوں نے کردار ادا کیا ہے۔ جناب چیئرمین! ان کا اپنا عہدیدار راؤ سکندر یہ کہہ رہا ہے کہ میں ان کے خلاف بےنظیر بھٹو کو کہوں گا کہ ان کو پارٹی سے نکال دیا جائے۔ کن کن کو پارٹی سے نکالیں گے۔ جب ایک ہجوم نے حملہ کرنے کا پورا پروگرام بنا کر یہ کام کیا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے پیشتر کہ وقفۂ سوالات شروع کیا جائے اس بات کو ایوان کی کارروائی

معطل کر کے زیر بحث لایا جائے۔ اس لیے کہ یہ چوتھے ستون کا مسئلہ ہے۔ پہلے تین ستونوں میں آپس میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابھی اگر چوتھے ستون کے ساتھ جس کو پورا حق ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ لکھے' یہ رویہ رکھا گیا تو اس کے بڑے ناگفتہ بہ اثرات ہوں گے۔ شکریہ۔

ڈپٹی چیئرمین: جی لاء منسٹر صاحب! آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

قانون: جناب سپیکر! معزز رکن نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آج اس معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے ہر ممبر صوبائی اسمبلی کے یہی جذبات ہیں۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ جو کل کا واقعہ ہوا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل مذمت ہے۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں آج کے اخبارات میں میری یہ سٹیٹمنٹ بھی ہے اور میں اس معزز ایوان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کل شام جس وقت مجھے اس واقعے کی اطلاع ملی تو میں فوراً موقع پر پہنچ گیا تھا۔ پریس کلب میں جانے کے بعد میں نے پریس کلب کے صدر صاحب سے' پریس کلب کے سیکرٹری جن کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی اور دوسرے ممبران جن کو زدوکوب کیا گیا تھا ان سے ملاقات کی اور میں نے انھیں اس بات کا پورا یقین دلایا تھا کہ حکومت اس ملک میں پریس کی آزادی اور پریس پر قدغن لگانے یا پریس پر جبر و تشدد کرنے والی ہر اس کارروائی کی مذمت کرتی ہے کہ جو آپ کو آپ کے فرائض ادا کرنے سے روکے۔

جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ معزز رکن نے یہ فرمایا ہے کہ کارروائی روک کر اس پر بحث کی جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ قواعد و ضوابط کے خلاف بات ہے۔ اگر وہ اس معاملے کو تحریک التوائے کار کے طور پر لانا چاہتے ہیں یا کسی اور مناسب طریقے سے لائیں تو پھر اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پوائنٹ آف آرڈر پر ایک بات کرنا اور پھر ایوان کی کارروائی کو اس لحاظ سے معطل کرنا جبکہ وقفہ سوالات شروع ہونے والا ہے۔ اور اس پر بحث کرنا میں سمجھتا ہوں کہ قواعد کے منافی بات ہوگی۔ لیکن ایک دفعہ پھر میں معزز رکن کی خدمت میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں اور معزز پریس کی خدمت میں بھی کہ اگر پریس کے حضرات نے اس واقعے کی پولیس میں رپورٹ درج کروائی ہوگی تو حکومت بالکل غیر جانب دارانہ طور پر اس کی تحقیقات کروائے گی اور جو بھی لوگ اس واقعے کے ذمہ دار ہوں گے ان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر اس بات پر ایوان میں بحث کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ ہماری ہمدردیاں پریس کے ساتھ ہیں۔ ہم پریس کی آزادی کے حامی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ انھیں پورے مواقع

ہمدردیاں پریس کے ساتھ ہیں۔ ہم پریس کی آزادی کے حامی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ انھیں پورے مواقع فراہم کریں گے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنا کردار ادا کریں۔

جناب چیئرمین، ایس اے حمید صاحب! آپ اسے تحریک التوائے کار کی صورت میں لے آئیں تو اس پر بحث ہو سکتی ہے، جیسا کہ لاءمنسٹر صاحب نے فرمایا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب چیئرمین! آپ نے بجا ارشاد فرمایا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں تحریک التوائے کار لاتا ہوں یا قرارداد تو تمام چیزوں کے لیے آپ کو رولز معطل کرنے پڑیں گے۔

جناب چیئرمین، اگر آپ تحریک التوائے کار لائیں گے تو وہ کسی working day میں بھی آ سکتی ہے۔ اس پر بحث ہو سکتی ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب چیئرمین! دو تین روز میں تو اجلاس ختم ہو جائے گا۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

محکمہ جات (زراعت، امور پرورش، حیوانات اور ڈیری ڈویلپمنٹ)

جناب چیئرمین، اب ہم سوالات کو take up کرتے ہیں۔ میاں عبدالستار صاحب۔

میاں عبدالستار، 326

کرائے کی عمارات میں محکمہ کے دفاتر / رہائش گاہوں کی تفصیل

*326۔ میاں عبدالستار، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 1985ء سے 1997ء مارچ تک محکمہ زراعت کے کتنے دفاتر اور رہائش گاہیں کرائے کی عمارات میں تھیں۔

(ب) 1985ء سے 1997ء مارچ تک ان کی تزئین و آرائش پر کتنا خرچ آیا اور کتنی دفعہ ہوئی ہر عمارت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کیا ہے۔

(ج) ان عمارات کے مالکان کے نام اور پتہ جات کیا کیا ہیں۔

(د) سال 1985ء سے 1996ء کے دوران محکمہ نے کتنی نئی سرکاری عمارات تعمیر کروائی ہیں ہر عمارت کی ضلع وار تفصیل علیحدہ علیحدہ بتائی جائے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) سال1985ء سے سال1997ء مارچ تک محکمہ زراعت پنجاب کے 1757دفاتر کرائے کی عمارات میں تھے۔ ان عمارات کی تفصیل شعبہ وار ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ کوئی رہائش گاہ کرایہ پر نہ تھی۔

(ب) سال1985ء سے مارچ1997ء تک ان عمارات کی تزئین و آرائش پر کوئی خرچہ نہیں آیا۔ کیونکہ کرایہ کی عمارات کی تزئین و آرائش کی ذمہ داری مالکان پر ہوتی ہے۔

(ج) عمارات کے مالکان کے نام اور پتہ جات کی شعبہ وار فہرست *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) سال 1985ء سے 1997ء کے دوران محکمہ زراعت پنجاب نے 2031 نئی سرکاری عمارات تعمیر کروائیں۔ ان کی شعبہ وارتفصیل *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب چیئرمین: جی! کوئی ضمنی سوال؟

میاں عبدالستار، کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ جو عمارتیں ابھی نہیں بنیں ان کو کب تک بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)، جناب سپیکر! یہ پتا نہیں کس کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ مختلف قسم کے دفاتر کے لیے مختلف عمارات بنوائی جاتی ہیں۔ یا تو یہ specific بتائیں کہ کس کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ ویسے تو یہ ان کا fresh question بنتا ہے۔

میاں عبدالستار، محکمہ زراعت کے دفاتر کے متعلق سوال تھا۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! جوں جوں محکمے کے وسائل اجازت دیتے ہیں، ہم ان دفاتر کی عمارات بنواتے رہتے ہیں اور بجٹ کے مطابق ان کی allocation کر دی جاتی ہے۔ ان کو مکمل کرنے کا حکومت وقت پورا ارادہ رکھتی ہے۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال بھی میاں عبدالستار صاحب کا ہے۔

میاں عبدالستار، سوال نمبر 333

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

چولستان میں جنگلی حیات کی افزائش

*333۔میاں عبد الستار، کیا وزیر جنگلی حیات و ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 1985ء تا1996ء کے دوران محکمہ کا سالانہ بجٹ کتنا رہا ہے تفصیل سال وار بتائی جائے۔

(ب) محکمہ نے ہرن اور دیگر جنگلی حیات کی بقا اور افزائش کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟

(ج) چولستان میں اب کتنے ہرن باقی رہ گئے ہیں؟

(د) چولستان اور دیگر علاقوں میں غیر ملکی مہمان کس معاہدے کے تحت شکار کھیلتے ہیں اور اِس کے وہاں کے وائلڈ لائف پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟

(ہ) کیا ہرن کو نجی طور پر گھروں میں پالنے کی حکومت پنجاب اجازت دے رہی ہے؟

(و) محکمہ، جنگلی حیات کو بہتر ماحول مہیا کرنے کے لیے کیا اقدامات کر رہا ہے؟

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)۔

(الف) سال وار تفصیل برائے سالانہ بجٹ محکمہ تحفظ جنگلی حیات مندرجہ ذیل ہے:۔

سال	غیر ترقیاتی بجٹ (روپے)	ترقیاتی بجٹ(روپے)
1985-86	14207600	13054860
1986-87	20459010	23050540
1987-88	24201480	24856000
1988-89	25806470	29403000
1989-90	25487230	27522380
1990-91	29414310	22201840
1991-92	35155870	25249500
1992-93	41561730	21680000
1993-94	47739580	13238000
1994-95	53076400	20440000
1995-96	60813400	13224000

(ب) صوبہ پنجاب میں پائے جانے والے کم یاب پرندوں، جانوروں اور ہجرت کرنے والے

پرندوں کی بقاء اور افزائش کے لیے صوبہ بھر میں (40) پناہ گاہیں (وائلڈ لائف سنکچوری) 18۔ گیم ریزرو اور 2 نیشنل پارک قائم کیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ ناجائز شکار کی روک تھام کے لیے مختلف شکار گاہوں، پناہ گاہوں کے آنے اور جانے کے راستوں پر چیک پوسٹیں بنائی گئی ہیں مزید برآں صوبہ میں پائے جانے والے نایاب، کمیاب جنگلی حیات کی مصنوعی نسل کشی کے لیے محکمہ ہذا نے صوبہ بھر میں 22 وائلڈ لائف پارک، بریڈنگ سنٹرز اور دو عدد چڑیا گھر قائم کیے ہیں۔ جن میں مختلف جنگلی جانوروں اور پرندوں کی نسل کشی کی جارہی ہے۔

(ج) سال 1994ء کے سروے کے مطابق پورے چولستان میں چنکارہ ہرنوں کی تعداد کا تخمینہ تقریباً 820 لگایا گیا ہے مختلف وجوہات کی بناء پر اس جنگلی جانور کی تعداد دن بدن کم ہو رہی ہے۔

(د) صوبہ پنجاب میں چولستان اور دیگر علاقوں میں غیر ملکی مہمان وزارت خارجہ حکومت پاکستان کی اجازت سے تلور کا شکار کھیلتے ہیں اور اس سلسلہ میں غیر ملکی مہمانوں کو علاقہ جات کی الاٹمنٹ بھی وزارت خارجہ حکومت پاکستان کی جانب سے کی جاتی ہے۔ چولستان اور دیگر علاقوں میں غیر ملکی مہمانوں کو صرف تلور کے شکار کی اجازت دی جاتی ہے جس سے باقی وائلڈ لائف پر کوئی اثرات نہیں ہوتے ہیں۔

(ہ) صوبہ پنجاب میں پائے جانے والے تمام اقسام کے ہرن قانون برائے تحفظ جنگلی حیات پنجاب 1974ء کے جدول 3 میں شامل ہیں اور اس کا شکار کرنا، گھروں میں رکھنا قانونی طور پر منع ہے۔ عوام الناس کو نجی وائلڈ لائف بریڈنگ سنٹر گیم ریزرو وغیرہ قائم کرنے کے لیے محکمہ ہذا نے ضابطہ تیار کیا ہے اور اس کی حکومت پنجاب کی منظوری کے بعد عوام الناس اپنے نجی وائلڈ بریڈنگ سنٹر گیم ریزرو قائم کرسکیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام اقسام کے ہرن (ملکی و غیر ملکی) محکمہ ہذا سے لائسنس لے کر اپنے نجی قائم کردہ وائلڈ لائف بریڈنگ سنٹروں اور گیم ریزروز میں رکھ سکیں گے۔

(و) محکمہ تحفظ جنگلی حیات نے صوبہ پنجاب میں پائی جانے والی جنگلی حیات کے تحفظ اور ان کو بہتر سے بہتر ماحول مہیا کرنے کے لیے 40 خصوصی پناہ گاہیں اور 18 گیم ریزرو قائم کیے ہیں۔ اس کے علاوہ صوبے بھر میں جنگلی حیات کے مخصوص علاقوں کی بہتری اور وہاں پائی جانے

والی جنگلی حیات کو قدرتی ماحول کی فراہمی کے لیے منصوبے بنائے جا رہے ہیں اس سلسلے میں فیصل آباد میں قائم کیا جانے والا تحقیقاتی ادارہ پورے صوبے پنجاب کا سروے کر رہا ہے اور صوبہ میں جنگلی حیات کے بندوبست کے لیے مفید تجاویز پیش کر رہا ہے جن کو ان ترقیاتی منصوبوں میں شامل کیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین، کوئی ضمنی سوال؟

میاں عبدالستار، ضمنی سوال یہ ہے کہ جنگلی حیات کے لیے پرائیویٹ فارمز کی جو اجازت ہے یہ کب تک شروع کر دی جائے گی؟

وزیر جنگلات ، جناب والا! اس سلسلے میں محکمے نے اپنے طور پر پرائیویٹ فارمز کو بنانے کے لیے اجازت دینے کے لیے سمری تیار کی ہے۔ وہ vetting کے لیے محکمہ قانون کو بھیجی جا چکی ہے۔

میاں عبدالستار، کتنے عرصے میں ہو گا۔ کب تک ہو گا۔ چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقت لگے گا۔

وزیر جنگلات، ان شاء اللہ چھ مہینے سے پہلے پہلے ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال رانا ثناء اللہ خان صاحب کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان، 372

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ڈائرکٹر ریسرچ کی خلاف قواعد تقرری

*372۔رانا ثناء اللہ خان، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ڈائرکٹر ریسرچ کی اسامی پر تعیناتی کا عرصہ تین سال مقرر کیا گیا ہے اور اس مقصد کے لیے زرعی یونیورسٹی ایکٹ 1973ء اور 1989 Employees Statutes، میں ترمیم کی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ڈائرکٹر ریاض حسین قریشی کو 10-1-96 کو ڈائرکٹر ریسرچ تعینات کیا گیا اور تقریباً ایک سال بعد یعنی 27-1-97 کو موجودہ وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی نے ابرار حسین گیلانی کو قواعد کے خلاف ڈاکٹر ریاض حسین قریشی کی جگہ تعینات کر دیا ہے۔

(ج) کیا حکومت اس غلط تقرری کو ختم کرنا چاہتی ہے یا نہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)۔

(الف) درست ہے۔

(ب) اس حد تک درست ہے کہ ڈاکٹر ریاض حسین قریشی کو مورخہ 10-1-96 سے وائس چانسلر صاحب نے اپنے اختیارات جو انہیں یونیورسٹی ایکٹ کے سیکشن 15(3) کے تحت حاصل ہیں کو محکمہ سوئل سائنس میں اپنی ذمہ داریوں کے علاوہ ڈائرکٹر ریسرچ مقرر کیا تھا۔ مگر وائس چانسلر صاحب کے ان اقدام کی قوانین کے تحت سنڈیکیٹ سے منظوری مقصود تھی۔ ابھی ڈاکٹر ریاض حسین قریشی کی ڈائرکٹر ریسرچ کی تعیناتی کے لیے سنڈیکیٹ کی منظوری حاصل نہیں کی گئی تھی کہ وائس چانسلر صاحب نے ڈاکٹر ریاض حسین قریشی کو اور زیادہ اہم کام سونپنے کی غرض سے اضافی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا۔ پروفیسر ڈاکٹر ابرارحسین گیلانی کو جو پہلے بھی اسی عہدہ پر 10 سال تک کام کر چکے ہیں کو مورخہ 27-01-97 سے ڈائرکٹر ریسرچ کی تقرری کر دی۔ وائس چانسلر صاحب کے ان دونوں اقدام کی منظوری سنڈیکیٹ نے اپنے اجلاس منعقدہ 29-03-97 کو دے دی۔ لہٰذا ڈاکٹر ابرارحسین گیلانی کی بطور ڈائرکٹر ریسرچ تقرری خلاف قانون نہیں ہے۔

(ج) چونکہ پروفیسر ڈاکٹر ابرارحسین گیلانی کی تقرری یونیورسٹی کے مجوزہ قوانین کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔ لہٰذا اس تقرری کو تبدیل کرنے کا کوئی جواز نہیں۔

جناب چیئرمین، جی' کوئی ضمنی سوال؟

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف کی توجہ چاہوں گا کہ میرے اس سوال کا جو انھوں نے جواب دیا ہے اس میں بے ضابطگی یا پالیسی سے انحراف admitted ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ڈائرکٹر ریسرچ کا پہلے tenure مقرر نہیں تھا۔ حال ہی میں اس سے متعلقہ رولز میں ترمیم کی گئی اور ڈائرکٹر ریسرچ کا tenure مقرر کیا گیا' کیونکہ یہ بڑی اہم پوسٹ ہے اور اس میں مقصد یہ تھا کہ جو بھی آدمی آئے وہ ایک tenure کے ساتھ آئے اور وہاں پر آ کر کام کرے۔ اس طرح ریسرچ کا کام متاثر نہ ہو۔ لیکن اس ترمیم کے فوراً بعد ڈاکٹر ریاض حسین قریشی جو 10-01-96 سے ڈائرکٹر(ریسرچ) تعینات تھے انھیں 27-1-97 کو فارغ کر دیا گیا۔ یعنی ایک سال بعد ہی وہ tenure break کر دیا گیا۔ پھر اب چاہیے تو یہ تھا کہ آئندہ کسی ایسے آدمی کو ڈائرکٹر ریسرچ مقرر کیا جاتا جس

کے پاس کم از کم تین سال کا tenure ہوتا اور وہ with tenure اس عہدے پر آ کر کام کرتا اور اس طرح ریسرچ کا کام بہتر طور پر ہوتا۔لیکن جس شخص کی 27-01-97 کو تقرری کی گئی وہ 1998ء میں ریٹائر ہو رہا ہے۔ یعنی اس کے پاس ایک سال کا بھی وقت نہیں تھا' بلکہ ایک سال سے بھی کم کوئی گیارہ' ساڑھے گیارہ ماہ تھے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ متعلقہ رولز میں یا متعلقہ قانون میں جو ترمیم کی گئی تھی' اس کا جو مقصد تھا یا وہ جو پالیسی تھی یہ اس سے انحراف کیا گیا ہے اور یہی میں نے جز(ج) میں پوچھا تھا کہ اس بے ضابطگی کے متعلق وہ کیا کارروائی کرنے والے ہیں۔ لیکن انھوں نے کہا کہ "کوئی بے ضابطگی نہیں ہوئی۔" جب کہ یہ ان کے جواب سے ثابت ہے۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! شاید میں اپنے فاضل دوست کو بات سمجھانے میں ناکام رہا ہوں۔ میں دوبارہ کوشش کرتا ہوں۔ آپ ذرا جز(ب) ملاحظہ فرمائیں۔ آپ خود ماشاء اللہ معاملات کو بہت سمجھتے ہیں۔ یہ لکھا گیا ہے کہ "اپنی ذمہ داریوں کے علاوہ ڈائرکٹر ریسرچ مقرر کیا گیا۔" جناب سپیکر! یہ ایڈیشنل چارج ہوتا ہے اور ایڈیشنل چارج کا ایمرجنسی پاور کے تحت وائس چانسلر کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی eligible آدمی کو ایڈیشنل چارج دے دے۔ ایڈیشنل چارج میں tenure کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جوں ہی کوئی اور موزوں آدمی مل جائے تو پھر اس tenure کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہتی۔ اس میں انھیں باقاعدہ طور پر ڈائرکٹر ریسرچ appoint نہیں کیا گیا' بلکہ ان کی ذمہ داریوں کے علاوہ انھیں ایڈیشنل چارج دیا گیا ہے۔اب اگر میرے فاضل دوست سمجھ گئے ہوں تو پھر میں آگے چلوں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! اس میں بات میرے سمجھنے والی نہیں وزیر موصوف کے سمجھنے والی بات ہے۔ ڈائرکٹر ریسرچ کی اسامی انڈی پنڈنٹ ہے۔ یہ انڈی پنڈنٹ پوسٹ ہے۔ اس میں ایڈیشنل چارج والی کوئی بات نہیں۔ اگر ایڈیشنل چارج دیا گیا تھا تو وہ غلط دیا گیا تھا۔ اتنی اہم پوسٹ کا ایڈیشنل چارج کیوں دیا گیا اور پھر جب انھوں نے ایک سال کے بعد ایک آدمی کو ڈائرکٹر ریسرچ مقرر کیا' تو پھر ایسے آدمی کو مقرر کیوں کیا کہ جو دس' بارہ ماہ بعد ریٹائر ہونے والا ہے۔ جس کی مدتِ ملازمت ختم ہو رہی ہے۔جب یہ ترمیم کی گئی ہے کہ اس پوسٹ کا tenure تین سال ہوگا تو اس کا ایک مقصد ہے کہ وہ آدمی ایک tenure کے ساتھ آئے اور اس پوسٹ پر بیٹھ کر وہ ریسرچ کا کوئی کام کرے۔ وہاں یونیورسٹی میں ریسرچ کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ریسرچ کے زمرے میں وہاں پر donor agencies اور اِدھر سے اُدھر سے جو پیسہ آتا ہے اسے کھانے کے لیے

اور اسے خورد برد کرنے کے لیے اس قسم کا کھیل کھیلا جاتا ہے کہ کسی کو ایڈیشنل چارج دے دیا اور اس کے بعد پھر ایسا آدمی تلاش کیا کہ جس کے چھ یا سات ماہ رہتے ہوں' جسے کوئی دل چسپی نہ ہو اور وہ اپنی ملازمت کے آخری حصے پر پہنچا ہوا ہو اور اس سے اپنی مرضی سے کام لیا جائے۔ یہ وہ بے ضابطگی ہے کہ جس کی نشان دہی میں نے اس سوال کی وساطت سے کی ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ انڈی پنڈنٹ پوسٹ ہے۔ اس میں اضافی چارج والی کوئی بات ہی نہیں۔ اگر اضافی چارج دیا گیا ہے تو وہ غلط دیا گیا ہے۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں (3)15 کو پڑھ دیتا ہوں۔ میں نے جو اس کا حوالہ دیا ہے' یہ (3)15 یونیورسٹی کا ایکٹ ہے کہ،

> The Vice Chancellor may in an emergency which in his opinion requires immediate action to take such action as he may consider necessary and shall as soon there-after as possible report his action for approval to the officer, authority or other body, which in the ordinary course would have dealt with the matter

ایمرجنسی پاور کے تحت وائس چانسلر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی کو ایڈیشنل چارج دے دے۔ اسی پاور کو استعمال کرتے ہوئے انھوں نے ایڈیشنل چارج دیا۔ اس میں کوئی ایسی خلاف ضابطہ بات نہیں ہوئی۔ میں نے بڑی وضاحت سے اس کا جواب دیا ہے۔

جناب چیئرمین، جی رانا صاحب! آپ اس بات پر مطمئن ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! میں نے جو بات کی ہے وہ بڑی واضح ہے۔ ایمرجنسی پاورز وائس چانسلر کے پاس ہیں۔

جناب چیئرمین، وائس چانسلر کے پاس پاورز ہیں۔ آپ اس کو admit کرتے ہیں کہ کلاز (3)15 کے تحت انھیں پاورز حاصل ہیں کہ وہ کسی بھی اہل آدمی کو ایڈیشنل چارج دے سکتے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! ایمرجنسی پاورز ایمرجنسی حالات کے لیے ہوتی ہیں۔ ڈائرکٹر ریسرچ کی جو تعیناتی ہے یہ کوئی ایمرجنسی والی بات نہیں۔ یہ ایک مستقل اسامی ہے۔ اس میں انھوں

نے ایک permanent employee کی تعیناتی کرنی تھی، جب کہ انھوں نے ایک سال تک ایڈیشنل چارج دیے رکھا اور اس کے بعد پھر ایک ایسے آدمی کو مقرر کیا کہ جس کی مدتِ ملازمت ہی سال سے پہلے ختم ہونے والی تھی۔ یعنی انھوں نے متعلقہ ایکٹ میں خود ہی جو ایک ترمیم کی ہے کہ ڈائرکٹر ریسرچ کا tenure تین سال ہوگا۔ یہ انھوں نے خود ترمیم کی کہ ڈائرکٹر ریسرچ جس کا پہلے tenure نہیں ہوتا تھا اب آئندہ اس کا tenure تین سال ہوگا۔ یہ خود ترمیم کر کے اس کے بعد کبھی اضافی چارج دے دیتے ہیں اور کبھی کسی ایسے آدمی کو لگا دیتے ہیں کہ جس کی 11 ماہ بعد ملازمت ختم ہونے والی ہو۔ یعنی خود ہی اس قانون کو، اس پالیسی کو جسے انھوں نے ترمیم کیا ہے اس کو خود ہی violate کر رہے ہیں۔ ایمرجنسی پاورز ہوتی ہیں لیکن وہ ایمرجنسی حالات کے لیے ہوتی ہیں۔ ایک سال تک کون سی ایمرجنسی؟ انھوں نے 26-01-96 کو اسے تعینات کیا ہے اور 27-01-97 کو اب اسے ختم کیا۔ یہ پورا سال ایمرجنسی چلتی رہی؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! اس سوال کا دوسرا جز جو ہے جس کے بارے میں انھوں نے پھر اپنی بات دہرائی ہے اس کے بارے میں، میں چاہتا تھا کہ پہلے ایک پوائنٹ پر وہ مطمئن ہو جائیں تب اس کی میں بات کروں۔ میرے فاضل دوست فرما رہے ہیں کہ اگر تین سال کی tenure post ہو تو اس کے اوپر اس آدمی کو لگا دیا جائے جس کی ریٹائرمنٹ میں چھ مہینے یا سال رہتا ہو تو وہ مناسب بات نہیں۔ اب اگر اس عہدے کے لیے سنیارٹی میں کوئی آدمی fall کرتا ہے اور اس کی eligibility درست ہے تو اس کا یہ گناہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس کی ریٹائرمنٹ میں چھ مہینے یا سال رہ گیا ہے۔ اس کا تو ایک خواب ہوتا ہے کہ میں ان چھ مہینوں یا سال میں فلاں عہدے پر رہ لوں۔ اگر وہ اس کے بعد ریٹائر ہو جاتا ہے تو اس میں میرا خیال ہے کہ کوئی ایسی ناجوازی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر! میں نے ان دونوں جزئیات کا جواب عرض کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔

اب You are the best judge.

جناب چیئرمین، نہیں، بات یہ ہے، جیسا کہ رانا صاحب فرما رہے تھے، اس کے ایکٹ میں ترمیم کر کے 3 سال کا tenure مقرر کیا گیا۔ آپ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر یہ کیا اسباب تھے کہ ریاض حسین شاہ صاحب کو وہاں سے ایک سال کے بعد ہی فارغ کر دیا گیا۔ کیا وہ competent نہیں تھے؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میں دوبارہ عرض کرتا ہوں۔ ریاض حسین قریشی کو اس لیے ہٹا دیا گیا کہ

ان کی براہ راست appointment نہیں ہوئی تھی۔ ان کے پاس ایڈیشنل چارج تھا۔ اس لیے ار کر دوسرا آدمی لگا دیا گیا۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! اس میں ایک گزارش اور بھی ہے کہ tenure post کے against اس قسم کی تعیناتی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس میں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی judgements ہیں کہ جس پوسٹ کا tenure لاء میں مختص ہوتا ہے کہ تین سال ہے' دو سال ہے اس کے against اس قسم کی نخرے بازی کہ سال کے لیے اضافی چارج دے دیا' پھر چھ ماہ کے لیے کسی کو لگا دیا' tenure post کے against اس قسم کی تعیناتی ہو ہی نہیں سکتی۔ میں وزیر موصوف سے کہوں گا کہ اس سوال کو پینڈنگ کر کے اس کی چھان بین کی جائے۔

جناب چیئرمین، کیوں جی' tenure post کے against اس قسم کی تعیناتی نہیں ہو سکتی؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ آپ خود سمجھتے ہیں کہ ڈپٹی کمشنر تبدیل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات آدمی ڈھونڈنے میں وقت لگتا ہے۔ تو پھر اس کا ایڈیشنل چارج اے ڈی سی جی کو دے دیا جاتا ہے۔ اس میں تو ایسی کوئی خلاف قانون بات نہیں۔

جناب چیئرمین، لیکن اس میں ڈپٹی کمشنر کی پوسٹ تو tenure post نہیں ہے۔

وزیر زراعت، لیکن tenure پوسٹیں جو بھی ہیں' جن دفاتر میں بھی tenure پوسٹیں ہیں وہاں پر ایڈیشنل چارج دینے کی روایات موجود ہیں۔ وہاں پر ایڈیشنل چارج دیا جاتا رہا ہے اور ہر محکمے میں ایڈیشنل چارج دیا جاتا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ جی رانا صاحب! اگلا سوال بھی رانا ثناء اللہ خان۔

زرعی ریسرچ کے اداروں میں عملہ کی تعداد اور کارکردگی

*373۔ رانا ثناء اللہ خان، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد' نایاب فیصل آباد اور زرعی تحقیقاتی ادارہ' ایوب ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فیصل آباد میں درس و تدریس و زرعی ریسرچ سے منسلک افراد کی کل تعداد کیا ہے اور انہیں تحقیقاتی سرگرمیوں کی انجام دہی کے لیے کتنا دیگر سٹاف مہیا کیا گیا ہے اور ان پر مد دیگر سٹاف حکومت کو بصورت تنخواہ' رہائش و دیگر سہولیات کل کتنی رقم برداشت کرنا پڑ رہی ہے۔ گزشتہ پانچ (5) سال کی مکمل تفصیل ایوان میں پیش کی جائے۔

(ب) متذکرہ تینوں اداروں میں زرعی تحقیق سے منسلک ہر فرد کی تاریخ تعیناتی سے آج تک تحقیقاتی سرگرمیوں کی کیا نوعیت رہی ہے ہر پہلو پر محیط مکمل تفصیل بتائی جائے؛

(ج) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، نایاب فیصل آباد اور زرعی تحقیقاتی ادارہ ایوب ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے حکومت کو کتنا سرمایہ خرچ کرنا پڑا اور ان افراد کی گزشتہ پانچ سال میں اپنی اپنی فیلڈ میں تحقیقی ورک کی کیا نوعیت ہے اور ان صاحبان میں سے کس کس کے تحقیقاتی مقالا جات تحقیقی جرنلز میں شائع ہوئے ہیں اور اس وقت کس کس (Research Project) پر کام ہو رہا ہے۔ ہر فرد سے متعلق گزشتہ پانچ سال کے عرصہ پر محیط جائزہ پر مبنی مکمل رپورٹ مع ثبوت ایوان میں پیش کی جائے؛

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)۔

(الف) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد ایک تعلیمی ادارہ ہے جو درس و تدریس کے علاوہ تحقیقاتی امور کی بھی انجام دہی کرتا ہے۔ جبکہ نایاب فیصل آباد اور ایوب ایگریکلچرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کلیتاً تحقیقاتی ادارے ہیں۔

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں اساتذہ کرام اپنے درس و تدریس کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ خود ہی تحقیقاتی کام سرانجام دیتے ہیں اور تحقیقاتی کام کے لیے الگ سے کوئی سٹاف مقرر نہیں ہے۔

(ب) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں درس و تدریس کے لیے گزشتہ پانچ سالوں میں اساتذہ کرام کی تعداد حسب ذیل رہی ہے۔

سال	پروفیسر	ایسوسی ایٹ پروفیسر	اسسٹنٹ پروفیسر	لیکچرار	سینئر ریسرچ آفیسر	ریسرچ آفیسر	کل تعداد
1992-93	68	131	105	183	-	1	488
1993-94	68	118	107	183	1	8	486
1994-95	69	117	112	191	3	12	504
1995-96	63	122	95	198	3	12	493
1996-97	54	115	91	190	3	12	465

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے سٹاف پر گزشتہ پانچ سالوں میں تنخواہوں اور دیگر الاؤنسز پر

اٹھنے والے اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	اخراجات (لاکھ روپے)
1990-91ء	918.51
1991-92ء	1062.15
1992-93ء	1170.01
1993-94ء	1234.46
1994-95ء	1478.62
1995-96ء	1668.24

ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد

ایوب زرعی تحقیقاتی ادارے فیصل آباد میں گزشتہ پانچ سالوں میں متعلقہ افراد کی تعداد اور ان پر کیے گئے اخراجات درج ذیل ہیں:

مالی سال	تعداد عملہ		کل اخراجات (ملین روپوں میں)
	محققین	دیگر عملہ	
1991-92ء	1119	3607	146.869
1992-93ء	1120	3607	161.267
1993-94ء	1088	3856	167.030
1994-95ء	1095	3886	201.870
1995-96ء	1088	3886	192.227
			869.263

نایاب فیصل آباد

جہاں تک نایاب فیصل آباد کا تعلق ہے وہ ایک تحقیقاتی ادارہ ہے جو کہ وفاقی حکومت کے ماتحت ہے۔

(ب) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے اساتذہ کو زرعی ریسرچ اپنے درس و تدریس کے فرائض کا بطور حصہ ادا کرنا ہوتا ہے۔ ماسوائے چند ریسرچ آفیسرز اور سینئر ریسرچ آفیسرز جو کہ کراپ پروڈکشن اور واٹر مینجمنٹ میں کام کرتے ہیں۔

ایوب زرعی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ فیصل آباد

ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ کے تمام شعبہ جات کی تحقیقاتی سرگرمیاں انفرادی اور موضوعی نوعیت کی ہیں۔ ان تحقیقاتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں 473 مقالہ جات جاری یا شائع کیے گئے۔ ان میں سے 22 مقالہ جات غیر ملکی جرائد میں شائع ہوئے۔ 701 ریڈیو /ٹی وی پروگرام کسانوں کے لیے ترتیب دئے گئے۔7593 کاشت کاروں، عملہ محکمہ زراعت اور دیگر افراد کی تحفظ نباتات، پوسٹ ہارویسٹ اور فوڈ پروڈکشن میں تربیت کی گئی۔ 4044 تحقیقی تجربات مکمل کیے گئے جبکہ 33 سمینار / ورکشاپس منعقد کی گئیں۔ جن میں ملکی اور غیر ملکی سائنسدانوں نے حصہ لیا۔ تفصیل برضمیمہ"الف" ***ایوان کی کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

یونیورسٹی کو مالی گرانٹ مرکزی حکومت یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی وساطت سے مہیا کرتی ہے۔ لہٰذا یونیورسٹی کو چلانے پر حکومت پنجاب پر کوئی مالی بوجھ نہیں ہوتا۔ یونیورسٹی کے جو اساتذہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے طے شدہ پروگراموں کے تحت بیرون ملک بھجوائے جاتے ہیں۔ وہ اپنے متعلقہ تدریسی محکموں سے مقررہ مدت تک تنخواہ لیتے ہیں۔ جس کے بعد انہیں لیو اکاؤنٹ سے چھٹی لینا پڑتی ہے۔ نیز ایسے اساتذہ کو حکومت پنجاب یا یونیورسٹی کی طرف سے وظائف کی شکل میں کوئی مالی معاونت نہیں کی جاتی۔ مزید برآں یونیورسٹی نے خالصتاً تحقیقات کے لیے مخصوص شعبہ میں سٹاف نہیں رکھا ہوا۔ جس پر یونیورسٹی یا حکومت کو خاطر خواہ اضافی اخراجات اٹھانا پڑتے ہوں۔ جہاں تک یونیورسٹی اساتذہ کا یونیورسٹی ہی میں اعلیٰ تعلیم کا تعلق ہے وہ اپنی تعلیم بطور فیکلٹی ممبر درس و تدریس کے ساتھ ساتھ جاری رکھتے ہیں ان پر کوئی اضافی مالی اخراجات یونیورسٹی کو نہیں اٹھانا پڑتے۔ لہٰذا ان تمام اساتذہ کرام جنہوں نے اندرون ملک یا بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ ان سے متعلق تفصیلی معلومات پچھلے پانچ سالوں کے سالانہ تحقیقاتی رپورٹس میں درج ہیں۔ جو کہ *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔ یہ سالانہ تحقیقاتی رپورٹس درج ذیل امور کا تفصیلی احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

1. Faculty Research.

2. Titles of Post- Graduate Students Research.

3. Details of research articles published by staff members in various Journals during 1990-95.

4. Research articles submitted for Publication read at seminars and conferences by staff members.

ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ

ایوب زرعی تحقیقاتی ادارہ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے حکومت کو کوئی خرچ کرنا نہیں پڑا۔ کیونکہ اعلیٰ تعلیم پر اخراجات ڈونر ایجنسیاں برداشت کرتی ہیں۔ گزشتہ پانچ سال میں کل 35 افراد اعلیٰ تعلیم کے لیے بھجوائے گئے۔ جن میں سے سات افراد تعلیم مکمل کر کے واپس آئے۔ ان افراد کی اپنے فیلڈ میں تحقیقی کام کی نوعیت برضمیمہ "ب" *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ان افراد اور ان کے شائع شدہ تحقیقی مقالہ جات کی تعداد درج ذیل ہے۔

نام افسران	مقالہ جات کی تعداد	جس موضوع پر تحقیق کر رہے ہیں۔
ڈاکٹر محمد اکرم	1	گندم
ڈاکٹر محمد اشرف مرزا	2	چاول
ڈاکٹر محمد افضل	1	چارہ جات
ڈاکٹر ارشد محمود	-	فزیالوجی
ڈاکٹر لال حسین اختر	-	کپاس
اعجاز احمد سنبل	-	روغن دار اجناس
مسٹر محمد افضل	-	چاول

ان کے تحقیقی کام کی تفصیلات گزشتہ پانچ سال کی شائع شدہ سالانہ رپورٹس میں دی گئی ہیں۔

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

جناب چیئرمین، جی' رانا ثناء اللہ صاحب! کوئی ضمنی سوال؟

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! اس سوال کے جز(الف) کے حوالے سے ڈیپارٹمنٹ نے یہ جواب دیا ہے کہ ایگریکلچرل یونیورسٹی اور ایوب ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں جو ریسرچ سے متعلقہ سٹاف ہے اس پر 7,531.99 یہ ایک ہے اور 869.263 (روپے) ملین یہ ایک ہے۔ یہ کئی سو کروڑ روپیہ ریسرچ سٹاف پر خرچ کیا گیا ہے۔ اب اس نے جو ریسرچ ورک کیا ہے اس سے متعلق میں نے جز(ج) میں یہ پوچھا تھا کہ ان کے تحقیقی ورک کی نوعیت اور ان صاحبان نے جو تحقیقی مقالہ جات لکھے ہیں وہ کس کس تحقیقی جرنل میں شائع ہوئے ہیں اور اس وقت ان کے پاس ریسرچ پروجیکٹ کیا ہے؟ تو اس جواب کا جو جز (ج) ہے اس میں مجھے اس کا جواب تو نہیں ملا۔ اگر اس میں سے وزیر موصوف کو اس کا جواب کہیں نظر آ رہا ہے تو وہ مجھے دے دیں۔ اس کا جواب ہی نہیں دیا گیا۔ اس سارے معاملے کو گول کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ ہو گیا وہ ہو گیا۔

وزیر زراعت، جناب والا! میرے فاضل دوست کی میز کے نیچے جو کاغذات پڑے ہیں اگر وہ انھیں ملاحظہ فرمائیں تو اس کی ساری تفصیل ان میں دی گئی ہے۔ جناب چیئرمین! ان کا سوال اتنا لمبا ہے اور ہم نے اس سوال کے جواب میں اتنی بڑی کتابیں چھپوا کر ان کی میز کے نیچے رکھی ہوئی ہیں-----

رانا ثناء اللہ خان، وہ تو میں نے دیکھی ہیں۔ آپ اس کی نشان دہی کر دیں کہ اس کا جواب ان میں کہاں پر ہے ۔ وہ ان کی میز کے نیچے ہے۔ جو میری میز کے نیچے ہے وہ تو میں نے ساری کی ساری دیکھ لی ہیں۔ انھوں نے یہ کروڑوں روپیہ تنخواہوں اور الاؤنسز کی صورت میں وصول کر لیا ہے اور وزیر موصوف بتائیں کہ انھوں نے گندم میں' چاول میں' گنے میں یا کسی بھی variety میں کوئی بیج introduce کیا ہے؟ یہ بتائیں کہ ان کے پاس ریسرچ پراجیکٹ کیا ہیں؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! آپ اپنے عملے سے اس کے بارے میں تفصیلات پوچھ لیں کہ یہ کاپی وہاں کیوں نہیں رکھی گئی۔ ویسے ہم نے وہاں کاپیاں رکھوائی ہیں۔ ان کے پاس بھی ہے اور ان کی میز کے نیچے رکھوائی بھی گئی ہے ۔

جناب چیئرمین، رانا صاحب! یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے تو کاپیاں provide کی ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! میں۔آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں نے تو پوچھا تھا کہ یہ اپنے ریسرچ پراجیکٹس کے متعلق بتائیں۔ انھوں نے کہا یہ ہے کہ "اساتذہ کرام جنھوں نے

اندرون ملک یا بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے' ان سے متعلق تفصیلی' معلومات پچھلے پانچ سالوں کے سالانہ تحقیقاتی رپورٹس میں درج ہیں جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔ جناب سپیکر! میں نے ان کے ناموں کو کیا کرنا ہے' کون باہر گیا' کون اندر آیا اس نے کہاں سے تعلیم حاصل کی ہے! میں تو یہ پوچھ رہا ہوں کہ ان کے پاس ریسرچ پراجیکٹس کون کون سے ہیں' انھوں نے کیا varieties نکالی ہیں۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! بڑی عجیب بات ہے۔ جب انھوں نے نام پوچھے ہیں تو ہم نے یہ provide تو کرنے تھے۔ اگر وہ ان میں interested نہیں تو یہ الگ بات ہے۔ اب وہ جو نئی بات پوچھ رہے ہیں تو میں اس کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ مجھے موقع دیں۔

جناب چیئرمین، وزیر زراعت صاحب! ایک بات تو یہ ہے کہ جو ریسرچ پراجیکٹس ہیں اور جن پر کام ہو رہا ہے ان کے بارے میں پوچھا ہے۔ کیوں' رانا صاحب! یہی بات ہے ناں۔

رانا ثناء اللہ خان، جی۔

وزیر زراعت ، جناب والا! اس کے بارے میں' میں عرض کرتا ہوں۔ اس بارے میں ان کے پاس میٹریل بھی ہے اور میں بھی عرض کیے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر! بارانی زرعی تحقیقاتی ادارہ چکوال میں 378 سیمنار ورکشاپس منعقد کی گئیں۔ نمبر2۔ زرعی بائیو ٹیکنالوجی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد میں 87 سیمنار ورکشاپس منعقد کی گئیں۔ علاحی تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد میں 242 تحقیقاتی تجربات کیے گئے اور اس میں چار سیمنار کیے گئے۔ Post Harvest Centre Faisalabad میں اسی طرح 62 تحقیقاتی تجربات کیے گئے اور ایک اس میں ورکشاپ سیمنار منعقد کیا گیا۔ نمبر پانچ۔ مکئی' باجرہ تحقیقاتی ادارہ ساہیوال میں 123 تحقیقاتی تجربات کیے گئے اور ایک سیمنار کیا گیا۔ دالوں کا تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد' کپاس کا تحقیقاتی ادارہ فیصل آباد یہ کوئی تیس ہمارے ایسے ادارے ہیں جنھوں نے کوئی ٹوٹل 4044 تحقیقاتی تجربات کیے ہیں اور 35 ورکشاپس اور سیمنار منعقد کیے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ سارے اعداد و شمار میں نے 35 اداروں کے عرض کیے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! وزیر موصوف کا جواب آپ نے سن لیا ہے ۔ میں نے پوچھا تھا کہ یہ جو زرعی سائنس دان پچھلے پانچ سالوں میں کئی سو کروڑ روپے ہڑپ کر گئے ہیں ان کے پاس individually کون کون سے پراجیکٹس ہیں' انھوں نے اپنی individual efforts سے کون کون

سی variety introduce کی ہے ۔ یہ مجھے بتا رہے ہیں کہ 30 سیمنار کیے' 28 سیمنار کیے جناب والا! سیمنار کی بات تو میں نے پوچھی نہیں۔ بات تو میں نے یہ پوچھی ہے کہ یہ جو فیلڈ میں individually research work کرتے ہیں اس کی out put کیا ہے ' قوم کو انھوں نے کیا دیا ہے۔ اس بارے میں انھوں نے ایوان کی میز پر جو رپورٹ رکھی ہے وہ میں نے ساری دیکھی ہے۔ اس کے متعلق انھوں نے کوئی انفرمیشن نہیں رکھی اور میں یہ بھی دعوے سے کہتا ہوں کہ ان کے پاس اس بارے میں کوئی انفرمیشن ہے بھی نہیں انھوں نے پچھلے چار پانچ سال میں کوئی ریسرچ ورک نہیں کیا۔ وہاں پر صرف برادری کی جنگیں لڑی جاتی ہیں اور وہاں پر صرف اپنے اپنے مفادات کی جنگیں لڑی جاتی ہیں' کوئی ریسرچ ورک نہیں ہو رہا۔ یہ کسی بھی زمین دار تک نہیں پہنچ رہے ۔ انھوں نے اس کا تھوڑا سا جواب دیا ہے جو جز (ج) کے آخر میں انھوں نے کہا ہے کہ بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے 35 آدمی گئے تھے ۔ ان میں سے سات آدمی واپس آئے ہیں اور واپس آنے والے سات آدمیوں نے جو تحقیقاتی مقالہ جات شائع کیے ہیں ان میں سے ڈاکٹر اکرم صاحب نے ایک مقالہ شائع کیا ہے' اشرف صاحب نے دو' افضل صاحب نے ایک' ارشد محمود صاحب نے صفر' لال حسین اختر صفر' اعجاز احمد صفر' اور محمد افضل صفر۔ یعنی 35 آدمیوں میں سے جو سات آدمی واپس آئے ہیں ان میں سے صرف تین آدمیوں کے ایک ' ایک مقالہ جات ہیں اور ایک کے دو چھپے ہیں باقی کے مقالہ جات بھی صفر ہیں۔ جناب والا! باقی یہ یہاں پر یہ لکھتے کہ جناب' گندم میں' چاول میں' کپاس میں' روغن دار اجناس میں انھوں نے کوئی variety introduce کی ہے یا نہیں' کوئی ریسرچ ورک کیا ہے۔ اگر ہوتا تو یہاں پر درج کرتے تاکہ وہ سب کو پہنچتا۔

جناب چیئرمین، جی وزیر زراعت صاحب۔

وزیر زراعت، جناب چیئرمین! بڑے افسوس کی بات ہے ۔ سائنس دانوں نے جو ریسرچ ورک کیے ہیں شاید میں انھیں وہ سمجھا نہیں سکا ۔ اس ریسرچ ورک کا فیلڈ کے ساتھ تعلق اس طرح کا ہوتا ہے کہ جو بھی وہ ریسرچ کرتے ہیں اس کو باہر فیلڈ والے implement کرتے ہیں ۔ ہمارا جو Strengthen کا محکمہ ہے وہ ان کی ریسرچ کی co-ordination کراتا ہے۔اگر وہ کوئی نیا بیج نکالتے ہیں اس کی implementation تو فیلڈ میں ہوتی ہوتی ہے ۔ جناب سپیکر! جس طرح یہ فرما رہے ہیں آپ اس چیز کے گواہ ہیں اور یہاں پر کپاس کے بہت سارے کاشت کار بیٹھے ہوئے ہیں' پنجاب کے

اندر کپاس نو دس من فی ایکڑ سے زیادہ پیدا نہیں ہوتی تھی۔ اگر وہ کوئی ریسرچ ورک نہ کر رہے ہوتے تو یہ 25' 30 من تک کیسے پہنچ گئی ۔ تو اس میں سائنس دانوں کی کاوشیں شامل ہیں اور ان کے وہ مقالہ جات' ان کی ریسرچ اور فیلڈ کا کام' اس سب نے مل کر اس کو اگر یہاں تک پہنچایا ہے تو یہ ان کی کاوش کا نتیجہ ہے اور ہمیں ایسے ہی نہیں کہنا چاہیے کہ انھوں نے کچھ نہیں کیا ۔ ہاں' میرے بھائی اگر اس سلسلے میں کوئی بہتر تجاویز رکھتے ہیں تو ابھی ایگریکلچر پر بحث ہونی ہے اس میں ہمیں یہ تجاویز دیں اور ریسرچ کو مزید فعال کرنے کے لیے کاوشیں کریں گے۔ لیکن جہاں تک ان کے اس ضمنی سوال کا تعلق ہے انھیں اس سارے جواب میں satisfy کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

جناب نعیم اللہ خان شاہانی، جناب سپیکر! وزیر موصوف کہہ رہے ہیں کہ یہ ان کی کاوشیں ہیں اور انفرادی طور پر جو کام ہو رہا ہے۔ تو میں وزیر موصوف سے دریافت کروں گا کہ زراعت پر کون کون سے نئے بیج ریسرچ ہوئے ہیں؟ کیا وزیر موصوف ان کے نام بتانا پسند فرمائیں گے۔

جناب چیئرمین، کپاس کے' گندم کے یا گنے کے ' آپ کس کے پوچھ رہے ہیں؟

جناب نعیم اللہ خان شاہانی، وہ کپاس کا ہی بتا دیں۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! اب انھوں نے یہ ایسا سوال کر دیا جس کی وضاحت میں نے پہلے کر دی ہے۔ بیج تو دالوں کے بھی ہو سکتے ہیں' چاول کا بھی ہو سکتا ہے' بیج تو کپاس کا بھی ہو سکتا ہے۔

جناب چیئرمین، شاہانی صاحب! اس کے لیے آپ fresh question دیں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! اس بارے میں گزارش یہ ہے کہ زرعی ریسرچ سے متعلقہ جو معاملہ ہے جس کو question کے ذریعے pin point کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ بڑا بنیادی اہمیت کا حامل معاملہ ہے ۔ میں وزیر موصوف سے یہ گزارش کروں گا کہ اپنے محکمے کو اتنا defend نہ کریں اس کے اوپر یہ میرے ساتھ بیٹھ جائیں اور ہمارے دوسرے ساتھی جو اس بارے میں زیادہ جانتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ اس میں بہت زیادہ ریسرچ کی ضرورت ہے۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! یہ بہت مناسب تجویز آئی ہے۔ رانا صاحب کے پاس جو خیالات ہیں ان سے ہم پورا استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے ۔ اس میں مزید پیش رفت کے لیے اگر آپ کے پاس کوئی اچھی تجاویز ہیں تو وہ ان کو accommodate کریں گے اور وہ ان سے استفادہ حاصل کریں گے ۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! یہ تو بڑی اعلیٰ کاوش ہو گی۔

رانا ثناء اللہ خان، تو پھر' جناب آپ اس سوال کو pending فرما دیں۔

وزیر زراعت، جناب والا! سوال کو pending تو تب فرمائیں اگر اس کا جواب نامکمل ہو۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب والا! یہ جو ایوان کی میز پر جواب رکھا ہے میں وزیر موصوف کو اس بات سے قائل کروں گا کہ انھوں نے سب کچھ چھپایا ہے انھوں نے کوئی انفرمیشن produce ہی نہیں کی وہ یہ انفرمیشن لیں۔ میں بھی ان کی معاونت کے لیے تیار ہوں باقی دوست بھی ہیں۔ ایگریکلچر میں یہ ریسرچ ورک بہت defective ہے' اس میں بہت گنجائش ہے۔ اس میں مزید ریسرچ ورک ہونا چاہیے۔

وزیر زراعت، جناب چیئرمین! میں نے پہلے بڑی وضاحت سے عرض کی ہے کہ ایگریکلچر کے اوپر بحث آ رہی ہے اس بارے میں جو بھی یہ کہنا چاہیں' کہیں۔ ہم ان کے سارے پوائنٹس نوٹ کریں گے اور ہم ان سے باقاعدہ راہنمائی بھی حاصل کریں گے ۔ لیکن جہاں تک سوال کو pending کرنے کا تعلق ہے اس بارے میں عرض ہے کہ اس میں سے اگر کسی چیز کا جواب ان کو نہیں ملا وہ بتائیں اس کو pending کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ میں ان کو پوری commitment دے رہا ہوں کہ ہم آپ کے خیالات سے پورا استفادہ حاصل کریں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہماری بڑی راہنمائی ہو گی۔

جناب چیئرمین، رانا صاحب! جب وہ commitment دے رہے ہیں کہ اس میں جو خامیاں ہیں آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کی نشان دہی کریں ان پر عمل کیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! جو میں نے انفرمیشن مانگی تھی وہ محکمے نے مہیا نہیں کی۔ وہ یہ produce کر دیں۔ اگر اس کے بعد انھیں اسے ہاؤس میں لانے پر اعتراض ہوگا تو میں اس کو واپس لے لوں گا۔ لیکن یہ انفرمیشن دے دیں۔

وزیر زراعت، جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ بتائیں کہ کون سی انفرمیشن چھپائی گئی ہے۔ یہ اس کے بارے میں بتا دیں میں عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ میری commitment پر یقین نہیں رکھتے ۔ میں نے بڑی واضح commitment دی ہے ۔ ہمارے لیے بڑی راہ نمائی ہوگی اگر ان کے خیالات ہم سنیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اس سوال پر بڑی محنت کی ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ یہ ہماری بہتری کے لیے کام کرنا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین، رانا صاحب! آپ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں - on the floor of the House
انھوں نے یہ commitment دی ہے کہ وہ انفرمیشن بھی دیں گے۔
وزیر زراعت، پوری انفرمیشن دیں گے۔

BRIG (Retd) ZULFIQAR AHMAD DHILLON: May I have your permission to speak in any language. I beg to say that agriculture research and extension is very sad story and Ch Muhammad Iqbal Worthy Minsiter for Agriculture is trying to defend the very hopeless situation. However, we must all admit that there is lot of work to be done in research and extension. The Agriculture Department in my knowledge, has not extended any new crop technology to the farmers in the last 25 years. What were they doing in the way of research, what were they doing in the form of research?

وزیر زراعت، جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں نے پہلے بھی بڑی وضاحت سے گزارش کی ہے کہ ایک پورا دن اس پر بحث کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ بریگیڈیر صاحب بڑے اچھے فارمر ہیں۔ میں نے خود ان کا فارم جا کر دیکھا ہے۔ یہ بہت اچھا کام کرتے ہیں۔ اگر وہ ہماری سروسز سے مطمئن نہیں تو اس بحث میں ان کو بات کرنے کا پورا اختیار ہے اور وہ کریں۔ لیکن وقفۂ سوالات میں اس طرح comments دینا مناسب نہیں ہے۔ یا تو وہ کوئی ضمنی سوال پوچھیں۔ میری آپ سے بڑی مودبانہ التماس ہے کہ چونکہ آپ نے ہاؤس کو ضابطے کے مطابق چلانا ہے۔
جناب چیئرمین، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ میں بریگیڈیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ جب زراعت کی پالیسی پر بحث ہوگی تو آپ اس وقت اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے خیالات قابل پذیرائی بھی ہیں۔

BRIG (Retd) ZULFIQAR AHMAD DHILLON: I did not expect Ch Iqbal is seeking an easy escape.

سردار منصب علی ڈوگر، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر ممبران کی بحث اور چودھری اقبال صاحب کی بات کا لب لباب یہ ہے کہ اس ایوان کے کافی سارے لوگ اور اس ملک کی کافی ساری آبادی زراعت

سے منسلک ہے اور ان کی وجہ سے روزی ہم تک پہنچتی ہے ۔ ان سب کا مقصد یہ ہے کہ چودھری اقبال صاحب جو کہ وزیر زراعت ہیں اس پر کوئی کمیٹی مقرر کر کے حکومتی سطح پر ان کے ساتھ تعاون کیا جائے اور جو بھی ممبران کے جذبات ہیں یا ہمارے عوام کے جذبات ہیں وہ ان تک پہنچنے چاہییں اور ان کا کوئی مداوا ہونا چاہیے ۔

جناب چیئرمین، وہ فرما رہے ہیں کہ جب محکمہ زراعت پر بحث ہوگی تو اس میں آپ کے مفید مشورے شامل کر کے conclusion میں اظہار خیال کریں گے ۔ اس بارے میں اگر کوئی کمیٹی بھی بنانی چاہیں تو اس میں کوئی امر مانع نہیں۔ اور محکمہ زراعت کی تو پہلے بھی سٹینڈنگ کمیٹی بنی ہوئی ہے ۔ نئی کمیٹی بنانے میں بھی انھیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین، اگلا سوال سردار نعیم اللہ خان شاہانی!

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، سوال نمبر 404

رکھ غلاماں ڈیری فارم کی کارکردگی

*404۔ سردار نعیم اللہ خان شاہانی، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا رکھ غلاماں ڈیری فارم کا پلانٹ اس وقت چالو حالت (Working Position) میں ہے۔ اگر نہیں تو یہ کب سے بند پڑا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے۔

(ب) سال 1990ء سے آج تک اس ڈیری فارم پلانٹ سے حکومت کو کتنی آمدنی / نقصان ہوا، تفصیل الگ الگ بیان کی جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) رکھ غلاماں ڈیری فارم کا پلانٹ چالو حالت میں ہے۔ لیکن خالی بوتلیں نہ ہونے کے باعث مورخہ 22-7-1994 سے نہیں چلایا جا رہا۔ خالی بوتلیں فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے نہیں بنوائی جا سکیں۔

(ب) اس پلانٹ سے حکومت کو سال 1990ء سے درج ذیل آمدنی ہوئی۔

سال	آمدن
1990-91	9,73,544/- روپے

1991-92	6,65,256/- روپے
1992-93	5,68,923/- روپے
1993-94	6,62,063/- روپے

22-07-1994 سے پلانٹ خالی بوتلوں کے نہ ہونے کی وجہ سے نہیں چلایا گیا اور تازہ دودھ لوکل مارکیٹ میں فروخت کیا جا رہا ہے اور اس طرح حکومت کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین! میں اس سلسلہ میں گزارش کروں گا کہ چالو حالت سے مراد یہ ہے کہ پلانٹ موجود ہے لیکن فنڈز نہ ہونے کے باعث اس پلانٹ کو چلایا نہیں جا رہا۔ لہٰذا پلانٹ operational تو ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے فنڈز درکار ہیں جس کی وجہ سے پلانٹ چلایا نہیں جا رہا۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، جناب والا! کیا ہم ممبران نے وہ فنڈز اپنی تنخواہ میں سے دینے ہیں کہ محکمے کے پاس پلانٹ چلانے کے لیے فنڈز ہی نہیں۔ دوسرا جز (ب) میں' میں نے یہ جواب مانگا ہے کہ آج تک کتنی آمدن ہوئی ہے ۔ انھوں نے وہ جواب 1994ء تک کا دے دیا ہے' جو محکمے کے فائدے میں بات تھی وہ انھوں نے بتایا ہے ۔ رانا صاحب نے جواب صحیح نہیں دیا۔ میں یہ چاہوں گا کہ وہ صحیح جواب دیں۔ میں نے آج تک کی آمدن پوچھی ہے ۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ، جناب چیئرمین! انھوں نے پلانٹ کے بارے میں فرمایا تھا ۔ جو پلانٹ کی آمدن تھی اس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے ۔ میرے دوست کی اگر اس بات سے تسلی نہیں ہوئی تو میں ان کو اس کی علیحدہ فہرست بہم پہنچا دوں گا۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، میں نے سوال کے جز(ب) میں آج تک کی آمدنی مانگی ہے ۔ اس کا مطلب ہے 1997ء تک کی آمدنی نہ کہ 1994ء تک کی آمدنی۔

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ، جناب چیئرمین! اس سوال کو مؤخر کر دیا جائے ۔

جناب چیئرمین، اس سوال کو مؤخر کیا جاتا ہے۔ پھر وہ آپ کو مکمل تفصیل دے دیں گے۔

میاں عمران مسعود، جناب چیئرمین!

جناب چیئرمین، جی عمران مسعود صاحب!

حاجی اللہ یار انصاری، جناب چیئرمین! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس پلانٹ پر حکومت کا کتنا خرچ ہوا ہے؟

جناب چیئرمین، آپ سے پہلے میں میاں عمران مسعود کو کہہ چکا ہوں۔اس کے بعد آپ کی باری ہے۔

میاں عمران مسعود ، جناب چیئرمین! اگر آپ کے حکم میں یہ چیز بھی شامل کر لی جائے کہ 1994ء سے لے کر 1997ء تک کی آمدن انھوں نے بیان نہیں کی۔ اس میں مقامی طور پر دودھ فروخت ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا ان چار سالوں کا منافع بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔

جناب چیئرمین، انھوں نے اسی لیے سوال کو مؤخر کروایا ہے کہ وہ اس میں شامل کریں گے۔

حاجی اللہ یار انصاری، میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس پلانٹ پر حکومت کی کتنی لاگت لگی ہوئی ہے ۔ اور اس کو چلانے کے لیے کتنے فنڈ درکار ہیں؟

جناب چیئرمین، یہ سوال مؤخر ہو چکا ہے۔ جب یہ سوال دوبارہ آئے گا تو اس پر ضمنی سوال کیجے گا۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، وزیر صاحب نے یہ بتایا ہے کہ یہ 1994ء سے لے کر اب تک بند پڑا ہے تو 1994ء سے لے کر 1997ء تک وہ اخراجات کیا بتائیں گے؟

جناب چیئرمین، ملک عباس کھوکھر صاحب ! یہ سوال موخر ہو چکا ہے ۔ جب یہ سوال دوبارہ ٹیک اپ ہو گا تو ضمنی سوال کیجیے گا۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، یہی تو میں نے کہا ہے کہ جب وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ پلانٹ ہی بند پڑا ہے ۔ جب پلانٹ ہی بند پڑا ہے تو اس کے اخراجات کیا بتائیں گے؟

جناب چیئرمین، سوال کرنے والے نے یہ پوچھا تھا کہ آج تک اس کی آمدنی کتنی ہوئی ہے ۔ جواب 1994ء تک کا آیا ہے ۔ اس لیے سوال کو suspend کیا جاتا ہے ۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر ، 1994ء تک تو انھوں نے از خود بتا دیا ہے کہ آمدنی کیا ہوئی ہے ۔ وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ، میرے خیال میں ان کو بھی غلط فہمی ہوئی ہے ۔ یہ پلانٹ کے بارے میں پوچھ رہے ہیں ۔ وہ ویسے آمدنی پوچھ رہے ہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین ! آپ کے حکم کے بعد کہ یہ سوال دوبارہ آئے گا۔ اس کے بعد آپ پھر بحث کو سن لیتے ہیں۔ اس پر توجہ کریں۔ اپنے حکم پر زیادہ توجہ کیا کریں۔

جناب چیئرمین ، اگلا سوال چودھری زاہد محمود گورایہ!

ایک معزز رکن، چودھری زاہد محمود کے ایماء پر سوال نمبر 484

مارکیٹ کمیٹیوں کے کوائف

*484۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 91-1990ء سے لے کر 97-1996ء میں مارکیٹ کمیٹیوں کی کل تعداد کیا ہے ان کا سالانہ آمدن و اخراجات کا گوشوارہ ہر ایک مارکیٹ کمیٹی کے حساب سے کیا ہے۔

(ب) مارکیٹ کمیٹی کے ایڈمنسٹریٹر کتنے کتنے عرصہ سے تعینات ہیں۔ ان کے مکمل نام، تاریخ تقرری اور مجاز اتھارٹی جس کے حکم کے تحت ان کو ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے۔

(ج) حکومت کب تک قواعد کے مطابق مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئرمین و دیگر ممبران کے انتخابات کرائے گی؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) سال 91-1990ء سے لے کر 97-1996ء تک مارکیٹ کمیٹیوں کی کل تعداد حسب ذیل ہے۔

سال	تعداد مارکیٹ کمیٹیاں
91-1990ء	129
92-1991ء	130
93-1992ء	132
94-1993ء	132
95-1994ء	132
96-1995ء	132
97-1996ء	132

ان مارکیٹ کمیٹیوں کا سالانہ آمدن و اخراجات کا گوشوارہ ہر ایک مارکیٹ کمیٹی کے حساب سے ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مارکیٹ کمیٹیوں کے ایڈمنسٹریٹرز کی عرصہ تعیناتی، ان کے مکمل نام تاریخ تقرری اور مجاز اتھارٹی جن کے حکم کے تحت ان کو ایڈمنسٹریٹرز مقرر کیا گیا۔ ان کی مکمل تفصیل بھی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** گوشوارہ جات اور تفصیلات اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ج) یہ معاملہ حکومت کے زیر غور ہے اور اس پر قواعد و ضوابط کے مطابق فیصلہ جلد متوقع ہے۔

جناب چیئرمین، کیا کوئی ضمنی سوال ہے؟

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! وزیر موصوف اور محکمہ زراعت نے جز(ج) میں یہ جواب دیا ہے کہ "یہ معاملہ حکومت کے زیر غور ہے اور اس پر قواعد و ضوابط کے مطابق فیصلہ جلد متوقع ہے۔" میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان کے قواعد و ضوابط کا criteria کیا ہے؟ انھوں نے جو ابھی ایڈمنسٹریٹر مقرر کرنے ہیں ان کا criteria کیا ہے؟

جناب چیئرمین: یہ سوال اگر آپ دہرا دیں تو بہتر ہو گا' کیونکہ ان کو سمجھ نہیں آیا۔

خواجہ محمد اسلام: جناب والا! جز(ج) کا سوال یہ تھا کہ حکومت کب تک قواعد کے مطابق مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئرمین و دیگر ممبران کے انتخابات کرائے گی؟ اس کا جواب محکمے نے یہ دیا ہے کہ "یہ معاملہ حکومت کے زیر غور ہے اور اس پر قواعد و ضوابط کے مطابق فیصلہ جلد متوقع ہے۔ اب میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ الیکشن میں قواعد و ضوابط کا کیا criteria ہے؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میں فاضل دوست کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ جناب والا! پہلے ضلع کونسلیں تھیں اور یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ ضلع کونسلیں double panel بنا کر بھیجتی ہیں' ان میں سے پھر ایک panel منظور کر کے ممبران بنا لیے جاتے ہیں اور وہ پھر اپنا مارکیٹ کمیٹی کا چیئرمین چن لیتے تھے۔ پہلے یہ طریق کار تھا۔ اب چونکہ لوکل باڈیز اِس وقت functional نہیں ہیں' نہ کسی ضلع کونسل کا دوبارہ الیکشن ہوا ہے' نہ کوئی ضلع کونسل اس وقت معرض وجود میں ہے' اسی لیے یہ معاملہ pending چلا آ رہا ہے اور وہاں پر ایڈمنسٹریٹر کام کر رہے ہیں۔

خواجہ محمد اسلام: اب انھوں نے جو لوگ وہاں پر لگائے ہیں کیا ان کے الیکشن کروائے گئے ہیں یا ان کی سلیکشن ہوئی ہے؟

وزیر زراعت: جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ ضلع کونسلیں نہ ہونے کی وجہ سے پورا معاملہ pending پڑا ہوا ہے' اس لیے وہاں ایڈمنسٹریٹرز کام کر رہے ہیں اور الیکشن کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ ضلع کونسلیں معرض وجود میں نہیں آتیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ب) کے جواب میں انھوں نے مارکیٹ کمیٹیوں کے ایڈمنسٹریٹرز کی جو فہرست ایوان کی میز پر رکھی ہے کیا ان میں ایسے

ایڈمنسٹریٹرز آپ تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جن کا عرصہ تعیناتی تین سال یا تین سال سے زیادہ ہو چکا ہے؟

وزیر زراعت: جناب سپیکر! سوال کا کم از کم مزا تو آیا۔ بڑا اچھا سوال پوچھا ہے۔ جناب والا! جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے' ایڈمنسٹریٹرز تو عارضی phase ہے' جونہی ضلع کونسلیں بن جائیں گی تو وہ پورا process جو جمہوری طریقے سے چلنا تھا' چلایا جائے گا۔ لیکن اگر کسی بندے کو تین سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اور وہ کام بھی ٹھیک نہیں کر رہا تو اس کو بدلنے میں کوئی امر مانع نہیں۔ حکومت کو پورا اختیار ہے' اسے فوری طور پر تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال ملک ممتاز احمد بھچر صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے۔

جناب تاج محمد خان زادہ: جناب والا! میں مارکیٹ کمیٹیوں کے بارے میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: خان زادہ صاحب! وہ لمحہ تو گزر چکا ہے۔ بہر حال' آپ بزرگ ہیں' اس لیے آپ کو خصوصی طور پر اجازت دی جاتی ہے۔ جی فرمائیں!

جناب تاج محمد خان زادہ: جناب چیئرمین! میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حضرو میں ایک مارکیٹ کمیٹی ہے جس کی عمر 31 سال ہو گئی ہے لیکن نہ تو اس کا آڈٹ ہوا ہے' نہ ہی اس نے کچھ کیا ہے۔ کیا وزیر موصوف یہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہاں پر investigations کریں گے؟ اگر اس نے کچھ بھی نہیں کیا تو اسے cancel کر دیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! میں تو چچا کا ویسے ہی بڑا تابع دار ہوں۔ اس بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اس کی انکوائری نہ کروائی جائے' اس کا آڈٹ نہ کرایا جائے۔ اب تو چچا کا حکم آ گیا ہے' اس لیے انکوائری بھی ہو گی' آڈٹ بھی ہو گا اور سب کچھ ہو گا۔

جناب تاج محمد خان زادہ: جناب والا! اس مارکیٹ کمیٹی کو 31 سال ہو گئے ہیں۔ میں نے اس کے اوپر گورنر کو ایک رپورٹ دی ہے اور آپ کے زراعت سیکرٹری کو بھی دی ہے' چیف سیکرٹری کو بھی دی ہے کہ حضرو کی جو مارکیٹ کمیٹی ہے وہاں پر 31 سال سے ایک ہی آدمی تعینات ہے۔

وزیر زراعت: یہ بڑی زیادتی ہے اس کا علاج کرتے ہیں۔ میں ہاؤس میں commit کرتا ہوں کہ اس

معاملے کی انکوائری کروائی جائے گی، آڈٹ بھی کروایا جائے گا اور اس بارے میں ایکشن بھی لیا جائے۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال بھی ملک ممتاز احمد بھچر صاحب کا ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال سردار نعیم اللہ خان شاہانی صاحب کا ہے۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی: سوال نمبر 687

ٹیوب ویل سب سڈی کی فراہمی

*687۔ سردار نعیم اللہ خان شاہانی، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 1993ء سے 1996ء کے دوران ضلع سرگودھا اور ضلع بھکر میں کتنے سب سڈی ٹیوب ویل فراہم کیے گئے۔

(ب) اگر سب سڈی فنڈز کی ALLOCATION کا ہر دو اضلاع میں فرق ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(ج) کیا حکومت آئندہ بھی بھکر جیسے پس ماندہ اضلاع کو سب سڈی کی فراہمی کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال):

(الف) سال 1993ء سے 1996ء کے دوران ضلع سرگودھا اور بھکر میں سب سڈی ٹیوب ویل کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	ضلع سرگودھا	ضلع بھکر
1992-93ء	91	107
1993-94ء	-	-
1994-95ء	-	-
1995-96ء	25	22
1996-97ء	-	-

(ب) سب سڈی ٹیوب ویل کی تعداد کا ہر دو اضلاع میں نمایاں فرق نہ ہے۔ جیسا کہ اوپر درج ہے۔ بہرحال 1992-93ء میں ضلع سرگودھا کو 91 اور ضلع بھکر کو 107 ٹیوب ویل ملے جبکہ سال 1995-96ء میں ضلع سرگودھا کو 25 ٹیوب ویل اور ضلع بھکر کو 22 ٹیوب ویل الاٹ کیے گئے۔ ان ٹیوب ویل کی الاٹمنٹ مختلف قسم کے رقبہ جات کے مطابق کی جاتی ہے۔

(ج) محکمہ زراعت نے پہلے بھی تمام اضلاع کے لیے ڈیزل ٹیوب ویل سب سڈی سکیم تیار کی تھی مگر مطلوبہ فنڈز نہ ملنے کی وجہ سے سکیم جاری نہ رکھی جا سکی۔

اس ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حکومت پاکستان نے مختلف معاہدوں کے تحت یہ ذمہ داری قبول کی ہوئی ہے کہ سب سڈی پروگرام مکمل طور پر ختم کیے جائیں گے۔ لہٰذا فی الحال سب سڈی کے تحت ٹیوب ویل فراہم کرنے کا کوئی نیا پروگرام زیر غور نہ ہے۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، جناب چیئرمین! کہ انھوں نے جواب کے جز(ج) میں لکھا ہے "حکومت پاکستان نے مختلف معاہدوں کے تحت یہ ذمہ داری قبول کی ہوئی ہے کہ سب سڈی پروگرام مکمل طور پر ختم کیے جائیں گے۔ جناب والا! زرعی ملک ہونے کے ناتے ہماری 70 فی صد آبادی کاشت کار لوگوں کی ہے۔ سب سڈی دنیا میں ہر جگہ موجود ہے۔ حکومت کو کون کہہ رہا ہے کہ سب سڈی کو ہمارے ملک میں ختم کیا جائے؛ کیونکہ زراعت پر تو جتنی زیادہ سب سڈی ملے وہ کم ہے۔ یہ پروگرام جاری رہنا چاہیے۔ یہ ٹیوب ویل غریب کاشت کار کو ملتے ہیں' کسی امیر آدمی کو یہ نہیں ملتے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! تجویز بڑی معقول ہے۔ مجھے اس تجویز سے کوئی زیادہ اختلاف بھی نہیں' لیکن یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔

جناب چیئرمین: جی ہاں' یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! جز(ج) میں یہ کہا گیا ہے کہ "حکومت پاکستان نے مختلف معاہدوں کے تحت یہ ذمہ داری قبول کی ہوئی ہے کہ سب سڈی پروگرام مکمل طور پر ختم کیے جائیں گے۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ کون سے معاہدے ہیں؟ ان کی نوعیت کیا ہے؟

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میرا خیال ہے اور فاضل دوست سے بڑی مؤدبانہ درخواست بھی ہے کہ اس issue پر زیادہ بحث نہ کی جائے۔ اس کو آپ بھی سمجھتے ہیں' میں بھی سمجھتا ہوں کہ حکومت کی بہت ساری compulsions ہوتی ہیں۔ آئی ایم ایف ہے' بہت ساری دوسری ایجنسیاں ہیں جن سے معاہدے ہوتے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ اس بارے میں اگر زیادہ بحث نہ کی جائے تو مناسب ہے۔ ورنہ مجھے ان کا جواب دینے میں کوئی انکار نہیں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ یہ ٹھیک ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میری اس مرحلے پر گزارش ہے کہ وزیر موصوف نے یہ جو جواب دیا ہے یہ تو اور زیادہ ابہام اور complications create کر رہا ہے۔ یا تو پھر یہ معاہدوں کا ذکر ہی نہ کرتے۔ محکمہ جب جواب تیار کرتا ہے تو انھیں ذمہ داری سے کام لینا چاہیے۔ یہاں جواب دینے میں بہت لاپروائی برتی گئی ہے۔ اگر ان معاہدوں کا ذکر کرنا' ان معاہدوں سے متعلق بات کرنا اتنا ہی نقصان دہ ہے یا قومی مفاد میں نہیں تو اس کی یہاں جواب میں ذکر کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہ تھی اور اگر یہاں پہ ذکر کیا گیا ہے تو اب اس طرح سے ٹالنا' اس طرح سے جواب دینا مناسب نہیں۔ اس سے تو مزید ابہام پیدا ہوتا ہے۔

وزیر زراعت: جناب چیئرمین! معلوم نہیں فاضل دوست کیوں آج اتنا اختلاف کر رہے ہیں؟ میں نے تو ان کو تھوڑا سا اشارہ بھی کر دیا ہے' ایک ایجنسی کا نام بھی لیا ہے۔ معاہدوں کے بارے میں بھی آپ سے درخواست کی ہے کہ اس پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ میں کوئی بات اخفاء نہیں کر رہا لیکن میں نے عرض صرف یہ کی ہے کہ اس کی نزاکت کے پیش نظر یہ کوئی زیادہ زیر بحث لانے والا معاملہ نہیں۔

میاں عبدالستار (رحیم یار خان) جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اس ہاؤس سے کیا چھپایا جا رہا ہے ' کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ اگر آئی ایم ایف سے معاہدہ ہوا ہے تو اس ہاؤس سے کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ اسی ہاؤس سے تو انھوں نے منظوری لینی ہے اور ہمیں ہی اعتماد میں نہیں لیا جا رہا۔ یہ جو اس power میں بیٹھے ہیں وہ اسی ہاؤس کی دی ہوئی ہے' تو اس سے کیا پردہ ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! سوال کا جو جز(ج) ہے اس کا جواب دیا گیا اور اس کے بعد وضاحت کے طور پر لکھا گیا کہ "اس ضمن میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حکومت پاکستان نے مختلف معاہدوں کے تحت یہ ذمہ داری قبول کی ہوئی ہے کہ سب سڈی پروگرام مکمل طور پر ختم کیے جائیں گے" یعنی یہاں پر اس وضاحت کی ضرورت کوئی نہ تھی۔ لیکن جب انھوں نے بات کی ہے تو یہ بات on record آ گئی ہے۔ اب اس سے متعلق اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے سے تو زیادہ ابہام' زیادہ complications پیدا ہوں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہاؤس کو اس معاملے میں اعتماد میں لینا چاہیے اور جو بھی ہوا ہے اس سے متعلق یہ یہاں بیان فرمائیں۔ یہ بات اب رکے گی تو نہیں' پریس میں بھی جائے گی۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب کا مطلب ہے کہ "تُو اِدھر اُدھر کی نہ بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا"

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین، پہلے رانا ثناء اللہ صاحب نے سوال کیا ہے اور وہ ان معاہدوں کا پوچھنا چاہتے ہیں کہ کون سے معاہدے ہیں جن کے تحت یہ سب سڈی ختم کی جا رہی ہے۔جواب کے جز (ج) میں یہ جواب آیا ہے کہ سب سڈی پروگرام مکمل طور پر مختلف معاہدوں کے تحت ختم کیے جائیں گے۔ تو اس ہاؤس کو اس فورم پر یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں۔

وزیر زراعت، جناب والا! میں نے تھوڑا سا تو بتا بھی دیا ہے کہ IMF کی compulsions ہیں۔ جناب والا! جو سب سڈی دی جاتی ہے وہ حکومت اپنے وسائل دیکھ کر اور جو گرانٹس باہر سے ملتی ہیں ان کو دیکھ کر اپنے معاہدہ جات دیکھ کر ' اپنی گنجائش دیکھ کر سب سڈی دیتی ہے تاکہ لوگوں کو facilitate کیا جائے۔ جہاں پر financial constraints آ جائیں اور compulsions آ جائیں تو وہاں جا کر یہ کام ذرا محدود کر دیتی ہے کیونکہ گرانٹس میں اور معاہدہ جات میں آسانی محسوس کرتی ہے اور سب سڈی پروگرام دوبارہ شروع کر دیے جاتے ہیں۔ میں نے حالات کے پیش نظر کہا تھا' لیکن اگر وہ زیادہ تفصیل میں جانا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں اس کو کوئی اخفا نہیں کر رہا۔

جناب چیئرمین، جی رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان، جناب چیئرمین! میں اسی حوالے سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو معاہدے ہیں یہ IMF سے کب اور کس حکومت نے کیے ہیں؟ ساری دنیا میں کاشتکاروں کو سب سڈی دی جاتی ہے تاکہ زرعی پیداوار زیادہ سے زیادہ ہو' کیونکہ ترقی اسی پر base کرتی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں یہ معاہدوں کے ذریعے بند کی جا رہی ہے اور اس میں IMF کا ذکر آ رہا ہے۔ تو یہ معاہدے کس وقت کن کن تاریخوں میں اور کس حکومت نے کیے ہیں؟

جناب چیئرمین، رانا صاحب! بہر حال' وہ گورنمنٹ ہی تھی جس نے کیے ہیں۔ اب وہ جواب آنے کے بعد کہ IMF سے معاہدہ ہوا تھا اور اسے stage-wise ختم کیا جا رہا ہے تو میرے خیال میں یہ کافی ہے۔تو میں سعید اکبر خان کو فلور دیتا ہوں کہ وہ ضمنی سوال پوچھنا چاہتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر! اگر اس میں کوئی ایسا معاملہ ـــــ

جناب چیئرمین، رانا صاحب! میں نے سعید اکبر خان کا نام پکار دیا ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! جیسے رانا صاحب فرما رہے تھے کہ کوئی بھی معاہدہ جو

حکومت کرتی ہے، سوائے کسی ڈیفنس معاہدے کے، کہ اس کو خفیہ رکھا جاتا ہے، باقی تمام معاہدے شاید قوم کی بہتری کے لیے ہوتے ہیں وہ secret documents نہیں ہوتے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس حکومت نے جہاں IMF, World Bank and Asian Bank سے معاہدے کیے جس میں زراعت پیشہ لوگوں کے لیے سب سڈی ختم کروائی، انھوں نے کروائی یا IMF کے دباؤ میں کی، آیا یہ جو زرعی ٹیکس لگایا گیا یہ بھی اسی معاہدے کے تحت لگا ہے؟

وزیر زراعت، جناب سپیکر! پھر مجھے تھوڑا سا پچھلا معاملہ بھی بیان کرنے کے لیے اجازت چاہیے۔

جناب چیئرمین، نہیں۔ ضمنی سوال کے جواب میں بات کریں۔

وزیر زراعت، جناب والا! جب میرے بھائی وزیر تھے اور جب ان کی حکومت تھی تو انھوں نے شروع کیا تھا اور انھوں نے commitment دی تھی کہ ہم کسانوں کو انکم ٹیکس لگائیں گے۔ لیکن آج یہ ہم سے پوچھ رہے ہیں کہ یہ بھی اسی کا حصہ ہے یا نہیں۔ میرے فاضل دوست نے بڑی عجیب بات کی ہے۔ ویسے تو یہ میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ لیکن ذرا ماضی کی طرف جھانک کر پھر اس پر بات کریں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! جس وقت یہ مسئلہ زیرغور آیا تو میں اس وقت بھی اسی ہاؤس کا ممبر تھا۔ لیکن صوبائی اسمبلی کے ممبران نے اس کو reject کیا۔ یہ مسئلہ پارلیمانی پارٹی میں آیا تو اس میں اکثریت پارٹی نے reject کیا اور اس گورنمنٹ نے IMF کی خواہش کو پورا نہیں کیا۔ میں نے کہا ہے کہ جب اس گورنمنٹ نے IMF کی خواہش کو پورا کیا ہے تو زراعت پیشہ کو ختم کرنے کے لیے، سب سڈی ختم کرنے کے جو معاہدے کیے گئے کیا یہ بھی اسی کے ساتھ منظور کیا گیا کہ ہم زراعت پر ٹیکس لگائیں گے؟ میں نے یہ پوچھا ہے۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! آپ ہی سمجھ لیں کہ کیا اس میں کوئی ضمنی سوال بنتا ہے؟

جناب چیئرمین، سعید اکبر صاحب! یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! آپ انصاف سے بات کریں کہ جب معاہدوں کی بات ہوگی تو اس میں جو بھی معاہدے ہوں گے اس پر ضمنی سوال بنتا ہے۔

جناب چیئرمین، معاہدوں کے بارے میں، انھوں نے IMF کے بارے میں بتا دیا ہے اور حق دار آپ کے علم میں لائے ہیں۔ تو یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔ اب میں اگلے سوال پر آتا ہوں۔ جناب ایس اے حمید صاحب۔

رانا ثناء اللہ خان، جناب سپیکر!

جناب چیئرمین، میں نام پکار چکا ہوں ۔ اگلا سوال جناب ایس اے حمید صاحب کا ہے۔

جناب ایس اے حمید، سوال نمبر 711

محکمہ جنگلات میں رولز ریلیکس کر کے بھرتی شدہ افراد کی تفصیل

*711۔جناب ایس۔اے۔حمید، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) محکمہ جنگلات گوجرانوالہ ڈویژن میں سال 1993ء سے اکتوبر 1996ء تک کتنے ملازمین قواعد میں نرمی برتتے ہوئے بھرتی کیے گئے۔

(ب) ان کے نام' پتہ' عہدہ تعیناتی اور رولز Relax کرنے والے افسر کا نام بتایا جائے؟

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)، جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ پریس گیلری والے حضرات کسی سلسلے میں باہر تشریف لے گئے ہیں ۔

جناب چیئرمین، میرے خیال میں ہمارے پریس کے بھائیوں نے پانچ منٹ کے لیے واک آؤٹ کیا ہے کہ جوکل کا ایک ناخوش گوار واقعہ پیش آیا کہ ایک سیاسی جماعت کے ورکروں نے ان پر حملہ کیا۔ تو یہ ان کا علامتی واک آؤٹ ہے۔ اس میں کوئی ایسا معاملہ نہیں کہ کوئی آدمی بھیج کر انھیں منایا جائے۔ وہ پانچ منٹ کے بعد تشریف لائیں گے۔

وزیر زراعت، جناب والا ! میری استدعا ہے کہ پانچ منٹ کا واک آؤٹ کرنے کے بعد بھی انھیں عزت سے لانا چاہیے۔ آپ سعید اکبر خان صاحب کو depute کر دیں کہ وہ انھیں واپس لے آئیں۔

جناب چیئرمین، میری گزارش ہے کہ اس سلسلے میں ملک سلیم اقبال صاحب اور وزراء میں سے ارشد لودھی صاحب' چونکہ وہ مصروف گفتگو بھی ہیں' تو وہ پریس والوں کو منا کر واپس لائیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ (جناب محمد ارشد خان لودھی)، جناب والا ! آپ جو حکم کریں ہم اس کے لیے تیار ہیں۔ لیکن اگر انھوں نے علامتی واک آؤٹ کیا ہے تو پھر وہ خود ہی ان شاء اللہ تشریف لائیں گے۔ کیونکہ انھوں نے تو یہ ظاہر کرنے کے لیے ----

جناب چیئرمین، یہ اس ہاؤس کی روایات ہیں۔ آپ ان سے بات کریں اور ان کو لے کر آئیں۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی' خواجہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! اگرچہ پریس والے علامتی طور پر گئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وہ جلد ہی تشریف لے آئیں گے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ صحافی ہمارے معاشرے کا ایک قابل تحسین حصہ ہیں اور ان کے دفتر میں جا کر پریس کلب کے اندر جا کر 150/100 آدمیوں کا حملہ کر دینا اور ان کو زد و کوب کرنا' ان پر تشدد کرنا' حتیٰ کہ اسلحہ بھی نکال لینا' یہ کہاں کی شرافت ہے؟ وہ بے چارے تو آ جائیں گے' کیونکہ ان کی ڈیوٹی ہے اور انھوں نے خبریں دینی ہیں۔ لیکن میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اگر یہ معاملہ ان کی وساطت سے یہاں پر چھڑا ہے تو پھر آپ کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ان صحافیوں پر جو ظلم وستم کیا گیا' ان پر تشدد کیا گیا' پستول نکال کر ان پر فائر کرنے کی کوشش کی گئی' تو وہ جو پیپلز پارٹی کے جیالے غنڈے تھے' ان کے خلاف یہ ہاؤس کیا فیصلہ کرتا ہے کہ ان کو کہاں پہنچانا چاہیے؟

جناب چیئرمین، یہ قابل مذمت بھی ہے اور قابل افسوس بھی ہے۔ لیکن اس بارے میں لاءمنسٹر صاحب پہلے فرما چکے ہیں۔ صبح ایس اے حمید صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر فرما چکے ہیں کہ اگر اس بارے میں تحریک التوائے کار کے ذریعے ہاؤس بحث کرنا چاہتا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ جی رانا صاحب۔

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)۔

(الف) سال 1993ء سے اکتوبر 1996ء تک محکمہ جنگلات گوجرانوالہ فارسٹ ڈویژن میں کوئی بھی ملازم قواعد و ضوابط میں نرمی برتتے ہوئے بھرتی نہیں کیا گیا اور نہ ہی کوئی رولز میں relaxation کی گئی۔

(ب) جز (الف) کے جواب کی روشنی میں ضروری نہ ہے۔

جناب والا! محکمے کی طرف سے جو جواب مجھے ملا ہے میں نے وہ پڑھ دیا ہے۔ اگر میرے بھائی اس سلسلے میں مزید کوئی معلومات رکھتے ہیں' اگر انھوں نے غلط جواب دیا ہے تو یقیناً میں اس کا notice لوں گا۔

جناب چیئرمین، کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب ایس اے حمید، جناب چیئرمین! رانا صاحب نے خود ہی جواب دے دیا ہے۔ میں نے ضمنی

سوال کرنا تھا۔ تو میں ان سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر وہ غور کریں تو میں نے 1993ء سے 1996ء تک کی بات کی ہے ۔ میں نے ان کی حکومت کی بات نہیں کی' میں نے اپنی حکومت کی بات نہیں کی۔تو کیا انھوں نے اس جواب کو مکمل طور پر verify کیا؟

وزیر جنگلات، جو اطلاع محکمے نے مجھے پہنچائی ہے اور جو انھوں نے مجھے بتایا ہے وہ میں نے ایوان میں پڑھ دیا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب چیئرمین! میں نے یہ پوچھا ہے کہ کیا انھوں نے verify کیا ہے'کیا انھوں نے ریکارڈ دیکھا ہے؟

جناب سعید اکبر خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی' سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! جب کوئی معزز ممبر یہاں اسمبلی میں سوال جمع کراتا ہے اور سپیکر اس کو منظور کرتا ہے اور وہ سوال محکمے میں جاتا ہے۔ وہ پہلے بھی منسٹر کے پاس جاتا ہے پھر اس کا جواب بھی منسٹر منظور کرتا ہے' اس کے بعد اس ہاؤس میں آتا ہے۔ تو پھر اس ہاؤس میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ میں اس کو verify کروں گا؟ جب یہ جواب آتا ہے تو وزیر اس کو پڑھ کر منظور کرتا ہے۔

جناب چیئرمین، پہلے سوال کو بھی کرتا ہے؟

جناب سعید اکبر خان، جی جب پہلے سوال جاتا ہے اس کو بھی منظور کرتا ہے اور پھر جواب کو بھی منظور کرتا ہے۔

جناب چیئرمین، جی' رانا صاحب!

وزیر جنگلات ، جناب والا ! سعید اکبر صاحب کا سوال آپ نے سن لیا۔ میں اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ میں نے اپنے محکمے سے جو انفرمیشن گوجرانوالہ ڈویژن کے متعلق حاصل کی ہے۔ محکمے نے مجھے یہ کہہ کر دی ہے کہ اس کو ہم verify کرتے ہیں۔ لیکن اگر میرے بھائی کی اس سے تسلی نہیں ہوتی اور وہ نشان دہی کریں گے تو میں غلط انفرمیشن دینے والے کے خلاف کارروائی کروں گا۔

جناب چیئرمین، رانا صاحب! جیسا کہ سعید اکبر خان صاحب نے یہ بات کی ہے کہ یہ آپ کی ذمہ داری

میں ہے اور جب سوال کیا جاتا ہے تو وزیرمتعلقہ سے approve کروایا جاتا ہے اور اس کا جواب محکمہ دیتا ہے۔ جب جواب آتا ہے تو اس کو بھی وزیر صاحب approve کرتے ہیں۔ اگر جواب غلط ہو تو اس کے خلاف تحریک استحقاق بھی پیش ہوسکتی ہے' کیونکہ معزز رکن کو یہ استحقاق حاصل ہے۔

وزیر جنگلات، ٹھیک ہے۔

وزیر جنگلات، جناب والا! میں بقیہ سوالات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب چیئرمین ، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! یہ سوال پھر مؤخر کر دیا گیا ہے؟

جناب چیئرمین، نہیں۔ آپ کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر جواب غلط آیا ہے تو آپ تحریک استحقاق پیش کریں۔

جناب ایس اے حمید ، ٹھیک ہے۔

خواجہ محمد اسلام ، جناب والا ! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو سوالات رہ گئے ہیں وہ اگلے اجلاس میں آئیں گے؟

جناب چیئرمین، جی نہیں۔

خواجہ محمد اسلام ، جناب والا! یہ تو پھر کوئی بات نہیں کہ ایک ہی سوال پر آدھا گھنٹہ ضائع کر دیا جائے۔

جناب چیئرمین، ہر کام کے لیے وقت مقرر ہے۔ وقفہ سوالات کے لیے ایک گھنٹہ مقرر ہے اور وہ وقت اب ختم ہو گیا ہے۔ یہ آپ پر ذمہ داری ہے کہ آپ کتنے ضمنی سوالات پوچھتے ہیں۔ جناب ایس اے حمید صاحب!

جناب ایس اے حمید ، جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ مال روڈ پر جو بینرز کی بھر مار کی گئی ہے' قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے؟ جس طور پر حکومت کے خلاف نعرے لکھے ہوئے ہیں' کیا اس پر کوئی پابندی نہیں اور اگر پابندی ہے تو پھر کارپوریشن نے اس معاملے میں کیوں تساہل سے کام لیا ہے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر ! اس سلسلے میں' میں یہ گزارش کروں گا کہ عام طور پر مال روڈ پر کارپوریشن

اپنے طور پر فوری کارروائی کرتی ہے' اگر کوئی اس قسم کا بینر جو حکومت کے خلاف ہو یا کسی خاص مقصد کے لیے لگائے گئے ہوں۔ ماسوائے ان بینرز کے جو بیرون ملک مہمانوں کے لیے لگائے گئے ہوں۔ یا پھر قومی تہواروں کے انعقاد کے لیے جو بینرز لگائے جاتے ہیں ان سے ہٹ کر جو بھی بینرز ہوں کارپوریشن فوری طور پر اتار دیتی ہے۔

جناب چیئرمین: معزز ممبر نے جو پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔۔۔۔

وزیر قانون، جناب والا! اس پر کارروائی کی جائے گی۔

وزیر ٹرانسپورٹ، جناب والا! آپ کے حکم کے مطابق ہم اپنے پریس کے دوستوں کے پاس گئے ہیں۔ آپ کی طرف سے اور ہاؤس کی طرف سے گزارش کی ہے۔ انھوں نے مان لیا ہے اور تشریف لے آئے ہیں ہم ان کے مشکور و ممنون ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

انور بٹ ڈائرکٹر کے خلاف کارروائی

*489۔چودھری زاہد محمود گواریہ، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رائس ریسرچ انسٹیٹوٹ کالا شاہ کاکو میں تعیناتی کے دوران ڈائرکٹر آئل سیڈز ریسرچ انسٹیٹوٹ فیصل آباد انور بٹ کے خلاف اختیارات کا ناجائز استعمال' رقوم غورد برد کرنے کا الزام اور دیگر بے ضابطگیوں کا انکشاف ہوا تھا۔ جس پر باقاعدہ تحقیقات ہوئی اور کئی ایک الزامات کی تصدیق ہوئی۔ تاہم تحقیقاتی رپورٹ پر ابھی تک عمل نہیں ہوا۔

(ب) متذکرہ افسر کی تاریخ ملازمت' پیدائش' دوران ملازمت تعیناتی ،بمہ عہدہ جات و دیگر کن کن الزامات کے تحت تحقیقات ہوئی تمام تحقیقاتی رپورٹیں ایوان میں پیش کی جائیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) یہ درست ہے کہ مسٹر محمد انور بٹ کے دوران تعیناتی بطور ڈائرکٹر رائس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ' کالا شاہ کاکو کے خلاف اختیارات کا ناجائز استعمال رقوم غورد برد کرنے کا الزام اور دیگر بے ضابطگی کا انکشاف ہونے پر سرکار نے مسٹر مشتاق احمد گل' ڈائرکٹر جنرل زراعت' واٹر مینجمنٹ' پنجاب لاہور کو بحوالہ چٹھی نمبری ایس۔او (اے۔ون)16-93/3' مورخہ 15-12-94

بطور افسر مجاز اس کیس میں تعینات فرمایا۔

مسٹر مشتاق احمد گل افسر مجاز نے چودھری مقبول حسین ڈائرکٹر آف ایگریکلچر، لاہور کو بحوالہ چٹھی نمبری 45-1742/ ڈبلیو ایم۔پی 1427/6/ انتظامی مورخہ 17-1-95 بطور انکوائری افسر مقرر کیا تھا لیکن بعد میں افسر مجاز نے انکوائری افیسر تبدیل کر کے نیا انکوائری افسر چودھری محمد رفیق، ڈائرکٹر فیلڈ بحوالہ چٹھی نمبری 302-23399/ ڈبلیو ایم۔پی 427-6/ انتظامی، مورخہ 21-11-95 اس کیس میں بطور انکوائری آفسر مقرر کیا۔ چودھری محمد رفیق، انکوائری آفیسر نے ڈائرکٹر جنرل کو بذریعہ چٹھی نمبری 5036/ ڈی۔ایف ڈبلیو ایم/پی۔اے مورخہ 4-12-96 کو مطلع کیا کہ ملزم انور بٹ نے درخواست دی ہے کہ دونوں افسروں کا عہدہ ایک ہی ہے۔ لہٰذا آپ انکوائری نہیں کر سکتے افسر مجاز نے انکوائری افسر بدل کر چودھری اختر حسین ممبر تھرڈ ایس۔جی۔اے۔ڈی اینڈ آئی ڈیپارٹمنٹ (انجینئرنگ) بحوالہ حکم نمبر 58-28655 ڈبلیو ایم۔پی/427-6 انتظامی مورخہ 21-12-96 کو بطور انکوائری افسر مقرر کیا۔ انکوائری افسر نے اپنی رپورٹ مکمل کر کے افسر مجاز کو بھیج دی ہے افسر مجاز کی سفارشات پہنچتے ہی اتھارٹی کی خدمت میں فیصلہ کے لیے پیش کر دی جائے گی۔

(ب)

نام	محمد انور بٹ
تاریخ ملازمت	09-10-71
تاریخ پیدائش	05-2-46
عہدہ	
اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر	09-10-71 تا 13-5-78
ریپ سیڈ باٹنسٹ، خانپور	14-5-78 تا 30-9-87
جوجوبا باٹنسٹ بہاولپور	01-10-87 تا 14-8-91
ڈائرکٹر رائس کالا شاہ کاکو	15-5-91 تا 24-5-94
ڈائرکٹر آئل سیڈ فیصل آباد	31-5-94 تا حال

مسٹر محمد انور بٹ کے خلاف محکمانہ کارروائی کی تفصیلات جزو الف میں دے دی گئی ہیں۔

زرعی فارموں کی تعداد

*632۔ملک ممتاز احمد بھچر، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) پنجاب میں محکمہ زراعت کے زرعی فارموں کی تعداد کتنی ہے اور ان کا رقبہ کتنا ہے۔

(ب) ان زرعی فارموں کی آمدن اور خرچ کی تفصیل بتائی جائے۔

(ج) کیا محکمہ کو ان فارموں سے مطلوبہ نتائج حاصل ہو رہے ہیں اگر نہیں تو کیا حکومت ان کو فروخت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

(الف) محکمہ زراعت کے مختلف شعبہ جات کے زرعی و دیگر فارموں کی کل تعداد 53 ہے۔ جن کا مجموعی زیر کاشت رقبہ تقریباً 19738 ایکڑ ہے۔

(ب) ان زرعی فارموں کی آمدن اور اخراجات کی تفصیل گوشوارہ (الف) کی صورت میں *** ایوان کی میز پر رکھی دی گئی ہے۔

(ج) جیسا کہ ناموں سے ظاہر ہے محکمہ کے یہ فارم تجارتی بنیادوں پر نہیں بنائے گئے ہیں بلکہ یہ فارم اپنی افادیت کے لحاظ سے صوبہ پنجاب میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ جن میں زیادہ تر تحقیقاتی اور تجرباتی نوعیت کے ہیں۔ ان میں علاقہ کے حالات، آب و ہوا اور زمین کی مطابقت کے حساب سے زرعی تحقیقات کی جاتی ہیں۔ ان فارموں سے مطلوبہ نتائج حاصل ہو رہے ہیں۔ اس لیے حکومت ان فارموں کو فروخت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

کراپس رپورٹنگ کی کارکردگی

*633۔ملک ممتاز احمد بھچر، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

محکمہ کراپس (CROPS) رپورٹنگ کے فرائض کیا ہیں اور کیا حکومت اس شعبہ کی کارکردگی سے مطمئن ہے؛ آیا ان کے جمع کردہ اعداد و شمار حقیقی ہوتے ہیں یا فرضی؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)،

1۔ محکمہ کراپ رپورٹنگ سروس پنجاب کے مندرجہ ذیل فرائض ہیں۔

گندم، چاول، کپاس، کماد، اور مکئی و دیگر فصلات پھل، سبزیات، مصالحہ جات، چارہ

(*** گوشوارہ (الف) اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

جات و دیگر فصلات کے تخمینہ جات برائے رقبہ و پیداوار مقررہ تواریخ کے مطابق حکومت کو مہیا کرنا۔

تخمینہ جات فصلات	تعداد
(الف) دھان، کماد، کپاس، گندم، چنا، آلو	تین عدد ہر فصل کے لیے
(ب) باجرہ، جوار، مکئی، تل، مونگ، ماش، دیگر پھلی دار اجناس، جو، پیاز، سرسوں، رایا وغیرہ مسور، مٹر و دیگر دالیں، تمباکو،	دو عدد ہر فصل کے لیے
(ج) ہلدی، مرچ، مونگ پھلی، سویابین، کسنبہ سورج مکھی، خریف و ربیع کی تمام سبزیات، چارہ جات اور پھل	ایک عدد ہر فصل کے لیے

2۔ میلان رقبہ، قیمت برداشت کماد اور زرعی مشینری کے اعداد و شمار اکٹھے کرنا۔

3۔ رقبہ اور پیداوار کا قبل از وقت اندازہ لگانے کے لیے وقتاً فوقتاً سروے کرتے رہنا۔

4۔ زرعی مشینری کی تعداد قسم قیمت اور دیگر سروے کروانا۔

5۔ زرعی شماریات پر تمام اعداد و شمار اکٹھے کرنا اور ریکارڈ رکھنا۔

6۔ زرعی اعداد و شمار بشمول رقبہ و پیداوار، اوسط پیداوار زرعی مشینری، کماد بارش، درجہ حرارت میلان رقبہ، نہری پانی کا اخراج پر اعداد و شمار اکٹھے کرنا اور کتب شائع کرنا۔

7۔ موجودہ طریقہ سروے پر تحقیق کر کے نئی اختراعات پر عمل درآمد کرنا۔

8۔ فصلات کی پیداواری لاگت کا تخمینہ پیداواری لاگت کمیٹی کے مشورہ سے تیار کرنا۔

9۔ حکومت کی طرف سے تفویض کردہ مقاصد کے لیے سروے کرنا اور رپورٹ مرتب کرنا۔

مندرجہ بالا اہم اور نازک امور سے واضح ہو جاتا ہے کہ کراپ رپورٹنگ سروس ملکی معاشی ترقی میں گراں قدر خدمات سرانجام دیتی ہے اور زرعی منصوبہ بندی میں اہم فریضہ سر انجام دے رہی ہے۔

2۔ شعبہ کی کارکردگی

محکمہ تمام حقائق اور اعداد و شمار سائنسی طریقہ کار سے اکٹھا کر کے تخمینہ جات بناتا

ہے جو زرعی شماریاتی بورڈ کے سامنے منظوری کے لیے پیش کیے جاتے ہیں جو کافی بحث و تمحیص اور ٹھوس دلائل کی بنیاد پر منظور کیے جاتے ہیں۔ اس لیے محکمہ کی کارکردگی نہایت تسلی بخش ہے۔

3۔ اعداد و شمار حقیقی ہوتے ہیں یا فرضی۔

شعبہ کراپ رپورٹنگ کے تیار کردہ اعداد و شمار حقیقت کے قریب ہوتے ہیں۔

سوسائٹی انسداد بے رحمی حیوانات کے چالان

*712۔ جناب ایس۔ اے۔ حمید، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 97-1996ء کے دوران ضلع گوجرانوالہ میں سوسائٹی برائے انسداد بے رحمی حیوانات نے کل کتنے چالان عدالت میں پیش کیے۔

(ب) ان چالانوں پر کتنا جرمانہ وصول ہوا اور کتنے چالان عدالت میں زیر التواء ہیں اور کتنی دیر سے زیر التواء ہیں، تفصیل بتائی جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) سال 97-1996ء کے دوران ضلع گوجرانوالہ میں انسداد بے رحمی جانوراں ایکٹ کے تحت کیے گئے چالانوں کی تعداد 3437 ہے۔ جو عدالت میں پیش کیے گئے۔

(ب) ان چالانوں پر 2,03,200 روپے جرمانہ وصول ہوا۔ زیر التواء چالانوں کی تعداد 1939 ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جولائی 1996ء	127
اگست 1996ء	133
ستمبر 1996ء	152
اکتوبر 1996ء	154
نومبر 1996ء	161
دسمبر 1996ء	169
جنوری 1997ء	199

فروری 1997ء	163
مارچ 1997ء	223
اپریل 1997ء	155
مئی 1997ء	179
جون 1997ء	144
میزان=	1939

دفتر تحفظ اراضی کھاریاں کی منتقلی

*726۔چودھری لیاقت علی بھدر، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ زراعت کے شعبہ انجینئرنگ تحفظ اراضی کا ایک دفتر کھاریاں میں گزشتہ 50 سال سے قائم ہے جہاں سے غریب زمین داروں کو زرعی مشینری اور بلڈوزر وغیرہ رعایتی قیمت پر مہیا کیے جاتے ہیں اور بارانی علاقے کی ضروریات پوری کرتا ہے' کو کھاریاں سے ضلع جہلم میں منتقل کیا جا رہا ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے نیز یہاں سے دفتر منتقل کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)

(الف) یہ درست ہے کہ محکمہ زراعت کے شعبہ انجینئرنگ تحفظ اراضی کا ایک دفتر 67-1966ء سے کھاریاں میں قائم ہے۔ اس دفتر کے ذریعے زرعی مشینری اور بلڈوزر زمین داروں کو رعایتی نرخوں پر فراہم کیے جاتے ہیں جو کہ بارانی علاقہ کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ جہاں تک اس دفتر کی کھاریاں سے جہلم منتقلی کا تعلق ہے اس ضمن میں صورت حال یہ ہے کہ ڈائرکٹر تحفظ اراضی نے یہ دفتر یونٹ سپروائزر کھاریاں سے یونٹ سپروائزر جہلم' کرایہ کی عدم دست یابی کیوجہ سے منتقل کر دیا تھا کیوں کہ یہ دفتر کرایہ کی عمارت میں تھا۔ زمین داروں/ کاشت کاروں کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈائرکٹر جنرل زراعت (فیلڈ) پنجاب لاہور نے یونٹ سپروائزر تحفظ اراضی کا دفتر دوبارہ کھاریاں بحال کرنے کے احکام بذریعہ چٹھی مورخہ 21-6-1997 جاری کر دیے ہیں جس کی نقل*** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

*** (نقل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

اس علاقے کے زمین داروں/کاشت کاروں کو بلڈوزر کی سہولت کھاریاں یونٹ سے بدستور مہیا ہوتی رہے گی۔

(ب) جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ دفتر کی تنظیمی کے احکامات بحکم ڈائرکٹر جنرل زراعت (فیلڈ) پنجاب' لاہور بذریعہ چٹھی مورخہ 21-06-1997 منسوخ کر دیے گئے ہیں۔

ہرنالی ضلع گجرات مرکز مصنوعی نسل کشی کا قیام

*761۔ میاں طارق محمود، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اپریل 1996ء میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر مصنوعی نسل کشی گجرات نے ڈپٹی ڈائرکٹر مصنوعی نسل کشی لاہور کو تجویز پیش کی تھی کہ ہرنالی ضلع گجرات میں مرکز مصنوعی نسل کشی قائم کیا جائے۔

(ب) اگر یہ درست ہے تو اس پر اب تک کیا کارروائی کی گئی اگر نہیں کی گئی تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) جز(الف) میں جواب دے دیا گیا ہے۔

ضلع راولپنڈی میں فش فارموں کی تعداد

*768۔ راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) سال 1995ء سے آج تک ضلع راولپنڈی میں مچھلیوں کی افزائش کے لیے محکمہ نے زمین داروں سے مل کر کل کتنے فش فارم قائم کیے ہیں اور ان پر کل کتنی لاگت آئی ہے نیز ان کو قائم کیے ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔

(ب) نیا فش فارم بنانے کے لیے محکمہ کی کیا پالیسی ہے اور اب تک ضلع راولپنڈی سے کتنی درخواستیں برائے فش فارم زیر غور ہیں ان کے نام اور پتہ جات کیا کیا ہیں۔

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) عرض ہے کہ 1995ء سے آج تک ضلع راولپنڈی میں مچھلیوں کی افزائش کے لیے محکمہ نے

زمین داروں سے مل کر 19 فش فارم قائم کیے ہیں۔ اس کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ یہ فش فارم زمین داروں نے اپنی مدد آپ کے تحت بنائے ہیں۔ محکمہ نے سستے ریٹ پر بلڈوزر محکمہ ایگریکلچر انجینئرنگ سے مہیا کروائے ہیں جس سے کھدائی ہوئی محکمہ ماہی پروری نے مفت ٹیکنیکل راہ نمائی فراہم کی ہے اور مفت زمین کا سروے کیا ہے۔

1995ء تک ضلع راولپنڈی میں فش فارمز کی کل تعداد 69 تھی جو کہ اب بڑھ کر 88 ہو چکی ہے 1995ء سے آج تک قائم ہونے والے فارمز کی فہرست***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ راولپنڈی ضلع میں زمین پتھریلی ہے اور فش فارمز بارش کے پانی پر انحصار کرتے ہیں۔

(ب) فش فارم بنانے کے لیے خواہش مند زمین دار تکنیکی و فنی سہولت کی فراہمی کے لیے ایک سادہ کاغذ پر محکمہ کو درخواست دیتا ہے جس کے موصول ہوتے ہی محکمہ کے متعلقہ ضلعی دفتر کا عملہ درخواست دہندہ کی زمین کا تفصیلی معائنہ کرتا ہے۔ زمین سے مٹی اور پانی کے نمونہ جات حاصل کر کے تجزیہ کے لیے محکمہ کی لیبارٹریوں میں بھیجتا ہے جہاں پر ان نمونہ جات کا مفت تجزیہ کیا جاتا ہے۔ متعلقہ فش فارم کا ڈیزائین اور موزونیت رپورٹ بنا کر زمین دار کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ اگر زمین دار مچھلی فارم بنانے کے لیے زرعی بنک کسی اور بنک یا ادارے سے قرضہ حاصل کرنے کا خواہاں ہو تو محکمہ اپنی سفارشات کے ساتھ اس کی مدد کرتا ہے۔ مچھلی فارم بنانے کے لیے بلڈوزر کی فراہمی کے لیے محکمہ ماہی پروری کی طرف سے محکمہ ایگریکلچر انجینئرنگ کو سفارش کی جاتی ہے۔ جہاں سے زرعی قرضوں پر زمین دار کو بلڈوزر مل جاتا ہے۔ ڈویژنل وضلعی سطح پر قائم محکمہ کی ہیچریوں و نرسریوں سے فارمر کو ارزاں نرخوں پر بچہ مچھلی فراہم کیا جاتا ہے۔ فارم قائم ہو جانے کے بعد محکمہ کا توسیعی عملہ فارم کا وقتاً فوقتاً معائنہ کر کے زمیندار کو موقع پر ہی فنی مشورہ جات دیتا ہے۔ علاوہ ازیں محکمہ ماہی پروری کے تربیتی مراکز پر مناسب وقفوں سے نجی شعبہ سے فش فارمز کے لیے تربیتی کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔

مچھلی فارم بنانے اور اس کو چلانے کے لیے محکمہ ماہی پروری زمین داروں کو فنی وتکنیکی سہولیات بالکل مفت فراہم کرتا ہے۔ اس وقت ضلع راولپنڈی سے برائے فش فارمنگ (8)

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

عدد درخواستیں زیر غور ہیں۔ جن کی تفصیلی فہرست ضمیمہ (ب) کے تحت ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جس پر نام اور پتہ جات درج ہیں۔

حلقہ پی پی 11 راولپنڈی میں وٹرنری ہسپتالوں کی تعداد

*769۔ راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) حلقہ نمبر پی۔پی 11 میں ویٹرنری ہسپتالوں کی تعداد کیا ہے اور یہ کن کن یونین کونسلوں میں واقع ہیں۔ جن یونین کونسلوں میں یہ سہولت نہیں ان کے نام کیا ہیں۔

(ب) ان ہسپتالوں میں سالانہ کتنا بجٹ دیا جاتا ہے اور کتنی ادویات فراہم کی گئی ہیں، تفصیل بتائی جائے۔

(ج) نئے ویٹرنری ہسپتال کے اجراء کا کیا طریقہ کار ہے اور اس سلسلہ میں حکومت کی پالیسی کیا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)۔

(الف) حلقہ پی۔پی 11 میں ایک ویٹرنری ہسپتال، برانچ ویٹرنری ڈسپنسریاں اور تیرہ ویٹرنری سنٹر ہیں۔ یہ جن یونین کونسلوں میں واقع ہیں۔ ان کی تفصیل گوشوارہ (الف) کے تحت ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ حلقہ پی۔پی 11 میں کوئی یونین کونسل ایسی نہیں جہاں ویٹرنری ہسپتال ویٹرنری ڈسپنسری یا ویٹرنری سنٹر نہ ہو۔

(ب) ویٹرنری ہسپتال، ڈسپنسری، سنٹر کے لیے علیحدہ علیحدہ بجٹ مخصوص نہ ہے۔ ضلع کونسل راولپنڈی نے سال 97-1996ء کے لئے 15 لاکھ روپے کی ادویات ضلع بھر کے لئے خریدیں۔ ان ہسپتالوں میں رجسٹرڈ بیمار جانوروں کے حساب سے ادویات تقسیم کی جاتی ہیں۔ پنجاب میں پراونشل گورنمنٹ جو ادویات خریدتی ہے وہ ضلع کے کوٹا کے حساب سے تقسیم کی جاتی ہیں۔ ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں جو ادویات 97-1996ء میں فراہم کی گئی ہیں ان ادویات کی تفصیل گوشوارہ (ب)*** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** گوشوارہ (ب) اور فہرست ضمیمہ اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ج) ویٹرنری ہسپتال کا اجراء ضلع کونسل کی ذمہ داری ہے اور ضلع کونسل ہی نیا ہسپتال کھولتی ہے۔ محکمہ امور پرورش حیوانات علاقہ کے نمائندوں کے مطالبہ پر سفارش کرتا ہے اور ہسپتال کے قابل عمل ہونے کی رپورٹ تیار کرتا ہے۔

محکمہ پرورش حیوانات کے ریسٹ ہاؤسز کی تعداد

*792۔ خواجہ محمد اسلام، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ کے زیر انتظام کتنے ریسٹ ہاؤسز کہاں کہاں واقع ہیں ان کی تعمیر پر کتنی رقم خرچ ہوئی اور ان میں رہائش کی گنجائش کتنی ہے۔

(ب) سال 1994ء سے 1997ء تک ان ریسٹ ہاؤسز میں کون کون سے افراد ٹھہرے اور ان سے کتنا کرایہ وصول ہوا۔ ہر ریسٹ ہاؤس کے حساب سے الگ الگ تفصیل بتائی جائے۔

(ج) ان ریسٹ ہاؤسز کے عملہ، پانی، بجلی، سوئی گیس اور مرمت کرنے پر کتنا خرچہ ہوا، تفصیل سال وار بتائی جائے۔

(د) ان افراد کے نام اور پتہ جات کیا ہیں، جن کے ذمہ ابھی تک کرایہ کی رقم واجب الادا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)۔

(الف) محکمہ کے زیر انتظام اس وقت چار ریسٹ ہاؤسز ہیں یہ جہاں واقع ہیں ان کی تعمیر پر کتنی رقم خرچ ہوئی اور ان میں رہائش کی کتنی گنجائش ہے تفصیل بر گوشوارہ (الف) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سال 1994ء سے 1997ء تک محکمہ کے ریسٹ ہاؤسز میں جو افراد ٹھہرے اور ان سے جتنا کرایہ وصول ہوا۔ ہر ریسٹ ہاؤس کے حساب سے تفصیل بر گوشوارہ "ب" ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل بر گوشوارہ "ج" ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) کسی فرد کے ذمہ محکمہ کے ریسٹ ہاؤسز کے کرایہ کے ضمن میں کوئی رقم واجب الادا نہ ہے۔

(*** گوشوارہ الف ب اور ج اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

محکمہ جنگلات کے ریسٹ ہاؤسز کی تعداد

*794۔ خواجہ محمد اسلام، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) محکمہ جنگلات کے زیر انتظام کتنے ریسٹ ہاؤسز ہیں۔ یہ کہاں کہاں واقع ہیں اور کتنے سرمایہ سے تعمیر ہوئے تھے ہر ایک میں رہائش کی کتنی گنجائش اور عملہ کی تعداد کیا ہے۔

(ب) سال 1994ء سے 1997ء تک ان ریسٹ ہاؤسز میں کون کون سے افراد ٹھہرے اور ان سے کتنا کرایہ وصول کیا گیا۔ تفصیل الگ الگ بتائی جائے۔

(ج) ان افراد کے نام کیا ہیں جن کے ذمہ ابھی تک ان ریسٹ ہاؤسز کا کرایہ واجب الادا ہے اور کتنا کرایہ واجب الادا ہے۔

(د) ان ریسٹ ہاؤسز کا بجلی، سوئی گیس، پانی اور مرمت کا سالانہ خرچ کیا ہے تفصیل الگ الگ بتائی جائے؟

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) محکمہ جنگلات پنجاب کے زیر انتظام 43 ریسٹ ہاؤسز ہیں۔ ان کا محل وقوع، لاگت تعمیر، رہائش کی گنجائش اور عملہ کی تعداد کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج)

نمبر شمار	نام افراد	کرایہ واجب الادا
1۔	رائے اعجاز احمد سابقہ وزیر جنگلات پنجاب	8,920/-
2۔	میاں محمد ادریس، بوساطت رائے اعجاز احمد	57,120/-
3۔	کیپٹن سیف اللہ بوساطت رائے اعجاز احمد	4,560/-
	میزان	70,600/-

(د) ان ریسٹ ہاؤسز کی بجلی، سوئی گیس، پانی اور مرمت کے سالانہ خرچہ کی الگ الگ تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ زراعت میں میرٹ پالیسی کے خلاف ترقی

*818۔ سردار سعید انور، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(*** تفصیلات اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موجودہ حکومت نے تمام تقرریوں/ترقیوں اور تعیناتیوں پر میرٹ پالیسی اپنانے کا اعلان کر رکھا ہے۔

(ب) اگر ایسا ہے تو محکمہ زراعت (توسیع) میں ڈائرکٹر جنرل زراعت(توسیع وتحقیق) کی پوسٹ پر چودھری عبدالغفار جو کہ بہت جونیئر آدمی ہیں کو کس بنیاد پر تعینات کیا گیا ہے۔ جب کہ اس سے سینیئر دو افسران موجود ہیں؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)

(الف) جی ہاں۔

(ب) چودھری عبدالغفار کی بطور ڈائرکٹر جنرل(توسیع) تعیناتی 15-5-97 کو کی گئی۔ اس وقت کی صورت حال کے مطابق مسٹر غلام عباس جلوی جو توسیع ونگ کے سب سے سینیئر (اور بی۔ ایس20 میں واحد) افسر ہیں۔ ڈائرکٹر جنرل پنجاب لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی کے عہدہ پر فائز تھے۔ نیز وہ دو دفعہ پیشتر ڈائرکٹر جنرل(توسیع) کے عہدہ پر فائز رہ چکے تھے۔ اس لیے ان کی تیسری مرتبہ ڈائرکٹر جنرل(توسیع) تعیناتی مناسب نہ تھی۔ دوسرے نمبر پر چودھری بشیر احمد صابر ڈائرکٹر زراعت (بی۔ایس19) تھے جن کے خلاف محکمانہ انکوائری چل رہی تھی۔ جس میں بعد میں انہیں(Minor Penalty) بھی دی گئی۔ اس لیے ان کو ڈائرکٹر جنرل زراعت توسیع) تعینات کیا جانا مناسب نہ تھا۔ تیسرے نمبر پر نثار احمد بودلہ ہیں جو کہ مارچ 1998ء تک لمبی رخصت پر ہیں۔ اس کے بعد چوتھے نمبر پر چودھری عبدالغفار ہیں جن کو اپنے ہی پے سکیل میں بطور ڈائرکٹر جنرل زراعت(توسیع) تعینات کیا گیا ہے۔ اس لیے میرٹ کی خلاف ورزی نہ کی گئی ہے۔

محکمہ زراعت کے بلڈوزروں کی تعداد

*857۔جناب محمد افضل خان، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) محکمہ زراعت کے شعبہ ایگریکلچرل انجنیئرنگ کے پاس کتنے بلڈوزر ہیں اور گزشتہ تین سال میں ہر سال کتنے گھنٹے ان سے کام لیا جا سکا۔ محکمہ کو بطور کرایہ کتنی آمدن ہوئی۔

(ب) اس عرصہ میں بلڈوزروں کی مرمت پر اور ڈیزل، تیل اور پرزہ جات پر کتنے اخراجات آئے۔ ان بلڈوزروں سے منسلک عملہ جن میں آپریٹر، ہیلپر مکینک وغیرہ شامل ہیں کی تنخواہ پر ہر

سال کتنے اخراجات آئے۔

(ج) کیا محکمہ کم از کم پانچ سال کی لیز پر بلڈوزر کرائے پر حاصل کرنے اور محکمہ کو مختصر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)،

(الف) محکمہ زراعت کے شعبہ زرعی انجینئرنگ کے پاس اس وقت 553 عدد بلڈوزر ہیں اور گزشتہ 3 سالوں میں ان بلڈوزروں سے جتنے گھنٹے کام لیا جا سکا اور ان سے محکمہ کو جو آمدنی بطور کرایہ حاصل ہوئی اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	کارکردگی گھنٹوں میں	کل آمدن (ملین روپے)	زرتلافی سب سڈی	آمدن رعایتی نرخوں میں (ملین روپے)
1994-95	689491	470.52	314.90	155.62
1995-96	653314	459.88	328.73	131.15
1996-97	562610	397.21	284.79	112.42

(ب) اس عرصہ میں بلڈوزروں کی مرمت، ڈیزل، تیل اور پرزہ جات پر جو اخراجات آئے اور منسلک عملہ جن میں آپریٹر، ہیلپر، مکینک وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تنخواہ پر سالانہ اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	خرچہ ڈیزل/ تیل	خرچہ مرمت / پرزہ جات	منسلک عملہ کی تنخواہ کا خرچہ	کل سالانہ خرچہ
1994-95	63307518	33044632	57038834.58	137294759.91
1995-96	64199561	39518535	6574345.88	122373391.36
1996-97	718664775	42099625	6461419.1	148252864.49

(ج) اس ضمن میں گزارش ہے کہ محکمہ کم از کم 5 سال کی لیز پر بلڈوزر کرائے پر حاصل کرنے اور محکمہ کو مختصر کرنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتا ہے۔

زرعی مشینری کی خرید

*915۔ راؤ اقبال احمد خان، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 1993ء سے 1996ء کے دوران پنجاب زرعی انجینئرنگ کے محکمہ نے کتنی زرعی مشینری، پرزہ جات خرید کیے۔

(ب) اس مشینری کے کرایہ سے کتنی رقم حاصل ہوئی۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ سال 1996ء میں زرعی انجینئرنگ فیصل آباد کے ذیلی دفتر گوجر خان سے اسوزو لوڈر چوری ہوا تھا اس کی قیمت خرید کیا تھی۔ کیا یہ لوڈر برآمد ہوا ہے، نیز برآمدگی کے لیے کیا کارروائی کی گئی؟ محکمہ کے کس اہلکار یا آفیسر کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)۔

(الف) سال 1993ء سے 1996ء کے دوران پنجاب زرعی انجینئرنگ کے محکمہ نے جو زرعی مشینری اور پرزہ جات خرید کیے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	قیمت خرید زرعی مشینری	قیمت خرید پرزہ جات	کیفیت
1993-94	40,91,52,480	3,20,65,068	113 عدد بلڈوزر اور 2 عدد ٹرانسپورٹر یہ مشینری جاپان حکومت سے بطور امداد حاصل ہوئی۔
1994-95	1,08,00,000	3,15,88,347	6 عدد ٹرانسپورٹر خرید کیے گئے۔
1995-96	1,11,23,930	4,17,01,960	5 عدد ٹرانسپورٹر خرید کیے گئے۔

(ب) 1993ء سے 1996ء کے دوران پنجاب زرعی انجینئرنگ کے محکمہ نے بلڈوزر چلانے کے لئے پرزہ جات اور بلڈوزر خرید کیے۔ اس طرح کل بلڈوزر 553 سے جو آمدن حاصل کی وہ درج ذیل ہے۔

سال	کل آمدن (ملین روپے)	زر تلافی (سب سڈی)	آمدن (رعائتی نرخوں پر)
1993-94	471.74	315.72	126.28
1994-95	470.52	314.90	155.62
1995-96	459.88	328 73	131 95

(ج) اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ سال 1996ء میں گوجر خان سے کوئی اسوزو لوڈر چوری نہیں ہوا

تھا۔ تاہم 2-12-95 کو ہینو لوڈر چوری ہوا تھا' اس کی قیمت خرید 18,00,000 روپے تھی۔ اس کی ایف۔ آئی۔ آر فوری طور پر درج کروائی گئی۔ اس کی برآمدگی کے لیے متعلقہ اعلیٰ حکام کو لکھا گیا لیکن پولیس حکام لوڈر برآمد کرنے میں ابھی تک ناکام رہے۔ متعلقہ اہل کاروں کے خلاف محکمانہ کارروائی کی گئی جس میں لوڈر ڈرائیور اور چوکیدار کو سزا دی گئی۔ تاہم بعد میں ڈائرکٹر جنرل زراعت (فیلڈ) پنجاب نے کیس سیکرٹری زراعت پنجاب کو بھجوا دیا۔ سیکرٹری زراعت نے نائب زرعی انجینئر' سپروائزر' لوڈر' ڈرائیور اور چوکیدار کو معطل کر دیا لیکن ان احکامات کے خلاف نائب زرعی انجینئر نے لاہور ہائی کورٹ سے حکم امتناعی حاصل کر لیا اور ہائی کورٹ نے اس کی معطلی کے احکامات معطل کر دیے ہیں اور دوسرے اہل کاروں نے این۔ آئی۔ آر۔ سی سے حکم امتناعی حاصل کر لیا اس وقت کیس عدالت میں زیر سماعت ہے اور ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ جونہی عدالت عالیہ سے فیصلہ ہو گا۔ مزید کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

مارکیٹ کمیٹی پیر محل کی آمدن/ اخراجات کی تفصیل

*916۔ راؤ اقبال احمد خان، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) مارکیٹ کمیٹی پیر محل تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی کتنی اراضی (سرائے برائے آرام کاشت کاران و گڈا خانہ(برائے آرام مویشیاں) تھی۔

(ب) اس اراضی کو کب اور کس کے حکم سے فروخت کیا گیا اور کس نے فروخت کی۔ کتنی رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرائی گئی۔

(ج) اس مارکیٹ کمیٹی پیر محل کی آمدنی کتنی ہے اور اخراجات کتنے ہیں۔ ملازمین کی کل تعداد کتنی ہے تفصیل بتائی جائے؛ نیز ایسے کتنے ملازم ہیں جو اس ادارہ سے تنخواہ وصول کرتے ہیں اور کام کسی اور جگہ کرتے ہیں؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)،

(الف) مارکیٹ کمیٹی پیر محل تحصیل کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ نے 5 کنال 17 مرلے اور 4 سرسابی زمین برائے سرائے آرام کاشت کاران و گڈا خانہ (برائے آرام مویشیاں) حاصل کی تھی۔

(ب) مارکیٹ کمیٹی پیر محل نے بذریعہ قرار داد نمبر 9 اجلاس منعقدہ 9-10-89 کے تحت مذکورہ بالا

اراضی میں پلاٹ بنا کر کرائے پر دے دیے جس سے سالانہ مبلغ -/56035روپے کرائے کی مد میں حاصل کر کے مارکیٹ کمیٹی کے فنڈ میں جمع کروائے جاتے ہیں۔

(ج) مارکیٹ کمیٹی پیر محل کی سال 97-1996ء کی کل آمدن مبلغ 7,41,219/65 روپے تھی جبکہ اسی عرصہ کے دوران کل اخراجات مبلغ 7,61,822/50 روپے تھے۔

مارکیٹ کمیٹی کے کل ملازمین کی تعداد 12 ہے۔ جو باقاعدہ دفتر حاضر ہو کر دفتری امور سر انجام دیتے ہیں۔ کوئی بھی ملازم ایسا نہ ہے جو کہ کام کسی اور جگہ کرتا ہو اور تنخواہ مارکیٹ کمیٹی سے لیتا ہو۔

چیئرمین مارکیٹ کمیٹی کا تقرر

*938۔حاجی امداد حسین، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) لاہور شہر میں کل کتنی مارکیٹیاں کمیٹی قائم ہیں اور یہ کہاں کہاں واقع ہیں۔

(ب) ان کے چیئرمین مقرر کرنے کا طریقہ کار اور میرٹ کیا ہے۔ اس وقت ان مارکیٹ کمیٹیاں کے چیئرمین کون کون ہیں اور ان کو کب مقرر کیا گیا تھا اور اس کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ ان کا مکمل پتہ بتایا جائے۔

(ج) چیئرمین مارکیٹ کمیٹی کو منڈی میں آنے والی اجناس کا لائسنس جاری کرنے کا اختیار کس قانون کے تحت حاصل ہے۔ مارکیٹ کمیٹی بادامی باغ کے چیئرمین نے یکم مارچ 1997ء سے آج تک کتنے اشخاص کو اجناس کا لائسنس جاری کیا اور اس کے پاس اس وقت حصول لائسنس کے لیے کتنی درخواستیں زیر کارروائی ہیں اور کب سے ہیں۔ جن اشخاص کو لائسنس دینے سے انکار کیا گیا ان کی تفصیل اور نام بتائے جائیں۔ ہر منڈی کے اجناس کے موجودہ لائسنس ہولڈروں کی تعداد نام و پتہ و حلقہ بتایا جائے۔ کیا ممبران اسمبلی کی کوئی کمیٹی مارکیٹ کمیٹیوں کے کام کا جائزہ لینے کے لیے بنائی گئی ہے۔

(د) ہر مارکیٹ کمیٹی کی سالانہ آمدن و اخراجات کی تفصیل الگ الگ بتائی جائے؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)

(الف) لاہور شہر میں اس وقت تین مارکیٹ کمیٹیاں قائم ہیں اور یہ درج ذیل مقامات پر واقع ہیں۔

1۔ مارکیٹ کمیٹی کوٹ لکھپت لاہور، واقع سبزی منڈی و پھل منڈی کوٹ لکھپت فیروز پور روڈ

لاہور

2۔ مارکیٹ کمیٹی لاہور (بادامی باغ) واقع جنرل بس اسٹینڈ بادامی باغ لاہور

3۔ مارکیٹ کمیٹی ملتان روڈ لاہور' واقع 96۔ مہران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن نزد بیتر فیکٹری ملتان روڈ لاہور

(ب) مارکیٹ کمیٹی کے چیئرمین ' حکومت پنجاب محکمہ زراعت' متعلقہ ضلع کونسل / ڈپٹی کمشنر کے ارسال کردہ نامزد زمیندار ممبران کے ڈبل پینل میں سے سنگل پینل پر مشتمل زمیندار ممبران کے نام مشتہر کرتی ہے اور ازیں متعلقہ چیئرمین ضلع کونسل /ڈپٹی کمشنر کے زیر نگرانی افتتاحی اجلاس میں تمام ممبران (بشمول زمیندار ممبرز' مال منڈی ممبرز' صارف ممبر و سرکاری ممبر) بذریعہ شو آف ہینڈ یا متفقہ طور پر چیئرمین کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ جبکہ چیئرمین مارکیٹ کمیٹی کے امیدوار /انتخاب کے لیے ضروری ہے کہ وہ متعلقہ مارکیٹ کمیٹی کے رقبہ مشتہرہ منڈی کا زمیندار ہو۔ مزید یہ کہ اس وقت لاہور شہر میں کسی بھی مارکیٹ کمیٹی میں چیئرمین مقرر نہ ہے۔ البتہ عارضی انتظام کے طور پر ایڈمنسٹریٹر مقرر کیے گئے ہیں۔

(ج) i) چیئرمین مارکیٹ کمیٹی کو منڈی میں آنے والی اجناس کا کاروبار کرنے والے کمیشن ایجنٹ حضرات کو "دی پنجاب ایگریکلچرل پروڈیوس مارکیٹس آرڈیننس مجریہ 1978ء کے زیر دفعہ 6 و (جنرل) رول مجریہ 1979ء کے زیر رول 4(3)" کے تحت لائسنس جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

ii) مارکیٹ کمیٹی لاہور نے یکم مارچ 1997ء سے ستمبر 1997ء تک زیر دفعہ 35,6 لائسنس جاری کیے۔ صرف دو عدد درخواستیں جن کے نام حسب ذیل ہیں' زیر التواء ہیں۔

1۔ مسٹر اصغر علی ولد چودھری محمد صدیق' سکنہ فاروق آباد بند روڈ سراج پورہ' لاہور

2۔ چودھری طالب حسین ولد چودھری محمد یاسین قاری کالونی بند روڈ داروغہ والا' لاہور

ان درخواستوں کی تصدیق کے لیے انجمن آڑھتیاں سنگھ پورہ کو تحریر کیا گیا تھا کہ آیا وہ سنگھ پورہ منڈی کے اندر کسی جگہ پر قابض ہیں یا کرایہ دار یا مالک ہیں۔ انجمن آڑھتیاں نے تحریری طور پر مارکیٹ کمیٹی کو مطلع کیا ہے کہ ان اشخاص کا منڈی سے دور کا بھی واسطہ نہ

ہے۔ اس وجہ سے ان کو لائسنس جاری نہ کیے گئے ان درخواستوں کی کاپیاں*** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں نیز مارچ 1997ء سے تاحال جاری کردہ نئے لائسنسوں کی تفصیل بر ضمیمہ(ج) بھی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

iii) لاہور شہر کی ہر منڈی کے موجودہ لائسنس ہولڈروں کی تعداد' نام و پتہ و حلقہ وغیرہ کی تفصیل بھی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ضمیمہ(د)

4۔ ممبران اسمبلی کی کوئی بھی کمیٹی مارکیٹ کمیٹیوں کے کام کا جائزہ لینے کے لیے تشکیل نہ دی گئی ہے۔

5۔ لاہور شہر کی تینوں مارکیٹ کمیٹیوں کا سال 1996-97ء میں کل آمدن و اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	مارکیٹ کمیٹی	کل آمدن	کل اخراجات
1۔	لاہور (بادامی باغ)	10262818	8734391
2۔	کوٹ لکھپت	4672352	4676804
3۔	ملتان روڈ	1744585	1662465

سبزی منڈی سنگھ پورہ لاہور کا رقبہ

*939۔حاجی امداد حسین، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

سنگھ پورہ (لاہور) کی سبزی منڈی کا کل کتنا رقبہ ہے اور اس رقبہ پر آڑھت کی غرض سے کتنی دوکانیں بنانے کا منصوبہ ہے اور ان دوکانوں کی الاٹمنٹ کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا جا رہا ہے؟

وزیر زراعت(چودھری محمد اقبال)

منڈی کے ابتدائی نقشہ کے مطابق آڑھت کی غرض سے 66 دکانیں بنانے کا منصوبہ تھا۔ جو کہ موقع پر ناجائز تجاوزات کی وجہ سے قابل عمل نہ ہو سکا۔ اب مارکیٹ کمیٹی لاہور ناجائز تجاوزات کو مدنظر رکھتے ہوئے دوبارہ نقشہ تیار کروا رہی ہے۔ اس لیے دکانوں کی حتمی تعداد نہ دی جا سکتی ہے۔ منڈی کی الاٹمنٹ کے لیے محکمہ زراعت حکومت پنجاب نے

(*** ضمیمہ و نقول اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

ڈپٹی کمشنر لاہور کی سربراہی میں الاٹمنٹ کمیٹی تشکیل دے دی ہے۔ جو کہ موقع پر موجود آڑھتیوں کو پلاٹ الاٹ کرے گی اور بقیہ پلاٹ نیلام عام کے ذریعے فروخت کیے جائیں گے۔

مائع نائٹروجن گیس کی تیاری

*1055۔ جناب شاہد محمود بٹ، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ لائیو سٹاک نے ایشیائی ترقیاتی بنک کے تعاون سے قرضہ حاصل کر کے شیخوپورہ اور قادر آباد میں مائع نائٹروجن گیس تیار کرنے کے لیے پلانٹ لگایا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس پلانٹ کے لیے عملہ بھرتی کر لیا گیا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بعض افسران کی ملی بھگت سے بازار سے مائع نائٹروجن گیس خریدی جا رہی ہے جس سے حکومت کو لاکھوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔

(د) اگر یہ درست ہے تو حکومت نے ان افسران کے خلاف اب تک کیا کارروائی کی ہے تفصیل بتائی جائے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) یہ درست نہ ہے۔ مائع نائٹروجن گیس کا پلانٹ حکومت پنجاب کی سکیم "Establishment of Semen Production Unit Kherimurat District Attock" کے تحت خرید کیا گیا تھا جو کہ شیخوپورہ میں نصب ہے۔ قادر آباد کا کوئی پلانٹ نہ ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ پلانٹ کی دیکھ بھال کے لیے عملہ بھرتی کر لیا گیا تھا۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔

پلانٹ ابھی چالو حالت میں نہ ہے۔ اس لیے گیس کی ضروریات بازار سے گیس خرید کر کے پوری کی جا رہی ہیں۔ محکمہ پلانٹ چالو کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔

(د) جواب جز "ج" میں دے دیا گیا ہے۔

لاہور ملک پلانٹ کے ساتھ ادارہ کسان کا اشتراک

*1058۔ خواجہ سعد رفیق، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے

کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور ملک پلانٹ حکومت نے غریب عوام کو صاف ستھرا دودھ فراہم کرنے کے لیے شروع کیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سال 96-1995ء میں سابق وزیر اعلیٰ پنجاب سردار عارف نکئی کے حکم پر لاہور ملک پلانٹ نے مالی مشکلات کے پیش نظر "ادارہ کسان" کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا اس معاہدے کی تفصیل (By Laws) اور معاہدہ پر دستخط کرنے والے افسران کے نام اور عہدے کیا تھے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور ملک پلانٹ اور "ادارہ کسان" کے درمیان معاہدے کے وقت دوسری پارٹیوں کو لاہور ملک پلانٹ چلانے کے لیے بذریعہ اخباری اشتہار مدعو نہ کیا گیا اور نہ ہی قواعد و ضوابط کی پابندی کی گئی اور صرف "ادارہ کسان" کو فائدہ پہنچانے کے لیے یہ خفیہ معاہدہ کیا گیا۔

(د) اگر جز (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ افسران کے خلاف کوئی اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) 11 نومبر 1996ء کو سابق وزیر اعلیٰ پنجاب سردار محمد عارف نکئی کے حکم پر لاہور ملک پلانٹ نے مالی مشکلات کے پیش نظر ادارہ کسان کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ معاہدہ کی فوٹو کاپی *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

معاہدہ پر دستخط کرنے والے افسران کے نام اور عہدے مندرجہ ذیل ہیں۔

از طرف کمپنی (ملک پلانٹ) چودھری محمد شفیع گل

سیکرٹری گورنمنٹ آف دی پنجاب، لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ

از طرف سوسائٹی (ادارہ کسان) ڈاکٹر ظفر الطاف، فیڈرل سیکرٹری، منسٹری آف فوڈ، ایگریکلچر اینڈ لائیو سٹاک اسلام آباد و چیئرمین ایگزیکٹو کمیٹی ادارہ کسان۔

(*** فوٹو کاپی اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

گواہان:۔

1۔ رضوان المقتدر، ڈپٹی سیکرٹری ٹیکنیکل گورنمنٹ آف دی پنجاب، ایل اینڈ ڈی۔ ڈی ڈیپارٹمنٹ

2۔ گراسے ہرنتھائی (جرمن) چیف ایڈوائزر ٹیکنیکل جی۔ ٹی زیڈ۔ ایگزیکٹو ممبر ادارہ کسان۔

3۔ سید احسان کاظمی۔ کوارڈی نیٹر، ادارہ کسان

(ج) یہ معاہدہ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر ہوا اور اس سلسلہ میں وزرائے کرام اور مختلف محکمہ جات کی میٹنگ کے بعد یہ معاہدہ کیا گیا۔ مزید برآں وفاقی حکومت اور جرمن حکومت کے مابین سالانہ معاہدہ برائے ترقیاتی فنڈ کے بموجب اس پر عمل درآمد کے لیے محکمہ کی طرف سے ادارہ کسان جو کہ ایک غیر سرکاری ترقیاتی تنظیم ہے، سے معاہدہ کیا گیا ہے اور معاہدہ مذکورہ محکمہ قانون حکومت پنجاب کے پاس ویٹنگ (Vetting) کے لیے بھیجا گیا ہے۔ جس کی نقل *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) چونکہ یہ معاہدہ افسران نے کار سرکار میں بموجب منشاء وفاقی حکومت وحکم وزیر اعلیٰ پنجاب (سابقہ) کیا ہے۔ لہٰذا افسران کے اقدامات خلاف کا کوئی جواز نہیں۔

لاہور ملک پلانٹ کی اراضی پر ناجائز قبضہ

*1060۔ خواجہ سعد رفیق، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) حکومت کے زیر انتظام چلنے والا لاہور ملک پلانٹ کب اور کتنے رقبے پر تعمیر ہوا۔ یہ رقبہ محکمہ مال کی طرف سے کتنے میں لاہور ملک پلانٹ کے لیے محکمہ امور پرورش حیوانات کو فروخت کیا گیا۔

(ب) تعمیر کے وقت مختص کیے گئے رقبے میں سے اس وقت لاہور ملک پلانٹ کے زیر تصرف کتنا رقبہ ہے اور بقیہ رقبہ کس ادارے /فرد یا سوسائٹی کے پاس ہے اور یہ کس مجاز افسر یا اتھارٹی کے حکم پر دیا گیا ہے۔

(*** نقل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ج) کیا یہ درست ہے کہ لاہور ملک پلانٹ کی کروڑوں روپے کی قیمتی اراضی پر لاہور کینٹ کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔

(د) اگر جز(ج) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت یہ رقبہ کب تک واگزار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجہ کیا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ(رانا محمد اقبال خان)۔

(الف) لاہور ملک پلانٹ 1967ء میں تعمیر ہوا۔ اس کا کل رقبہ 128 کنال 19 مرلے تھا اور رقبہ محکمہ مال کی طرف سے لاہور ملک پلانٹ کو برائے استعمال ڈیری پلانٹ بلا قیمت ٹرانسفر ہوا۔

(ب) اس وقت لاہور ملک پلانٹ کے زیر تصرف 98 کنال 9 مرلے رقبہ ہے۔ 15 کنال 16 مرلے 153 مربع فٹ رقبہ پر لاہور کینٹ کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی نے متبادل میں بلیوارڈ سڑک تعمیر کر لی ہے جبکہ 5 کنال 13 مرلے 129 مربع فٹ رقبہ برائے سیوریج اور دیگر ترقیاتی کام کے لیے سوسائٹی ہذا نے بورڈ آف ریونیو سے مزید طلب کیا ہوا ہے۔ سڑک مذکورہ کے دائیں کنارے کی طرف ٹیلی فون، سوئی گیس اور واٹر ٹینک کے لیے 8 کنال 19 مرلے 146 مربع فٹ رقبہ مزید طلب کیا گیا ہے۔ یہ رقبہ سابقہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر 1994ء میں محکمہ مال کی طرف سے دیا گیا ہے۔

(ج) لاہور ملک پلانٹ کی زمین سوسائٹی ہذا کے قبضہ میں ہے اور اس کے باقاعدہ انتقال/منظوری کی کارروائی بورڈ آف ریونیو اور لاہور کینٹ کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کے مابین چل رہی ہے۔

(د) بموجب جواب جز(ج) مذکورہ زمین کا معاہدہ بورڈ آف ریونیو اور لاہور کینٹ کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز کے مابین زیر کارروائی ہے اور اسی فیصلہ کے مطابق مزید کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

رعایتی نرخ پر قربانی کے جانور

*1084۔ چودھری سلطان محمود گوندل۔ کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ کی طرف سے عید الضحیٰ پر لوگوں کو رعایتی نرخوں پر قربانی کے جانور مہیا کیے جاتے ہیں اگر یہ درست ہے تو یہ سہولت کن لوگوں کو دی جاتی ہے اور اس کا

طریقہ کار کیا ہے۔

(ب) سال 1994ء سے 1996ء تک گریڈ 18 سے اوپر تک کے کتنے اشخاص کو رعائتی نرخوں پر جانور دیے گئے اور کس ریٹ پر؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)۔

(الف) یہ درست نہیں ہے۔ سرکاری فارموں پر جانوروں کی افزائش کا مقصد اعلیٰ اور معیاری جانور پیدا کرنا ہے۔ نر جانور مویشی پال/بریڈر حضرات کو اپنے جانوروں کی بذریعہ نسل کشی پیداواری صلاحیت بڑھانے کے لیے مقرر کردہ نرخوں پر قیمتاً فروخت کیے جاتے ہیں۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر جو جانور بچ جاتے ہیں قربانی کے لیے مقرر کردہ نرخ پر فروخت کیے جاتے رہے ہیں۔

(ب) سال 1994ء تا 1996ء درج ذیل اشخاص کو نیچے دیے گئے ریٹ پر جانور مہیا کیے گئے اور کسی کو بھی رعائتی نرخ پر جانور نہیں دیے گئے۔

سال	گریڈ 18 سے اوپر کے اشخاص کی تعداد	نرخ
1994ء	60	-/41 روپے فی کلو
1995ء	72	-/41 روپے فی کلو
1996ء	78	-/46 روپے فی کلو

محکمہ شکار کے جانور

*1086۔ چودھری سلطان محمود گوندل، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

کیا یہ درست ہے کہ 1985ء سے 1988ء کے دوران بیلہ ٹھٹھہ فقیراللہ تحصیل وزیر آباد میں محکمہ شکار نے کچھ جانور رکھنے کا منصوبہ بنایا تھا اگر یہ درست ہے تو اس سلسلہ میں اب تک کیا کام ہوا ہے اور اس پر کتنی رقم خرچ ہوئی اور کیا وہاں جانور موجود ہیں اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)۔

یہ درست ہے کہ محکمہ ہذا نے وزیر آباد کے نزدیک بیلہ ٹھٹھہ فقیراللہ میں وائلڈ لائف پارک/بریڈنگ اسٹیشن کے قیام کا منصوبہ بنایا۔ اس مقصد کے لیے محکمہ جنگلات کا 200 ایکڑ

رقبہ محکمہ تحفظ جنگلی حیات کے اس ترقیاتی منصوبے کے لیے مختص کیا گیا۔ یہ ترقیاتی منصوبہ ڈیپارٹمنٹل ترقیاتی کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ مورخہ 4-5-87 میں دو سال کے لیے منظور کیا۔

اس ترقیاتی منصوبے پر مالی سال 88-1987ء کے دوران -/13,07,820 روپے اور مالی سال 89-1988ء کے دوران 44,000 روپے خرچ کیے گئے۔ جس میں سے -/29,730 روپے انتظامی امور (عملے کی تنخواہ) پر خرچ کیے گئے اور -/14,270 روپے اگست، ستمبر میں سیلاب کے خطرہ کے پیش نظر بند کی مضبوطی پر خرچ کیے گئے۔ اس طرح دو سال کے عرصہ میں تقریباً ساڑھے تیرہ لاکھ روپے ترقیاتی کاموں پر خرچ ہوئے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تعمیر ایوری	2500 ایس۔ایف۔ٹی
تعمیر انکلوژر برائے جانوران	14,200 آر۔ایف۔ٹی
چین لنک	3,271 ایس۔ایف۔ٹی
تعمیر رہائش سپروائزر و سٹاف	2,400 ایس۔ایف۔ٹی
تعمیر بند	1,412,12.5 سی۔ایف۔ٹی
پتھر لگوائی برائے بند	14,063 سی۔ایف۔ٹی

بدقسمتی سے 1988ء کے سیلاب جو ستمبر کے مہینہ میں 27 اور 28 تاریخ کی درمیانی شب کو آیا کی وجہ سے اس ترقیاتی منصوبے کے تحت تعمیر شدہ ترقیاتی کاموں کو شدید نقصان پہنچا۔

یہ انتہائی شدید سیلاب تھا اور یہ چونکہ آفت ناگہانی تھی۔ لہٰذا تنصیبات کو اس سیلاب سے بچانا ناممکن تھا۔ جو کہ سیلاب کی نذر ہوگئیں۔ محکمہ بمشکل جانوروں کو بچا سکا اور انہیں جلو پارک منتقل کر دیا گیا۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

بہاول پور ڈویژن میں زرعی آلات کی تفصیل

9۔میاں عبدالستار، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال1996ء میں بہاول پور ڈویژن میں محکمہ زراعت نے کتنے زرعی آلات زمین داروں کو کرایہ پر دیے اور ان سے کتنی آمدنی ہوئی

(ب) بہاول پور ڈویژن میں دسمبر 1996ء تک کتنے زرعی آلات محکمہ زراعت کے پاس تھے ان کی اقسام اور تعداد کتنی ہے ان کی موجودہ حالت کیا ہے آئیٹم وائز تفصیل مہیا کی جائے؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال خان)۔

(الف) زرعی آلات بشمول چیزل پلو (Chisel Plow) مولڈ بورڈ پلو (Mould Board Plough)، ڈسک ارو (Disc Harrow)، ٹریکٹر ڈران بار حارو (Tractor Drawn Bar Harrow)، بلک ڈران بار حارو (Bullock Drawn Bar Harrow)، ٹریکٹر ڈران رجر (Tractor Drawn Ridger)، بلک ڈران رجر (Bullock Drawn Ridger)، ٹریکٹر مونٹیڈ ریپر (Tractor Mounted Reaper)، ٹریکٹر ڈران گراؤنڈنٹ ڈگر (Tractor Drawn Ground-Nut Digger)، اور زرعی مشینری جس میں ٹریکٹر اور بلڈوزر وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ فصل کی بوائی سے لے کر کٹائی تک استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایسے آلات جو زمین کی تیاری فصل کی بوائی، گوڈی، کھاد ڈالنے اور ادویات کا چھڑکاؤ، فصل کی کٹائی اور گہائی کے لیے ٹریکٹر کے ساتھ استعمال کیے جائیں۔ تکنیکی اعتبار سے زرعی آلات شمار کیے جاتے ہیں۔ جبکہ ٹریکٹر اور بلڈوزر وغیرہ، زرعی مشینری کہلاتی ہے۔

محکمہ زراعت کا شعبہ اصلاح آبپاشی، زرعی آلات بمعہ زرعی مشینری جبکہ شعبہ زرعی انجینئرنگ زرعی مشینری کاشتکاروں کو کرایہ پر فراہم کرتی ہے۔

سال1996ء میں ان دونوں شعبہ جات نے جو زرعی مشینری اور آلات بہاولپور ڈویژن کے کاشتکاروں کو کرایہ پر فراہم کی اور جو آمدنی وصول پائی شعبہ وار تفصیلات اس طرح سے ہیں۔

شعبہ اصلاح آبپاشی

نمبر شمار	نام دفاتر	تفصیل زرعی آلات	تفصیل آمدن
1۔	صادق آباد	ٹریکٹر بمعہ لیزر	27225/- روپے
2۔	احمد پور شرقیہ	۔ایضاً۔	42750/- روپے
3۔	منڈی یزمان	۔ایضاً۔	14925/- روپے
4۔	رحیم یار خان	1۔ لیزر	13250/- روپے

		2۔ چزل پلاؤ	70/- روپے
5۔	صادق آباد	سکرپیر	140/- روپے
		کل میزان	98360/- روپے

شعبہ زرعی انجینئرنگ۔

نمبر شمار	کرایہ پر فراہم کردہ مشینری		تفصیل آمدنی
1۔	بلڈوزر	74 عدد	17293042/- روپے
2۔	بورنگ پلانٹ	30عدد	345705/- روپے
	کل میزان	104 عدد	17638747/- روپے

(ب) بہاول پور ڈویژن میں دسمبر 1996ء تک زرعی آلات اور زرعی مشینری کی تعداد اور اقسام اور ان کی موجودہ حالت کی شعبہ وار تفصیل اس طرح سے ہے۔

شعبہ اصلاح آبپاشی۔

زرعی آلات۔ ان کی اقسام اور موجودہ حالت۔

نمبر شمار	نام ضلع	نام مشینری	کل تعداد	قابل استعمال	قابل مرمت ناکارہ
1۔	بہاول پور	سکرپیر	10	5	2 3
		ٹریکٹر	3	3	- -
		لیزر سیٹ	5	5	- -
		لیزر سکرپیر	7	7	- -
		ڈچر	9	3	3 3
		لینڈ پلز	3	2	- 1
		بارڈ ڈسک	6	5	- 1
		چزل پلاؤ	3	1	- 2
		کل میزان	46	31	5 10
2۔	رحیم یار خان	ٹریکٹر	1	1	- -
		لیزر سیٹ	3	3	- -

لیزر سکریپر	3	3	--
سکریپر	17	9	5 3
چزل پلاؤ	14	6	4 4
لینڈ پلز	5	2	3 -
ڈچر	3	2	1 -
رجر	3	3	- -
بارڈ ڈسک	5	5	--
کل میزان	54	34	13 7

شعبہ زرعی انجینئرنگ

کل زرعی آلات/مشینری= 143 عدد

موجودہ حالت

اقسام	تعداد	چالو	زیر مرمت	ناکارہ
بلڈوزر	74	51	23	-
بورنگ پلانٹ	30	30	-	-
ٹریکٹر	18	17	1	-
متفرق/ آلات	21	10	7	4

زیر مرمت مشینری کی آئیٹم وائز تفصیل درج ذیل ہے۔

بلڈوزر

نمبر	مشین نمبر		تاریخ خرابی
1۔	این۔کے۔ڈی	1	21-02-96
2۔	"	2	24-02-97
3۔	"	8	28-12-96
4۔	"	13	01-01-94
5۔	"	14	18-01-96

6۔	"	24	15-02-97
7۔	"	25	24-02-97
8۔	"	132	18-02-97
9۔	"	154	09-07-96
10۔	"	157	01-07-96
11۔	"	158	01-06-96
12۔	"	159	01-06-96
13۔	"	315	10-05-96
14۔	سی	483	01-07-93
15۔	"	484	01-11-95
16۔	"	497	10-03-96
17۔	"	488	01-03-97
18۔	"	489	24-03-97
19۔	"	491	31-07-95
20۔	"	493	18-07-95
21۔	"	494	01-04-97
22۔	"	495	01-01-95
23۔	"	543	01-03-97
ٹریکٹر	1عدد		28-02-96

متفرق آلات/مشینری

1۔	ڈسک پلو	1 عدد	18-03-96
2۔	بارڈر ڈسک	1 عدد	26-06-96
3۔	پوسٹ ہول ڈگر	1 عدد	18-03-96
4۔	فرٹیلائزر سپریڈر	1 عدد	26-06-96

5۔	کلٹیویٹر	2 عدد	26-06-96
6۔	لینڈ وہیل سکریپر	1 عدد	26-02-97

تحصیل خان پور میں کاشت کاروں کو جپسم کی فراہمی

11۔میاں عبدالستار، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

سال1997ء یکم جنوری تا 31 مارچ تک تحصیل خان پور میں کاشت کاروں کو کتنی جپسم فراہم کی گئی ہے اور کیا حکومت اس کو مزید آسان اور فائدہ مند بنانے کے لیے کوئی اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)

سال1997ء یکم جنوری تا31 مارچ تک تحصیل خان پور میں کاشت کاروں کو پنجاب زرعی ترقیاتی و سپلائی کارپوریشن کے ڈپوؤں پر76580 بوری جپسم مہیا کی گئی اور اس دوران تحصیل مذکورہ کے کاشت کاروں نے اپنی ضروریات کے مطابق20560 بوری رعایتی نرخ بحساب15 روپے فی بوری50 کلوگرام کارپوریشن کے ڈپوؤں سے خرید کی کلر زدہ زمینوں کو بہتر بنانے کے لیے زرعی ترقیاتی کارپوریشن کے اس قابل ستائش پراجیکٹ کے تحت تحصیل خان پور میں فی الحال جپسم کی وافر مقدار موجود ہے جو کاشت کاروں کو پہلے ہی رعایتی نرخوں پر بے حد آسانی سے دست یاب ہے۔

بہاول پور میں سرکاری بلڈوزرز کی تفصیل

12۔میاں عبدالستار، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) بہاول پور ڈویژن میں بلڈوزر بکنگ کیس کتنے زیر التواء ہیں۔ ان زیر التواء بکنگ کیسوں میں سب سے پرانے کیس کی تاریخ بکنگ کیا ہے۔

(ب) بہاول پور ڈویژن میں سرکاری بلڈوزر کتنے ہیں۔

(ج) کتنے چالو حالت میں اور کتنے خراب حالت میں ہیں۔

(د) خراب بلڈوزر کتنے عرصہ سے خراب پڑے ہوئے ہیں اور کیا وہ مرمت کے قابل ہیں۔

(ہ) کیا حکومت متذکرہ ڈویژن کے زمین داروں کی سہولت کے لیے مزید نئے بلڈوزر خرید کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)۔

(الف) 163عدد' 10-12-1989

(ب) 74 عدد

(ج) 51 بلڈوزر چالو حالت میں ہیں۔23بلڈوزر زیر مرمت ہیں۔

(د) خراب مشینوں کی تفصیل مہ تاریخ درج ذیل ہے۔

	مشین نمبر	تاریخ خرابی
این۔کے۔ڈی	1	21-02-96
"	2	24-02-97
"	8	28-12-96
"	13	01-01-94
"	14	18-01-96
"	24	15-02-97
"	25	24-02-97
"	132	18-02-97
"	154	09-07-96
"	157	01-07-96
"	158	۔ایضاً۔
"	159	01-06-96
"	315	10-05-96
ایس۔سی۔ڈی	483	01-07-93
	484	01-11-95
	497	10-03-96
	488	01-03-97
	489	24-03-97

491	31-07-95
493	18-07-95
494	01-04-97
495	01-01-95
543	01-03-97

یہ مشینیں قابل مرمت ہیں۔

(ہ) محکمہ زراعت شعبہ زرعی انجینئرنگ زمین داروں کی سہولت کے لیے مزید بلڈوزر خریدنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے

کاشتکاروں کی ترقی کے لیے زمینی وسائل کی آباد کاری اس منصوبہ کے تحت 875 بلڈوزر منگوانے کا پروگرام ہے۔ یہ منصوبہ صوبائی حکومت' پلاننگ و ڈویلپمنٹ محکمہ نے 22-01-96 کو منظور کر لیا تھا۔

کاشت کاروں کو سپرے مشین کی فراہمی

13۔میاں عبد الستار، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت کاشت کاروں کو سپرے مشین سب سڈی پر مہیا کرتی رہی ہے کیا اب وہ ایسا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور ضلع رحیم یار خان کو کتنی مشین دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)،

یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب' وفاقی حکومت کی طرف سے مہیا کردہ سپیشل گرانٹ (Productivity Enhancement Programme) کے تحت 1984-85 تا 1989-90ء تک کاشت کاروں کو رعائتی نرخوں پر سپرے مشینری مہیا کرتی رہی ہے۔

وفاقی حکومت کی امداد بند ہونے کے بعد کاشت کاروں کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ زراعت نے اپنے اندرونی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے 1994-95ء اور 1995-96ء میں مارکیٹ کمیٹیوں کے فنڈز کی وساطت سے کاشتکاروں کو سپرے مشینری رعایتی نرخوں پر مہیا کی۔ انہی فنڈز میں سے ضلع رحیم یار خان کو ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے کی

زرعی مشینری رعائتی نرخوں پر مہیا کی گئی۔

حکومت پنجاب کی مالی دشواریوں کے پیش نظر یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ جیسے ہی فنڈز دستیاب ہوں گے حکومت پنجاب کاشت کاروں کو دوبارہ رعایتی نرخوں پر سپرے مشینری مہیا کرے گی اور ضلع رحیم یار خان کو اس کا مطلوبہ حصہ فراہم کر دیا جائے گا۔

لیزر سکریپر / ٹریکٹر کی خرید

18۔میاں عبد الستار (PP-234) : کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) محکمہ اصلاح آبپاشی نے اب تک کتنے لیزر سکریپر اور ٹریکٹر خریدے۔ان کی کارکردگی کیسی رہی۔

(ب) حکومت نے (Repair & Spare Parts) اور ڈیزل وغیرہ کے لیے کتنا بجٹ مختص کیا اور محکمہ کی اصل ضروریات کیا تھی۔

(ج) عدم دست یابی بجٹ کے باعث اس مشینری کی کارکردگی کس حد تک متاثر ہوئی۔

(د) مستقبل قریب میں حکومت لیزر سکریپر کے چلانے کے لیے بجٹ دینے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)

(الف) محکمہ اصلاح آبپاشی نے مالی سال 92-1991 ، میں 4 لیزر سکریپر اور 6 ٹریکٹر آزمائشی بنیادوں پر خریدے۔ جن کے نتائج تسلی بخش رہے۔ نتیجتاً مالی سال۔93-1992 میں محکمہ نے مزید 139 لیزر سکریپر اور 70 ٹریکٹر حاصل کیے۔ ان میں وفاقی حکومت کی طرف سے فراہم کردہ 64 لیزر سکریپر 20 ٹریکٹر اور ایم پی اے گرانٹ کے تحت 50 لیزر سکریپر اور 45 ٹریکٹر بھی شامل ہیں۔ ان لیزر سکریپروں اور ٹریکٹروں کی کارکردگی حوصلہ افزا ہے۔

اب تک صوبہ پنجاب میں لیزر لیولنگ کے تحت تقریباً 45,000 ایکڑ سے زاید رقبہ کو جدید زرعی تقاضوں کے مطابق ہموار بنانے کا کام سرانجام دیا جا چکا ہے۔

(ب) حکومت نے مالی سال 93-1992ء میں محکمہ اصلاح آبپاشی کو لیزر سکریپر اور ٹریکٹروں کی خریداری کے علاوہ 3 لاکھ روپیہ ان کی مرمت اور 7 لاکھ روپیہ ڈیزل کی خریداری کے لیے فراہم کیا۔

مالی سال 94-1993ء سے 96-1995ء تک محکمہ کو حکومت کی طرف سے تقریباً 53 لاکھ روپیہ ڈیزل کی خریداری کے لیے دیا گیا۔ جبکہ محکمہ کو کم و بیش 84 لاکھ روپیہ ڈیزل اور 12 لاکھ روپیہ مشینری کی مرمت کے لیے درکار تھا۔

موجودہ سال 97-1996ء میں حکومت کی طرف سے بجٹ میں ترقیاتی اخراجات پر کی جانے والی کٹوتی کی بدولت کارکردگی متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔

(ج) ترقیاتی اخراجات کے لیے حکومت کی طرف سے جہاں دیگر مدوں کے لیے فراہم کیے گئے بجٹ میں کٹوتی کی گئی۔ وہاں لیزر اور ٹریکٹروں کے لیے مختص کیا گیا بجٹ بھی اسی تناسب سے متاثر ہوا۔

لہٰذا سال رواں میں حکومت کی طرف سے ترقیاتی اخراجات پر کٹوتی کی بدولت لیزر لیولنگ کی کارکردگی متاثر ہونے کا بھی امکان ہے۔

(د) موجودہ حکومت کی زرعی شعبہ کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے کاوش فکر اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ حکومت مطلوبہ مقدار میں فنڈز فراہم کرکے مشینری کی کارکردگی بہتر بنانے میں موثر کردار ادا کرے گی۔ محکمہ اصلاح آبپاشی نے اس ضمن میں سال 98-1997ء کے لیے جاری اور نئی اصلاح آبپاشی سکیموں کے لیے مطلوبہ بجٹ کی فراہمی کے لیے حکومت سے درخواست کی ہے۔ طلب کیے گئے تخمینہ کی مکمل فراہمی کی صورت میں مشینری سے مطلوبہ مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے گا۔

اخبارات میں اشتہارات کے اخراجات

62۔ چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

سال 94-1993ء سے 97-1996ء کے دوران محکمہ ہذا نے کتنی مالیت کے اشتہارات، کن اخباروں میں کن مقاصد کے تحت دیے تفصیل الگ الگ بتائی جائے؟

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)،

سال 94-1993ء سے 97-1996ء کے دوران محکمہ جنگلات پنجاب نے 1,30,80,868/98 روپے مالیت کے اشتہارات اخباروں میں دیے۔ جن اخباروں میں اشتہارات دیے گئے ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے،

پاکستان ٹائمز' دی نیوز' جنگ' پاکستان' نوائے وقت' وفاق' مشرق' خبریں' دعوت عمل(سرگودھا) خیرمقدم' شعلہ' عوام' تجارتی ایام' ضرورت' فرنٹ(سرگودھا) صدا رنگ جھنگ' عروج' مرکز اسلام آباد' دھن کھوٹ' چکوال' اعلان' راولپنڈی' مساوات' پارس بہاولپور' نوائے آزاد' دستور' بہاولپور' مغربی پاکستان بہاولپور' مشعل بہاول پور' سنگ میں بہاولپور' روزنامہ کائنات بہاولپور' سعادت بہاول پور' صدائے پاکستان بہاولپور' عوامی اخبار' صداقت' بزنس ریکارڈ' دی نیشن' ڈان' الاخبار' کارنامہ' دیدسنید' فرنٹیئر پوسٹ' دی مسلم' فیملی آداب عرض(ماہنامہ) جہاں نما' سیاست' خود مختار' اسلامی جمہوریہ' ہفت روزہ' کارکن' آفتاب' حقیقت' عزم' پاکستان ابزور' اردو ڈائجسٹ' سیاسی لوگ' آواز جہاں' تجارتی رہبر' مبارک' فیکٹز' زندگی' وومن ٹائم' آفاق'صورت حال' پیغام فیصل آباد' ماہنامہ پیوپار حق' تجارت' جرات' اخبار لاہور' اساس' عکس وطن' قومی ڈائجسٹ' یہ اشتہارات مندرجہ بالا اخبارات و رسائل میں جن مقاصد کے لیے دیے گئے ذیل میں درج ہیں:

نیلامی لکڑی(استادہ و گرے پڑے درختاں) کے علاوہ محکمانہ کٹائی کی گئی' لکڑی کو فروخت کرنے' کانا' کاہی' منج' کھاس' مڈی' شہد' نڑا' کھار کی فروخت وغیرہ وغیرہ

ٹینڈر نوٹس برائے خرید پولی تھین بیگ'

شجر کاری کی تشہیر

بھرتی ملازمین خالی اسامیاں'	شو کاز نوٹس(ملازمین) اظہار وجوہ
ٹھیکہ جات پارک'	برائے غیر حاضری بابت انکوائری ملازمین'
فروختگی ناکارہ سرکاری گاڑیاں و مشینری	فراہمی بیج
ٹینڈر برائے بنوائی ٹرک باڈی	صفائی بھل ٹوبہ جات
نوٹس برائے سرکاری واجبات کی وصولی	اشتہار برائے چھنگائی درختاں'
اشتہار برائے مرمت گاڑیاں	اشتہار برائے کوٹیشن بابت ڈرپ اری گیشن کا سامان خرید
اشتہار برائے تعمیر پکا کھال	اشتہار برائے طلبی کوٹیشن برائے خرید فرنیچر
اشتہار برائے خرید گاڑیاں	اشتہار برائے درستگی پتہ'

اشتہار برائے ضرورت دفتر　　اشتہار برائے فراہمی سامان

اشتہارات برائے تحریک شجرکاری مثلاً " آؤ مل کر درخت لگائیں" شجرکاری اضافی آمدن کا ذریعہ' اداکار ندیم کا پیغام' شجرکاری کا پیغام' میلہ شجرکاری 1993ء' سفیدہ لگائیں' منافع کمائیں' ایگرو فاریسٹری سیمنار' شجرکاری موسم بہار '1994ء' افتتاح شجرکاری موسم بہار 1994ء شجرکاری افتتاحی تقریب کی منسوخی' زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں ملک میں آلودگی ختم کریں' گرین واک 1994ء' اہل وطن کو یوم پاکستان مبارک 1994ء عالمی یوم ماحولیات' آئیے آئندہ نسلوں کے تحفظ اور آلودگی سے پاک ماحول کے لیے شجرکاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں' آغاز موسم برسات شجرکاری مہم 1994ء یوم آزادی 14 اگست مبارک' سوچ کسانوں سوچ' پاکستان کو سرسبز بنانا' درخت خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ درخت جھولے سے قبر تک ہمارے ساتھی ہیں۔اس سلسلے میں مزید اشتہارات اور پروگراموں کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

بجٹ اور اخراجات کی تفصیل

66۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر زراعت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

اس وقت صوبے میں زراعت کے کتنے شعبہ جات ہیں۔ ان کے نام کیا ہیں وہ کہاں کہاں واقع ہیں ان کا الگ الگ سالانہ بجٹ کتنا ہے اور اس بجٹ کے ذریعے ملازمین و دیگر غیرترقیاتی سرگرمیوں پر سالانہ اخراجات ہو رہے ہیں اور دیگر مقاصد کے لیے بجٹ کتنا ہے۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)،

محکمہ زراعت حکومت پنجاب کے تحت کام کرنے والے مختلف شعبہ جات کے نامادر پتہ جات بمعہ سالانہ بجٹ اور اخراجات کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ کی تحویل میں اراضی

88۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر جنگلات و ماہی پروری ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(*** تفصیلات اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(الف) صوبے میں اس وقت محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت و نگرانی میں کام کرنے والے شعبہ جات کی تحویل میں کتنی اراضی ہے ان میں کتنے رقبہ جات COVERED ہیں کتنے خالی ہیں کتنے زیر کاشت ہیں اور کتنے دیگر مقاصد کے لیے زیر استعمال ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے کتنی اراضی/رقبہ کن افراد اور کن اداروں کو کتنے عرصے کے لیے لیز پر دیا ہے یا فروخت کیا ہے' نیز کن شرائط اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے دیا گیا ہے؟

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) صوبہ پنجاب میں محکمہ ماہی پروری کے زیر استعمال اراضی تقریباً 1291 ایکڑ ہے جس پر فش ہیچریز' بروڈ فارم' فش سیڈ' نرسری یونٹس اور مچھلی فارم قائم ہیں۔

(ب) محکمہ ماہی پروری نے کوئی بھی اراضی کسی کو بھی لیز پر نہیں دی ہے لہٰذا جواب نفی ہے۔

محکمہ کی تحویل میں ملکیتی اراضی

91۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبے میں اس وقت محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت و نگرانی میں کام کرنے والے شعبہ جات کی تحویل میں کتنی اراضی ہے ان میں کتنے رقبہ جات COVERED ہیں کتنے خالی ہیں کتنے زیر کاشت ہیں اور کتنے دیگر مقاصد کے لیے زیر استعمال ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے کتنی اراضی/رقبہ کن افراد اور کن اداروں کو کتنے عرصے کے لیے لیز پر دیا ہے یا فروخت کیا گیا ہے' نیز کن شرائط اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے دیا گیا ہے؟

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)

(الف) محکمہ جنگلات پنجاب کی تحویل میں جتنی ملکیتی اراضی ہے' جتنے رقبہ جات کاشت شدہ (COVERED) ہیں' جتنے خالی ہیں' زیر کاشت ہیں اور جتنے دیگر مقاصد کے لیے زیر استعمال ہیں ان کی تفصیل *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) محکمہ جنگلات پنجاب نے جتنی اراضی/ رقبہ جن افراد اور جن اداروں کو جتنے عرصے کے لیے لیز پر دیا ہے یا فروخت کیا گیا نیز جن شرائط اور جس مجاز اتھارٹی کے حکم سے دیا گیا ہے اس کی تفصیل بھی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** تفصیلات اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

محکمہ کی ملکیتی اراضی

93۔چودھری زاہدمحمود گورایہ، کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبے میں اس وقت محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت و نگرانی میں کام کرنے والے شعبہ جات کی تحویل میں کتنی اراضی ہے ان میں کتنے رقبہ جات COVERED ہیں کتنے خالی ہیں کتنے زیر کاشت ہیں اور کتنے دیگر مقاصد کے لیے زیر استعمال ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے کتنی اراضی/رقبہ کن افراد اور کن اداروں کو کتنے عرصے کے لیے لیز پر دیا گیا ہے یا فروخت کیا گیا ہے' نیز کن شرائط اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے دیا گیا ہے؟

وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ (رانا محمد اقبال خان)

(الف) صوبے میں اس وقت محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت ونگرانی میں کام کرنے والے شعبہ جات کی تحویل میں 89,056 ایکٹر 6 کنال 19مرلے اراضی ہے۔ اس میں 2708 ایکٹر ایک کنال 12مرلے COVERED ہے۔ 42591 ایکٹر 11 کنال 9 مرلے خالی ہے۔ 43611 ایکٹر ایک کنال 18 مرلے زیر کاشت ہے اور 145 ایکٹر دیگر مقاصد کے لیے زیر استعمال ہے۔

(ب) محکمہ ہذا نے 21671 ایکٹر ایک کنال 6 مرلے اراضی لیز پر دی ہے۔ یہ اراضی جن افراد/اداروں کو جتنے عرصہ کے لیے لیز پر دی ہے' کی شرائط اور مجاز اتھارٹی کے کوائف برگوشوارہ (الف) ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔

کھاریاں مین لیز پر دیے گئے رقبہ کی تفصیل

177۔ملک محمد حنیف اعوان، کیا وزیر جنگلات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال1988ء سے 1996ء تک رکھ بھی سرکار کھاریاں کا کتنا رقبہ لیز پر دیا گیا۔جن افراد کو رقبہ لیز پر دیا گیا ان کے نام ،مع رقبہ اور مدت لیز کی تفصیل الگ الگ بتائی جائے۔

(ب) رکھ بھی سرکار کھاریاں میں کتنے ملازم تعینات ہیں' کتنی اسامیاں خالی ہیں اور کتنے ملازمین کے پاس اضافی چارج ہے تفصیل بتائی جائے؟

وزیر جنگلات (رانا محمد اقبال خان)،

(الف) سال 1988ء سے 1996ء تک رکھ بھی سرکار کھاریاں کا چھ کنال کا رقبہ مسٹر طارق محمود ممبر

پنجاب اسمبلی کو تیس سال کی لیز کی مدت کے لیے دیا۔ جس کی منظوری بذریعہ چٹھی نمبری، 91-4261/3283/سی۔ایل۔II مورخہ 18-10-91 مذکورہ ممبر پنجاب اسمبلی نے براہ راست بورڈ آف ریونیو (B-O-R) سے حاصل کی تھی۔

(ب) رکھ بھی سرکار میں کل تیس ملازم تعینات ہیں۔ جبکہ کوئی اسامی خالی نہ ہے اور نہ ہی کسی کے پاس اضافی چارج ہے۔ رکھ بھی سرکار میں تعینات کیے گئے ملازمین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	تعینات کیے گئے ملازمین	تعداد
1۔	نائب مہتمم جنگلات	1
2۔	فاریسٹرز	7
3۔	فاریسٹ گارڈز	19
4۔	ٹریکٹر ڈرائیورز	1
5۔	چوکیدار	1
6۔	نائب قاصد	1
	میزان	30

جناب چیئرمین، مہربانی۔اب ہم تحریک استحقاق کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ وزیر قانون صاحب! چودھری سعید اقبال صاحب کی تحریک مؤخر چلی آ رہی ہے۔ (قطع کلامیاں) میں معزز اراکین کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ اجلاس کے بعد وزرائے کرام سے اپنی درخواستوں پر دستخط کروا لیں۔ وزرائے کرام سے یہ درخواست ہے کہ یا پھر وہ لابی میں چلے جائیں۔ وزیر قانون صاحب دو تحاریک استحقاق ہیں۔ ایک چودھری محمد اعظم چیمہ کی بھی 15 نمبر ہے۔

وزیر قانون ، جناب والا! یہ دونوں تحاریک ایوان میں پیش ہو گئی تھیں' ان پر شارٹ سٹیٹمنٹس بھی معزز اراکین نے دے دی تھیں۔ جناب سپیکر نے observation دی تھی کہ اس سلسلے میں انکوائری کی جائے اور انکوائری کی رپورٹ پیش کی جائے۔

جناب چیئرمین، آپ کا کیا خیال ہے کہ انھیں مؤخر رکھا جائے۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! انکوائری کی رپورٹ آ گئی ہے جو میں آج ایوان میں پیش کر دوں گا۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر! معزز اراکین سے بھی میری بات ہوئی ہے۔ جہاں تک چودھری اعظم چیمہ

صاحب کی تحریک کا تعلق تھا میں نے انکوائری رپورٹ انھیں دکھائی ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ اس سلسلے میں مزید تحقیقات کے لیے وزیر صحت، سیکرٹری صحت اور اعظم چیمہ پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جائے جو اس معاملے کی مزید چھان بین کرے۔

جناب چیئرمین، آپ اس سے متفق ہیں۔

وزیر قانون، جناب والا! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ جہاں تک دوسری تحریک استحقاق کی رپورٹ کا تعلق ہے، اس سلسلے میں محکمے نے پہلے ہی کارروائی کر لی ہے۔ ڈی ایچ او جہلم کو غلط جواب دینے پر ہم نے معطل کر دیا ہے اور اس کے خلاف مزید کارروائی کی جائے گی۔ معزز رکن سے میں نے استدعا کی ہے۔ وہ اس بات سے مطمئن ہیں، اس لیے میری جناب سے یہ استدعا ہوگی کہ دونوں تحاریک کو dispose of کیا جائے۔

جناب چیئرمین، چیمہ صاحب! وزیر قانون صاحب نے جو فرمایا ہے تو کیا آپ اس سے agree کرتے ہیں؟

چودھری محمد اعظم چیمہ، ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین، وزیر قانون صاحب وہ متفق ہیں۔ یہ disposed of تصور ہوگی۔ جناب سعید اقبال صاحب! آپ کیا فرماتے ہیں؟

چودھری سعید اقبال، جناب والا! جیسا کہ وزیر قانون نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے اس کو معطل بھی کر دیا ہے اور انکوائری بھی کر رہے ہیں۔ ان کی اس یقین دہانی پر میں اپنی تحریک پر زور نہیں دیتا۔

جناب چیئرمین، یہ تحریک استحقاق disposed of تصور ہوگی۔

تحاریک التوائے کار

جناب چیئرمین، اب ہم تحریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی کی تحریک التوائے کار نمبر 58

جامعہ خیر المدارس، ملتان اور دارالعلوم کبیر والا کے طلباء کی شہادت

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج مورخہ 21۔ اکتوبر 1997ء کے اخبارات میں یہ افسوسناک اور دلخراش خبر شائع ہوئی ہے کہ ملتان میں چار دینی طلبہ کو اغواء اور تشدد کے بعد گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ یہ طلبہ ایک دینی جلسے میں شرکت کے لیے جا رہے تھے انہیں اغواء کر کے ہاتھ پاؤں باندھے گئے۔ پھر تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد نہر پر لے جا کر سروں پر گولیاں مار دیں۔ دو طالب علم زخمی حالت میں محصول چونگی پر پہنچے ان کی مشکیں کسی ہوئی تھیں انہوں نے یہ کہہ کر پناہ مانگی کہ بعض لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ لیکن چونگی والوں نے دروازے بند کر لیے۔ مزید تفصیلات میں لکھا ہے کہ ملتان کے علاقہ چاہ گوپال والا موضع رنگیل پور اتوار اور پیر کی درمیانی شب نامعلوم افراد نے آتشیں اسلحہ سے فائرنگ کر کے چار افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا جبکہ دو افراد نے قریبی نہر میں کود کر جان بچائی۔ فائرنگ کرنے والے ایک پک اپ میں بیٹھ کر فرار ہو گئے۔ شہید ہونے والے طلبہ ملک کے مشہور دینی ادارہ جامعہ خیر المدارس ملتان اور دارالعلوم کبیر والا کے تھے۔

ملتان ممتاز آباد جامع مسجد خیر المدارس میں پہلے بھی دہشت گردی کا سانحہ ہو چکا ہے۔ حکومت کی تمام تر کوششوں کے باوجود دہشت گردی پر قابو نہیں پایا جا رہا۔ نہ کوئی جگہ محفوظ ہے اور نہ ہی فرد۔ ہر ایک خوف و ہراس میں مبتلا ہے۔ کسی کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہیں۔ جس سے عوام الناس میں سخت تشویش پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس اہم مسئلے پر بحث کرنے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

وزیر خزانہ ، جناب والا! تحریک التوائے کار نمبر 58 اور 66 دونوں بالکل ایک ہی موضوع پر ہیں ان دونوں کو اکٹھا ٹیک اپ کر لیا جائے۔

جناب چیئرمین ، ٹھیک ہے۔ جناب سعید احمد خان منیس صاحب! آپ کی تحریک التوائے کار بھی اسی نوعیت کی ہے۔ آپ بھی اسے پیش کرنا چاہیں گے؟

جناب سعید احمد خان منیس، تحریک التوائے کار نمبر 66

جامعہ خیر المدارس ملتان پر دہشت گردی کے نتیجے میں طلبا کی شہادت

جناب سعید احمد خان منیس، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ملتان میں دہشت گردوں نے دعوت اسلامی کی اجتماع گاہ جامعہ خیر المدارس سے 6 طالب علموں کو اغوا کیا اور تین روز تک کیمپ میں باندھ کر رکھا۔ وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد مورخہ 21۔ اکتوبر 1997ء کو رات گیارہ بجے ان مغویوں کو رنگ پور نہر کے کنارے لے جا کر کلاشنکوف سے اندھا دھند فائرنگ کرکے 4 طالب علموں کو بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا اور دو نے نہر میں چھلانگ لگا کر اپنی جان بچائی۔ دہشت گرد بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس اندوہ ناک اور بدترین دہشت گردی کے واقعے نے حکومت کے اس دعوے کی قلعی کھول دی ہے کہ صوبے بھر میں امن و امان کی صورت حال تسلی بخش ہے' جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ آئے دن دہشت گردی کی بڑھتی ہوئی وارداتوں نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے' جب کہ ہماری انٹیلی جنس ایجنسیاں ابھی تک دہشت گردی کے واقعات میں ملوث مجرموں کو پکڑنے میں بری طرح ناکام ہوچکی ہیں۔ ملتان میں اس سے قبل بھی دہشت گردی کے متعدد واقعات رونما ہوچکے ہیں۔ اس لیے وہاں کی پولیس اور دیگر حساس ایجنسیوں کو چوکس ہونا چاہیے تھا۔ اگر سابقہ وارداتوں کے مجرم کیفر کردار کو پہنچ چکے ہوتے تو شاید اس سانحے کی نوبت نہ آتی۔ متذکرہ بے رحمانہ قتل ایک افسوس ناک امر ہے' جس سے صوبے بھر کے عوام اور بالخصوص ملتان کے شہریوں میں خوف و ہراس اور عدم تحفظ کا احساس پیدا ہو رہا ہے اور دہشت گردی کے خاتمے کی دعوے دار حکومت دہشت گردی میں ملوث مجرموں کو پکڑنے میں بری طرح ناکام ہوچکی ہے' جس سے دہشت گردی کی مزید وارداتوں پر قابو پانا حکومت کے بس میں نہیں رہا۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی روک کر مذکورہ واقعے کو ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ)، جناب والا! مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی طرف سے اور محترم سعید احمد خان منیس قائد حزب اختلاف کی طرف سے جو تحریک التوائے کار ہے اس کا subject topic ایک ہی ہے مگر الفاظ ان کے اپنے اپنے ہیں۔ جناب والا! انھوں نے یہاں جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ اخبار کی خبروں کے حوالے سے ہے۔ لیکن میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر خود موقع پر گیا اور میرے ساتھ کابینہ کے دو ارکان اور بھی تھے۔ جناب صاحبزادہ محمد فضل کریم صاحب اور

جناب محمد اقبال خان خاکوانی صاحب۔ اس معاملے میں دونوں فریقین' جو اس معاملے میں سمجھے جاتے ہیں' ہم نے ان کے قائدین یعنی دیو بندی حضرات جن کا وہ مدرسہ خیر المدارس ہے۔ اور بریلوی حضرات جن کی طرف سے سمجھا جاتا تھا کہ وہ اجتماع تھا اور ان کے کسی یا چند لوگوں نے یہ قتل کیے ہیں۔ جناب والا! وہاں موقع پر ہمیں جو حالات معلوم ہوئے۔ وہ اخباری خبروں سے مختلف ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ یہ 6 افراد' جو کہتے ہیں کہ ہم مدرسہ خیرالمدارس کے طالب علم ہیں' یہ مختلف اضلاع کے رہنے والے ہیں۔ اجتماع بریلوی حضرات کا ہے۔ اور یہ وہاں اچانک اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ایک ڈیرہ غازی خاں کا رہنے والا ہے ایک رحیم یار خان کا رہنے والا ہے' ایک کبیر والا کا رہنے والا ہے۔ اور ایک ملتان کا رہنے والا ہے۔ اس طرح مختلف اضلاع کے یہ لوگ ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہم وہاں پر اچانک اکٹھے ہوگئے۔ اور ایک دوسرے کو اچانک ملے۔ اور ہمیں اس کیمپ کی سکیورٹی والوں نے پکڑ لیا۔ انھوں نے دو دن تک اپنے پاس اندر مقید رکھا اور ہمارے اوپر تشدد کرتے رہے' ہمیں زد و کوب کرتے رہے۔ اس کے بعد ہمیں ایک ویگن میں ڈال دیا اور ہمارے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔ بظاہر دو آدمی اس واقعے کے قتل سے بچ جاتے ہیں۔ پولیس کے پاس ان کا بیان ہے کہ ہمارے ہاتھ اور پاؤں باندھے ہوئے ہمیں وہ ویگن میں ڈال کر ایک نہر کے کنارے پر لے گئے۔ جسے ہم پہچان سکتے ہیں۔ یعنی رات کا وقت ہے وہ اس علاقے کے رہنے والے نہیں۔ اس کے باوجود وہ اس نہر کو پہچان سکتے ہیں۔ ہمیں ایک لائن میں بٹھا دیا گیا اور دو فٹ کے فاصلے سے ہم پر فائر کیے گئے۔ نمبر 1 قتل ہوجاتا ہے۔ نمبر 2 بچ جاتا ہے۔ نمبر تین چار پھر قتل ہو جاتے ہیں۔ پانچواں بچ جاتا ہے اور چھٹا پھر قتل ہوجاتا ہے۔ اور پھر یہ کہ قاتلان dead body کو ٹھڈے مارتے ہیں تصدیق کرنے کے لیے کہ یہ مر چکے ہیں یا زندہ ہیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد پھر ہم دو نہر میں کود پڑتے ہیں۔ اب سوچنا یہ ہے جناب' کہ ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ وہ نہر میں کود پڑتے ہیں۔ اس کے بعد وہ نہر میں down swim تیر کے پھر کنارے سے باہر نکلتے ہیں۔ جناب والا! یاد رہے کہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ پھر وہ ایک روشنی کو دیکھ کر ایک مکان پر پہنچتے ہیں۔ جہاں وہ ایک آدمی کو واقعہ سناتے ہیں اور اس سے 45 روپے حاصل کرتے ہیں یا وہ خود دیتا ہے۔ اور پھر وہ ویگن وغیرہ پر سوار ہوکر شہر کی طرف جاتے ہیں۔ اور اس واقعہ کی رپورٹ کرتے ہیں۔ بظاہر جناب والا! یہ ممکن نہیں کہ دو فٹ کے فاصلے سے کلاشنکوف کا برسٹ مارا جائے۔ ایک قتل نمبر دو بچ جائے تین چار پھر قتل پانچ بچ جائے اور چھٹا پھر قتل ہوجائے۔ یہ ممکن نہیں۔ لیکن اس کی تحقیق ہو رہی ہے۔ ہم وہاں موقع پر دونوں فتنوں کے قائدین سے ملے۔ اس وقت تک حکومت کی

جو تفتیش ہے اور جو کارروائی ہو رہی ہے وہ دونوں مطمئن تھے۔ ان کا مشترکہ بیان آچکا ہے اور اخبارات نے ان کا مشترکہ بیان شائع کیا ہے۔ جب وہ مطمئن ہیں جن کے متعلقہ افراد اس معاملے میں ملوث ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف کو اور جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کو اس وقت پریس نہیں کرنا چاہیے۔ 21 تاریخ کا یہ واقعہ ہے۔ ابھی اتنے دن نہیں گزرے کہ ان کو تشویش ہوئی ہو کہ تفتیش جاری ہے یہ بھی یہاں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان دو حضرات میں سے جو بچ گئے ان میں سے ایک شخص وہ ہے جو ڈپٹی کمشنر خانیوال کے قاتل کا سگا بھائی ہے۔ جناب والا! اس وقت اس کا نام میرے ذہن میں نہیں آ رہا۔ لیکن وہ ڈپٹی کمشنر خانیوال کے قاتل کا سگا بھائی ہے۔ یہ معاملہ اتنا سادہ نہیں جس طرح اخبار میں ابتدائی واقعہ سننے کے بعد ابتدائی رپورٹ شائع کردی گئی۔ انھوں نے تو وہ کہا جو ان دو حضرات نے آ کر بیان دیا ہے۔ اس واقعے کی سنگینی سے حکومت پوری طرح سے آگاہ ہے اور تحقیق صحیح معنوں میں صحیح لائنوں پر ہو رہی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے دونوں معزز اراکین سے یہ استدعا کروں گا کہ وہ اس تحریک کو پریس نہ کریں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا!

جناب چیئرمین، جی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں وزیر موصوف کی بات تو نہیں سمجھ سکا۔ میری مجبوری ہے۔ اور میں اس پر بھی جناب سے گزارش کروں گا کہ میری اس درخواست کو چار پانچ ماہ ہوگئے وزارت صحت اور خزانہ کے درمیان وہ چکر کاٹ رہی ہے۔ میں نے آج کے اخبار میں خبر پڑھی ہے کہ ہمارے ملک کی گویا نور جہاں کے لیے فوری طور پر ایک لاکھ ڈالر علاج کے لیے منظور ہوگیا ہے۔ اور وہ ملک سے باہر جا رہی ہے۔ ایک گانے والی عورت' جو شرعاً بھی ناجائز ہے اس کے لیے تو ہماری حکومت کے پاس اتنے فنڈز ہیں کہ ایک لاکھ ڈالر منظور ہوگیا اور میرے آنے کے لیے چند' تھوڑے سے پیسے ہیں اور وہ اب تک نہیں ملے۔

جناب چیئرمین، مولانا صاحب! یہ اس کے relevant ہے جو آپ کی تحریک التوائے کار ہے۔ انھیں کوئی کان میں سمجھائے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، بہرحال' میں آپ کی اور ان کی بات نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے لیے ایک آلے کی ضرورت ہے جو ڈاکٹروں نے لکھ کر دیا ہے۔ اور وہ آلہ ابھی تک مہیا نہیں کیا گیا۔ میرا استحقاق بنتا

ہے میں عوام کا ایک نمائندہ ہوں اور میں اپنی بات کرنا اور آپ کی بات سننا چاہتا ہوں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، سردار صاحب! پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر خزانہ، فاضل رکن کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ اخبار میں جو خبر شائع ہوئی ہے وہ حکومت نے میڈم نور جہاں کو ایک لاکھ ڈالر عطا نہیں کیا۔ علاج معالجے کے لیے پیسہ ان کا اپنا ہوگا۔ سرکاری قیمت پر ڈالر خریدنے کے لیے ان کو اجازت دی گئی ہے نہ کہ حکومت نے ان کو ایک لاکھ ڈالر عطا کیا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا!---

سردار امجد حمید خان دستی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، پوائنٹ آف آرڈر۔

سردار امجد حمید خان دستی، جناب والا! میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ مولانا صاحب سے پوچھیں کہ وہ گانے والی تھی۔ تو جتنی اس نے 1965ء کی جنگ میں خدمت کی ہے کیا اس کے عشر عشیر' کوئی سواں حصہ بھی ان مولوی صاحب سے کوئی خدمت ہو سکی ہے سوائے اس کے کہ کسی مسلمان کو قادیانی بنا دیا اور کسی قادیانی کو مسلمان بنا دیا' ایک ہی رات میں؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں نے تو اپنی مجبوری ظاہر کی کہ میں محترم وزیر صاحب کی بات نہیں سن سکا اور نہ سمجھ سکا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک میں یہ جو فرقہ وارانہ دہشت گردی ایک عرصے سے چل رہی ہے۔ پہلے شیعہ سنی کے درمیان تھی۔ اور ان میں جو دہشت گرد تھے وہ اب پکڑے بھی گئے۔ اب یہ دیوبندی بریلوی کے درمیان لڑائی کی ایک سازش ہے۔ حکومت کہہ دیتی ہے کہ "را" اور "موساد" کے ایجنٹ بھی اس تخریب کاری میں شامل ہیں اور یہ کوئی بعید نہیں کہ ملک کے دشمن کسی کو آلہ کار بنائیں اور ملکی امن کو تباہ کرنے کے لیے اپنی کارروائی کریں۔ میں یہاں پر ایک خفیہ ہاتھ کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں اور جناب وزیر صاحب سے گزارش ہے کہ وہ میری طرف توجہ فرمائیں۔ میں آپ کو قادیانیوں کا ایک سرکلر دینا چاہتا ہوں-----

وزیر خزانہ، نکتۂ ذاتی وضاحت' جناب۔

جناب چیئرمین، جی۔

وزیر خزانہ، جناب! میں کانوں سے سنتا ہوں' آنکھوں سے نہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، قادیانیوں کا ایک خفیہ سرکلر جو لندن کی مسجد فضل کے امام کے دستخطوں سے تقسیم ہوا ہے اور ان کے سربراہ کے حکم سے ہے۔ یہ دیوبندی اور بریلوی کو لڑانے کے لیے ایک سازش ہے۔ میں جناب وزیر موصوف کو اس کی کاپی مہیا کرتا ہوں تاکہ وہ اس طرف بھی غور کریں کہ ہمارے ملک کے اصل دشمن قادیانی ہیں جو پاکستان کو عقیدتاً تسلیم نہیں کرتے۔ باقی پاکستان کا کوئی باشندہ ایسا نہیں جو پاکستان کے وجود کا دشمن ہو۔ اگر پہلے کسی کا اختلاف تھا وہ پاکستان بننے کے بعد ختم ہوگیا۔ لیکن پاکستان میں رہنے والی ایک جماعت ہے جو عقیدتاً پاکستان کے خلاف ہے۔ اور جن کے سربراہ کا قول ہے کہ اکھنڈ بھارت بنایا جائے اور وہ پاکستان کے خلاف ہر قسم کی سازش کرتے ہیں اور پاکستان دشمنوں کے آلۂ کار ہیں۔ میں یہ خط محترم وزیر صاحب کو پیش کرتا ہوں کہ اس پر غور کریں کہ یہ سرکلر ان کے مرزا طاہر کی ہدایت سے جاری ہوا ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں کو لڑانے کے لیے بڑا اچھا موقع ہے۔ ایک جنگ پہلے شروع تھی' اب میں سمجھتا ہوں کہ ملتان کے سانحے کے آلۂ کار کون بنے' کون نہیں بنے۔ لیکن میرا اندیشہ یہ ہے کہ اس سازش کے پیچھے قادیانیوں کا ہاتھ ہے اور یہ بولتی تحریر آپ کے سامنے ہے۔ اگر اجازت دیں تو میں پڑھ دوں' ورنہ میں جناب کو پیش کر دوں۔

جناب چیئرمین، وزیر صاحب کو دے دیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں یہ تحریر ان سے ضرور لے لوں گا لیکن میں نے آپ کی وساطت سے بڑی وضاحت سے مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ -----

جناب چیئرمین، وہ سنتے ہی نہیں تو آپ کی وضاحت کا کیا فائدہ ہے؟

وزیر خزانہ، اب میری یہ مجبوری ہے۔ ہمیں اس معاملے کی سنگینی کا پوری طرح سے احساس ہے۔ اگر وہ میرے الفاظ پر توجہ نہیں دے رہے تھے تو یہ میری بدقسمتی ہے۔ میں بہت اچھی طرح سے سمجھتا ہوں۔ اگر یہ بریلوی' دیوبندی کی اخباروں میں سرخی لگوانا چاہتے ہیں یہ مناسب نہیں۔ ہم نے دونوں طرف سے قیادت کو اکٹھے بٹھایا' ہم انھیں ایک دوسرے کی مساجد اور مدارس میں لے کر گئے' وہاں دونوں طرف سے مقتولین کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ حکومت اس سے بہتر اور کیا کوشش کر سکتی ہے؟ اب تک جو حالات ہمارے سامنے پہنچے ہیں وہ میں نے آپ کی خدمت میں اور آپ کی

وساطت سے اس ہاؤس کے سامنے عرض کر دیے ہیں۔ دو آدمی جو کہتے ہیں کہ ہم بچ کر آئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے وہ وہاں سے بچ نہیں سکتے تھے تو پھر وہ کون ہیں؟ اس کے بعد کا جو واقعہ ہوا جس کے نتیجے میں ملتان شہر میں ایک اور قتل ہو گیا۔ جناب والا! میں اس کا واقعہ بھی یہاں دہرانا نہیں چاہتا۔ ملتان شہر میں منظور چوک سے آگے مدینہ مسجد کے قریب neon sign گرایا گیا۔ اس پر کلمہ پاک اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی جو بے حرمتی کی گئی۔ میں وہ واقعہ یہاں نہیں اٹھانا چاہتا' اس کے نتیجے میں ایک بریلوی قتل ہو جاتا ہے۔ اس سب کے باوجود ہم نے ان سب کو اکٹھا کیا۔ ان میں اس بات پر اتفاق ہوا کہ ہم اس کو فرقہ وارانہ معاملہ نہیں بنائیں گے اور اصل تحقیق کرنی چاہیے اور قاتلان کو گرفتار کرنا چاہیے۔ جناب سپیکر! تو اس کے بعد پریس کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں نے خفیہ ہاتھ کی نشان دہی کرنی تھی کہ جہاں آپ اور عوامل دیکھ رہے ہیں اس کو نظر انداز نہ کریں' یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ وہ ملک میں رہ کر بھی اور ملک سے باہر ملک دشمن اور ملک تخریب کاری کی کارروائیاں کر رہے ہیں اور یہ ہماری نظر سے اوجھل رہتے ہیں۔ وہ پاکستان کے آئین کو تسلیم نہیں کرتے' وہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے' کھل کر بغاوت کرتے ہیں۔ نہ انھوں نے بطور اقلیت اپنے ووٹ بنوائے' نہ وہ مردم شماری میں حصہ لیتے ہیں۔ آئین کی خلاف ورزی کرتے ہیں' پھر ان کو ہر قسم کی مراعات ملتی ہیں۔ میں یہ اہم چٹھی جناب وزیر صاحب کو پیش کرتا ہوں۔ اس کی ایک کاپی جناب وزیر مذہبی امور کو بھی دی جائے۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! یہ مناسب نہیں کہ میں یہ پیش کر رہا ہوں۔ اگر وہ چاہیں گے تو میں ان سے وہ تحریر لے لوں گا۔ یہ بار بار مرزئی کا ذکر کر رہے ہیں۔ اگر ان کے پاس مقامی پولیس اور انتظامیہ سے بڑھ کر کوئی اس قسم کا ثبوت ہے تو ہم اس ثبوت کو لینے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ وہ ایک معاملے کی سنگینی کی وجہ سے ذکر کر رہے ہیں' وہ کوئی بات نہیں بنتی-----

جناب چیئرمین، پھر آپ کو ان کے دفتر میں بھیج دیا جائے گا تاکہ آپ ان کی روداد سن سکیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! بہرحال' میں آپ کی وساطت سے یہاں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ میں نے جس neon sign board کا ذکر کیا ہے۔ جب اس کی بے حرمتی کی جا رہی تھی تو پولیس نے روکنے والوں میں سے ایک کا بیان قلم بند کیا ہے اور میں مقامی پولیس سے الجھا بھی تھا کہ جب وہاں

ایک لڑکے نے روکنے کی کوشش کی کہ بھئی! آپ کیا کر رہے ہیں؟ اس پر اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے اور کلمہ پاک لکھا ہوا ہے تو بقول اس بچے کے کہ "جاؤ! اپنے خدا سے کہو' دیکھیں کیا کرتا ہے؟" مرزئی پھر بھی خدا پر تو یقین رکھتے ہیں۔ اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تو مسلمان بھی نہیں تھا اور اس کا خدا پر یقین بھی نہیں تھا۔ میں نے پھر مقامی پولیس سے پوچھا کہ آپ نے توڑ پھوڑ کرنے والوں میں سے کچھ گرفتاریاں کیں؟ انھوں نے نہیں کیں' انھوں نے لاٹھی چارج کر کے اس اجتماع کو منتشر کر دیا' حالانکہ وہاں گرفتاری ڈالنی چاہیے تھی تو یہ بھی تحقیق ہو رہی ہے۔ میں پھر دہراتا ہوں۔ اگر مولانا صاحب کے پاس کوئی ثبوت ہو وہ ہمیں فراہم کریں۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔

جناب چیئرمین، جی' خان صاحب! آپ اپنی تحریک التوائے کار کے بارے میں کچھ فرمانا چاہیں گے؟

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! اس تحریک التوائے کار کا مقصد تو حکومت کی توجہ دلانا تھا کہ امن عامہ کا مسئلہ گمبھیر ہے اور خاص طور پر فرقہ واریت اور دہشت گردی کے حوالے سے اس پر خصوصی توجہ دی جائے۔ جیسے وزیر صاحب نے فرمایا ہے' اگر حکومت اس پر توجہ دے رہی ہے اور اس مخصوص واقعے کی تفتیش صحیح سمت میں جا رہی ہے تو میں اسے پریس نہیں کرتا۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے دونوں فاضل اراکین کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے پریس نہیں کیا اور میں یقین دلاتا ہوں اس میں بالکل غیر جانب دارانہ تحقیق کی جائے گی اور ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔

جناب چیئرمین، جناب عثمان ابراہیم صاحب کی ایک تحریک التوائے کار نمبر 64 ہے۔ وہ پینڈنگ چلی آ رہی ہے۔ وزیر قانون صاحب! اس کو پینڈ رکھنا ہے یا اس پر کوئی جواب آ گیا ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ کل disposed of ہو گئی تھی' اس پر ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے۔

جناب چیئرمین، اس سے آگے تحریک التوائے کار نمبر 65 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ہے۔

سرکاری ملازمین کے ہاؤس رینٹ میں روا رکھی گئی ناانصافی کا ازالہ

مولانا منظور احمد چنیوٹی، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سابقہ حکومت کے سیاہ ترین اور لوٹ مار کے دور میں گورنمنٹ ملازمین کی

باقی حق تلفیوں کے ساتھ ساتھ ان کے ہاؤس رینٹ پر ڈاکہ ڈالا گیا اور اسے فریز کر دیا گیا جو کہ ملازمین کا قانونی اور آئینی حق تھا۔ دوسرے الفاظ میں ملازمین پر ظلم عظیم ہے۔ موجودہ ہاؤس رینٹ کی رقم سے کسی ملازم کے لیے کرائے پر مکان لینا ناممکن ہے۔ اگر حکومت حسب روایت بجٹ کا بہانہ بنا کر معذرت کرنا چاہتی ہے تو کم از کم ہاؤس رینٹ کے سلسلے میں روا رکھی گئی ناانصافی کو فوری طور پر ختم کر کے ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرے تاکہ ہر محکمے میں گریڈوں کے حساب سے تمام ملازمین کو ادائیگی ہو سکے اور محروم ملازمین کی بے چینی اور اضطراب ختم ہو تاکہ وہ اپنا قانونی حق حاصل کر سکیں۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم مسئلے کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین، جی لاہنسٹر صاحب!

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ یہ کل circulate ہوئی ہے۔ ابھی تک اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ اس لیے اس کو pend فرما دیا جائے۔

جناب چیئرمین، مولانا صاحب! کیا اس کو pend کر دیا جائے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، کب تک اس کا جواب آ جائے گا۔ کیا اجلاس کے اختتام سے پہلے پہلے آ جائے گا؟

جناب چیئرمین، اجلاس کے اختتام تک آ جائے گا۔ اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب گورنمنٹ کا بزنس لیتے ہیں۔

مسودہ قانون

مسودہ قانون، نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن، مصدرہ 1997ء

(-----جاری)

MR CHAIRMAN: Now, we resume discussion on the motion moved by the Minister that Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1997 as recommended by the Special Committee No I, be taken into consideration at once.

Mr Saeed Ahmad Khan Manais, Leader of the Opposition had

moved an amendment in the motion that the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill 1997, be referred to the Select Committee. Now, I call Mr Saeed Ahmad Khan Manais to make his speech in favour of his amendment.

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں نے یہ ترمیم پیش کر دی تھی۔ اس میں، میں نے تجویز کیا تھا کہ اسے ایک سلیکٹ کمیٹی کے حوالے کیا جائے۔ کیوں کیا جائے؟ اس کے لیے میں تفصیل سے اپنی طرف سے تجاویز پیش کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! گو کہ سپیشل کمیٹی بھی اسی ایوان میں تشکیل دی گئی تھی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کی composition صحیح طریقے سے نہیں کی گئی تھی، کیونکہ اس میں اپوزیشن کو نمائندگی نہیں دی گئی تھی۔ اس میں صرف سرکاری اراکین کو شامل کیا گیا۔ جن کے نام میں پڑھ دیتا ہوں۔

This was Special Committee No I. The Committee considered the Bill in its meeting held on July 10. It was attended by the following:-

1. Rana Sanaullah Khan.
2. Mr Muhammad Basharat Raja
3. Raja Javed Ikhlas
4. Nawabzada Syed Shamas Haider
5. Mr Muhammad Manshaullah Butt
6. Mr Ghulam Muhammad Savag
7. Mr Imran Masood
8. Mr Ashiq Ali Dewan
9. Mian Abdul Sattar

جناب سپیکر! آپ ذرا غور فرمائیں گے کہ اس میں اپوزیشن کو کوئی نمائندگی نہیں دی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں اپوزیشن کو نمائندگی نہ دی گئی ہو تو اس کی composition deficient ہے۔ اس لیے بھی میں اس کو پریس کرتا ہوں کہ اس کو ایک سلیکٹ کمیٹی کے حوالے کیا جائے جو میں نے propose کی ہے۔ جس میں اپوزیشن کے ارکان کو بھی شامل کیا ہے اور حکومتی ارکان کو بھی شامل کیا ہے، تاکہ وہ اہم معاملہ جو نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کا ہے، جو کہ یہاں زیر بحث ہے، اس

کو ایک thoughtful طریقے سے دوبارہ دیکھ کر ایک صحیح قسم کا مسودہ سامنے لایا جائے۔

جناب چیئرمین! اس سے پہلے ایگریکلچر ریسرچ بورڈ کے حوالے سے جب ہم نے اپنی تقاریر کی تھیں تو اس میں بھی یہ پوائنٹ آؤٹ کیا تھا کہ اس میں بھی مسودہ بہت deficient تھا۔ اس میں ایک ترمیم ہم نے پیش کی تھی کہ اس میں بھی اپوزیشن کے ارکان کو شامل کرنے کے لیے قانون سازی کی جائے۔ جناب سپیکر! یہ بہت evident ہے۔ ہم کیوں اس وقت بھی اس بات پر stress کر رہے تھے اور زور دے رہے تھے کہ اپوزیشن کے ممبران کو بھی قانون سازی میں شامل کیا جائے' تاکہ آئندہ جو بھی معاملات ہوں۔ جو کمیٹیاں بنیں' جو بورڈ بنیں۔ جناب چیئرمین! کیونکہ اپوزیشن بھی اس معزز ایوان کا ایک حصہ ہے۔ جو کام اپوزیشن کے اراکین کے بغیر ہوگا' ان کی آراء کے بغیر ہو گا تو وہ proper نہیں سمجھا جائے گا۔ اس ایوان میں بھی اور اس ایوان سے باہر بھی اس کی اتنی پذیرائی نہیں ہوگی جتنی کہ اپوزیشن کے اراکین کو اگر اس میں شامل کیا جائے اور مسودے تیار کیے جائیں اور اس پر تقریریں ہوں اور یہ contribution کرنے سے ہوگی۔ اس کے نتیجے میں جو قانون سازی ہوگی اس کو لوگ باہر بھی weight دیں گے۔ جناب سپیکر! اس میں' میں سمجھتا ہوں کہ پھر مسودہ بڑے vague طریقے سے بنایا گیا ہے۔ اس میں سارا عمل دخل حکومت کا رکھ دیا گیا ہے۔ مجھے پھر دوبارہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مقننہ کے تمام اختیارات حکومت کو سونپ دیے گئے ہیں۔ حالانکہ ہم لوگ یہاں اس لیے منتخب ہو کر آتے ہیں' ہم یہاں اس لیے بحث کرتے ہیں اور contribute کرتے ہیں تاکہ جو قانون ہے اسے بڑا fool proof طریقے سے بنایا جائے' نہ کہ ہم اس لیے آتے ہیں کہ یہاں ہم جو بھی قانون سازی کریں وہ حکومت کے کھاتے میں ڈال دی جائے جیسا کہ پچھلی قانون سازی ہوئی ہے۔ اس میں بھی حکومت کے کھاتے میں سب کچھ ڈال دیا گیا کہ سب کچھ حکومت نے کرنا ہے۔ رولز بھی حکومت نے بنانے ہیں۔

جناب چیئرمین! اگر اس مسودے کو آپ غور سے پڑھیں گے تو اس میں پھر وہی repetition ہے کہ ہر چیز حکومت نے کرنی ہے۔ پھر اس مقننہ کا فائدہ کیا ہے؟ اس کی تو پھر میں کہوں گا کہ rubber stamp والی حیثیت ہے۔ ہم کیا یہاں صرف اس میں انگوٹھا لگانے کے لیے آتے ہیں؟ اگر اسی طریقے سے کرنا ہے تو پھر اس مقننہ کا فائدہ نہیں۔ میں ان سے کہوں گا کہ یہ just an Assembly ہے' جہاں کہ ہم سارے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں' جسے اردو میں میں اجتماع گاہ کہوں گا۔ یہ صرف ایک اجتماع گاہ ہے۔ جہاں ہم آئے' ہم نے گپ شپ لگائی اور کوئی proper طریقے سے ہم نے

Over all control and supervision of the affairs of the Foundation shall vest in a Board, which shall be appointed by the Government.

تو پھر اس میں گورنمنٹ آ گئی۔ پھر اس میں ہے کہ،

Govt may appoint one of the member as the Chairman of the Board.

پھر اس میں گورنمنٹ آ گئی۔ تو ہم لوگوں نے کرنا کیا ہے؟ یہ سارے حضرات جو یہاں تشریف رکھتے ہیں یہ لاکھوں ووٹرز سے منتخب ہو کر آئے ہیں۔ یہ ان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پھر ہم یہاں کس لیے آئے ہیں کہ اگر سب کام ہی گورنمنٹ نے کرنے ہیں؟ کیوں نہیں ایک ایسا مسودہ تیار کیا گیا جس کو صحیح معنوں میں قانون ساز مسودہ کہا جائے؟ اس کی definition یا اس کی جتنی بھی کلاز ز ہیں ان کو اس طریقے سے elaborate کیا جائے کہ اس کو سننے اور پڑھنے والا یہ کہے کہ واقعی یہ ایک ایسا مسودہ ہے جو کہ صحیح طریقے سے تیار کیا گیا ہے۔ پھر اس میں ہے کہ،

Govt may remove a member before the expiry of his term on the ground of misconduct etc;

مقصد یہ ہے کہ پھر اس میں گورنمنٹ نے ہی کرنا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ،

The Secretary shall be appointed by the Govt on such terms and conditions at it may determine.

آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ ہر معاملہ گورنمنٹ کے کھاتے میں ہے۔ ہم لوگ یہاں جو بیٹھے ہیں اور پھر ٹریژری بنچز والے، میرا خیال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اب شاید ان کو بھی کوئی موقع مل جائے، کیونکہ ایک تو معاملہ عدالت عظمیٰ میں ہے اور اگر چودھویں ترمیم ختم ہو جاتی ہے تو میرے خیال میں پھر شاید میرے یہ بھائی contribute کر سکیں۔ میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائیوں سے یہ عرض کروں گا کہ اس قانون سازی میں contribute کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ پھر جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ ڈیپارٹمنٹ نے اس میں کافی lapses ڈالے ہوئے ہیں۔ میں بڑی قدر کرتا ہوں اور منسٹر فار لاء میرے بہت ہی محترم ہیں۔ یہ ان کا کام ہے کہ وہ دیکھیں کہ یہ مسودہ صحیح طریقے سے تیار کیا گیا ہے یا نہیں۔ لیکن ظاہر ہے، ہو سکتا ہے کہ ان کی مصروفیات دوسرے کاموں میں کافی ہوں گی۔ انھوں نے بھی اس مسودے کو صحیح طریقے سے نہیں دیکھا۔ کیونکہ وہ بھی سپیشل کمیٹی کے

اس پہ توجہ نہ دی اور ہم نے کوئی mind apply نہ کیا اور جو کچھ محکمہ قانون نے حکومت کو بنا کر دیا' اسی کے اوپر ہم نے مہر لگا دی' اس پر ہم نے انگوٹھا لگا دیا۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہی کچھ کرنا ہے تو پھر ایسی قانون سازی کر لی جائے۔ جس میں by circulation سب سے دستخط کروا لیے جائیں۔ پھر اس میں کروڑوں اربوں روپیہ خرچ کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ ہمارا tenure under the Constitution پانچ سال ہے جو کبھی پورا نہیں ہوا۔ پورا کیوں نہیں ہوا؟ وہ انھی وجوہات کی بنا پر پورا نہیں ہوا کہ ہمیں بطور proper legislature کے جو کام کرنا چاہیے وہ ہم نہیں کر پاتے اور ہم دوسرے دھندوں میں چلے جاتے ہیں۔ اپنی تمام تر توانائیاں جو کہ ہمیں قانون سازی پر صرف کرنی چاہییں وہ کرنے کی بجائے ہم اور مختلف چیزوں کی طرف بڑھ جاتے ہیں۔ کوئی گورنمنٹ عدالت عظمیٰ کی طرف اپنی تمام تر توانائیاں خرچ کر دیتی ہے۔ کوئی کسی اور طرف چلے جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں پھر stress کروں گا کہ The Parliament cannot abdicate its jurisdiction کہ ہمیں ایک چیز جو سونپی گئی ہے' ہمیں اس چیز پہ تہ دل کے ساتھ پورا mind apply کر کے بڑے thoughtful طریقے سے اس میں contribution کرنی چاہیے اور صحیح مسودہ سامنے لانا چاہیے تاکہ اس پر بحث ہو۔ اس میں ترامیم منظور کی جانی چاہییں۔ بلکہ جناب چیئرمین! میں یہ کہوں گا۔ پہلے بھی میں نے یہ عرض کیا تھا کہ اگر اپوزیشن کی جانب سے ترامیم آتی ہیں اور اگر وہ اچھی ترامیم ہیں تو حکومت کو انھیں منظور کرنے میں ہچکچانا نہیں چاہیے' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جو حکومتی ارکان بیٹھے ہیں' وہ بھی انسان ہیں' ان سے lapses بھی ہو سکتے ہیں۔ پھر میں سمجھتا ہوں کہ lapses کرانے والے ان کے اپنے departments ہوتے ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ جتنے یہاں سوالات ہوتے ہیں' ان کے جوابات آتے ہیں۔ ان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ منسٹر حضرات کو بالکل پتا ہی نہیں ہوتا۔ ایک جواب آ گیا' وہ گورنمنٹ نے تیار کر کے دے دیا۔ انھوں نے اسے پڑھ دیا اور کئی معزز وزیر یہاں embarrass کرتے ہیں۔ جیسا کہ آج بھی کافی embarrassment ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ ہر چیز دوبارہ گورنمنٹ کے کھاتے میں ڈال دی گئی ہے۔ میں اس کی چند مثالیں آپ کو پیش کرتا ہوں۔ جیسا کہ انھوں نے کہا،

The Government may by notification establish a management.

مطلب' یہ کام بھی اب حکومت نے کرنا ہے۔ اس کے بعد

ممبر تھے۔ اس کے علاوہ پھر مزید انھوں نے آگے کہا کہ،

Govt may make rules for carrying out the purposes of the Act.

پھر اس میں جو مزید رولز بنتے ہیں وہ بھی گورنمنٹ نے اپنی مرضی سے بنانے ہیں۔ وہ جو چیز سمجھیں گے کہ ہم یہاں اسمبلی سے نہیں کرا سکے یا ان کے ذہن میں اس وقت نہیں آیا تو وہ دوبارہ ان کو پھر اور موقع فراہم کر دیا گیا ہے کہ وہ جو رولز بنائیں وہ بھی اپنی مرضی کے بنائیں۔ اس میں کوئی ایسی گائیڈ لائن نہیں دی گئی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی صحیح طریقے کا ڈرافٹ نہیں کہ جسے ہم یہ کہیں کہ یہ واقعی ایک صحیح قانون سازی کی جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں گورنمنٹ کو بہت ہی وسیع اختیارات دے دیے گئے ہیں۔ پھر جہاں حکومت کو بہت زیادہ اختیارات دے دیے جائیں تو آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں کیا وہ عوام کی ساری بھلائی کو مدنظر رکھیں گے یا وہ اپنے جو گورنمنٹ کے vested interest ہوتے ہیں؟ ان کو مدنظر رکھیں گے۔ اس میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں۔

I will not press on any one particular political party or any one political govt

لیکن اس میں، میں یہ کہوں گا کہ جو بھی گورنمنٹ آتی ہے وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے اپنی مرضی کی قانون سازی کرتے ہیں۔ تو کیوں ہم اپنے آپ پر یہ blame لیں کہ ہم نے ایک ایسی قانون سازی کی ہے جو کہ deficient ہے۔ اس کا مسودہ صحیح طریقے سے تیار نہیں کیا گیا۔

جناب چیئرمین! اس میں دوسرا oppointment کا ایک طریقہ کار دیا ہوا ہے۔ اس میں ہم نے ایک ترمیم بھی دی ہے۔ جب وہ متعلقہ کلاز آئے گی تو ہم اس پر بھی ان شاء اللہ بات کریں گے۔ لیکن پھر اس میں ایک بڑا vague طریقہ رکھا ہوا ہے۔ وہ کوئی transparent طریقہ نہیں کہ جس کو ہم یہ کہیں کہ واقعی یہ مسودہ صحیح حالت میں ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ ان تمام deficiencies کو دور کرنے کے لیے اور ان deficiencies کو reconsider کرنے کے لیے اور اس کو proper ایک قانون سازی کا سانچہ دینے کے لیے بہت ہی ضروری ہے کہ یہ جو سلیکٹ کمیٹی میں نے تجویز کی ہے یہ سلیکٹ کمیٹی اس کو منظور فرما کر دوبارہ یہاں پیش کرے۔ میں آپ کی وساطت سے معزز اراکین ایوان کو بھی یہ گزارش کروں گا کہ ہم دوبارہ اس کو consider کر لیں تو زیادہ بہتر ہوگا اور جتنی deficiencies ہیں وہ دور ہو سکتی ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس کو اس سلیکٹ کمیٹی

کے حوالے کر کے اسے reconsideration کے لیے پیش کیا جائے۔

جناب چیئرمین: اپوزیشن بنچز سے اس پر کوئی اور صاحب اظہار رائے کرنا چاہیں گے؟ ..... مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! نظریہ پاکستان کیا ہے؟ پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ یہ پاکستان بننے سے پہلے نعرہ تھا۔ نظریۂ پاکستان یہ ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کا حکم جاری ہو۔ نہایت افسوس ہے کہ پچاس سال گزرنے کے باوجود ہمارے ہاں اب تک وہی انگریزوں کا بنایا ہوا قانون رائج ہے۔ آج تک قرآن و سنت کو انسانوں کے بنائے ہوئے آئین پر بالادستی نصیب نہیں ہوئی۔ ہم نے یہاں سے قومی اسمبلی کے لیے قرار داد کر دی لیکن ابھی تک پاکستان کے اندر قرآن و سنت کو انسانوں کے بنائے ہوئے آئین پر بالادستی نہیں۔ نظریۂ پاکستان تو یہ تھا کہ یہاں پر خدا کی حکم رانی ہوتی۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نظام کو رائج کیا جاتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی ہمارے کسی ادارے میں بھی مکمل طور پر قرآن و سنت کا کوئی قانون نافذ نہیں۔ افغانستان کی تازہ مثال ہے کہ وہاں پر طالبان کی حکومت ہے۔ جس علاقے میں ان کا قبضہ ہوتا ہے اسی روز سے وہاں قرآن و سنت کے احکام نافذ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے حکم رانوں کے بہانے ہیں۔ ان کی نیتیں صحیح نہیں۔ اگر ان کی نیتیں صحیح ہوتیں تو آج کب کا یہاں پر اسلامی قانون نافذ ہو گیا ہوتا۔ اگر قانون اسلام نافذ ہوتا جو پاکستان کا نظریہ تھا، یہ علیحدہ ملک اس لیے لیا گیا تھا ورنہ تو یہ قانون اس وقت انگریز کا بھی چل رہا تھا اور اس سے زیادہ امن تھا جتنا آج ہے۔ یہ اس لیے ملک حاصل کیا گیا تھا کہ ہم اپنا علیحدہ ملک حاصل کر کے اس میں خدا اور اس کے رسول کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں۔ ان کے قوانین کو نافذ کریں لیکن اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اب ہم شرمندہ ہیں۔ خدا کے سامنے بھی شرمندہ ہیں اور قوم کے سامنے بھی شرمندہ ہیں۔ اگر ہم نے عملی طور پر نظریۂ پاکستان کو نافذ کیا ہوتا تو آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی۔ اللہ ہم پر راضی ہوتا۔ یہ زمین سونے کے خزانے اگل دیتی۔ لیکن آج ہم بھیک مانگ رہے ہیں۔ آج ہم محتاج ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہمیں سزا مل رہی ہے کہ ہم نے خدا کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں کو پورا نہیں کیا۔ اب یہ فاؤنڈیشن بنانے اور اس قسم کے ادارے بنانے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ محض وقت کو ضائع کرنا ہے اور قوم کو ان بھول بھلیوں میں ڈالنا ہے۔ اگر یہ لوگ مخلص ہیں تو ایک دن کے اندر خدا کے قانون کو نافذ

کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ مخلص نہیں ہیں۔ پچاس سال کا عرصہ ہمیں یہی بتا رہا ہے کہ حکومت اس معاملے میں مخلص نہیں۔ ابھی اس وقت موجودہ حکومت کو اتنا بھاری مینڈیٹ حاصل ہے کہ یہ جو ترمیم چاہیں کر سکتے ہیں۔

جناب محمد افضل خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی، افضل خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد افضل خان، جناب چیئرمین! میں پوائنٹ آف آرڈر پر مولانا صاحب سے پوچھنا چاہوں گا کہ پاکستان میں کون سا قانون ہے جو اسلام کے خلاف ہے؟

جناب چیئرمین، آپ کے خیال میں وہ یہ سن گئے ہوں گے؟ آپ کو یہ بخوبی علم ہے کہ وہ کانوں سے بہرے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ موجودہ حکومت کو اتنا بھاری مینڈیٹ حاصل ہے کہ وہ جو ترمیم چاہے راتوں رات کر لیتی ہے۔ چودھویں ترمیم ہو گئی۔ آٹھویں ترمیم ختم ہو گئی۔ اگر یہ مخلص ہوں تو ایک رات کے اندر یہ قانون نافذ کر سکتے ہیں کہ پاکستان کے اندر قرآن و سنت کا قانون عملی طور پر نافذ ہے۔ قاضی موجود ہیں، قانون موجود ہے، صدیوں قانون چلتا رہا ہے، ہمیں کوئی نیا قانون بنانے کی ضرورت نہیں۔ قانون موجود ہے۔ میں نے افغانستان کی مثال دی ہے، سعودی عرب کی مثال ہے اور یہ ہمارے پاس روشن مثالیں موجود ہیں۔ اس لیے میں تو حکومت کی خیرخواہی کے لیے بہترین مشورہ دوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی بھاری اکثریت میاں نواز شریف کو دی ہے۔ یہ ان کا امتحان بھی ہے اور آزمائش بھی کہ وہ اس پر کیسے پورے اترتے ہیں۔ وہ جو اپنے فائدے کے لیے ترمیم ہے وہ تو راتوں رات کر لیتے ہیں۔ یہ بھی ان کے فائدے کے لیے ہے۔ اگر وہ اس ملک میں اپنی اس بھاری اکثریت کی طاقت سے قرآن و سنت کے آئین و قانون کو نافذ کر دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ پانچ سال تو کیا وہ ساری عمر کے لیے پاکستان کے وزیر اعظم بن جائیں اور اگر وہ اس وعدے کو پورا نہیں کرتے اور قرآن و سنت کے آئین کو نافذ نہیں کرتے، خلافت راشدہ کے نظام کو نافذ نہیں کرتے تو ہو سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے گرفت آ جائے کہ اتنی بڑی اکثریت آپ کو دینے کے باوجود، فُل پاور ہونے کے باوجود آپ نے کچھ نہیں کیا۔ اب آپ کو ہٹا کر کسی اور کو لایا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! اس لیے میں یہ گزارش کروں گا اور آپ سے یہ بھی اجازت چاہوں گا کہ میں نے صحت کی پالیسی پر وقت مانگا تھا۔ آپ نے مجھے وقت نہ دیا۔ آخر پر جب کورم ٹوٹ گیا تو اس وقت اجلاس بھی ختم ہوگیا۔ میں نظریۂ پاکستان کی مناسبت سے صحت کے بارے میں بھی گزارش کروں گا۔ ہمارے پیغمبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ----

جناب چیئرمین، آپ صرف نظریۂ پاکستان تک ہی محدود رہیں ۔ آپ کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں نظریۂ پاکستان کی مناسبت سے کہوں گا۔

جناب چیئرمین، سعید اکبر صاحب! آپ مولانا صاحب سے کہیں کہ یہ relevant بات نہیں ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! چند منٹ کی اجازت دے دیں۔

جناب والا! ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جیسے روحانی امراض کے طبیب ہیں اسی طرح جسمانی امراض کے بھی طبیب ہیں ----

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! صحت کے بغیر نہ نظریہ پاکستان چل سکتا ہے نہ کوئی اور نظریہ چل سکتا ہے۔ صحت اس کا بڑا relevant portion ہے ----

جناب چیئرمین، بس' اس صحت سے بھی باز آئے ۔ کسی کی سنی نہ جائے اپنی سناتے جائیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! میں نظریۂ پاکستان کی مناسبت سے کہوں گا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جیسے روحانی طبیب اعظم تھے اسی طرح آپ جسمانی امراض کے بھی طبیب تھے۔ آپ نے اس وقت کے مروجہ علاج خود بھی کیے اور بہت سی دوسری امراض کے علاج بھی بتائے۔ طبی نبوی پر مستقل کتابیں چھپ چکی ہیں۔ خالد غزنوی صاحب کی کتاب طب نبوی پر ہے۔ میں جناب وزیرصحت صاحب کی توجہ دلاؤں گا اور حکومت کی بھی توجہ دلاؤں گا کہ جہاں آپ دوسرے علاج پر کروڑوں اور اربوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں وہاں طب نبوی جو صلی اللہ علیہ وسلم کی طب ہے اور جس کے متعلق مستقل کتابیں چھپ چکی ہیں اس کی بھی سرپرستی کریں۔ طب نبوی کی سرپرستی کرتے ہوئے اس کو بھی اپنے ملک میں اہمیت دیں تاکہ ہم اسلام کی تعلیمات کے زیادہ قریب ہوسکیں۔ طب نبوی کے علاج آسان بھی ہیں اور سستے بھی ہیں ----

چودھری محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جناب صدیق سالار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب مولانا صاحب بنیادی طور پر نظریۂ پاکستان کی مخالفت کر رہے ہیں جس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے۔ نظریۂ پاکستان ہمارے قائداعظم سے لے کر جناب قائد Premier (پی - ایم) صاحب تک----

آواز، کون سے Premier؟

چودھری محمد صدیق سالار، جی اب تو قائد پاکستان ہمارے پی - ایم صاحب ہی ہیں - ہمارے سب کچھ نواز شریف ہیں - سیدھی سی بات ہے۔ اب نواز شریف صاحب بھی اسی نظریے پر چل رہے ہیں - لہٰذا جناب مولانا صاحب کو روکا جائے۔ وہ کیوں بول رہے ہیں؟

جناب چیئرمین، سالار صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! جناب صدیق سالار صاحب نے کہا ہے کہ قائد اعظم سے لے کر Premier تک۔ تو جناب والا! میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ Premier صاحب کون سے قائد ہیں؟

جناب چیئرمین، اصل میں یہ زبان کی لکنت ہے ----- جی مولانا صاحب۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ نظریۂ پاکستان کو ہم زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کریں۔ میں نے کہا کہ صحت کا شعبہ۔اس میں بھی ہمیں ضرورت ہے کہ ہم طب نبوی سے راہ نمائی حاصل کریں اور حکومت اس کی سرپرستی کرے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہمارے روحانی امراض کے طبیب ہیں اسی طرح ہمارے جسمانی امراض کے بھی طبیب ہیں اور آپ کے علاج اگر آج بھی کوئی استعمال کرے تو جسمانی شفا بھی اسی طرح حاصل کر سکتا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ چونکہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اس بل کو اپوزیشن کی ترمیم کے مطابق 20 تاریخ تک ایک کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کیا جا سکے۔ میں اسی پر اختتام کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، کوئی اور ممبر صاحب اس پر بولنا چاہیں گے؟------ جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون، شکریہ۔ جناب سپیکر۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ معزز ممبران اپوزیشن نے یہ ترمیم پیش کی ہے کہ اس قانون کو نافذ کرنے کی بجائے ایک سپیشل کمیٹی کے سپرد کیا جائے جو اس پر غور کرے اور اس کے بعد اس کو نافذالعمل قرار دیا جائے ۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا

چاہوں گا کہ ابھی ابھی میرے سامنے جب قائد حزب اختلاف اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے تو انھوں نے یہاں اس بل کو کمیٹی کے سپرد کرنے کو کہا اور انھوں نے یہ استدلال دیا کہ چونکہ ان کی تجویز کردہ موجودہ کمیٹی ایک متناسب نمائندگی کی بنیاد پر ہے جس میں اپوزیشن کے اراکین بھی موجود ہیں، حکومتی اراکین بھی موجود ہیں، اس لیے کہ وہ بہتر طور پر اس پر غور کر سکے۔ انھوں نے فرمایا ہے جس سپیشل کمیٹی نے اس بل پر غور کیا، اپنی سفارشات کے بعد اسے ایوان میں پیش کیا اس کمیٹی میں اپوزیشن کو مناسب نمائندگی نہیں دی گئی۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو معزز رکن کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس کمیٹی نے اس بل پر غور کیا وہ کمیٹی حکومت کی قائم کردہ کمیٹی نہیں تھی، وہ کمیٹی ایوان کی مقرر کردہ کمیٹی تھی۔ جناب سپیکر! جس وقت ہم نے اسمبلی میں یہ بل lay کیا معزز سپیکر موجود تھے، انھوں نے یہ کمیٹی تشکیل کی اور ہم نے اس کو اس کمیٹی کے سامنے پیش کیا اور اس کمیٹی نے اس پر غور کیا۔ جناب سپیکر! میں technically یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر آپ سابقہ کمیٹی دیکھیں وہ، اور جو موجودہ کمیٹی دی گئی ہے وہ، دونوں کمیٹیاں کلی طور پر ان ممبران پر مشتمل ہیں جو ٹریژری بنچز سے تعلق رکھتے ہیں ۔ میں بڑی معذرت کے ساتھ اپنے بڑے بھائی، لیڈر آف دی اپوزیشن، کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ انھوں نے ابھی ابھی اپنی گفتگو میں فرمایا تھا کہ موجودہ کمیٹی میں اپوزیشن کے ممبران بھی ہیں، اس میں حکومتی ممبران بھی ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر آپ موجودہ کمیٹی، جس کو وہ select کر رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس کمیٹی کے حوالے یہ بل کیا جائے، اس کو دیکھیں اس میں ایک رکن بھی اپوزیشن سے تعلق رکھنے والا نہیں۔ دوسرے الفاظ میں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ معزز قائد حزب اختلاف کی تجویز یہ ہے کہ گورنمنٹ کی ایک کمیٹی میں سے اس کو اٹھا کر گورنمنٹ کے ممبران پر مشتمل دوسری کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ جناب سپیکر! یہاں پر جو ممبران دیے گئے ہیں ان میں سے ایک ممبر بھی اپوزیشن سے نہیں، بلکہ وہ سب کے سب حکومتی ارکان ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جب حکومت ایک دفعہ اس بل کو کمیٹی سے پاس کروا چکی ہے تو پھر اسے دوبارہ اپنے ممبران کے پاس کیوں بھیجیں؟ اگر ہمارے ممبران کو کوئی اعتراض ہے تو سر آنکھوں پر ۔ لیکن ہمارے ممبروں کو تو کوئی اعتراض نہیں۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ اس کو جلد از جلد نافذ ہونا چاہیے اور انھوں نے جو کمیٹی دی ہے وہ کلی طور پر حکومتی ارکان پر مشتمل ہے، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات مناسب نہیں ہوگی کہ اس کو اس کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! یہاں میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ انھوں نے اپنی گفتگو کے دوران یہ فرمایا کہ اس بل کی جس بھی پروویژن کو اٹھا کر دیکھیں، جس کسی شق کو بھی اٹھا کر دیکھیں وہاں پر حکومت کا عمل دخل رکھا گیا ہے اور انھوں نے محسوس کیا ہے کہ شاید حکومت کے بغیر یہ فاؤنڈیشن چل نہیں سکے گی۔ جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ مجھے یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ اس کی constitution میں اگر حکومت کا عمل دخل زیادہ رکھا ہے تو ہم نے یہ ایک تلخ تجربے کی بنیاد پر رکھا ہے۔ جناب سپیکر! ماضی میں ہمیں یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ اگر ان لوگوں کا عمل دخل زیادہ رکھا جائے، ان کو کھلی چھوٹ دی جائے تو پھر اس کا جو نتیجہ نکلتا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ جناب سپیکر! اگر حکومتی ارکان کا اس میں عمل دخل رکھا ہے حکومت کا عمل دخل رکھا ہے۔ اگر اس میں حکومت کی رائے زیادہ شامل کی ہے تو اس کے پیش نظر صرف ایک نظریہ تھا کہ اس ادارے کو ایک شفاف طریقے سے کام کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ماضی میں جب کھلی چھٹی دی گئی اور ہمارے معزز اراکین جو اس وقت یہاں تشریف فرما ہیں ان کی حکومت نے اس ادارے کا سارا انتظام و انصرام جن لوگوں کے سپرد کیا ان کے متعلق ہائی کورٹ کے ایک جج یہ لکھتے ہیں، اور اس کا نام میں نے اس دن بھی بتایا تھا کہ ایس ایم بشیر ہے، اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ:

> Mr Bashir has shown complete lack of honesty and fidelity even of a minimum degree which should be particular unto a trustee

جناب سپیکر! وہ لکھتے ہیں کہ ایک ٹرسٹی کے شایان شان جو ایک minimum بات، جو کم سے کم ایمان داری بھی ہو سکتی ہے وہ بھی اس شخص میں نہیں اور جناب سپیکر! وہ شخص کون تھا وہ انھی کی حکومت کا مقرر کردہ شخص تھا اور جس طرح اس نے اس ادارے کو لوٹا ہے آج پھر اگر ہم وہاں سے حکومت کا عمل دخل نکال لیں، آج پھر انھی لوگوں کا، جن کو یہ select کریں عمل دخل رکھیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر ہمیں اس فاؤنڈیشن کو خدا حافظ کہنا پڑے گا۔ میں مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ ہمارے لیے نظریۂ پاکستان جزو ایمان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی بنیاد پر ہم نے اس ملک کو حاصل کیا تھا۔ اور اگر ہم نے اسی کے ساتھ بے ایمانی شروع کر دی اور اسی کو لوٹنا شروع کر دیا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ بڑھ کر اس ملک کی اور

بدقسمتی ہو نہیں سکتی۔ اس لیے میری آپ سے استدعا ہے کہ اس ترمیم کو رد فرمایا جائے اور ہاؤس کی کارروائی کو آگے چلایا جائے۔

MR CHAIRMAN: So, the amendment moved and the question is:

That the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill, 1997 as recommend by the Special Committee No. 1, be referred to the Select Committee consisting of the following members with instructions to report upto 20th January, 1998:

1. Haji Muhammad Nawaz Khan
2. Mr Muhammad Iqbal Khan
3. Malik Ghulam Shabbir Joyia
4. Ch Muhammad Azam Cheema
5. Sardar Tufail Ahmad Khan
6. Malik Naeem-ud-Din Khalid
7. Mr Muhammad Afzal Gill
8. Sardar Muhammad Sarfraz Khan
9. Haji Malik Umar Farooq

(The motion was lost)

MR CHAIRMAN: The motion moved and the question is:-

That The Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill, 1997 as recommended by the Special Committee No.1, be taken into consideration at once.

(The motion was carried)

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین ! ابھی principles پر بات ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین ،اب لیڈر آف اپوزیشن اگر principles پر بات کرنا چاہیں تو انھیں اجازت ہے۔

وزیر قانون، جناب چیئرمین ! اگر وہ principles پر بات کرنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ۔لیکن

اس پر بے شمار ترامیم معزز اراکین نے دی ہوئی ہیں۔ ان پہ بھی انھیں بولنے کا موقع ملے گا۔ اس پر بھی وہ بات کرلیں اور ویسے بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہر ترمیم پر وہ principles کی بات کر رہے ہیں۔ ترمیم تک تو وہ اپنے آپ کو محدود نہیں رکھ رہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین شکریہ! میں مختصر بات کروں گا۔ نظریے کی بنیاد پہ وجود میں آنے والے ممالک کی تعداد تو بہت کم ہے ۔ ایک پاکستان ہے اور ایک شاید اور ملک ہو ۔ پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اور یہی وہ تشخص ہے جسے پاکستان کہا جاتا ہے ۔ جناب چیئرمین! اس کی حقانیت کا اظہار تو قائد اعظم محمد علی جناح نے اس پر اظہار کرتے ہوئے انھوں نے خود کہا تھا کہ ،

"میں کون ہوتا ہوں آئین دینے والا ؛ پاکستان کے لیے آئین دینے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چودہ سو سال قبل دستور العمل عطا کر دیا ہے اور میں اسے اسلام کے نظریۂ حیات کی لیبارٹری بنانا چاہتا ہوں۔"

اب جناب چیئرمین! دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم اس پہ عمل کر رہے ہیں؟ کیا ہم اسے اسلام کی لیبارٹری بنا رہے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس ضمن میں ہم میں بہت کمی ہے ۔ آج تک ہم اپنے آئین کو اسلام کے مطابق تک نہیں ڈھال سکے۔ اور پاکستان کس لیے حاصل کیا گیا؟ اس لیے کہ اس میں مذہب اسلام کو فروغ دیا جائے گا۔ اور ایسا ملک ہو جس میں ہم اپنے مذہب کو اجاگر کرنے اور اس کے مطابق چلنے اور اس پر کام کرنے اور اسی کے مطابق اپنی زندگی کو چلانے کے قابل ہوں ۔ یہی نہیں' بلکہ اقتصادی بنیاد پر بھی ہم جو کچھ چاہتے ہیں اسی انداز میں آگے چلائیں۔

جناب چیئرمین! آپ ماشاء اللہ عمر میں مجھ سے کافی بڑے ہیں۔ آپ ان تجربات سے بھی گزرے ہوں گے۔ اور جو کچھ ہم نے اساتذہ سے سیکھا ہے ' پڑھا ہے یا کتابوں میں دیکھا ہے اس وقت ہندو مہاجن نے مسلمانوں کو اس طریقے سے discriminate کیا ہوا تھا کہ ان کو نہ تو ملازمتوں میں حصہ دیا جاتا تھا اور نہ ہی ان کو کسی اور شعبے میں حصہ دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی جائیدادوں کو گروی رکھ کر قرضہ جات دیے جاتے تھے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ جو ہمارے بہت ہی غریب مسلمان تھے وہ اپنے بچے گروی رکھ کر اپنا گزارا چلاتے تھے۔ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا پاکستان معرض وجود میں آئے جس میں ہم اپنے مذہب اسلام کی روح و روایت کے مطابق ملک کو چلائیں۔

جناب والا! دکھ کی بات تو یہ ہے کہ ایسے حکمران بھی یہاں آئے جن کا تعلق (میں معذرت

سے کہوں گا) تحریک پاکستان کے ساتھ نہ تھا۔ اور جو مقصد تھا اس کو بھی ہم آگے چلانے میں کامیاب نہ ہو سکے ۔ کچھ لوگوں نے مسلم لیگ میں ہی شمولیت اس بنیاد پر کی کہ وہ حاکم بننا چاہتے تھے ۔ یہ ایک بہت ہی افسوس ناک بات ہے ۔ جناب سپیکر! اسلام حقوق العباد پر سب سے زیادہ توجہ دیتا ہے ۔ اور میں یہ کہنا چاہوں گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہ فرمان ہے کہ اگر کسی مسلمان کا ہمسایہ بھی بھوکا سویا ہو تو اس پر جنت حرام ہے اور اسی طریقے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرے دور حکومت میں دریائے فرات کے کنارے کتا بھی بھوکا مر گیا تو اس کا ذمہ دار میں ہوں گا۔

جناب چیئرمین ! ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کیا جو تحریک پاکستان یا پاکستان بنانے کا مقصد تھا اس میں ہم آگے چل رہے ہیں یا نہیں ۔ کیا یہاں ہمارا ہمسایہ بھوکا سویا ہوا ہے یا اس کو روٹی مل رہی ہے۔ کیا یہاں ڈاؤن سائزنگ کے نام پہ بے روزگاری بڑھائی جا رہی ہے یا نہیں' یا اس کو بہتر انداز میں کیا جا رہا ہے۔ کیا devaluation کے نتیجے میں ہم مہنگائی پہ قابو پا رہے ہیں۔ کیا آٹا سستا ہو رہا ہے' کیا گھی سستا ہو رہا ہے ۔ کیا ہم عام آدمی کو یہ سب چیزیں دینے میں کامیاب ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اگر یہ سب کچھ نہیں ہے تو پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا تحریک پاکستان کا جو مقصد تھا اس کو پورا کرنے میں ہم کامیاب ہو رہے ہیں یا نہیں۔

جناب چیئرمین! میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے کہوں گا کہ میرے بھائی نے کچھ باتیں کیں ' ایک جج صاحب کی رپورٹ کا حوالہ دیا ۔ اور پچھلے دنوں بھی آج سے دو روز قبل جب یہ بل پیش ہوا تھا تو اس دن بھی میرے بھائی نے چند یہاں مثالیں دی تھیں اور ایک شخص ایس ایم بشیر کے حوالے سے بات کی تھی ۔ میں اس کو تھوڑا سا آگے بڑھانا چاہتا ہوں کہ وہ relevant portion بھی دیکھیں جو ماشاء اللہ ان کے کرتا دھرتا لوگ تھے کہ جنھوں نے یہ ٹرسٹ بنایا اور پھر اس ٹرسٹ کے نتیجے میں جو کچھ ہوتا رہا وہ شاید ان کی نظر سے نہیں گزرا۔ میں تھوڑا سا بتانا چاہوں گا کہ دراصل یہ شخص اصل پروردہ تو انھی کا ہے ۔ مرحوم غلام حیدر وائیں صاحب کے ساتھ یہ کام کرتا رہا ۔ اور اس کا یہ right hand man تھا ۔ اور جو کچھ بھی اس وقت ہوا' کیونکہ یہ ٹرسٹ 1992ء میں معرض وجود میں آیا تھا اور اس وقت سے لے کر تب تک جس وقت کی محترم لاہنسٹر صاحب بات کرتے ہیں کہ جب اس کی governing body change کی گئی اور اس کے بعد اس میں کچھ بدعنوانیاں ہوئیں۔ میں اس کا تھوڑا سا اشارہ دوں گا۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ 14 جولائی 1992ء کو یہ ٹرسٹ وجود میں آیا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! نظریۂ پاکستان کے حوالے سے وائیں صاحب مرحوم کا نام لیا گیا ہے اور اس بدبخت' بدنیت انسان ایس۔ ایم۔ بشیر کا نام بھی لیا گیا۔ یہ کہنا کہ وہ وائیں صاحب کا right hand تھا اور اسی لیے اسے چیئرمین بنایا گیا یہ ایک سب سے بڑا الزام ہے۔ وائیں جیسا انسان نہ آج تک پیدا ہوا ہے' نہ ہی ایسے کارنامے کوئی کر سکا ہے۔ 45 سال قبل تک کوئی آدمی نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کو قائم نہ کر سکا۔ وہ واحد انسان تھا جس کی سوچ یہ تھی کہ نظریہ پاکستان ہی پاکستان کو تحفظ دے سکتا ہے اور نئی نسل کو ہر معاملے سے روشناس کرانا نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کا کام ہے' اسی لیے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ قائم ہوا۔ وہ شخص سب سے پہلے اس کا چیئرمین بنا تھا اور وہ پیسے لوگوں سے مانگ کر یا حکومت کی گرانٹ سے جمع کیے گئے تھے۔ مجھے آج قائد حزب اختلاف سے اختلاف ہے کہ جب وٹو کی حکومت قائم ہوئی تو انھوں نے نظریۂ پاکستان' ایوان زراعت پہ قبضہ کیا۔ اس بدبخت' بدنیت انسان کا تعلق مسلم لیگ کے ساتھ تھا لیکن انھوں نے اسے لالچ دے کر اپنی مسلم لیگ کے ساتھ ملا لیا اور اس بے غیرت' فضول انسان کو انھوں نے اس کا چیئرمین بنایا جس نے لاکھوں کے فنڈ ہضم کیے۔ وہ فنڈ جو کہ وائیں کے دور میں میاں نواز شریف صاحب کی عنایت تھی انھوں نے ہضم کیے۔ اور نظریۂ پاکستان کی ہم نے جو فاؤنڈیشن قائم کی تھی' جس میں میری محنت کا بھی عمل دخل تھا اسے انھوں نے پیچھے ڈالا۔ آج یہ کہنا کہ وائیں صاحب کا وہ right hand تھا' یہ غلط ہے۔ جناب والا! وہ تو اُن کا right hand تھا' منیس صاحب اس وقت سپیکر تھے اور اس ساری سازش میں یہ خود شامل تھے۔ اب یہ الزام وائیں صاحب کو یا مسلم لیگ کو دینا بے حد بے اصولی کی بات ہے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: سعید اکبر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! ایس۔ ایم۔ بشیر کو انھوں نے خود لگایا اور سارے فنڈ انھوں نے خود ہضم کیے۔ ہماری حکومت ان شاء اللہ جب اپنے جوبن پہ قائم ہوگی تو وہ فنڈ جو انھوں نے ہضم کیے ہیں ان کے پیٹوں سے نکالے جائیں گے۔ اور ایسے ادارے جو کہ ہم نے پاکستان کے تحفظ کے لیے قائم کیے تھے ان کو آگے بڑھایا جائے گا۔ ان کی ایسی باتیں قطعاً برداشت نہیں کی جا سکتیں' نہ ہم

برداشت کریں گے' نہ ہم برداشت کرنے والے ہیں۔ ہم عزت کرتے ہیں' احترام کرتے ہیں۔ ہم نے فی الحال وٹو کا بھی اس لحاظ سے نام لینا چھوڑ دیا ہے۔ ہم اس کے کارناموں کو بھی اجاگر کریں گے۔ یہ کارنامہ وٹو کا تھا اور وٹو نے ایسا کیا۔ اگر ایس۔ ایم۔ بشیر نے وہ بد دیانتی کی ہے تو اس نے اپنے طور پر کی ہے یا ان کی امداد سے کی ہے۔

جناب چیئرمین: جی سعید اکبر خان صاحب! اب فرمائیے۔

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میرے بڑے بھائی' محترم اعظم چیمہ صاحب نے اس ہاؤس میں کچھ غیر پارلیمانی الفاظ بولے ہیں۔ ہر آدمی کا کردار اس کے اپنے ساتھ ہوتا ہے، اور جو کوئی بھی جرم کرے گا اسے اپنے کیے کی قانون کے تحت سزا ملے گی۔ کسی کو اس ہاؤس میں کھڑے ہو کر بے غیرت یا اس طرح کے دوسرے الفاظ کہنا میں سمجھتا ہوں اس ہاؤس کی توہین ہے اور میں یہ کہوں گا کہ یہ ہمیں زیب نہیں دیتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اگر کوئی آدمی جرم کرتا ہے تو اس کو قانون سے بچایا جائے' میں اس کا حامی نہیں۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ جب ہم کسی کے بارے میں بات کریں تو ہمارے منہ سے ایسے الفاظ نہ نکلیں جن کو سننے والے کہیں کہ یہ ان کو زیب نہیں دیتے۔ شاید وہ جوش خطابت میں اس طرح کے الفاظ فرما گئے ہیں۔ اس میں انھوں نے اور بھی بہت سے الفاظ فرمائے ہیں کہ ایس ایم بشیر صاحب کن کے right-hand man تھے۔ ہم 85ء سے دیکھ رہے تھے کہ کس کا مسلم لیگ ہاؤس پہ قبضہ تھا اور وہ ایس ایم بشیر انھی کی مسلم لیگ ہاؤس کا انچارج تھا۔ جناب سپیکر! ہم یہ نہیں چاہتے کہ اگر کوئی آدمی غلط کاری کرتا ہے تو اس کو defend کیا جائے۔ قائد حزب اختلاف یہ کہہ رہے تھے کہ ہائی کورٹ کے جج کی جو رپورٹ ہے اس کا ایک تھوڑا سا حصہ پڑھ لیا گیا ہے اگر اس کا باقی والا حصہ بھی پڑھ لیا جائے جس میں مزید کئی راز ہیں اور قائد حزب اختلاف وہ بتانے والے تھے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ایس ایم بشیر نے اگر کوئی غلط کاری کی ہے تو اس کو معاف کر دیا جائے۔ وہ تو یہ فرما رہے تھے کہ اس میں جو اس سے پہلے بھی کارنامے سرانجام دیے گئے ہیں' انھیں بھی وزیر قانون صاحب بیان کرتے' اس پوری رپورٹ کو پڑھتے تاکہ وہ ہاؤس کے سامنے آ جاتے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی سعید احمد خان منیس صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب سعید احمد خان منیس: جناب چیئرمین' میرے محترم بھائی نے ایک بڑے ہی جذباتی پوائنٹ

آف آرڈر پر لمبی چوڑی تقریر کر دی ہے۔ ویسے جو کچھ اعظم چیمہ صاحب فرما رہے تھے میرا وہ مقصد نہیں تھا۔ میں ایک background بتانے والا تھا اور I have all respects for the honourable late Mr Ghulam Haider Wyne. میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو۔ جس شخص کی بات ہوئی میں اس کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہا تھا اور جناب چیئرمین! کئی ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن کو link up کرنا پڑتا ہے ' اپنی بات کو آگے بڑھانے کے لیے link up کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ ابھی میرے بھائی سعید اکبر خان صاحب نے کہا کہ We will be the last persons to defend anybody who is involved in embezzlement. یہ بات میں اس فلور پر کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔ لیکن میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں discrimination نہیں ہونی چاہیے۔ اس میں irrespective of all political parties کسی نے اگر گند کیا ہے تو He stands responsible for that. He should be taken to task. تو جناب والا! میں اپنی اس بات کو تھوڑا سا آگے بڑھاتا ہوں۔

جناب چیئرمین! جب یہ ٹرسٹ 14۔ جولائی 1992ء کو قائم ہوا تو اس کے لیے وفاقی حکومت نے پانچ کروڑ روپے کی کچھ گرانٹ in aid دی اور پھر پنجاب حکومت نے بھی کوئی دو کروڑ روپے کی گرانٹ دی۔ اب بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو embezzlements ہیں یہ اسی وقت ہی شروع ہو گئی تھیں۔ اس میں میرا کسی کی ذات پہ attack کرنے کا مقصد نہیں۔ چونکہ ہمارے ہاں عام طور پر جو رجحان ہے' جب سے پاکستان بنا ہے اس وقت سے یہی رجحان set ہو گیا ہے جس میں embezzlements, misappropriations ہوتی رہتی ہیں اور جب تک ہم کسی foolproof طریقے سے accountability نہیں کریں گے تو یہ ختم بھی نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں یہ accountability حق کی بنیاد پہ ایک دن کرنی ہو گی اور جس دن ہم صحیح accountability کریں گے اس دن ہمارا نظریۂ پاکستان کا مقصد بھی کامیاب ہو گا' اسے ہم بہتر طریقے سے آگے لے جا سکیں گے۔ تو جناب چیئرمین! اس وقت یہ grants in aid دی گئیں اور ایک ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے:۔

> It may be noted here that the learned Judge, hearing writ petition No-----, had meaningfully raised eyebrows on sanction of grant in aid to the Trust

یعنی ان کو بھی grant in aid دی جانے اور اس کے استعمال کیے

جانے پہ کافی اعتراض تھا۔ پھر اس سے آگے یہ رپورٹ کہتی ہے:۔

Record whatever could be laid hands on makes a disquieting reading.

جناب چیئرمین! یہ میں 1992ء کی بات کر رہا ہوں، جس کا اس رپورٹ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:۔

Financial discipline was not observed vigorously . Titled documents of land, very valuable property of the Trust, measuring five acres four kanals and eight marlas in Johar Town are not available.

جناب چیئرمین! پھر وہ رپورٹ جو کہ ہائی کورٹ میں ایک رٹ کی بنیاد پر ہائی کورٹ کے جج کو دی گئی ہے وہ پھر یہ لکھتے ہیں:۔

Mr S.M.Bashir who had all along been a close associate of Mr Wyne till June/July 1993.

جس میں اس کا ذکر کرتے ہیں اور further یہ بھی کہتے ہیں:۔

An had also remained in-------- from 27th March 1994 to 11th May, 1996.

جس کا کہ میرے بھائی ذکر کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں صرف relevant portion پڑھوں گا، کیونکہ یہ حصے پڑھنے ضروری ہیں۔ اس میں پھر وہ کہتے ہیں:۔

Rupees one lac and fifty thousand and rupees fifty thousand were provided to Pakistan Muslim League by way of loan on 15th and 30th October, 1992 for payment of clearance charges and freight of printing paper which they needed for their by monthly publication. Further says that rupees one lac and ten thousand were further paid to Muslim League on 20-3-1993 for disbursment of salaries of theiremployees.

جناب چیئرمین! اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے،

For the disbursement of salaries of the employees of the Muslim League.

اور یہ ٹرسٹ کے پیسوں میں سے ہے،

Further more, rupees one lac on 18 4.1993, to meet the expenses of the meeting of the Central Body at Islamabad.

جناب والا! یہ ٹرسٹ کا پیسہ ہے جو مسلم لیگ پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ پھر آگے ہے

کہ،

Arrangements were made for execution of printing works of Muslim League at Trusts' press. Amount of over Rs. 2 million were still in arrears

یعنی یہ ان کے پاس ہی ہے اور یہ ٹرسٹ کا پیسہ ہے۔ پھر آگے ہے کہ،

Rupees five lacs were paid to the Pakistan Economic Forum through Mr Malbi, the Muslim League MPA through Cheque No.. .. dated.... to hold a seminar on Pakistan economy

جناب چیئرمین! ان پر غور کرنے کی ضرورت ہے پھر further یہ کہا جاتا ہے

کہ،

Cheques for a total amount of Rs. 40 lac and 27 thousand were issued in favour of Mian Abdul Sattar, MPA a Muslim League who is also a member of the Board of Governors, Mr Mukhtar Hussain Talbi, since that who was Secretary of the Trust, and Mr Saeed ul Haq Siddiqui, a Member of the General Council of the Trust for investment in N.I.T Unit. The record is silent about the shortfall of rupees one lac twenty-two thousand seven hundred. Moreover, there is no record to show as to what happened to the Units purchased and the amount of

dividdend on the investment. Machines for printing press were purchased from 5.7.1992 to 2.5.1993 without calling tenders

جناب والا! میں اسی لیے briefly بتا رہا ہوں کہ اس وقت کیا embezzlements and misappropriations عمل میں آئی ہیں؛

Similarly, a carry van Suzuki and a Jeep Potohar were purchased for Rupees one lac 82 thousand and 3 lac 42 thousand on 23.8.93 and 24.8.93 without calling tenders. Payments were made through cheques issued in the name of Mr Muhammad Sarwar Awan, reportedly a former MPA. Mr Saeed ul Haq Siddiqui, was given a cheque for a sum of Rs. one lac on 22.7.93 which he was required to account for. Mr Siddiqui never did that.

جناب والا! میں نے یہ سارا اس وقت کا حوالہ دیا ہے۔ میرے بھائی فرما رہے تھے کہ گورننگ باڈی تبدیل کرنے کے بعد ایس ایم بشیر کے حوالے سے mention کی ہیں کہ misappropriations ہوئیں لیکن میں ان سے پہلے کا ذکر کر رہا ہوں۔ جناب والا! آپ اس سے بخوبی اندازہ لگائیں گے کہ اس وقت کتنی embezzlements ہوئیں کتنی misappropriations ہوئیں؛ پیسہ ایک مخصوص سیاسی پارٹی پر خرچ ہوتا رہا اور اس رپورٹ کے مطابق وہ پیسہ آج تک account for نہیں ہو سکا۔ جناب والا! آپ سے بہتر کون جانے گا کہ باب پاکستان پر ایک جلسہ ہوا تھا اور اس وقت اخبارات میں اس بارے میں اتنا دیا گیا تھا' اس پر کالمز لکھے گئے تھے اس پر خبریں آئی تھیں۔ کیا کچھ تھا جو اس پر نہ ہوا تھا۔ حکومتی اراکین اور انتظامیہ نے مل کر کتنا پیسہ اکٹھا کیا اور کتنا misappropriate کیا اور کتنا embezzle کیا؛ جناب والا! یہ ایک لمبی داستان ہے' لیکن اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ یہ جو ساری چیزیں ہوئی ہیں کیا یہ نظریۂ پاکستان کے مطابق ہیں؛ جو یہ فاؤنڈیشن معرض وجود میں لائی جا رہی ہے اور اس میں تمام تر عمل دخل گورنمنٹ کا رکھا جا رہا ہے کیا اس میں یہ تمام چیزیں پھر نہیں دہرائی جائیں گی؛ جناب والا! ہائی کورٹ کا جج کہتا ہے کہ He raised his eye brows. جناب والا! eye brows کس وقت rise ہوتے ہیں؛ اسی وقت کہ جب ایک معزز عدالت بھی یہ محسوس کر رہی ہے کہ واقعی اس میں

bunglings ہوئی ہیں۔ جناب والا! ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم جو قانون سازی کر رہے ہیں ان کے back grounds کیا ہیں؟ کیا اس میں جو آئندہ پیسہ آئے گا وہ صحیح طریقے سے خرچ ہو سکے گا یا نہیں ہو سکے گا؟ جناب والا! اگر آج یہاں بھاری مینڈیٹ والے حکومتی بنچز پر کافی لوگ بیٹھے ہوتے پھر یہ باتیں سنتے اور اس میں حصہ لیتے تو کیا ہی بہتر ہوتا۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا وجہ ہے کہ حکومتی بنچز کے معزز اراکین اس خاص اور بہت ہی اہم قانون سازی میں کوئی دل چسپی نہیں لے رہے۔ جناب والا! اس میں بھی eye brows rase کرنے کی ضرورت ہے ۔ جناب والا! میں اب زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ چونکہ آگے ہماری ترامیم آ رہی ہیں' میں ان پر بات کروں گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، وزیر قانون اس پر بات کرنا چاہیں گے؟

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! میں بھی اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین، جی فرمائیے۔

جناب سعید اکبر خان، بسم اللہ الرحمن الرحیم o شکریہ۔ جناب چیئرمین! نہایت ہی اہم موضوع زیر بحث ہے۔ اس پر ہم جتنی بھی فکر کریں وہ کم ہے۔ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ آج ہمیں یہ ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے کہ ہم ایک فاؤنڈیشن بنا رہے ہیں کہ نظریۂ پاکستان کا جو بھی مواد ہے اس کو اکٹھا کیا جائے اور اس میں جن لوگوں نے بھی اس عظیم ملک کو حاصل کرنے کے لیے خدمات دی ہیں ہمیں انھیں patronise کرنا ہے۔ جناب چیئرمین! یہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے' جو بھی یادگاریں ہیں جو بھی خدمات ہیں ' پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے جو ضروریات بھی محسوس ہوئیں ان تمام کو ہمارے ماضی کے کردار سے ہر بچے پر یہ اجاگر ہو جانا چاہیے تھا کہ یہ پاکستان کیوں حاصل کیا گیا اور اس کی ضرورت کیسے محسوس کی گئی۔ جیسا کہ سعید احمد خان صاحب نے یہ فرمایا کہ اس ملک کو حاصل کرنے کے لیے ایک لمبی داستان ہے اور ایک پوری تاریخ ہے جس میں اس خطے میں بسنے والے مسلمانوں نے بہت بڑی قربانیاں دیں۔ جناب چیئرمین! اس وقت مسلمان ایک واحد قوم تھے جنھوں نے دو سیکٹروں پر جنگ لڑی' ایک انگریزوں کے خلاف اور ایک ہندوؤں کے خلاف۔ اپنے نظریات کو تسلیم کرانے کے لیے دو قومی نظریہ بھی آیا اور اپنے آپ کو اور اپنی بقا کو اس خطے میں تسلیم کرانے کے لیے ان کو بڑی جدو جہد کرنی پڑی۔ جناب سپیکر ! ہندو کا مطلب تھا کہ انگریز یہاں سے چلے جائیں۔ لیکن یہ خطہ اسی طرح intact رہے اور انگریز کے جانے کے بعد پھر اس پورے خطے پر ہم اکثریت کی

بنیاد پر حکومت کریں۔ لیکن اس وقت کے مسلمانوں کے لیے ایک اذیت ناک بات تھی کہ اگر انگریز اس ملک کی مالکیت کو چھوڑ دیں اور پھر اسی طرح کی حکومت بلکہ مسلمانوں کے لیے اس سے بھی بد ترین حکومت اس خطے میں کنٹرول سنبھال لے۔ جناب سپیکر! اس خطے کے مسلمانوں نے جدو جہد کر کے اس ملک کو حاصل کیا اس لحاظ سے کہ انگریزوں سے بھی نجات پائی اور پھر ہندوؤں سے بھی علیحدہ ملک تسلیم کروایا۔ جناب سپیکر! یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان واحد ملک ہے جو ایک نظریہ' نظریہ اسلام کے تحت حاصل کیا گیا اور ضرورت محسوس کی گئی کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسا خطہ میں جہاں اسلام کا راج ہو' اسلامی نظام ہو معرض وجود میں آئے اور وہ اپنی زندگیاں اسی کے تحت گزار سکیں۔ جناب سپیکر! ملک بننے کے بعد جو جو حالات ہیں وہ اس قوم کے اور ہمارے سامنے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ تمام وہ لوگ جو اس میں کردار ادا کر سکتے تھے اُن سالوں کی کوتاہیاں اس میں شامل ہیں اور ہم اس مقصد کو حاصل نہ کر سکے جس مقصد کے لیے یہ ملک بنایا گیا تھا۔ جناب سپیکر! اس وقت جو مسلمان تھا اس کو دو قوموں کا غلام بنا دیا گیا تھا۔ انگریز حکومت کرتا تھا اور ہندو الگ کی معیشت پر حکومت کرتا تھا۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی کیا معاشی حالت تھی۔ میں ایک زراعت پیشہ مسلمان کی مثال دیتا ہوں کہ وہ پورا سال اپنی کھیتی باڑی کرتا تھا اور کاشت کرنے کے بعد جس وقت اس کی فصل تیار ہوتی تھی وہ پوری کی پوری فصل ایک ہندو بنیا لے کر جاتا تھا اور دوسرے دن وہی اناج اس کو پھر سود پر کھانے کے لیے دے دیتا تھا۔ اس کے حالات بد ترین تھے۔ جناب سپیکر! یہ حالات تھے جس کی وجہ سے اس وقت کے مسلمان مجبور ہوئے اور انھوں نے اس ملک کو حاصل کیا۔ اس ملک کو حاصل کرنے کے بعد ہم ان مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ 1992ء میں نظریۂ پاکستان ٹرسٹ بنا۔ جیسا کہ میرے فاضل بھائی فرما رہے تھے کہ جناب غلام حیدر وائیں کی دیانت داری پر کسی کو شک نہیں اور میں اس ایوان کے فلور پر یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ وہ نہایت ہی دیانت دار اور شریف النفس انسان تھا۔ لیکن میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ بھی اس ٹرسٹ سے وہ مقصد حاصل نہ کر سکے جو اس ٹرسٹ کو بنانے سے پہلے ان کے ذہن میں ایک خاکہ تھا۔ (قطع کلامیاں)۔

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! آپ بیٹھے بیٹھے بولتے ہیں اور آپ کو احساس نہیں ہوتا۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! ایک جج کی رپورٹ کی کچھ لائنیں میں نے آپ کو پڑھ کر

سنائی تھیں اور اس ٹرسٹ میں جو financial embezzlement ہوئی وہ اسی وقت شروع ہوگئی۔ میں نے پہلے پوائنٹ آف آرڈر پر بھی یہ گزارش کی تھی کہ جو بھی جہاں بھی کوئی کرپشن ہوئی ہے ہم اس کا دفاع کرنے کے لیے تیار نہیں اور میں نے پچھلے بجٹ اجلاس میں بھی یہ بات کی تھی کہ کبھی بھی کوئی احتساب اس وقت تک عوام میں مقبول نہیں ہو سکتا جب اس میں تفریق ڈال دی جائے۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ ہم اس وقت بھی جتنے ممبر یہاں بیٹھے ہیں یا مرکز میں بیٹھے ہیں ان میں سے اکثریت 1985ء سے آئے ہیں اور آج تک چل رہے ہیں۔ کیوں نہیں ہم اپنا احتساب 1985ء سے کرتے؟ 1990ء سے کیوں کرتے ہیں؟ اگر ہم دیانت داری سے یہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں کسی جگہ بھی کسی شخص سے بھی کوئی کوتاہی ہوئی ہے تو اس ایک شخص کی کوتاہی تصور کرکے اسے احتساب کے دائرے میں لایا جائے۔ جناب والا! ہم سارے ہی 1985ء کی پیداوار ہیں۔ کوئی ایک دفعہ منتخب نہیں ہوا کوئی دو دفعہ منتخب نہیں ہوا' مگر in rotation ہم سارے آرہے ہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو کم از کم اس وقت سے تو احتساب کے لیے پیش کر دینا چاہیے جب سے ہم بنے ہیں۔ جناب سپیکر! اسی وجہ سے ہمارے کسی عمل کو پذیرائی نہیں مل رہی۔ کسی عمل کو عوام میں appreciate نہیں کیا جا رہا کیونکہ ہم اس میں تفریق پیدا کر دیتے ہیں۔ جب ہم آٹھ ہزار یا نو ہزار لوگوں کو یونائیٹڈ بنک سے بے روزگار کرتے ہیں تو دوسرے ہی دن چند اشخاص کو پھر کنٹریکٹ پر رکھ لیا جاتا ہے۔ وہ کیا مجبوریاں ہیں اور وہ کیا طریقہ کار ہے ' ڈاؤن سائزنگ' جس کا بڑا واویلا ہے' ان لوگوں کو نکال کر پھر دوسرے دن من پسند لوگوں کو رکھ لیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! جب تک یہ تفریق رہے گی جب تک یہ عمل رہے گا کسی جگہ پر بھی کوئی بہتری کا پہلو سامنے نہیں آئے گا۔ جناب سپیکر! میں آج یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اس حکومت کو بنے تقریباً نو مہینے ہو چکے ہیں ۔ آپ کسی بھی عام آدمی سے پوچھیں کہ اس حکومت کے آنے کے بعد تھوڑا بہت کوئی فرق آیا ہو۔ ان کے کہنے کے مطابق سابقہ حکومت بڑی خراب تھی اور ان سے عوام نے حساب لے لیا اور ان کو vote out کر دیا ۔ جناب سپیکر ! آج کسی فیلڈ میں بھی بغیر پیسے کے عام آدمی کا کام ہوتا ہے۔ کیا آج پٹواری بغیر پیسے کے کسی کو فرد دیتا ہے؟ جناب چیئرمین! نہیں دیتا؟ کیا کوئی تھانے کا محرر کسی کی ایف آئی آر بغیر پیسے کے کاٹتا ہے ؟ نہیں کاٹتا۔ جناب والا! عام آدمی کو کیا فرق پڑا ہے' عام آدمی کے لیے ہم نے کیا تفریق یا کیا فرق پیدا کیا ہے جو لوگ ہمیں آج اچھا کہیں؟ جو portion یہاں پڑھا گیا کہ یہاں ایس ایم بشیر صاحب نے embezzlement کی تو اس کو بھی کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔ اس سے پہلے بھی جنھوں نے

کوئی تھوڑی بہت خرابی کی ہے ان کو بھی اسی کٹہرے میں کھڑا کیا جائے جس میں ایس ایم بشیر کو کھڑا کیا جا رہا ہے۔جناب والا !میں اس بات پر insist کروں گا کہ کسی تفریق کے بغیر اسی ٹرسٹ کو ہی ایک target بنا کر کہ جس جس سے بھی کوئی غلطی ہوئی ہے' جو جو بھی کسی کے لیے سزا بنتی ہے آپ اس کے لیے تجویز کریں۔ کیونکہ سزا عدالت نے ہی دینی اور ہم نے تجویز کرنی ہے۔جناب سپیکر! مجھے یہ خدشہ ہے کہ جس وقت یہ ٹرسٹ تھا' ایک خود مختار ادارہ تھا اس وقت بھی ہم اس کو بہتر انداز میں نہیں چلا سکے اور اب جب کہ پورا کنٹرول گورنمنٹ کا ہے' اس میں ممبر بھی گورنمنٹ نے نامزد کرنے ہیں' اس کا چیئرمین بھی حکومت نے نامزد کرنا ہے' سیکرٹری بھی حکومت نے نامزد کرنا ہے ' بھرتی حکومت نے کرنی ہے اور سارا کچھ گورنمنٹ نے کرنا ہے۔ ممبران کی تعداد بھی پہلے بیس تھی اور اب unlimited کر دی گئی ہے۔ شاید ان بیس ممبران میں ان کی خواہش پوری نہیں ہوتی ہوگی اور ان کے کافی لوگ رہ جاتے ہوں گے۔ جناب والا ! تمام کام جب ہم سیاسی بنیادوں پر اور بدنیتی پر کریں گے تو کبھی بھی بہتری کی امید نہیں ہوگی۔ جناب سپیکر ! آپ اس پورے مسودہ قانون کو پڑھیں اس میں کہیں بھی کوئی بات ایسی نہیں جس میں اس بورڈ کو independence دی گئی ہو یا نظریۂ پاکستان کی بہتری کے لیے کچھ کرنا ہو۔ صرف اور صرف یہی ہے کہ گورنمنٹ کو اس میں involve کر کے ایک ذیلی ادارہ بنا دیا گیا ہے۔ اسی پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

جناب چیئرمین ، لاءمنسٹر صاحب اس پر بات کرنا چاہیں گے۔

وزیر قانون ، شکریہ جناب والا! میرے خیال میں اس حقیقت سے تو معزز دوستوں کو بھی انکار نہیں اور انھیں اتفاق ہے کہ نظریہ پاکستان جس کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا' اس نظریے کے تحفظ اور ان مقاصد کے حصول کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا ادارہ ہونا چاہیے کہ کم از کم جس کے ذریعے ہم اپنی آئندہ آنے والی نسل کو اپنے بزرگوں اور ان اکابرین کے کارناموں اور ان کی قربانیوں اور ان کی خدمات سے آگاہ کرسکیں جنھوں نے قیام پاکستان کے لیے اس وقت کردار ادا کیا تھا۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ جب بھی کوئی اچھا کام شروع کیا جاتا ہے اس پر بلا وجہ تنقید کی جاتی ہے۔ یا ایک سلسلہ جو بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہوتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ کھڑی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہاں میرے معزز دوستوں نے یہ فرمایا کہ ہمیں اس ٹرسٹ کو ختم کرکے فاؤنڈیشن کو قائم کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ میں اس سلسلے میں پہلے بھی گزارش

کرچکا ہوں کہ یہ ماضی کا تلخ تجربہ ہے جس کی بنیاد پر ہم نے فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا ہے۔ ماضی میں جو کچھ ہوتا رہا ہے وہ خود بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ آگے چل کر کچھ میں بھی گزارش کروں گا۔ لیکن میں ان کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ماضی کے تلخ تجربے کی بنیاد پر ہم یہ فاؤنڈیشن قائم کر رہے ہیں۔ ابھی ہمارے یہ دوست فرما رہے تھے کہ ٹرسٹ جو اس وقت غلام حیدر وائیں (مرحوم) نے بنایا تھا۔ وہ اپنے مقاصد حاصل نہیں کرسکا۔ اور ٹرسٹ قائم ہونے کے ساتھ ہی اس میں بے ضابطگیوں کا عمل شروع ہوگیا۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ وائیں صاحب کی بدقسمتی تھی۔ جس طرح کہ اعظم چیمہ صاحب ابھی فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وائیں صاحب کو یہ اعزاز بخشا تھا کہ پاکستان میں ایک ایسا شخص موجود تھا جو اس ملک کی نظریاتی اساس کو قائم رکھنا چاہتا تھا' اس کی ترویج اور ترقی چاہتا تھا۔ لیکن یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ انھوں نے یہ ایک ٹرسٹ قائم کیا اور جن لوگوں پر' جیسے کہ میں نے پہلے گزارش کی ہے' انھوں نے اعتماد کیا وہی لوگ انھیں دھوکہ دے گئے۔ جناب والا! مجھے اس حقیقت سے بالکل انکار نہیں کہ ایس ایم بشیر کون تھا؟ ایس ایم بشیر غلام حید وائیں (مرحوم) کا ساتھی تھا۔ ان کا ساتھی رہا۔ لیکن بعد میں وہ کن لوگوں کے ساتھ شامل ہوگیا۔ جس طرح ایس ایم بشیر نے ٹرسٹ کے حوالے سے وائیں صاحب کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ میں انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سیاسی طور پر اپنے آپ کو اس دور میں لے جائیں تو پھر شاید سعید منیس صاحب' جو میرے انتہائی قابل احترام بھائی ہیں' وہ بھی وائیں (مرحوم) کے رفقائے کار میں سے تھے۔ یہ سیاسی طور پر ان کو چھوڑ گئے' وہ ٹرسٹ کے حوالے سے ان کو چھوڑ گیا۔ اس نے ان کا اعتماد اس طرح توڑا۔ انھوں نے اعتماد دوسری طرح سے توڑا۔ اس لیے جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ وائیں صاحب کی بدقسمتی تھی کہ جن لوگوں کو وہ ساتھ لے کر چلے وہ مستقل طور پر ان کے ساتھ نہ چل سکے۔

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جناب وزیر صاحب نے فرمایا کہ مشیر نہ جانے کن حالات میں ان کو چھوڑ گیا۔ انھیں اچھی طرح سے علم ہے کہ مشیر انھیں اسی طرح سے چھوڑ گیا جس طرح منظور وٹو ہمیں چھوڑ گیا۔

وزیر قانون، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ معزز قائد حزب اختلاف نے یہ فرمایا۔ اور انھوں نے اس

رپورٹ سے یہ پڑھ کر فرمایا کہ۔

Mr S.M. Bashir who had all along been a close associate of Mr Wyne till June/July 1993.

میں اس سے انکار تو نہیں کرتا۔ میں خود اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ وہ وائیں صاحب کے ساتھ تھا اور اسی طرح ساتھ تھا جس طرح منظور احمد وٹو ساتھ تھے اور سعید احمد خان منیس صاحب بھی ساتھ تھے۔ یہ بھی چھوڑ گئے اور ایس ایم بشیر بھی چھوڑ گیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ سیاسی طور پر انھوں نے وائیں صاحب کو چھوڑنے کے بعد وائیں صاحب کے ساتھ کیا کیا۔ وہ کسی وقت علیحدہ بات کر لیں گے کہ منظور وٹو نے کیا کیا اور میرے قابل احترام بھائی نے کیا کیا۔ مگر اس وقت بات صرف ایس ایم بشیر کے حوالے سے ہو رہی ہے کہ اس نے وائیں صاحب کو چھوڑنے کے بعد کیا کیا۔ جناب والا! یہاں پر یہ اسی رپورٹ میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں، جہاں تک میرے بھائی نے پڑھی تھی اس کے آگے اسی فقرے کو continue کرتے ہوئے عرض کرنا چاہتا ہوں،

Mr S M. Bashir who had all along been a close associate of Mr Wyne till June/July 1993 and also remained in the saddle from 27th March 1994 to 11th May 1996

جناب والا! یہ پیریڈ تو ان کا تھا۔ اس بات کو تسلیم کریں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آدھی بات کر لیتے ہیں۔ پہلے مجھ پر الزام آ رہا تھا کہ میں نے آدھی بات کی۔ آدھی بات تو انھوں نے خود بھی کی ہے آگے یہ اس کا وہ پیریڈ چھوڑ جاتے ہیں جو ان کے دور اقتدار میں رہا ہے۔

جناب چیئرمین، جی، قائد حزب اختلاف۔

جناب سعید احمد خان منیس : I want to make a clarification. کہ جو بات وزیر موصوف پڑھ رہے ہیں۔ I read those words. These are on record.

وزیر قانون، جناب والا! انھوں نے پڑھ دی تھی تو پھر اس کے بعد تو ابہام ہی نہیں رہتا۔ اس میں لکھا ہے کہ وہ 1994 سے 1996ء تک رہا ہے۔

Professes all ignorance of title lease of the property....

جو بے ایمانیاں کرتا رہا ہے اس نے تسلیم بھی کی ہیں۔ ان کے کھاتے میں جاتی ہیں۔ ان

کی حکومت تھی، اس وقت انھوں نے اس کو کیوں نہیں پکڑا؟ اسے پکڑنا چاہیے تھا۔ اسے مقرر بھی انھوں نے خود ہی کیا تھا۔ وانیں صاحب نے تو اس کو ہر بات کا کلی طور پر مختار نہیں بنایا تھا۔ مختار تو انھوں نے اس کو بنایا تھا۔ انھیں اس کو پکڑنا چاہیے تھا۔

جناب والا! اس کے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے فرمایا کہ یہاں پر لکھا گیا ہے کہ مسلم لیگ کو قرض دیے گئے۔ جناب والا! یہاں پر انھوں نے اس بات کا ذکر تو ضرور کر دیا کہ مسلم لیگ کو پیسے دیے گئے۔ لیکن اگلا فقرا پھر نہیں پڑھا، جہاں پر یہ لکھا گیا ہے کہ،

A sum of rupees two lacs ten thousand was receieved back through a couple of cheques on 26-04-1993

جناب والا! مسلم لیگ نے پیسے واپس بھی کیے ہیں۔ اس کے علاوہ جناب میں اور یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے پرنٹنگ پریس کے حوالے سے بات کی کہ پرنٹنگ پریس کے لیے مسلم لیگ کو پیسے دیے گئے۔ جناب والا! یہاں میں اسی رپورٹ کے حوالے سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے لکھا ہے کہ،

Arrangements were made for execution of printing works of Muslim League and Trust/Press, evidently with the best intention to provide a source of income for the Trust.

اور یہ فقرہ یہ چھوڑ گئے تھے۔ انھوں نے یہ اس لیے نہیں پڑھا تھا کہ اس وقت اس پرنٹنگ پریس پر رقم خرچ کرنے کے پیچھے نیت کیا تھی۔ ہماری خواہش تھی کہ ہم اس ٹرسٹ کو ایک مستحکم ادارے کے طور پر دیکھنا چاہتے تھے۔ جناب والا! اس کے علاوہ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہاں لکھا گیا کہ مشین، پرنٹنگ پریس پرچیز، یہ میں ان باتوں کا جواب دے رہا ہوں جو انھوں نے quote کی ہیں۔ انھوں نے quote یہ کیا تھا کہ،

Machines for a Printing Press were purchased from 05-07-92 to 02-05-93 without calling tenders.

یہ کس نے خرید کی تھیں۔ اسی ایس ایم بشیر نے خرید کی تھیں۔ اس کے آگے معزز رکن نے یہ فرمایا ہے کہ،

Similarly a carry van Suzuki and a Jeep Potohar were purchased

for rupees one lac and eighty two thousand only and rupees three and forty thousand without calling tenders.

کس نے خریدی؟ ایس ایم بشیر نے خریدی۔ اور جناب والا! سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ ، گاڑی جو 3 لاکھ 46 ہزار روپے میں خریدی گئی تھی اس کو اسی ایس ایم بشیر نے معزز اراکین ں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے' انھی کے دور میں بغیر کوئی ٹینڈر کال کیے' بغیر کسی وجہ کے نے نام منتقل کروا لیا' 2 لاکھ 48 ہزار میں۔ اور یہ اس فقرے کو چھوڑ گئے تھے' انھوں نے یہ نہیں پڑھا حالانکہ یہ اسی کے نیچے آتا تھا کہ :

Ironically enough, one of the vehicles jeep was sold by Mr S.M.Bas himself in the year 1995 perfectly for rupees two lac and forty ei thousand only.

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ساری وہ باتیں ہیں جن سے معزز اراکین تھوڑا س بات سے جان چھڑا رہے تھے کہ وہ وائیں صاحب کے ساتھ رہا ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ وائیں صاحب کے ساتھ وہ بھی رہا ہے اور وائیں صاحب کے ساتھ یہ رہے ہیں۔ جو کچھ اس نے وائیں صاحب کے ساتھ کیا وہ قابل مذمت ہے۔ میں بھی اس کی مذمت تا ہوں۔ میرے معزز دوستوں کو بھی اس کی مذمت کرنی چاہیے جو کچھ انھوں نے کیا یہ میں ان کی بدید پر چھوڑتا ہوں۔ یہ خود اپنے حالات کے مطابق اس بات کا تجزیہ کرلیں کہ انھوں نے وائیں ب کے ساتھ اچھا کیا تھا یا برا کیا تھا۔ تاریخ رقم ہو چکی ہے۔ مؤرخ نے اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ کے متعلق کیا لکھا جائے گا۔ لیکن جناب والا! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت موجودہ ت نے انتہائی ایمان داری اور دیانت داری کے ساتھ صرف اور صرف اس مقصد کے لیے کہ ہم اس کے اس نظریے کو قائم رکھنا چاہتے ہیں جس نظریے کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا' ہم نے ٹرسٹ کو فاؤنڈیشن میں تبدیل کیا ہے۔ ہم نے کس شخص کو چیئرمین بنایا ہے؟ میں اس کے تی یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم جہاں پر گھپلوں کی بات کر رہے ہیں' جہاں پر ہم ساری بے وں کی بات کر رہے ہیں۔ یہاں پر اسی رپورٹ میں ایک ایسے شخص کا ذکر بھی آتا ہے کہ اس شخص ، پاس جو کچھ بھی تھا وہ اس نے رضاکارانہ طور پر ان کے حوالے کیا اور کہا کہ یہ ٹرسٹ کا پیسہ میرے ، ہے اور وہ مجید نظامی صاحب کی شخصیت تھی۔ جناب سپیکر! ہم نے ابھی مجید نظامی صاحب کو اس

فاؤنڈیشن کا چیئرمین بنایا ہے اور جب ان کے دور میں یہ ساری گڑبڑ ہو رہی تھی اس وقت ان کے پاس ٹرسٹ کے تقریباً چالیس لاکھ روپے کے بانڈز پڑے تھے۔ انھوں نے رضاکارانہ طور پر اعلان کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کی نیت پر اس لحاظ سے شک نہیں کیا جا سکتا کہ ہم نے کن لوگوں کو اس فاؤنڈیشن کی باگ ڈور سنبھالنے کے لیے دی ہے۔ جناب سپیکر! اگر اس میں حکومت کی بدنیتی شامل ہوتی تو ہم اپنے کسی آدمی کو لگا دیتے۔ لیکن ہم نے اس ٹرسٹ میں صرف اور صرف ان لوگوں کو رکھا ہے کہ جن لوگوں نے اس ٹرسٹ کی بنیاد ڈالی تھی۔ جنھوں نے اس ملک کے تحفظ کی قسم کھائی ہوئی ہے اور جو نظریۂ پاکستان پر یقین رکھتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں انھی گزارشات کے ساتھ جناب کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بل کو فوری طور پر زیر غور لایا جائے۔ شکریہ جناب۔

MR CHAIRMAN: The motion moved and the question is:

That Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill, 1997 as recommended by the Special Committee No 1, be taken into consideration at once.

(The motion was carried)

CLAUSE 3

MR CHAIRMAN: Now, Clause 3 of the Bill is under consideration. An amendment has been received in it from:

1. Mr Saeed Ahmad Khan Manais
2. Mr Saeed Akbar Khan
3. Sardar Rafique Haider Leghari
4. Mr Mansoor Ahmad Khan
5. Maulana Manzoor Ahmad Chinioti
6. Mr moazzam Jahanzeb Ahmad Khan Wattoo
7. Pir Shujaat Hasnain Qureshi
8. Syed Masood Alam Shah
9. Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi
10. Mr Khalid Javed Waraich

11. Maulvi Ghias-ud-Din

Mr Saeed Akbar Khan, Please move the amendment

چودھری محمد صدیق سالار: ------

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! میرے خیال میں آپ کے لیے کوئی ٹیوٹر رکھنا پڑے گا تاکہ وہ آپ کو آداب سکھائے۔ جب بھی آپ کا جی چاہے جو منہ میں آئے وہ اٹھ کر کہہ دیتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں، آپ بات نہیں کر سکتے۔ جب ہاؤس سے چیئر مخاطب ہو تو آپ بات نہیں کر سکتے۔ یہ آپ کو کون سکھائے گا؟

MR SAEED AKBAR KAHN: Sir, I move:

> That in sub-clause (2) of Clause 3 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the following proviso shall be added:
>
> "Provided that the disposal of property by the Board, shall not be made except with previous approval of the Provincial Assembly of the Punjab "

MR CHAIRMAN: The Amendment move is:

> That in sub-clause (2) of Clause 3 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the following proviso shall be added.
>
> "Provided that the disposal of property by the Board, shall not be made except with previous approval of the Provincial Assembly of the Punjab."

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: I oppose it

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! ہمارے سامنے جو بھی سابقہ ادوار ہیں۔ ہم نے بھی جن کا خدشہ ظاہر کیا اور وزیر صاحب نے بھی اس پر کافی روشنی ڈالی۔ ہم نے ماضی میں جو جو کام اچھی نیت سے بھی کیے ان کے نتائج اس طریقے سے نہیں آئے جو ہم چاہتے تھے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب جو بھی قانون سازی ہو وہ بہت ہی صاف ستھری ہو۔ اور کوشش کی جائے کہ ہم جتنی بہتر سے بہتر قانون سازی

کر سکیں، ہم کریں۔

جناب سپیکر! ہم نے موجودہ ترامیم پیش کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس کی کہ بورڈ کو کوئی رقبہ حاصل کرنے اور اس کو بیچنے کے لیے اختیار حاصل ہوگا۔ جناب چیئرمین! ہم نے سابقہ ادوار میں دیکھا ہے کہ ہر کام میں کافی کوتاہیاں ہوئی ہیں اور ان کی وجہ یہ تھی کہ ہم نے قانون سازی کرتے وقت جہاں صوابدیدی اختیارات دے دیے تو پھر ان صوابدیدی اختیارات کو بہت بری طرح استعمال کیا گیا اور اس کے نتائج بہت ہی بھیانک ہوئے۔ وہ چاہے اس فاؤنڈیشن کی بات ہو، چاہے اس صوبے کی حکومت کے کسی اور ذیلی ادارے کی بات کی جائے۔ اس میں کوئی بھی ایسا صاف ستھرا کام نہیں کیا جس کی آج تعریف کی جائے۔

جناب چیئرمین! ہم نے یہ ترمیم اسی نیت سے پیش کی کہ جب کوئی رقبہ حاصل کیا جائے گا اور پھر اس کی ضرورت نہیں رہے گی اور اس کو بیچنا بھی ہو جو اس ایکٹ میں موجود ہے تو ہم نے یہ تجویز کیا کہ جو رقبہ بھی حاصل کرنا ہے یا اس کو بیچنا ہے۔ اس کی ضرورت اور اس کی تمام باتوں کو اس ہاؤس کے سامنے لایا جائے اور اس پر بحث کی جائے اور اس کے اوپر فیصلہ کیا جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں جب وہ کوئی بھی پراپرٹی بیچنا چاہیں گے اور ان کو پتا ہوگا کہ ہم اس کو خود نہیں کر سکتے اور ہم نے اس کو بحث کے لیے اس معزز ایوان کے سامنے بھیجنا ہے اور انھوں نے فیصلہ کرنا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ ذاتی مفاد کے لیے کوئی بھی فیصلہ نہیں کریں گے۔ وہ پھر کوئی ایسی بات کریں گے جو بہت زیادہ ضروری ہوگی اور پھر یہ ایوان بھی ضرورت محسوس کرے گا کہ اس کو بیچنے یا حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جب اتنے بڑے فورم پر جب اس بات پر بحث ہوگی تو لامحالہ اس کا کافی صاف ستھرا نتیجہ برآمد ہوگا۔ اگر ہم اسی بورڈ کی صوابدید پر چھوڑ دیں کہ جب چاہے کسی کا رقبہ حاصل کر لے جب چاہے کسی کو بیچ دے، تو پھر ہم آج جو بحث کر رہے ہیں کہ 92ء میں ٹرسٹ بنا اور ہم اس میں سوال و جواب کر رہے ہیں کہ اس وقت یہ ہوا اور اس کے بعد یہ ہوا۔ جو گاڑیوں کے ٹینڈر ہوئے اور گاڑیوں کا سارا کچھ ہوا وہ اسی عاصم بشیر نے کیا، یہ اپنے ہی دور کی بات کر رہے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کا دور ہو یا کسی اور کا، قانون سازی اس طریقے پر کر لی جائے کہ کسی کو یہ اختیار نہ ہو کہ وہ اپنی من پسند کا فیصلہ کر سکے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک اس ملک میں جتنی بھی خرابیاں رونما ہوئی ہیں وہ اس لیے کہ ہم نے آدھی قانون سازی کر دی اور اس کے بعد ہم نے بااختیار لوگوں کی صوابدید

پر چھوڑ دیا کہ جو بھی ان کی مرضی آئے وہ اس کے مطابق کریں۔ جناب سپیکر! جن ممالک نے بھی ترقی کی ہے ان کے آئین پڑھیں تو انھوں نے اپنے آئین میں کوئی صوابدید نہیں چھوڑی۔ انھوں نے جو بھی کرنا ہے اس میں انھوں نے آخری لفظ تک لکھ دیا ہے کہ یہ' یہ کیا جا سکتا ہے اور یہ یہ' وہ کر سکتا ہے۔ اس سے آگے کوئی آدمی نہیں جا سکتا۔ تو اس لیے جناب سپیکر! USA کے Constitution کو لے لیں۔ ان کے Constitution میں الیکشن کا دن مقرر ہے کہ فلاں دن کو چار سال کے بعد اکتوبر کے فلاں دن کو الیکشن ہوگا اور جنوری کی 20 تاریخ کو power منتقل ہوگی۔ اس میں کسی کی discretion نہیں کہ کب الیکشن کرائے۔ تاریخ نہیں' دن مقرر ہے کہ اکتوبر کے دوسرے ہفتے کے پیر کو ہے یا منگل کو ہے۔ اس دن یہ الیکشن ہوں گے۔ اس لیے جہاں بھی ہم نے discretion چھوڑی ہے وہاں آ کر ہمیں پھر خرابیاں ہی خرابیاں ملی ہیں۔ ہماری یہ ترمیم پیش کرنے کی دیانت داری سے یہ بات تھی کہ جب یہ رقبہ acquire کریں گے یا dispose of کریں گے ان کے پیچھے ان کی جو ضروریات اور ان کی جو requirement ہوگی' وہ لکھ کر اس ہاؤس کے سامنے پیش کریں گے۔ وہ اس ہاؤس میں discuss ہوگا۔ معزز ممبران اس کی تمام خواہشات اور ضروریات کو دیکھیں گے۔ اس پر بحث کریں گے اور فیصلہ کریں گے۔ اس خوف سے کوئی بھی ایسی بات وہ نہیں لا سکیں گے کہ اتنے بڑے ہاؤس میں ہماری بات کو discuss ہونا ہے۔ اگر اس میں کوئی بھی کوتاہی ہوئی تو ہم اس میں پکڑے جائیں گے۔ اسی کو صاف ستھرا کرنے کے لیے اس کو بہتر کرنے کے لیے' ہم نے یہ ترمیم پیش کی ہے اور میری یہ پرزور اپیل ہے کہ اس کو منظور فرمایا جائے۔

جناب چیئرمین، کوئی اور اظہار خیال کرنا پسند فرمائیں گے؟ جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! میں تفصیلاً اس کو تھوڑا سا آگے بڑھاؤں گا۔ میرے بھائی سعید اکبر خان نے جو باتیں کی ہیں کہ اس میں یہ provision کہ،

> Disposal of property by the Board shall not be made except with previous approval of the Provincial Assembly of the Punjab.

یہ ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے کہ یہ proviso اس میں add کیا جائے۔

جناب چیئرمین! آپ اس بات کا بغور جائزہ لے رہے ہوں گے کہ کتنے ایسے Acts ہیں۔ میں

تمام حکومتوں کی بات کرتا ہوں کہ ان Acts سے ایک ابہام پیدا ہو جاتا ہے۔ May be کوئی حکومت in good faith کوئی کام کرنا چاہتی ہو۔ لیکن اس میں چونکہ اتنی transparency نہیں، اس پر اعتراضات بھی ہوتے ہیں۔ آدمی وقتی طور پر جذبات پر قابو نہیں پا سکتا تو اس میں کافی چیزیں ہاؤس میں پیش کر دیتے ہیں یا باہر سیاسی بیانوں میں بھی پیش کر دیتے ہیں یا اخباری بیانات میں بھی پیش کر دیتے ہیں۔ جناب چیئرمین! اس میں جو disposal of property ہے۔ اس میں ٹرسٹ کو فاؤنڈیشن میں ایک آرڈیننس کے ذریعے تبدیل کیا گیا ہے۔ ایک forced legislation کے ذریعے اس کو فاؤنڈیشن میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کو اگر directly ایک بل کی صورت میں لایا جاتا تو وہ بھی شاید مناسب ہوتا۔ لیکن اسے ایک forced legislation کے ذریعے کیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! جب forced legislation ہوگی تو پھر ہو سکتا ہے کہ کرنے والے شخص کے کچھ motives ہوں یا کرنے والے کے ایسے مقاصد ہو سکتے ہیں۔ objects ہو سکتے ہیں کہ جو انھوں نے forced legislation کی ہے اور یہ بات سامنے آئی ہے۔ جناب چیئرمین! جب اس میں disposal of property کی بات ہو گی۔ میں نے پہلے عرض بھی کیا اور میں نے پہلے relevant portion quote بھی کیا جس رپورٹ کا میرے آنرایبل بھائی نے ذکر کیا تھا۔ جو کہ لاہور ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج نے بنائی تھی۔ اس میں بھی 5 ایکڑ کچھ کنال کچھ مرلے کی property کی بات تھی جو کہ جوہر ٹاؤن میں خریدی گئی۔ جناب چیئرمین! اس رپورٹ میں بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس کی جو title deeds ہیں وہ موجود نہیں ہیں۔ کیا ایسی اور properties بھی ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ میرے خیال میں والٹن میں بھی واقع ہے جو کہ 40/42 کنال پر مشتمل ہے۔ وہ ایسی property ہے جو کہ بہت زیادہ قیمتی ہے۔ بلکہ یہاں تک بھی بتایا جا رہا ہے کہ اس کی قیمت شاید ایک کروڑ روپیہ فی کنال بھی ہو سکتی ہے۔جناب چیئرمین! آپ کو علم ہی ہے کہ آج کل devaluation کے نتیجے میں جو مہنگائی ہو رہی ہے۔ جہاں عام روز مرہ کے استعمال کی چیزیں لوگوں کی پہنچ سے باہر ہو رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ property کی قیمتیں بھی بہت اوپر جا رہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس قیمت سے بھی یہ property تجاوزکر جائے۔ اس میں یہ شکوک و شبہات ہر کسی کے ذہن میں ہیں۔ یہ نہیں کہ میرے یا میرے رفقائے کار کے ذہن میں یہ بات آتی ہو گی۔ یہ ہر کسی کے ذہن میں آ سکتی ہے کیونکہ یہ ایک public property ہے۔ جو لوگوں میں شکوک و شبہات پیدا کر سکتی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کو ایسے motives کے لیے misuse کیا جائے۔ اس کو بیچ دیا جائے۔ جیسا کہ میرے بھائی نے ابھی بتایا کہ

اس فاؤنڈیشن کے چیئرمین جناب مجید نظامی صاحب ہیں۔ ان کی ایمانداری' ان کا پاکستان کے ساتھ لگاؤ' ان کا تعلق جو ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن ان کے ساتھ کام کرنے والے ایسے لوگ بھی ہیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ جب غلام حیدر مرحوم کا ذکر آیا تو میرے بھائی بہت جذباتی ہو گئے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ خود ایک ایماندار آدمی تھے۔ انھوں نے dedication کے ساتھ ایک کام کیا۔ لیکن وہ اس سارے معاملے کو چلانے میں فیل ہوئے۔ کیونکہ ان کی ٹیم مناسب نہیں تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ٹیم میں کچھ ایسے لوگ ہوں۔ جن کو پھر استعمال کر لیا جائے اور یہ جو property ہے اس کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے اور اس کو بیچا جائے۔ کیا یہ بہتر طریقہ نہیں ہوگا کہ یہاں حکومتی ارکان کی اکثریت ہے۔ اگر اکثریت کے ہاؤس میں ایک transparency سامنے لانے کے لیے اور اس کو بہتر انداز میں دیکھنے کے لیے اور پرکھنے کے لیے اور پھر اس کو disposed of کرنے کے لیے ہاؤس میں لایا جائے۔ میرے خیال میں یہ اس صوبے کا سب سے بڑا ادارہ اور معزز ترین ایوان ہے۔ اگر اس کے سامنے پیش کر دیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی برائی والی بات ہے۔ اس میں جو بھی controversy ہوگی یا جو بھی ابہام لوگوں کے ذہنوں میں ہوں گے۔ اگر اس پر یہاں debate ہو جائے گی اور اس کے بعد فیصلہ کیا جائے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے عوام مطمئن ہوں گے۔ ٹھیک ہے جو فاؤنڈیشن کی property ہے۔ وہ dispose of کرنا چاہتے ہیں تو ایک transparent طریقے سے اس کو کیا جا رہا ہے۔ جناب چیئرمین! میں اسی پہ اپنی بات ختم بھی کروں گا اور stress کروں گا کہ اس ترمیم کو منظور کرتے ہوئے جو disposal of property ہے۔ یہ with the previous approval of the Provincial Assembly of the Punjab. کی جائے۔

جناب چیئرمین، لاءمنسٹر۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے سعید اکبر صاحب نے فرمایا ہے کہ اسمبلی کو سوچ سمجھ کر قانون سازی کرنی چاہیے۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ میں ان کی ان دونوں تجاویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ موجودہ حکومت جو بھی قانون سازی اسمبلی میں لا رہی ہے۔ وہ سوچ سمجھ کر لا رہی ہے اور اس صوبے کے عوام کی ضروریات اور ان کی تکالیف کو پیش نظر رکھتے ہوئے لا رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنے معزز اراکین جو اپوزیشن میں ہیں۔ میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ صرف

آج نہیں، بارہا پہلے بھی میں یہ عرض کر چکا ہوں اور ایک دفعہ پھر آپ کے توسط سے یہ بات ان تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ ہم ان کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ جو بھی مثبت تجویز ان کی طرف سے آئے گی۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔ جناب سپیکر! میں واضح طور پر کہتا ہوں لیکن مجھے افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ ہم صبح سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آج ان کی طرف سے دو ترامیم آئی ہیں۔ ان دونوں میں میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ ان کا تجزیہ کریں تو اس بات کا آپ کو خود احساس ہوگا کہ ان کی طرف سے کتنی محنت اس سلسلے میں کی جا رہی ہے اور قانون سازی کے ساتھ ان کی کتنی sincerity ہے۔ جناب سپیکر! پہلی تجویز ان کی ترمیم سلیکٹ کمیٹی کے متعلق آئی تھی کہ اس بل کو ایک سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے اور انھوں نے فرمایا کہ اس میں اپوزیشن کے ارکان بھی موجود ہیں۔ سب کو نمائندگی دی گئی ہے۔ ایک رکن بھی اپوزیشن کا نہیں تھا۔ دوسرے الفاظ میں، میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تجویز یہ دی جا رہی تھی کہ حکومت اپنے ممبران کی ایک کمیٹی بنا کر اس بل کو ان کے حوالے کر دے۔ یہ تو پہلی تجویز تھی اور اس پر عمل درآمد کس حد تک کیا جا سکتا تھا یا اس کو کس حد تک وزن دیا جا سکتا تھا آپ خود اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اب دوسری تجویز ان کی طرف سے آئی ہے کہ ہم جو فاؤنڈیشن بنا رہے ہیں، فاؤنڈیشن اگر اپنی کوئی پراپرٹی dispose کرنا چاہتی ہے، خریدنا چاہتی ہے یا جو کچھ بھی کرنا چاہتی ہے اس کا اختیار اسمبلی کے پاس ہونا چاہیے اور اس کی پہلے اسمبلی سے منظوری لینی چاہیے۔ میں آپ کے توسط سے معزز اراکین کی خدمت میں جنھوں نے یہ ترمیم پیش کی ہے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مجھے کوئی ایک ایسی مثال autonomous body کی اٹھا کر بتا دیں کہ جس میں اسمبلی نے اس کے اختیارات اپنے پاس رکھے ہوں۔ اسمبلی کا کام قانون سازی ہے۔ ایگزیکٹو اختیارات اسمبلی استعمال نہیں کرتی۔ کس ادارے کے اختیارات اسمبلی کے پاس موجود ہیں، جہاں پر کسی ادارے نے autonomous body جو اس اسمبلی نے قائم کی ہو وہ اگر کوئی چیز خریدنا چاہے تو وہ اسمبلی میں آئے۔ اسمبلی کو بتائے کہ ہم یہ چیز خرید رہے ہیں۔ اسمبلی منظوری دے تو پھر وہ واپس جائے۔ کیا یہ کوئی قابلِ عمل تجویز ہے۔ اس لیے میری معزز اراکین کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ وہ، وہ تجویز دیں جو قابلِ عمل ہو اور جس سے ہمیں کم از کم اس بات کا اندازہ ہو کہ انھوں نے sincerly effort کر کے کوئی کام کیا ہے۔ ہم اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر انھوں نے ایک خدشے کا اظہار کیا۔ انھوں نے presume کر لیا کہ

ہمیں اس کے پیچھے جو نیت کارفرما ہے، جو سوچ کارفرما ہے اس کا ہمیں پتا نہیں ہے کہ اس فاؤنڈیشن کے اختیارات کیوں لیے جا رہے ہیں؟ ہم اختیارات فاؤنڈیشن کو دے رہے ہیں۔ ہم اپنے پاس یہ اختیارات تو نہیں رکھ رہے اور جس طرح میں نے عرض کیا ہے کہ وہ فاؤنڈیشن آج ان لوگوں پر مشتمل ہے جن کی دیانت داری اور جن کی شرافت above board ہے۔ اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ میں مجید نظامی صاحب کے متعلق وہ متعلقہ پیرا پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔ یہاں لکھا گیا تھا کہ،

> Mr Nizami had volunteered information in the High Court during hearing of Writ Petition No. .. that he had with him Prize Bonds worth rupees 44 lacs 70 thousand.

انھوں نے خود اپنے طور پر volunteer کر کے ان کو دے دیے کہ یہ اس کے لیے ہیں۔ آج ہم اس ادارے کا انتظام و انصرام انہی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ جب مجھے بھی ان کی دیانت داری پر مکمل اعتماد اور یقین ہے تو پھر میرے بھائی کو بھی ہونا چاہیے۔ وہ خود بھی گول مول بات کر گئے ہیں۔ لیکن انھیں اس بات کا اعتماد اور یقین رکھنا چاہیے کہ سارے لوگ ایس۔ ایم۔ بشیر کی طرح نہیں ہوتے۔ اس ملک میں آج بھی وہ لوگ موجود ہیں جن کا ضمیر زندہ ہے۔ اس لیے میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس ترمیم کو رد فرمایا جائے اور اصل مسودہ قانون کو زیرِ غور لایا جائے۔

MR CHAIRMAN: The amendment moved and the question is.

> That in sub-clause 2 of Clause 3 of the Bill, as recommended by Special Committee No.1, the following proviso shall be added:
>
> "Provided that the disposal of property by the Board, shall not be made except with perevious approval of the Provincial Assembly of the Punjab."

(The motion was lost)

MR CHAIRMAN: The question is:

> That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 4

MR CHAIRMAN: Now, Clause 4 of the Bill is under consideration. Six amendments have been received in it. The first amendment is from the Law Minister in sub-clause (2) of Clause 4. Law Minister may move it

MINISTER FOR LAW: Sir, I move:

> That for sub-clause (2) of Clause 4 of lthe Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the following shall be substituted:-
>
> "(2) The Board shall consist of such number of members as the Government may determine".

MR CHAIRMAN: The motion moved is

> That for sub-clause (2) of Clause 4 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the following shall be substituted:-
>
> "(2) The Board shall consist of such number of members as the Government may determine."

MR MOAZZAM JEHANZEB AHMAD KHAN WATTOO: Sir I oppose it

MR CHAIRMAN: I invite the mover to make speech in favour of this amendment

وزیر قانون، جناب سپیکر! بل میں تجویز کیا گیا تھا کہ ممبران کی تعداد چوبیس سے زاید نہیں ہوگی۔ ترمیم کے ذریعے تجویز کیا گیا ہے کہ بورڈ کے ممبران کی تعداد حکومت مقرر کرے گی۔ ایسا کرنے سے قانون میں لچک پیدا ہو گی اور موقعے کے لحاظ سے ممبران کی تعداد کم یا زیادہ کی جا سکے گی۔ اس طرح بورڈ کا انتظام و انصرام زیادہ موثر طریقے سے کیا جا سکے گا۔

جناب سپیکر! یہاں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس سے پہلے جب ہم نے اس بل پر

consideration شروع کی تھی تو یہ تجویز خود اپوزیشن کی طرف سے بھی آئی تھی۔ انھوں نے بات کرتے ہوئے اپنی تقاریر میں یہ فرمایا تھا کہ بورڈ کا دائرہ کار اتنا وسیع ہونا چاہیے کہ اس میں ان لوگوں کو نمائندگی زیادہ سے زیادہ دینی چاہیے جن لوگوں نے تحریک پاکستان میں کوئی کردار ادا کیا ہو یا جن کے آباؤ اجداد نے یا ان کے خاندان نے تحریک پاکستان میں کوئی کردار ادا کیا ہو۔ یہاں معزز اراکین نے اپنی تقاریر میں یہ تجویز بھی دی تھی کہ نہ صرف سیاسی کردار ادا کرنے والے لوگوں کو اس بورڈ میں شامل کیا جائے بلکہ ایسے لوگوں کو بھی اس بورڈ میں شامل کرنا چاہیے کہ جنھوں نے اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کوئی کردار تحریک پاکستان کے دوران ادا کیا ہو۔

جناب سپیکر! میں یہاں عرض کرنا چاہوں گا کہ اِنہی خیالات کے پیشِ نظر، اِنہی حالات کے تحت ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ اختیار حکومت کے پاس ہونا چاہیے تاکہ ضرورت کے مطابق جن لوگوں کو بھی مناسب سمجھا جائے ان کو اس کا ممبر بنایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک بات میں یہاں پر واضح طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خواہ اس کو کسی بھی معنی میں لیا جائے لیکن ایک بات حقیقت ہے اور جس کا میں یہاں برملا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اس فاؤنڈیشن کے قیام میں حکومت نے صرف اور صرف ایک بات مدِنظر رکھی ہے، جو اعظم چیمہ صاحب نے فرمائی تھی کہ ہم نے اس نظریے کی ترویج کرنی ہے، ہم نے اس نظریے کو مضبوط دیکھنا ہے جس نظریے کی بنیاد پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ حکومت کی کوئی بات ہمارے پیشِ نظر نہیں ہے، کوئی بدنیتی شامل نہیں ہے۔ ہم دیانت داری کے ساتھ اس فاؤنڈیشن کا قیام چاہتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ فاؤنڈیشن اپنے مقاصد کو حاصل کرے۔ اس لیے میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ اس ترمیم کو منظور فرمایا جائے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، اپوزیشن کی جانب سے کون بات کرے گا؟

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو: جناب چیئرمین! میں بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو: شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب چیئرمین! سپیشل کمیٹی نے اس میں جو recommend کی تھی اس میں ممبرز کی تعداد بیس recommend کی تھی جو اب ہاؤس کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اب گورنمنٹ نے یہ ترمیم پیش کی ہے کہ ممبرز کی تعداد وہ ہو گی جو گورنمنٹ determine کرے گی۔ میں نے پہلے بھی یہ بات عرض کی تھی کہ یہ جو نظریہ پاکستان

فاؤنڈیشن ہے اس میں گورنمنٹ اپنے منظور نظر افراد کو accommodate کرنا چاہ رہی ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اس ہاؤس میں یہ بتایا جائے کہ جو ممبر اس نظریہ پاکستان کونسل میں appoint کیے جا رہے ہیں ان کے لیے کیا میرٹ رکھا گیا ہے؟ کیا کوئی ان کی خدمات کو دیکھتے ہوئے نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن کا ممبر بنایا جا رہا ہے؟ ان کی کوالیفکیشن کو دیکھتے ہوئے بنایا جا رہا ہے؟ یا صرف یہ کہ کوئی بڑے آدمی کا دوست ہے تو اس لیے اس کو ممبر بنایا جا رہا ہے یا کسی بڑے آدمی کا کوئی بیٹا ہے تو اس کو اس فاؤنڈیشن کا ممبر بنایا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین! جب سے یہ حکومت معرضِ وجود میں آئی ہے۔ حکومت نے اور جو لیڈران ہیں انھوں نے یہی فرمایا ہے کہ یہ حکومت میرٹ پر عمل کرے گی اور زندگی کے ہر شعبے میں میرٹ کو اصول بنا کر اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔ اس فاؤنڈیشن کی حد تک جو چیز میرے سامنے آئی ہے اس میں تو کسی میرٹ کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔ ٹھیک ہے مجید نظامی صاحب کو چیئرمین بنایا گیا ہے۔ صحافت کے شعبے میں ان کی بڑی خدمات ہیں اور تحریک پاکستان میں ان کی بڑی خدمات ہیں اور ان کی حب الوطنی جو ہے وہ کسی شک و شبے سے بالاتر ہے۔ لیکن ممبران کی جو ٹیم بنائی گئی ہے اس بارے میں میں یہ کہوں گا کہ کسی میرٹ کو سامنے نہیں رکھا گیا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو اس میں شامل کیا جاتا جن کی قیام پاکستان کے حوالے سے خدمات ہوتیں یا جنھوں نے Pakistan movement میں struggle کی ہے یا جدو جہد کی ہے یا قربانیاں دی ہیں۔ ان کی قربانیوں کے صلے میں ان کو اس فاؤنڈیشن میں شامل کیا جاتا تا کہ ان کی خدمات کو appreciate کیا جا سکے۔

جناب چیئرمین! میں یہ نہیں کہتا کہ ماضی کی حکومت سے کوئی غلطی نہیں ہوئی یقیناً انھوں نے بھی غلطیاں کی ہوں گیں لیکن کیا اس حکومت پر بھی فرض ہے کہ یہ ان غلطیوں کو دہرائے۔ دیکھنے میں تو یہی آ رہا ہے کہ جو غلطیاں پچھلی حکمت نے کیں یہ موجودہ حکومت ان سے بھی بڑی غلطیاں کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اگر ہم کسی غلطی کی نشاندہی کرتے ہیں یا حکومت کی کسی پالیسی پر تنقید کرتے ہیں تو چند اراکین سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے اور وہ جذباتی ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر سابقہ حکومت پر تنقید شروع کر دیتے ہیں۔ جناب چیئرمین! معزز اراکین میں اتنا حوصلہ ہونا چاہیے جس طرح ہم تنقید سنتے ہیں اور برداشت کرتے ہیں ان کو بھی تنقید سننے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے اور صرف یہ نہیں کہ کوئی رکن ممبر بنانے کی خاطر اٹھ کر ایک سابق وزیر اعلیٰ کا نام لے کر اس پر تنقید شروع کر دے۔ یہ بات درست نہیں کہ اس طریقے کو جاری رکھا جائے۔

اس کے ساتھ ہی جناب والا! میں یہ گزارش کروں کہ اس کو reconsider کیا جائے اور جو گورنمنٹ نے move کی ہے اسے reconsider کر کے اس پر دوبارہ غور کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جناب سعید اکبر خان صاحب۔

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! ہم صبح سے جو خدشہ ظاہر کر رہے ہیں اور کرتے آ رہے ہیں کہ یہاں جو بھی کاغذ تیار کر کے ہمیں دے دیا جاتا ہے ہم اسے بغیر پڑھے ہاؤس میں لے آتے ہیں اور اس پر بحث کرتے ہیں جیسا کہ اس مسودہ قانون میں کمیٹی نے recommend کیا اور پھر منسٹر صاحب نے اسے اس ہاؤس میں lay کیا اس میں انھوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ بورڈ کے بیس ممبر ہونے چاہیں لیکن ہم نے جو ان کی پہلی لسٹ دیکھی ہے اس میں انھوں نے چوبیس ممبر رکھے ہوئے ہیں اور منسٹر صاحب بھی اسی 24 کو repeat کر رہے تھے۔ جناب چیئرمین! میں پھر وہی بات کروں گا کہ انھوں نے پہلے ان ہی چوبیس ممبروں سے اس ٹرسٹ کو چلایا' اسی کو پھر کمیٹی میں لے آئے' اس سے کم کر کے بیس کر دیے' آج جب اس بل نے پاس ہونا ہے تو ان کو دو دن یا تین دن پہلے خیال آ گیا کہ ہمارا مقصد جو اس فاؤنڈیشن کو بنانے کا ہے اگر ممبر بیس ہوئے تو شاید ہم اسے پورا نہ کر پائیں۔ جناب چیئرمین! کیا یہ اس فاؤنڈیشن کو اس صوبے کا کوئی دوسرا ہاؤس بنانا چاہتے ہیں جس کی تعداد کو اب یہ un-limited کرنا چاہتے ہیں کہ جتنا ہم چاہیں' تین سو چاہیں' چار سو چاہیں یا پانچ سو چاہیں رکھ لیں۔ جناب والا! اسی discretion اور انہی چیزوں نے تو ہمیں' اس ملک کو اور اس ملک کے عوام کو خراب کیا اسی وجہ سے کہ ہم نے سوچ سمجھ کر کوئی فیصلے نہیں کیے ہم نے ایک discretion چھوڑ دی کہ جو گورنمنٹ چاہے گی وہ کرے گی۔ تو جناب والا! کیا ساری عمر یہی گورنمنٹ رہے گی۔ پھر کوئی اور گورنمنٹ آئے گی۔ آج ہمیں ایسی legislation تجویز کرنی چاہیے جو ایک سوچ سمجھ کے بعد ہو اور جس پر اپنا پورا mind apply کیا ہو اور اس کے لیے ہم پھر یہاں سے بل پاس کروائیں۔ آج تک یہ گورنمنٹ یہ determine نہیں کر پائی کہ اس کے کتنے ممبران ہونے چاہییں پہلے چوبیس بنائے پھر ہاؤس میں بیس لے آئے آج یہ کہہ رہے ہیں کہ un-limited ہونے چاہییں گورنمنٹ جتنے ممبر چاہے وہ اس میں رکھ لیں۔ گورنمنٹ کو power ہو کہ جتنے بھی وہ ممبر nominate کر سکے وہ کر لے۔ جناب چیئرمین! مجھے قطعاً یہ اعتراض نہیں ہے کہ یہ کتنا کرنا چاہتے ہیں یہ پچاس کرنا چاہتے ہیں' سو کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ determined ہونا چاہیے کہ کتنے لوگ اس

فاؤنڈیشن کے ممبر ہوں گے تاکہ وہ اس میں تن دہی سے کام کریں اور جو اس فاؤنڈیشن کے مقاصد ہیں یعنی لوگوں کی خدمات کو preserve کرنے، ان کو protect اور ان کی ان خدمات کو appreciate کرنے کے جو مقاصد ہیں وہ پورے ہوسکیں۔ آج انھیں دو دن کے بعد سوچ آئی کہ نہیں یہ un-limited ہونے چاہییں کیونکہ ہم نے فلاں کو بھی رکھنا ہے، ہم نے فلاں کو بھی راضی کرنا ہے، ہم نے یہاں کسی کو گورنمنٹ کے اور کسی ادارے میں accomodate نہیں کر سکنا۔ لہٰذا ان کو اس فاؤنڈیشن میں accommodate کرلیں تاکہ ان کو ہم یہ کہہ سکیں کہ ہم نے آپ کو یہ عہدہ دیا ہے اس لیے آپ ہمارے ساتھ رہیں۔ یہ ساری اس کی political background ہے اور تمام جو political خواہشات ہیں اور جو political requirements ہیں اس فاؤنڈیشن کو بھی اسی طرف موڑ دیا گیا ہے آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ اپنی ترامیم کے ذریعے یہ un-limited چاہتی ہے اور جو انھوں نے بل lay کیا تھا اس میں یہ نہیں تھا۔ اس میں انھوں نے چوبیس سے بیس ممبر کیے اس وقت ہمارے پاس جو لسٹ ہے اس میں وہ 24 ہیں اور اب یہ un-limited چاہتے ہیں یعنی یہ گورنمنٹ determine کرے گی کہ ان کو کتنے ممبروں کی ضرورت ہے۔ جناب چیئرمین! کیا یہ بھی کبھی ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کو کتنے کی ضرورت ہے۔ اس بارے میں تو یہ اندازہ لگایا جائے کہ ہم نے کتنے ممبر بنانے ہیں، سو بنانے ہیں، پچاس بنانے ہیں کتنے ممبروں کی ضرورت ہے کہ جو مل سکیں، آپس میں ڈسکس کر سکیں۔ باڈی کو جتنا زیادہ بڑھائیں گے اس میں خرابیاں ہونگیں۔ ان میں آپس میں اختلافات ہوں گے وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پائیں گے، کوئی بات صحیح طور پر ڈسکشن میں نہیں آ سکے گی۔ اگر وہاں دو سو آدمی ہوں گے تو وہ اس کو کیسے ڈسکس کرسکیں گے تو جناب والا! کچھ نہ کچھ ایسی بات کرنی چاہیے جو ذہن اور دل تسلیم کرے کہ یہ بات صحیح ہے۔ ٹھیک ہے اگر گورنمنٹ کی کوئی requirement تھی تو وہ amendment لاتے کہ ہم بیس کی بجائے چالیس ممبر کرنا چاہتے ہیں۔ چالیس کی بجائے پچاس کرنا چاہتے ہیں۔ کم از کم کوئی limit مقرر کر دینی چاہیے تاکہ وہ ممبرشپ کو بڑھا کر اس سے اپنے مقاصد بھی پورے کرلیں اور جو اس فاؤنڈیشن کی requirement ہے وہ اللہ کرے پوری ہو جائے لیکن کم ازکم ان کو تو اپنی requirement کا پتا ہونا چاہیے کہ ہماری political requirement کیا ہے کہ ہم اتنے پولیٹیکل مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو تو اتنا اندازہ نہیں ہے کہ اس فاؤنڈیشن کے ساتھ ہماری political requirement کتنی ہے اسی لیے جناب سپیکر! میری پُر زور اپیل ہے کہ اس امنڈمنٹ کو reject کیا جائے اور یہ ایوان اس امنڈمنٹ کو reject کرے۔

MR CHAIRMAN: Now the amendment moved and the question is:

That for sub-clause 2 of clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No.1 the following shall be substituted:-

"The Board shall consist of such number of Members as the Government may determine."

(The motion was carried).

The second amendment in sub-clause 2 of the Clause 4 is from :

1. Mr Saeed Ahmed Khan Manais
2. Mr Saeed Akbar Khan
3. Sardar Rafique Haider Leghari
4. Mr Mansoor Ahmed Khan
5. Maulana Manzoor Ahmed Chinioti
6. Mr Moazzam Jehanzeb Ahmed Khan Wattoo
7. Pir Shujaat Hasnain Qureshi
8. Syed Masood Alam Shah
9. Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi
10. Mr Khalid Javed Waraich.

Mr Saeed Ahmed Khan Manais may move it.

جناب سعید اکبر خان : ابھی چیئرمین صاحب نے پڑھی نہیں۔

جناب چیئرمین، جو میرے پاس ہے وہ sub-clause (2) of Clause 4 ہے یہ پیش ہوئی ہے۔ یہ آپ غلط کلاز پڑھ گئے ہیں۔

وزیر قانون، یہ renumbering کی گئی ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جو ہمارے پاس ریکارڈ میں ہے وہ ترتیب اسی طریقے سے ہے۔ جو renumber کی ہوئی ہے وہ میرے پاس نہیں ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! غالباً یہ renumbering نہیں کی ہوئی۔

جناب چیئرمین، جو ترمیم آپ نے بعد میں دی تھی وہ آج اس میں شامل ہوئی ہے۔ اس لیے ایسا ہوا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! میں اس کو پیش کرتا ہوں۔

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: I move.

That in sub-clause (2) of Clause 4 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the full-stop appearing at the end be substituted by a colon and the following proviso shall be added thereafter:-

"Provided that it will be represented by the families/ persons linked with the Pakistan Movement from all provinces of Pakistan.

MR CHAIRMAN: The motion moved is·

That in sub-clause (2) of Clause 4 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1 the full-stop appearing at the end be substituted

"Provided that it will be represented by the families/persons linked with the Pakistan Movement from all the provinces of Pakistan."

MINISTER FOR LAW: I oppose it.

جناب چیئرمین، آپ میں سے کون اس پر اظہار خیال کرنا چاہے گا؟

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! sub-clause 2 of Clasue 4 میں جو ترمیم تجویز کی گئی ہے اس میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ایسے آدمیوں کو اس میں شامل کیا جائے جنھوں نے پاکستان کے تمام صوبوں سے تحریک پاکستان میں حصہ لیا ہو۔ جناب سپیکر! اس ترمیم کی ضرورت اب کیوں محسوس ہو رہی ہے کہ پاکستان بنانے کے لیے کوئی چند اشخاص یا چند خاندان نہیں ہیں جنھوں

نے حصہ لیا تھا۔ اس میں تمام پاکستان کے لوگوں کا حصہ ہے ۔ انھوں نے اپنا تن من دھن ہر چیز اس ملک کو حاصل کرنے کے لیے قربان کر دی ۔ اور جو نام یہاں دیے گئے ہیں جو پہلے چوبیس نام اس میں notify کیے گئے ہیں ۔ جن کو میں پڑھ کے بھی سناتا ہوں ۔ اس میں بہت ہی کم تعداد دوسرے صوبوں سے رکھی گئی ہے ۔ اور زیادہ تر لوگوں کا تعلق صرف لاہور سے ہی ہے ۔ ان میں مجھے وہ نام نظر نہیں آ رہے جو گمنامی میں بیٹھے ہیں ۔ جنھوں نے پاکستان بنانے میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ لیکن چونکہ ان کا تعلق کسی سیاسی شخصیت کے ساتھ نہیں ہے یا ان کی اتنی پہنچ یا approach نہیں ہے کہ وہ اس فاؤنڈیشن کے ممبر بن سکیں ۔ تو ان کے نام نہ ہی سامنے آئے ہیں اور نہ ہی وہ کبھی سامنے آسکیں گے ۔ اب میں ایوان کی اطلاع کے لیے یہ نام پڑھتا ہوں جو notify کیے گئے ہیں۔

The Governor of the Punjab has been pleased to constitute a Board of Governors of Nazria-e- Pakistan Foundation with immediate effect:-

جناب مجید نظامی — چیئرمین

بیگم مجیدہ وائیں

جناب حسین نواز

مسٹر جسٹس ذکی الدین پال

سید غوث علی شاہ

مسٹر فدا محمد خان

مسٹر مختار مسعود

مسٹر جسٹس (ریٹائرڈ) آفتاب فرخ

چودھری نعیم حسین چٹھہ

راجہ ظفر الحق

راجہ ظہور اختر

سید کاظم علی شاہ

مسٹر نصرت مرزا

پروفیسر ڈاکٹر منیر الدین چغتائی

بیگم مسعود صادق

بیگم مہناز رفیع

میاں عبدالستار ایم پی اے

ڈاکٹر شہریار احمد شیخ

میر محمد نصیر مینگل

پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیق

چودھری سردار محمد لاہور

خواجہ محمد شریف ایڈووکیٹ لاہور

مسٹر ایس ایم مسعود چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ لاہور

ڈاکٹر رفیق احمد (سابق) وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور

جناب چیئرمین! آپ غور فرمائیں گے کہ اس میں تمام سیاسی لوگ ہیں یا ایسے اشخاص ہیں جو کہ linked with political personalities ہیں - یا linked with political parties ہیں - اب اس میں دیکھنا تو یہ ہے کہ اول اگر تمام سیاسی لوگوں کو لیا جائے تو کیا تمام سیاسی پارٹیوں کو اس میں نمائندگی دے دی گئی ہے اگر نہیں دی گئی تو کیا ان تمام خاندانوں کو اس میں نمائندگی دے دی گئی ہے جنھوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا تھا۔ کیا ان تمام لوگوں کو نمائندگی دے دی گئی ہے جنھوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا تھا - جناب چیئرمین ! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بہت ہی deficient ہے جو سپیشل کمیٹی نے تجویز کی ہے - اور میں اس بات پہ زور دیتا ہوں کہ اگر آپ ان ناموں کو بھی دیکھیں تو بہت سے ایسے نام ہیں کہ جنھوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا اور وہ اس قابل ہیں کہ انھیں نمائندگی دی جائے - لیکن ان کے نام اس میں نظر نہیں آ رہے -

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کروں گا کہ وہ غریب تو ہو سکتے ہیں ' وہ گمنام تو ہو سکتے ہیں لیکن ان کی contribution تحریک پاکستان میں ہے - ان کے کام اور ان کے ریوارڈ کی خاطر ان کو اس فاؤنڈیشن میں نمائندگی دی جائے تاکہ وہ لوگ بھی یہ محسوس کریں کہ ان کو ریوارڈ دیا جا رہا ہے اور اس فاؤنڈیشن میں ان کو شامل کیا جا رہا ہے - میں سمجھتا ہوں کہ ان کو اس میں شامل کرنے سے اس میں ان کی proper representation بھی ہو جائے گی اور جو proper مقاصد ہیں ان کو حاصل کرنے میں بھی زیادہ مدد ملے گی۔ تو جناب چیئرمین! میں stress کروں گا۔ جیسا کہ میں نے اس میں

عرض کیا ہے کہ ان families and persons, کو جو کہ linked with the Pakistan movement from all the province ہیں اس میں شامل کیا جائے۔ اس میں جو تعداد دوسرے صوبوں سے لی گئی ہے وہ بہت ہی تھوڑی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کو اگر equalize کیا جائے، اس کا proportion مناسب رکھا جائے تو وہ بہتر ہو گا۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی فرمایئے!

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! جہاں تک قائد حزب اختلاف کا یہ فرمان کہ کچھ اور لوگوں نے بھی حصہ لیا ہے، ان کے نام بھی شامل ہونے چاہیئے، اس حد تک تو یہ معاملہ ٹھیک ہے۔ لیکن میں ایک technical حوالے سے، قانون کا طالب علم ہونے کے ناتے سے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ نظریہ پاکستان، پاکستان کا ایک ایسا نظریہ تھا جو برطانیہ کے قانون کی طرح unwritten تھا۔ اسی نظریے کے تحت یہ ملک بنا اور سارے پاکستان، چاروں صوبوں کا تصور اسی نظریے سے follow کرتا ہے، اسی کے ذریعے پاکستان تخلیق میں آیا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ دوسرے صوبوں میں اس بارے میں کیوں قانون سازی نہیں ہوئی؟ میں اس بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ پنجاب اسمبلی اس بارے میں قانون سازی کر رہی ہے اور اس ٹرسٹ کا نام نظریہ پاکستان ٹرسٹ رکھا گیا ہے۔ اگر پنجاب اسمبلی کوئی ایسا معاملہ enforcement کرتی ہے یا پنجاب اسمبلی اس کی حدود کا تعین کرتی ہے تو پھر اس کی باؤنڈری بھی پنجاب ہو گی۔ اگر اس میں دوسرے صوبوں کے لوگوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے تو یہ پنجاب کی انتظامیہ یا اسمبلی کی صوابدید ہے۔ میں پھر یہ عرض کیے دیتا ہوں کہ اس کا نام نظریہ پاکستان ٹرسٹ ضرور ہے، جس کا نام کچھ پاکستان کے نام سے رکھ لیا جائے تو اس میں چاروں صوبوں کی نمائندگی ضروری نہیں ہوتی۔ اور پھر اس کا تصور یہ تھا کہ اس قسم کی کتب، اس قسم کی تحریریں ان لوگوں کے نام سے چھپائی جائیں، --------- میں یہاں اس بات کو concede کرتا ہوں کہ وہ نام خفیہ تھے، اچھے لوگ تھے اور ان کی جو خدمات تھیں انھیں ہمیشہ اجاگر کیا جانا چاہیئے۔ میری آرزو ہے کہ پاکستان کئی ہزار سال سفر کرے، یہ ملک قائم و دائم رہے اور ہمیں چاہیئے کہ جنھوں نے یہ ملک بنایا ہے ان کے نام اجاگر کریں۔ جہاں تک دوسرے صوبوں کا تعلق ہے تو وہ آپ کا فورم نہیں بنتا۔ ابھی کچھ دیر پہلے نظامی صاحب کا نام لیا گیا ہے۔ جناب والا! ان کا نام اس لیے شامل نہیں کیا گیا کہ وہ پاکستان کی

بہت بڑی اخبار کے چیف ایڈیٹر ہیں' ان کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ حمید نظامی اور مجید نظامی صاحب کی خدمات ہیں' اس خاندان کی خدمات ہیں۔ اس کے علاوہ جو دوسرے لوگ شامل کیے گئے ہیں ان کا بھی کوئی background ہے۔ باقی میرے دوست اگر کوئی نام شامل کروانا چاہتے ہیں تو جب وہ فورم بحال ہو گا تو وہ اپنے نام شامل کروا سکتے ہیں۔ اس کے جو ممبر بنیں گے وہ for certain period ہوتے ہیں' اس کی renovation ہوتی رہی ہے' نام بدلتے رہتے ہیں' کچھ مرتے جائیں گے' مرتے رہیں گے اور جو لوگ باقی بچے ہوں گے وہ اس میں شامل ہوتے رہیں گے۔ میری صرف عرض یہ ہے کہ within the scope of Punjab ' پنجاب اسمبلی کی قانون سازی ہے۔ یہ ہماری پارٹی کی سوچ تھی ۔ اس بات کا ہمارے صوبہ پنجاب کو' مسلم لیگ کو credit جاتا ہے کہ انھوں نے اس بات کی بنیاد رکھی تاکہ ملک کی آئندہ آنے والی نسلیں اس سے فائدہ اٹھائیں اور اس سے روشناس ہو سکیں۔ شکریہ۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس میں قطعاً یہ نہیں ہے کہ آپ یہ نام صرف پنجاب ہی سے لیں گے باقی صوبوں سے نہیں لیں گے۔ جو نام یہاں پر دیے گئے ہیں ان میں پہلے ہی بورڈ سے سید غوث علی شاہ کراچی سے ہیں' میر محمد نصیر مینگل کوئٹہ سے ہیں یہ پنجاب سے نہیں ہے۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر وہ فیملی جنھوں نے اس ملک کو بنانے میں' اس ملک کا idea دینے میں' یا ان کی اس ملک کو بنانے میں کوئی خدمات ہیں انھیں نمائندگی دی جائے۔ رہا ان کی پارٹی کا منشور تو جب یہ ٹرسٹ 1992ء میں بنا تو اس وقت وفاقی حکومت بھی مسلم لیگ کی تھی ' محترم میاں نواز شریف صاحب وزیراعظم تھے تو پھر وہاں مرکز میں یہ قانون سازی کیوں نہ کی گئی؟ جناب والا! یہ تو ایک آدمی غلام حیدر وائیں کی اپنی سوچ تھی۔ یہ ان کی اس ملک کے ساتھ attachment تھی کیونکہ انھوں نے وہ تمام تکالیف برداشت کی تھیں جو باقی لوگوں نے migrate کرتے ہوئے برداشت کیں تھیں۔ ہم نے migrate نہیں کیا اس لیے ہمیں وہ اندازہ نہیں ہے جو اس آدمی کو تھا۔ اگر پارٹی کا idea تھا تو پھر یہ وفاقی حکومت کی سطح پر آنا چاہیے تھا تاکہ پورا ملک اس میں involve ہوتا۔ لیکن اس میں قطعاً کوئی قدغن نہیں ہے' پہلے ہی اسی طریقے سے یہ بورڈ function کر رہا ہے۔ اس میں کراچی کا بندہ بھی ہے' کوئٹہ کا آدمی بھی ہے۔اس میں یہ نہیں ہے کہ اگر ہم قانون سازی کر رہے

ہیں تو ہم ان خدمات کے لیے کسی دوسرے صوبے کا آدمی نہیں لے سکتے' یہ کوئی پابندی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: جی وزیر قانون!

میاں عمران مسعود: جناب والا! اس میں صدیق سالار صاحب کا نام بھی رکھا جائے۔

خواجہ ریاض محمود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے جو فہرست ابھی پڑھ کر سنائی ہے' جو نظریہ پاکستان ٹرسٹ کمیٹی کے ممبران منتخب کیے گئے ہیں جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہر لحاظ سے وہ معاشرے کے عظیم افراد ہیں۔ میں سب کی بات تو نہیں کروں گا لیکن ان میں ایک ہماری بہن بیگم مسعود صادق صاحبہ جن کے خاوند شیخ مسعود صادق تھے اور آگے ان کے والد محمد صادق صاحب تھے۔ امرتسر میں ان کا گھر ہمارے چوک فرید میں تھا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس گھرانے نے تحریک پاکستان میں وہ عظیم خدمات انجام دی ہیں کہ جن کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مالی لحاظ سے اور تحریک کو جان دار بنانے کے لیے انھوں نے بے پناہ خدمات انجام دی ہیں۔ میں اپنے بھائی قائد حزب اختلاف اور حزب اختلاف کے دوسرے بھائیوں سے کہوں گا' میرا اندازہ ہے کہ ان کو احساس نہیں ہے کیونکہ یہ جتنی بھی حزب اختلاف ہے یہ سب کی سب پاکستان بننے کے بعد پیدا ہوئی ہے---------

جناب چیئرمین: خواجہ صاحب! آپ کس point پہ بول رہے ہیں؟ یہ کوئی بحث تو نہیں ہو رہی۔ یہ ایک amendment دی گئی ہے اور اس کے جواب میں وزیر قانون صاحب جواب دیں گے۔ آپ نے تو ایک بحث کی صورت اختیار کر لی ہے حالانکہ یہ بحث نہیں ہو رہی۔ یہ غلط بات ہے آپ تشریف رکھیں۔ جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون: جناب سپیکر! ترمیم میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ کہ بورڈ میں تحریک پاکستان سے متعلقہ تمام خاندانوں اور افراد کو پاکستان کے تمام صوبوں میں سے نمائندگی دی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیم اس لیے ناقابل پذیرائی ہے کہ ایسا کرنے سے بورڈ کے ممبران کی تعداد اتنی بڑھ جائے گی وہ بورڈ نہیں بلکہ میرے خیال میں جلسہ عام لگے گا۔ جناب سپیکر! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں' میں بار بار اپنی اس بات کو دہرا رہا ہوں کہ حزب اختلاف کی طرف سے ایسی تجاویز یا ترامیم آتی ہیں جن کو صرف ایک دفعہ پڑھنے سے ہی آپ کو اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ ناقابل عمل ہیں۔ جناب سپیکر! اس سے پہلے

دو ترامیم کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب تیسری ترمیم بھی آپ دیکھ لیں۔ اس سے پہلے جو ترمیم تھی اس میں ہم نے اختیار حکومت کے پاس رکھا تھا کہ حکومت اگر چاہے تو ممبران کی تعداد کو بڑھا سکتی ہے' کم کر سکتی ہے یعنی یہ اختیار حکومت کے پاس ہے۔ جبکہ اس پر میرے بھائی سعید اکبر صاحب اور دوسرے اراکین نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے 20 تھی پھر 24 کر دی گئی' اور چوبیس سے اب یہ اختیار حکومت کے پاس کیوں چلا گیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں ان کا استدلال یہ تھا کہ 24 رہنی چاہیے۔ اور اب دوسری اپنی ہی ترمیم میں یہ کہہ رہے ہیں کہ تعداد کو بڑھا دیا جائے' سب کو نمائندگی دی جائے۔ اگر سب کو نمائندگی دی جائے گی تو جناب سپیکر! پھر تعداد بھی بڑھانی پڑے گی۔ اور پھر انھیں اس بات سے اتفاق کرنا پڑے گا کہ حکومت کے پاس اختیار ہونا چاہیے کہ وہ جس کو مناسب سمجھے نمائندگی دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو ابتدا میں عرض کیا تھا ابھی انھیں اس logic کی سمجھ آ گئی ہو گی۔ جناب سپیکر! جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم نے اس فاؤنڈیشن میں کن لوگوں کو نمائندگی دی ہے تو جس طرح خواجہ ریاض صاحب فرما رہے تھے کہ آپ جس نام پر بھی بات کر لیں گے ۔ اس نام کے حوالے سے تحریک پاکستان میں کردار' مسلم لیگ کے لیے خدمات ' نظریہ پاکستان کے لیے خدمات اس خاندان کی ضرور موجود ہوں گی۔ میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وائیں صاحب نے اس کو تخلیق کیا اور اس کے بعد وفاقی حکومت کا حصہ نہیں تھا۔ تو میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وائیں صاحب کے اس نظریے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سب سے پہلے وفاقی حکومت نے اس وقت ٹرسٹ کے قیام کے لیے 50 ملین کی گرانٹ دی تھی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ٹرسٹ کے قیام میں جو کردار جو کائیڈنس اور جو حوصلہ افزائی جناب وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف صاحب نے اس وقت کی اس کو ہر لحاظ سے یہ ہاؤس ' تمام مسلم لیگی اور ہر وہ شخص جو نظریہ پاکستان پر یقین رکھتا ہے وہ قابل تحسین سمجھتا ہے اور خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ جناب والا! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے اس حوالے سے فیملیز کی بات بھی کی ہے تو میں یہاں پر یہ بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہاں پر میاں صاحب کے بیٹے کا نام ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک ایسی شخصیت کے فرزند ہیں جس نے اس ٹرسٹ کی بنیاد رکھی اور مالی طور پر اس ٹرسٹ کو مضبوط کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد سے لے کر اب تک نظریہ پاکستان کے حوالے سے ' مسلم لیگ کے حوالے سے میاں نواز شریف صاحب اور اس کی فیملی کا جو کردار ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ آج ہم اس معزز ایوان میں بیٹھے ہیں جو میرے معزز دوست اپوزیشن میں بیٹھے ہیں انھوں

نے مسلم لیگ کے ساتھ کیا کیا اور میں نے مسلم لیگ کے ساتھ کیا کیا یہ اپنی اپنی جگہ پر ایک الگ داستان ہے۔ اس لیے جن لوگوں کو اس ٹرسٹ میں نمائندگی دی گئی میں سمجھتا ہوں کہ ہر لحاظ سے ان کا مسلم لیگ کے لیے ، نظریہ پاکستان کے لیے ، اس ملک کے لیے ایک کردار ہے اور اسی کردار کی recognition کے طور پر انھیں یہاں شامل کیا گیا ہے ۔ اس لیے میری جناب سے استدعا ہو گی کہ اس ترمیم کو رد فرمایا جائے۔ شکریہ۔

MR CHAIRMAN: The amendment moved and the question is-

That in sub-clause (2) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. I, the full-stop appearing at the end be substituted by a colon and the following proviso shall be added thereafter

"Provided that it will be represented by the families/persons linked with the Pakistan Movement from all the provinces of Pakistan."

(The motion was lost)

MR CHAIRMAN: The third amendment in sub-clause (3) of Clause 4 is from:

1. Mr Saeed Ahmed Khan Manais
2. Mr Saeed Akbar Khan
3. Sardar Rafique Haider Leghari
4. Mr Mansoor Ahmed Khan
5. Maulana Manzoor Ahmed Chinioti
6. Mr Moazzam Jehanzeb Ahmed Khan Wattoo
7. Pir Shujaat Hasnain Qureshi
8. Syed Masood Alam Shah
9. Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi
10. Mr Khalid Javed Waraich

11. Maulvi Ghias-ud-Din

Mr Saeed Ahmed Khan Manais or any other mover may move it.

MR SAEED AKBAR KHAN: Mr Speaker, I move that for sub-clause (3) of clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. 1, the following shall be substituted:

> "(3) The Chairman of the Board shall be elected through a majority of vote by the Members."

MR CHAIRMAN: The motion moved is that for sub-clause (3) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. 1, the following shall be substituted:

> "(3) The Chairman of the Board shall be elected through a majority of vote by the Members."

MINISTER FOR LAW: I oppose it, sir.

MR CHAIRMAN: I invite the mover, if he likes to speak something on the motion.

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! پھر وہی بات کرنی پڑے گی کہ جب ہم اس بورڈ کو constitute کرلیں گے اور انھوں نے فرمایا کہ ہم بہت اچھے آدمی تعینات کریں گے۔ میں پہلے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے جو لسٹ پہلے دیکھی ہے اس کو پڑھ کر سنایا ہے لیکن اس پر اپنے اعتراضات پیش نہیں کیے۔ اس کے لیے بھی ہم نے یہ کہا تھا کہ اس میں جو جو فیلیز اور ہیں اور انھوں نے پاکستان کی ideology میں اور اس کو بنانے میں حصہ لیا ہے ان کو شامل کیا جائے۔ وزیر قانون نے ترمیم پیش کی تھی اور کہا تھا کہ حکومت unlimited determine کرے گی اس وقت بھی میں نے یہی کہا تھا کہ آپ اس کی ممبر شپ 20 نہیں رکھنا چاہتے 50 رکھیں 100 رکھیں۔ لیکن کم از کم اس ہاؤس کے سامنے یہ بات ہو کہ اتنے ممبر ہوں گے ہم نے یہ اعتراض نہیں کیا تھا کہ آپ نہ بنائیں۔ جناب چیئرمین! جب ہم ایک بورڈ constitute کریں گے اور اس میں جس طرح انھوں نے چیئرمین nominate کیا ہوا۔۔۔۔

(اس مرحلے پر چودھری محمد اعظم چیمہ کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! میں آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ کو یہی Chair ہی ملنی ہے۔ جب کسی نے اترنا ہے تو آپ کو لولی لنگڑی chair دینی ہے۔

چودھری محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: (چودھری محمد اعظم چیمہ) جی فرمائیں۔

چودھری محمد صدیق سالار: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ وزراء کرام سپیکر میں بات کریں تاکہ ہم بھی سن سکیں۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اپنی اپوزیشن سے درخواست کروں گا کہ الفاظ کو دہرائیں مت۔ جب بھی بات کریں نئی کریں یہ نہیں کہ پہلے بھی وہی کریں دوسری بھی وہی کریں اور تیسری بھی وہی کریں۔ بات کہیں جا کر ختم بھی ہو کہیں repeat , repeat ,repeat میں نہ رہ جائیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! سالار صاحب میرے چچا ہیں اور میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں۔ جناب والا! جب ہر عمل مشکوک ہو تو پھر repeat کر کے ہی بتایا جاتا ہے۔ میں گزارش کر رہا تھا کہ جیسے وزیر صاحب نے کہا کہ جو بورڈ کام کر رہا ہے ہم اس کو extend کریں گے اور بہترین سے بہترین آدمی لائیں گے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے جن کو چیئرمین بنایا ہے ان کی شخصیت پر کسی کو اعتراض نہیں ہے اور وہ نہایت ہی سنجیدہ اور نہایت ہی شریف النفس انسان ہیں۔ جب انھوں نے ایک بورڈ بنایا تو پھر ان کو یہ چاہیے کہ اپنے بنائے ہوئے بورڈ پر اعتماد کریں اور اس میں ان کے کہنے کے مطابق جب انھوں نے بہت ہی اچھے لوگوں کو شامل کرنا ہے تو پھر ان کو ان پر اعتماد بھی کرنا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ یہ اختیار گورنمنٹ کے پاس ہو کہ وہ جس کو چاہے چیئرمین بنائے بلکہ اسی بورڈ کو اختیار دینا چاہیے کہ وہ اپنے آپ میں سے کس کو بہتر سمجھتے ہیں۔ جب ہمارے ملک میں جمہوریت ہے اسے پروان چڑھا رہے ہیں اور اس کو بہتر سے بہتر کر رہے ہیں تو ہمیں ہر ادارے میں جمہوری روایات کو لانا چاہیے اور جمہوریت کو اپنانا چاہیے۔ اگر ہم ہر سطح پر اپنے آپ کو جمہوریت کے دائرہ اختیار میں رکھیں گے اور جمہوری روایات کو اس میں شامل کریں گے تو اس سے ہماری جمہوری روایات بھی بہتر ہوں گی اور ہمیں اپنے اختیارات کو دوسرے کو دینے کا عمل بھی شروع ہو گا اور یہ برداشت کرنے کا بھی عمل آئے گا۔ جناب والا! جب کوئی بورڈ بناتے ہیں تو پھر انھی کو اختیار دیتے ہیں کہ

constitute ہونے کے بعد وہ جو کام بھی کرنا چاہتے ہیں اور جسے وہ بہتر سمجھتے ہیں وہ کریں۔ اس کو چیک کرنے کے بہت طریقے ہیں جن سے ہم چیک کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بہتر تجویز ہے کہ جب ہم بورڈ constitute کر دیتے ہیں پھر ہم ان کو اختیار دیں کہ آپ اپنے میں سے جو آدمی بھی بہتر سمجھتے ہیں اس کو چیئرمین بنائیں تاکہ اس میں گورنمنٹ کا عمل دخل کم ہو اور یہ میرے خیال میں اس بورڈ کی ورکنگ کے لیے بھی بہتر ہوگا۔ چہ جائیکہ ایک آدمی اپنی خواہش کے مطابق کسی کو نامزد کر دے۔ آپ ان کو یہ اختیار دیں کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو elect کرلیں اور چیئرمین بنالیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اتفاق رائے سے جس کو بہتر سمجھیں وہ چن لیں۔ جناب والا! میری یہ تجویز ہے اور میری یہ ترمیم ہے کہ بورڈ کا جو چیئرمین بننا ہے اسے کو وہی بورڈ منتخب کرے۔ گورنمنٹ اس میں سے اپنی involvement کم کرے۔ کیونکہ جس طرح انھوں نے تمام باتوں میں گورنمنٹ کو رکھا ہوا ہے کسی جگہ پر تو گورنمنٹ پیچھے ہٹ کر بورڈ کو اپنا اختیار دے کہ وہ اپنے فیصلے خود کر سکے۔ میری یہ پر زور اپیل ہے کہ اس ترمیم کو منظور کیا جائے۔

جناب چیئرمین، معظم جہاں زیب احمد خان وٹو۔

جناب معظم جہاں زیب احمد خان وٹو ، جناب چیئرمین! میں آپ کی اجازت سے اس ترمیم کے سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا۔ اس ترمیم کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ جیسا کہ میرے بھائی سعید اکبر خان نے فرمایا کہ حکومت ہر معاملے میں اپنے عمل دخل کو زیادہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ حکومت ہر ادارے میں اپنا عمل دخل چاہتی ہے اور اس کی مرضی سے ہی سارے معاملات چلیں۔ جب کہ دیکھنے میں یہ بات آئی ہے کہ اداروں کی بہتری اس بات میں ہے کہ اداروں کو خود مختار طور پر کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جتنے بھی ادارے اس ملک میں کام کر رہے ہیں یا حکومت جو قانون سازی کر رہی ہے اور نئے ادارے بنائے جا رہے ہیں ان کو آزادانہ طور پر کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ اسی میں ہی ان اداروں کی بہتری ہے اور اسی طریقے سے اس ملک میں جمہوری ادارے مقبول ہو سکتے ہیں۔ جناب چیئرمین! حکومت نے نوٹیفکیشن کر کے ایک بورڈ بنایا ہے تو کیوں نہ اس بورڈ کو ہی یہ اختیار دیا جائے کہ وہ اپنا چیئرمین منتخب کریں۔ بجائے اس کے کہ گورنمنٹ اپنے من پسند شخص کو چیئرمین بنائے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اس بورڈ کو ہی یہ اختیار ہو کہ وہ اکثریت کی رائے سے' کیونکہ جمہوری روایات تو یہی ہیں کہ اکثریت کی بات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہی چیئرمین بورڈ کے

معاملات کو چلائے۔ جناب چیئرمین ! اب تک جو ہم نے دیکھا ہے کہ حکومت نے اور خاص طور پر مرکزی حکومت نے جو قانون سازی کی ہے وہ صرف ایک شخص کو مضبوط بنانے کے لیے اور ایک شخص کو انتہائی با اختیار بنانے کے لیے قانون سازی کی ہے۔ اداروں کو مضبوط بنانے کے لیے قانون سازی نہیں کی۔ جناب والا! یہی کوشش کی گئی ہے کہ ایک شخص کو اتنا با اختیار بنا دیا جائے کہ وہ اپنی مرضی سے تمام اداروں کو کنٹرول کر سکیں اور اس کی مرضی سے تمام معاملات چل سکیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے ملک میں جو بحران پیدا ہوا ہے' یہ اسی کوشش کا نتیجہ ہے کہ ایک شخص کو بااختیار بنانے کے لیے اور سپریم پاورز دینے کے لیے یہ سارا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ جب کہ بہتری اس بات میں ہے کہ اداروں کو مضبوط بنایا جائے اور ان کو independently کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین : وزیر قانون۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ بورڈ کے چیئرمین کے تقرر کا اختیار گورنمنٹ کے پاس رکھا گیا ہے اس کے پیچھے بھی ایک منطق تھی۔ جناب والا! میں نے بارہا اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ حکومت کی یہ خواہش ہے کہ ہم اس ادارے کو ایک فعال ادارے کے طور پر دیکھنا چاہتے ہیں اور ہماری یہ خواہش ہے کہ یہ ادارہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے آزادانہ طور پر کام کرے اور بغیر کسی رکاوٹ کے کام کرے۔ جناب سپیکر ! جس طرح یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ممبران کے درمیان الیکشن کروا دیے جائیں اور انھیں کہا جائے کہ انتخاب کریں۔ جناب والا! ظاہری بات ہے جب ان کا انتخاب ہوگا تو اس میں اختلاف رائے بھی ہوگا اور جب اختلاف رائے ہوگا تو پھر دھڑے بندی بھی ہوگی۔ جس ادارے میں دھڑے بندی کا عمل شروع ہو جائے یقینی طور پر اس کی کارکردگی بھی متاثر ہوگی۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر دھڑے بندی یا الیکشن کے عمل سے متعلق اور بالخصوص اس ادارے کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ اس لحاظ سے کر رہا ہوں کہ اس ادارے کے قیام کے مقاصد' اور یہ ادارہ جن مقاصد کے حصول کے لیے قائم کیا گیا ہے وہ تمام ممبران کے درمیان یکساں ہے۔ اس پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن ان کے درمیان ایک وجہ تنازعہ صرف اس حوالے سے پیدا کرنا کہ ان میں سے کون چیئرمین ہوگا؟ میں سمجھتا ہوں یہ بات اس ادارے کی کارکردگی کو متاثر کرے گی۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے آج بھی آپ نے دیکھا ہے کہ ہم نے جس شخصیت

کو اس ادارے کا چیئرمین مقرر کیا ہے ان کی شخصیت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا تر ہے اور آئندہ کے لیے بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ادارے کے تقدس کے حوالے سے جو بھی حکومت برسراقتدار ہوگی اس کو اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ اس ادارے کا چیئرمین اس شخص کو ہونا چاہیے جس کی شخصیت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا تر ہو۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کے پاس اختیار رکھنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ دھڑے بندی سے avoid کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک جائز بات ہے اس لیے اس ترمیم کو رد فرمایا جائے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

MR CHAIRMAN: Now, I put the question.

The amendment moved and the question is:

> That for sub-clause (3) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No.1, the following shall be substituted:
>
> "(3) The Chairman of the Board shall be elected through a majority of vote by the Members."

(The motion was lost)

MR CHAIRMAN: The fourth amendment in sub-clause(4) of Clause 4 is from:

1. Mr Saeed Ahmed Khan Manais
2. Mr Saeed Akbar Khan
3. Sardar Rafique Haider Leghari
4. Nawabzada Mansoor Ahmed Khan
5. Maulana Manzoor Ahmed Chinioti
6. Mr Moazzam Jehanzeb Ahmed Khan Wattoo
7. Pir Shujaat Hasnain Qureshi
8. Syed Masood Alam Shah
9. Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi
10. Mr Khalid Javed Warraich

Now, Mr Saeed Ahmad Khan Manais, Leader of the Opposition, may move it.

MR SAEED AHMED KHAN MANAIS: Mr. Speaker, I move that for sub-clause(4) of the Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No.1,the following shall be substituted:

> "(4) Except for official members, a person appointed to the Board shall be a person of eminence who worked for the ideology of Pakistan during the Pakistan Movement "

MR CHAIRMAN: The motion moved is that for sub-clause (4) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No.1, the following shall be substituted:

> "(4) Except for official members, a person appointed to the Board shall be a person of eminence who worked for the ideology of Pakistan during the Pakistan Movement "

MINISTER FOR LAW: Sir, I oppose it.

Sir, as you read the name of mover, there was a name of Shaukat Qureshi. I think the Shaukat Qureshi is no member of the Provincial Assembly of the Punjab.

جناب چیئرمین(چودھری محمد اعظم چیمہ)، شجاعت حسنین قریشی۔

قائد حزب اختلاف (جناب سعید احمد خان منیس)، جناب والا! دراصل بات یہ ہے کہ لگتا ہے کہ آپ خود بھی باتیں سن سن کے اور باتیں کر کر کے بہت تھک گئے ہیں۔

جناب چیئرمین، آپ کی خوب صورت باتوں کی وجہ سے۔

قائد حزب اختلاف(جناب سعید احمد خان منیس)، بہت بہت شکریہ۔

جناب والا! میں نے جو amendment move کی ہے۔

وزیرصحت (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی)، پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسے بزرگ parliamentarian جو کہ تحریک پاکستان کا ایک حصہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو تحریک

پاکستان کا مجاہد رہ چکا ہو وہ کبھی نہیں تھکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین) وہ کبھی تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا۔

جناب سعید اکبر خان ، میں ان کی اس بات پر احتجاج کرتا ہوں۔ اس لحاظ سے کہ اگر آپ کے بال سفید ہیں اور آپ کو اتنا بڑا بزرگ بنا دیا جائے تو یہ ہمارے لیے قابل برداشت بات نہیں ہے۔ ٹھیک ہے آدمی کے بال سفید ہو جاتے ہیں فکر سے یا کسی اور عمل سے۔ آپ اتنے بڑے بزرگ تو نہیں ہیں آپ تو ماشاء اللہ جوان آدمی ہیں۔ اور خاکوانی صاحب نے آپ کو اتنا بڑا بزرگ بنا دیا ہے۔

جناب چیئرمین، تو آپ وقتی طور پر تسلیم کرلیں۔ کون سا آپ کا کرایہ خرچ ہوتا ہے۔

جناب سعید اکبر خان ، جناب والا! آپ کوئی 80 سال کے تو نہیں ہوگئے۔ آپ زیادہ سے زیادہ 52 سال کے ہوں گے۔ پچاس سال پاکستان کو بنے ہوئے ہو گئے ہیں تو دو سال میں آپ نے movement میں کیا حصہ لیا ہو گا؟

جناب چیئرمین، جی منیں صاحب۔

قائد حزب اختلاف (جناب سعید احمد خان منیں)، جناب والا! یہ جو سٹینڈنگ کمیٹی نے مسودہ recommend کیا ہے اس میں دیا ہوا ہے کہ:

Except for Official Members, a person, appointed to the Board, shall be a person of eminance in this field.

جناب والا! اس میں ضرورت یہ ہے کہ جو eminance in the field اس کو بڑا wide کر دیا گیا ہے۔

جناب پیر احمد شاہ کھگہ، جناب والا! میری عرض ہے کہ دو بج چکے ہیں نماز کا وقت ہے۔ اجلاس کو ختم کریں یا پھر نماز کے لیے وقت دیں۔ اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے سب سے پہلے پوچھنا ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۝

اے لوگوں نماز اور زکواۃ کے متعلق بتاؤ۔ اجلاس کو ملتوی کریں دو بج چکے ہیں۔ اگر نہیں آپ کا خیال ہے کہ اسے ابھی چلنا ہے تو پھر نماز ظہر پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سعید اکبر خان، شاہ صاحب بڑے سینئر parliamentarian ہیں اور ان کا پوائنٹ بڑا valid ہے۔ وہ نماز کا وقفہ کرانا چاہتے ہیں۔ اور میں کورم point out کرتا ہوں تاکہ ہاؤس رولز کے مطابق چل سکے۔

جناب چیئرمین، کورم point out کیا گیا ہے۔ گنتی کی جائے ----- گنتی کی گئی ----- کورم پورا نہیں ہے لہٰذا پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔ گھنٹیاں بجائی گئیں ----- گھنٹیاں بجائی گئیں -----پانچ منٹ ہوے گئے ہیں، گنتی کی جائے----- گنتی کی گئی-----ورم نہیں ہے اور اڑھائی بجنے میں تقریباً بیس منٹ رہ گئے ہیں تو ہاؤس کو کل ساڑھے نو بجے تک ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس)

جمعرات' 30 ۔ اکتوبر 1997ء

(پنج شنبہ 27۔ جمادی الثانی 1418ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر لاہور میں پونے دس بجے صبح زیر صدارت جناب چیئرمین (راجہ محمد خالد خان) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ٥ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ٥ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ٥ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ط وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ٥

سورۃ ال عمران آیت نمبر 104 تا 108

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں٥ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہوگئے اور احکام بین آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف و) اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا٥ جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے اور بہت سے سیاہ تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ سو (اب) اُس کفر کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو٥ اور جن لوگوں کے منہ سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے٥ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو صحت کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ اہل عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا٥

وما علینا الا البلاغ٥

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

محکمہ جات

(اوقاف، خوراک، آب کاری و محصولات، صنعت و معدنی ترقی و ٹرانسپورٹ)

جناب چیئرمین، اب ہم وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ محکمہ جات ہیں، اوقاف، خوراک، آب کاری و محصولات، صنعت و معدنی ترقی، ٹرانسپورٹ۔ سب سے پہلا سوال الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی صاحب کا ہے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی (جناب محمد ارشد خان لودھی): جناب والا! میں معذرت خواہ ہوں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب چیئرمین، جی۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی: جناب والا! جو کل کی کارروائی تھی اس میں یہ ترتیب تھی جو آپ آج حکم کر رہے ہیں۔ لیکن آج جو ہے اس پر کارروائی اور ہے۔ پہلے میرے سوال ہیں بعد میں دوسرے ہیں۔ یہ کیا معاملہ ہے؟

جناب چیئرمین، مجھے جو ایجنڈا دیا گیا ہے اس کے مطابق تو یہی ہے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، وہ کل ہے جی۔ کل کا ایجنڈا تو ہمارے پاس بھی ہے۔

جناب چیئرمین: کیوں جی سید صاحب؟

وزیر صنعت و معدنی ترقی: میرے پاس محکمہ صنعت و معدنی ترقی، محکمہ ٹرانسپورٹ، محکمہ خوراک۔ اس ترتیب سے ہے۔ جو کل تھا وہ وہ ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، لودھی صاحب! یہ نمبر وار ترتیب سے لیے گئے ہیں۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، ٹھیک ہے جی۔

جناب چیئرمین: الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب والا! شکریہ۔ 165

جناب چیئرمین، 165

محکمہ اوقاف کی زیر تحویل ادارہ جات کی تفصیل

*165۔الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبہ پنجاب میں کتنی مساجد، دربار اور دوسرے ادارہ جات اور رقبہ جات محکمہ اوقاف کی زیر تحویل ہیں۔ مکمل نام، جائے وقوعہ اور رقبہ جات کی تفصیل بتائیں اور ان سے الگ الگ سالانہ آمدن کی تفصیل بھی بتائی جائے۔

(ب) یہ آمدن کس کس مد پر خرچ کی جارہی ہے اس کی تفصیل بھی علیحدہ علیحدہ بتائی جائے۔

(د) کیا محکمہ نے دربار شیخ محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ تحصیل بورے والا میں لنگر، مہمانوں اور عرس پر خرچ کرنے کے لیے کوئی رقم مخصوص کی ہے اگر نہیں کی۔ تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر اوقاف(صاحب زادہ محمد فضل کریم)، بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

(الف) صوبہ پنجاب میں کل 262 مساجد، 394 مزارات، 49 دوسرے ادارہ جات اور 73079 ایکڑ 3 کنال 7مرلے اراضیات ہیں جو کہ اس وقت محکمہ اوقاف پنجاب کی تحویل میں ہونے کی بناء پر زیر انتظام ہیں۔ مساجد، مزارات، دیگر ادارہ جات اور وقف اراضیات کی آمدنی و اخراجات کی تفصیلات بھی متعلقہ گوشوارے میں ہر جائیداد کے محاذ درج ہیں۔

(ب) محکمہ اوقاف، پنجاب کے زیر تحویل تمام مساجد، مزارات، دیگر وقف املاک اور وقف اراضیات جن کی تفصیلات *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔ ان کے ملاحظے سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ بعض وقف املاک خسارے والی ہیں۔ جب کہ بعض وقف املاک فاضل آمدنی والی ہیں۔ موجودہ آمدنی محکمانہ قوانین کے مطابق ہر وقف جائیداد سے حاصل ہونے والی آمدنی محکمے کے مرکزی اکاؤنٹ سی /7 میں جمع ہوتی ہے اور تمام وقف املاک کے لیے سالانہ بجٹ تیار ہوتا ہے جس کے اخراجات درج ذیل مدات میں ہیں۔ لہٰذا ان ہی مدات پر سالانہ اخراجات کیے جاتے ہیں،

1۔	اخراجات انتظامی امور۔	6,37,86,300/- روپے
2۔	اخراجات مذہبی امور	6,63,66,380/- روپے

(*** تفصیلات اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

3۔ اخراجات نظامی امور -/2,67,42,180 روپے

4۔ مرمت و تعمیرات خورد -/50,98,000۔ روپے۔

5۔ ترقیاتی منصوبہ جات -/16,57,98,065 روپے

حقیقی اخراجات 01-07-96 تا 30-06-97 -/404,28,003 روپے

(ج) دربار حضرت شیخ محمد فاضل، تحصیل بورے والا محکمہ اوقاف پنجاب نے 1996ء میں عملی طور پر اپنی تحویل میں لیا۔ اس دربار سے سالانہ آمدنی مبلغ -/60,000 روپے متوقع ہے۔ جس کے محاذ مبلغ 86,800 روپے کے اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ ان اخراجات کے علاوہ مبلغ 5,000 روپے کی رقم برائے سالانہ عرس مختص کی جا رہی ہے۔ تاکہ اس سے زائرین کے لیے لنگر کا انتظام کیا جاسکے۔

جناب چیئرمین، پیر ذوالفقار علی چشتی صاحب! کوئی ضمنی سوال؟

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر اوقاف کی خدمت میں عرض پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے جون میں یہ جواب دیا گیا تھا کہ اگر شیخ فاضل دربار خسارے میں ہے تو اسے واگزار کر دیا جائے گا۔ کیا یہ واگزار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

وزیر اوقاف، جی بالکل۔ اگر فاضل ممبر درخواست دیں تو قاعدہ و قانون کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو واگزار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سردار سعید انور، جناب سپیکر! میں نے شیخ فاضل دربار کے سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں درخواست پیش کی تھی تو ان کے محکمے نے اس پر انکار کر دیا تھا' جب کہ وزیر صاحب نے یہاں فرمایا تھا کہ ہم وہ واگزار کر دیں گے۔ تو اس سلسلے میں کیا فرمائیں گے؟

جناب چیئرمین، جی وزیر اوقاف۔

وزیر اوقاف، اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یہ مسئلہ پہلے عدالت میں تھا۔ عدالت نے یہ فیصلہ محکمہ اوقاف کے حق میں کر دیا۔ یقیناً فاضل محرک اور ان کے وہ ساتھی درست فرما رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی جب وزیراعلیٰ کے پاس درخواست آئی' واپس چلی گئی۔ تاہم ہم نے محکمہ کے ذمہ دار افسران لیگل برانچ سے یہ مشورہ کیا ہے کہ اگر یہ مزار خسارے میں ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو واگزار کرنے کے لیے کوشش کی جائے گی۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ کل آمدن کتنی ہے؟ اخراجات تو بتلا دیے گئے ہیں کل آمدن نہیں بتلائی گئی۔ گوشوارہ الگ پیش کیا گیا ہے، لیکن کل آمدن نہیں بتلائی گئی کہ کل آمدن کتنی ہے؟

وزیر اوقاف، جناب! وہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اگر فاضل ممبر یا محرک کل آمدن دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کو بخوشی دیکھ لیں۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، اگر وزیر موصوف ہاؤس میں بتلا دیں تو میرے خیال میں بہتر ہوگا۔

وزیر اوقاف، کل آمدن 21 کروڑ روپے ہے۔ ویسے مزارات سے ہونے والی آمدن کی تفصیل میز پر رکھ دی گئی ہے، آپ اس کو ملاحظہ فرمالیں۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، کتنے ادارہ جات خسارے میں ہیں؟ اگر محکمہ اوقاف خسارے میں جا رہا ہے جیسے کہ گوشوارے سے ظاہر ہوتا ہے کہ 21 کروڑ آمدن ہے اور 32 کروڑ اخراجات ہیں تو.....

جناب چیئرمین، چشتی صاحب! اس کے لیے آپ نیا سوال دیں۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، جناب! میرے خیال میں آپ نے پورا سوال نہیں سنا۔ میں سوال تو پورا کر لوں۔

جناب چیئرمین، جی۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، یہ 32 کروڑ اخراجات ہیں اور 21 کروڑ آمدن ہے۔ کیا خسارے والے ادارہ جات واگزار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

وزیر اوقاف، جناب! اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ محکمہ اوقاف جب کسی بھی پراپرٹی، مسجد یا کسی مزار کو take over کرتا ہے تو اس کے بعد کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس مزار اور مسجد کی آمدن میں اضافہ کیا جائے۔ تاہم ایسے بہت کم کیس ہیں جہاں پر آمدن نہیں ہوتی۔ ہم آئندہ وزیراعلیٰ کے مشورے سے اس پالیسی کو بنائیں گے۔ اس کے بعد آئندہ ان کی خدمت میں جواب پیش کر دیا جائے گا، کیونکہ یہ اس سے متعلقہ سوال نہیں ہے۔

جناب نعیم اللہ خان شاہانی، جناب سپیکر! ضمنی سوال۔

جناب چیئرمین، جی نعیم اللہ شاہانی صاحب! ضمنی سوال۔

جناب نعیم اللہ خان شاہانی، میں وزیر اوقاف سے پوچھنا چاہوں گا کہ انھوں نے آٹھ ماہ میں کتنے بہتر اقدامات کیے ہیں؟ جس طرح فرما رہے ہیں کہ 32 کروڑ روپے اخراجات ہیں اور آمدن 21 کروڑ روپے ہے۔انھوں نے کون سے واضح اقدامات کیے ہیں کہ ان اخراجات میں واضح کمی ہو سکے؟

جناب چیئرمین، نعیم اللہ شاہانی صاحب! آپ سوال دہرا دیں گے؟

جناب نعیم اللہ خان شاہانی، میرا سوال یہ ہے کہ وزیر صاحب بتا رہے ہیں کہ ان مدات میں 32 کروڑ اخراجات ہیں' 21 کروڑ روپے کل آمدن ہے۔ جیسے فرما رہے ہیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب سے میٹنگ کر رہے ہیں' تو انھوں نے کون سے اقدامات کیے ہیں کہ جن سے یہ اخراجات کم ہو سکیں؟

وزیر اوقاف، جناب! پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کا یہ سوال اس سے متعلقہ نہیں ہے۔ میری ان سے گزارش ہوگی کہ یہ نیا سوال کریں۔ تاہم جہاں تک انھوں نے اقدامات کا ذکر کیا ہے تو میں نے عرض کیا ہے کہ میں اس سلسلے میں اپنے محکمے کے مشورے سے وزیر اعلیٰ صاحب سے بات کروں گا۔ ویسے بھی وزیر اعظم پاکستان نے اس مسئلے پر ایک کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ ان کی سفارشات بھی آنے والی ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھ کر ہم وزیر اعلیٰ صاحب کو ایک سمری روانہ کریں گے۔ جو بھی پالیسی matter ہے' چونکہ یہ کابینہ نے فیصلہ کرنا ہوتا ہے' فرد واحد نے تو اس کا فیصلہ نہیں کرنا ہوتا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال جناب محمد ریاض ملک صاحب کا ہے۔ اگلا سوال بھی ان کا ہی ہے۔ اگلا سوال میاں عبدالستار صاحب کا ہے وہ بھی تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال پھر میاں عبدالستار صاحب کا ہے وہ تشریف نہیں رکھتے۔ اگلا سوال مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، 416

شاہی مسجد چنیوٹ کی دیکھ بھال

*416۔مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شاہی مسجد چنیوٹ جو ایک تاریخی حیثیت کی حامل ہے پانی گیس جیسی بنیادی سہولت اور ضروریات سے محروم ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس مسجد کے خطیب کو دیگر ایسی ہی مساجد کے خطیبوں کے مساوی گریڈ نہیں دیا جا رہا ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مسجد میں بنیادی سہولیات کی فراہمی اور خطیب کو مناسب گریڈ دینے کو تیار ہے اگر ہے تو کب تک؟

وزیر اوقاف(صاحب زادہ محمد فضل کریم)۔

(الف) شاہی مسجد چنیوٹ تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ فراہمی پانی کے لیے مسجد کا اپنا ایک ٹیوب ویل ہے۔ جو مسجد کی ضروریات کے لیے کافی ہے۔ سوئی گیس کی فراہمی کا مسئلہ کچھ عرصہ قبل زیر غور لایا گیا تھا مگر محکمہ آثار قدیمہ نے اس کی مخالفت کی تھی' اس وجہ سے سوئی گیس نصب نہ کی جاسکی۔ تاہم موسم سرما میں نمازیوں کے وضو کے لیے الیکٹرک گیزر سے گرم پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ اس طرح مطلوبہ بنیادی سہولتیں مسجد کے لیے موجود ہیں۔

(ب) شاہی مسجد چنیوٹ کے امام خطیب کی اسامی سینئر خطیب سکیل 12 کی ہے۔ موجودہ خطیب 1977ء میں سکیل 4 میں بطور خطیب / امام ملازم ہوئے اور بعد ازاں 1-1-79 سے سکیل نمبر 9 میں ترقی یاب ہوئے۔ اب تک اسی سکیل میں تنخواہ حاصل کر رہے ہیں۔ امام/ خطیب کی ترقی قواعد کے مطابق کی جاتی ہے اور موجودہ خطیب کو بھی ان کی سنیارٹی کے مطابق ترقی ملے گی۔

(ج) شاہی مسجد چنیوٹ میں بنیادی سہولتیں فراہم شدہ ہیں اور خطیب مسجد بھی اپنی سنیارٹی کے مطابق ترقی یاب ہوتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ بتلائیں گے کہ شاہی مسجد ایک تاریخی مسجد ہے اس کا گریڈ سی کیوں بدلا گیا' کب بدلا گیا؛ اور اب اسے اپنے گریڈ میں کب تک تبدیل کریں گے؟

وزیر اوقاف، جناب! چونکہ انھوں نے اپنے سوال میں یہ نہیں لکھا' میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس مسئلے پر دوبارہ غور و خوض کریں گے۔ اگر فاضل محرک میرے پاس تشریف لائیں تو اس کے گریڈ پر غور و خوض کیا جا سکتا ہے۔

جناب چیئرمین، کون انھیں بتائے گا کہ وزیر صاحب نے کیا جواب دیا ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں نے سوال یہ کیا تھا کہ شاہی مسجد چنیوٹ ایک تاریخی مسجد ہے اس کو گریڈ سی میں کیوں اور کب تبدیل کیا گیا؟ اور اسے اپنے اصلی گریڈ میں واپس کرنے کا محکمے کا پروگرام ہے یا نہیں؟

جناب چیئرمین، جی ہاں وزیر صاحب! یہ متعلقہ سوال ہے۔ اس کا جواب دیں۔

وزیر اوقاف، جناب! اس سلسلے میں میں نے پہلے آپ سے عرض کی ہے کہ جہاں تک یہ وجوہ ہیں کہ کیوں تبدیل کیا گیا' ظاہر بات ہے کہ کسی وجوہ اور اسباب کے پیش نظر کیا ہوگا۔ میں یہاں پر ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی تاریخی اور قدیمی مساجد اور مزارات ہیں یہ محکمہ آرکائیو کے زیر انتظام ہیں اور ہمیں وہاں پر انتظام و انصرام کے لیے جتنے بھی اخراجات دینے پڑتے ہیں اس کی منظوری محکمہ اوقاف سے لینے کے بعد پیسے ان کے حوالے کیے جاتے ہیں اور وہ اپنی صوابدید کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ تاہم میں اس سلسلے میں ہاؤس میں فاضل محرک کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ جس حد تک بھی ممکن ہوا قاعدے و قانون کے مطابق اس مسجد کو وہی گریڈ دینے کے لیے ہم تیار ہیں۔

جناب چیئرمین، جی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، یہ ایک بادشاہ کے وزیر اعظم جناب نواب سعداللہ خان کی بنائی ہوئی مسجد ہے۔ اس کی بڑی تاریخی عظمت ہے۔ پہلے اس کا گریڈ اعلیٰ تھا اب اس کو کیوں بدلا گیا؟ میرا مطالبہ تو یہ ہے کہ اس کا جو اصل گریڈ ہے وہ اس کو دیا جائے۔ وہ بتائیں کہ کب تک اس کا اصل گریڈ اس کو دے دیں گے؟

جناب چیئرمین، وزیر صاحب! کب تک اس مسجد کو اصل گریڈ مل جائے گا؟

وزیر اوقاف، اگر محرک تشریف لائیں تو اس پر غور و خوض کر سکے' کیونکہ میں نے کہا کہ قواعد انضباط کار کے مطابق کارروائی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ قاعدے اور انضباط کار کو نظر انداز کر کے کوئی کارروائی کی جائے۔ وہ تشریف لائیں' درخواست دیں' اس سلسلے میں ہم غور و خوض کریں گے۔ اگر ایکٹ میں اس بات کی اجازت ہوئی تو میں آپ کی وساطت سے on the floor of House. فاضل محرک کو یہ کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کارروائی کی جائے گی۔

جناب چیئرمین، حاجی شادی خیل صاحب! مولانا کو یہ بتا دیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ شاہی مسجد کے خطیب جو سینئر خطیب ہیں۔ انھوں نے جواب میں خود تسلیم کیا ہے۔ اسے مدت سے گریڈ 9 مل رہا ہے۔ موو اوور کے لحاظ سے بھی اس کا گریڈ12 تک پہنچ گیا ہے۔ اس کا اصل حق استحقاق کب تک دیں گے؟

وزیر اوقاف، میں نے جب سے یہ قلم دان سنبھالا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کہوں گا کہ جن حضرات کی ترقیاں نہیں ہوئیں۔ ان کی ترقیاں ان کی سنیارٹی کو مدنظر رکھ کر کی جائیں گی' ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آج سے دو ماہ قبل میں نے اپنے محکمے کو ایک لیٹر لکھا ہے۔ حضرت مولانا' جو اس وقت گریڈ 9 میں ہیں' ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل ہے۔ سنیارٹی کے پیش نظر ان کو سنیارٹی ضرور دے دی جائے گی۔

جناب چیئرمین، شادی خیل صاحب! مولانا کو یہ بتا دیں۔

وزیر مال، جناب' اس بات کو ensure کیا جائے کہ حاجی شادی خیل صاحب ہمارے بزرگ ہیں۔ یہ جوابات دے رہے ہیں یا سوالات feed کر رہے ہیں؟ مجھے کچھ شک ہے۔

جناب چیئرمین، وہ جوابات ہی دے رہے ہیں۔ اگلا سوال بھی مولانا منظور احمد صاحب کا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، 418

چنیوٹ میں ناجائز قابضین سے رقبہ واگزار کرانا

*418۔مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

کیا یہ درست ہے کہ قبرستان ماچھیاں والا نزد ریلوے اسٹیشن چنیوٹ محکمہ اوقاف کے زیر تحویل ہے۔ قبرستان کا کل رقبہ کتنا ہے اور کتنے رقبہ پر ناجائز قابضین ہیں۔ محکمہ ناجائز قابضین سے رقبہ واگزار کرانے کا ارادہ رکھتا ہے اگر رکھتا ہے تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔ نیز اس قبرستان کی چار دیواری بھی مکمل کرانے کا پروگرام ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کب تک' اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اوقاف(صاحب زادہ محمد فضل کریم)،

یہ درست ہے کہ قبرستان ماچھیانوالہ نزد ریلوے اسٹیشن چنیوٹ دسمبر 1972ء سے محکمہ کی تحویل میں ہے۔ قبرستان کا کل رقبہ 19 کنال 1مرلہ ہے جو ناجائز قابضین نے 666

مربع فٹ یعنی اڑھائی مرلے رقبہ پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ نئی حد براری کے بعد قابضین کے خلاف بے دخلی کی کارروائی جلد شروع کی جا رہی ہے۔ نیز قبرستان کا معائنہ کر کے چار دیواری کے متاثرہ حصوں کی مرمت محکمانہ قواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے کروا دی جائے گی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، وزیر موصوف صاحب' ناجائز قابضین جو آپ نے تسلیم کیا ہے' نئی حد براری کے بعد ان کے خلاف بے دخلی کب تک کروا رہے ہیں؟

وزیر اوقاف، جناب والا! اس سلسلے میں تین ماہ قبل بھی اسی ہاؤس میں میجر کو مطلع کیا تھا کہ انھوں نے محکمے کو misguide کیا تھا۔ مولانا بھی اس بات کے گواہ ہیں۔ حد براری کے سلسلے میں پرسوں محکمے کے ایک ذمہ دار افسر نے ٹیلی فون پر ضلعی انتظامیہ سے بات کی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جلد از جلد قانون اور قاعدے کو پیش نظر رکھتے ہوئے حد براری کر لی جائے گی اور چار دیواری بھی کرا دی جائے گی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، محکمہ نے چاردیواری کے متعلق لکھا ہے کہ "چاردیواری کے متاثرہ حصوں کی مرمت محکمانہ قواعد کو مدنظر رکھتے ہوئے کروا دی جائے گی" یہ بھی وضاحت فرما دیں کہ کب تک کروا دی جائے گی؟

وزیر اوقاف، جلدازجلد قواعد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان شاء اللہ آپ کی دعاؤں سے کروا دی جائے گی۔ مولانا صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اس کا estimate بھی آ چکا ہے۔ اجلاس کے خاتمے کے بعد جب یہ اپنے علاقے میں تشریف لے جائیں تو لوگوں سے مبارک باد وصول کریں کہ مسلم لیگ اور اس کی اتحادی جماعتوں کی حکومت اللہ کے فضل و کرم سے لوگوں کے معیار اور توقعات کے مطابق کام کر رہی ہے۔

جناب چیئرمین، حاجی غلام رسول شادی خیل صاحب! ان کے کان میں کہہ دیجیے گا کہ estimate منظور ہو گیا ہے۔ قبرستان کی چاردیواری جلد شروع کر دی جائے گی۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! حاجی غلام رسول شادی خیل صاحب کا کیا قصور ہے؟ جناب سپیکر! ان کو سپیشل معاوضہ دیا جائے۔

جناب چیئرمین، وہ ان کے پڑوسی ہیں اور آپ کی تجویز معقول ہے۔ اگلا سوال ہے سردار سعید انور صاحب۔

کمالیہ شوگر ملز کی کارکردگی

*423۔ سردار سعید انور، کیا وزیر صنعت و معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) حکومت کے زیر کنٹرول کمالیہ شوگر ملز کس سال کتنے سرمائے سے تعمیر ہوئی اور اس میں کام کرنے والے افراد کی کل تعداد کیا ہے۔

(ب) اس مل نے 1990ء سے آج تک کتنا منافع کمایا' تفصیل سال وار الگ الگ بتائی جائے؟

وزیر صنعت و معدنی ترقی (جناب محمد ارشد خان لودھی)

(الف) کمالیہ شوگر ملز لمیٹڈ' ٹوبہ ٹیک سنگھ کی تعمیر کی تکمیل سال 1980ء میں ہوئی۔ ابتداء میں مل کی پیداواری صلاحیت 2000 ٹن یومیہ کرشنگ تھی جس پر کل لاگت 360 ملین روپے آئی۔ سال 1986-87ء میں اس کی پیداواری صلاحیت کو بڑھا کر 4000 ٹن یومیہ کرشنگ کر دی گئی جس پر 140 ملین روپے لاگت آئی۔ اس طرح اب تک کل لاگت 500 ملین روپے ہو گئی ہے۔ اس سرمائے میں پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ نے 51 ملین روپے کی سرمایہ کاری کی اور بقایا سرمایہ بنکوں اور ڈی۔ایف۔آئی سے حاصل کیا۔ تمام بنکوں کے قرضہ جات ادا کر دیئے ہیں ماسوائے 47.8 ملین روپے کے جو واجب الادا ہیں۔ اس میں کام کرنے والوں کی تعداد 1150 ہے۔

(ب) منافع کی تفصیل سال 1990ء سے سال 1996ء تک درج ذیل ہے۔

سال	منافع (روپے ملین میں) ٹیکس ادا کرنے سے پہلے
1990	36 351
1991	12.684
1992	15.655
1993	15.859
1994	42.438
1995	102.877
1996	64.296

جناب چیئرمین، جی سردار صاحب! کوئی ضمنی سوال'

سردار سعید انور، جناب چیئرمین! انھوں نے جز "ب" میں 1990ء سے 1996ء تک متواتر اسے منافع

بخش ادارہ ظاہر کیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس منافع بخش ادارے کو گورنمنٹ فروخت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیرصنعت و معدنی ترقی، جناب والا! انھوں نے اس کی capacity' اس کے اخراجات اور اس کی آمدنی کے بارے میں سوال کیا تھا۔ میں نے وہ آپ کی وساطت سے ان کو بتایا ہے۔ اب یہ منافع بخش ادارہ ہے اور اس میں کوئی ambiguity ہے۔ چونکہ وفاقی حکومت کی پرائیویٹائزیشن کی پالیسی چل رہی ہے' اس لیے ہم اس کو پرائیویٹائز کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

سردار سعید انور، جناب چیئرمین! یہ تو سنا تھا کہ جو ادارے نقصان میں چلتے ہیں وہ تو فروخت کیے جائیں۔میرے علاقے میں اس بات پر بے چینی ہے کہ ایک ادارہ' جو متواتر منافع دے رہا ہے' کاشت کاروں کو اس سے فائدہ ہے' اس کو کیوں فروخت کیا جا رہا ہے؛ کیوں 1150 ملازمین کا گلا گھونٹا جا رہا ہے؟

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب والا! ہم اپنے بھائی اور دوست کے اس موقف میں شامل ہیں۔ لیکن قومی پالیسی یہ جا رہی ہے کہ ہم ان کو نجی اداروں میں تبدیل کر رہے ہیں۔ اپنی معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے پاکستان مسلم لیگ کی حکومت' جناب وزیر اعظم پاکستان نے اس پالیسی کو اپنایا ہے۔ اس پالیسی کے تحت یہ تمام عمل جاری ہے۔ میں نے یہ بڑے ادب سے گزارش کی ہے کہ پنجاب کا بھی پرائیویٹائزیشن بورڈ بن چکا ہے۔ اس کے ذریعے ہم بڑے صاف ستھرے طریقے سے پرائیویٹائزیشن کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، محرک کا یہ جو سوال تھا۔ اس میں یہ بھی تھا کہ کیا ان 1150 ملازمین کو ملازمت کا تحفظ بھی مل سکے گا؟

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب والا! ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے اور ہم ان ملازمین سے گفت و شنید کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ ہم ان کو ایسے ہی فارغ نہیں کریں گے۔ ہم ان کے ساتھ مذاکرات کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ طے کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ان شاء اللہ ہم ان کو فارغ کریں گے۔

سردار سعید انور، جناب چیئرمین! وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ گورنمنٹ کی پالیسی ہے۔ جناب ہم اتنا بڑا مینڈیٹ لے کر آئے ہیں۔ کیا اس مینڈیٹ سے عوام کا گلہ گھونٹنا ہے؛ ایک منافع بخش ادارہ کیوں فروخت کیا جا رہا ہے؟ یہ پالیسی کہاں سے آ گئی کہ ایک منافع بخش ادارہ جو چل رہا ہے اور وہ

مل ہمیں منافع دے رہی ہے تو اس کو کیوں فروخت کیا جا رہا ہے؟

جناب چیئرمین، منسٹر صاحب نے فرما دیا ہے کہ مرکز کی پالیسی ہے۔ وزیر اعظم صاحب کی پالیسی ہے کہ معیشت کو مضبوط کرنے کے لیے ایسے ادارے بادل نخواستہ فروخت کرنے پڑیں گے۔

سردار سعید انور، جناب چیئرمین! یہ بات ٹھیک ہے کہ چلو' یہ پالیسی کے مطابق چل رہے ہیں۔ لیکن وہاں پوزیشن یہ ہے کہ مل کا جو عملہ ہے' جی۔ ایم سے لے کر نیچے تک' وہ گومگو کی حالت میں ہیں اور آگے گنے کی کاشت کا موسم آ گیا ہے۔ انھیں ابھی تک یہ نہیں پتا کہ اس دفعہ مل انھوں نے چلانی ہے یا نج کاری والوں نے چلانی ہے۔ مجھے اس سلسلے میں بتایا جائے کہ ان کا فروخت کرنے کا کیا پروگرام ہے؟ آیا فوری ارادہ ہے یا فی الحال اس وقت یہ مل گورنمنٹ ہی چلائے گی؟

جناب چیئرمین، جی خان صاحب۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب سپیکر! یہ یونٹس بڑے قیمتی یونٹس ہیں۔ ہم نے ایک بورڈ بنایا ہے اور اس کے ذمے یہ کام لگایا ہے۔ اب یہ ان پر منحصر ہے۔ اس اثناء میں ہم اس سے غافل نہیں۔ ہم نے اپنی انتظامیہ سے کہا تھا کہ اس کی تیاری کریں اور وہ اس مل کو چلانے کے لیے مکمل تیاری کر چکے ہیں۔ اس کی renovation' اس کی سروس اور اس کی ہر چیز تیار ہے۔ اگر اس سے پہلے اس کی نج کاری نہ ہوئی تو میں اپنے دوست کو' اپنے بھائی کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ مل اسی طرح ہی چلے گی جس طرح کہ پہلے چلتی تھی۔ ہم اس کو چلائیں گے اور ہم نے اس سلسلے میں ان کو یہ ہدایات دے دی ہیں۔

جناب سپیکر، تاج محمد خان زادہ صاحب سب سے پہلے ضمنی سوال کریں گے۔

جناب تاج محمد خان زادہ، جناب! آپ نے جو پرائیویٹائزیشن کا بورڈ بنایا ہے کیا اس میں اس اسمبلی کے ممبران کو شامل کرنے کا ارادہ ہے؟ کیونکہ مرکز میں پرائیویٹائزیشن کا جو چیئرمین آصف ہے وہ فیڈرل کونسل کا ممبر ہے۔ آپ یہاں بیوروکریٹس کو لائیں گے یا اس اسمبلی کے ممبران کو بھی نمائندگی دیں گے تاکہ وہ اس میں اپنی آراء دے سکیں؟

جناب چیئرمین، جی۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب چیئرمین! یہ ہم نے جو بورڈ بنایا ہے اس میں ایک بڑے ایکسپرٹ' ٹیکنیکل ماہر کو چیئرمین بنایا ہے۔ اس کے مطابق ہم نے اپنے نمائندوں کو اس میں رکھا ہے۔ وہ

ہمارے ممبر ہیں۔ اس میں منشاء اللہ بٹ صاحب، خسرو بختیار صاحب ہیں اور ایک کیبنٹ کمیٹی بنی ہے۔ کیبنٹ کمیٹی اس کو سپروائز کر رہی ہے۔ جس میں جناب کھوسہ صاحب چیئرمین ہیں۔ میں بھی ممبر ہوں۔ منسٹر ریونیو بھی ممبر ہیں۔ چودھری اقبال صاحب بھی ممبر ہیں۔ وہ ہماری ایک سپروائزری کیبنٹ کمیٹی ہے۔ وہ اس کو سپروائز کر رہی ہے اور اس پرائیویٹائزیشن بورڈ میں نمائندوں کو ہم نے ممبر رکھا ہے۔

جناب تاج محمد خان زادہ، کیا آپ نے وہاں پر بھی کیبنٹ بورڈ بنایا ہے یا اسمبلی کے نمائندوں کا بورڈ بنایا ہے؟ کیا آپ نے اسے صرف کیبنٹ کی سپروژن میں رکھا ہے؟ اس ہاؤس میں کوئی اس قابل نہیں کہ وہ آپ کے اس بورڈ کا ممبر بن سکے؟

جناب چیئرمین، خانزادہ صاحب! انھوں نے فرمایا ہے کہ اس بورڈ میں منشاء اللہ بٹ اور خسرو بختیار کو بھی رکھا گیا ہے۔

جناب تاج محمد خان زادہ، جناب! آپ جواب مت دیں۔ جواب ان کو دینے دیں۔ (قہقہے)

وزیر صنعت و معدنی ترقی، جناب چیئرمین! اس میں ایک کیبنٹ کمیٹی ہے۔ اس کا طریقۂ کار یہ ہے کہ مرکز میں ایک کیبنٹ کمیٹی ہے جو سپروائزری کمیٹی ہے، جو اس کے پالیسی معاملات کو دیکھتی ہے، جو اس کو کسی ٹائم پر nose in کر سکتی ہے۔ ایک بورڈ ہے۔ بورڈ اور کیبنٹ کمیٹی دو مختلف چیزیں ہیں۔ بورڈ میں ہم نے اپنے نمائندوں کو بھی رکھا ہے۔

جناب تاج محمد خان زادہ، بورڈ کے ممبران کے نام بتائیں؟

وزیرصنعت و معدنی ترقی، میں نے کہا تھا کہ منشاء اللہ بٹ آپ کے ممبر ہیں اور خسرو بختیار آپ کے ممبر ہیں۔ طارق حمید اس کے چیئرمین ہیں۔

جناب چیئرمین، خانزادہ صاحب! آپ بڑے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔ آپ نے چیئر کو مخاطب کرنا ہوتا ہے۔

You are aware of this fact that you can not address directly to the Minister or any member. So I would like to request you that you should address the Chair

MR TAJ MUHAMMAD KHAN ZADA: Sir, I am aware of the fact that I am talking to the Chairman who has got the dictatorial power But let me tell you

that I am asking questions in the interest of the province and if you allow other people to ask ten questions, I think you will permit me also to ask one question atleast.

جناب چیئرمین، آپ کو چیئر کی معرفت جانا چاہیے۔ آپ میرے بزرگ بھی ہیں۔ مجھے آپ کا احترام بھی ہے۔

وزیر مال، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب چیئرمین، جی، ریونیو منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر مال، جناب سپیکر! یہ پاکستان مسلم لیگ کی اور میاں شہباز شریف صاحب اور میاں نواز شریف صاحب کی ایک پالیسی ہے جس کے تحت ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ کرپشن کے خلاف ہم نے جہاد کرنا ہے اور جو پاکستان کی پراپرٹیز ہیں ان کی حفاظت کرنی ہے۔ انھی کو محفوظ کرنے کے لیے پرائیویٹائزیشن کمشن جو ہم نے بنایا ہے اس کو بھی مزید transparent بنانے کے لیے نہ صرف پنجاب کی سطح پر، بلکہ وفاق کی سطح پر بھی کام کرنا ہے۔ پنجاب کی سطح پر بھی ہمارا جو پرائیویٹائزیشن بورڈ بنا ہے، اس کی بھی مختلف stages ہیں۔ اس کی ضلع کی سطح پر اور ڈویژن کی سطح پر سب کمیٹیاں بنائی گئی ہیں۔ پھر صوبائی سطح پر جو ایک بورڈ بنا ہے اس کو سپروائز کرنے کے لیے ایک کیبنٹ کمیٹی بنائی گئی ہے۔ پھر وفاق کی سطح پر جو بورڈ بنا ہے، اور جیسا کہ انھوں نے بورڈ کا ذکر کیا ہے، اس میں ہمارے جو منسٹر مخدوم احمد محمود صاحب ہیں، تمام صوبوں کے اوپر ایک بورڈ کو سپروائز کرنے کے لیے ان کو چیئرمین بنایا گیا ہے۔ کیونکہ ہم نے یہی عہد کیا ہے کہ ہم نے ان پالیسیوں کو ختم کرنا ہے جن کے اوپر پسند اور ناپسند پر لوگوں کو زمینیں الاٹ کر دی جاتی تھیں۔ انڈسٹری الاٹ کر دی جاتی تھی۔ بلکہ ہم نے یہی سوچا ہے کہ ان پراپرٹیز کو اوپن آکشن میں لایا جائے گا تاکہ ان کی صحیح قیمت وصول ہو اور قوم کا سرمایہ غلط ہاتھوں میں نہ جائے، بلکہ محفوظ ہاتھوں میں جائے اور اس سرمائے کو بھی ہم اس طرح استعمال کریں کہ آئندہ آنے والی نسلیں اس سے مستفید ہوسکیں۔

جناب چیئرمین، جی، مہربانی۔ میاں عمران مسعود صاحب۔

میاں عمران مسعود، شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں، وہ بھی جانتے

ہیں کہ پچھلے دنوں کمالیہ شوگر ملز کی طرف سے قرضہ جات میں عدم ادائیگی ہو گئی تھی جو کہ بنکوں کی طرف واجب الادا تھے۔ جب کہ یہاں جواب میں لکھا ہے کہ تمام بنکوں کے قرضہ جات ادا کر دیے ہیں' ماسوائے 47.8 ملین روپے جو کہ ابھی واجب الادا ہیں۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کون سا بنک ہے اور اس میں انٹرسٹ ریٹ کیا ہے اور اس کی باقاعدہ ادائیگیاں ہو رہی ہیں یا اس میں کوئی default ہے؟ کیونکہ میری اطلاع کے مطابق اس قرض میں کافی default کیا جا چکا ہے۔

جناب چیئرمین: جی' منسٹر فار انڈسٹری۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی: جناب سپیکر! اس میں یہ نیا سوال ہونا چاہیے تھا۔ لیکن میں اس کا جواب دے رہا ہوں' کیونکہ میرے بھائی کو یہ توقع ہے کہ I should answer it ۔ میں نے اس سوال میں یہ بتایا ہے کہ اتنی رقم اس ملز کے بارے میں بقایا ہے۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ تمام قرضہ جات جو ہم نے دینے تھے وہ دے کر 47 ملین روپے واجب الادا ہیں اور ہمارے پاس سٹاک ہے۔ ہمارے پاس پراپرٹی ہے۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ ہم اس کو سپے بیک کر رہے ہیں۔ ہم نے تو اس کے بارے میں واضح بتایا ہے کہ اتنی ادائیگی رہتی ہے۔ اس میں بنک کے کنسورشیم نے انوسٹمنٹ کی تھی اور ہم اس کو ادا کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ بہت سیدھا سا جواب ہے۔

جناب چیئرمین: نعیم اللہ شاہانی صاحب۔

جناب نعیم اللہ خان شاہانی: جناب سپیکر! وزیر صاحب نے جواب جز(الف) میں دیا ہے کہ اس پر ٹوٹل لاگت 500 ملین روپے آئی ہے۔ تمام بنکوں کے قرضہ جات بھی ادا ہو چکے ہیں اور 47.8 ملین روپے ابھی واجب الادا ہیں۔ یہ 2 اعشاریہ اور کچھ بنتا ہے۔ انھوں نے آج تک بنکوں کو کتنے ملین ادا کیا ہے؟ یہ جو قرضہ بچتا ہے یہ کس چیز کا ہے؟ یہ جو انھوں نے لکھا ہے کہ 47.8 ملین روپے ابھی واجب الادا ہیں جب کہ کل قرضہ 500 ملین روپے لیا تھا۔ منسٹر صاحب فرمائیں کہ ابھی تک انھوں نے 1990ء سے 1997ء تک بنکوں کا کتنا قرضہ واپس کیا ہے؟

جناب چیئرمین: ظاہر ہے کہ 500 ملین روپے نکال کر اس میں سے باقی 47.8 بنتا ہے۔ اس طرح تقریباً ساڑھے چار سو ملین انھوں نے ادا کر دیا ہے۔

جناب نعیم اللہ خان شاہانی: نہیں جناب' 500 ملین روپے ٹوٹل بنا ہے۔ لیکن 47.8 ملین واپس ہے۔

جناب چیئرمین، جی، منسٹر فار انڈسٹری۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، یہ سوال بنتا ہے جی؟

جناب چیئرمین، نہیں، یہ سوال نہیں بنتا۔ منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ 500 ملین کا قرضہ لیا گیا تھا اور اس میں 47.8 کے علاوہ سب ادا کر دیا گیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ آپ پوچھ رہے ہیں کہ کتنا ادا کیا گیا ہے۔ تو یہ اس میں سے منہا کر دیں۔

جناب نسیم اللہ خان شاہانی، نہیں جناب۔ انھوں نے جواب میں دیا ہے کہ تمام قرضہ جات ادا کر دیے گئے ہیں، ماسوائے۔ تو ماسوائے میں وہ کون سی چیزیں رہ گئی ہیں اور ماسوائے میں بقایا کتنا بچتا ہے؟

جناب چیئرمین، ماسوائے 47.8 ہی بچتا ہے۔ ماسوائے تو یہی ہے۔

جناب نسیم اللہ خان شاہانی، نہیں جناب۔ منسٹر صاحب جواب دیں۔

وزیرصنعت و معدنی ترقی، منسٹر صاحب جواب دے سکتے ہیں۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ یہ وہی بات ہے جو چیئرمین صاحب کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، انھیں مطمئن کر دیجیے گا۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، ٹوٹل جو اخراجات ہوئے ہیں وہ میں نے بتا دیے ہیں اور جو بقایا ہیں وہ بھی بتا دیے ہیں۔ اگر مزید کوئی حساب کتاب والی بات ہے تو come down to me ، میں آپ کو explalin کر دوں گا۔

جناب نسیم اللہ خان شاہانی، آپ کو جواب میں بتانا چاہیے۔

جناب محمد صدیق سالار، ضمنی سوال۔

جناب چیئرمین، جناب صدیق سالار صاحب۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! جناب نواز شریف صاحب نے جب یہ پالیسی بنائی تو یقیناً یہ بھی کہا تھا کہ مزدوروں کو انھی ملوں میں کام کرنے کے لیے رکھا جائے گا۔ مزدوروں میں بے چینی نہیں بڑھے گی۔ اب 1150 مزدور اس مل کے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب سے پوچھوں گا کہ کیا وہ نیلام کرتے وقت مزدوروں کے مفاد کا بھی خیال رکھتے ہیں یا نہیں اور ان کے متعلق ان

کی پالیسی کیا ہے؟

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! جب محرک سے پہلے سوال پوچھا تھا آپ اس وقت کہاں تھے۔ اس سوال کا جواب آ چکا ہے کہ ان کے لیے مل کی انتظامیہ سے باقاعدہ گفت و شنید ہو رہی ہے اور ان کے بہتر مستقبل کے لیے لائحہ عمل اختیار کیا جائے گا۔

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا! میں صرف ایک بات آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ پنجاب پاکستان میں زراعت میں سب سے progressive province ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ جہاں تک چینی کی production کا تعلق ہے پنجاب کی recovery پاکستان میں سے سب lowest ہے اور آپ کی چینی فیلڈ میں بنتی ہے ملوں میں نہیں بنتی ۔ تو کیا آپ کچھ ایسا کر رہے ہیں کہ آپ کی فیلڈ میں recovery کی منطق فی ایکڑ اور اس کی چینی improve ہو تو کیا آپ کی ریسرچ میں یہ ہو رہا ہے یا نہیں۔

جناب چیئرمین، اس سوال کی سمجھ کم از کم مجھے تو نہیں آئی شاید آپ کو آ گئی ہو۔ شاید آپ اس کا جواب دے سکیں۔

وزیر صنعت، جی نہیں۔

جناب چیئرمین، اگلا سوال نمبر 533۔ جناب شاہد محمود بٹ صاحب کا ہے ۔ جی بٹ صاحب۔

پسرور شوگر ملز کی طرف سے کاشت کاروں کو واجب الادا رقم کی ادائیگی

*533۔جناب شاہد محمود بٹ، کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

کیا یہ درست ہے کہ پسرور شوگر ملز کی انتظامیہ نے گنے کی کاشت کاروں کی واجب الادا رقم ابھی تک ادا نہ کی ہے۔ جس کی وجہ سے گنے کے کاشت کار سخت پریشان ہیں حکومت اس سلسلے میں کیا اقدامات کر رہی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(چودھری سمیع اللہ)،

یہ درست ہے کہ پسرور شوگر ملز کی انتظامیہ نے گنے کے کاشت کاروں کی جملہ واجب الادا رقم ادا نہیں کی ہے۔ دفتر ہذا کے ریکارڈ کے مطابق مذکورہ ملز انتظامیہ نے دوران سیزن 97-1996 ، کل 81822 900 میٹرک ٹن گنا خرید کیا۔ جس کی کل قیمت مبلغ 5,54,72,785/- روپے بنتی ہے۔ مورخہ 30-4-97 تک ملز انتظامیہ نے مبلغ 4,44,05,281/-

روپے کی رقم متعلقہ کاشت کاروں کو ادا کر دی ہے۔ جو کل رقم کا 80.05 فی صد بنتی ہے۔ بقایا رقم مبلغ -/1,10,67,5 04 روپے ابھی واجب الادا ہیں۔ جہاں تک حکومت کے اقدامات کا تعلق ہے اس ضمن میں عرض ہے کہ پہلی مرتبہ کسان بورڈ پاکستان جو کاشت کاروں کی نمائندہ تنظیم ہے کی جانب سے مورخہ 97-03-08 کو شکایت موصول ہوئی۔ جس پر دفتر کین کمشنر پنجاب نے پسرور شوگر ملز کی انتظامیہ کو بذریعہ مراسلہ مورخہ 97-03-25 ہدایات جاری کیں کہ کاشت کاروں کے بقایا جات کی فوری ادائیگی کی جائے اور ساتھ ہی قانون کے مطابق 11 فی صد شرح سالانہ منافع کی رقم بھی ادا کی جائے۔ اس سلسلے میں ایک مزید تاکیدی مراسلہ جملہ ملز انتظامیہ کو مورخہ 97-4-12 دوبارہ ترسیل کیا گیا۔

کین کمشنر کی جانب سے پنجاب کے تمام متعلقہ ڈپٹی کمشنروں کو جو ایڈیشنل کین کمشنر بھی ہیں کو مراسلہ 97-5-31 کو ترسیل کیا گیا کہ وہ تمام شوگر ملز کے اکاؤنٹس چیک کروائیں اور جن شوگر ملوں نے کاشت کاروں کے واجبات ادا نہیں کیے۔ ان کے خلاف شوگر فیکٹریز کنٹرول ایکٹ کی دفعہ 22 کے تحت قانونی کارروائی عمل میں لائیں۔ نیز کاشت کاروں کے بقایا جات 11 فی صد سالانہ شرح منافع دلوانے کا انتظام کیا جائے۔

جناب شاہد محمود بٹ: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کسانوں کی ابھی تک ایک کروڑ ' دس لاکھ' 67 ہزار 504 روپے کی رقم شوگر مل قصور کے ذمے ہے جس کے لیے کین کمشنر پنجاب نے 97-03-25 کو انھیں ایک مراسلہ جاری کیا تھا۔ میں آپ کی وساطت سے جناب پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے بعد مل نے اس میں سے کتنی رقم ادا کر دی تھی؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک (جناب سمیع اللہ چودھری): جناب چیئرمین! اس بارے میں عرض ہے کہ کاشت کاروں کی ایک نمائندہ تنظیم کسان بورڈ نے کین کمشنر پنجاب کو 97-03-08 کو ایک مراسلہ جاری کیا اس کے مطابق انھوں نے ڈپٹی کمشنرز جو کہ کین کمشنرز بھی ہیں کو لکھا کہ آپ گیارہ فی صد سالانہ شرح کے حساب سے یہ بقایاجات ادا کروائیں ۔ تو جناب والا! اس سلسلے میں ابھی کارروائی ہو رہی ہے اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ کاشت کاروں کے جتنے بھی بقایا جات ہیں وہ ان کو ادا کروائے جائیں۔ بہرحال' اس بارے میں ابھی کوئی improvement نہیں ہوئی ۔ میرا خیال ہے کہ دو چار روز یا ہفتے کے اندر یہ معاملہ طے پا جائے گا۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! بہتر تو یہ تھا کہ منسٹر صاحب اس کا جواب دیتے ۔ میں اپنے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے پھر پوچھتا ہوں ۔ میں نے تو ضمنی سوال یہ کیا تھا کہ 08-03-97 کو تو انھوں نے شکایت کی' 25 کو انھوں نے reminder دیا ۔ میں نے یہ پوچھا ہے کہ کیا اس میں سے کچھ رقم ادا ہوئی ہے؟

جناب والا! اگر یہ مجھے satisfy نہیں کر سکے تو میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس کے بعد 12-04-97 کو دوبارہ ایک مراسلہ جاری کیا گیا ہے ۔ اس کو اب چھ ماہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔اس بارے میں میرا پھر سوال یہ ہے کہ اس کے بعد چھ مہینے گزر چکے ہیں کیا اس کے بعد بھی کسانوں کو کوئی recoveries ہوئی ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب والا! اگر وہ رقم ادا نہیں کرتے تو ان کے خلاف دفعہ 22 کے تحت قانونی کارروائی عمل میں لانے کے بارے میں ان کو لکھا گیا۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! میں سوال کچھ پوچھتا ہوں اور جواب کچھ اور آ رہے ہیں ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، آپ پوچھیں۔ آپ کی تسلی کروائیں گے ۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! اس بارے میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا ڈی ۔ سی سیالکوٹ نے پسرور شوگر مل کے خلاف دفعہ 22 کے تحت کوئی قانونی کارروائی کی ہے؟

جناب چیئرمین، ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے کیا اس پسرور شوگر مل کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوارک، جناب والا! ہم نے کارروائی کرنے کے بارے میں متعلقہ ڈپٹی کمشنر سے درخواست بھی کی تھی ۔ اس میں گزارش یہ ہے کہ مل والے کوشش کر رہے ہیں کہ ہم ان کو پیسہ ادا کر دیں ۔

جناب چیئرمین، آپ کو latest position کا نہیں پتا کہ کارروائی ہوئی ہے یا نہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جی۔ اس پر کارروائی نہیں ہوئی ۔

جناب چیئرمین، اس کا مطلب ہے کہ کارروائی نہیں ہوئی۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ کہوں گا کہ اس سلسلے میں میں نے سی ۔ ایم صاحب سے خود بھی بات کی تھی ۔ آٹھ مہینے گزر گئے ہیں

ابھی تک ان کسانوں کو ایک پیسے کی recovery نہیں ملی اور یہ کیس صرف شوگر مل پسرور کا ہی نہیں، اس کے علاوہ بھی کئی اور شوگر ملز ہیں جو پنجاب کے دوسرے حصوں میں کام کر رہی ہیں۔ ان کسانوں میں بڑی بے چینی پائی جاتی ہے ۔ میری آپ کے ذریعے یہ درخواست ہے کہ اگر ان کی recovery نہیں ہو رہی تو کم از کم ان کے خلاف قانونی کارروائی تو کی جائے ۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس بارے میں مجھے مطمئن کر دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب والا! یہ معاملہ طے پایا جا رہا ہے ۔ مل مالکان کوشش کر رہے ہیں کہ ان کے ذمے جتنی بھی واجب الادا رقم ہے وہ جلد سے جلد ادا کر دی جائے ۔ اس سلسلے میں اللہ نے چاہا تو کوئی نہ کوئی improvement آپ کے سامنے جلد آ جائے گی ۔

جناب چیئرمین، یہ کب تک ممکن ہے ؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب والا! یہ میٹنگ جاری ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ ایک ماہ کے اندر اندر ان کی ادائیگیاں ہو جائیں ۔

جناب چیئرمین، آپ دیکھ لیں کہ آپ on the floor of the House ایک ماہ کی commitment کر رہے ہیں ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، ان شاء اللہ جناب ۔

جناب چیئرمین، آپ اپنے منسٹر صاحب سے بھی بات کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، ان شاء اللہ جناب ۔ ایک ماہ کے اندر اندر یہ ہو جائے گا۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، جناب والا! گنے کی ابھی نئی فصل بھی آ رہی ہے اور ابھی تک پچھلی payments نہیں ہوئیں۔ اور یہ فرما رہے ہیں کہ اللہ کرے گا۔ جناب والا! یہ سب کچھ تو اللہ کے کہنے پر ہی چل رہا ہے ۔ کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ ------

جناب چیئرمین، شاہانی صاحب! یہ fresh question بنتا ہے ۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی، جناب والا! میں اسی طرف آ رہا ہوں ۔ کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب بتانا پسند فرمائیں گے کہ ایک کروڑ دس لاکھ روپے ابھی بقایا ہیں کیا اس بارے میں یہ تاریخ بتا سکتے ہیں کہ کون سی----

جناب چیئرمین، پسرور شوگر مل کے بارے میں سوال پوچھا گیا تھا۔ اس کا جواب انھوں نے دے دیا ہے۔ آپ پورے پنجاب کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ تو اس کے لیے fresh question move کریں۔

سردار نعیم اللہ خان شاہانی : یہ ان کسانوں کو کب تک payment کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ ایک ماہ کے اندر اندر یہ معاملہ طے پا جائے گا۔

جناب چیئرمین، اگر وہ payment نہ کر سکے تو ان کے خلاف کارروائی ضرور کریں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب والا! ایک ماہ کے اندر اندر ان شاء اللہ تعالیٰ کاشت کاروں کو payments ہو جائیں گی۔

جناب چیئرمین، اگلا سوال نمبر 553(الف) بھی جناب شاہد محمود بٹ صاحب کا ہے۔ جی بٹ صاحب۔

محکمہ خوارک میں بھرتی کی تفصیل

*533 جناب شاہد محمود بٹ، کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ہر سال محکمہ خوراک کے گوداموں میں کروڑوں روپے کی گندم اور باردانہ میں ہیر پھیر کیا جاتا ہے اس سلسلے میں حکومت ان نقصانات کی تلافی کے لیے کیا انقلابی پروگرام مرتب کر رہی ہے۔

(ب) 1993ء سے 1996ء تک محکمہ خوراک میں کتنے انسپکٹر، سپروائزر اور اہل کار حلقہ 108 سے بھرتی کیے گئے ہیں۔ ان کی مکمل تفصیل اور کوائف بیان کیے جائیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(چودھری سمیع اللہ)،

(الف) محکمہ خوراک کے گوداموں میں ہر سال کروڑوں کے ہیر پھیر کے متعلق معزز رکن اسمبلی کا خدشہ درست نہیں۔ محکمہ خوراک پنجاب اپنے گندم کے ذخائر اور باردانہ کی ہر سال چار مرتبہ پڑتال کرواتا ہے اور جہاں کہیں کوئی کمی یا خورد برد کا واقعہ رونما ہوتا ہے تو متعلقہ سٹاف کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ امسال گندم کے ذخائر کی پڑتال محکمہ خوراک کے افسران کے علاوہ ڈپٹی کمشنران سے بھی کروائی گئی ہے اور پڑتال کے نتیجہ

میں جہاں کہیں بھی کوئی کمی پائی گئی، قانون کے مطابق کارروائی کی گئی۔

(ب) حلقہ پی۔پی108 سے چودھری خوش اختر سبحانی سابق ایم۔پی۔اے کی سفارش پر حسب ذیل اہل کار محکمہ خوراک ہذا میں بھرتی کیے گئے۔

1۔ محمد مقصود ولد فضل احمد

2۔ محمد عرفان ولد محمد یوسف

مندرجہ بالا دونوں اہل کار بطور جونیئر کلرک بھرتی کیے گئے تھے تاہم بروئے احکام نائب ناظم خوراک گوجرانوالہ مطابق نمبر ڈی ڈی ایف جی آر ڈبلیو/ای۔او /360 مورخہ 28-02-97 دونوں اہلکاران کی ملازمتیں ختم ہو چکی ہیں۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین! ضمنی سوال۔

جناب چیئرمین: صدیق سالار صاحب! پہلے محرک کے ضمنی سوالات ہوتے ہیں پھر دوسرے معزز اراکین کے۔ تو آپ تشریف رکھیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب چیئرمین! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ برسات کے موسم میں harvesting کے بعد جب یہ گندم خریدی جاتی ہے اور یہ سٹور میں چلی جاتی ہے۔ اس کے بعد rainy season آتا ہے۔اس میں moisture کی وجہ سے کم از کم دو سے تین کلو فی بیگ گندم کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو تین کلو فی بیگ وزن بڑھ جاتا ہے محکمہ خوراک اس گندم کو کس کھاتے میں ڈالتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب والا! ہمارے سامنے ابھی تک اس قسم کی کوئی exercise نہیں آئی۔ جیسے یہ میرے معزز دوست بتا رہے ہیں کہ برسات کی وجہ سے جو نمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں تین کلو کا وزن بڑھ جاتا ہے تو اب ہم اس کی دوبارہ پڑتال کروائیں گے اور اسکے وزن کو چیک کروائیں گے اگر اس قسم کی کوئی صورتحال پیدا ہوئی تو اس کا کوئی مناسب انتظام کیا جائے گا۔ بہرحال، محکمہ خوراک کو ہم ان شاء اللہ کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ میرے معزز دوست کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ حکومت نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ گندم کے ایک دانے کا بھی ہیر پھیر نہیں ہونے دے گی۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری سے یہ پوچھنا

چاہوں گا کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ میرے علم میں بات نہیں۔ یہ تو بڑی understood بات ہے کہ کوئی چیز بھی آپ رکھیں گے تو moisture کی وجہ سے اس کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ اور جو اس کی calculation نکلتی ہے اس میں اٹھارہ یا بیس روپے منافع فی بوری بڑھ جاتا ہے ۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ چاہوں گا، جیسے پارلیمانی سیکرٹری نے فرمایا۔ کہ محکمہ خوراک نے اس دفعہ بھی، ہم نے ڈپٹی کمشنر صاحبان کے ذریعے پڑتال کرائی ہے اور کسی جگہ بھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ میں انسے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کون سے ضلع میں آپ نے پڑتال کروائی ہے؟ اس ضلع کا نام بتا دیں کہ ڈپٹی کمشنر نے جا کر کسی سٹور کی انسپکشن کی ہو۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب چیئرمین! میں اپنے دوست کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ضلع بہاول نگر، ضلع رحیم یار خان، ضلع بہاول پور ہیں۔ ہمارے وزیر اعظم پاکستان خود اس سلسلے میں بہت زیادہ فکرمند رہے ہیں اور نہ صرف ڈپٹی کمشنروں، بلکہ اسسٹنٹ کمشنروں اور مجسٹریٹوں نے بھی جا کر چیک کیا ہے اور جہاں میرے موصوف دوست کہہ رہے ہیں کہ برسات کے موسم میں تین کلو تک وزن بڑھ جاتا ہے تو گرمیوں کے موسم میں خود بخود moisture ختم ہو جاتا ہے ۔ اس سلسلے میں میرے معزز دوست کو فکرمند نہیں ہونا چاہیے ۔ انھیں یقین کرنا چاہیے کہ ہم گندم کے گوداموں میں ایک کلو کیا ایک دانے کا ہیر پھیر نہیں ہونے دیں گے۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! میں معزز پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے اپنے جواب کے جز(ب) میں لکھا ہے کہ حلقہ پی پی ۔ 108 سے چودھری اختر سبحانی ایم پی اے کی سفارش پر دو بندوں کو بھرتی کیا گیا، محمد مقصود ولد فضل احمد اور محمد عرفان ولد محمد یوسف اور بعد میں پتا چلا کہ دونوں اہل کار بطور جونیئر کلرک بھرتی کیے گئے تھے، تاہم بروئے احکام ان کی ملازمتیں ختم کر دی گئیں۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جن افسران نے ان دو اشخاص کو بھرتی کیا ان کے خلاف کوئی محکمے نے ایکشن لیا۔ اگر نہیں لیا تو کیا وہ ایکشن لینے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب چیئرمین! انھیں contract پر رکھا گیا تھا ۔ اور جو ان کو بعد میں پروموشن دی گئی تھی اس سلسلے میں کوشش کی جا رہی ہے کہ جو بھی متعلقہ ہے اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ لیکن ابھی تک کسی نے اس کی complaint نہیں کی۔ لیکن چونکہ اب یہ معاملہ ہمارے نوٹس میں آیا ہے تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کوئی نہ کوئی کارروائی ضرور کرنے

کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جناب چیئرمین، سعید اکبر خان صاحب!

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! میرا پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ سوال ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم نے ڈپٹی کمشنر صاحبان سے بھی انسپکشن کروائی ہے اور آگے یہ فرماتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں کوئی بھی بدعنوانی پائی گئی تو ہم ایکشن لیں گے ۔ جناب چیئرمین! جس وقت ان کی پڑتال کے مطابق چیکنگ ہوگئی ہے یا تو ادھر کوئی خرابی ہوگی یا کمی بیشی ہوئی ہوگی تو انھوں نے ضرور اس کا ایکشن لیا ہوگا۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے پڑتال بھی کروا لی ہے ۔ اگر اس کے against کوئی خرابی ہوئی یا گوداموں میں کمی ہوگی تو اس کے خلاف ایکشن لیں گے ۔ دو باتیں ہوتی ہیں' یا چیکنگ جب ہوتی ہے تو اسی وقت shortage سامنے آ جاتی ہے ۔ جب چیکنگ ہو جائےاور shortage سامنے نہ آئے تو اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے خود فرمایا کہ ڈپٹی کمشنر صاحبان سے بھی انسپکشن کروائی گئی ہے ۔ مطلب یہ کہ انسپکشن ہو چکی ہے ۔ کیا ان inpections میں گندم کی کوئی کمی معلوم ہوئی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، میرے دوست موصوف بھول رہے ہیں۔ پرانا دور گزر چکا ہے ۔ الحمد للہ' میں بڑے باوثوق طریقے سے عرض کروں گا کہ گندم کا ایک دانہ اورگندم کی ایک بوری' جسے باردانہ کہتے ہیں' اس کی کہیں بھی کمی نہیں پائی گئی۔ جہاں بھی گندم کے گودام ہیں' الحمد للہ گندم پوری تھی۔ آخر دم تک' جب تک ہمارے پاس اختیار رہا' جب تک ہمارے پاس اقتدار رہا ہم اس قوم کی امانت کے امین ہیں اور ہم کس طرح گوارا کر سکتے ہیں؟ لکھنے میں اس میں تھوڑی سی غلطی ضرور ہوئی ہے ۔ یہ نگا دور نہیں ہے ۔ یہ امین لوگوں کا دور ہے۔ میاں شہباز شریف صاحب ' وزیر اعلیٰ پنجاب خود اس سلسلے میں فکرمند ہیں اور اس سیزن کے گزرنے کے بعد بھی گندم کے ایک دانے یا گندم کے ایک باردانے کی کہیں کمی نہیں پائی گئی۔

جناب چیئرمین، گویا جواب یہ ہوا کہ کوئی بے ضابطگی نہیں پائی گئی۔ راجہ جاوید اخلاص صاحب!

راجہ محمد جاوید اخلاص، میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بتانا پسند کریں گے کہ سابق صوبائی وزیر نگا محمد اقبال کے دور میں جو تیس کروڑ روپے کے باردانہ کی خرید کا سکینڈل سامنے آیا تھا اس سلسلے میں محکمہ نے کوئی کارروائی کی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب چیئرمین! جن کے اوپر charges frame ہوئے ان کے خلاف ہم نے کارروائی کی ہے' بلکہ یہ مقدمات عدالتوں میں چل رہے ہیں اور ان کو ان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب چیئرمین! میں جناب کی وساطت سے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے دریافت کروں گا کہ اس وقت گندم گوداموں میں کھلی ہے' یا بوریوں میں ہے یا کتنے گودام ایسے ہیں جن میں گندم کھلی پڑی ہے اور کتنے گودام ایسے ہیں جن میں بوریوں میں بند پڑی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب چیئرمین! ان کا یہ تازہ سوال بنتا ہے ۔ یہ سوال کا تازہ نوٹس دیں ان شاء اللہ ان کو مطمئن کریں گے۔

میاں عمران مسعود، جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب پر سوالوں کی کافی بوچھاڑ ہو گئی ہے ۔ بڑی دلیری سے وہ جواب دے رہے ہیں ۔ میرا خیال ہے کہ اب بس کیا جائے ۔

جناب چیئرمین، جناب شاہد محمود بٹ صاحب!

جناب شاہد محمود بٹ، جناب چیئرمین ! میرا آخری ضمنی سوال ہے کہ میرے حلقہ 108 میں سراں والی فوڈ مرکز ہے ۔ اس میں اے ایف سی کی جگہ ایک سپروائزر محمد ریاض ابھی تک کام کر رہا ہے ۔ کیا قانون میں کوئی ایسی پروویژن ہے کہ اے ایف سی کو وہاں سے بھگا دیا جائے اور سپروائزر کئی سالوں سے کام کر رہا ہے ۔ جس کی وہاں monoply ہے اور جو وہاں کا رہنے والا ہے ۔ وہ ہر سال وہاں کرپشن کرتا ہے اور وہ ابھی تک اے ایف سی کی جگہ کام کر رہا ہے ۔ کیا مجھے پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بتائیں گے کہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ہے؟ جب کہ میں دو تین دفعہ ڈپٹی ڈائرکٹر فوڈ کو بھی اس کی اطلاع دے چکا ہوں۔ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب چیئرمین! یہ متعلقہ سوال ہی نہیں۔

سردار طفیل احمد خان، جناب چیئرمین! آپ کو یہ تعین کرنا چاہیے کہ کتنے ضمنی سوال ہو سکتے ہیں؟

جناب چیئرمین، یہ بات پہلے بھی کئی بار یہاں آ چکی ہے۔ لیکن آج تک اس بات کا تعین نہیں ہوا کہ کتنے ضمنی سوالات پوچھے جا سکیں گے ۔ یہ ایوان نے متفقہ طور پر طے کرنا ہے یہ میرا یا اور کسی کا

کام نہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، جناب والا! یہ ان کا سوال متعلقہ نہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ یہ سوال کا تازہ نوٹس دیں۔ میں ان کو مطمئن کروں گا۔

جناب چیئرمین، وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک، میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب چیئرمین، بقیہ سوالات کے جواب ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ، میں محکمہ ٹرانسپورٹ سے متعلقہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب چیئرمین، محکمہ ٹرانسپورٹ سے متعلقہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

وزیر اوقاف، میں محکمہ اوقاف سے متعلقہ سوالات کے جواب ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

محکمہ جات

(اوقاف، خوراک، آب کاری و محصولات، صنعت و معدنی ترقی، ٹرانسپورٹ)

ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر کی تعیناتی کا معیار

*169۔جناب محمد ریاض ملک، کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبہ میں ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر کے عہدہ کے تمام موجودہ آفیسروں کی لسٹ سنیارٹی کے لحاظ سے مہیا کی جائے اور ان کی موجودہ تعیناتی کے اضلاع بتائے جائیں۔

(ب) گندم کی خریداری کے لحاظ سے چھوٹے بڑے اضلاع میں ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر صاحبان کو تعینات کرتے وقت کس معیار کو پیش نظر رکھا جاتا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(چودھری سمیع اللہ)،

(الف) مطلوبہ لسٹ ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(*** مطلوبہ لسٹ اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) ڈی۔ایف۔سی صاحبان کی گندم کی خریداری کے لحاظ سے بڑے اضلاع میں تعیناتی کا ان کی سنیارٹی سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہے۔ ضلعی مختاران خوراک کی تعیناتی بالعموم انفرادی قابلیت اور کام میں مہارت کے پیش نظر کی جاتی ہے۔

محکمہ خوراک کے ملازمین کی تفصیل

*170۔جناب محمد ریاض ملک: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ایسے سٹوریج آفیسروں کی لسٹ مہیا کریں گے جنہیں بطور ڈی ایف سی تعینات کیا گیا ہے اور ڈی ایف سی کے عہدہ کے افسروں کو دفتروں میں تعینات کیا گیا ہے۔

(ب) ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر کے عہدہ کے موجودہ تمام آفیسروں کے متعلق درج ذیل تفصیل بتائی جائے؟

1۔ نام	2۔ سکونتی ضلع	3۔ ڈی۔ایف۔سی کے عہدہ کی کل مدت ملازمت	4۔ کتنا عرصہ بطور ڈی۔ایف۔سی کس کس ضلع میں تعینات رہا	5۔ کتنا عرصہ دفتر میں تعینات رہا	6۔ 7۔ کتنی انکواریوں کتنی میں ملوث ہے۔ ریکوری واجب الوصول

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(چودھری سمیع اللہ):

(الف) درج ذیل سٹوریج آفیسران کو بطور ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر تعینات کیا گیا ہے۔

1۔سراج الدین مزاری
2۔ شمیم احمد قریشی
3۔ امجد مجید گوندل

ان افسران کی تعیناتی کے وقت متعدد ڈی۔ایف سی معطل ہو چکے تھے لہذا محکمہ کے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا۔

مزید برآں اس وقت چار ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر بطور سٹوریج اینڈ انفورسمنٹ آفیسرز مختلف ڈویژن میں تعینات کیے گئے ہیں۔ دونوں عہدے یکساں اہمیت کے حامل ہیں اور ہر لحاظ سے مساوی ہیں۔

(ب) مطلوبہ لسٹ ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ کے دفاتر / رہائش گاہیں

*338۔میاں عبدالستار: کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(***مطلوبہ لسٹ اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(الف) سال1985ء سے 1997ء مارچ تک محکمہ کے کتنے دفاتر اور رہائش گاہیں کرائے کی عمارات میں تھیں ہر عمارت کا کرایہ کیا تھا۔

(ب) ان کی تزئین و آرائش کتنی دفعہ ہوئی اور اس پر کتنی لاگت آئی۔ ہر عمارت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کیا ہے۔

(ج) ان عمارات کے مالکان کے نام اور پتہ جات کیا کیا ہیں۔

(د) 1985ء سے 1996ء کے دوران محکمہ نے کتنی نئی سرکاری عمارات تعمیر کروائیں؟ ضلع وار ہر عمارت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(چودھری سمیع اللہ)،

جز"الف" "ب" "ج" اور "د" کا علیحدہ علیحدہ تفصیلی جواب ***ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

محکمہ کے دفاتر / رہائش گاہیں

*339۔میاں عبدالستار، کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال1985ء سے 1997ء مارچ تک محکمہ کے کتنے دفاتر اور رہائش گاہیں کرائے کی عمارات میں تھیں ہر عمارت کا کرایہ کیا تھا۔

(ب) ان کی تزئین و آرائش کتنی دفعہ ہوئی اور کتنا خرچ آیا۔ ہر عمارت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کیا ہے۔

(ج) ان عمارات کے مالکان کے نام اور پتہ جات کیا کیا ہیں۔

(د) 1985ء سے 1996ء کے دوران محکمہ نے کتنی نئی سرکاری عمارات تعمیر کروائیں؟ ضلع وار ہر عمارت کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کیا ہے؟

وزیر آب کاری و محصولات(میاں معراج دین)،

(الف) سال1985ء سے 1997ء مارچ تک محکمہ ہذا کے اناسی(79) دفاتر کرائے کی عمارات میں تھے۔ ہر عمارت کے کرائے کی تفصیل*** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) محکمہ ہذا نے ان کی تزئین و آرائش کبھی نہیں کی لہذا کوئی خرچہ نہیں ہوا۔

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

ج) ان عمارات کے مالکان کے نام اور پتہ جات کی تفصیل بھی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

د) 1985ء سے 1996ء کے دوران محکمہ ہذا نے چھتیس (36) نئی سرکاری عمارتیں تعمیر کروائیں جن کی ضلع وار علیحدہ علیحدہ تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

کمالیہ شوگر ملز میں اخباری کاغذ کی تیاری

605۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر صنعت و معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے کمالیہ شوگر مل ' جو کہ پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ کا ذیلی ادارہ ہے' کے ساتھ اخباری کاغذ کا کارخانہ لگانے کا اعلان کیا ہے۔

ب) اگر جز الف کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے کارخانے کی تنصیب کے عرض سے Feasibility Report و دیگر امور بشمول "CONSUTLTANTS" پر کتنی رقومات خرچ ہوئیں کیا حکومت نے مذکورہ منصوبہ منسوخ کر دیا ہے اگر منسوخ نہیں ہوا تو اس منصوبے پر عملی کام کا آغاز کب ہو گا۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی (جناب محمد ارشد خان لودھی)۔

الف) یہ درست نہ ہے۔ چند سال پہلے پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ نے اخباری کاغذ لگانے کا اعلان کیا تھا۔ مگر منصوبہ کو بہت زیادہ لاگت جو تقریباً 600'700- کروڑ روپے اور بعدازاں نجی شعبہ کو منتقلی کے پیش نظر منصوبہ ترک کرنا پڑا۔ لہٰذا اب ایسا کوئی منصوبہ حکومت کے زیر غور نہ ہے۔

ب) متذکرہ (مجوزہ) منصوبہ کی تیاری کے وقت "CONSULTANTS" مقرر کیے گئے۔ جس میں "CONSULTANTS" کی رپورٹ اور مختلف اخراجات پر 1.72 کروڑ روپے اور 1.20 کروڑ روپے دیگر امور پر خرچ ہوئے تھے۔

ڈپٹی ڈائرکٹر فوڈ سرگودھا کا عرصہ تعیناتی

674۔چودھری عامر سلطان چیمہ، کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

الف) ملک خالق داد اعوان' ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ خوراک سرگودہا کی کل کتنی سروس ہے۔ سرگودہا میں

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

ان کا عرصہ تعیناتی کتنا ہے۔

(ب) مذکورہ افسر نے اپنے عرصہ تعیناتی کے دوران آٹا اورگندم کی نقل حمل کے کتنے پرمٹ، کن افراد اور کن تاریخوں میں جاری کیے۔ تفصیل بتائی جائے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کو یہاں سے تبدیل کر کے اس کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(چودھری سمیع اللہ)،

(الف) ملک خالق داد اعوان ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ خوراک سرگودھا کی کل سروس مورخہ 13-6-63 سے جون1997ء تک 34 سال 17 دن ہے اور مورخہ 17-12-96 سے تاحال ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ خوراک سرگودھا تعینات ہیں۔ اس سے پیشتر مورخہ6-7-88 سے مورخہ 11-12-94 تک وہ بطور اسسٹنٹ کمشنر (ترقیات) دفتر کمشنر سرگودھا تعینات رہے ہیں۔ جو عرصہ ساڑھے چھ سال بنتا ہے (حکومت پنجاب (سروسز۔I) چٹھی نمبری S-I-10-6/97 مورخہ30-7-97)

(ب) افسر مذکور نے آٹا کی نقل و حمل کے جو پرمٹ برائے ضلع کرک صوبہ سرحد کی ضرورت کے پیش نظر بمطابق احکام حکومت پنجاب جاری کیے ان کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے(پرچم "الف")۔ اس کے علاوہ ڈپٹی ڈائرکٹر فوڈ سرگودھا نے کمشنر سرگودھا کی اجازت کے بعد بمطابق احکام محکمہ فوڈ پنجاب شاداب فلور ملز جوہرآباد کو مل چلانے کے لیے میانوالی اور سرگودھا سے گندم خرید نے کی اجازت دی جس کے لیے مندرجہ بالا فلور مل کو برائے نقل و حمل گندم پرمٹ جاری کیے گئے تفصیل بر پرچم(ب) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مندرجہ بالا جز ہائے میں کوئی غیر قانونی کام نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا اس بناء پر افسرمتعلقہ کا تبادلہ / دیگر کارروائی زیر غور نہیں ہے۔ محکمہ سروسز۔I حکومت پنجاب چٹھی نمبری S-I-10-6/97 مورخہ 30-07-97 ، چٹھی کی نقل *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ (پرچم "پ")

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

ضلع سرگودھا میں گندم کی خریداری کا ہدف

*676۔چودھری عامر سلطان چیمہ، کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 1994ء سے 1996ء تک ضلع سرگودہا میں گندم کی خریداری کا سالانہ ہدف کتنا تھا اور اس سال 1997ء کا سالانہ ہدف کتنا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ جب سے موجودہ ڈپٹی ڈائرکٹر خوراک ملک خالق داد اعوان سرگودھا تعینات ہوئے ہیں محکمہ کے تمام گوداموں اور خریداری سنٹروں میں بدعنوانی اور ہیرا پھیری کی شکایت ہے اور گندم کی خریداری کا ہدف پورا نہیں ہو رہا۔

(ج) اس وقت ضلع سرگودھا میں گندم کے خریداری مراکز کس کس جگہ قائم ہیں اور ہر مرکز سے کتنی گندم خریدی جا چکی ہے اور ہر مرکز کا خریداری ہدف کتنا ہے، تفصیل بتائی جائے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوراک(چودھری سمیع اللہ)،

(الف) ضلع سرگودھا میں خریداری گندم کا ہدف برائے سال 1994 تا 1997ء کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سکیم	ہدف(میٹرک ٹن)	خرید میٹرک ٹن
1994-95	70,000	35,686
1995-96	60,000	33,386
1996-97	40,000	47,496
1997-98	60,000	خریداری جاری ہے تاہم مورخہ 22-6-97 تک 26,258 میٹرک ٹن گندم کی خریداری ہوئی ہے۔

(ب) ڈپٹی ڈائرکٹر خوراک سرگودھا کے خلاف فاضل ممبر کی طرف سے شکایات موصول ہوئی ہیں۔ جن کے متعلق انکوائری ہو رہی ہے انکوائری رپورٹ وصول ہونے پر مزید کارروائی کی جائے گی۔

جہاں تک خریداری گندم کا تعلق ہے اس ضمن میں عرض ہے کہ سرگودھا کا مقررہ کردہ ہدف ماسوائے یکم 97-1996ء کے پورا نہ ہوا ہے۔ کیونکہ اس ضلع میں گنا کی کاشت کا زیادہ رجحان ہے۔ امسال ناموافق موسمی حالات کی وجہ سے گندم کی خریداری 125.97 سے شروع ہوئی ہے۔ جب کہ گزشتہ سالوں میں یکم مئی سے خریداری شروع ہو جاتی تھی۔ مزید برآں اس سال آٹے کے بحران کی وجہ سے شہری لوگوں نے بھی اپنی سالانہ ضروریات کے لیے

گندم گھروں میں محفوظ کر لی ہے۔ محکمہ نے بھی پچھلے سالوں کی نسبت ہدف خریداری بڑھا دیا ہے۔

(ج) ضلع سرگودھا کے خریداری گندم کے مراکز ان کا ہدف اور خریدکردہ گندم کی تفصیل بر پرچم "الف" ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

فیصل آباد اندرون شہر سے اڈوں کی تبدیلی

*705۔سردار منصب علی ڈوگر، کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 13-09-93 کو کوتوالی روڈ فیصل آباد اندرون شہر سے تمام اڈے عبداللہ پور میونسپل ویگن سٹینڈ فیصل آباد میں منتقل کر دیے گئے تھے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ نادر فلائنگ کوچ سروس جو اڈے شہر سے منتقل کرنے سے پہلے شہر سے چل رہی تھی اس کے علاوہ کوہستان لگژری کوچ اور خواجہ ٹریول کو ان اڈوں کی منتقلی کے بعد موٹر وہیکل رول 255 کی شق 1 کی ذیلی شق 'ب' ج' د' ہ' کو نظر انداز کر کے اور رول 263 کی شق نمبر 3 کی سراسر خلاف ورزی کر کے اڈوں کی اجازت دی گئی جس میں گاڑیوں کے اپنے اڈوں پر جانے اور آنے کا راستہ براستہ جیل روڈ تحریر کیا گیا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کوہستان لگژری کوچ خواجہ ٹریول اور شیر برادرز کی بینو بڑی بسیں اندرون شہر جی۔ٹی۔ایس چوک، ریل بازار چوک، کچہری بازار چوک، چنیوٹ بازار چوک کے راستے اپنے اڈوں کو جا رہی ہیں جس کے خلاف ضلعی انتظامیہ، ڈویژنل انتظامیہ، اور ٹریفک پولیس کو متعدد بار تمام ٹرانسپورٹرز نے درخواستیں دی تھیں جس پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ کوہستان لگژری کوچ والوں نے عبداللہ پور ویگن سٹینڈ میں منظور شدہ تانگہ، رکشہ، ٹیکسی سٹینڈ پر بھی ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان غیر قانونی اقدامات کے سدباب کے لیے تیار ہے؟ اگر ہاں، تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

وزیر ٹرانسپورٹ(جناب محمد ارشد خان لودھی)

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 93-9-13 کو کوتوالی روڈ فیصل آباد اندرون شہر سے تمام اڈے (ہالٹنگ پوائنٹس) عبداللہ پور فیصل آباد پر نو تعمیر شدہ میونسپل ویگن سٹینڈ میں منتقل کر دیے گئے تھے۔

(ب) یہ درست ہے کہ نادر فلائنگ کوچ سروس شہر سے اڈے (ہالٹنگ پوائنٹس) نیو میونسپل ویگن سٹینڈ عبداللہ پور منتقل کیے جانے سے پہلے شہر ہی سے چل رہی تھی۔ تاہم یہ درست نہ ہے کہ کوہستان لگژری کوچ اور خواجہ ٹریول کو ان اڈوں کی منتقلی کے بعد موٹر وہیکل رول 255 کی شق I کی ذیلی شق 1 ب' ج' د' ہ کو نظر انداز کر کے اور رول 263 کی شق نمبر 3 کی خلاف ورزی کر کے اڈوں کی اجازت دی گئی کیونکہ کوہستان لگژری کوچ اور خواجہ ٹریول کے ویگن اڈوں کی منظوری ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی فیصل آباد نے اپنے اجلاس منعقدہ مورخہ 27-4-94 میں قواعد وضوابط کے مطابق دی۔ نیز کارروائی اجلاس میں تحریر کیا گیا کہ کوہستان لگژری کوچ سروس کی گاڑیاں جیل روڈ کا راستہ اختیار کریں گی جبکہ خواجہ ٹریول کے اندورن شہر راستے کے بارے میں تحریر ریکارڈ میں واضح نہ کی گئی ہے۔

(ج) جہاں تک ڈویژنل انتظامیہ فیصل آباد کا تعلق ہے۔ اس ضمن میں حقیقت یہ ہے کہ دفتر ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی فیصل آباد کی انتہائی کوشش رہتی ہے کہ اس کی علاقائی حدود میں ٹرانسپورٹ سے متعلق قوانین و قواعد کی خلاف ورزی نہ ہو رہی ہو۔ لہٰذا اس بارے میں ایم ایم پی آئی (آر۔ٹی۔اے) فیصل آباد کو وقتاً فوقتاً ہدایات بھی جاری کی جاتی ہیں۔ اسی طرح اس بارے میں بھی ایم۔ایم۔پی۔آئی مذکورہ کو ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ معمول کی ٹریفک چیکنگ کے دوران اس امر کا خیال رکھیں کہ خواجہ ٹریول' نادر فلائنگ کوچ اور کوہستان لگژری کوچ سروس وغیرہ کی گاڑیاں اندرون شہر اپنے روٹ کی خلاف ورزی نہ کریں۔ اس بارے میں مذکورہ ایم۔ایم۔پی۔آئی کی رپورٹ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے کیونکہ کمشنر فیصل آباد کے حکم مورخہ 23-12-96 کے تحت عبداللہ پور ویگن سٹینڈ پر 100X40 فٹ کا پلاٹ ییلو کیب ٹیکسی سٹینڈ اور تانگہ سٹینڈ کے لیے مساوی طور پر تقسیم کر کے مخصوص کیا گیا ہے اور اس بارے میں آج تک کوئی شکایت بھی موصول نہ

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

ہوئی ہے کہ ان سٹینڈ پر کسی ٹرانسپورٹ کمپنی نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔

(ہ) حکومت پنجاب کے محکمہ ٹرانسپورٹ کا ذیلی دفتر ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی فیصل آباد انتہائی کوشش کرتا ہے کہ اس کی علاقائی حدود میں موٹر گاڑیوں کے قوانین و قواعد کی خلاف ورزی نہ ہو۔ تاہم اگر کوئی فرد یا ادارہ ان کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے خلاف قانون کے مطابق ضروری کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

ضلع کونسل فیصل آباد کے فنڈ سے تعمیر شدہ اڈا

*706۔ سردار منصب علی ڈوگر، کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لیاقت روڈ فیصل آباد پر واقع کوہستان لگژری کوچ کا اڈا ضلع کونسل کے وائس چیئرمین کی سرکاری رہائش گاہ کو مسمار کر کے طے شدہ منصوبہ کے ذریعے ضلع کونسل کے فنڈ سے دوکانیں تعمیر کر کے شرائط کی خلاف ورزی اور اس کا کرایہ دار بننے کے بعد 7500 روپے ماہانہ کرایہ پر حاصل کیا گیا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جب یہ جگہ کرایہ پر دی گئی اس وقت چیئرمین ضلع کونسل چودھری نذیر (مرحوم) تھے اور انہوں نے اپنے ہی منیجر کے ذریعہ درخواست بلا نیلام عام شکمی کرایہ دار بننے کے لیے منظوری اپنی ہی فرم کے نام خود دی تھی۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس جگہ کا ایگری منٹ برائے سات دکانات تیار کیا گیا تھا۔ جس میں دکانات کی موجودہ حیثیت تبدیل نہ کرنے کی شرط بھی تحریر کی گئی تھی۔ جس کی خلاف ورزی کے علاوہ تمام دکانات کی دیواریں مسمار کر کے ایک ہال کی شکل دے کر اور ان دکانات سے ملحقہ دو کنال کے قریب جگہ بغیر کرایہ ادا کیے قبضہ کر لیا گیا ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس اڈا کی اجازت برائے ڈی کلاس، تمام ٹرانسپورٹروں کی مخالفت اور سابق ایم۔این۔اے نثار اکبر صاحب کی مخالفت کے باوجود موٹر وہیکل آرڈیننس کے رول نمبر 255 کی شق 1 کی ذیلی شق ا، ب، ج، د، ہ کو بھی مدنظر نہ رکھا گیا اس کے علاوہ رول 263 کی شق نمبر 3 کی بھی سراسر خلاف ورزی کر کے اس وقت کے ایم۔این۔اے شاہد نذیر کا ذاتی اڈا ہونے کی وجہ سے سیاسی اثر کے تحت اجازت دی گئی۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس غیر قانونی اقدامات کرنے

والے افراد کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک۔ اگر نہیں۔ تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ(جناب محمد ارشد خان لودھی)،

سوال زیر غور کے حصہ الف' ب اور ج کا تعلق ضلع کونسل فیصل آباد سے ہے۔ ناظم ضلع کونسل مذکورہ سے اس ضمن میں رپورٹ حاصل کی گئی ہے۔ جو الف' ب اور ج میں درج ذیل ہے۔

(الف) سابقہ بنکہ وائس چیئرمین لیاقت روڈ فیصل آباد گرا کر اس کی جگہ دوکانات تعمیر کی گئی تھیں۔ جن کو نیلام عام میں کرایہ پر دینے کے لیے اخبار روزنامہ نوائے وقت لاہور میں اشتہار دیا گیا تھا۔ دکانات ضلع کونسل فنڈز سے تعمیر کی گئی تھیں۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور میں مورخہ 25-7-91 کو کرایہ داری دکانات کا اشتہار شائع ہوا تھا جبکہ تاریخ نیلامی مورخہ 29-7-91 '1-8-91' 6-8-91 مقرر تھی۔ لیکن بولی کم ہونے کی وجہ سے ملتوی ہوئی۔ کرایہ داری کا اشتہار دوبارہ مورخہ 13-8-91 کو شائع ہوا تھا۔ کرایہ داری نیلام کرنے کے لیے تاریخ مورخہ 21-8-91 مقرر تھی۔ تاریخ مقررہ (روزنامہ پاکستان لاہور مورخہ 13-8-91 کو کرایہ داری نیلام ہوئی اور سب سے زیادہ بولی صغراں پروین زوجہ محمد حسین کے نام مبلغ =/7500 روپے ماہ وار کرایہ پر ختم ہوئی۔ جس کو نیلام سب کمیٹی اور چیئرمین ضلع کونسل نے منظور کیا بعد ازاں حقوق کرایہ داری میسرز کوہستان لگژری کوچ سروس کے نام مورخہ 05-07-92 کو چیئرمین کونسل کی منظوری سے منتقل ہوئے۔ بعد ازاں چیئرمین ضلع کونسل کی منظوری مورخہ 24-07-93 کے تحت حقوق کرایہ داری حسب ضابطہ انیس الرحمٰن محمد شفیق کے نام منتقل ہوئے۔ جو تا حال انہی کے پاس ہیں۔

(ب) تمام دکانات کی کرایہ داری بذریعہ نیلام عام صغراں پروین کے نام ختم ہوئی۔ جو کہ زیر نگرانی ممبران نیلام سب کمیٹی و چیئرمین ضلع کونسل چودھری نذیر احمد(مرحوم) منعقد ہوئی۔

(ج) اور یہ کہ ان دوکانات کی نیلامی علیحدہ علیحدہ نہ کی گئی تھی بلکہ ایک ساتھ ہال کی شکل میں کی گئی تھی۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ کیونکہ کوہستان لگژری کوچ سروس کے اڈا کی منظوری ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی فیصل آباد نے اپنے اجلاس منعقدہ 27-4-94 میں قواعد وضوابط کے مطابق دی اور اس

ضمن میں ضلعی/مقامی انتظامیہ جن میں ڈپٹی کمشنر، سپرنٹنڈنٹ پولیس فیصل آباد اور میونسپل کارپوریشن فیصل آباد نے بھی عدم اعتراض کے سرٹیفکیٹ جاری کیے تھے۔

تاہم بعد میں مذکورہ اڈا کی منظوری/ قیام کے خلاف سابق ایم۔این۔اے جناب نثار اکبر نے جناب کمشنر فیصل آباد ڈویژن کو مورخہ 19-6-96 کو تحریری درخواست دی لیکن بعد میں مذکورہ ایم۔این۔اے اور کوہستان لگژری کوچ فیصل آباد کے مینجنگ پارٹنر سابق ایم۔این۔اے جناب شاہد نذیر کے مابین جناب کمشنر فیصل آباد کی موجودگی میں تصفیہ ہوگیا تھا۔ جس کے بعد شکایت کنندہ نے اپنی درخواست پر زور نہ دیا۔

(ہ) حکومت پنجاب کے محکمہ ٹرانسپورٹ کا ذیلی دفتر ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی فیصل آباد انتہائی کوشش کرتا ہے کہ اس کی علاقائی حدود میں موٹر گاڑیوں کے قوانین و قواعد کی خلاف ورزی نہ ہو۔ تاہم اگر کوئی فرد یا ادارہ ان کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کے خلاف قانون کے مطابق ضروری کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

محکمہ صنعت و معدنی ترقی کی ملکیتی اراضی

*751۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر صنعت و معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبے بھر میں اس وقت محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت و نگرانی میں کام کرنیوالے شعبہ جات کی تحویل میں کتنی اراضی ہے ان میں کتنے رقبہ جات Covered ہیں۔ کتنے خالی ہیں۔ کتنے زیر کاشت ہیں اور کتنے دیگر مقاصد کے لیے استعمال میں ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے کتنی اراضی/ رقبہ کن افراد اور اداروں کو کتنے عرصے کے لیے لیز پر دے رکھا ہے یا فروخت کی ہے اور کن شرائط اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم کے تحت دی گئی ہے، تفصیل بتائی جائے؟

وزیر صنعت و معدنی ترقی(جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت و نگرانی میں کام کرنے والے شعبہ جات کی تحویل میں اراضی کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) پنجاب معدنی ترقیاتی کارپوریشن پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ اور کنٹرولر پرنٹنگ پریس نے کوئی رقبہ لیز پر نہ دیا ہے پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن نے کل رقبہ تقریباً1092 ایکڑ آسان شرائط پر4721 صنعتی اداروں کے قیام کے لیے99 سال اور 25 سال لیز پر دے رکھا ہے۔ جبکہ تقریباً2 ایکڑ اراضی فروخت کی گئی ہے۔ جن شرائط پر مذکورہ اراضی لیز پر دی گئی ہے' وہ ضمیمہ (الف) پر ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

تمام اراضی علاقائی پلاٹ الاٹمنٹ کمیٹی ہیڈ آفس کمیٹی کی اجازت سے دی گئی ہے افراد اداروں کی تفصیل برضمیمہ(ب) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ نظامت صنعت و معدنی ترقی نے صنعتوں کے قیام کے لیے 556 ایکڑ اراضی صنعتوں کے قیام کے لیے انڈسٹریل اسٹیٹ ملتان میں99 سال کے لیے لیز پر دی ہوئی ہے تمام اراضی الاٹمنٹ کمیٹی کی سفارش پر محکمہ ہذا کی حتمی منظوری سے دی جاتی ہے۔ شرائط کی تفصیل برضمیمہ (ج) *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اداروں/افراد کی تفصیل برضمیمہ(د) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

فیصل آباد انڈسٹریل اسٹیٹ کی منتقلی

*790۔خواجہ محمد اسلام، کیا وزیرصنعت و معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے فیصل آباد انڈسٹریل اسٹیٹ شہر سے باہر منتقل کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔

(ب) اس منصوبہ پرکتنی رقم خرچ ہو چکی ہے اور یہ منصوبہ کب شروع ہوا تھا۔

(ج) اس سکیم پر کتنا کام مکمل ہو چکا ہے اور حکومت انڈسٹریل اسٹیٹ شہر سے باہر کب تک منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صنعت و معدنی ترقی(جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) یہ درست نہ ہے کیونکہ پنجاب سمال انڈسٹریل اسٹیٹ پہلے ہی فیصل آباد میونسپل کارپوریشن کی حدود سے باہر قائم ہے۔

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) اس منصوبہ پر اب تک پانچ کروڑ سے زاید خرچ کیا جا چکا ہے اور یہ منصوبہ 1980ء میں شروع کیا گیا تھا۔

(ج) اس سکیم پر تقریباً تمام ترقیاتی کام مکمل ہو چکا ہے اور یہ پہلے ہی فیصل آباد میونسپل کارپوریشن کی حدود سے باہر واقع ہے۔ لہٰذا حکومت اس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

محصولات و آب کاری لاہور کے دفتر میں افسران کی تین سال سے زاید تعیناتی

*817۔ سردار سعید انور، کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) اس وقت لاہور میں محکمہ آب کاری و محصولات آفس میں اُن ای۔ٹی۔او' اور اے۔ای۔ٹی۔او کے نام کیا ہیں جو گزشتہ 3 سال سے موٹر رجسٹریشن برانچ اور پراپرٹی برانچ میں تعینات ہیں۔

(ب) اس وقت موٹر رجسٹریشن برانچ میں تعینات کلرکوں' انسپکٹروں' اسسٹنٹ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر اور ای۔ٹی۔او' کے نام کیا ہیں جو پچھلے 3 سال سے یا اس سے زیادہ عرصہ سے تعینات ہیں۔

(ج) سال 1990ء سے 1997ء تک ان اے۔ٹی۔ای۔او اور ای۔ٹی۔او کے نام کیا ہیں جو موٹر برانچ سے پراپرٹی برانچ اور پراپرٹی برانچ سے موٹر برانچ میں تبدیل ہوتے رہے ہیں؟

وزیر آب کاری و محصولات (میاں معراج الدین)،

(الف) اس وقت ایسا کوئی ای۔ٹی۔او یا اے۔ای۔ٹی۔او موجود نہ ہے جس کو موٹر برانچ میں تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ہوا ہو اور نہ ہی پراپرٹی ٹیکس برانچ میں کوئی ای۔ٹی۔او ایسا ہے جس کو اس ونگ میں مطلوبہ عرصہ ہو چکا ہو۔ بہر حال ان اے۔ای۔ٹی۔او کے نام مندرجہ ذیل ہیں جن کو پراپرٹی ٹیکس میں لگے عرصہ تین سال ہو چکا ہے،

1۔ شیخ محمد رمضان	2۔ چودھری عطا اللہ
3۔ مسٹر عصمت رشید طوصی	4۔ رانا محمد احسن
5۔ مسٹر توفیق رضا	6۔ ملک محمد اسلم
7۔ انوار اشرف	8۔ شیخ اعزاز الدین
9۔ چودھری ممتاز احمد	10۔ چودھری محمد مقصود

(ب) اس وقت ایسا کوئی ای۔ٹی۔او یا اے۔ای۔ٹی۔او موجود نہ ہے جس کو موٹر برانچ میں تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ہوا ہو۔ البتہ موٹر رجسٹریشن برانچ لاہور میں تین انسپکٹر اور 12 کلرکس تعینات ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ مسٹر محمد حنیف'	انسپکٹر
2۔ شیخ محمد انیس	"
3۔ مسٹر عرفان محمود چودھری	"
4۔ عنصر معین	کلرک
5۔ محمد عون	"
6۔ محمد تنویر	"
7۔ مسعود احمد	"
8۔ مشتاق احمد	"
9۔ شیخ محمد عارف	"
10۔ عارف رحمان	"
11۔ محمد راشد	"
12۔ محمد اعظم	"
13۔ نوازش علی	"
14۔ شکیل احمد	"
15۔ اورنگ زیب	"

(ج) سال 1990ء سے 1997ء تک اے۔ای۔او اور ای۔ٹی۔او جو موٹر برانچ سے پراپرٹی برانچ اور پراپرٹی برانچ سے موٹر برانچ میں تبدیل ہوئے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ مسٹر عبدالحمید اختر	ای۔ٹی۔او
2۔ مسٹر مسعود الحق	"
3۔ شیخ جاوید اقبال	"
4۔ عرفان احمد چودھری	"
5۔ آغا ذوالفقار علی	"

6۔ حیات اللہ خان نیازی "

7۔ محمد انور خان اے۔ای۔ئی۔او

8۔ شیخ محمد رمضان "

9۔ قمر فاروق "

10۔ ایاز النبی خان "

11۔ چودھری محمد اظہر "

12۔ چودھری نیاز احمد "

داتا دربار کمپلیکس کی تعمیر

*856۔حاجی امداد حسین، کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کمپلیکس کی تعمیر کس سال شروع ہوئی اس کی تاریخ تکمیل کیا ہے۔ اس کا تخمینہ کیا تھا۔ کیا جو تخمینہ تھا اس کے مطابق دربار کمپلیکس مکمل ہو جائے گا یا تخمینہ سے زاید رقم خرچ ہو گی اور کتنی ہو گی تفصیل بیان فرمائیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ دربار کمپلیکس مقررہ مدت میں مکمل نہیں ہوا جو افراد دربار کمپلیکس کی تعمیر مقررہ مدت میں مکمل نہ کرنے کے ذمہ دار ہیں ان کے خلاف حکومت کوئی قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ج) حضرت داتا دربار کمپلیکس کی طرح پنجاب میں اور کس کس دربار کے ساتھ پلازے کی تعمیر کرنے کا منصوبہ حکومت کے زیر غور ہے۔

(د) حضرت داتا دربار گنج بخش علی ہجویری کمپلیکس میں کتنے ہال، کمرے اور کتنی دوکانیں زیر تعمیر ہیں اور کیا یہ دکانیں نیلام ہوں گی اور کیا صوبائی اسمبلی کے کوئی ممبران کی کمیٹی بنی ہے جو نیلامی میں شامل ہو گی اور اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اوقاف (صاحب زادہ محمد فضل کریم)،

(الف) داتا دربار کمپلیکس دو فیزز پر مشتمل ہے۔

1۔ پہلے فیز میں داتا دربار مسجد کی تعمیر نو شامل تھی۔ یہ کام جولائی 1981ء میں شروع ہو کر اکتوبر 1988ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس منصوبہ پر تقریباً گیارہ کروڑ روپے کی لاگت آئی۔

2۔ دوسرے فیز کا منصوبہ پندرہ کروڑ پچاس لاکھ روپے میں تیار کیا گیا لیکن فنڈز کی کمی کے باعث یہ منصوبہ پھر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے حصہ میں مندرجہ ذیل کام شامل ہیں۔

1۔ بیسمینٹ(Basement) جس میں 198 گاڑیوں کی پارکنگ کی گنجائش رکھی گئی۔

11۔ لوئر گراونڈ فلور (lower Ground Floor) اس میں 144 دوکانیں تجویز کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ لنگر خانہ، وضو گاہیں۔ پولیس اور ڈاک خانہ وغیرہ کی پروویژن کی گئی۔

111۔ گراونڈ فلور (Ground Floor) اس کے اوپر روف گارڈن بنانے کی تجویز ہے اس کا رقبہ تقریباً ایک لاکھ مربع فٹ ہے۔ اس حصہ کا ڈھانچہ(Structure) کی تعمیر مارچ 1992ء میں ایل۔ڈی۔اے(L-D-A) نے شروع کی۔ اس کا تخمینہ مبلغ پانچ کروڑ تہتر لاکھ روپیہ تھا لیکن یہ کام اگست 1995ء میں چھ کروڑ چھپن لاکھ روپے میں مکمل ہوا۔ اس حصہ کے بقایا کام کو مکمل کرنے کے لیے پنجاب گورنمنٹ کے محکمہ پلاننگ اینڈ منصوبہ بندی نے ایک سکیم آٹھ کروڑ چھپن لاکھ روپیہ میں مورخہ 15-2-97 کو منظور کی۔ لیکن وزیر اعظم پاکستان نے دورہ لاہور مورخہ 24-4-97 کے موقع پر اس کے ڈیزائن میں کچھ تبدیلیاں تجویز کیں۔ وزیر اعظم پاکستان نے اس ڈیزائن کو فائنل کرنے کے لیے ایک ایگزیکٹیو کمیٹی جناب محمد اسحاق ڈار وزیر تجارت حکومت پاکستان کی سربراہی میں تشکیل دی۔ جو دوسرے ممبران جناب وزیر اوقاف پنجاب، سیکرٹری اوقاف پنجاب، ڈائرکٹر جنرل ایل۔ڈی۔اے اور کمشنر لاہور پر مشتمل ہے۔ اس کمیٹی نے مختلف میٹنگز کے دوران وزیراعظم کی تجویز کردہ ڈیزائن کی تبدیلی کے مطابق نقشوں کو آخری شکل دے لی ہے۔ اب یہ نقشے دوبارہ جناب وزیر اعظم پاکستان کی منظوری کے لیے پیش کیے جائیں گے اور منصوبہ پر کام ان نقشوں کی منظوری کے بعد شروع ہو گا۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ کام تخمینہ کی منظور شدہ رقم کے اندر مکمل ہو جائے گا۔

(ب) دربار کمپلیکس کی تعمیر فنڈز کی کمی کی وجہ سے تعطل کا شکار رہی۔ اسی وجہ سے اس منصوبہ کے بقایا حصہ کی تعمیر کے تخمینہ جات منظور کرنے میں پنجاب گورنمنٹ اور وفاقی حکومت نے لیت و لعل کا مظاہرہ کیا۔

(ج) اس وقت کسی اور دربار کے ساتھ فی الحال پلازہ کی تعمیر کا منصوبہ حکومت کے زیر غور نہ ہے۔

(د) اس سلسلے میں جز(الف) میں دوکانات، کمرہ جات وغیرہ کی تفصیل دے دی گئی ہے۔ جہاں

تک دوکانوں کی تعمیر اور نیلام کا تعلق ہے۔ ایگزیکٹو کمیٹی کی تجویز کے مطابق یہ دوکانیں ہٹا کر اس کی جگہ سماع ہال تجویز کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی حتمی منظوری جناب وزیر اعظم پاکستان دیں گے۔

پی۔آر۔ٹی۔سی بس سروس کی بحالی

*900۔حاجی امداد حسین، کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پی۔آر۔ٹی۔سی نے لیز بس سروس بحال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بس مالکان سے کتنے فیصد کمیشن وصول کیا جائے گا۔ کس کس شہر میں لیز بس سروس شروع کرنے کا پروگرام ہے۔شہروں کے نام بتائیں۔

(ب) جی۔ٹی۔ایس پنجاب کی کل ناکارہ بسیں کتنی ہیں اور کب سے ناکارہ ہیں اور جی۔ٹی۔ایس کے ملازمین کی سالانہ تنخواہ کیا ہے اور جی۔ٹی۔ایس کے کل کتنے ملازم ہیں اور ان سے گولڈن ہینڈ شیک کا کیا پروگرام ہے۔ جی۔ٹی۔ایس سالانہ کتنے خسارے میں جا رہا ہے خسارے میں جانے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ(جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن تا حال بین الاضلاعی روٹوں پر لیز گاڑیاں چلا رہی ہے۔ جن پر اب پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن اپنا کنڈیکٹر مہیا نہیں کرتی بلکہ لیز مالکان تعینات کرتے ہیں۔البتہ لیز مالکان سے پی۔آر۔ٹی۔سی اپنا کمیشن جو کہ عام بس پر 25 فی صد ڈیلکس /ائیر ائیر کنڈیشنڈ بس پر 20 فی صد اور ویگن پر 15 فی صد وصول کرتی ہے۔ کنڈیکٹر مہیا نہ کرنے کے باعث لیز مالکان کو گاڑی کی کل سیٹوں پر دس فیصد خالی سیٹوں کی رعایت دے کر وصول کر رہی ہے۔ لیز مالکان کو اجازت ہے کہ وہ صوبہ پنجاب میں پی۔آر۔ٹی۔سی کی گاڑیاں جن روٹوں پر چلتی رہی ہیں۔ اپنی گاڑیاں چلا سکتے ہیں۔ فی الحال لیز پر پی۔آر۔ٹی۔سی ان شہروں میں گاڑیاں چلا رہی ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

روٹ

1۔ لاہور	راولپنڈی
2۔ لاہور	اسلام آباد

3۔ لاہور	فیصل آباد
4۔ لاہور	چشتیاں
5۔ سرگودھا	فیصل آباد
6۔ بہاول پور	ملتان
7۔ ڈیرہ غازی خان	ملتان
8۔ ملتان	لاہور، وہاڑی، مظفر گڑھ اور شجاع آباد

(ب) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے پاس اس وقت 896 بسیں ورکشاپوں میں کھڑی ہیں۔ جن میں سے 250 بسیں ناکارہ ہو چکی ہیں۔ جو کہ عرصہ 5 تا 10 سال سے کھڑی ہیں۔ جبکہ بقیہ 646 بسیں قابل مرمت ہیں۔ پی۔ آر۔ ٹی۔ سی کے ملازمین کی سالانہ تنخواہ کا تخمینہ چالیس کروڑ روپے ہے اور ملازمین کی تعداد 9644 ہے۔ جن میں سے 7725 ملازمین نے گولڈن ہینڈ شیک سکیم کے تحت ریٹائرمنٹ کے لیے اپنے فارم داخل کر دیے ہیں۔ ان کو بذریعہ چیک ادائیگی مورخہ 15 اگست 1997ء تک کر دی جائے گی۔ بیلنس شیٹ برائے سال 1993-1994ء کے مطابق سالانہ خسارہ مبلغ پچپن کروڑ چھتیس لاکھ اناسی ہزار چار سو اٹھاسی روپے ہے۔

خسارے کی وجوہات فنڈز کی کم یابی، فالتو سٹاف اور نئی بسوں کی عدم دستیابی ہیں۔ چالو بسوں کے تعداد کم ہونے کی وجہ سے آمدن بہت کم ہو گئی ہے جبکہ اخراجات جن میں سٹاف کی تنخواہیں شامل ہیں۔ آمدن سے بہت بڑھ گئے ہیں۔

دینی اداروں کی مالی امداد

*992۔ حاجی اللہ یار انصاری، کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

یکم جولائی 1994ء سے تا 15 اگست 1997ء تک محکمہ اوقاف کی طرف سے کن کن دینی اداروں کو کس قدر مالی امداد مہیا کی گئی ہے اور مالی امداد مہیا کرنے کا طریق کار کیا ہے۔ نیز ایسی مساجد جو محکمہ اوقاف کی زیر تحویل نہ ہیں ان میں کتنی مساجد کی تعمیر و مرمت کے لیے محکمہ نے فنڈز مہیا کیے ہیں۔ تفصیل بتائی جائے۔

وزیر اوقاف (صاحب زادہ محمد فضل کریم)،

محکمہ اوقاف کی طرف سے یکم جولائی 1994ء تا 15 اگست 1997ء تک کسی دینی

ادارہ کو کوئی مالی امداد مہیا نہیں کی گئی اور نہ ہی غیر تحویلی مساجد کی تعمیر و مرمت کے لیے کوئی فنڈز مہیا کیے گئے ہیں۔

پی۔آر۔ٹی۔سی کے ملازمین کو رقم کی ادائیگی

*1014۔میاں معظم جہاں زیب احمد خان وٹو، کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے کتنے ملازمین نے گولڈن شیک ہینڈ سکیم کے تحت درخواستیں دیں ہیں۔ تفصیل دی جائے۔

(ب) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے کتنے ملازمین کو گولڈن شیک ہینڈ سکیم کے تحت چیک جاری کیے گئے ہیں۔ تفصیل دی جائے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سکیم کے تحت جاری شدہ چیک کیش نہیں ہو رہے اور مذکورہ ملازمین میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے 9645 ملازمین میں سے 8537 ملازمین نے گولڈن شیک ہینڈ سکیم کے تحت اپنی درخواستیں داخل کی ہیں۔

(ب) اب تک 7340 ملازمین کو ان کی 80% پنشن کے چیک جاری کیے جا چکے ہیں۔ جن کی مالیت تقریباً ایک ارب سولہ کروڑ روپے بنتی ہے۔ بقیہ ملازمین کے ریکارڈ کی جانچ پڑتال جاری ہے اور ان کو بھی جلد چیک ادا کر دیے جائیں گے۔

(ج) یہ درست نہیں ہے کہ مذکورہ سکیم کے تحت جاری شدہ چیک کیش نہیں ہو رہے۔ ملازمین کو جاری شدہ چیک کی رقوم ان کے بنک کھاتہ میں منتقل ہو چکی ہیں اور اس کے بارے میں ملازمین میں کسی قسم کی کوئی بے چینی نہیں پائی جاتی۔

ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کا رقبہ

*1034۔حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) مربع نمبر 5 چاہ باؤ والا تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ میں محکمہ کا رقبہ کتنا ہے۔

(ب) یہ رقبہ کن افراد کو کتنے سالہ ٹھیکہ / لیز پر، کب اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم کے تحت کتنی رقم کے عوض میں دیا گیا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ کے قانون کے تحت زرعی اراضی کو خود ٹھیکے دار ہی کاشت کر سکتا ہے۔ مگر جز(الف) میں تحریر کردہ رقبہ کے ٹھیکے دار نے یہ رقبہ کسی اور فرد کو کاشت کاری کے لیے دیا ہوا ہے۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو کیا حکومت ٹھیکے دار کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر اوقاف(صاحب زادہ محمد فضل کریم)۔

(الف) موضع چاہ باؤ والا مربع نمبر 5 تحصیل ننکانہ ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کے زیر تحویل کوئی رقبہ نہ ہے۔

(ب) کیونکہ یہ رقبہ محکمہ اوقاف کی تحویل میں نہ ہے لہٰذا مطلوبہ تفصیل فراہم کرنے سے معذور ہے۔

(ج) جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ رقبہ محکمہ کی تحویل میں نہ ہے اس ضمن میں مزید تشریح فراہم نہ کی جا سکتی ہے۔

لاہور کے ہوٹلوں میں شراب فروخت کرنے کا پرمٹ

*1059۔ **خواجہ سعد رفیق**، کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) لاہور کے کس کس ہوٹل کے پاس شراب فروخت کرنے کا پرمٹ ہے اور ہر ہوٹل کو کتنا کوٹا مہیا کیا جاتا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ کے اہل کاروں کی ملی بھگت سے شراب کی غیر قانونی فروخت کھلے عام ان ہوٹلوں کے باہر ہو رہی ہے۔

(ج) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس ناجائز فروخت کو روکنے اور ان کے ذمہ داران کے خلاف کیا اقدامات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجہ کیا ہے؟

وزیر آبکاری و محصولات (میاں معراج الدین)۔

(الف) لاہور کے مندرج ذیل ہوٹلوں کے پاس شراب فروخت کرنے کا لائسنس ہے۔

1۔ میسرز آواری ہوٹل

2۔ میسرز پرل کانٹینینٹل

3۔ میسرز فلیٹیز ہوٹل

کسی بھی ہوٹل کا کوٹا متعین نہ ہے حسب ضرورت ہوٹل انتظامیہ شراب کے حصول کا خود بندوبست کرتی ہے۔

(ب ج) ان ہوٹلوں پر شراب قانونی طور پر حکومت پنجاب کی طرف سے جاری کردہ پرمٹ پر فروخت ہوتی ہے۔ ہوٹل کا عملہ خود پرمٹ پر شراب کا کوٹا جاری کرتا ہے اور خود ہی اس کا اندارج اپنے متعلقہ سٹاک رجسٹر میں کرتا ہے۔ محکمہ ایکسائز کا اہل کار غیر ملکی/غیر مسلم افراد کو عارضی پرمٹ جاری کرنے کے لیے ہوٹل پر تعینات ہوتا ہے اس کے علاوہ وہ شراب کی فروخت سے وصول ہونے والی ایکسائز ڈیوٹی کا حساب کتاب بھی رکھتا ہے۔ محکمہ کے متعلقہ افسران بھی وقتاً فوقتاً ان ہوٹلوں کی چیکنگ کرتے رہتے ہیں جس سے کسی قسم کی بے قاعدگی کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔

تاہم محکمہ ایکسائز نے بشپ آف لاہور رومن کیتھولک چرچ اور لاہور پارسی انجمن کو شراب کے استعمال کی مذہبی حیثیت کے بارے میں 13 اکتوبر کو خطوط لکھے ہیں۔ ان کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا۔ ان کے جواب موصول ہونے پر شراب کی تیاری اور استعمال کے بارے میں سفارشات مرتب کی جائیں گی۔

ضلع لاہور میں شراب کے پرمٹ ہولڈروں کے نام

*1119۔ جناب سعید اکبر خان، کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبہ پنجاب میں کون کون سے فائیو سٹار ہوٹل کو نائٹ کلب کھولنے کی اجازت دی گئی ہے۔

(ب) پنجاب میں شراب کے کتنے کارخانے ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں۔ ان کے مالکان کے نام و پتہ جات کیا ہیں۔

(ج) ضلع لاہور میں شراب پرمٹ ہولڈروں کے نام' پتہ کیا ہیں ہر ایک پرمٹ ہولڈر کو ماہانہ کتنی شراب مہیا کی جاتی ہے۔ تفصیل مہیا کی جائے؟

وزیر آب کاری و محصولات (میاں معراج الدین)،

(الف) اس ضمن میں عرض ہے کہ صوبہ پنجاب میں کسی فائیو سٹار ہوٹل کو محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کی طرف سے نائٹ کلب کھولنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

(ب) امتناع شراب کے قانون مجریہ 1979ء کے تحت صوبہ پنجاب میں صرف ایک کارخانہ مری بیروری ہے جو کہ راولپنڈی میں واقع ہے اور اس کا چیف ایگزیکٹو غیر مسلم مسٹر ایم۔پی۔ بھنڈارا ہے۔ مری بیروری شراب تیار کر کے ان ہوٹلوں کو فراہم کرتا ہے جن کو شراب فروخت کرنے کا لائسنس L-2 دیا گیا ہے۔ شراب صرف پرمٹ رکھنے والے غیر مسلم پاکستانیوں اور غیر مسلم غیر ملکیوں کو مذہبی تہواروں پر استعمال کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔

(ج) لاہور میں شراب پرمٹ ہولڈروں کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

محکمہ محصولات و آب کاری میں معطل ملازمین کی تعداد

*1129۔ جناب سعید احمد خان منیس، کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

موجودہ حکومت کے قیام سے اکتوبر 1997ء تک محکمہ میں وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کے حکم سے کتنے ملازم معطل کیے اور ان میں سے کتنے ملازم بحال ہو چکے ہیں، تفصیل بتائی جائے؟

وزیر آب کاری و محصولات (میاں معراج الدین)،

محکمہ آب کاری و محصولات میں موجودہ حکومت کے قیام سے اکتوبر 1997ء تک وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کے حکم پر کوئی ملازم معطل نہ کیا گیا ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(خوراک، صنعت و معدنی ترقی، ٹرانسپورٹ، اوقاف، آبکاری و محصولات)

رولز ریلیکس کر کے تعینات کردہ افراد کی تفصیل

33۔ میاں عبدالستار، کیا وزیر خوراک ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال 1985ء سے لے کر 1996ء تک کتنے افراد محکمہ خوراک میں رولز ریلیکس کر کے تعینات کیے گئے؟

(*** تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

(ب) ان کے نام ' پتہ اور عہدہ جس پر تعیناتی ہوئی اور رولز جو ریلیکس ہوئے۔ رولز ریلیکس کرنے والی اتھارٹی کا نام اور عہدہ کیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے خوارک (چودھری سمیع اللہ)

(الف) محکمہ خوراک میں رولز ریلیکس کر کے بھرتی کیے گئے افراد کی تعداد حسب ذیل ہے۔

1) نظامت خوراک پنجاب' لاہور	39 افراد
2) محکمہ خوراک لاہور ڈویژن	" 13
3) ۔ایضاً۔ گوجرانوالہ	" 15
4) ۔ایضاً۔ راولپنڈی	" 57
5) ۔ایضاً۔ فیصل آباد	" 54
6) ۔ایضاً۔ سرگودھا	" 96
7) ۔ایضاً۔ ملتان	" 103
8) ۔ایضاً۔ بہاولپور	" 3
9) ۔ایضاً۔ ڈی۔جی۔خان	" 15
کل تعداد	" 395

(ب) ان افراد کے نام' پتے' عہدہ وغیرہ کی تمام مطلوبہ تفصیل بر(پرچم "ب") ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

صوبہ میں صنعتی بستیوں کا قیام

57۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر صنعت و معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبے میں کل کتنی صنعتی بستیاں ہیں وہ کہاں کہاں واقع ہیں اور ان کا رقبہ کتنا کتنا ان پر کتنے صنعتی ادارے قائم کرنے کا پروگرام تھا' اس وقت وہاں کتنے صنعتی ادارے عملی طور پر کام کر رہے ہیں اور کتنے بند پڑے ہیں۔

(ب) متذکرہ صنعتی بستیوں کے قیام' زمین کی خریداری و دیگر امور پر سرکاری خزانہ سے کتنی رقومات خرچ ہوئی اور کتنی آمدن ہوئی ہر ایک صنعتی بستی کے حساب سے الگ الگ تفصیلات

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

ایوان میں پیش کی جائیں؟

وزیر صنعت و معدنی ترقی (جناب محمد ارشد خان لودھی)۔

(الف) پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن نے کل 13 چھوٹی صنعتی بستیاں پنجاب کے مختلف شہروں بمقام گوجرانوالہ، بہاولپور، لاہور، گجرات، سیالکوٹ، فیصل آباد، سرگودھا، گوجر خان، چکوال، جہلم، ساہی وال اور ڈسکہ میں قائم کی ہیں۔ مذکورہ بالا صنعتی بستیاں 1937.98 ایکڑ رقبے پر محیط ہیں۔ پروگرام کے مطابق ان بستیوں میں 2311 صنعتی ادارے منظور کیے گئے تھے۔ ان صنعتی اداروں میں 932 چالو صنعتی ادارے ہیں۔ جبکہ 211 صنعتی ادارے بند پڑے ہیں۔ مذکورہ بالا صنعتی بستیوں کی تفصیلی رپورٹ برضمیمہ(الف) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن نے کل 13 چھوٹی صنعتی بستیاں پنجاب کے مختلف شہروں میں قائم کی ہیں۔ ان صنعتی بستیوں کے قیام کے سلسلہ میں زمین کی خریداری پر کل لاگت مبلغ-/4,41,332.000 روپے تھی اور ان کے دیگر امور پر سرکاری خزانے سے مبلغ -/10,23,12,000 روپے رقم خرچ ہوئی اور وصول شدہ کل آمدنی مبلغ -/21,58,01,000 روپے وصول ہوئے۔ ہر صنعتی بستی کے حساب سے الگ الگ تفصیلات برضمیمہ(ب) بھی ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

صنعتی ترقیاتی بورڈ کے زیر اہتمام اداروں کی تعداد

61۔ چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر صنعت و معدنی ترقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ کے زیر اہتمام کتنے ادارہ جات، کتنی مالیت میں اور کب قائم کیے گئے۔

(ب) متذکرہ بورڈ کے کن اداروں کو کتنی مالیت میں نجی تحویل میں دیا گیا اور کن تاریخوں میں؟

(ج) مالی سال 94-1993 سے 97-1996ء تک متذکرہ ادارہ کے زیر انتظام جو اس وقت ادارے موجود ہیں ان پر سالانہ خرچ اور آمدن کی تفصیلات الگ الگ بیان کی جائیں؟

وزیر صنعت و معدنی ترقی (جناب محمد ارشد خان لودھی)۔

(الف) پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ نے اب تک 14 کارخانے لگائے تھے۔ جن میں تین ٹیکسٹائل ملیں،

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

چھ رائس ملیں اور پانچ شوگر ملیں شامل ہیں۔ ان میں سے بارہ کارخانے فروخت کیے گئے۔ان سب کی تفصیل ضمیمہ(الف) پر ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ کے جو کارخانے فروخت ہوئے ان کی تفصیل ضمیمہ (ب) *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اس ادارہ یعنی پنجاب صنعتی ترقیاتی بورڈ کے زیر انتظام صرف دو عدد شوگر ملیں کام کر رہی ہیں۔ ان کا حکومت کے خزانہ پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ ان کی سالانہ منافع کی تفصیل ضمیمہ (ج)*** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

صوبہ میں اڈہ جات کی تعداد

65۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

اس وقت صوبے میں "اے"، "بی"،"سی"، اور "ڈی 5 کلاس کے کتنے اڈہ جات باقاعدہ اجازت کے تحت قائم ہیں اور کن افراد کی ملکیت ہیں اور ان کو کن تاریخوں میں اجازت ملی اور یہ اجازت کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے اور کس کی سفارش سے دی گئی، تفصیل بتائی جائے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

صوبہ پنجاب میں اے، بی، سی اور ڈی کلاس سٹینڈ کی تعداد 326 ہے۔ جن کی تفصیل ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

شاہی مسجد چنیوٹ کی لائبریری

70۔مولانا منظور احمد چنیوٹی، کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بادشاہی مسجد چنیوٹ جو محکمہ اوقاف کے زیر تحویل ہے، میں لائبریری کے لیے پانچ کمرے مختص ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان کمروں پر با اثر افراد اور محکمہ کے اہلکار عرصہ دراز سے ناجائز قابض ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ لائبریری کی کتب اور الماریاں بھی غائب ہیں، جبکہ لائبریری

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

اٹینڈنٹ کی اسامی پر آدمی متعین ہے لیکن اس کے ذمہ کوئی کام نہیں اور نہ ہی لائبریری نام کی کوئی چیز ہے۔

(د) کیا محکمہ ان ناجائز قابضین سے کمرے واگزار کروانے اور لائبریری کتب اور الماریاں برآمد کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اوقاف (صاحب زادہ محمد فضل کریم)،

(الف) جی ہاں۔

(ب) پانچ کمروں میں سے چار کمرے لائبریری کے زیر تصرف ہیں جن کا قبضہ منیجر اوقاف کے پاس ہے ایک کمرہ پولیس قومی رضا کار تنظیم کے کمپنی کمانڈر کے زیر تصرف ہے۔ 1988ء میں جب اس کمرے کو خالی کروانے کے لیے مقامی ضلعی انتظامیہ کی وساطت سے کارروائی شروع کی گئی تو اہالیان چنیوٹ نے احتجاج کیا جس پر اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ نے محکمہ سے کمرہ خالی نہ کرانے کی تحریک کی مزید برآں پولیس قومی رضا کار تنظیم کی وجہ سے لائبریری کے سامنے خالی جگہ اور مسجد کے صدر دروازے کے سامنے باغیچہ میں جو بے رہرو/اوباش قسم کے لوگ بیٹھتے تھے انہیں کنٹرول کرنے میں مدد ملی اب وہاں کا ماحول بہتر ہے۔ لہٰذا یہ کمرہ پولیس قومی رضا کار تنظیم کے پاس رہنا مفاد عامہ میں ہے۔

(ج) لائبریری میں رسائل و کتب کی کل تعداد 225 ہے۔ جو الماریوں میں بند ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز غائب نہ ہے۔ لائبریری اٹنڈنٹ موجود ہے جو لائبریری کی صفائی وغیرہ کرتا ہے۔ لائبریری کی نگرانی مورخہ 29-6-97 سے خطیب مسجد کے سپرد کی گئی ہے تاکہ اس سے بہتر طور پر استفادہ کیا جا سکے۔

(د) جیسا کہ جز (ب) میں تحریر کیا گیا ہے کہ ایک کمرہ پولیس قومی رضا کار تنظیم کے کمانڈر کے زیر تصرف ہے اور بقیہ کمروں میں لائبریری کتب و الماریاں موجود ہیں۔ جن پر کوئی ناجائز قبضہ نہ ہے۔

محکمہ ٹرانسپورٹ کی تحویل میں اراضی

90۔ چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبے میں اس وقت محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت و نگرانی میں کام کرنیوالے شعبہ جات کی

تحویل میں کتنی اراضی ہے ان میں کتنے رقبہ جات COVERED ہیں کتنے خالی ہیں کتنے زیر کاشت ہیں اور کتنے دیگر مقاصد کے لیے زیر استعمال ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے کتنی اراضی/رقبہ کن افراد اور کن اداروں کو کتنے عرصے کے لیے لیز پر دیا ہے یا فروخت کیا ہے' نیز کن شرائط اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے دیا گیا ہے؟

وزیر ٹرانسپورٹ (جناب محمد ارشد خان لودھی)،

(الف) صوبہ پنجاب میں اس وقت پی۔آر۔ٹی۔سی کے زیر تحویل باسٹھ (62) جائیدادیں (پراپرٹی) ہیں جو کہ حکومت پنجاب کے احکامات کے تحت بورڈ آف ریونیو پنجاب کے حوالے کی جا چکی ہیں۔ ان تمام جائیدادوں کا کنٹرول اس وقت بورڈ آف ریونیو کے پاس ہے۔ مذکورہ بالا جائیدادوں میں سے 9 (نو) پی۔آر۔ٹی۔سی کے پاس پٹہ پر ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے P.R.T.C کی کوئی اراضی یا رقبہ کسی ادارے یا افراد کو لیز پر نہ دیا ہے اور نہ ہی کوئی اراضی فروخت کی ہے۔

محکمہ محصولات و آب کاری کے افسران کو ٹی۔اے' ڈی۔اے کی ادائیگی

134۔چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

سال 94-1993ء سے اب تک محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن اور اس کے ماتحت اداروں میں کن اہل کاروں کو کتنی رقم بطور ٹی۔اے' ڈی۔اے' کن تاریخوں میں ادا کی گئی ایسے اہل کاران کے نام' عہدہ جات اور جن افسران مجاز کے حکم سے وہ سرکاری دوروں پر گئے، ان کا نام و عہدہ بتایا جائے؟

وزیر آب کاری و محصولات (میاں معراج الدین)،

محکمہ ہذا نے 94-1993ء سے اب تک جتنی رقم بطور ٹی۔اے/ڈی۔اے اہل کاروں کو ادا کی ہے۔ ایسے اہل کاروں کے نام' عہدہ جات اور جن افسران مجاز کے حکم سے وہ سرکاری دوروں پر گئے کے نام' عہدہ اور تاریخوں کی تفصیل برنقشہ (الف) ***ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(***تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

محکمہ آب کاری و محصولات کے عملہ کی سنیارٹی

162۔راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر آب کاری و محصولات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈائرکٹر جنرل آبکاری و محصولات پنجاب نے اپنے مراسلہ نمبر NO1995/885/E(E T)III مورخہ 16-5-95 کے ذریعہ منسٹریل سٹاف کی سنیارٹی کے متعلق ہدایات دی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا مراسلہ محکمہ سروسز جنرل ایڈمنسٹریشن کے مشورہ اور اجازت کے بغیر جاری کیا گیا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جز(الف) میں بیان کیے گئے سنیارٹی فارمولہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شاہد امین اور دیگر تین افراد کو انسپکٹر ایکسائز کے عہدہ پر جو ترقی دی گئی تھی اس ترقی کے خلاف مسٹر شکیل احمد جونیئر کلرک نے 26-5-97 کو ایک اپیل روبرو ڈائرکٹر جنرل ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کی تھی مگر اس کی کوئی داد رسی نہ کی گئی۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت اس سلسلہ میں کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر آب کاری و محصولات (میاں معراج الدین)،

(الف) جی ہاں یہ ہدایت اس لیے جاری کی گئی تھیں کیونکہ ڈائرکٹر جنرل ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے دفتر سے تبادلوں کے لیے سفارشیں آئے دن ہوتی رہتی ہیں۔ جس کی وجہ سے دفتری امور میں خلل پڑتا تھا۔ ان تبادلوں کو روکنے کے لیے یہ قدغن لگائی گئی تھی کہ جو اہل کار اس دفتر سے ٹرانسفر ہو گا اس کی سنیارٹی اس دفتر سے ختم کر دی جائے گی۔

(ب) ریگولیشن ونگ سے مشاورت کے بعد ان کے مشورہ کے مطابق مذکورہ بالا ہدایات واپس لے لی گئی ہیں۔

(ج) ریگولیشن ونگ سے موصول شدہ ہدایات کی روشنی میں اہل کاروں کی ترقی کا معاملہ قواعد کے تحت ازسر نو زیر غور آئے گا۔

(د) اس کا جواب جزو(ج) کے جواب میں آ گیا ہے۔

مرزا خواجہ غلام فرید مٹھن سے ملحقہ اراضی کی تفصیل

190۔میاں عبد الستار(PP-234)، کیا وزیر اوقاف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) خواجہ غلام فرید کی کوٹ مٹھن شریف میں کتنی اراضی محکمہ اوقاف کے پاس ہے اور محکمانہ تحویل کے بعد اس سے کتنی آمدنی حاصل ہوئی اور دربار شریف پر اب تک کتنا خرچ کیا گیا ہے۔

(ب) کیا حکومت دربار خواجہ فرید کی خستہ حالت کی وجہ سے اسے شہید کرنے کے بعد دوبارہ تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر اوقاف(صاحب زادہ محمد فضل کریم)،

(الف) دربار حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سے ملحقہ اراضی 16,545 ایکڑ ہے۔ اس وقت سے سال 1960ء (تاریخ تحویل سے 30 جون 1997ء تک مبلغ -/4,68,54,233 روپے کل آمدن ہوئی ہے۔ دربار شریف پر 30 جون 1997ء تک مبلغ -/1,01,33,656 خرچ کیے ہیں۔ جس میں مبلغ -/30,53,964 روپے دربار شریف کی مرمت اور درست حالی پر خرچ کیے ہیں۔

(ب) دربار شریف کی عمارت قانون تحفظ قدیم عمارات مجریہ 1985ء کے تحت ایک محفوظ عمارت قرار دی جا چکی ہے۔ اس لیے عمارت کو گرا کر نیا نہیں بنایا جا سکتا۔ حالیہ مرمت کے بعد دربار کو شہید کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ مزار شریف اچھی حالت میں ہے۔ تاہم اگر عمارت کو مرمت کی ضرورت ہو تو محکمہ کرا دے گا۔

دربار حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سے ملحقہ اراضی کی تفصیل

1۔ کوٹ مٹھن شریف	1927 ایکڑ
2۔ راجن پور	2390 ایکڑ
3۔ رحیم یار خان	12228 ایکڑ
میزان	16545 ایکڑ

راولپنڈی میں ناجائز اڈہ جات

223۔ سردار منصب علی ڈوگر، کیا وزیر ٹرانسپورٹ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ٹریفک کے مسئلہ کے پیش نظر راولپنڈی مری روڈ سے تمام ہالٹنگ پوائنٹ متبادل جگہ کمیٹی چوک میں دے کر ضلعی انتظامیہ نے ویگنوں / ٹائنگ کوچوں کے اڈے ٹرانسپورٹروں کو الاٹ کیے تھے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کمیٹی چوک بھی اندرون شہر راولپنڈی میں واقع ہے اور وہاں بھی اس وقت ٹریفک کا شدید مسئلہ بن چکا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ کمیٹی چوک میں ٹیوٹا ہائی ایس اور ٹیوٹا کوسٹر اے۔سی گاڑیوں کے لیے پارکنگ پوائنٹس کے متبادل جگہ دی گئی تھی اس جگہ پر ٹیوٹا ہائی ایس و ٹیوٹا کوسٹر اور فلائنگ کوچوں کے علاوہ کانٹینٹل کوچ اور کوہستان لگژری کوچوں نے اے۔سی ہینو بڑی بسیں چلانا شروع کر دی ہیں۔جب کہ ان کے پاس چلانے کی اجازت نہ ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہینو اے۔سی بسوں کے روٹ پرمٹ جنرل بس سٹینڈ راولپنڈی سے گاڑیاں چلانے جانے کے لیے جاری شدہ ہیں اور یہ گاڑیاں روٹ پرمٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غیر قانونی طریقہ سے چلائی جا رہی ہیں۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلعی انتظامیہ کو متعدد بار ان غیر قانونی اقدامات کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے مختلف اوقات میں لوگوں نے درخواستیں دی ہیں جن پر کوئی کارروائی عمل میں نہ لائی گئی ہے۔

(س) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان غیر قانونی اقدامات کا سدباب کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ (جناب محمد ارشد خان لودھی)۔

(الف) یہ درست ہے کہ مری روڈ سے ٹریفک کے بڑھتے ہوئے دباؤ کو کم کرنے کے لیے ڈویژنل انتظامیہ راولپنڈی امپرومنٹ ٹرسٹ کے ذریعے 1985ء میں کمیٹی چوک راولپنڈی میں جنرل سٹینڈ برائے ویگنوں اور فلائنگ کوچوں کے لیے تعمیر کیا گیا تھا اور مختلف ٹرانسپورٹ کمپنیوں کو وہاں BAYS الاٹ کیے گئے تھے۔

(ب) درست ہے کہ۔

(ج) یہ درست ہے کہ کانٹی نینٹل کوچ سروس اور کوہستان لگژری سروس نے اس سٹینڈ سے بڑی انٹرکنڈیشن بسیں غیر قانونی طور پر چلانا شروع کر دی ہیں۔ تاہم محکمانہ کارروائی کے دوران ایسی بسیں جن کے پاس چلانے کی اجازت نہ ہو ان کے خلاف ضروری قانونی اقدامات کیے جاتے ہیں۔

(د) یہ درست ہے کہ ہینو (HINO) بسوں کے روٹ جنرل بس سٹینڈ راولپنڈی سے گاڑی چلانے

کے لیے جاری شدہ ہیں جو گاڑیاں روٹ پرمٹ کی خلاف ورزی کرتی ہیں تو ان کے خلاف قانونی اقدامات کیے جاتے ہیں۔

(ہ) ضلعی انتظامیہ غیر قانونی اقدامات کے خلاف کارروائی عمل میں لاتی رہی ہیں ضلعی انتظامیہ نے 1994ء زیر دفعہ 33(A)(M) پولیس ایکٹ 1861ء تمام پبلک سروس گاڑیوں کا داخلہ شہر میں بند کر دیا تھا جسے بعد میں کسی وجہ سے واپس لینا پڑا۔

(س) ضلعی انتظامیہ غیر قانونی اقدامات کے خلاف کارروائی کرتی رہتی ہے تاہم جہاں عدالت عالیہ میں ایسے معاملات زیر سماعت ہیں وہاں عدالت عالیہ کے فیصلہ کے تحت ان اڈوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنا مناسب نہ ہے جونہی عدالت عالیہ اس بارے میں فیصلہ صادر فرمائے گی انتظامیہ اس کی پابندی کرے گی۔

سردار احمد خان ھاکوکا، جناب چیئرمین! ابھی پانچ منٹ رہتے ہیں۔

جناب چیئرمین، جناب والا! 9:40 پہ شروع ہوا تھا اور 10:40 پہ ختم ہو گیا ہے۔

سردار احمد خان ھاکوکا، جناب والا! آپ بھول گئے ہیں۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب چیئرمین، میں بھولا نہیں ہوں۔ میں ایک ذمہ دار پوسٹ پہ بیٹھ کر کبھی نہیں بھولتا۔ اب ہم Call Attention Notice لیتے ہیں۔ راجہ محمد جاوید اخلاص صاحب!

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب سپیکر! اس کا جواب کون دیں گے؟ نہ تو وزیر قانون موجود ہیں اور نہ ہی کھوسہ صاحب ہیں۔ وہ باہر لابی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین، وزرائے کرام میں سے Call Attention Notice کا جواب کون دیں گے؟ سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب!

تھانہ وارث خان ضلع راولپنڈی کی حدود میں چار افراد کا قتل

راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 22-07-97 کو تھانہ وارث خان ضلع راولپنڈی کی حدود میں غلام مجتبیٰ وغیرہ چار افراد کو قتل کر دیا گیا۔ جس کا مقدمہ تھانہ وارث خان میں درج ہوا ہے۔

(ب) مذکورہ مقدمے میں کتنے افراد گرفتار ہیں اور کتنے مفرور ہیں۔

(ج) کیا حکومت اس اندوہ ناک واردات' جس میں چار بے گناہ شہری ہلاک ہوئے ہیں' کے مقدمے کو خصوصی عدالت میں بھیجنے کے لیے تیار ہے اور کب تک چالان مکمل کر کے پیش کیا جائے گا؟

جناب چیئرمین: جی سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات (برائے وزیر اعلیٰ)، شکریہ جناب چیئرمین۔

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 22-10-97 کو تھانہ وارث خان کے علاقے میں چار افراد غلام مجتبیٰ' عامر سجاد' ارشد محمود اور عبدالرزاق کو قتل کیا گیا۔ جس پر مقدمہ نمبر 577 مورخہ 22-10-97 بجرم 302/34 ت پ تھانہ وارث خان درج ہوا۔

(ب) اس مقدمے میں ملوث تین ملزم نامزد ہیں جن میں سے گل حسن اور محمد شبیر کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ گل حسن سے آتش قتل بندوق بارہ بور بھی برآمد کر لی گئی ہے۔ جس پر علیحدہ مقدمہ نمبر 585 مورخہ 25-10-97 بجرم AO-13/20/65 درج ہوا ہے۔ جبکہ ایک ملزم محمد نصیر کی گرفتاری بقایا ہے۔ جس کی گرفتاری کے لیے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

(ج) چونکہ مقدمہ ہذا واقعات کے مطابق عدالت انسداد دہشت گردی کے شیڈول جرائم میں آتا ہے' لہٰذا مقدمہ ہذا کا چالان جلد از جلد بعد تکمیل عدالت انسداد دہشت گردی' راولپنڈی پیش کیا جائے گا۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! کوئی ضمنی سوال؟

راجہ محمد جاوید اخلاص: جناب چیئرمین! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ جو ایک ملزم رہتا ہے اس کی گرفتاری اور عدالت میں چالان پیش کرنے کے لیے محکمے کو کتنی مہلت درکار ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات ۔ جناب چیئرمین! میں اس میں جناب سے کوئی مہلت نہیں مانگ رہا۔ ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے' دو ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں' آتش قتل برآمد کیا جا چکا ہے۔ اس نتیجے سے یہ

ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کوئی گنجائش نہیں رکھی جا رہی۔ پانچ دن کے اندر اندر آرقتل بھی برآمد ہو گیا ہے' تین نامزد ملزمان میں سے دو آدمی گرفتار بھی ہو چکے ہیں' جبکہ یہ ملزم روپوش ہے۔ اس لیے میرا یہاں یہ commit کرنا کہ دو دن بعد' ہفتے بعد' دس دن بعد اس کو گرفتار کر لیا جائے گا یہ مناسب نہ ہوگا۔ لیکن میں یہاں فاضل رکن کو آپ کی وساطت سے یہ یقین دلاتا ہوں کہ اس میں کوئی گنجائش نہیں رکھی جائے گی' کوئی غفلت برداشت نہیں کی جائے گی' ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: ٹھیک ہے جی۔

جناب چیئرمین: اگلا سوال شاہد محمود بٹ صاحب کا ہے۔

چونڈہ کے قریب دہشت گردوں کے ہاتھوں چار بچیوں کا قتل

جناب شاہد محمود بٹ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 22-10-97 کو چونڈہ کے قریب موضع کالے والی میں دہشت گردوں نے ریٹائرڈ فوجی کے گھر میں داخل ہو کر اس کی چار بچیوں کو قتل اور بیوی کو شدید زخمی کر دیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ چونڈہ میں اس سے پہلے بھی اس قسم کی واردات ہو چکی ہے اور اس کے ملزمان بھی ابھی گرفتار نہیں ہو سکے۔

(ج) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مورخہ 22-10-97 کو ہونے والی واردات میں کتنے افراد کے خلاف ایف۔ آئی۔ آر درج کی گئی۔ حکومت ایسے واقعات کے تدارک کے لیے کیا اقدام کر رہی ہے؟

جناب چیئرمین: جی سردار صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات (برائے وزیر اعلیٰ):

شکریہ' جناب چیئرمین۔ جناب والا' یہ درست نہیں ہے۔ جس طرح فاضل رکن نے اپنے نوٹس برائے طلبی توجہ میں فرمایا ہے کہ یہ امان اللہ' محمد نواز اور نثار احمد تین بھائی ہیں' یہ تینوں ثناء اللہ کے فرزندان ہیں۔ نثار احمد کی شادی آج سے تقریباً دس سال پہلے ایک خاتون منزہ سے ہوئی تھی اور اس شادی سے ان میاں بیوی کی چار بچیاں ہیں۔ اولاد نرینہ نہیں ہوئی' اولاد نرینہ کی خواہش کے تحت نثار

احمد نے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ایک اور شادی وہیں دیہات کی خاتون سے کی جس کا نام کوثر ہے۔ دوسری شادی کا علم ہونے پر نثار احمد کی پہلی بیوی نے اپنے خاوند سے جھگڑا کیا' ان کے گھر میں تنازع رہا۔ 22 تاریخ کو اس قتل کے واقعے سے پہلے نثار احمد کا بھائی اپنی بھاوج کے پاس گیا' جب اسے یہ معلوم ہوا کہ گھر میں نثار احمد اور اس کی بیوی منزہ کا کوئی جھگڑا ہو رہا ہے۔ اس نے دونوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کی کوشش بھی کی۔ لیکن وہ خاتون بضد تھی کہ نہیں' پہلے یہ کوثر یعنی اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے۔ اس وقت تک یہ معاملہ طے نہ ہوگا۔ پھر محمد نواز ایک دن اپنی ہمشیرہ کے گھر جا رہا تھا اور اس نے چاہا کہ اپنی بھتیجیوں کو بھی ساتھ لے جائے تو دو بڑی بھتیجیاں ایک غالباً خدیجہ اور دوسری آمنہ کو اس نے اپنی گاڑی میں بٹھا لیا کہ وہ اپنی پھوپھی کے پاس اپنے چچا کے ساتھ جائیں گی۔ لیکن منزہ نے زبردستی اپنی بیٹیوں کو محمد نواز کی گاڑی سے اتار لیا۔ چنانچہ وہ مجبوراً اکیلا چلا گیا۔ یہ دونوں بھائی نثار اور محمد نواز اسلام آباد میں کام کرتے ہیں۔اس نے اپنی بھاوج کو ہرممکن یقین دلانے کی کوشش کی کہ میں اب اسلام آباد جانے والا ہوں اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب میں وہاں سے واپس آؤں گا تو میں نثار کو مجبور کروں گا اور وہ اپنی دوسری بیوی کوثر کو طلاق دے دے گا۔ لیکن اس کی بدستور یہی ضد رہی کہ نہیں' اسلام آباد جانے سے پہلے تم یہ طلاق بھائی سے دلوا کر جاؤ۔ اس ملاقات میں بھی ان کی کوئی فیصلہ کن بات نہ ہوسکی۔ اس ملاقات کے دوسرے دن اس کی بچی اپنے چچا کے گھر کچھ سالن لینے جاتی ہے تو اس کی چچی نے کہا کہ ابھی تیار نہیں' تم کچھ دیر کے بعد آ جاؤ اور سالن لے جانا۔ آدھ پون گھنٹے کے بعد جب وہ بچی پھر چچا کے گھر جاتی ہے تو وہ گھنٹی دیتی رہی۔ لیکن اندر سے نہ کوئی جواب آتا ہے اور نہ ہی کوئی دروازہ کھولتا ہے۔ پھر وہ بچی پیچھے کی دیوار سے پھلانگ کر اندر جاتی ہے اور وہاں دیکھتی ہے کہ بچیاں خون آلود پڑی ہوئی ہیں اور چچی کا بھی گلے سے خون بہ رہا ہے اور وہ اس وقت سخت درد کی حالت میں چیخ و پکار کر رہی ہے۔ وہ بچی واپس بھاگتی ہے' اپنے والد کو اطلاع دیتی ہے۔ اس کے بعد انھیں ہسپتال لے جایا جاتا ہے اور پھر محمد نواز اس طرح کے جو واقعات دیکھتا ہے وہ فوراً تھانے میں جا کر اپنا بیان درج کرواتا ہے۔ جناب والا! اس میں دہشت گردی کا کوئی عنصر نہیں۔ یہ ایک خاندانی تنازع تھا اور یہ بھی یہاں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جب اس خاتون نے محمد نواز سے آخری گفتگو کی اور جب وہ اس مسئلے کو طے نہ کر سکے تو اس خاتون نے یہ دھمکی بھی دی تھی کہ اگر تم نے اسلام آباد جانے سے پہلے یہ فیصلہ نہ کروایا تو میں اپنی چاروں بیٹیوں کی اور اپنی جان لے لوں گی۔ یہ بیان محمد نواز نے قلم بند کروایا ہے۔

اس دھمکی کے بارے میں وہ اس قدر سنجیدہ تھی' اس قدر اس فعل پہ آمادہ تھی کہ جب وہ فیصلہ نہ ہو سکا تو اس نے اپنی بچیوں کا بھی گلا کاٹ دیا اور خود بھی خودکشی کرنے کی کوشش کی۔ جناب والا! اس میں ملزم گرفتار ہو چکا ہے اور کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے۔ یہ واقعہ دہشت گردی کا نہیں ہے' لہٰذا میں آپ کی وساطت سے فاضل رکن سے یہ استدعا کروں گا کہ اسے press نہ فرمائیں۔

جناب چیئرمین: جی شاہد محمود بٹ صاحب!

جناب شاہد محمود بٹ: جناب چیئرمین! میں نے اپنے سوال کے جز (ب) میں یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا اس قسم کی وارداتیں اس سے پہلے بھی ہو چکی ہیں؟ چونکہ اس سے پہلے بھی وزیر اعلیٰ صاحب اس علاقے میں دو دفعہ جا چکے ہیں۔ ایک دفعہ گینگ ریپ ہوا' ایک دفعہ جسمانی تشدد سے قتل ہوا' ایک دفعہ وہاں دہشت گردی سے خون ہوا تو میں آپ کی وساطت سے وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس کی یہ وجہ تو نہیں کہ وہاں ابھی تک پسرور سرکل میں ڈی ایس پی کی اسامی خالی پڑی ہوئی ہے؟ کیا یہ پولیس کی کوتاہی کی وجہ سے ہے کہ وہاں پورے سرکل گشت نہیں ہو رہے؟ اور میں یہ یقین دہانی چاہوں گا کہ وہاں سرکل پسرور میں ڈی ایس پی کی جو ایک اسامی ابھی تک خالی پڑی ہے جس میں یہ علاقہ چونڈہ وغیرہ آتا ہے' کب تک وہاں ڈی ایس پی کو تعینات کر دیا جائے گا؟ تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات نہ ہو سکیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئرمین! فاضل رکن ایک سوال کی آڑ میں تین چار سوال کر گئے ہیں۔ بہرحال' ڈی ایس پی کی posting نہ ہونے کا میں نے notice لے لیا ہے اور ان شاء اللہ العزیز فوراً وہاں posting کر دی جائے گی۔ لیکن میں دوسرے سوال کے جواب میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ دہشت گردی کا واقعہ نہیں ہے۔ یہ جو سابقہ واقعات کا ذکر کر رہے ہیں یہ ان سے connected نہیں ہے۔ یہ گھریلو جھگڑا تھا جو شدت اختیار کر گیا جس میں اس خاتون نے یہ آخری قدم اٹھایا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ شاہد محمود بٹ صاحب! آپ اس کو press نہیں کرتے؟

جناب شاہد محمود بٹ: جی' میں اسے press نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین، تو یہ disposed of تصور ہو گا۔

تحاریک التوائے کار

جناب چیئرمین، اب ہم تحاریک استحقاق کو take up کرتے ہیں۔ تحریک استحقاق نہیں ہے' اس لیے اب تحاریک التوائے کار کو take up کرتے ہیں۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 65 pending چلی آ رہی ہے۔

گورنمنٹ ملازمین کے ہاؤس رینٹ الاؤنس پر نظرثانی کی ضرورت

مولانا منظور احمد چنیوٹی، بسم اللہ الرحمن الرحیمo

میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ سابقہ حکومت کے سیاہ ترین اور لوٹ مار کے دور میں گورنمنٹ ملازمین کی باقی حق تلفیوں کے ساتھ ساتھ ان کے ہاؤس رینٹ پر ڈاکہ ڈالا گیا اور اسے فریز کر دیا گیا۔ جو کہ ملازمین کا قانونی اور آئینی حق تھا۔ دوسرے الفاظ میں ملازمین کی رہائش کی سہولت ختم کر کے ان کے سر چھپانے کے لیے جھونپڑی چھیننے کی کوشش کی گئی جو کہ غریب ملازمین پر ظلم عظیم ہے ۔ موجودہ ہاؤس رینٹ کی رقم سے کسی ملازم کے لیے کرائے پر مکان لینا ناممکن ہے ۔ اگر حکومت حسب روایت بجٹ کا بہانہ بنا کر معذرت کرنا چاہتی ہے تو کم از کم ہاؤس رینٹ کے سلسلے میں روا رکھی گئی ناانصافی کو فوری طور پر ختم کر کے ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرے تاکہ ہر محکمے میں گریڈوں کے حساب سے تمام ملازمین کو ادائیگی ہو سکے اور محروم ملازمین کی بے چینی اور اضطراب ختم ہو تاکہ وہ اپنا قانونی حق حاصل کر سکیں۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے اس اہم مسئلے کو زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین، جی لاء منسٹر صاحب ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر ! میں اس بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی تک اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ اس لیے مہربانی فرما کر اسے pend فرمالیں۔

جناب چیئرمین، حاجی غلام رسول صاحب! مولانا صاحب کی خدمت میں عرض کیجیے گا کہ ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا' اس لیے اسے pend کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا آپ اس پر راضی ہیں؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، ٹھیک ہے جی۔

جناب چیئرمین، جی' یہ تحریک التوائے کار pend کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 67 جناب سعید اکبر خان کی ہے۔

چونڈہ میں دہشت گردی کی واردات

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! پہلے اسی پر Call Attention Notice بھی ہو چکا ہے اور میں تحریک بھی پڑھتا ہوں۔

میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 23۔ اکتوبر 1997ء کو تمام اہم قومی اخبارات میں یہ خبر شہ سرخی کے ساتھ شائع ہوئی ہے کہ "چونڈہ میں دہشت گردی ' ایک عورت اور اس کی چار کمسن بیٹیوں کو ذبح کر دیا گیا"۔ واقعہ یوں ہے کہ ضلع سیالکوٹ میں چونڈہ سے تین کلومیٹر دور موضع کالے والی میں نامعلوم دہشت گردوں نے پاکستان آرمی کے ایک ریٹائرڈ فوجی کی بیوی اور چار کمسن بیٹیوں کو گھر کے اندر چھریوں کے پے در پے وار کر کے ذبح کر دیا اور خود فرار ہو گئے اور حکومت ابھی تک دہشت گردی میں ملوث مجرموں کو پکڑنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ مذکورہ بالا سنگین اور اندوہ ناک واقعے کے علاوہ دہشت گردی کے متعدد واقعات رونما ہو چکے ہیں۔ لیکن حکومت پنجاب دہشت گردی کا بل پاس کروانے ' ایلیٹ فورس قائم کرنے ' پولیس کو جدید ترین اسلحے سے لیس کرنے اور ٹرانسپورٹ فراہم کرنے کے باوجود دہشت پسندانہ کارروائیوں کے نیٹ ورک پر قابو نہیں پا سکی ۔ جس سے دہشت گردی کے خونی واقعات کا گراف دن بدن بڑھتا جا رہا ہے ۔ مخدوش حالات اور دہشت گردی کے واقعات نے پورے صوبے کا امن و امان تباہ کر دیا ہے اور حکومت دہشت گردی کے واقعات کو روکنے کے لیے ٹھوس منصوبہ بندی کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ جس سے صوبے بھر کے عوام میں شدید خوف و ہراس ' بے چینی اور اضطراب پایا جانے لگا ہے۔ لہٰذا مذکورہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب چیئرمین، جو یہ تحریک پیش کی گئی ہے یہ اسی ایجنڈے پر ابھی توجہ دلاؤ نوٹس میں شامل

تھی اور اس کا جواب دے دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ تحریک قابل پیش رفت نہیں رہی۔

وزیر خزانہ، جناب چیئرمین ! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں فاضل رکن کو مطمئن کرنا چاہوں گا ۔ ہم تحریک التوائے کار سے گریز نہیں کرنا چاہتے۔ میں ان کو مطمئن کرنا چاہوں گا تاکہ وہ از خود اس کو press نہ کریں۔ ویسے تو وہ ہاؤس میں بیٹھے تھے جب میں نے جواب دیا ہے۔

جناب چیئرمین، انھوں نے تو پہلے ہی فرما دیا ہے کہ اس کا جواب توجہ دلاؤ نوٹس میں آ گیا ہے۔ لیکن میں پھر پڑھ رہا ہوں۔ وہ press نہیں کرتے اور یہ disposed of تصور ہو گی۔

وزیر خزانہ، جناب والا ! اس میں کوئی غفلت نہیں۔ ملزم گرفتار ہو چکا ہے اور باقی حالات میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیے ہیں۔

جناب چیئرمین، وہ اس بات سے disagree نہیں کرتے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین ! چونکہ کھوسہ صاحب نے توجہ دلاؤ نوٹس میں تمام واقعات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور انھوں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ ہم کوشش کر رہے ہیں' اس وجہ سے میں اسے press نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے جی' یہ disposed of تصور ہو گی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 68 جناب محمد صدیق سالار صاحب۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب والا! میری تحریک محکمہ صحت سے متعلقہ ہے۔ لیکن وزیر صحت موجود نہیں ہیں۔

وزیر صحت، جناب والا ! میں حاضر ہوں۔

سول ہسپتال فیصل آباد کو آلات و دیگر سامان کی عدم دست یابی

چودھری محمد صدیق سالار، جی میں پڑھتا ہوں۔ میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میرے شہر فیصل آباد میں سول ہسپتال کے لیے سابقہ سال جو گرانٹ دی گئی وہ lapse ہوئی ۔ کوئی چیز سول ہسپتال کو خرید کر نہ دی گئی۔ ابھی اس سال

بھی جو رقم دی گئی ہے ایم ایس کے بار بار لکھنے کے باوجود فیصل آباد کے شہر کے لیے وہ سامان' وہ آلات نہیں خریدے گئے جو وہاں کے شہریوں کے لیے ضروری ہیں - اس سے شہر میں بے چینی پائی جاتی ہے۔

جناب چیئرمین، جی وزیر صحت -

وزیر صحت (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی)، جناب چیئرمین! 97-1996ء میں ایم ایس ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال فیصل آباد نے مالی سال کے بالکل اختتام پر indent بھیجا' اس میں جو demands کی گئی ہیں ان میں stress testing system ہے کوئی bedside monitor ہے' suction pump ہے - محکمہ صحت کی پرچیز کمیٹی نے جون کے مہینے میں سامان خریدنے کے منظوری دے دی تھی کیونکہ ہسپتال کا سامان باہر سے منگوانے کے لیے تقریباً تین ماہ درکار ہوتے ہیں۔ اس لیے محکمہ صحت نے local L C کھولنے کے لیے محکمہ خزانہ سے استدعا کی مگر محکمہ خزانہ نے بوجہ منظوری نہ دی۔ اس طرح سامان خریدنے کی رقم حکومت کے خزانے میں ہی رہی۔ تاہم اس سال مذکورہ ہسپتال نے ابھی نئے indent بھیجے ہیں جو کہ محکمے میں تکمیل کے مراحل تقریباً طے کر چکے ہیں اور مطلوبہ تمام سامان جو کہ ایم ایس نے ڈیمانڈ کیا ہے ان شاء اللہ دو ماہ کے اندر اس ہسپتال کو مہیا کر دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین، صدیق سالار صاحب! آپ مطمئن ہیں؟

چودھری محمد صدیق سالار، جناب والا! میرا شہر پنجاب میں دوسرے نمبر کا شہر ہے اور وہ مزدوروں کا شہر ہے۔ میں یہاں پر اس بات پر ان کو مبارک بھی دوں گا کہ وہاں ہسپتال کے اندر پہلے چوبیس گھنٹوں کے اندر دوائیاں ملتی ہیں اور اس کے بعد رش بھی بہت ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ امراض قلب کے لیے' جو کہ بہت پھیل گئے ہیں' اس کے لیے ایم ایس صاحب نے سیکرٹری صحت کو بار بار لکھا ہے۔ لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو جیسے پہلے ہمارے شہر پر خرچ ہونے والی رقم lapse ہوئی اس سال بھی وہ سامان نہ مل سکے تو بیمار آدمیوں اور وہاں کے عوام میں بے چینی ہے - اس لیے اس بے چینی کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وزیر صحت مجھے یہ یقین دلائیں کہ یہ ہر حال میں امراض قلب کا سامان ہسپتال میں مہیا کریں گے۔ اس کے ساتھ میں ان کو یہ مبارک باد ضرور دوں گا کہ وہاں کے ہسپتال کا ایم ایس اور عملہ ٹھیک کام کر رہا ہے اور ہمیں ان سے کوئی شکایت نہیں۔

جناب چیئرمین، اس سے پہلے متعلقہ وزیر نے یہ بات کہی ہے کہ دو تین ماہ میں یہ تمام سامان مہیا کر

دیا جائے گا۔

وزیرصحت، جناب چیئرمین ! آپ کی اجازت سے میں اپنے بزرگ اور پورے ہاؤس کی اطلاع کے لیے پھر دو فقرے دہرا دیتا ہوں کہ ایم ایس ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال فیصل آباد نے مالی سال کے اختتام پر indent بھیجا کہ ہمیں یہ چیزیں چاہییں تو محکمہ نے منظوری دے دی۔ لیکن اس سامان کو منگوانے کے لیے ایک طریقۂ کار ہے۔ باہر کے ممالک سے سامان منگوانے کے لیے ایک ایل سی کھولنی پڑتی ہے' ایک سسٹم ہوتا ہے۔ وہ چونکہ مالی سال کے آخری دن تھے اور چونکہ اس میں محکمہ خزانہ بھی ملوث ہوتا ہے۔ بہرحال' محکمہ خزانہ نے منظوری نہ دی اور وہ فنڈز واقعی lapse ہو گئے اور خزانے میں آ گئے۔ اب جوں ہی نیا مالی سال شروع ہوا ہے انھوں نے وہی indent دوبارہ بھیجا ہے اور ہم نے اس کو منظور کر کے محکمہ خزانہ میں بھی بھیج دیا ہے۔ ایل سی کھل گئی اور سامان بھی اگلے دو ماہ میں ان کو مل جائے گا۔ یہ میں ان کو undertaking دیتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میری اس یقین دہانی پر وہ اب پریس نہیں کریں گے۔

جناب محمد افضل خان ، جناب چیئرمین! شکریہ ۔ یہاں پر میں وزیر صاحب سے یہ کہنا چاہوں گا اس ایم ایس نے یہ فنڈز لیٹ کیوں بھیجے' اس نے ریکوزیشن کیوں لیٹ بھیجی اور ایسا کیوں ہوا کہ وہ فنڈز lapse ہو گئے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سے اس بات کی پوچھ گچھ ہونی چاہیے اور اب جب کہ نئے مالی سال کے اندر وہ ڈیمانڈ آ رہی ہے تو ہمیں ان فنڈز کو ایک اضافی فنڈ کی صورت میں دیا جائے۔ تاکہ ہمارے ہسپتال کے جو مزید معاملات ہیں وہ بہتر طور پر چلائے جا سکیں۔

وزیرصحت ، جناب چیئرمین ! میں یہاں جناب افضل خان صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا اور وہ اس سلسلے میں کافی معلومات بھی رکھتے ہیں۔ جناب والا! ہر ڈی ایچ کیو میں امراض قلب کی سہولتیں حاصل نہیں ہوتیں۔ یہ فیصل آباد کے لوگوں کی ڈیمانڈ پر ' فیصل آباد کے ڈاکٹروں اور ایم ایس کی ڈیمانڈ پر کہ یہاں پر مانیٹرنگ سسٹم بھی ہونا چاہیے' stress test سسٹم بھی ہونا چاہیے۔ اس وقت پھر انھوں نے ایک تجویز بنا کر بھیجی جو کہ اتفاق سے مالی سال کے آخری دنوں میں آئی۔ لیکن میں اب آپ کو یقین دہانی کرواتا ہوں کہ وہ تمام کاغذی کارروائی مکمل ہو چکی ہے اور وہ سامان اگلے دو ماہ میں وہاں پر install ہو جائے گا۔

جناب محمد افضل خان، جناب چیئرمین! میں یہاں پر وزیر موصوف کو یہ بتانا چاہوں گا کہ اس وقت

سول ہسپتال میں جو امراض قلب کا یونٹ ہے وہ لوگوں نے چندہ اکٹھا کر کے بنایا ہے۔ وہ لوگوں نے انڈسٹریز سے پیسے مانگ کر بنایا ہے اور آج بھی وہ چندہ اکٹھا کر کے چلایا جا رہا ہے۔اس کے علاوہ وہاں جو ڈاکٹر موجود ہیں وہ بھی مستقل نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین،وزیر صحت۔

وزیرصحت ، جناب چیئرمین! انھوں نے بالکل بجا فرمایا ہے۔ میرے دوستوں نے جن میں وزیر اوقاف صاحبزادہ فضل کریم نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ لوگوں نے اجتماعی طور پر ایک فنڈ اکٹھا کر کے دل کے امراض کے لیے ایک یونٹ قائم کیا ہے۔ جناب والا! میں یہ گزارش بھی کروں گا کہ ترقی یافتہ ممالک میں بھی حکومتی سطح پر طب کی تمام سہولتیں فراہم نہیں کی جا سکتیں۔اس وقت بھی میں یہی کہوں گا کہ این جی او کو آگے بڑھنا پڑے گا۔ میں فیصل آباد کے ان لوگوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں لیکن جہاں تک حکومتی حصہ ہے اور یہ جو testing system کی ڈیمانڈ کی گئی ہے حکومتی حصہ اگلے دو ماہ میں ادا ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جناب چیئرمین ، صدیق سالار صاحب! وزیر موصوف کی یقین دہانی پر آپ اسے پریس نہیں کرتے؟

چودھری محمد صدیق سالار ، جناب' میں ایک بات کرنے کے بعد اپنی تحریک پر زور نہیں دوں گا کہ یہ ڈاکٹر جاوید اقبال کی کوشش ہے' اس لیے وزیرصحت صاحب ان کو شاباش بھی دیں اور ان سے ملیں اور یونٹ کا ملاحظہ کریں۔

وزیرصحت ، میں ان شاء اللہ تعالیٰ پورے ہاؤس کی طرف سے خراج تحسین پیش کروں گا' ان کو خط لکھوں گا اور میں یہ بھی یہاں بتا دینا چاہتا ہوں کہ موجودہ پاکستان مسلم لیگ کی حکومت اور قائد ایوان میاں شہباز شریف صاحب نے بڑے واضح طور پر ایک پالیسی ہمیں دی ہے کہ جو صحیح کام کرے اسے خراج تحسین پیش کریں' ان کو incentive دیں اور جو غلط کام کرے گا وہ ہمارے آہنی ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔ان شاء اللہ ہم ان کو خراج تحسین پیش کریں گے۔

جناب چیئرمین ، یہ تحریک التوائے کار dispose of ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین، اب ہم گورنمنٹ بزنس کو ٹیک اپ کرتے ہیں ۔ نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن بل 1997ء کو ٹیک اپ کرتے ہیں ۔

قرار داد

پاکستان کی سیاست سے ہارس ٹریڈنگ کے خاتمہ کے لیے

وزیراعظم کے اقدامات پر خراج تحسین

خواجہ سعد رفیق، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر قاعدہ نمبر 234 کے تحت قاعدہ نمبر 32(2)c اور قاعدہ نمبر 115(1) کو معطل کر کے مجھے ایک قرار داد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین ، خواجہ سعد رفیق صاحب نے قاعدہ نمبر 234 کے تحت قاعدہ نمبر 32(2)c اور قاعدہ نمبر 115(1) کو معطل کر کے قرار داد پیش کرنے کی اجازت چاہی ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین ، میں خواجہ سعد رفیق کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ یہ ریزولیوشن ہاؤس میں پیش کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! میں نے پہلے اس کی مخالفت کی تھی آپ کو چاہیے تھا کہ آپ مجھے پہلے سنتے۔

جناب چیئرمین ، جی یہ بات آپ کی ٹھیک ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! اس کے بعد question put کیا جاتا تو بہتر تھا۔

جناب چیئرمین ، اب میں question put کر چکا ہوں اور ایوان نے اپنی رائے بھی دے دی ہے۔ اب اس ریزولیوشن کو پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ کو اس بحث میں بات کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین ! میں نے اس مطلی کو oppose کیا تھا' اس لیے آپ کو چاہیے تھا کہ----- (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین ، قائد حزب اختلاف کی بات بڑی جائز ہے انھوں نے رولز کو معطل کرنے کی مخالفت کی تھی' اس لیے ان کو پہلے موقع ملنا چاہیے۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب چیئرمین! کیا ہی اچھا ہوتا کہ جس وقت میں نے اس مطلی کی مخالفت کر دی تھی بہتر یہ تھا کہ مجھے پہلے سن لیا جاتا اور اس کے بعد آپ question put کرتے۔ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کی اجازت دی۔

جناب والا! اس ایوان میں بہت ہی غلط روایات ، مختلف ایوانوں میں، مختلف ادوار میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ رولز کو معطل کر دیا جاتا ہے۔ جناب چیئرمین ! رولز کی پروویژن کس لیے بنائی گئی ہے؟ وہ ایک طریقۂ کار ہے جس پر عمل کرکے کوئی بھی قرار داد ہو اس کو پیش کیا جاتا ہے اور میں آپ کو یہ بھی مثال دوں گا کہ کئی ایسی قراردادیں ہیں۔ میں آپ کو اپنی مثال دیتا ہوں کہ میں نے کئی قرار دادیں یہاں اسمبلی سیکرٹریٹ میں جمع کروائی ہیں جو کہ اس اجلاس سے بھی پہلے کی تھیں اور اگر ان کو دیکھا جائے اور کوئی سوچے اور سمجھے تو وہ بہت ہی اہم نوعیت کی تھیں۔ ایک کالا باغ ڈیم کے متعلق قرارداد تھی، ایک اس صوبے میں قانون سازی سے متعلق قرارداد تھی کہ نماز کی پابندی کی جائے، ایک قرارداد یہ تھی کہ بلا سود بنکاری پر یہاں ایک تجویز آئے اور اس کو عمل میں لایا جائے۔ جناب چیئرمین! ایسی بہت ہی اہم قراردادیں ہیں جن کو طریقۂ کار کے مطابق بھی ٹیک اپ نہیں کیا گیا۔ آپ دیکھیں، ماشاء اللہ 13 تاریخ کا یہ اجلاس شروع ہے اور آج 30 تاریخ ہے۔ ان اٹھارہ دنوں میں اسمبلی سیکرٹریٹ نے آج تک وہ فائل نہیں نکالی۔ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر جو قرعہ اندازی ہوتی ہے اس میں بھی یہ قراردادیں ابھی پیش نہیں ہوئیں۔ اگر حکومت کی طرف سے اکثریت کی بنیاد پر ایک قرارداد آتی ہے، اس کے لیے فوری طور پر رولز معطل کر دیے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک نہایت ہی غلط روش ہے، ایک غلط روایت ہے جو ہم اپناتے آ رہے ہیں۔ جناب چیئرمین بارہا میں نے اور بہت سے دوسرے معزز اراکین نے اس بات کو پوائنٹ آؤٹ کیا ہے کہ ہمیں strictly on the basis of rules and procedure معاملات کو ٹیک اپ کرنا چاہیے۔ ہم ایسی روایات قائم نہ کریں کہ یا معزز اراکین آنے والے ادوار میں یہ غلط روایات quote کریں۔ جناب چیئرمین! میں اس کو opppose کرتا ہوں اور آپ کو یہ باور کروانا چاہتا ہوں کہ ہم ایسی روایات قائم کریں جو کہ اس ایوان کے لیے بہتر سمجھی جائیں اور ان روایات کو آنے والی اسمبلیاں follow کریں۔ یہ کوئی بات نہیں کہ اگر حکومت کوئی قرارداد لانا چاہتی ہے تو اس کے لانے کے لیے بھی طریقۂ کار موجود ہے۔ وزیر موصوف تین دن کا نوٹس دے سکتے ہیں۔ بڑے relevant rules ہیں۔ اگر وہ اس قرار داد کو لانا چاہتے ہیں، تو ابھی اجلاس نے اور آگے چلنا ہے، 3 تاریخ تک تو ہمیں ایجنڈا دیا گیا ہے۔ اگر وہ ایک طریقۂ کار کے مطابق اس قرارداد کو submit کرتے، اس کا ایک procedure follow کیا جاتا تو وہ بہت زیادہ بہتر تھا۔ جناب والا! میں یہی عرض کروں گا کہ رولز کو follow کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ رولز میں یہ suspension کی یہ provision ہے۔

ن جناب چیئرمین! suspension ان حالات میں کی جاتی ہے جب ایمرجنسی ہو۔ آج میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسی ایمرجنسی ہے کہ قرارداد آئے۔ مجھے نہیں پتا کہ کس قسم کی قرارداد آ رہی ہے۔ لیکن جو ی قرارداد آ رہی ہے۔ میں اس suspension کو اس لیے oppose کر رہا ہوں کہ ہمیں Rules of Procedur کو follow کرنا چاہیے۔

یر سید محمد بنیامین رضوی، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

ناب چیئرمین، جی۔

یر سید محمد بنیامین رضوی: جناب والا! منیس صاحب precedents کی بات کر رہے تھے۔ ان کے اپنے دور کے ایسی ایسی precedents اور روایات یہاں موجود ہیں جو پاکستان کی پارلیمانی تاریخ کا یاہ باب ہیں۔

بناب چیئرمین، پیر بنیامین رضوی صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

یر سید محمد بنیامین رضوی، یہاں پر رولز کو suspend کرکے سپیکر کا انتخاب کروایا گیا۔ یہاں رولز کو suspend کرکے میاں منظور احمد وٹو کو چیف منسٹر بنایا گیا۔

بناب چیئرمین، وزیر قانون۔

زیر قانون، شکریہ۔ جناب والا! میں مختصراً صرف اتنی عرض کرنا چاہوں گا اور میں اپنے محترم بھائی سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت کس رول کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ بات 234 کی ہو رہی تھی اور یہ 234 رولز کا ایک حصہ ہے۔ اور اسی رول کے تحت معزز رکن نے آپ سے اجازت مانگی ہے۔ آپ نے ؤس سے اس کی رائے طلب کی۔ ہاؤس نے اس بات کی اجازت دی۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کسی قانون کی ایسی کوئی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ بہرحال' اسی ہاؤس میں یہ precedent موجود ہے' جس لرح بنیامین صاحب نے فرمایا' کہ بہت سے ایسے معاملات جن کو رولز suspend کرکے طے نہیں کیا ا سکتا تھا وہ بھی طے کیے گئے۔ اور یہ تو ایک قرارداد کا معاملہ ہے اور precedent موجود ہے کہ بے نار قراردادیں' تحاریک التوائے کار اور تحاریک استحقاق رولز کو معطل کر کے آتی رہی ہیں رولز کو معطل کر کے اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ ہاؤس consent دے چکا ہے۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ محرک کو اجازت فرمائیں کہ وہ تحریک پیش کریں۔

ناب چیئرمین، چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب بھی اس سلسلے میں کوئی بات کرنا چاہیں گے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! میں یہ resolution پیش ہونے کے بعد بات کر لوں گا۔

جناب چیئرمین، میں ہاؤس میں پھر question put کروں گا کہ خواجہ سعد رفیق صاحب کی ایک Resolution قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ (c)(2) 32 اور قاعدہ (1) 115 کو معطل کرکے قرار داد پیش کرنے کی اجازت چاہی ہے۔ تو میں ہاؤس سے پوچھتا ہوں کہ کیا قرار داد پیش کرنے کی اجازت دی جائے؟

(تحریک منظور ہوئی)

جناب چیئرمین، تو خواجہ سعد رفیق صاحب قرار داد پیش کریں۔

خواجہ سعد رفیق، یہ ایوان آئین پاکستان اور پارلیمنٹ کی بالا دستی پر مکمل یقین رکھتے ہوئے اس اعتماد کا اظہار کرتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بقاء و سلامتی کے لیے، جمہوریت کے فروغ کے لیے، وطن عزیز میں پاک صاف سیاست کو رائج کرنے کے لیے پارلیمنٹ جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کی قیادت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی۔ مزید برآں یہ ایوان پاکستان کی سیاست سے لوٹا کریسی، ہارس ٹریڈنگ اور ضمیر فروشی کے خاتمے کے لیے مثالی اور تاریخی کردار ادا کرنے پر وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کے اقدامات کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) وزیراعظم پاکستان کی ان تمام کاوشوں سے اظہار یک جہتی کرتا ہے اور ان کی مدبرانہ قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین، یہ ایوان آئین پاکستان اور پارلیمنٹ کی بالا دستی پر مکمل یقین رکھتے ہوئے اس اعتماد کا اظہار کرتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بقاء و سلامتی کے لیے، جمہوریت کے فروغ کے لیے وطن عزیز میں پاک صاف سیاست کو رائج کرنے کے لیے پارلیمنٹ جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کی قیادت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی۔ مزید برآں یہ ایوان پاکستان کی سیاست سے لوٹا کریسی ہارس ٹریڈنگ اور ضمیر فروشی کے خاتمے کے لیے مثالی اور تاریخی کردار ادا کرنے پر وزیراعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کے اقدامات کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ وزیراعظم پاکستان کی ان تمام کاوشوں سے اظہار یک جہتی کرتا ہے اور ان کی مدبرانہ قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔ اس میں محرک ہیں خواجہ سعد رفیق، اختر محمود ایڈووکیٹ ایم پی اے، ملک آصف علی، ملک غلام محمد، میاں فضل حق، سید شمس حیدر، احمد خان بلوچ، ایاز امیر صاحب اور پیر سید محمد بنیامین رضوی۔

پہلے اعظم چیمہ صاحب کو گزارش کی تھی۔ ان کے بعد سعید اکبر صاحب! آپ کی باری۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے آج مجھے اس اہم موضوع پر اظہار خیال کا موقع عطا فرمایا۔

جناب چیئرمین، چیمہ صاحب! ایک منٹ۔ یہ قرارداد پیش ہوچکی۔ اسے کسی نے بھی اپوز نہیں کیا۔ لہٰذا اس کو میں کسی discussion کے بغیر ہاؤس میں put کروں گا' کیوں کہ یہ اپوز نہیں ہوئی۔ میں اب اس کو ہاؤس میں put کرتا ہوں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب والا! میں نے اس وقت آپ کی توجہ دلائی تھی۔ آپ نے کہا تھا کہ میں اسے پڑھ لوں۔

جناب چیئرمین، نہیں' اپوز نہیں ہوئی۔ یہ اپوز اس وقت ہوتی تھی جب میں پڑھ چکا تھا اور محرکین کے نام بھی لے چکا تھا۔ آپ نے اپوز نہیں کیا۔ لہٰذا میں اسے ہاؤس میں put کرتا ہوں۔ اور جو اس قرارداد کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں گے۔ جو اس قرار داد کے مخالف ہیں وہ نہ کہیں گے۔

(قرار داد منظور ہوئی) (نعرہ ہائے تحسین)

مسودہ قانون

مسودہ قانون' نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن' مصدرہ 1997ء

(----پر بحث جاری)

MR CHAIRMAN: Now, we take up the Government business. We resume the consideration of Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill, 1997, as recommended by Special Committee No. 1. Clause 4 of the Bill was under consideration and Mr Saeed Ahmad Khan Manais, Leader of Opposition had moved an amendment in sub-clause (4) of Clause 4 of the Bill. I invite Mr Saeed Ahmad Khan Manais to make a speech in favour of this amendment.

منیس صاحب کلاز 4 ہے اور اس میں آپ کی amendment ہے' یہ میرے خیال میں کل آپ move کر چکے ہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! یہ کلاز 4 کی بات ہے۔

جناب چیئرمین، میرے خیال میں یہ آپ کل move کر چکے ہیں۔ اور اس پر کل بحث بھی کر چکے ہیں۔ اب میں نے اس پر question put کرنا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، اس پر میں نے غالباً بات نہیں کی تھی۔

جناب چیئرمین، میرے خیال میں کل آپ اس پر بات کر چکے ہیں۔ لیکن اس پر question put کرنا رہ گیا تھا۔

جناب سعید احمد خان منیس ، میں نے move کیا تھا مگر اس پر میں نے پھر بات نہیں کی تھی۔

جناب چیئرمین، جی آپ بات کرسکتے ہیں ۔ بات کرلیں۔ ضرور کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! (مداخلتیں)

جناب چیئرمین، عمران مسعود صاحب آپ اپنی سیٹ پر تشریف لائیں۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! یہ کل میں نے ترمیم پیش کی تھی کہ سپیشل کمیٹی نے جو مسودہ پیش کیا ہے۔ اس میں (4) sub clause میں کہا گیا ہے کہ،

Except for official members, a person appointed to the Board shall be a person of eminence in this field.

جناب والا! اس میں میری amendment تھی کہ ،

Except for official members, a person appointed to the Board shall be a person of eminence who worked for the ideology of Pakistan during the Pakistan Movement

جناب والا! جیسا کہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ a person of eminence یہ ایک it is quite a wide term. اور اس میں جیسے کل میں نے کچھ نام پڑھے تھے۔ کہ جو بورڈ آف گورنرز میں شامل کیے گئے ہیں۔ جناب چیئرمین! مجھے ان ناموں پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اُن لوگوں کو اس میں شمولیت کا موقع دیا جائے جن کا نظریۂ پاکستان پر یقین بھی ہو اور جنھوں نے تحریک پاکستان میں حصہ بھی لیا۔

جناب چیئرمین! بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے تحریک پاکستان میں بہت ہی اہم کام سرانجام دیے ہیں اور بہت ہی نمایاں طریقے سے اس کے لیے کام کیا ہے۔ ان کے بزرگوں، ان کے رشتے داروں اور ان کے بھائیوں نے اپنی جانیں تک.....

جناب چیئرمین، Order please, order وزرائے کرام سے میری گزارش ہے کہ اگر وہ دستخط کرنا ہی چاہتے ہیں تو لابی میں تشریف لے جائیں۔ جی۔

جناب سعید احمد خان منیس، بہت سے ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اس میں حصہ لیا۔ لیکن جیسا کہ میں نے کل بھی عرض کیا تھا کہ ان چوبیس ممبرز کی جو constitution ہوئی ہے۔ اب حکومت نے اپنی ترامیم کے ذریعے اسے unlimited میں تبدیل کر لیا ہے کہ جس کو مرضی چاہیں اس میں شامل کریں۔ جیسے میں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے ان ناموں پر کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن آپ ذرا اس پر غور فرمائیں گے یہ تمام سیاسی لوگ ہیں یا ایسے لوگ ہیں جن کا سیاسی لوگوں کے ساتھ تعلق ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس میں ان لوگوں کو بھی شامل کیا جائے جن کا تحریک پاکستان میں کردار بہت نمایاں رہا ہے۔ جناب چیئرمین! میں گزارش کروں گا کہ ہاؤس کو in order کیا جائے تاکہ وہ بات سن بھی سکیں۔

جناب چیئرمین، Order please, order قائد حزب اختلاف ہاؤس سے مخاطب ہیں۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ خاموشی اختیار کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، تو جناب چیئرمین! ان میں ایسے نام ہیں جن کا تعلق براہ راست سیاست سے ہے یا سیاست دانوں کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جن لوگوں کا تعلق سیاست سے ہے یا جن کا تعلق سیاست دانوں سے ہے ان کے پاس اتنا وقت بھی نہیں ہوگا کہ وہ اس فاؤنڈیشن میں اپنا کردار ادا کر سکیں اور کچھ ایسی تجاویز اور کام کر سکیں جو کہ فاؤنڈیشن کے اعلیٰ مفاد میں ہو۔ میری یہ تجویز ہے کہ جن لوگوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا ہے ان کو اس فاؤنڈیشن میں بطور ممبر شامل کیا جائے۔ ایک تو ان کا یہ صلہ ہوگا اور وہ یہ محسوس کریں گے کہ ہم نے پاکستان بنانے میں اگر کوئی خدمت سرانجام دی تھی، تو آج اس کا ہمیں یہ صلہ بھی مل رہا ہے کہ فاؤنڈیشن کے بہتر مفاد اور پاکستان کے بہتر مفاد کے لیے ہمیں اس میں ایک نمائندگی دے دی گئی ہے اور ہم اس میں کام کریں۔

جناب چیئرمین! میرے خیال میں آپ بھی کسی اور طرف متوجہ ہیں اور اس فاؤنڈیشن کی بہتری کے لیے میں جو تجاویز پیش کر رہا ہوں آپ بھی شاید اس کو سننے کے موڈ میں نہیں اور نہ ہی حکومتی بنچوں کی طرف سے کوئی اس کو سننے کے موڈ میں ہے۔ میں تو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج حکومتی اراکین کو اس میں contribution کے لیے ایک موقع ملا ہے۔ ان پر بولنے کی پابندی ختم ہو چکی ہے' یہ اپنی زنگ آلود زبانیں صاف کر کے اس میں contribution کریں۔ اب وہ آزاد ہو چکے ہیں' اب رہا ہو چکے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کو اس میں contribute کرنے کے لیے آگے آنا چاہیے۔ اور انھیں کوئی خوف و خطر محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے وہ بندھے ہوئے تھے' بیڑیاں ڈی ہوئی تھیں' زبانیں بند تھیں لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی آزادی ہو چکی ہے' وہ رہا ہو چکے ہیں۔ اب وہ اس میں contribute کریں کہ یہ قانون سازی تحریک پاکستان کے حوالے سے ہے۔

چودھری محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر جناب۔

جناب چیئرمین: جی صدیق سالار صاحب۔

چودھری محمد صدیق سالار: زبانیں بند تھیں' ہم بندھے ہوئے تھے۔ کیا یہ ہر روز ہماری زبانیں چلتی سن نہیں رہے؟ ہم نہ بندھے ہوئے تھے' نہ کچھ۔ ہم اپنے ڈسپلن سے پیار کرتے ہیں' ہمیں اس سے محبت ہے' ہم اس کی محبت کے بندھے ہوئے ہیں اور کسی چیز کے نہیں بندھے ہوئے۔ آپ زبان کو استعمال کرتے وقت ذرا مہربانی فرمایا کریں۔

جناب چیئرمین: جی نوابزادہ صاحب۔

نواب زادہ منصور احمد خان: ہماری روایات یہ ہیں کہ جب قائد حزب اختلاف مخاطب ہوں تو interrupt نہیں کیا جاتا' آپ یہ ذرا فاضل ممبر کو بتا دیں۔

جناب چیئرمین: آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔ تو میں صدیق سالار صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ جب قائد حزب اختلاف ہاؤس سے مخاطب ہوں تو وہ interrupt نہ کیا کریں۔ جی۔

جناب سید احمد خان منیس: تو جناب چیئرمین! میں اس میں یہ گزارش کروں گا کہ جس طرح میں نے یہ ترمیم پیش کی ہے کہ،

Except for offocial Members, a person appointed to the Board shall be a person of eminence who worked for the Ideology

of Pakistan during the Pakistan Movement

تو ایسے لوگوں کو اس میں شامل کیا جائے جنھوں نے تحریک پاکستان میں نظریۂ پاکستان کے لیے کام کیا تھا۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین، جی' اس پر کوئی اور صاحب بات کرنا چاہیں گے؟ کوئی نہیں۔

So, the amendment moved and the question is:

That for sub clause(4) of Clause 4 -----

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! اس میں شاید وزیر قانون کچھ بات کریں گے' کیونکہ ہو سکتا ہے ان کو یہ ترمیم پسند آئی ہو اور شاید وہ مان ہی جائیں۔

جناب چیئرمین، جی' وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! جہاں تک پسند آنے کا تعلق ہے میں نے اس کو پہلے سے oppose کر رکھا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ معزز قائد حزب اختلاف نے جن خدشات کا اظہار کیا ہے میں نے انھیں بارہا کہا ہے کہ اگر یہ اپنے ذہن سے تھوڑا سا پرانا اثر نکال دیں تو انھیں اس بات کا یقین آ جائے گا کہ موجودہ حکومت اس قسم کا کوئی اقدام کرنے کے لیے تیار نہیں جو کل ہمارے لیے پریشانی کا باعث بنے۔

جناب سپیکر! انھوں نے کہا ہے کہ اس میں ان تمام لوگوں کو شامل کیا گیا ہے جن کا تعلق ایک جماعت کے ساتھ ہے۔ تو میں اس سلسلے میں یہ وضاحت کرنا چاہوں گا کہ پاکستان مسلم لیگ ایک ایسی جماعت ہے جس کا پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے ساتھ تعلق کسی طور پر بھی الگ نہیں کیا جا سکتا اور دوسرے لفظوں میں' میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جو لوگ پاکستان کی سلامتی' یک جہتی اور ترقی پر یقین رکھتے ہیں ان کا تعلق یقیناً پاکستان مسلم لیگ سے ہوگا۔ جناب سپیکر! اسی طرح جو لوگ نظریۂ پاکستان کا فروغ چاہتے ہیں' اس کی ترویج چاہتے ہیں۔صرف اور صرف پاکستان مسلم لیگ سے ہی ان کا تعلق ہو سکتا ہے۔ اور میں معزز قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہمیں اس قسم کا کوئی آدمی ان کی جماعت میں نظر آئے جس کی وہ نشان دہی کریں تو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ غور کریں گے اور اس کو بھی اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جیسے میں نے اسی بل پر بارہا کہا ہے کہ ہمارا ماضی کا تجربہ بڑا تلخ ہے اور جن لوگوں کو انھوں نے اس ادارے کی باگ ڈور دی تھی۔ انھوں

نے جو کچھ کیا ہم اس سے تھوڑا سا خوف زدہ تھے' اس لیے ہم نے بڑی چھان بین کے بعد یہ موجودہ بورڈ ترتیب دیا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح قائد حزب اختلاف نے یہ کہا کہ لوگ آزاد ہو چکے ہیں۔ تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان مسلم لیگ نے گزشتہ تین چار سال سے قائد پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں ایک خاص سیاسی کلچر کو جنم دیا ہے اور وہ سیاسی کلچر ہمیں اس بات کا سبق دیتا ہے کہ ہم ضمیر فروش نہیں' ہم لوٹے نہیں اور ہم اپنی جماعت سے کبھی بغاوت کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہم نے اگر میاں نواز شریف کو قائد چنا ہے' وہ ہمارے قائد ہیں' تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی قیادت میں ہم ہر حال میں متحد رہیں گے اور ان کے ایک رفیق کار اور کارکن کے طور پر کام کریں گے۔ جناب سپیکر! میں پھر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تھوڑا سا اپنے ذہن پر سے ماضی کا دھندلا صاف کریں۔ جس طرح یہ کرتے رہے ہیں کہ جس قائد کے ٹکٹ پر منتخب ہو کر آئے اسی کے خلاف گئے' اسی سے بغاوت کی اور تھوڑی دیر پہلے جس طرح بنیامین صاحب نے کہا تھا کہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ پاکستان مسلم لیگ اس تاریخ کو نہیں دہرائے گی اور ہم نے جس وفاداری کے کلچر کو' جماعت کے اصولوں کی پابندی کو اور جماعت کے قائد کے ساتھ وفاداری کے جس کلچر جنم دیا ہے' ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت اس پر کاربند رہیں گے۔ شکریہ جناب سپیکر!

MR CHAIRMAN: The amendment moved and the question is:

That for sub-clause(4) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No.1, the following shall be substituted.

> "Except for official members, a person appointed to the Board shall be a person of eminence who worked for the Ideology of Pakistan during the Pakistan Movement."

(The motion was lost.)

MR CHAIRMAN: The fifth amendment in sub-clause (4) of Clause 4 is from:

1 Mr Saeed Ahmad Khan Manais

2. Mr Saeed Akbar Khan
3. Sardar Rafique Haider Leghari
4. Mr Mansoor Ahmad Khan
5. Maulana Manzoor Ahmad Chinioti
6. Mr Moazzam Jehanzeb Ahmad Khan Wattoo
7. Pir Shujaat Hasnain Qureshi
8. Syed Masood Alam Shah
9. Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi
10. Mr Khalid Javed Waraich

This amendment cannot be taken up as it is a repetition of earlier motion and is in consistent with the previous decision of the House given in respect of the fourth amendment. Therefore, the fifth amendment cannot be moved under Rule 194(1) read with Rule 198(4).

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! یہ مکمل طور پر مختلف ہے۔ آپ اس پر غور فرمائیں گے تو اس میں آخری الفاظ omit ہوئے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین، یہ اسی قسم کی ہے۔ اس میں ہاؤس اپنا فیصلہ دے چکا ہے۔ اس میں میری رولنگ بھی آ چکی ہے۔ اس لیے next کو take up کرتے ہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! اگر آپ صحیح سمجھتے ہیں کہ repetition ہے۔ چونکہ میں سمجھتا ہوں اور میں نے اس میں یہ کہا تھا کہ جنھوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا ہے۔ اگر حکومت اکثریت رائے سے اسے منظور نہیں کر رہی۔ پھر یہ ہے کہ جو تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے نہیں ہیں تو کم از کم نظریۂ پاکستان میں حصہ لینے والے جو ہیں ان لوگوں کو حصہ دیا جائے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! جناب نے بالکل درست فرمایا ہے کہ یہ بالکل اس کی repetition ہے۔ تحریک پاکستان اور موومنٹ لفظوں کا ہیر پھیر ہے۔ لیکن مفہوم ایک ہے۔ جس طرح جناب نے فرمایا ہے۔

جناب چیئرمین: جی ہاں، مفہوم ایک ہی ہے۔

وزیر صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں اپنے بھائی جناب سعید خان منیس صاحب کو آپ کی وساطت سے بتانا چاہتا ہوں کہ ایک دفعہ ایک ناخلف نے اپنی شادی پر اپنے باپ کو نہ بلایا۔ باپ نے اس سے کہا کہ تم نے مجھے اپنے ویسے پر نہیں بلایا۔ اس نے کہا کہ کیا آپ نے مجھے اپنے ویسے پر بلایا تھا۔

جناب چیئرمین! پیپلز پارٹی کا تحریک پاکستان سے کیا تعلق ہے؟ پیپلز پارٹی میں جو لوگ قسم کے لوگ ہیں۔ یہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بیس سال بعد خود پیدا ہوئے ہیں۔ یہ تحریک پاکستان کے لوگ کہاں سے آ گئے؟ پاکستان مسلم لیگ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے پاکستان کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ میں یہ ببانگ دہل کہوں گا کہ یہ جو پاکستان موومنٹ کا بل ہے۔ یہ جو فاؤنڈیشن ہے اس میں واقعی پاکستان مسلم لیگ کے ورکروں کا حق ہے۔ اس میں اور کون کہاں سے آ گیا؟ کون سی ترمیم؟

جناب چیئرمین: خاکوانی صاحب اس ملک کی تخلیق کا جو سہرا مسلم لیگ کے سر ہے، اس سے انھوں نے انکار تو نہیں کیا۔

Now, the sixth amendment, in sub-clause (5) of Clause 4, is from the Law Minister He may move it

MINISTR FOR LAW Sir, I move

That in sub-clause (5) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. I, for the word "three" appearing in line two, the word "five" shall be subsumed.

MR CHAIRMAN: The amendment moved is

That in sub-clause (5) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. I, for the word "three" appearing in line two, the word "five" shall be substituted

MR SAEED AKBAR KAHN: I oppose.

جناب چیئرمین، سعید اکبر صاحب اسے oppose کرتے ہیں۔

Now, I invite the mover to make a speech, if he wants, in favourof the amendment.

وزیر قانون، جناب سپیکر! بل میں بیان کیا گیا ہے کہ بورڈ کے ممبران کے عہدے کی مدت تین سال ہوگی۔ ترمیم کے ذریعے تجویز کیا گیا ہے کہ مذکورہ مدت پانچ سال ہوگی۔ اس کا مقصد بورڈ کو زیادہ مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا ہے تاکہ بورڈ اپنے مقاصد کے حصول اور فرائض کی انجام دہی مؤثر طریقے سے کر سکے اور روز مرہ کے ہٹائے جانے کے خطرہ سے دو چار نہ رہے۔ اس ترمیم کے حق میں' میں صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ تین سال کا عرصہ اگر دیا گیا تو پھر بورڈ کی کارکردگی کیا ہوگی اور اگر اس کو پانچ سال کا عرصہ دیا گیا تو پھر اس کی کارکردگی کیا ہوگی؟ اس ترمیم کے پیچھے جو سوچ کار فرما ہے وہ یہی ہے کہ ہم بورڈ کو زیادہ مثبت کردار ادا کرتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اس کو زیادہ سے زیادہ مہلت دینا چاہتے ہیں تاکہ جو اپنی پالیسیاں اور جو پروگرام بنائے۔ اس کو زیادہ سے زیادہ موقع دیا جائے کہ وہ اس پر عمل در آمد کر سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی جائز تجویز ہے۔ اس سے بورڈ کی کارکردگی بہتر ہوگی' اس لیے اسے منظور فرمایا جائے۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب چیئرمین، جی سعید اکبر صاحب۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر! ہم پہلے دن سے یہ گزارش کر رہے ہیں کہ گورنمنٹ کسی بھی قانون سازی پر mind apply نہیں کرتی اور ایڈہاک ازم پر یہ بات کرتے ہیں۔ صبح ان کی سوچ کچھ ہوتی ہے' دوپہر کو بدل جاتی ہے اور اس کے بعد اور آ جاتی ہے۔ عام لوگوں کے ذہنوں میں جو tenure ہے اور جو عام لوگوں کے تصورات میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ تین سال کو لوگ بہتر سمجھتے ہیں کہ ایک سال میں یا چھ مہینے میں وہ کام سمجھتا ہے۔ دو اڑھائی سال میں کام کرتا ہے۔ اگر tenure زیادہ ہو جائے تو اس کی خرابیاں سامنے آ جاتی ہیں۔ پھر liking or disliking شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ بہتر نہیں آتا۔

جناب سپیکر! اس سے ہٹ کر میں اس بات پر آؤں گا کہ اسی گورنمنٹ کے اپنے مسودہ قانون میں انھوں نے خود منظور کیا کہ ہم tenure تین سال رکھتے ہیں۔ ہم نے پہلے دن ہی یہ گزارش

کی تھی کہ سیر حاصل توجہ دے کر یہ قانون سازی نہیں کی گئی۔ اس کو پوری توجہ سے thrash out کر کے ہاؤس میں نہیں لایا گیا۔ اسی لیے ہم نے بار بار ان کو کئی تجاویز دیں کہ اس کو پبلک کے لیے پیش کیا جائے اور ان کی رائے لے لی جائے۔ یا پھر کسی کمیٹی سے re-consider کرا لیا جائے تاکہ اس میں جو تھوڑے بہت حذفات یا کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کیا جائے۔ اسی بات پر تو ہم نے شروع دن سے زور دیا ہے۔ آپ کے سامنے ظاہر ہو رہا ہے کہ انھوں نے کوئی mind apply نہیں کیا اور توجہ سے کوئی قانون سازی نہیں کی۔ محکمے نے جو کاغذ کا پرزہ دے دیا انھوں نے اسے ہاؤس میں lay کر دیا اور اس کے بعد اس ہاؤس کی منظوری چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! اگر آج یہی تین سال کی بات ان کو بری لگ رہی ہے۔ اتنے مہینے یہ آرڈیننس کے طور پر بھی چلتا رہا' ٹرسٹ کے طور پر بھی چلتا رہا۔ پھر اس ہاؤس کی کمیٹی میں بھی زیر بحث رہا۔ اس وقت اس پر انھوں نے کوئی غور نہیں کیا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ انھوں نے پورے بل پر کوئی توجہ ہی نہیں دی۔ انھوں نے کوئی mind apply نہیں کیا۔ اس کو دیکھا تک نہیں۔ صرف یہ ہے کہ محکمہ قانون کے ایک سیکشن آفیسر نے ان کو جو کاغذ کا پرزہ دے دیا اس ہاؤس میں لے کر آ گئے اور کہا کہ اس کی منظوری دیں۔ جناب سپیکر! میں پھر وہی بات کروں گا کہ یہاں جو معزز ممبران تشریف فرما ہیں۔ جو کروڑوں افراد کی یہاں نمائندگی کر رہے ہیں۔ ان کا کوئی احترام نہیں ان کا ان کے ذہن میں کوئی وزن نہیں۔ تاکہ ان کے سامنے ہاؤس میں یہ جو بھی بات لائیں۔ وہ اس طریقے کی ہو جس پر مکمل طور پر سوچ بچار کی ہوئی ہو۔ جو گورنمنٹ کی تجاویز ہوتی ہیں' جو گورنمنٹ کی خواہشات ہوتی ہیں وہ کمیٹی میں بھی آتی ہیں اور اسی کے مطابق جو برسر اقتدار گروپ ہوتا ہے۔ انھی کی خواہش کے مطابق ہاؤس کی کمیٹی اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اور زیر غور لاتے ہوئے اس پہ فیصلہ دیتی ہے۔ انھوں نے کمیٹی کو کہا کہ ہم تین سال کا tenure چاہتے ہیں۔ کمیٹی نے thrash out کیا اور اس نے مناسب سمجھا کہ اس ملک میں اور پوری دنیا میں جو بھی set tenure ہے جو maximum tenure ہے۔ وہ متفقہ فیصلہ ہے کہ maximum تین سال ہونا چاہیے۔ اور اس کے پیچھے ایک بڑی back ground ہوتی ہے کہ اس کے لیے اس کی جو تمام ضروریات ہوتی ہیں' اس نے اس پر جو تمام کام کرنا ہوتا ہے' اس نے اس کے اوپر اپنی جو تمام progress دینی ہوتی ہے اس کو مدنظر رکھتے ہوئے تین سال کا tenure اس کو مختص کرتے ہیں۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے کمیٹی نے اس ہاؤس میں recommend کیا' گورنمنٹ نے اس کو منظور کیا اور پھر اس کے بعد اس ہاؤس میں یہ آج برائے منظوری پیش ہے۔ آج ان کو دو دن پہلے سمجھ آئی کہ

نہیں' یہ tenure جو ہے' جن افراد کو ہم نے نوازنا ہے یا جن افراد کو ہم نے کمیٹی میں رکھا ہے شاید انھی کا ان پر زور آیا ہو کہ ہم تین سال نہیں رہنا چاہتے' ہم تو پانچ سال رہنا چاہتے ہیں۔ ان کو پھر بھی یہ اختیار ہوگا کہ تین سال کے بعد یہ ان کا tenure بڑھا سکتے ہیں۔ اس میں کوئی میرٹ تو ہے نہیں۔ اپنی خواہشات اور اپنی جو پسند و ناپسند ہے اس کے مطابق انھوں نے فاؤنڈیشن کے ممبر پہلے بھی بنائے ہیں' آگے بھی بنائیں گے تو ان کا یہ دباؤ ہے کہ نہیں جناب' اگر آپ ہمارا تین سال tenure رکھتے ہیں تو ہمیں تو کوئی فائدہ نہیں۔ آپ ہمارا tenure پانچ سال کریں۔ انھی کے کہنے پر یہ پانچ سال کر رہے ہیں۔ باقی اس میں نہ ان کی اپنی کوئی سمجھ ہے' نہ اپنی کوئی سوچ شامل ہے۔ صرف جو کچھ ان کو کہا جاتا ہے اُسی کے مطابق یہ کرتے ہیں۔ میری یہ پُرزور اپیل ہے کہ اس ترمیم کو رد کریں۔

MR CHAIRMAN: The amendment moved and the question is-

That in sub-clause (5) of Clause 4 of the Bill, as recommended by the Special Committee No 1, for the word "three" appearing in line 2, the word "five" shall be substituted.

(The motion was carried)

MR CHAIRMAN: Now, the question is:

That Clause 4 of the Bill, as amended, do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 5

MR CHAIRMAN: Now, we take up the Clause 5 Clause 5 of the Bill is under consideration. An amendment has been received in it from:

1. Mr Saeed Ahmad Khan Manais
2. Mr Saeed Akbar Khan
3. Sardar Rafique Haider Leghari
4. Mr Mansoor Ahmad Khan
5. Maulana Manzoor Ahmad Chiniotı
6. Mr Moazzam Jehanzeb Ahmad Khan Wattoo

7 Pir Shujaat Hasnain Qureshi

8. Syed Masood Alam Shah

9 Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi

10. Mr Khalid Javed Waraich

11. Maulvi Ghias-ud-Din

Mr Saeed Ahmad Khan or any other member may move it

MR SAEED AKBAR KAHN: Mr Chairman, I move-

That in sub-clause (2) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. 1, for the word "Government" appearing in line 1, the word "Board" shall be substituted

MR CHAIRMAN. The motion moved is:

That in sub-clause (2) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. 1, for the word "Government" appearing in line 1, the word "Board" shall be substituted

MINISTER FOR LAW I oppose it, sir.

جناب چیئرمین، جی، سعید اکبر خان صاحب۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! ہم نے جو ترمیم پیش کی ہے اور جو اس وقت بل کی کلاز 5 سب کلاز (2) میں دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:

Clause 5 (sub-clause 2):The Secretary shall be appointed by the Government which shall also determine the terms and conditions of his appointment.

جناب چیئرمین! ہم نے یہ جو ترمیم پیش کی ہے اس کے لیے ہمارا مقصد اور مدعا یہ ہے کہ جب گورنمنٹ کو یہ تمام اختیارات ہیں کہ وہ اس فاؤنڈیشن کے بورڈ کو تشکیل دے گی۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اس کے بعد بورڈ کے جو اندرونی معاملات ہیں اور بورڈ نے جو خود اس کو آگے آرگنائز کرنا ہے

تو یہ گورنمنٹ اس سے اپنا ہاتھ نکالتی اور ان کو کہتی کہ ہم نے یہ بورڈ تشکیل دے دیا ہے اور آگے آپ بورڈ کے معاملات کو اپنے سر لیں اور اس کو احسن طریقے سے چلائیں۔

جناب چیئرمین! آپ نے یہ دیکھا ہے کہ جن جن اداروں میں گورنمنٹ کیس involvement ہوئی ہے اور جہاں بھی اس کا ہاتھ رہا ہے اس میں کوئی خاطر خواہ یا بہتر نتائج حاصل نہیں ہوئے۔ اسی لیے اب تمام معاملات میں چاہے وہ کوئی بھی ایسا معاملہ ہو جہاں گورنمنٹ involved ہو تو اس سے اب تمام ممالک میں گورنمنٹ پیچھے ہٹ رہی ہے اور خودمختار ادارے بنا رہی ہے اور ان کو یہ اختیار دے رہی ہے کہ وہ خود اپنے معاملات چلائیں، کیونکہ اس طرح ان کے نتائج بہتر ہوتے ہیں اور ان کی آرگنائزیشن بہتر ہوتی ہے۔ ان سے جو نتائج حاصل کرنے کی توقع ہوتی ہے وہ بہتر انداز سے کی جاتی ہے۔ اسی process کو چلاتے ہوئے ہمارے ملک میں بھی ڈی نیشنلائزیشن شروع کی گئی کہ یہاں جن اداروں میں گورنمنٹ کی involvement ہوئی آپ نے ان کے نتائج دیکھ لیے۔ ان کی جو progress تھی وہ آپ نے دیکھ لی۔ مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ جب یہ گورنمنٹ فاؤنڈیشن کے سب ممبران کو نامزد کرے گی تو مجھے یہ قطعاً خدشہ نہیں کہ یہ کوئی بھی ایسا ممبر نامزد کریں، چاہے نظریۂ پاکستان میں اس کی جتنی بھی خدمات ہوں اور وہ ان کے ساتھ نظریاتی اختلاف رکھتا ہو، تو یہ اس کو اس میں لائیں۔ میں نہیں سمجھتا، کیونکہ ان کی جو سابقہ روایات ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے اور ان کا جو سابقہ بورڈ ہے ان کے ناموں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے پسند اور ناپسند کی بنیاد پر یہ بورڈ تشکیل دیا ہے۔ پھر جب یہ بورڈ خود تشکیل دے رہے ہیں اور اس میں اپنے آدمی لا رہے ہیں، اپنی خواہش اور اپنی پسند کے آدمی لا رہے ہیں تو پھر یہ ان پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔ اس فاؤنڈیشن کے ممبران کو کیوں نہیں یہ اجازت دیتے کہ آپ اپنا چیئرمین بھی منتخب کریں۔ آپ اپنا سیکرٹری بھی منتخب کریں۔ اس میں ان کی ایک یہ بھی رائے آئی تھی کہ اس میں دھڑے بندی ہو جائے گی۔ اس میں گروہ بندی ہوگی۔ یہ جہاں بھی بیس آدمی یا سو، دو سو، پانچ سو آدمی نامزد کریں گے تو یقینی طور پر وہاں ہر معاملے میں اختلاف رائے رہے گا۔ یہ اختلاف رائے رکھنا ہر شہری یا ہر پاکستانی کا بنیادی حق ہے کہ اگر کسی بات پر جو میری سوچ ہے وہ آپ کی اسی طرح کی سوچ نہیں ہوسکتی۔ ایک ہی پارٹی میں رہتے ہوئے لوگوں کا ایک موضوع پر مختلف اندازِ فکر ہوتا ہے اور اس پر ہر آدمی اپنی رائے دیتا ہے۔ انھوں نے اپنی ترمیم کے ساتھ اس کو بھی cover کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس ملک کے عوام اور اس ملک کی اکثریت آبادی کی خوش قسمتی سے اس کو بھی کوئی چیک کرنے والا تھا اور

اس نے چیک کیا۔ کسی بھی فکر پہ یہ تصور کر لینا کہ ہم نے اگر یہ اختیار دیا تو اس میں دھڑے بندی ہو جائے گی اور خرابی ہو جائے گی' یہ اس میں کوئی آئیڈیا نہیں بنتا' اس میں اس بات کا کوئی اِتنا بڑا وزن نہیں بنتا۔ جہاں بھی دس آدمی بیٹھتے ہیں' چاہے وہ کوئی نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن ہو یا کوئی اورقسم کا بورڈ ہو یا عام سادہ سی بحث ہو تو اس میں بھی آدمیوں کے اختلافاتِ رائے رہتے ہیں۔ اس پر بھی اختلاف رائے ہوگا کہ سیکرٹری کسی کو بنایا جائے تو اس جمہوریت نے اور اسی جمہوری نظام نے ہمیں ایک حل دیا ہے کہ اگر اس میں کوئی اختلاف ہے تو اکثریت کی بنیاد پر فیصلہ کر لو۔ جس کو اکثریت ووٹ دے دے یا اکثریت پسند کرے اس کو منتخب کر لو۔ اس کے الیکشن کو پھر باقی تسلیم کر لیں۔ اُسی کو تسلیم کرتے ہوئے آج یہاں کچھ منسٹر بنے ہوئے ہیں۔ کوئی چیف منسٹر بنے ہوئے ہیں۔ کوئی پرائم منسٹر بنے ہوئے ہیں اور یہی سسٹم اب پوری دنیا میں پاپولر ہو رہا ہے۔ آپ نے دنیا میں دیکھا ہے اور تمام ممالک میں دیکھا ہے کہ باقی جو نظام ہیں یا باقی جو فکریں ہیں وہ ختم ہو رہی ہیں ۔یہی جمہوری روایات اپنائی جا رہی ہیں اور جن ممالک نے' ان روایات کو اپنایا ہے ان روایات کو جمہوریت کا حصہ سمجھا ہے تو ان ممالک نے اس سسٹم کو بھی بہتر کیا ہے اپنے ملک کے نظام کو بھی بہتر کیا ہے۔ انھوں نے اپنے ملک کے عوام کی حالت کو بھی بہتر کیا ہے اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے سکھ بھی پیدا کیا ہے۔ اس دنیا کے جو ترقی پذیر ممالک ہیں آپ ان کی کسی بات کو دیکھ لیں کسی چیز کو دیکھ لیں وہاں تو کچھ ممالک ایسے بھی ہیں کہ وہاں جو سیکرٹری اسمبلی ہوتا ہے وہ بھی elected ہوتا ہے۔ اس پر بھی تو رائے کا مختلف انداز ہوگا۔ میں اگر کسی اور کو ووٹ دوں گا تو دوسرا کسی اور کو ووٹ دے گا۔ جناب سپیکر! اگر ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ دھڑے بندی ہوگی تو اس ہاؤس کا جو سپیکر ہوتا ہے۔ وہ بھی elected ہوتا ہے اس کے بھی کچھ چاہنے والے ہوتے ہیں اور اس کو کچھ نہ چاہنے والے ہوتے ہیں اور جب وہ elect ہو جاتا ہے تو پھر اسی کے ماتحت سارے آدمی بات کرتے ہیں اور جو اس کو ووٹ نہیں دیتے وہ بھی اس کو باعزت سمجھتے ہیں اور وہ اسے تسلیم کرتے ہیں ۔اور وہ یہ نہیں کہتے کہ جی' ہم نے آپ کو ووٹ نہیں دیا' اس لیے ہم آپ کو تسلیم نہیں کرتے۔ تو جناب والا! یہ جمہوری روایات ہیں اور جمہوری روایات کے تحت وہ تمام طریق کار اپنانے پڑتے ہیں۔

جناب سپیکر! میری ان گزارشات کے بعد یہی گزارش ہے کہ جب فاؤنڈیشن کے ممبران آپ خود nominate کریں اور جو nomination آپ کی پسند کے مطابق ہوگی اور اس میں مجھے قطعاً

یہ خدشہ نہیں کہ اس نظریۂ پاکستان سے کسی کی واقفیت ہے یا اس میں اس کی کوئی contribution ہے۔ ان کو انھوں نے nominate نہیں کرنا ۔ انھوں نے تو اپنی مرضی کرنی ہے اور ان کو جو بندہ پسند ہو گا وہ انھوں نے رکھنا ہے تو پھر ان کو اپنے پسند کے آدمیوں پر ضرور اعتماد اور اعتبار کرنا چاہیے اور جو جمہوریت کا تقاضا ہے اور جو جمہوری روایات ہیں ان کے مطابق اس فاؤنڈیشن کے ممبران کو اجازت دینی چاہیے کہ آپ اپنا سیکرٹری elect کریں اور اس فاؤنڈیشن کے کام کو احسن طریقے سے چلائیں ۔

جناب چیئرمین! میں ان ہی گزارشات کے بعد اس ہاؤس سے ضرور یہ درخواست کروں گا کہ اس امنڈمنٹ پر غور کریں۔ چلو' انھوں نے پہلے اس مسودہ قانون پر اپنا mind apply نہیں کیا تو ہماری گزارش کے بعد اس کو دیکھیں اور اس کو منظور فرمائیں ۔

جناب چیئرمین، جی' اور کوئی صاحب اس پر اپنا اظہار خیال فرمائیں گے ۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! میں اپنے بھائی کی باتوں کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ میں نے پہلے جب مسودے پر بات کی تھی اس وقت میں نے عرض کیا تھا کہ تمام چیزیں حکومت کے کرنے کے لیے چھوڑ دی گئی ہیں اور اس مسودے میں میں نے کافی چیزوں کا ذکر کیا کہ ہر کلاز میں ہی گورنمنٹ کو بیچ میں ڈال دیا گیا' گورنمنٹ کو بیچ میں گھسیٹا گیا ۔ اب جب یہ ایک بورڈ form ہو رہا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ سیکرٹری کو گورنمنٹ nominate کرے؛ جب آپ نے ایک بورڈ تشکیل دے دیا ہے تو پھر اس بورڈ کی ذمہ داری ہے کہ اس کے سیکرٹری کو nominate کرے۔ جناب چیئرمین! جتنا اس میں گورنمنٹ کو ڈالا جائے گا' جتنے گورنمنٹ کے اختیارات اس فاؤنڈیشن میں رکھے جائیں گے' جیسے میں پہلے بھی عرض کرتا رہا ہوں کہ اس سے transparency پر شکوک و شبہات پیدا ہوتے رہیں گے ۔ آپ نے ایک بورڈ قائم کر دیا۔ اس کے جو ممبران ہیں وہ بھی آپ کے ہی نامزد کردہ ہیں وہ چاہے آپ چوبیس رکھیں گے یا پچاس رکھیں گے۔ یا پانچ سو رکھیں گے وہ جو بھی ہیں وہ تو آپ ہی نے nominate کرنے ہیں' گورنمنٹ نے ہی nominate کرنے ہیں۔ تو پھر جب ایک ادارہ بنا دیا جائے گا تو پھر اس منطق کی سمجھ نہیں آتی کہ اس کا سیکرٹری nominate کرنے کے لیے اختیارات پھر گورنمنٹ نے اپنے رکھے ہیں۔ یہ غیر جمہوری انداز دکھائی دے گا۔ بہتر تو یہ ہوتا کہ چیئرمین کو nominate بھی بورڈ ہی کرتا ۔ لیکن ہماری

by majority of vote کی جو امنڈمنٹ تھی اس کو turn down کر دیا گیا اور ہاؤس نے یہ بہتر سمجھا کہ جو مسودہ سپیشل کمیٹی نے بنایا ہے اس کے مطابق چیئرمین کا تقرر بھی گورنمنٹ ہی کرے۔ میں یہ کہوں گا کہ جب گورنمنٹ تمام افراد سوچ سمجھ کر لائے گی تو جو بھی وہ لوگ لائیں گے وہ ان ہی کی مرضی کے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ جس کو گورنمنٹ چاہے گی اسے بورڈ کا سیکرٹری nominate کر دے گی۔ میں نے جب تحریک پاکستان کی اپنی پچھلی ترمیم پر بات کی تھی تو اس میں بھی میں نے کسی ایک جماعت کا ذکر نہیں کیا۔ اس کو یہاں پر میرے کچھ بھائی مختلف سمجھے ہیں اور وہ اسے personal attack پر بھی لے گئے ہیں اگر وہ personal attack کی بات ہو اور اگر personal attack کی باتیں کی جائیں۔ تو وہ بہت آگے چلی جاتی ہیں اور میں اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ ان باتوں کو مزید آگے لے جایا جائے۔ لیکن میں اس وقت بھی یہ کہہ رہا تھا کہ اس میں ایسے لوگوں کو شامل کر لیا جائے جن کا تحریک پاکستان کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ اس کو غلط انداز میں لے جایا گیا اور اس لیے لے جایا گیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس legislation کی طرف عوام کی توجہ کم ہے۔ جناب چیئرمین! آپ اور تمام معزز حضرات اس legislation کا بغور مطالعہ بھی کرتے اور اس میں contribution بھی کرتے اور جن کی ترامیم آئی ہیں اگر ان کے خیالات کو بھی بغور سنا جاتا تو شاید یہ جو بیچ میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں یا interruptions ہو جاتی ہیں اور پھر کئی ایسے واقعات دہرانے پڑتے ہیں جن کے بارے میں میرا خیال ہے کہ یہ مناسب نہیں کہ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جائے۔ کیونکہ جب بات ہوتی ہے اور اس بات کو آگے بڑھایا جائے تو جناب چیئرمین! آپ بخوبی سمجھتے ہیں کہ اس سے باتیں بہت آگے چلی جاتی ہیں اور پھر criticism بہت آسان ہوتی ہے۔ تو جناب والا! میں اس بارے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس مسودے میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں اور حکومت پر ہی سارا کچھ ڈال دیا گیا تھا۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کی پہلے ہی بہت زیادہ کوتاہیاں ہیں۔ اگر ان کوتاہیوں کو بیان کرنا شروع کیا جائے' جیسا میں نے پچھلے دنوں میں بھی عرض کیا تھا۔ کہ ان تمام کوتاہیوں کا ذکر کرنے کے لیے تو پھر ہمیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر درکار ہے' کیونکہ یہ اتنی کوتاہیاں ہیں۔ تو گورنمنٹ کو پھر اس میں کیوں گھسیٹتے ہیں اور پھر جب گورنمنٹ یا کسی اور پر criticism ہوتی ہے تو پھر اس کو سننے کے لیے صبر بھی درکار ہوتا ہے' اور میں پھر وہ مثال دوں گا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر اس میں درکار ہوتا ہے۔ جب کوتاہیاں اس قدر زیادہ ہوں گی اور اگر ان کو سامنے لایا جائے گا' ان کو point out کیا جائے گا تو ان کو صبر کے

ساتھ سننے کا مادہ بھی ہونا چاہیے ۔ جناب چیئرمین! میں اس بارے میں یہ گزارش کروں گا کہ حکومت کو اسے انا کا مسئلہ بالکل نہیں بنانا چاہیے اور اپوزیشن کی طرف سے جو اچھی تجویز آئے اس کو اپنانے میں کوئی حرج نہیں۔ جناب چیئرمین یہ بے ضرر سی ترمیم ہے کہ اگر وہ بورڈ خود ہی سیکرٹری کا تقرر کر دے تو اس سے نہ گورنمنٹ کو کوئی نقصان ہے اور نہ ہی اس ایوان کو نقصان ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر قانون صاحب' جو گورنمنٹ کو represent بھی کر رہے ہیں' اور ہر امنڈمنٹ کو defend بھی کر رہے ہیں' میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ ذرا سا attentive ہوں۔ میں ان کو یہ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین، وزیر قانون صاحب! لیڈر آف اپوزیشن آپ کی توجہ چاہتے ہیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے آنریبل وزیر قانون صاحب سے یہی گزارش کر رہا تھا کہ اگر ذرا اسے بغور دیکھیں تو اس میں گورنمنٹ کا کوئی نقصان نہیں۔ یہ ایسی امنڈمنٹ ہے کہ اگر اسے اپنا لیا جائے اور اگر اس ترمیم کو منظور کر لیا جائے تو آپ کی اس میں نیک نامی ہوگی کیونکہ یہ ایک جمہوری طریقہ سمجھا جائے گا کہ ایک بورڈ جو کہ تشکیل دے دیا گیا ہے اور اس میں سیکرٹری کا تقرر وہی بورڈ کر رہا ہے تو یہ ایک جمہوری انداز تصور ہوگا۔ اگر اس ترمیم کو اپنا لیا جائے تو میرے خیال میں حکومت کو شاباش ہی ملے گی۔ کوئی اس کو برا نہیں کہے گا۔ جناب چیئرمین! میں اس بات کو پھر دہراؤں گا کہ "گورنمنٹ" کے لفظ کی بجائے اس ترمیم کے ذریعے "بورڈ" کے لفظ کو substitute کر دیا جائے۔ بہت مہربانی۔

جناب چیئرمین، جی وزیر قانون!

وزیر قانون، شکریہ جناب چیئرمین!

جناب چیئرمین، اب آپ کس پوائنٹ پر بولنا چاہتے ہیں؟ میں نے فلور وزیر قانون کو دے دیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

خواجہ ریاض محمود، کیا میں اس پر اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتا؟

جناب چیئرمین، وزیر قانون اپنا جواب دیں گے ۔ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔

وزیر قانون، جناب چیئرمین! بل میں یہ کہا گیا ہے کہ سیکرٹری کا تقرر حکومت کرے گی اور اس کی شرائط ملازمت بھی حکومت طے کرے گی۔ ترمیم میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ سیکرٹری کا تقرر اور شرائط

ملازمت بورڈ طے کرے ۔ ترمیم اس لیے ناقابل پذیرائی ہے کہ حکومت کے لیے لازم ہے کہ بورڈ کی کارکردگی پر نظر رکھے اور یہ بات یقینی بنائے کہ بورڈ صحیح خطوط پر کام کر رہا ہے ۔ جناب سپیکر! میں اپنے معزز دوستوں سے یہ عرض کر رہا تھا کہ اپوزیشن کی طرف سے جو بھی اس پر بات ہوئی ہے یہ repetition ہو رہی ہے ۔ یہ ساری باتیں اس سے پہلے بھی کی جا چکی ہیں۔ اور میں بھی بارہا اس بات کا اعادہ کر چکا ہوں کہ حکومت کا عمل دخل اس بورڈ میں رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ ہم بورڈ کی کارکردگی کو بہتر بنانا چاہتے ہیں ۔ اور اس کو قانون ' قاعدے اور ضابطے کے مطابق چلانا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! بار بار یہ کہنا پڑتا ہے کہ ماضی کا تلخ تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ اگر ہم نے کوئی سرکاری رکن اس میں بطور سیکرٹری نہ رکھا تو نہ قواعد کی پابندی ہوگی اور نہ ضوابط کی پابندی ہوگی۔ اور جو شخص قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لوٹ مار کر جائے گا اس پر حکومت کا چیک اینڈ بیلنس نہیں ہوگا۔ جناب چیئرمین! یہ پہلے کیا جا چکا ہے ۔ یہاں میں یہ بھی عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اگر کوئی سرکاری اہل کار اس کا سیکرٹری ہوگا تو کم از کم کسی قاعدے قانون کا پابند ہوگا اور اس پر ہمارا کوئی چیک ہو گا۔ جناب چیئرمین! جمہوریت کے حوالے سے میرے دونوں بھائیوں نے باتیں کیں۔ مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا ان کے منہ سے جمہوریت کا حوالہ دیتے ہوئے ' جمہوری اقدار کا حوالہ دیتے ہوئے اور مجھے اور یہ نصیحت کرتے ہوئے کہ میں جمہوری اقدار کی پاس داری کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کر لوں کہ بورڈ کا سیکرٹری وہ خود طے کرے۔ جناب چیئرمین! میں افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ کاش! یہ مشورہ جو مجھے دیا جا رہا ہے جس وقت ان کے پاس موقع تھا' تو آج مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں' خود اس پر عمل کرتے۔ جناب چیئرمین! ان کے دور میں جو ایک بورڈ موجود تھا اس کو انھوں نے توڑا اور کہا کہ :

> The governing body shall cease to hold office with immediate effect and further order that all functions of the governing body of Nazaria-e- Pakistan Trust Lahore during the period of supersession shall be performed by the governing body comprising the following member of the Society Mr S M Bashir and Ch. Abdul Hamid

جناب سپیکر ! خود تو یہ جمہوریت پر عمل اس حد تک کرتے رہے ہیں ۔ ہم تو پھر بھی

ٹرسٹ میں جو لوگ رکھ رہے ہیں وہ آزادانہ طور پر کام کریں گے۔ ان کی دیانت داری ' ان کی صلاحیتیں' ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا تر ہے ۔ لیکن انھوں نے پورے بورڈ کو توڑ کر انھی لوگوں کو جن کے بارے میں جناب مجید نظامی صاحب کے ریفرنس سے کل فرما رہے تھے کہ ان کے متعلق تو دو رائے ہو نہیں سکتیں۔ لیکن ٹرسٹ کو توڑ کر ان پر ایس ایم بشیر کو مسلط کیا۔ اور آج مجھے جمہوری اقدار اور جمہوریت کا حوالہ دیتے ہوئے کہ یہ بہت جمہوری لگے گا' میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج ہمیں جمہوریت کا درس دینے والے یا مشورہ دینے والے ہیں' کم از کم تھوڑا سا کسی وقت بیٹھ کر سوچ لیں کہ کل جب اللہ تعالیٰ نے انھیں اختیار دیا تھا' کل جب اللہ تعالیٰ نے انھیں موقع دیا تھا جمہوری اقدار کو فروغ دینے کا ' جمہوری اقدار کی پاس داری کرنے کا تو انھوں نے اس پر کس حد تک عمل درآمد کیا۔ اور میں چاہوں گا کہ جب میرے بھائی یہاں سے کہیں گے کہ انھوں نے فیصلہ کر لیا ہے تو میں بھی ان کی رائے کو اہمیت دوں گا اور میں انھیں یقین دلاتا ہوں کہ آج کے بعد جو بھی ہم قانون سازی کیا کریں گے اور اگر وہ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ وہ جمہوری اقدار کی پاس داری کریں گے' کبھی جمہوری اصولوں کو نہیں توڑیں گے تو میں ان کو ساتھ لے کر چلوں گا۔ میں تو ہمیشہ یہ کہتا ہوں اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ ہم نے ہمیشہ کہا ہے کہ اپوزیشن کا کردار تعداد سے متعین نہیں ہوتا' ان کی کارکردگی کے حوالے سے ہوتا ہے ۔ اگر ان کی کارکردگی اچھی ہوگی اور اچھی تجاویز ہوں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کیا جائے گا۔ شکریہ۔

MR CHAIRMAN: So, the amendment moved and the question is

That in sub-clause (2) of Clause 5 of the Bill, as recommended by the Special Committee No 1, for the word "Government" appearing in line 1, the word "Board" shall be substituted

(The motion was lost)

MR CHAIRMAN: The question is .

That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 6

MR CHAIRMAN: Now, Clause 6 of the Bill is under consideration. An amendment has been received in it from Mr Saeed Ahmad Khan Manais, Mr Saeed Akbar Khan, Sardar Rafiq Haider Leghari, Mr Mansoor Ahmad Khan, Maulana Manzoor Ahmad Chinioti, Mr Moazzam Jahanzeb Ahmad Khan Wattoo, Pir Shujaat Hasnain Qureshi, Syed Masood Alam Shah, Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi, Mr Khalid Javed Waraich.

Mr Saeed Ahmad Khan Manais or any other may move it.

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: Mr Chairman, I move :

That in sub-clause (2) of Clause 6 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the word "and" appearing at the end of para (v) shall be deleted and the full-stop appearing at the end of para 6 shall be substituted by a semi-colon and the following shall be added thereafter:-

"(vii) organize research work on the different aspects of Pakistan Movement.

(viii) publish thesis and research papers with regard to the Ideology of Pakistan and Pakistan Movement; and

(ix) help the old ideological workers of Pakistan Movement"

MR CHAIRMAN: The motion moved is :

That in sub-clause (2) of Clause 6 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the word "and" appearing at the end of para (v) shall be deleted and the full-stop appearing at the end of para 6 shall be substituted by a semi-colon and the following shall be added thereafter:-

"(vii) organize research work on the different aspects of

Pakistan Movement

(viii) publish thesis and research papers with regard to the Ideology of Pakistan and Pakistan Movement, and

(ix) help the old ideological workers of Pakistan Movement."

MINISTER FOR LAW: Sir, I oppose it.

MR CHAIRMAN: So, I invite the mover to make a speech in favour of his amendment

جناب سعید احمد خان منیس: جناب چیئرمین! مسودے کی کلاز 6 میں جو powers and functios کا ذکر ہے اس میں مزید تجاویز دینے کے لیے یہ ترمیم پیش کی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جب یہ فاؤنڈیشن بن رہا ہے اور اس کے aims and objects میں ان لوگوں کی contribution شامل کی جانی چاہیے جو کہ اس پہ کام کرتے رہے ہیں۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا۔ میرے محترم بھائی بار بار یہی بات کرتے ہیں کہ اس میں repetition ہو رہی ہے۔ جناب چیئرمین! ہماری تو یہ کوشش ہے کہ اگر ایک دفعہ ان کو بات اچھی نہیں لگتی تو ہم اس کو دوسری دفعہ دہراتے ہیں کہ شاید اب ان کا ذہن بدل ہوگیا ہو اور وہ فراخ دل ہو گئے ہوں اور شاید اب ان کی سمجھ میں ہماری بات آ جائے اور اس کو جس انداز میں ہم دوبارہ پیش کر رہے ہیں' اس میں وہ شاید یہ چاہیں کہ اس کو شامل کر لیا جائے۔ خاص طور پر یہ جو amendment ہے' یہ ایسی amendment ہے کہ ان کی طرف سے جو کچھ بھی propose کیا گیا ہے اس کی بہتری کے لیے ہی ہم تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! یہاں ہمیشہ پچھلے ادوار کی غلطیوں کی بات کی جاتی ہے اور مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اگر وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ پچھلے ادوار میں کچھ غلطیاں ہوئی ہیں تو انھیں ان کا ازالہ کرنا چاہیے۔ اگر ہم ایک ایسی تجویز دے رہے ہیں جس میں اس قانون سازی میں بہتری کا عنصر موجود ہے تو میرا خیال ہے کہ اسے اپنانے میں حکومت کو کوئی حیل و حجت محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ اور پھر خاص طور پر یہ جو میں نے amendment move کی ہے' میں نمبر 7,8,9 کو اکٹھا ہی take up کرتا ہوں۔ میں نے اس میں عرض کیا ہے،

Organized research work on different aspects of the Pakistan

Movement

جناب والا! پاکستان بن گیا۔ جس مقصد کے لیے بنا کل میں نے اس پہ briefly اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ لیکن اب ہمارا کام ختم تو نہیں ہو گیا۔ آیا ہم نے اسے مزید آگے چلانے کے لیے' اس کی بہتری کے لیے بھی کوئی کام کیا ہے یا نہیں کیا؟ تو جناب والا! اس میں research work کرنے کی ضرورت ہے۔ اس فاؤنڈیشن کو یہ کام بھی ساتھ ہی سونپا جائے تاکہ وہ اس بارے میں research work کرے۔ جناب چیئرمین! پاکستان کے قیام سے پہلے جتنے بھی events ہوئے ہیں ان کو بھی اکٹھا کیا جائے' پاکستان بنتے وقت جو events ہوئے ان کو اکٹھا کیا جائے' ان پہ research کی جائے' پاکستان بننے کے بعد کیا غلطیاں' کیا کوتاہیاں ہم سے سرزد ہوئی ہیں ان کو بھی اکٹھا کیا جائے' ان پہ بھی research کی جائے اور خاص طور پر پاکستان بننے کے بعد تو ہم سے بے پناہ کوتاہیاں ہوئی ہیں' بہت سی لغزشیں ہوئی ہیں۔ جیسا کہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ ہم نے اسلام کے نام پر پاکستان حاصل کیا۔ اس وقت یہی emphasis تھا اور ہمارا نعرہ بھی یہی تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہٰ اللہ۔ تو اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کیا جس مقصد کے لیے ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا اس مقصد کو ہم آگے چلا رہے ہیں یا نہیں چلا رہے' اس کی طرف توجہ دے رہے ہیں یا نہیں دے رہے ؛ کل میں نے آپ سے یہی بات عرض کی تھی اور اس سلسلے میں مثالیں بھی دی تھیں ۔ میں نے حضورپاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حوالے سے بھی بات کی تھی' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بھی بات کی تھی۔ وہ تو یہ کہتے تھے کہ اگر کوئی ہمسایہ بھوکا ہے تو وہ بھی صحیح نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر ان کے دور میں کوئی کتا بھی بھوکا مر جاتا ہے تو وہ بھی ان کے لیے ایک غیر ذمہ داری کا ثبوت ثابت ہوگا۔ آج ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہم لوگوں کو روزگار مہیا کر رہے ہیں یا ان سے روزگار چھین رہے ہیں' ان کو فارغ کر رہے ہیں؟ کیا down sizing and right sizing کے نام پر ہم لوگوں کو بےروزگار نہیں کر رہے؟ کیا ہم نے devaluation کے نام پر یہاں مہنگائی کا ایک بہت بڑا طوفان کھڑا نہیں کر دیا؟ ابھی پچھلے دنوں یہاں پر جو آٹے کا بحران تھا کیا ہمارے غریب لوگ ' غیور عوام لمبی لمبی قطاروں میں کھڑے نہیں ہوئے تھے؟ (مداخلت)۔

جناب چیئرمین : جب قائد حزب اختلاف ہاؤس سے مخاطب ہوں تو آپ بیٹھے بیٹھے comments نہیں

دے سکتے۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ جس کسی نے بھی یہ comments دیے وہ غلط ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب والا! ویسے ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ کو ایک ایسا سیمنار کرانا چاہیے، جس میں پارلیمنٹ کے آداب کو اجاگر کیا جائے۔ آپ نے Rules of Procedure کی ایک ایک کاپی سب لوگوں میں پہلے تقسیم تو کر ہی دی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ خاص طور پر حکومتی بنچز کے لیے ایک کلاس لگائی جائے جس میں وزیر قانون صاحب ان کو یہ ہدایات دیں، ان کو پڑھائیں، سمجھائیں کہ ہاؤس کے آداب کیا ہیں۔ کوئی بول رہا ہو تو آیا اس کو ٹوکنا چاہیے یا نہیں ٹوکنا چاہیے، یا یہ بھی کہ جب کوئی ایک معزز رکن بات کر رہا ہوتا ہے، وہ سپیکر سے مخاطب ہوتا ہے، تو کیا اس کے سامنے سے گزرنا بھی چاہیے یا نہیں گزرنا چاہیے۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن کے بارے میں ماشاء اللہ جو پرانے پارلیمنٹیرین ہیں وہ تو شاید جانتے ہوں گے، لیکن ان میں سے بھی کئی ایک ایسے ہوں گے۔ گو کہ وہ کافی معزز ہیں، عمر رسیدہ ہیں، وہ دو چار دفعہ پہلے ایوان میں آ بھی چکے ہیں، لیکن پھر بھی ان کی یادداشت ذرا کمزور ہو جاتی ہے، لہٰذا انھیں بھی یہ سب کچھ دوبارہ سمجھانے کی ضرورت ہے۔

تو جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پچھلے دنوں آٹے کا بحران آیا۔ اب پھر جو حالات ہیں، جس طرح سیلاب آئے، طوفان آئے، ژالہ باری ہوئی اور کتنی زیادہ بارشیں ہو رہی ہیں۔ آگے زراعت کے بارے میں جو عام بحث ہوگی اس موقع پر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ کوشش کریں گے کہ اس میں کچھ contribute کریں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کے نتیجے میں پھر قحط پڑنے کا خطرہ تو نہیں۔ قحط اس لیے پڑنے کا خطرہ ہے، کیونکہ ہمارے پاس گندم کے اتنے reserves موجود نہیں جتنے کہ بتائے جا رہے ہیں۔ اور پھر یہ دیکھیں کہ اگلی فصل کے لیے کیا ہمارے کاشت کاروں کے پاس رقوم موجود ہیں کہ جن سے وہ گندم کا بیج بھی خرید کر سکیں؟ میرے خیال میں نہیں ہیں۔ تو یہ ایسی چیزیں ہیں جن پہ research کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے، پاکستان بنتے وقت اور پاکستان بننے کے بعد جو developments ہوئیں ان پر یہ research work کیا جائے۔

اس کے بعد جناب چیئرمین ان کے جو research papers ہیں، thesis ہیں with regard of the idealogy of Pakistan and Pakistan movement انھی کو publish کیا جائے۔ جناب والا! کافی ایسے لوگ ہیں جو کہ اس ملک سے پیار کرتے ہیں، محبت کرتے ہیں انھوں نے thesis لکھے ہیں، انھوں نے Ph Ds کی ہیں، انھوں نے papers لکھے ہیں اور ان کی بہت

contribution ہے۔ لیکن some honor the other ان کو publish نہیں کیا جا رہا۔ ہم لوگوں تک، مجھ سمیت ہماری تمام قوم کے سامنے وہ باتیں پیش نہیں کی جا رہیں۔ جناب والا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو ایسے مواقع فراہم کیے جائیں کیونکہ ان میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے financial constraints ہیں۔ وہ ان کو اپنے طور پر publish نہیں کر سکتے، لہٰذا ایسا بندوبست کیا جائے، اور اس فاؤنڈیشن کا جو بل ہے اس میں قانون کی ایسی شق کا اضافہ کیا جائے کہ وہ thesis publish ہو سکیں۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جو کہ خود اپنے طور پر آپ کو بتا سکتے ہیں کہ ہم نے یہ watch کی ہے، ہم نے پی ایچ ڈی کی ہے، ہم نے thesis لکھے ہیں یا papers لکھے ہیں۔ لیکن بہت ایسے لوگ ہیں جو کہ آپ تک پہنچ نہیں سکتے اور جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ وہ لوگ جن کا Pakistan Movement میں حصہ ہے اگر ان کے thesis کو publish کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک بہت بڑی contribution ہوگی۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ان کو publish کر کے ہمارے سکولوں کے نصاب میں شامل کیا جائے، کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ خاص طور پر ہماری جو نئی پود ہے ان کو اس بارے میں بتانے کی ضرورت ہے کہ پاکستان کیسے وجود میں آیا، کیا مقصد تھا اور پاکستان بننے کے بعد کیا تکالیف ہوئیں، پاکستان بنتے وقت کتنے high level پر قربانیاں دی گئیں۔ یہ سب چیزیں ہیں جو کہ publish ہونے کے بعد اگر ہمارے نصاب میں شامل کر لی جائیں تو اس سے نئی پود روشناس ہو سکے گی۔ جناب چیئرمین! چند ماہ قبل معزز وزیر صاحب نے ایجوکیشن پالیسی کا اعلان فرمایا تھا۔ لیکن آپ اس پالیسی کو اگر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں ایسے معاملات پر کوئی ذرا سی بھی توجہ نہیں دی گئی۔ تو میں یہ کہوں گا کہ ہر وہ بات، چاہے قانون سازی ہو، چاہے کسی محکمے کی پالیسی ہو، اس میں ان چیزوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اول تو ہماری کوئی پالیسی ہے ہی نہیں، اگر کسی کی کوئی پالیسی ہے اور اسے وہ revise کرتے ہیں تو اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ڈالی جاتی، کوئی ایسا mind apply نہیں کیا جاتا جس سے کوئی فائدہ ہو۔ جب تعلیم پر بحث ہوگی یا اس معاملے پر کوئی بات ہوئی تو اپنی اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے میں پھر بات کروں گا۔ لیکن اس وقت میرا بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو thesis یا papers ہیں ان کو publish کر کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے تاکہ ہماری نئی پود، ہمارے نوجوان، ہمارے بزرگ اس سے مستفید ہو سکیں اور فائدہ اٹھا سکیں۔

جناب چیئرمین! میں نے further اس میں یہ suggest کیا ہے۔ جناب چیئرمین! کہ

تحریک پاکستان کے بہت سے ایسے ورکر ہیں جو کہ گم نامی میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جن کا ہمیں پتا ہی نہیں کہ انھوں نے کتنا اور کیا کچھ حصہ لیا اور بہت سے ایسے ہیں کہ جس حساب سے ہمارا معاشرہ چل رہا ہے اگر کسی کو پتا بھی ہے تو کسی کو حصہ لینے کا موقع نہیں دیا جا رہا۔ تحریک پاکستان کے بہت سے ایسے کارکن بھی ہیں جو financial constraints میں مبتلا ہیں اور ان کو بڑی مشکل سے دو وقت کی روٹی مل رہی ہے۔ تو میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے لیے بھی اس میں کام ہونا چاہیے اور ان کی مالی مدد یا کسی بھی قسم کی مدد کرنی چاہیے۔ جناب والا! مجھے اس بات پر اعتراض نہیں کہ ہر سال ایسے فنکشنز کیے جاتے ہیں جن میں تحریک پاکستان کے کارکنان کو گولڈ میڈل دیے جاتے ہیں۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ہمیں کسی طریقے سے ان کو ریوارڈ دینا چاہیے۔ لیکن وہ غریب اور پرانے کارکن جو اہل اقتدار یا اس فاؤنڈیشن تک جو معرض وجود میں آ رہی ہے' نہیں پہنچ سکیں گے تو وہ ان چیزوں سے دور رہیں گے۔ تو کیوں نہ ہم اس شق کو قانون میں ڈال دیں تاکہ ان لوگوں کی بھی بھلائی ہو سکے؟ جناب والا! پچھلے دنوں اخبار میں آیا تھا کہ ایک ورکر اسماعیل ذبی کو وزیر اعظم صاحب کو درخواست کرنا پڑی اور یہ کہنا پڑا کہ ان کا خیال رکھا جائے اور اس نے یہ کہا کہ آپ سے کچھ چاہتا نہیں ہوں۔ لیکن میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم بھی ایسے لوگ ہیں جنھوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا تھا اور اس میں ہمارا حصہ ہے۔ کم از کم اس سطح تک تو خیال کیا جائے کہ ہم نے اس میں حصہ لیا ہے۔ جناب والا! میں نے جو گولڈ میڈلز کی بات کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں سیاسی وابستگیوں سے بالا تر ہو کر' میں کسی ایک مخصوص جماعت کی بات نہیں کرنا چاہتا' اس میں بہت سی ایسی جماعتیں ہیں جنھوں نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا ہے اور میں اس controversy میں بھی نہیں پڑنا چاہتا کہ کس نے لیا ہے اور کس نے نہیں لیا۔ لیکن میرے کہنے کا یہ مقصد ہے کہ ایسے پرانے اور بوڑھے کارکن جو کہ مالی طور پر بہت کمزور ہیں ان کی مالی امداد کے لیے اس شق کا اس بل میں add کرنا اور یہ ترمیم کرنا نہایت ہی اہم اور موزوں ہے اور میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے گزارش کروں گا کہ اس ترمیم میں ایک بہتری کا عنصر ہے' اس لیے اسے بالکل انا کا مسئلہ نہ بنائیں۔ جناب والا! میں نے جو arguments دیے ہیں اور جو تجاویز دی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے دل کو بھا رہی ہیں۔ ان کا دل چاہتا ہے کہ یہ اس کو شامل کریں۔ لیکن پھر وہی انا کا مسئلہ آ جاتا ہے کہ اپوزیشن کی طرف سے ایک ترمیم آئی ہے تو اس کو کس طریقے سے accommodate کریں۔ جناب والا! میں ایک بار پھر وزیر قانون سے کہوں گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے بالاتر ہو کر سوچیں اور

اس ترمیم کو منظور کرتے ہوئے اس بل میں شامل کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، کوئی اور دوست اس پر بات کرنا چاہے گا؟ جی لاءمنسٹر صاحب۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر! معزز قائد حزب اختلاف نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں یقینی طور پر ان کی قدر کرتا ہوں۔ میں ترمیم کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ انھوں نے ترمیم کے ذریعے جو تبدیلی چاہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ پہلے سے اس قانون میں coverd ہے۔ جناب والا! اگر وہ اس کو غور سے پڑھ لیتے کہ جہاں پر powers of foundation دیا گیا ہے اس میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ فاؤنڈیشن اپنے رولز بنائے گی جو یہ فرما رہے تھے۔ تو جب وہ رولز بنائیں گے تو اس میں وہ تمام باتیں لائی جا سکتی ہیں۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تشہیر کے لیے فاؤنڈیشن کو کام کرنا چاہیے تو میں یہ پڑھنا چاہتا ہوں کہ،

To propagate and project the Ideology of Pakistan

یہ پہلے سے دیا گیا ہے اور ہم نے یہ کام کرنا ہے۔ جہاں تک انھوں نے تحریک پاکستان کے دوران کام کرنے والے نظریاتی کارکن کی 'to help Ideological workers of Pakistan' کی بات کی ہے تو میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ اسی کلاز 3 میں دیا گیا ہے کہ،

Trace record and honour the contributions and sacrifices made for the establishment of Pakistan.

جن لوگوں نے قیام پاکستان کے لیے قربانیاں دی ہیں ہم ان کو اعزاز دیں گے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہاں پر نہیں لکھا گیا کہ ان کی مالی امداد کریں گے۔ لیکن انھیں اعزاز دینے کا پہلے سے ذکر کیا ہے۔ جناب والا! میں یہاں پر اس بات سے ہٹ کر کہ انھوں نے بارشوں کا ذکر کیا' سیلاب کی بات کی' آٹے کی قلت کی بات کی' موسم کی تبدیلی کی بات کی' جن کا یقینی طور پر نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کے قیام کا مقصد پاکستان کے اساسی نظریے کا تحفظ ' اس کی ترویج و اشاعت اور تشہیر ہے تاکہ نئی نسل کو تحریک پاکستان کے واقعات اور اسلاف کی بے مثال ' ان تھک اور عظیم الشان جدو جہد کے مختلف مراحل سے روشناس کرایا جائے اور ان کے دلوں میں بھی وہ روح پیدا کی جائے جو قیام پاکستان کا محرک اور مسلمانان ہند کی جدوجہد حریت کے پیچھے کار فرما تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ موجود

ہے اور یہ تو ہمارا پہلے سے عزم ہے کہ ہم نے اس کی تشہیر بھی کرنی ہے، ترویج بھی کرنی ہے اور جن لوگوں نے تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے لیے قربانیاں دیں ان کو honour بھی کرنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہاں پر صرف یہ لکھ دیا جاتا کہ ان لوگوں کی مالی مدد کی جائے گی تو پھر میرے محترم بھائی کو یہ اعتراض ہوتا کہ اب حکومت اس اقدام کے ذریعے یا اس کلاز کے ذریعے اپنے لوگوں کو نوازنا چاہتی ہے۔ جب ہم اس طرح کرتے تو اس پر یہ اعتراض ہونا تھا، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ترمیم غیر ضروری ہے ۔ یہ تمام مقاصد جو ترمیم کے ذریعے حاصل کیے جا رہے ہیں وہ پہلے سے موجود ہیں، اس لیے جناب سے میری استدعا ہو گی کہ اس ترمیم کو رد فرمایا جائے ۔ شکریہ۔

MR CHAIRMAN: The amendment moved and the question is.

That in sub-clause (2) of Clause 6 of the Bill, as recommended by Special Committee No 1 --

(a) the word "and" appearing at the end of para (v) shall be deleted; and

(b) the full-stop appearing at the end of para (vi) shall be substituted by a semi-colon and the following shall be added thereafter:-

"(vii) Organize research work on the different aspects of Pakistan Movement,

(viii) publish thesis and research papers with regard to ideology of Pakistan and Pakistan Movement; and

(ix) help the old ideological workers of Pakistan Movement "

(The motion was lost)

MR CHAIRMAN: The question is .

That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 7

MR CHAIRMAN: Now, Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is :

That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 8

MR CHAIRMAN: Now, Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 9

MR CHAIRMAN: Now, Clause 9 of the Bill is under consideration An amendment has been received in it from Mr Saeed Ahmad Khan Manais, Mr Saeed Akbar Khan, Sardar Rafique Haider Leghari, Mr Mansoor Ahmad Khan, Maulana Manzoor Ahmad Chinioti, Mr Moazzam Jahanzeb Ahmad Khan Watoo, Pir Shujaat Hasnain Qureshi, Syed Masood Alam Shah, Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi, Mr Khalid Javed Waraich, Maulvi Ghias -ud-Din:

Mr Saeed Ahmad Khan Manais or any other may move it.

MR SAEED AKBAR KHAN: I move:

That for Clause 9 of the Bill, as recommended by the Special Committee No 1, the following shall be substituted:

"9. Budget, Audit and Accounts. - The Budget of the Foundation shall be approved by the Board, audited annually

and a report shall be laid before the Provincial Assembly of the Punjab."

MR CHAIRMAN: The motion moved is:

That for Clause 9 of the Bill, as recommended by the Special Committee No. 1, the following shall be substituted:

"9. Budget, Audit and Accounts. - The Budget of the Foundation shall be approved by the Board, audited annually and a report shall be laid before the Provincial Assembly of the Punjab."

MINISTER FOR LAW: Sir, I oppose it.

MR CHAIRMAN: Now, I invite the mover to make speech in favour of his amendment

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! روایتاً اور عادتاً وزیر قانون نے اسے oppose کیا۔ میں اس میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ہم نے جو ترمیم دی ہے۔ اس میں ہم چاہتے ہیں کہ وہ تمام اخراجات جو اس پر ہوتے ہیں اور جو بھی financial matters ہیں ان پر ہمیشہ خدشات اور شکوک کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ ان اخراجات کو ہمیشہ شک کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لیے ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ آڈٹ کی جو سالانہ رپورٹ ہے وہ اس ایوان میں لائی جائے۔جب یہ طریقۂ کار اپنایا جائے گا تو ان کے تمام مالی معاملات بہتر ہوجائیں گے۔ اگر یہ مالی معاملات جو بورڈ کے دائرۂ کار میں ہوں گے اور بورڈ اس پر جو بھی اخراجات کرے گا تو اس پر ضرور یہ پریشر ہوگا کہ ہم نے سالانہ رپورٹ اس معزز ایوان کے سامنے پیش کرنی ہے۔ جو ذمہ دار لوگ ہیں انھوں نے اس کو گہری نظر سے دیکھنا ہے اور سوچنا ہے اور پھر اس پر اپنے comments دینے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقۂ کار سے جو سابقہ روایات ہیں یعنی بورڈ یا جو بھی ایجنسی ہے ان کے اخراجات کو مشکوک نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور ان پر انگشت بازی کی جاتی ہے اور ان کے تمام مالی معاملات پر اعتبار نہیں کیا جاتا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ فاؤنڈیشن کی کارکردگی کو بہتر کرنے کے لیے اور اس کو تمام خدشات اور لوگوں کے اعتراضات سے

بچانے کے لیے یہ بہتر تجویز ہے کہ اس کی سالانہ آڈٹ رپورٹ کو اس ہاؤس کے سامنے لایا جائے۔ اس میں کافی باتیں ایسی ہیں جس سے اس بورڈ کی کارکردگی پر جو نکتہ چینی ہوئی ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کارکردگی پر کافی نکتہ چینی ہوتی ہے اور اس پر اعتراضات آتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ جو حساس معاملہ ہوتا ہے وہ اس کے بجٹ کا ہوتا ہے ۔ بنیادی اعتراضات اخراجات پر ہوتے ہیں اور ان کو جائز اور نا جائز کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ وزیر قانون نے بھی فرمایا ہے کہ ہم پہلے بھی اس میں بہترین آدمی نامزد کر چکے ہیں اور آئندہ بھی ان کا اندازہ ہے اور ان کا خیال ہے کہ بہتر آدمی لائیں گے۔ جناب والا! اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے یہ تجویز دی ہے کہ اگر ان کی آڈٹ رپورٹ اس ہاؤس کے سامنے لائی جائے گی اور ہاؤس کے معزز اراکین اس کو دیکھیں گے اور بغور اس کا جائزہ لیں گے تو اس میں ان کے لیے یہ سہولت ہوگی کہ رپورٹ اس ایوان میں آئی ہے اور اس پر اعتراضات نہیں ہوئے اور اس کو منظور کیا یا اس پر اپنے comments دیے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے بورڈ کی کارکردگی میں اور زیادہ اضافہ ہوگا۔ اس سے ان کی help ہوگی۔ میری یہ بھی گزارش ہے کہ جب کسی ادارے کی رپورٹ' اس سلسلے میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں جب بھی ہم کسی محکمے میں کوئی سوال بھیجتے ہیں۔ وہ سوال جب محکمے میں جاتا ہے تو اس میں جو بھی تھوڑی بہت پہلے خرابیاں ہوتی ہیں ان کا وہ کافی میک اپ کرتے ہیں اور اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ اسی طرح ان کی بھی جب سالانہ آڈٹ رپورٹ اس ایوان کے سامنے پیش ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ ان پر کافی پریشر ہوگا اور وہ ان تمام معاملات کو بہتر انداز میں چلائیں گے۔ اس فاؤنڈیشن کی بہتری کے لیے' لوگوں کے حدشات کو کم کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس طرح ہم اس فاؤنڈیشن کی help کریں گے۔ اگر کوئی بات وہاں متنازعہ بھی ہو تو ہم اس ترمیم کے ذریعے ان کی مدد کر سکیں گے۔ جناب والا ! اگر ہماری یہ ترمیم منظور کر لی جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ فاؤنڈیشن کے لیے بھی بہتر ہوگا اور میں آخر میں یہی گزارش کروں گا کہ اس کا بغور جائزہ لیا جائے اور وزیر قانون صاحب سابقہ روایات سے ہٹ کر اگر کھلے دل و دماغ سے اس پر غور فرمائیں گے تو پھر اس میں کوئی اعتراض والی بات نہیں ہوگی۔ رپورٹ کو اس ہاؤس کے سامنے لایا جائے جو اس صوبے کا سب سے بڑا ہاؤس ہے۔ ابھی کل بھی یہاں ریزولیوشن پیش ہوئے اور آج بھی ان ایوانوں کی supremacy کے لیے اور ان کو supreme بنانے کے لیے ریزولیوشن پاس ہوا اور تو میرے خیال میں جس ادارے کو آج سپریم تصور کرتے ہیں اور میرا اس supreme پر اپنا ایک نقطۂ نظر ہے۔ لیکن

انھی کے کہنے کے مطابق اگر ہم یہ تجویز دیتے ہیں کہ جس ہاؤس کو آپ supreme مانتے ہیں اور ان کے لیے آپ کو ریزولیوشن پیش کرنے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی ہے اور یہ بھی بہت بڑی بد قسمتی ہے کہ ہم اپنے لیے یہ ریزولیوشن پیش کر رہے ہیں کہ ہم supreme ہیں۔ یہ بڑی قابل بحث بات ہے اور اس میں جو بھی محرکات ہیں اور ہمیں آج جو ضرورت پیش آئی ہے وہ بھی قابل افسوس ہے۔۔۔۔۔

جناب احمد خان بلوچ، پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! آپ کے توسط سے معزز رکن سے یہ گزارش ہے کہ وہ اپنی ترمیم تک محدود رہیں۔ ریزولیوشن والی بات کا اس ترمیم سے تو کوئی تعلق نہیں۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔

جناب سعید اکبر خان ، جناب چیئرمین! آپ بہتر سمجھتے ہیں کہ میں نے یہ بات کی ہے کہ جس ہاؤس کے لیے ہم لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ یہ سپریم ہے میں اسی کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ سالانہ رپورٹ صوبے کے اسی supreme ہاؤس کے سامنے رکھی جائے۔ وہ اس کے ساتھ منسلک ہے۔ یہی میری گزارش تھی اگر ہاؤس اس کو منظور فرمائے تو اس میں کوئی ایسی خرابی نہیں جو سامنے آئے گی، بلکہ اس سے بہتری ہو گی۔

جناب چیئرمین، کوئی اور صاحب اظہار خیال فرمائیں گے۔ جی آپ۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ۔ جناب چیئرمین! یہ ترامیم دراصل اس لیے دی جاتی ہیں کیوں کہ حکومت اور اس کے محکمہ جات کے پاس ایک routine matter تصور کرتے ہوئے اس کے format بنے پڑے ہوتے ہیں۔ کلارز کے format بنے پڑے ہوتے ہیں۔ وہی formats اٹھا کے ہر قانون سازی میں وہ اس کی fitting کر دیتے ہیں۔ جناب والا! میں نے کئی دفعہ یہ بات بھی point out کی ہے۔ جیسے ایگریکلچر ریسرچ بورڈ کا معاملہ تھا۔ اس میں آپ نے دیکھا کہ اس میں بھی انھوں نے وہی format اٹھا کے ڈال دیا، یہ نہ سوچا کہ ان کی تاریخیں بھی بدلنی ہیں یا نہیں۔ جناب والا! ترمیم پیش کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ چونکہ مسودے پر کوئی fool proof mind apply نہیں کیا ہوتا، کیوں کہ جو ہمارے معزز اراکین ہیں، معزز لاہنسٹر صاحب ہیں وہ سیاسی معاملات میں اتنے الجھے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کو وقت بہت کم ملتا ہے۔ پھر ان کو اپنے ڈیپارٹمنٹ پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ پھر جناب والا! ان ڈیپارٹمنٹس کی کوتاہیاں آپ کے سامنے ہیں، خاص طور پر لاء ڈیپارٹمنٹ کی کہ وہ

کس حد تک اس پر mind apply کرتے ہیں اور کس حد تک وہ حکومت کو misguide کرتے ہیں۔ اور اس معزز ایوان کی آنکھوں میں وہ کس حد تک دھول جھونکتے ہیں۔ پھر جب ہم ایک غلط قانون سازی کر لیتے ہیں تو اس کے بعد پھر وہ قانون سازی ایک مذاق بن جاتی ہے۔ وہ چیلنج ہوتی ہے' وہ undo ہوتی ہے جو ہمارے لیے' اس ایوان کے لیے یا کسی بھی معزز ایوان کے لیے یہ کوئی قابل فخر بات نہیں ہوتی۔ جب باتیں کرنی ہوں تو پھر ان کو link کرنا پڑتا ہے اور پھر ہمیں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ہم ایک قرارداد لے آئیں' رولز کو معطل کریں اور پھر اظہار یک جہتی کریں۔ یہ تمام چیزیں اسی لیے ہوتی ہیں کہ ہم اپنا mind قانون سازی پر صحیح طریقے سے apply نہیں کرتے۔ اس کے لیے پورا ہوم ورک نہیں کرتے۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ ایک ہی رات میں پرانے format اٹھا کے اور non-political لوگوں سے مشورے لے کر ان کو مسودوں میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر اس پر صرف انگوٹھا چھاپ دیا جاتا ہے۔ جناب والا! کسی بھی ترمیم کی ضرورت اسی لیے محسوس ہوتی ہے۔ اگر صحیح طریقے سے mind apply کیا جائے اور معزز اراکین مسودے پر پورا غور کریں اور پھر اس میں contribution کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسے مواقع آئیں ہی نہ کہ کسی کو یک جہتی کا اظہار کرنے کی یا کسی پر criticism کرنے کی ضرورت پڑے۔ جناب والا! یہ کلاز 9 کے مسودے میں دیا گیا ہے کہ:

CLAUSE 9

Budget Audit and Account:

> The budget of the Foundation shall be approved and its accounts shall be maintained and audited in such manner as may be prescribed.

اب جناب والا! اس میں 'as may be prescribed' تو پھر یہ کس کے ہاتھ میں چلی گئی؟ یہ پھر حکومت کے ہاتھ میں چلی گئی۔ پھر انھوں نے ہر بات prescribe کرنی ہے۔ ہم نے اپنی ترمیم میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ جناب' یہ بجٹ والا ایسا معاملہ ہے کہ ہم یہاں روزانہ accountability کی بات کرتے ہیں۔ کچھ accountability کی بات ہوتی ہے just for the sake of criticism' لیکن ہم لوگ جب accountability کی بات کرتے ہیں تو' میں تھوڑا سا ایسے دوستوں کا ذکر کروں گا جو بہت جذباتی ہو جاتے ہیں جب accountability کا معاملہ ہوتا ہے۔ پھر

اس کا تناسب کسی پچھلی حکومت سے کیا جاتا ہے پھر موجودہ حکومت سے' حالانکہ accountability کا process تو' میں نے کل بھی عرض کیا تھا' کہ یہ ایک ایسا process ہونا چاہیے جو کہ continuous process ہو۔ اور اگر اس کو transparent طریقے سے کیا جائے تو یہ جو ہم سیاسی لوگوں پر گند اچھالا جا رہا ہے' اگر accountability صحیح ہو' تو پھر اس بات کی نوبت ہی نہیں آئے گی کہ یہ گند اچھالا جائے۔ ہر سیکٹر میں ایک accountability ہو' چاہے وہ بیوروکریٹس ہیں' چاہے وہ سیاست دان ہیں۔ کوئی بھی ہے' اگر accountability صحیح طریقے سے جاری رہے تو پھر یہ گند اچھالنے والی بات نہیں آ سکتی۔ اور پھر جہاں پر بجٹ کا خاص طور پر معاملہ ہوگا' جناب والا! آپ سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔ ماشاء اللہ آپ عمر میں بھی ہم لوگوں سے بہت بڑے ہیں۔ ہم تو آپ کے بچے ہیں۔ ویسے بھی تجربے کے لحاظ سے بھی آپ ہم سے بہت آگے ہیں۔ جناب والا! جہاں پر بجٹ کا معاملہ آئے گا اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ اس میں bunglings ہوتی ہیں' ہر طرف ہوتی ہیں ۔ روزانہ ہم ایک دوسرے کو بتاتے ہیں۔ پھر ہم اس میں ایسے بات لے آئیں جو "as may be prescribed" ہو نہ جانے وہ کس طرح سے "prescribed" کی جائے۔ کیا پھر اسے لاء ڈیپارٹمنٹ prescribe کرے گا' کیوں کہ اس مسودے میں تو Administrative Department کا ذکر نہیں کیا گیا؟ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے یہ عرض کروں گا کہ اس میں Administrative Department کا ہی ذکر نہیں کیا گیا۔ پتا نہیں کس نے کرنا ہے' یہ فاؤنڈیشن حکومت کے کس کھاتے میں جانی ہے؟ پھر جناب والا! یہاں یہ جو بجٹ کی بات کی جا رہی ہے۔ جیسے وہ رپورٹ جس میں وزیر قانون نے فرمایا تھا اور ایک ریٹائرڈ جج کی رپورٹ کا ذکر کیا تھا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ The honourable Court raised its seyebrows۔ جناب والا! یہاں جب بجٹ کا مرحلہ آتا ہے تو eyebrows بار بار raise کرنے کی بجائے کیوں نہ ہم ایک fool proof legislation کریں۔ اور اس میں ہم نے یہ suggestion دی ہے کہ،

The budget of the Fundation shall be approved by the Board.

audited annually

جو انھوں نے خود بھی دیا ہوا ہے کہ،

And a report shall be laid before the Provincial Assembly of the Punjab.

اب جناب، اس میں انھوں نے کہیں ذکر نہیں کیا کہ بورڈ نے approve کرنا ہے۔ وہ "as may be prescribed" پتا نہیں باہر سے کوئی بندہ بلا کر یا کسی کے گھر میں جاکر، کسی سیاسی بڑے کے گھر میں جا کر یہ بجٹ approve ہو جانا ہو۔ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ اس بجٹ کو approve بھی وہی بورڈ کرے۔ وہ بورڈ ایسا ہے کہ جس کو حکومت نے خود nominate کرنا ہے۔

جناب والا! میں پھر یہی کہوں گا اور میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب اس چیز کو سمجھ رہے ہیں کہ واقعی اس میں flaw رہ گیا ہے۔ تو میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ ایسی reservations نہ رکھیں۔ جناب والا! ہم ان کے بھائی ہیں اور ہم ان کو assist کر رہے ہیں اور یہ بات point out کر رہے ہیں کہ یہ lapses رہ گئے ہیں، خدارا! آپ ان کو پُر کرلیں۔ ان lapses کو ٹھیک کرلیں، کیوں کہ کل کو پھر ہمارا مذاق نہ اڑے۔ جناب والا! آپ نے دیکھا ہے کہ legislatures کا کتنا مذاق اڑ رہا ہے۔ اسی لیے اڑ رہا ہے کہ ہم اس پر صحیح mind apply نہیں کرتے۔ ہم اس کو وقت نہیں دیتے۔ جناب والا! میں تو یہی عرض کروں گا کہ جو Board nominated by the Government ہے، وہ اس بجٹ کو approve کرے۔ جناب والا! میں نے بجٹ کے حوالے سے اس رپورٹ کے حوالے سے کئی باتیں کی تھیں کہ اس میں bunglings ہوئیں۔ اور میں اسی رپورٹ کا تھوڑا سا حوالہ دوبارہ دینا چاہوں گا۔ میرے فاضل دوست شاید پھر محسوس کریں کہ یہ repetition کر رہا ہے۔ لیکن یہ چونکہ ہے، اسی حوالے سے، مجھے وہ repetition کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوتی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آج ابھی، اسی وقت میں اگر repetition کروں تو شاید ان کے دل میں کوئی نرمی پیدا ہو جائے اور ہماری جو اچھی suggestions ہیں وہ ان کو اس میں شامل کرلیں۔ اس میں دیا گیا ہے کہ۔

> Record whatever could be laid hands on makes a disquiet reading. Financial disciplin was not observed vigorously.

میں صرف اتنی سی بات کروں گا، کیوں کہ باقی باتیں پہلے ہوچکی ہیں۔ کیوں نہ ہم ابھی اس مسودے کو ٹھیک کرکے ابھی یہ ترمیم بیچ میں add کر دیں؛ بورڈ اس کو خود دیکھ لے گا۔ اس کا آڈٹ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ سے ہو جائے، وہ اسے دیکھ لیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو پیسہ استعمال ہو، جو donations اکٹھی ہوں، یا پہلے جیسے اس میں، فاؤنڈیشن کے فنڈ میں کروڑوں روپے پڑے ہیں۔ جیسے کل یہ بات بتائی گئی کہ 5 کروڑ وفاقی حکومت نے دیا اور 2 کروڑ صوبائی حکومت نے دیا۔ اور اس

پر کئی کروڑ ہا روپے donations کے ذریعے لیے گئے۔ مزید بھی لیے جائیں گے اور یہ نہ ہو کہ اس کا کوئی proper audit' ہی نہ ہو' بجٹ کی proper approval نہ ہو تو پھر ہوسکتا ہے کہ وہ کسی مخصوص پارٹی کے لیے استعمال نہ کر لیے جائیں۔ کسی پارٹی فنڈ میں وہ ٹرانسفر نہ کر لیے جائیں' کیوں کہ اس سے پہلے اسی رپورٹ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس فنڈ کو ایک مخصوص پارٹی کے لیے بطور قرض بھی دیا جاتا رہا' جو کچھ واپس ہوگیا' جیسے میرے معزز بھائی نے کہا تھا' لیکن اس میں زیادہ واپس بھی نہیں کیا گیا۔ اس میں پھر ایسی باتیں بھی آئی ہیں کہ وہ پیسہ مخصوص پارٹی کے ملازمین کی تنخواہوں کے لیے استعمال کیا گیا۔ صرف یہاں تک نہیں' یہ بھی دیا گیا تھا کہ اسلام آباد میں ایک کنونشن ہوا تھا تو اس کے لیے بھی ایک لاکھ روپے ٹرسٹ کے پیسوں میں سے دیے گئے۔ جناب والا! یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن پر eye brows raise ہوتی ہیں۔ تو کیوں نہ eye brows raise ہونے سے ہمیں بچا جائے اور کیوں نہ ہم بہتری کے لیے ان ترامیم کو مسودے میں ڈال دیں تاکہ لوگ ہم پر' اس ہاؤس پر اور اس بورڈ پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے اور آنکھ اوپر نہ اٹھا سکے اور یہ نہ کہہ سکے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے قانون سازی کے ذریعے ہمیں ایک کمزور مسودہ دیا ہے۔ اس کے بعد اس کو صحیح طریقے سے follow up بھی نہیں کیا جا رہا۔

جناب والا! پھر ہم نے اس میں یہ کہا ہے کہ:

And report shall be laid before the Provincial Assembly of the Punjab

اب جناب والا! یہ صوبے کی سپریم باڈی ہے اور آج پھر ہمیں نہ جانے کیوں محسوس ہوا ہے کہ سپریم باڈی کی قرارداد کریں۔ یہ سپریم باڈی ہے۔ لیکن جب ہم اس کی supremacy کو degrade کرتے ہیں تو ہم خود اسے degrade کرتے ہیں۔ ہم ایسی قانون سازی کیوں کرتے ہیں کہ جس پر کوئی انگلی اٹھائے؟ supremacy تو ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم کام ہی ایسا کریں کہ کل کو کوئی اس پر انگلی اٹھا ہی نہ سکے۔ جناب چیئرمین! حالانکہ اس میں controversy نہیں ہے' پارلیمنٹ سپریم ہے۔ لیکن اگر ہم کوئی کام ایسا کر دیں' میں ایک مثال دیتا ہوں کہ ہم بنیادی حقوق کے خلاف ایک بات کر دیں۔ آئین میں بنیادی حقوق کی ایک پروویژن ہو یا آزادیٔ تقریر کی بات ہو۔ میں مزید کوئی مثال نہیں دینا چاہتا' کیونکہ میں اپنے پوائنٹ پر محدود رہنا چاہتا ہوں کہ:

This report should be laid before the Provincial Assembly.

لیکن جب ہم supremacy کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ ساری چیزیں دیکھنی پڑتی ہیں کہ اگر ہم سپریم ہیں تو کیا ہم کام بھی سپریم والا کر رہے ہیں؟ جناب والا! میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سپریم باڈی ہے اور اس میں صرف یہ نہیں۔ ہماری پچھلی جو قانون سازی ہوئی ہے اس میں بھی ہم ترامیم لے آئے تھے کہ اس کی رپورٹ بھی صوبائی اسمبلی پنجاب میں لائی جائے۔ اور اس بات کی ضرورت اس لیے محسوس ہوتی ہے کہ یہاں بورڈز بن جاتے ہیں' یہاں فاؤنڈیشنز بن جاتی ہیں' یہاں ٹرسٹ بن جاتے ہیں قانون سازی ہو جاتی ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ اکثریت' جمہوریت کی ایک روح ہے کہ ووٹ کی اکثریت سے اس نے پاس ہونا ہوتا ہے۔ تو ووٹ کی اکثریت سے یہ پاس ہو جائے گا۔ لیکن اس کے پاس ہونے کے بعد کیا تمام لوگ دیکھیں گے کہ اس فاؤنڈیشن میں کیا کام ہو رہا ہے؟ جناب والا! کوئی بھی نہیں دیکھے گا۔ ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جائے گا اور پھر آئین میں 120 دن کی پروویژن ہے۔ پھر خدا جانے ہم 120 دن گزار کر اس اجتماع گاہ میں meet کرتے ہیں۔ یہ بھی کوئی پتا نہیں' کیونکہ ماضی کا تجربہ یہی ہے کہ ہم نے ساڑھے تین مہینے بعد meet کیا۔ تو یہ تمام قانون سازی والی باتیں "بھُل بھُلا" جائیں گی۔ کپاس کی کاشت کرنے والا وہاں جا کر دیکھے گا کہ اس کی کپاس کی کیا حالت ہے؟ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت کاشت کار بالکل مر چکا ہے۔ جس طرح میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ طوفان آئے' بارشیں اور ژالہ باری ہوئی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس اجلاس کے بعد پھر کسی نے نہیں دیکھنا کہ ہم نے جو قانون پاس کیا تھا اس کا کیا بنا؟ فاؤنڈیشن نے کیا کام کیا؟ ان ساری Clauses پر کچھ عمل درآمد ہو بھی رہا ہے یا نہیں۔ مجھے بات پھر دہرانی پڑتی ہے کہ کسی ایک گھر میں بیٹھ کر ایک یا دو لوگ اس کا فیصلہ کر کے اس کو دائیں بائیں کر دیں۔ تو جناب والا! اس کی ضرورت ہے کہ یہ صوبائی اسمبلی پنجاب اس صوبے کا سپریم ادارہ ہے۔ اس میں ایک رپورٹ پیش کی جائے تاکہ معزز اراکین کو یہ تو پتا چلے کہ یہ فاؤنڈیشن بنی تھی۔ اتنے کروڑ روپے اس کے فنڈ تھے' اس میں پھر اور فنڈ generate ہوئے' عطیات آئے۔ کہاں استعمال ہوا؟ کیا کام ہوا؟ میں نے جو ترامیم پیش کی تھیں جن کا thesis یا ریسرچ کے کام کے ساتھ تعلق تھا' میرے بھائی نے کہا کہ یہ پہلے ہی اس میں موجود ہے۔ چلیں' اگر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ پہلے ہی موجود ہے اور ترامیم ووٹ کی اکثریت سے رد ہوگئیں۔ کم از کم یہ تو پتا چلے گا کہ انھوں نے جو کچھ propose کیا اور قانون بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا وہ کام بھی پھر کیا گیا یا نہ کیا گیا؟ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی ضروری ہے۔۔۔۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی' اعظم چیمہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! میں اس بات پر بڑا خوش ہوں کہ قائد حزب اختلاف اور سعید اکبر خان صاحب آج کل بڑی محنت کر رہے ہیں۔ لیکن انھوں نے ساری محنت فاؤنڈیشن پر ہی کر دی ہے۔ روایات یہ رہی ہیں کہ جو ترامیم پیش کی جائیں حکومت اور حزب مخالف ہمیشہ ان پر کچھ لے دے کر' خاص طور پر کچھ ترامیم اللہ کے سپرد ہو جاتی ہیں اور جو متفقہ ہوتی ہیں ان پر بات ہوتی ہے۔ لیکن اس کی کلازیں 14 اور اللہ کے فضل سے ہر ایک پر ترمیم ہے اور اس کی روح پر تو میں نہیں جاتا۔ میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ آپ آج اس پر رولنگ دیں۔ روایات رہی ہیں اور ہاؤس کے وقت کو بچانے کے لیے ترامیم کو ہمیشہ curtail کیا جاتا ہے۔ آج زراعت پر بحث ہے' کتنا وقت بچے گا؟ کتنا نہیں بچے گا؟ دونوں صاحب بڑی محنت کر رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے ہر ترمیم پر اتنی repetition ہو رہی ہے جتنی پہلی جماعت کے بچے بھی نہیں کرتے۔ یعنی پھر الف لیلیٰ چھیڑ دیتے ہیں۔ آڈٹ پر Clause یہ ہے کہ،

> Audit will be done by the rules, by the procedure that will be laid on.

اس میں یہ نہیں کہ حکومت کرے گی' اسمبلی کو کرنا چاہیے۔ اسمبلی نے کبھی ڈائریکٹ آڈٹ نہیں کیا۔ Autonomous body کا آڈٹ ہمیشہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کو جاتا ہے اور حکومتی محکمہ جات کا نمبر 1 کو جاتا ہے۔ تو میری عرض صرف یہ ہے کہ آئندہ وزیر قانون صاحب سے بھی عرض کی جائے کہ آج 14 کلازوں کے بارے میں ترامیم کا ڈھیر لگ گیا۔ تیسرے وہ جن آدمیوں کا نام لیتے ہیں وہ اللہ کے فضل سے ویسے ہی غائب ہوتے ہیں۔ اور ہمیں رولز اور طریقۂ کار سکھاتے ہیں' تقریر کی پھر بھاگ گئے۔ پھر اس طرح بنچ خالی ہوتے ہیں کہ عینک سے ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ وہ تو ان کے لیے اور ہمارے لیے ایک سی ٹریننگ ہے۔ ایک تو ترامیم کو curtail کیا جائے' دوسرے precise اور concise کیا جائے۔ میرا جو دوست بولنا چاہے Repetition is not allowed.

جناب چیئرمین: جی' سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! مجھے اس بات کا احساس ہے کہ آپ آج صبح سے اس کرسی

پر تشریف فرما ہیں اور اگر آپ اٹھتے تو اس کے بعد چیمہ صاحب کی باری آئی تھی۔ جس کا ان کو بڑا احساس ہے کہ آپ نے آج کرسی ان کے حوالے نہیں کی۔ اس کے بعد جناب چیئرمین! چیمہ صاحب میرے بڑے بھائی ہیں اور ہمیشہ بغیر پڑھے کے بات کرتے ہیں' یہ ان کی شروع سے عادت ہے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ آڈٹ کون کرے گا' یہ تو اس حکومت نے سارا معاملہ ویسے ہی مبہم رکھا ہوا ہے۔ یہ آڈٹ والا نہیں ہے۔ ہم نے کہا ہے کہ آڈٹ جس سے بھی کروائیں اس کی سالانہ رپورٹ اس ہاؤس کے سامنے پیش کریں۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ یہ اسمبلی آڈٹ کرے۔ آپ نے ترمیم پڑھی ہے' پورے ہاؤس نے سنی ہے۔ ہم نے کسی ترمیم میں یہ کہا ہے کہ یہ ہاؤس آڈٹ کرے؟ اس حکومت نے پورے ہاؤس کو انگوٹھا چھاپ بنایا ہے۔ انھوں نے کچھ نہیں بتانا۔ ہم نے یہی اعتراضات کیے تھے کہ سارا کچھ حکومت کرے گی۔ یہ آڈٹ بھی حکومت بتائے گی کہ کہاں سے کروانا ہے' کون کرے گا۔ ہم نے کہا' جہاں سے بھی کروائیں اس کی رپورٹ اس ہاؤس کے سامنے لائی جائے۔ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ہاؤس یہ آڈٹ کرے اس کی میں تصحیح کرنا چاہتا تھا۔ آخر میں' میں آپ سے بھی یہ گزارش کروں گا کہ آخری وقت کے چند منٹ اس کرسی کا مزہ میرے بڑے بھائی چیمہ صاحب کو لینے دیں۔

جناب چیئرمین: یہ مینبل آف چیئرمین میں دو نمبر پر ہیں۔ ویسے یہ دو نمبر نہیں ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! دو نمبر جو ہوتا ہے' اس کے ساتھ ہمیشہ حشر یہی ہوتا ہے۔ میری آپ سے یہ التجا ہے۔

جناب چیئرمین: میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ جی سعید احمد خان منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس: میں اس کو wind up کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرے بھائی نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تو پھر مجھے پارلیمانی اداب کے مطابق فوراً بیٹھنا پڑا۔

میں تھوڑا سا یہ بتانا چاہوں گا کہ میرے بھائی نے ایک تو روایات کا ذکر کیا ہے کہ روایات ہیں کہ حکومت اپوزیشن کے ساتھ ترامیم پر بھی بات کر سکتی ہے۔ جناب سپیکر! ان روایات کو پتا نہیں کب follow کیا جائے گا؟ ان روایات کو تو بالکل پامال کر دیا گیا ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے اپنے بھائی سے یہ عرض کروں گا کہ یہ ترمیم جو ہم دے رہے ہیں۔ یہ بہتری کے لیے دے رہے ہیں۔ اس میں تو انھیں بھی contribute کرنا چاہیے۔ جیسا کہ عرض کیا ہے کہ اب تو وہ رہا ہو چکے ہیں۔ اب تو انھیں خاص طور پر contribution ضرور کرنی چاہیے۔ کیونکہ اب تو انھیں

آزادی مل گئی ہے۔ اب اظہار رائے پر قدغن نہیں رہی۔ یہی تو ایک بات ہے۔ ان کو ضرور بات کرنی چاہیے۔

جناب والا! میں اس کو مزید لمبا نہیں کرتا کیونکہ سب معزز حضرات اب تنگ آئے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ ہمارا ایک فرض بنتا ہے کہ جو legislation لائی جائے۔ مسودے میں جو خامیاں رہ جائیں اس میں ہم ترامیم پیش کریں اور ان پہ بات کریں۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ جیسا کہ روایات کی بات کی گئی ہے کہ روایات ایسی ہیں۔ ان پہ عمل نہیں کیا جاتا اور جو اچھی بات ہے اس کو بھی پسند نہیں کیا جاتا۔ جناب والا! اگر اسمبلی کی بالا دستی کو دیکھا جائے تو یہ اس کی demand کرتی ہے کہ جو بھی کام کیا جائے، اس کی رپورٹس یہاں پیش کی جائیں۔ ان کو دیکھا جائے، پرکھا جائے اور بحث کی جائے۔ پھر اس میں سے غلطیاں نکالی جائیں اور ان کو پوائنٹ آؤٹ کیا جائے کہ آپ نے بجٹ والا پیسہ کہاں خرچ کیا ہے۔ کیا پھر وہی eye brow raise ہونے والی بات نہ ہو۔ جناب والا! میں انھی باتوں پہ، جو مختلف تجاویز ہیں، اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے بھائی بہت ہی تنگ ہوئے بیٹھے ہیں۔ خاص طور پر بہت ہی محترم بھائی وزیر خوراک مجھے بار بار اشارہ کر رہے ہیں۔ مجھے ان کی یہ بات ضرور ماننی پڑے گی۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے یہ استدعا کروں گا کہ یہ بہت اہم ترمیم ہے، اس کو ضرور منظور کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔ بلامنسٹر۔

وزیر قانون: شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! بات بہت ہی مختصر تھی۔ لیکن جتنا طویل اظہار خیال معزز اراکین نے کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے ابتداء میں بالکل درست بات فرمائی تھی کہ mind apply نہیں کیا جاتا۔ وہ بالکل ان کے اپنے خطاب پر لاگو ہوتی ہے۔ جناب سپیکر! میں عرض یہ کرنا چاہوں گا کہ اس وقت انھوں نے جو کل ترامیم دی ہیں اور جو کلاز پہلے سے موجود ہے۔ اس میں فرق صرف اس بات کا ہے کہ سمجھنے والوں کے لیے یہ کافی تھی،

> The budget of the Foundation shall be approved and its account shall be maintained and audited in such a manner as may be prescribed

جناب سپیکر! اب یہ کس نے prescribe کرنے ہیں؟ اسی بورڈ نے prescribe کرنے

ہیں۔ یہ بات سمجھنے کی تھی جو وہ نہیں سمجھ سکے اور اس پر میرے دونوں بھائی آدھا گھنٹہ خطاب فرما کر چلے گئے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد انھوں نے یہ فرمایا کہ اس کی رپورٹ اسمبلی میں پیش کی جائے۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا انھیں اس بات کا علم نہیں؟ اگر وہ تھوڑا سا mind apply کر لیتے کہ یہ تو ایک autonomous body ہے۔ وہ اسمبلی کے آگے کسی طرح جواب دہ نہیں؟ کیا آئین کے آرٹیکل 130(4) میں حکومت ' کابینہ جو ہے وہ اس ایوان کے آگے جواب دہ نہیں۔ جب حکومت اس ایوان کے آگے جواب دہ ہے تو کیا ایک بورڈ کی سالانہ رپورٹ اسمبلی میں نہیں منگوائی جا سکتی؟ میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر وہ تھوڑا سا mind apply کرتے اور relevant رہتے تو دو منٹ کی بات تھی جس نے ختم ہو جانا تھا۔ لیکن چونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ بات کو لمبا کرنا ہے' repetition کرنی ہے تو میں بغیر کسی بحث میں گئے ان کی خدمت میں اتنا ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بار بار وہ جن خدشات کا اظہار کر رہے ہیں کہ کچھ سیاسی بڑے گھروں میں بیٹھ کر فیصلہ کر لیں گے' بجٹ دیکھ لیں گے' آڈٹ کر لیں گے تو میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اب بھی خدا کے لیے اپنے ذہنوں سے وہ پرانی باتیں نکالیں۔ جب وہ لوٹتے تھے' کھاتے تھے اور انھوں نے تو بیت المال کو نہیں چھوڑا۔ جناب سپیکر! مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس رپورٹ کا وہ حوالہ دیتے ہیں۔ اس میں سے میں یہ relevant para ضرور پڑھوں گا' کیونکہ ان لوگوں نے بیت المال کا پیسہ کھایا ہے۔ جو اسی رپورٹ میں درج ہے۔ آج ہم سے کہتے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کی طرف یہ اشارہ کرتے ہیں کہ وہ گھروں میں بیٹھ کر فیصلہ کر لیتے ہیں۔ وہ لوگ آج اس صوبے کے خزانے کی گاڑی بھی استعمال نہیں کر رہے۔ 7 کلب روڈ میں جہاں ہزاروں لاکھوں روز کا خرچہ ہوتا تھا۔ جناب سپیکر! وہ تو اپنی جیب سے دے رہے ہیں۔ یہ اپنے دور کو بھول جائیں۔ وہ وقت گزر چکا ہے جب یہ لوٹ کر کھاتے رہے ہیں۔ انھیں کسی نے پوچھا نہیں۔ ایکاور بات میں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس فاؤنڈیشن کے حوالے سے جتنے بھی خدشات کا انھوں نے ذکر کیا ہے۔ میں آج اس ایوان کے floor پر آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان تمام معاملات کی تحقیقات کروائی جائے گی اور جن لوگوں نے بھی اس فاؤنڈیشن کا ایک پیسہ بھی کھایا ہے تو ان کے پیٹوں سے نکالا جائے گا۔ جناب سپیکر! میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں۔ اس لیے کہ ایک بات کو ختم ہونا چاہیے۔ جو لوگ اس ملک کو اور اس قوم کو لوٹنے والے ہیں' بیت

المال کو لوٹنے والے ہیں۔ ان میں اور وہ لوگ جو بیت المال کے امین ہیں ان میں فرق ضرور ہونا چاہیے اور وہ فرق قوم کو نظر آنا چاہیے۔ اس لیے میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ جن خدشات کا میرے بھائیوں نے ذکر کیا ہے تمام بے بنیاد ہیں۔ اس فاؤنڈیشن کے حوالے سے ہم نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ آڈٹ بھی ہوگا۔ اس کی رپورٹ اسمبلی جب چاہے گی منگوا سکتی ہے۔ اسمبلی کے سامنے ایک ایک پیسے کا حساب دیا جائے گا۔ لیکن بات صرف سمجھنے کی تھی جو وہ سمجھ نہیں سکے۔ اس کے لیے مجھے افسوس ہے۔ میں انھیں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ انھوں نے لاء ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے بات کی ہے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ اب بھی یہاں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے ان کی جو اچھی مثبت تجاویز ہوں گی ہم ان کو welcome کریں گے۔ لیکن وہ اسی طرح آنکھیں بند کر کے تجاویز دیتے رہے تو ہم پھر ان پر کس طرح عمل در آمد کر سکتے ہیں؟ ان کی آنکھیں تو بند۔ جناب سپیکر! ہماری آنکھیں بند نہیں ہیں۔ میں انھی الفاظ کے ساتھ جناب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس ترمیم کو رد فرمایا جائے اور اس بل کو consider کیا جائے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

MR CHAIRMAN: Now, the amendment moved and question is

That for Clause 9 of the Bill, as recommended by Special Committee No.1, the following shall be substituted -

> "Budget, Audit and Accounts.--The Budget of the Foundation shall be approved by the Board, audited annually and a report shall be laid before the Provincial Assembly of the Punjab."

(The motion was lost)

MR CHAIRMAN: The question is.

That Clause 9 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 10

MR CHAIRMAN: Now, Clause 10 of the Bill is under consideration. An amendment has been received in it from Mr Saeed Ahmad Khan Manais, Mr Saeed Akbar Khan, Sardar Rafiq Haider Leghari, Mr Mansoor Ahmad Khan, Maulana Manzoor Ahmad Chinioti, Mr Moazzam Jehanzeb Ahmad Khan Wattoo, Pir Shujaat Hasnain Qureshi, Syed Masood Alam Shah, Sahibzada Muhammad Usman Khan Abbasi, Mr Khalid Javed Waraich, Maulvi Ghias-ud-Din:

Mr Saeed Ahmad Khan or any other move it.

MR SAEED AKBAR KHAN: Sir, I move:

That in Sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the word "direct" appearing in line one, shall be deleted and the full-stop appearing at the end shall be substituted with a colon, and the following proviso shall be added thereafter:-

"Provided that all appointments in Grade 12 and above shall be made through Punjab Public Service Commission."

MR CHAIRMAN: The motion moved is:

That in Sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by Special Committee No 1, the word "direct" appearing in line one, shall be deleted and the full-stop appearing at the end shall be substituted with a colon, and the following proviso shall be added thereafter -

"Provided that all appointments in Grade 12 and above shall be made through Punjab Public Service Commission."

MINISTER FOR LAW: I oppose it, Sir.

MR CHAIRMAN: So the mover may make a speech in favour of this amendment.

جناب سعید اکبر خان: جناب چیئرمین! ہم نے جو کلاز 10 سب کلاز (2) کی ترمیم پیش کی ہے۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ سب کلاز (2) یہاں پڑھ دی جائے۔

> All direct appointments shall be made on merit determined through open competition from amongst duly qualified persons.

یہ مسودے کی رُوح ہے اور ہم نے اس پر جو ترمیم دی ہے وہ یہ ہے کہ جو بھی appointments کی جائیں وہ پبلک سروس کمشن کی وساطت سے کی جائیں۔ ہم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔ ہم نے اس حکومت کو اپنے کیے ہوئے وعدوں اور اپنے جو انھوں نے تھوڑے بہت ایکشن کیے ہیں انھی کے بارے میں یاد دلانے کے لیے یہ ترمیم پیش کی ہے۔ میں یہ بات آج پھر کہوں گا کہ جب یہ اپنی election compaign کر رہے تھے تو انھوں نے دو باتوں پر بڑا insist کیا' ایک میرٹ اور دوسرا احتساب۔ ہم نے جو احتساب کا حشر دیکھا وہ اس پوری قوم کے سامنے ہے اور آپ کے بھی سامنے ہے۔ پھر میں میرٹ پر آتا ہوں۔ ہمارے ریکرٹمنٹس کے جو بھی رولز ہیں ان میں یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ کہیں میرٹ نہیں ہو گا۔ یہ خود مطمئن نہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان رولز کے باوجود بھی جو ریکروٹمنٹ ہوتی ہے اس میں ڈنڈی ماری جاتی ہے۔ اس میں گھپلا ہوتا ہے۔ جس کو ریکروٹمنٹ کی پاور ہے وہ اس میں اپنی مرضی کر جاتا ہے۔ انھوں نے اسی کو ختم کرنے کے لیے کافی اقدامات بھی کیے اور کافی پوسٹیں جو پہلے پبلک سروس کمشن کے پاس نہیں تھیں انھوں نے پبلک سروس کمشن کو بھیجی ہیں اور ان کو یہ اندازہ بھی ہے کہ ڈنڈی کیسے ماری جاتی ہے۔ آپ اور میں اس بات کے گواہ ہیں کہ 1985ء سے ہم اس ہاؤس کے ممبر ہیں اور کافی مراحل میں اکٹھے بھی رہے ہیں تو کیسے ڈنڈی ماری جاتی ہے' وہ اس کے بھی ایکسپرٹ ہیں اور ہم نے بھی دیکھا ہے۔ ہم نے تو اسی بات کو' جس کو آج یہ بُرا کہہ رہے ہیں' تو اُسی ان کے وعدے کو یاد دلایا اور شاید یہ اس فاؤنڈیشن میں ریکروٹمنٹ کے لیے بھول گئے تھے۔ تو ہم نے ان کو یاد کرایا کہ جیسا آپ خود فرما رہے ہیں کہ ہم ساری سیٹیں پبلک سروس کمشن کو دے رہے ہیں تو یہ بھی آپ اپنی پالیسی کے تحت پبلک سروس کمشن کو دے دیں

تاکہ اس کی ریکروٹمنٹ پر کوئی اعتراضات نہ آئیں اور آپ کی جو میرٹ کی پالیسی ہے اور آپ جو میرٹ پر زور دے رہے ہیں اس پر بھی اعتراضات اور انگشت بازی نہ کی جاسکے۔ پھر اس میں کیا بُرائی ہے کہ پبلک سروس کمشن، جس میں اسی گورنمنٹ کے نامزد کردہ آدمی موجود ہیں، اس کو یہ اختیار دے دیا جائے؟ میں یہ اعتراض نہیں کرتا کہ ادھر کوئی خرابی ہوتی ہے۔ لیکن عام آدمی اور عام امیدوار جو کسی پوسٹ کے لیے وہاں اپلائی کرتا ہے وہ ذہنی طور پر کم از کم مطمئن ضرور ہوتا ہے کہ میں نے پبلک سروس کمشن کی وساطت سے آنا ہے تو میں اپنے میرٹ پر آؤں گا، اپنی قابلیت پر آؤں گا، اپنی محنت کے زور پر آؤں گا۔ کسی کی سفارش، کسی کی منت یا کسی کے کہنے پر میں نہیں آؤں گا۔

جناب چیئرمین! عام ڈیپارٹمنٹ میں جو ریکروٹمنٹ ہوتی ہے، چاہے جتنی بھی کوشش کی جائے اور لوگ میرٹ پر ریکروٹ ہوں۔ پھر بھی جو رہ جاتے ہیں ان کا ہمیشہ یہ اعتراض رہتا ہے کہ حق میرا تھا، پتا نہیں فلاں کے رشتے دار کو یہ سیٹ مل گئی۔ چاہے وہ اس سیٹ کا اہل بھی ہو، تب بھی اس کی ریکروٹمنٹ کو تسلیم کرنے کے لیے وہ تیار نہیں ہوتے۔ پبلک سروس کمشن کے پاس پہلے جو ریکروٹمنٹ ہوا کرتی تھی اس کی بھی کاپی آپ دیکھ لیں جو اس وقت انھوں نے اور سیٹیں دی ہیں ان کو بھی آپ دیکھ لیں، پہلے تو ان کی یہ پالیسی ہے کہ ہم میرٹ پر بھرتی کریں گے اور تمام جو اہم پوسٹیں ہیں وہ ہم پبلک سروس کمشن کی وساطت سے کریں گے۔ ادھر یہ میرٹ وہی پرانا ہے جس کو یہ خود کہہ رہے ہیں اور تمام لوگ کہتے ہیں کہ یہ فیل ہو چکا ہے۔ پھر اسی کی وساطت سے یہ یہاں ریکروٹمنٹ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا دوغلی ہے۔ کیوں نہیں ایک ہی پالیسی پر عمل کیا جاتا، جو بھی انھوں نے پالیسی بنانی ہے؟ اگر پبلک سروس کمشن کی وساطت سے ریکروٹمنٹ کرانی ہے تو ادھر ہی کروا لیں۔ اگر نہیں کرانی تو جو پرانا طریقہ کار ہے اسی پر کریں۔ یہاں بھی پھر وہی پسند و ناپسند ہے۔ شاید اس فاؤنڈیشن کے ساتھ ان کے کوئی اور مقاصد ہوں۔ جہاں اس کی ممبرشپ بھی لامحدود ہے، پہلے اس پر بھی قدغن لگائی پھر اس کو حذف کیا اور بھی اس کے کافی مقاصد ہیں اور ابھی میرے بھائی لاءمنسٹر صاحب فرما رہے تھے کہ ہم ایک آنہ بھی جس نے کرپشن کی ہے اس کے پیٹ سے نکالیں گے۔ میں نے خود اس بات پر یہ ڈیسک بجا کر clapping کی ہے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ 1985ء سے لے کر آج تک جس نے اس صوبے اور اس ملک کو نقصان پہنچایا ہے ان کے پیٹ چاک کیے جائیں اور ان سے کرپشن کا پیسہ نکلوایا جائے۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو اس میں تفریق نہ کی جائے۔

چودھری صفدر شاکر، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب چیئرمین، جی' صفدر شاکر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری صفدر شاکر، جناب چیئرمین! میں اپنے محترم بھائی سید اکبر کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس فاؤنڈیشن پر اتنی سیر حاصل بحث ہو چکی ہے اور ہم اتنے مستفید ہو چکے ہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں بھی اس کو نہیں بھلا سکیں گی۔

جناب چیئرمین، جی' سید اکبر خان صاحب۔

جناب سید اکبر خان، جناب چیئرمین! یہ میرے بھائی ہیں۔ میں خوش ہوں کہ انھوں نے خود تو کوئی بات نہیں کی' لیکن ہماری بات توجہ سے سنی اور ان کو سمجھ آ گئی۔ مجھے یہ خوشی ہے کہ ان کو سمجھ آئی ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ہماری نسلیں بھی اس بات کو نہیں بھول سکیں گی۔ ہماری تو نسلیں اس قانون سازی کو نہیں بھول سکیں گی جو ہم کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں یہ بات کر رہا تھا کہ جو بھی بات کی جائے وہ دیانت داری اور ایمان داری سے کی جائے۔ اس میں اگر میں پاور میں ہوں اور میں خود بھی آتا ہوں تو پھر مجھے اپنی قربانی بھی دینی چاہیے۔ اگر ہماری اب نیت نیک ہو گئی ہے اور اگر ہم سے بھی کوئی کوتاہی ہو گئی ہے تو ہم فرشتے تو نہیں۔ اگر مجھ پر بھی کوئی زد آتی ہے تو پھر مجھے اس قوم کے لیے' اس ملک کے لیے قربانی دینی چاہیے۔ اس ملک کی عوام کے بہتر مستقبل کے لیے جو بھی قربان ہوتا ہے اسے ہونا چاہیے' اگر اس نے کوئی غلطی کی ہے۔ اس میں تفریق نہیں آنی چاہیے۔ اسی کے لحاظ سے میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم جب میرٹ کی بات کرتے ہیں تو پھر اس میں دوعملی نہیں ہونی چاہیے۔ ہماری جو بھی پالیسی ہو وہ اتنی پکی اور پختہ ہونی چاہیے کہ اس میں کسی وقت بھی یہ سوچ نہ آئے کہ دوسرے یہ جو عمل کر رہے ہیں اس میں کوئی اور بات یا کوئی اور پالیسی بنائی گئی ہے۔ میری یہی گزارش ہے کہ اس میں employees کی جو بھی ریکروٹمنٹ ہوئی ہے اس کو پبلک سروس کمشن کی وساطت سے کیا جائے۔ اب پبلک سروس کمشن کی لسٹ ان کے پاس ہے جو انھوں نے نئی بھیجی ہے۔ اس میں تو انھوں نے گریڈ 9 سے لے کر اوپر تک کے لوگوں کو پبلک سروس کمشن سے ریکروٹ کروایا ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے۔ اور میں اس بات کی تعریف کرتا ہوں کہ ان کو اپنی پرانی غلطیوں کا احساس ہوا ہے۔ اس قوم اور اس صوبے کو اس کا جو نقصان ہے آج ان کو ان کی تصحیح کرنے کا موقع ملا ہے۔

اور یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم اس کو صحیح کریں۔ میں اس بات کی بھی تعریف کرتا ہوں۔ لیکن یہ بھی ضرور کہوں گا کہ جہاں آپ تصحیح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں' پھر ادھر آ کر گڑ بڑ نہ شروع کر دیں۔ پھر وہی سابقہ روایات کو یہاں نہ اپنایا جائے۔ اس کو بھی پبلک سروس کمشن کے ذریعے بھرتی کرایا جائے تاکہ اس پر اعتراضات' انگشت بازی' اس پر بحث اور اس پر خدشات دوبارہ نہ ابھریں۔ میری یہی گزارش ہے لہذا اس ترمیم کو منظور فرمایا جائے۔

جناب چیئرمین: جی' قائد حزب اختلاف اظہار خیال کرنا چاہیں گے؟

جناب سعید احمد خان منیس: شکریہ' جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین! مجھے اس بات کا بے حد احساس ہے کہ معزز اراکین بہت ہی تھکے ہوئے ہیں اور بار بار یہ بات پوائنٹ آؤٹ بھی کی جاتی ہے کہ جلدی wind up کیا جائے اور اس کو through کیا جائے۔ جناب والا! میں نے عرض کیا کہ مجھے علم ہے کہ اسے ووٹ کی اکثریت سے through ہو جانا ہے۔ لیکن بحیثیت اپوزیشن پوائنٹ آؤٹ کرنا ہمارا کردار ہے۔ ایک قانون سازی ہو رہی ہے اور آپ بخوبی سمجھتے ہیں ہمیشہ یہی کوشش کی جاتی ہے کہ قانون سازی پر کسی کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ اعتراضات کرے۔ ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جو قانون سازی ہو رہی ہے وہ بہتر انداز میں ہو جائے۔ اس میں خامیاں نہ رہ جائیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس قانون سازی کو بہتر انداز میں کرنے کے لیے ہم مدد کریں۔ لیکن ہم ابھی تک تو ان کو قائل کرنے میں' میں ناکام تو نہیں کہوں گا' یہ کہوں گا کہ ہم قائل کرنے میں تو کامیاب ہو گئے ہیں۔ لیکن وہ روایات کہ اپوزیشن کی تجاویز کو پذیرائی نہیں دی جاتی' وہ اس کے آڑے آ رہی ہیں۔ جناب والا! مجھے آپ کی وساطت سے اپنے محترم بھائی چودھری محمد اقبال صاحب سے امید ہے اور وہ وہاں بیٹھے مسکرا رہے ہیں اور وہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے جو تجاویز دی ہیں وہ واقعی قابل پذیرائی ہیں تو شاید وہ اس ترمیم پر ہمارا ساتھ دیں گے۔

جناب والا! یہ جو مسودہ بنایا ہے' اس میں اس کلاز کی سب کلاز 2 میں ہے کہ:

All the direct appointments shall be made on merit determine through open competition among duly qualified persons

تو جناب والا! یہ through open competition کرنا ہی چاہتے ہیں اور اس میں merit کا ذکر بھی کیا جا رہا ہے' تو پھر اس میں کیا امر مانع ہے کہ اس کو through the Punjab

Public Service Commission کیا جائے۔ جناب والا! اور پھر Public Service Commission تو ان ہی کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ اس کے چیئرمین اور Members of the Public Service Commission بھی حکومت کے ہی نامزد کیے ہوتے ہیں۔ انہی کے نوٹیفکیشن کے ذریعے ان کی تقرری ہوتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر اس کو Public Service Commission کے ذریعے کر دیا جائے تو حکومت پر کوئی اعتراضات ہوں گے۔ میں پھر اس بات کو دہراؤں گا' پھر وہ کہتے ہیں کہ repetition ہوتی ہے کہ عام شخص جو تقرری چاہتا ہے اس کو دلی سکون ملے گا اور اسے احساس ہوگا کہ ٹھیک ہے ہم Punjab Public Service Commission کے پاس جا رہے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اس میں ہماری باری بھی آ جائے۔ جناب چیئرمین! اور پھر یہاں ایسی روایات ہیں کہ چاہے یہ کہہ بھی دیا جائے کہ merit پر ہو گا۔۔۔۔۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! میں نکتۂ استحقاق پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں دستی صاحب کا انتظار کرتا رہا لیکن اب وہ نکل رہے ہیں۔ میں نے ان سے گزارش کی ہے کہ آپ بیٹھ جائیں۔ انھوں نے میری مجبوری یا معذوری سے غلط فائدہ اٹھایا۔ مجھے آج اخبارات سے پتا چلا کہ کل انھوں نے نور جہاں کی حمایت میں کہا کہ 65ء میں اس کی بڑی خدمات ہیں اور علماء پر بڑی تنقید کی ہے۔ خصوصاً یہ کہ علماء قادیانی بنا دیتے ہیں یا کسی کو مسلمان بنا دیتے ہیں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں حضور کی ختم نبوت کا پہرے دار ہوں۔ ہزاروں قادیانی میرے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے ہیں۔ موجودہ خلیفہ مرزا طاہر کا پرائیویٹ سیکرٹری حسن محمود فلسطین کا عرب نوجوان ہے۔ وہ لندن میں میرے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے۔ ایک ہزار کے قریب عرب اس کے ہاتھ پر تائب ہو چکے ہیں۔ ہمیں تو اس بات پر فخر ہے۔ باقی یہ رہا کہ علماء کا کردار' اگر پاکستان کی تحریک میں علماء کا تعاون نہ ہوتا' علماء کی سرپرستی نہ ہوتی' پاکستان کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی' مولانا اشرف علی تھانوی' حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور بڑے بڑے حضرات اس تحریک کے قائد تھے۔ تب ان کی قربانیوں سے پاکستان وجود میں آیا۔ اور اس کا اعتراف دستی صاحب کو نہ ہو' قائد اعظم مرحوم کو تھا۔ انھوں نے علماء کے اس کردار اور خدمات کے پیش نظر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی سے کراچی میں پرچم کشائی

کروائی۔۔۔۔

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر، جناب۔

جناب چیئرمین، سالار صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، اور ڈھاکہ میں مولانا عثمانی سے پرچم کشائی کرائی۔ قائد اعظم نے علماء کی خدمات کا یہ اعتراف کیا ہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین، حاجی غلام رسول صاحب! مولانا سے کہہ دیجیے گا کہ ان کا مقصد حل ہو گیا، وہ تشریف رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں جناب کی وساطت سے دستی صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا" اب وہ عمر کے اس حصے میں ہیں، انھیں عاقبت کی فکر کرنی چاہیے اور دینی معاملات میں خواہ مخواہ مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ شاید ان کو کیا تکلیف ہے کہ جب کبھی بولتے ہیں تو علماء کے خلاف بولتے ہیں۔ میں ان سے کہوں گا کہ اب وہ اپنی عاقبت کی فکر کریں اور کچھ آخرت کا کام کریں، خواہ مخواہ دینی مسائل میں مداخلت کرنے کی کوشش نہ کریں۔

چودھری محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی، سالار صاحب۔

چودھری محمد صدیق سالار، وہ پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں، استحقاق پر بول رہے تھے جو تھا نہیں۔ سوال یہ ہے کہ انھوں نے کہا کہ یہ، یہ علماء یا مولانا آزاد یا مولانا حسین احمد مدنی، یا عطاء اللہ شاہ بخاری یا ابوالاعلیٰ مودودی، کیا یہ پاکستان کی تحریک کے مخالف نہیں تھے؛ ان لوگوں کو پاکستان کا نام سننا بھی گوارا نہیں تھا۔ انھوں نے علی گڑھ سٹیشن پر ہمارے ساتھ جو کچھ کیا وہ ہمیں یاد ہے۔ یہ تحریک پاکستان کے سخت مخالف تھے اور وہ قائد اعظم تھا جس نے پاکستان بننے کے بعد ان کو معاف کر دیا۔ مگر اب بھی ان کی اولادیں موجود ہیں جو پاکستان کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہیں۔

جناب چیئرمین، جی، مسعود عالم شاہ۔

سید مسعود عالم شاہ، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ جناب سپیکر! ظہر کا وقت ہو گیا ہے، تھوڑا سا وقفہ کیا جائے۔

ایک فاضل ممبر، نماز ظہر کا وقت اڑھائی بجے ہے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! میں گزارش کروں گا کہ میرے بھائی فرما رہے ہیں کہ نماز ظہر کا وقت اڑھائی بجے ہے۔ کل میرے ایک محترم بزرگ نے دو بجے کے قریب پوائنٹ آؤٹ کیا کہ نماز کا وقفہ ہونا چاہیے۔ میرے چچا سالار صاحب نے کہا کہ نماز ایک بج کر بیس منٹ پر ہوتی ہے۔ تو اس وقت کون سا ٹائم ہے؟ اس وقت تو ٹائم ہو سکتا ہے' ان کا پوائنٹ آف آرڈر جائز تھا۔ تو آج پھر یہ تضاد ہے۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ نماز ظہر کے لیے 15 منٹ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔ ہم پھر پونے دو بجے meet کریں گے۔

(نماز ظہر کے لیے اجلاس ملتوی ہو گیا)

(نماز ظہر کے وقفے کے بعد 1 50 پر جناب چیئرمین راجہ محمد خالد خان کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین، جی وزیر قانون۔ چونکہ قائد حزب اختلاف ہاؤس میں تشریف لا چکے ہیں اور وہ اس پر تقریر فرما رہے تھے' اس لیے میری استدعا ہے کہ وہ اپنی بات جاری کریں۔ منیس صاحب! آپ اپنی بات مکمل کرنا چاہیں گے؟

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین! میری خواہش ہوگی کہ کورم پورا کر کے ہاؤس کی کارروائی چلائی جائے۔ میں کورم پوائنٹ آوٹ کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، گنتی کی جائے---- گنتی کی گئی ---- کورم پورا ہے۔ جی' قائد حزب اختلاف۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! اس وقت amendment in Clause 10 پر بات ہو رہی تھی کہ تقرریاں پنجاب پبلک سروس کمشن کے ذریعے کی جائیں----

جناب چیئرمین، آرڈر پلیز' آرڈر۔ منیس صاحب! بسم اللہ کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ جناب چیئرمین! آج مجھے ہاؤس میں amongst the members کچھ پریشانی سی نظر آ رہی ہے۔ جناب والا! میں پبلک سروس کمشن پر بات کر رہا تھا کہ---- وزیر صحت، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی' خاکوانی صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اور آپ کی اجازت سے ایوان کا ریکارڈ درست کرانا چاہتا ہوں کہ ہمارے بہت ہی محترم دوست بزرگ جناب چودھری محمد اعظم چیمہ صاحب نے آج اپوزیشن کے اراکین کو appreciate کیا کہ یہ بڑی محنت کرتے ہیں اور بڑی محنت کر کے آتے ہیں' لیکن حقائق اس کے برعکس ہیں۔ میں آج ہاؤس میں اپنے دوستوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ حقائق یہ ہیں کہ آج سے چار دن پہلے ان کی اس لابی میں ایک بہت ہی مشہور و معروف پارلیمنٹیرین جناب تابش الوری صاحب تشریف لائے۔ پھر وہ اپوزیشن کے کمرے میں گئے اور انھوں نے ان کو وہ داؤ پیچ سکھائے کہ ہر کلاز پر بغیر سوچے سمجھے ترمیم دینی ہے اور اس پر آدھ آدھ گھنٹہ بولنا ہے اور اس کے بعد جب ہاؤس کے adjourn ہونے کا وقت آئے گا تو کورم پورا نہیں ہو سکے گا۔ آپ اس طرح حکومتی بنچز کو ditch کر سکیں گے۔ یہ وہاں سے سیکھ کر آئے ہیں۔ لیکن میں ان کو صرف یہی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جس آدمی کے مشورے پر عمل کر رہے ہیں اور عمل شروع کیا ہے ان کو اس کا انجام یاد رکھنا چاہیے۔ آج وہ اس ہاؤس کا ممبر نہیں ہے' لہٰذا میں گزارش کروں گا کہ جہاں یہ پارلیمانی روایات کی رٹ لگاتے ہیں' للہ' اس پارلیمنٹ کا اس ہاؤس کا جو اتنا قیمتی وقت ہے' اس کو ضائع مت کریں۔ جو متعلقہ بات ہے وہ کریں اور اس کے بعد قانون سازی کو ہونے دیں۔ یہی میری گزارش ہے۔

جناب چیئرمین، جی منیس صاحب۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! میں اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوں اور میں کوشش کروں گا کہ اس کو جلدی wind up کروں۔ میرا بالکل یہ مقصد نہیں کہ میں خواہ مخواہ ہاؤس کو الجھائے رکھوں یا وقت ضائع کروں۔ لیکن یہ ایسی قانون سازی ہے کہ اس پر یہ آرا on the record آ جائیں تو بہتر ہوتا ہے۔ جناب والا! اگر ان تقرریوں کو پبلک سروس کمشن کے ذریعے کر لیا جائے گا تو اس میں transparency نظر آئے گی۔ ویسے بھی مسودہ قانون میں سپیشل کمیٹی نے propose کیا ہے۔ اس میں انھوں نے کہا ہے کہ open competition ہوگا' میرٹ پر ہوگا۔ تو جب یہ بات ہے تو پھر Why not through the Public Service Commission? کیونکہ ماضی میں مختلف ادوار میں یہ روایات رہی ہیں کہ اس open competition کو بھی' اس میرٹ کو بھی غلط انداز میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ تو ہم کیوں نہ یہ کوشش کریں جب کہ ہم ایک نئی قانون سازی کر رہے ہیں تو اس کو avoid کرنے کی خاطر اس بات سے دور رہنے کی خاطر پبلک سروس کمشن بنا دیا گیا اور جیسے

میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اس کا چیئرمین اور ممبرز بھی گورنمنٹ notify کرتی ہے۔ امیدواروں کے ذہن کی تسلی ہوتی ہے کہ وہ پبلک سروس کمشن کے ذریعے آ رہے ہیں اور ان کے ذہن میں یہ آ جاتا ہے کہ شاید open merit پر کیا جائے گا جس سے ان کے تعینات ہونے کے چانس بن جائیں۔ حالانکہ اس میں بھی پریشر اور سفارشیں ہوتی ہیں،لیکن اس چیز کو تھوڑا سا transparent بنانے کی خاطر اگر اس کو پنجاب پبلک سروس کمشن کے ذریعے کر لیا جائے تو میرے خیال میں اس میں کوئی حرج والی بات نہیں۔ جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ ماضی میں مختلف ادوار میں' میں کسی ایک گورنمنٹ کا یا کسی ایک مخصوص پارٹی کا ذکر نہیں کرنا چاہتا' میں controversial بات کرنا ہی نہیں چاہتا۔ لیکن مختلف ادوار میں یہ باتیں سامنے آئی ہیں کہ اس میں چاہے میرٹ بھی ہو یا open competition کے ذریعے بھی ہو پھر بھی اس پر اعتراضات ہوتے ہیں۔ جناب والا! میرے بہت ہی محترم بزرگ نے حکم دیا ہے کہ میں اسے جلدی wind up کروں تو میں اس بات پر اکتفا کرتے ہوئے آپ کی وساطت سے اس ایوان کے معزز اراکین اسمبلی سے اور خصوصاً جناب وزیر قانون سے عرض کروں گا کہ یہ ایک نہایت ہی اہم اور اچھی تجویز ہے اس کو ضرور consider کریں اور اسے منظور کریں۔

جناب چیئرمین: وزیر قانون۔

وزیر قانون: شکریہ جناب سپیکر!-----

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میں point of personal explanation پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی سعید اکبر خان صاحب personal explanation پہ ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! جس وقت قائد حزب اختلاف نے باتیں کرنی تھیں۔ میرے فاضل دوست وزیرصحت جناب خاکوانی صاحب نے یہ کہا تھا کہ یہ ہاؤس کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ میں یہ بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور اس ایوان کا ریکارڈ درست کرنے کے لیے اور اس ہاؤس کے ریکارڈ پر لانے کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جناب چیئرمین! ہماری قطعاً یہ خواہش نہیں ہوتی کہ ہم ہاؤس کے وقت کو ضائع کریں۔ اس ہاؤس میں جو بھی قانون سازی ہوتی ہے ہم اپنی سمجھ کے مطابق اس میں جتنی بھی کوتاہیاں ہوتی ہیں پوائنٹ آؤٹ کرتے ہیں اور relevant رہتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق اس کو پوائنٹ آؤٹ کرتے ہیں اور ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ بحیثیت اپوزیشن ممبر کے یہ ہمارا

فرض بنتا ہے کہ جو بھی یہاں پر قانون سازی ہو اور اس میں جو کوتاہیاں ہوں اس کو پوائنٹ آؤٹ کیا جائے۔ جناب والا! میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ہم نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں کہ اس ایوان کا وقت ضائع کیا جائے یا ہاؤس میں کوئی ایسی بات کی جائے جو غیر متعلقہ ہو۔ جناب والا! اگر ہماری کوئی بات غیر متعلقہ لگتی ہے تو یہ اس کی سوچ ہوسکتی ہے یا اس کی سمجھ ہوسکتی ہے' ہماری یہ سوچ نہیں۔ ہمارا یہ مقصد نہیں۔ اور ہم اس بات کو بھی condemn کرتے ہیں کہ کوئی آدمی اس ہاؤس کے ٹائم کو ضائع کرنے کے لیے کوئی بات کرے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین ، آپ کی بات درست ہے۔ وزیر قانون۔

وزیر قانون ، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر ! میں مزید بغیر کسی تمہید میں گئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو تجویز معزز اراکین نے دی ہے' میں صرف اپنی معلومات کے لیے ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا انھوں نے پبلک سروس کمشن کے متعلق یہ پڑھا ہے کہ کیا وہ خود مختار اداروں کی بھی بھرتی کرتے ہیں؟جناب سپیکر ! وہ ہمیشہ گورنمنٹ کے لیے بھرتی کرتے ہیں۔ یہ ایک خود مختار ادارہ ہے۔ پہلے انھوں نے مختلف ترامیم پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اس کو اختیار دینے چاہییں' با اختیار بنانا چاہیے' اعتماد کرنا چاہیے اور پھر اپنی بات کو negate کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ان کی بھرتی کا اختیار پبلک سروس کمشن کو دیا جائے۔میں انھی کی بات کو دہراتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس کمشن کو با اختیار دیکھنا چاہتے ہیں اور جو لوگ ہم نے اس میں منتخب کیے ہیں ان پر ہم اعتماد کرتے ہیں' ان کی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہیں اور ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ بہتر فیصلے کریں گے اور بہتر تقرریاں کریں گے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے' جناب سپیکر ! انھوں نے فرمایا ہے کہ گریڈ 12 سے ' میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پبلک سروس کمشن گزیٹڈ پوسٹوں کی ریکروٹمنٹ کرتا ہے' گریڈ 12 کی نہیں کرتا۔ لیکن یہ موجودہ حکومت جس نے شفاف اور میرٹ کی پالیسی کو اپنایا ہے انھوں نے گورنمنٹ کی گریڈ 12 کیا گریڈ 11 کی پوسٹیں' جو اے ایس آئی یا نائب تحصیل دار کی پوسٹیں ہیں' وہ بھی ہم پبلک سروس کمشن سے کروا رہے ہیں۔ لیکن جناب والا! یہ تو ایک خود مختار ادارہ ہے۔ اس کے لیے اگر ہم بات کرنا چاہیں کہ اس کو ہم پبلک سروس کمشن میں لے جائیں' اس کے لیے قانون سازی کی ضرورت بھی نہیں ہے رولز میں یہ بات کی جا سکتی ہے۔ اس لیے میری جناب سے یہ گزارش ہے کہ اس ترمیم کو رد فرمایا جائے اور بل کو زیر غور

لایا جائے۔ شکریہ

MR CHAIRMAN: The amendment moved and the question is :

That in sub-clause (2) of Clause 10 of the Bill, as recommended by Special Committee No. 1, the word "direct" appearing in line one, shall be deleted and the full-stop appearing at the end shall be substituted with a colon, and the following proviso shall be added thereafter:-

"Provided that all appointments in Grade 12 and above shall be made through Punjab Public Service Commission."

(The motion was lost)

MR CHAIRMAN: The question is .

That Clause 10 of the Bill, do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 11

MR CHAIRMAN: Now, Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 11 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

CLAUSE 12

MR CHAIRMAN: Now, Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 12 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 13

MR CHAIRMAN: Now, Clause 13 of the Bill is under consideration. Since

there is no amendment in it, the question is:-

That Clause 13 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 14

MR CHAIRMAN: Now, Clause 14 of the Bill is under consideration. An amendment has been received in it from the Law Minister. He may move it.

MINISTER FOR LAW: Sir, I move.

That for Clause 14 of the Bill, as recommended by the Special Committee No.1, the following shall be substituted:-

"14. Repeal--The Nazaria-e-Pakistan Foundation Ordinance, 1997(XXIX) of 1997) is hereby repealed."

MR CHAIRMAN: The motion moved and the question is:

That for Clause 14 of the Bill, as recommended by the Special Committee No.1, the following shall be substituted:-

"14. Repeal---The Nazaria-e-Pakistan Foundation Ordinance, 1997(XXIX of 1997) is hereby repealed."

MR SAEED AHMAD KHAN MANAIS: Sir, I oppose.

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ ایک ٹیکنیکل سا مسئلہ ہے اور اس کی نشان دہی خود قائد حزب اختلاف نے کی تھی اور اس سے پہلے جو بل پیش ہوا تھا اس میں بھی ہم نے ان کی نشان دہی کے بعد اس میں ترمیم پیش کی تھی۔ جناب والا! ہم نے یہ جو ترمیم پیش کی ہے' جب بل کمیٹی میں پیش ہوا تھا اس وقت آرڈیننس نمبر 23 نافذ تھا۔ وہ آرڈیننس تین ماہ کی مدت ختم ہونے پر ختم ہوگیا اور اس وقت آرڈیننس نمبر 29 نے اس کی جگہ لے لی اور یہ تبدیلی کرنے کے لیے ترمیم پیش کی گئی ہے۔جناب سپیکر! اس میں صورت حال یہ ہے کہ اب معزز قائد حزب اختلاف یہ فرمائیں گے کہ یہ repromulgation میں آتا ہے۔ اصل بات یہ نہیں ہے۔ جناب سپیکر! جب یہ

آرڈیننس اسمبلی میں پیش ہوا اور متعلقہ کمیٹی کے پاس refer ہوا اس وقت اس کا نمبر 23 تھا اور اس نے تین مہینے کے لیے' نافذ العمل رہنا تھا۔ لیکن چونکہ کمیٹی کی رپورٹ تین مہینے کے اندر اندر ہاؤس میں پیش نہیں کی گئی اور یہ اجلاس تین مہینے کے بعد ہو رہا ہے تو اس قانون کو intact رکھنے کے لیے' نافذالعمل رکھنے کے لیے نیا آرڈیننس جاری کرنے کی ضرورت تھی اور جو نیا آرڈیننس جاری کیا گیا اس کا نمبر 29 ہے۔ وہ ترمیم اب ہم لائے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ قواعد و ضوابط کے مطابق ایک ضروری ترمیم تھی اور ان کی نشان دہی پر' میں پھر عرض کرتا ہوں کہ سابقہ بل میں جو انھوں نے نشان دہی کی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی ایک اچھی تجویز تھی اس پر ہم عمل کر رہے ہیں۔ لیکن اس کو بھی وہ oppose کر رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ خود اپنی بات کی نفی کر رہے ہیں۔ اس لیے میری جناب سے یہ استدعا ہے کہ اس کو منظور فرمایا جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین ، قائد حزب اختلاف۔

جناب سعید احمد خان منیس ، شکریہ جناب چیئرمین! میں اس پر کوئی لمبی بات نہیں کرنا چاہتا۔ I just want to be on record اور اس سے پہلے میں پوائنٹ آؤٹ بھی کر چکا ہوں اور اس میں بتا بھی چکا ہوں اور اس میں رولنگ اور ریفرنس سب کچھ دے چکا ہوں۔ میں یہ بات ریکارڈ پر صرف اس لیے لانا چاہتا ہوں کہ ایسے قوانین جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ These are the lapses of the Government and by the department یہ ایسی قانون سازی ہے جس کے دور رس اثرات ہوتے ہیں۔ لوگ اس کو دیکھتے ہیں غور کرتے ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب یہ مسودات تیار کیے جاتے ہیں تو اس وقت' میں لمبی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ میرے محترم بھائی وزیر قانون نے جب خود تسلیم کر لیا ہے کہ اس ترمیم کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ انھوں نے ٹھیک بات کی ہے۔ لیکن میں ریکارڈ پر صرف یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ یہ lapses بار بار نہیں ہونے چاہییں۔ میں صرف یہ بات کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

MR CHAIRMAN: Now, the amendment moved and the question is:

That for Clause 14 of the Bill as recommended by the Special Committee No.1, the following shall be substituted:-

"14. Repeal---The Nazaria-e-Pakistan Foundation Ordinance,

1997 (XXIX of 1997) is hereby repealed."

(The motion was carried)

MR CHAIRMAN: Now, the question is:

That Clause 14 of the Bill as amended, do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 2

MR CHAIRMAN: Now, Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

CLAUSE 1

MR CHAIRMAN. Now, Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill

(The motion was carried)

PREAMBLE

MR CHAIRMAN: Now, the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

LONG TITLE

MR CHAIRMAN: Now, Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:-

That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried)

MR CHAIRMAN: Second reading ends and third reading starts Minister for Law.

MINISTER FOR LAW: Sir, I move :-

That The Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill, 1997 be passed.

MR CHAIRMAN: The motion moved is.

That The Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill, 1997 be passed

(The motion was not opposed)

MR CHAIRMAN: The motion moved and the question is:-

That the Nazaria-e-Pakistan Foundation Bill. 1997 be passed

(The Bill was passed)

The session is adjourned till 9 00 a m. on 31 10.1997

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس)

جمعۃ المبارک' 31۔ اکتوبر 1997ء

(آدینہ' 19۔ جمادی الثانی 1418ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں پونے دس بجے صبح زیر صدارت جناب چیئرمین (چودھری محمد اعظم چیمہ) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

مُدْهَآمَّتٰنِ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ o

سورۃ الرحمٰن آیت نمبر 41 تا 53

دونوں خوب گہرے سبز o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ o ان میں دو چشمے ابل رہے ہیں o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ o ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ o ان میں نیک سیرت (اور) خوب صورت عورتیں ہیں o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ o (وہ) حوریں (ہیں جو) خیموں میں مستور (ہیں) o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ o ان کو (اہل جنت سے) پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ o سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے o تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ o (اے محمد) تمہارا پروردگار جو صاحب جلال و عظمت ہے اس کا نام بڑا بابرکت ہے۔

وما علینا الا البلاغ o

رکن اسمبلی کا حلف

جناب چیئرمین، اب میں پی پی 70 جھنگ سے اپنے نومنتخب ممبر خان جواد علی خان سیال رجبانہ سے عرض کروں گا کہ وہ اپنی سیٹ پر کھڑے ہو کر حلف لیں۔

(اس مرحلے پر حلف ہوا)

جناب چیئرمین، میں اپنے نومنتخب ساتھی کو اپنی جانب سے اور اراکین اسمبلی کی جانب سے مبارک باد دیتا ہوں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب چیئرمین، اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

جناب رستم سی قیصر

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب رستم سی قیصر رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

> گزارش ہے کہ میں 12۔ اکتوبر کو امریکہ جا رہا ہوں اور اسمبلی کا اجلاس 13۔ اکتوبر سے شروع ہو رہا ہے۔ اس لیے میں 13۔ اکتوبر 1997ء سے شروع ہونے والے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔ لہٰذا اس اجلاس میں میری چھٹی منظور فرمائی جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

بیگم راج حمید گل

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست بیگم راج حمید گل رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

> گزارش ہے کہ میں بیرون ملک ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق علاج کروا رہی ہوں اور ابھی علاج جاری ہے جس کی وجہ سے میں اکتوبر کے صوبائی اسمبلی کے

اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔

آپ سے ذاتی طور پر درخواست گزار ہوں کہ مجھے اکتوبر کے اجلاس میں حاضر نہ ہونے کی وجہ سے رخصت عطا فرمائیں۔ میں آپ کی مشکور ہوں۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار محمد اویس خان لغاری

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب سردار محمد اویس خان لغاری رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں بعض ناگزیر نجی وجوہات کی بناء پر 21 تا 23 اکتوبر کے اجلاسوں میں شرکت کرنے سے قاصر ہوں۔ اس لیے ان ایام کی رخصت منظور کر کے مشکور فرمائیں۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں زاہد نواز

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست میاں زاہد نواز رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ مورخہ 17-10-97 کو وزیراعلیٰ پنجاب ضلع وہاڑی کا دورہ کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے اسمبلی کی حاضری نہیں دی جا سکتی۔ لہٰذا مورخہ 17-10-97 ایک یوم کی رخصت منظور فرما دیں۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب خورشید احمد صوفی

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب خورشید احمد صوفی رکن، صوبائی اسمبلی کی

طرف سے موصول ہوئی ہے،

Sir,

I would be out of the country in connection with my business from 13th to 20th October, 1997. Kindly grant me leave for the said period.

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سید مسعود عالم شاہ

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست سید مسعود عالم شاہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں ذاتی مصروفیت کی وجہ سے 13 اور 14۔ اکتوبر کو اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ لہذا مہربانی فرما کر میری چھٹی منظور کی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب فرحت عزیز مزاری

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب فرحت عزیز مزاری رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں اپنی ذاتی مصروفیت کی بناء پر پچھلے تین دن 13 تا 15۔ اکتوبر اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ مہربانی فرما کر ان تین ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

ملک محمد حیات اترا

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست ملک محمد حیات اترا رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ ایک عزیز کی شادی کے سلسلے میں مورخہ 17۔ اکتوبر کو اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہوں۔ براہ مہربانی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

حاجی محمد حیات جپہ

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حاجی محمد حیات جپہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں اپنے بھائی کی بیماری کی وجہ سے آج 20-10-97 حاضر نہیں ہو سکتا۔ میری درخواست برائے رخصت منظور کی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایاز امیر

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایاز امیر رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

Dear Speaker,

Kindly grant me leave for three days, from 21 to 23 October, 1997.

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب عادل شریف گِل

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب عادل شریف گِل رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں بوجہ ضروری کام 13، 15، 16 اور 17۔ اکتوبر 1997ء کو اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ از راہ کرام مذکورہ ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

راجہ محمد خالد خان

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست راجہ محمد خالد خان رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں 17۔ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ از راہ کرم ایک یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ مورخہ 21-10-97 کو میں بوجہ ناسازی طبع اجلاس attend نہ کر سکا ہوں۔ چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایس۔ اے حمید

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایس۔ اے حمید، رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

میں ایک ضروری کام کی وجہ سے مورخہ 22۔ اکتوبر کو اسمبلی کا اجلاس attend نہیں کر سکا۔ لہٰذا اس روز کی رخصت منظور کی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست صاحبزادہ محمد عثمان خان عباسی رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

Dear Speaker,

I could not attend the Assembly Session from 13th to 19th October, 1997 due to personal reasons. Kindly grant me leave for these days.

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

وزیر صنعت و معدنی ترقی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کیا یہ مناسب ہے کہ تمام معزز ممبران کی درخواست ہائے رخصت ایک ہی دن پڑھی جائیں؟ کیا رولز یہ نہیں ہیں کہ جب رخصت آئے، اس کے دوسرے دن اس کو پڑھا جائے۔

جناب چیئرمین، نہیں، میرا خیال ہے کہ ہر ایک کو علیحدہ پڑھنے کی بجائے اکٹھا پڑھا جا سکتا ہے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی، نہیں جناب، یہ خیال کی بات نہیں۔ یہ قواعد و ضوابط کی بات ہے۔ میں تو یہ نشان دہی کر رہا ہوں کہ اس کے متعلق قواعد و ضوابط کیا ہیں؟

جناب چیئرمین، اس میں ممبرز کے لیے کوئی وقت کی پابندی نہیں۔ جی۔

میاں زاہد نواز

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست میاں زاہد نواز رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

Dear Speaker,

Due to some personal reasons I can not attend the Assembly Session for 27 to 31 October, 1997. Kindly grant me leave for five days.

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

حاجی احسان الدین قریشی

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حاجی احسان الدین قریشی رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

میں سرکاری دورہ پر مورخہ 26-10-97 سے چائنہ کے دورے پر جا رہا ہوں۔ اس لیے اسمبلی کے حالیہ اجلاس میں شرکت نہیں کر سکتا۔ از راہ کرم 26-10-97 تا 02-11-97 رخصت عطا فرمائی جائے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! وہ وفد کے ساتھ گئے ہیں۔ سپیکر صاحب بھی ساتھ گئے ہیں۔ وہ تو ویسے ہی آفیشل ٹور پر ہیں۔ تو آفیشل ٹور کی چھٹی مناسب بات نہیں۔ اسمبلی سیکرٹریٹ کو پہلے ہی اس کی چھان بین کر لینی چاہیے تھی۔ وہ تمام آفیشل ٹور پر ہیں اور اگر ایک آدمی آفیشل ٹور پر ہو تو اس کی چھٹی کی درخواست نہیں آ سکتی۔

جناب چیئرمین، ویسے دفتر کے پاس آ گئی تھی۔ انھوں نے بھی ضروری سمجھی۔ ورنہ انھیں تو فیک اپ ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔

وزیر قانون، نہیں کرنا چاہیے تھا۔

جناب چیئرمین، جی۔

نواب زادہ منصورہ احمد خان

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست نواب زادہ منصورہ احمد خان رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ مصروفیت کی وجہ سے میں مورخہ 13-10-97 سے 25-10-97 تک اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ لہٰذا استدعا ہے کہ ان ایام کی چھٹی عنایت فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

نواب لیاقت علی خان

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست نواب لیاقت علی خان رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

Dear Speaker,

I could not attend the Assembly Session from 13th to 18th Ocotber due to some personal engagements. Kindly grant me leave for six days.

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں معظم جہانزیب احمد خان وٹو

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست میاں معظم جہانزیب احمد خان وٹو رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ مورخہ 27۔ اکتوبر 1997ء کو ذاتی معاملات کے سلسلے میں اوکاڑہ گیا ہوا تھا جس کی وجہ سے میں اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ لہٰذا میری رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ایاز امیر

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ایاز امیر رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

Dear Speaker,

I can not attend the Assembly Session for Ocotber 31, 1997.

Kindly grant me leave for one day.

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔" کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

حاجی شوکت حیات بوسن

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست حاجی شوکت حیات بوسن رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں چند ناگزیر حالات کی وجہ سے 30-10-97 سے 31-10-97 تک اسمبلی میں حاضر نہیں رہ سکتا ہوں۔ مہربانی کر کے مجھے دو یوم کی رخصت دی جائے۔ نوازش ہو گی۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری شوکت حیات چٹھہ

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست چودھری شوکت حیات چٹھہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں ضروری کام کی وجہ سے 27۔ اکتوبر 1997ء بروز سوموار اجلاس میں شرکت نہیں کر سکا۔ مہربانی فرما کر 27۔ اکتوبر 1997ء کی رخصت

منظور فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سردار عاشق حسین گوپانگ

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

گزارش ہے کہ میں بوجہ ناسازی طبع مورخہ 28-10-97 تا 30-10-97 اجلاس attend نہیں کر سکا۔ براہ مہربانی چھٹی منظور فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب دریوس پستونجی

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب دریوس پستونجی رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

Dear Speaker,

I was ill for that I could not attend the Assembly Session on 24th October, 1997. Kindly grant me leave for one day.

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

تاج محمد خان زادہ

قائم مقام سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست تاج محمد خان زادہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

Dear Speaker,

I can not attend the Assembly Session due to some domestic

work. Kindly grant me leave for 2nd & 3rd November 1997.

جناب چیئرمین، اب سوال یہ ہے۔ " کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

تحاریک التوائے کار

جناب چیئرمین، اس کے بعد ہم آج کے بزنس کو لیتے ہیں۔ آج وقفہ سوالات بھی نہیں ہے۔ تحاریک استحقاقات بھی نہیں ہیں۔ لہذا تحاریک التوائے کار لی جاتی ہیں۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی تحریک التوائے کار تھی جس پر وزیر قانون صاحب نے جواب دینا تھا۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس کا ابھی تک جواب موصول نہیں ہوا۔

جناب چیئرمین، مولانا صاحب بھی نہیں ہیں۔ لہذا ان کی یہ تحریک التوائے کار پینڈنگ کی جاتی ہے۔

وزیر قانون، شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین، جناب رائے حسن نواز صاحب۔۔۔۔۔ رائے حسن نواز صاحب کی تحریک التوائے کار ہے اور ان کی طرف سے پینڈنگ کرنے کی بھی کوئی request نہیں۔ لہذا ان کی غیر حاضری کی بناء پر یہ dispose of کی جاتی ہے۔

تحریک التوائے کار نمبر 70 بھی جناب رائے حسن نواز صاحب کی ہے چونکہ وہ حاضر نہیں' نہ ہی ان کی طرف سے کوئی request ہے' لہذا غیر حاضری کی بنا پر dispose of کی جاتی ہے۔

تحریک التوائے کار نمبر 71 بھی جناب رائے حسن نواز صاحب کی ہے۔ وہ حاضر نہیں ہیں اور ان کی طرف سے کوئی request نہ ہے۔ ان کی غیر حاضری کی بنا پر یہ dispose of کی جاتی ہے۔

تحریک التوائے کار نمبر 72 میاں عبدالستار صاحب کی ہے ۔ جی میاں عبدالستار صاحب۔

(فاضل ممبر ایوان میں تشریف فرما نہ تھے)

چونکہ میاں صاحب حاضر نہیں ہیں اور ان کی جانب سے کوئی request موصول نہیں ہوئی کہ اسے pending رکھا جائے' لہذا اسے بھی dispose of کیا جاتا ہے ۔

تحریک التوائے کار نمبر 73 ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب کی ہے ۔ جی جوئیہ صاحب۔

میاں والی ملتان روڈ کی کشادگی کے دوران قیمتی جنگلات کو کاٹ کر قومی خزانہ کو نقصان

ملک غلام شبیر جوئیہ ، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میاں والی۔ ملتان روڈ کو کشادہ اور کھلا کرنے کے لیے چینی فرم کو ٹھیکہ دیا گیا ہے۔ وہ بلالحاظ نہایت قیمتی جنگلات بھی مشینوں کے ساتھ کاٹ کر حکومت کو لاکھوں کا نقصان پہنچا رہی ہے۔

جبکہ تعمیراتی فرم کے اس اقدام سے حکومت کے نقصان کے علاوہ عوام میں بھی بے چینی پائی جاتی ہے۔

جناب چیئرمین، جی وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون ، جناب والا! یہ تحریک آج صبح circulate ہوئی ہے اور ہمیں آج صبح ہی ملی ہے اور اجلاس میں حاضر ہونے سے پہلے یہ مجھے ملی ہے ۔ اس کا جواب بھی آج ہی office hours میں آ جائے گا۔ لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ اس کو next working day کے لیے pend فرما لیا جائے، کیونکہ کل چھٹی ہے۔

جناب چیئرمین، یعنی لیٹ آنے کی وجہ سے اس کا جواب موصول نہیں ہوا اور آپ وقت چاہتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! لیٹ بھی نہیں، بلکہ آج ہمیں یہ ملی ہے۔

جناب چیئرمین، یعنی یہ تحریک آج آپ کو ملی ہے۔

وزیر قانون، جی جناب۔ آج ابھی اس ایوان میں حاضر ہونے سے پہلے ملی ہے۔

جناب چیئرمین ، تو پھر اسے pending کیا جائے؟

وزیر قانون، جی۔ اسے pending کیا جائے۔

جناب چیئرمین، کیوں جوئیہ صاحب۔

ملک غلام شبیر جوئیہ، ٹھیک ہے جی۔

جناب چیئرمین، ٹھیک ہے۔ اسے pending کیا جاتا ہے۔

وزیر مال، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میں نے آپ کی خدمت میں ایک اور گزارش کرنی تھی کہ رانے حسن نواز صاحب کی تحریک التوائے کار ابھی kill ہو گئی ہے۔ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا تھا کہ یہ تحاریک اکثر غلط محکموں کو چلی جاتی ہیں' لہٰذا آپ سیکرٹریٹ کو یہ ہدایت کریں۔ وہ میرے متعلقہ تھی اور وہ محکمہ زراعت کو بھیجی گئی تھی۔ وہ ریلیف کے متعلق تھی۔ پہلے بھی ایک دو بار ایسے ہی ہوا ہے کہ وہ ہمیں ملتی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم نے تو ایوان میں جواب دینا ہوتا ہے مگر ہمیں یہاں آ کر پتا چلتا ہے کہ آئی ہوئی ہے۔ اس لیے اس بارے میں تھوڑی سی آپ ہدایت جاری کریں۔

جناب چیئرمین، وزیر مال چودھری شوکت داؤد صاحب نے جو فرمایا ہے اس بارے میں اسمبلی سیکرٹریٹ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ آئندہ جو بھی ریفرنس ہو وہ متعلقہ محکمہ کو ارسال کیا جائے تاکہ وقت بچ سکے۔

زراعت پر بحث کا آغاز

جناب چیئرمین، تحاریک التوائے کار ختم ہونے کے بعد اب زراعت پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ تو میں وزیر قانون سے گزارش کروں گا کہ زراعت پر بحث کے لیے وہ تحریک پیش کریں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس بحث کا آغاز کریں گے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری ایک تحریک التوائے کار کل اور ایک تحریک التوائے کار پرسوں بھی pending رکھی گئی تھی۔ لہٰذا میری آپ سے درخواست ہے کہ ان کو آج take up کیا جائے۔

جناب چیئرمین، کوئی صاحب ذرا ہمت کریں کہ مولانا صاحب کی تحاریک کے بارے میں ہماری راہنمائی کی جائے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! کل pending کروائی گئی تھی اور پرسوں بھی pending کروائی گئی تھی۔

جناب چیئرمین، جی حضرت صاحب' وہ pending ہو چکی ہے اب آپ تشریف رکھیں۔ جی' پارلیمانی

سیکرٹری صاحب! آپ تحریک پیش کریں۔

جناب شاہد محمود بٹ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میری طرف سے کچھ Call Attention Notices جمع ہوئے تھے اور آج ان کا جواب دیا جانا تھا۔

جناب چیئرمین، بٹ صاحب! وہ سوموار کو take up ہوں گے۔ جی' پارلیمانی سیکرٹری صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (مخدوم خسرو بختیار)، جناب چیئرمین!

I move that the discussion on agriculture.

جناب سعید احمد خان منیس، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میں نے پچھلے دنوں ایک گزارش کی تھی کہ گو رولز میں ترمیم کی گئی ہے کہ بحث کا آغاز متعلقہ منسٹر کیا کریں گے لیکن ایوان کے جو پہلے precedents موجود ہیں اور یہ آپ کے نوٹس میں بھی ہیں تو مناسب یہ ہو گا کہ پہلے معزز اراکین اسمبلی اظہار خیال کر لیں اور اس کے بعد متعلقہ منسٹر یا متعلقہ پارلیمانی سیکرٹری اس کو wind up کریں اور اس میں وہ اپنی کارگزاری کا بھی ذکر کریں اور معزز اراکین اسمبلی جو تجاویز پیش کریں یا جو lapses بیان کریں ان کا بھی ذکر کریں تو یہ زیادہ مناسب ہو گا۔

جناب چیئرمین، اس سے پہلے بھی یہ بات ہو چکی ہے-----

وزیر قانون، جناب سپیکر! معزز قائد حزب اختلاف نے اس سے پہلے بھی یہ مسئلہ دو تین مرتبہ point out کیا ہے۔ انھوں نے ابھی یہ فرمایا ہے کہ precedent یہ رہا ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہاؤس میں precedents نہیں' بلکہ وہ قانون یا وہ رولز prevail کریں گے جو اس وقت نافذ العمل ہیں۔ ان کے مطابق متعلقہ وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری کو بحث کا آغاز کرنا ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک ان کی اس بات کا تعلق ہے کہ اگر پہلے منسٹر بات کرے پھر بعد میں وہ کس پر بات کریں گے تو جناب سپیکر! رولز میں تبدیلی اس لیے لائی گئی تھی کہ اس سے پہلے ممبران کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا ہے کہ ہم کس بات پر بحث کریں؟ پہلے حکومت کا' محکمے کا نقطۂ نظر سامنے آنا چاہیے تاکہ ہم پھر اس پر بحث کر سکیں۔ حکومت کی پالیسی سامنے آنی چاہیے اور ہمیں پتا چلنا چاہیے کہ حکومت کیا کر رہی ہے یا محکمے کی کارکردگی کو مزید فعال کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر یہ تبدیلی لائی گئی تھی۔ اور جہاں تک اس صورت حال کا تعلق ہے کہ وائنڈ اپ کون کرے گا' تو متعلقہ منسٹر یہاں موجود ہیں' پارلیمنٹری سیکرٹری صاحب یہاں موجود ہیں۔ ان کی ساری

تجاویز کے بعد وائنڈ اپ بھی کرنا ہے ۔ ہم پہلے ان کو محکمے کی کارکردگی بتائیں گے ۔ حکومت کی جانب سے کیے جانے والے اقدامات بتائیں گے۔ یہ بات کریں ۔ اپنے اعتراضات بتائیں ۔ اس کا جواب بھی دیا جائے گا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس تبدیلی کے بعد دونوں صورتیں cover ہوتی ہیں۔ اور یہ ایک بہتر تبدیلی ہے ۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب سپیکر! میں آپ کو ایک اور تجویز دینا چاہوں گا۔ مجھے اس میں اعتراض نہیں' اگر اسی بات پر وزیر قانون مصر ہیں۔ ویسے اگر آپ کبھی پارلیمنٹ کی اور کتابیں اٹھا کر دیکھیں' خاص طور پر انسائیکلوپیڈیا آف پارلیمنٹ دیکھیں جو نارمن ولڈنگ نے لکھی ہے ۔ اس میں اس نے اس بات پر بہت ہی زور دیا ہے کہ جو چیزیں statute میں provide کی گئی ہوں وہ بھی اپنی جگہ پہ ٹھیک ہیں۔ لیکن customs & precedents کو بھی بہت اہمیت دی جاتی ہے ۔ میری یہ ایک تجویز تھی اور ساتھ میں ایک یہ بھی تجویز دوں گا کہ اگر وزیرمتعلقہ یا پارلیمنٹری سیکرٹری متعلقہ پالیسی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں تو میں پھر یہ تجویز دوں گا کہ جس دن یہ بحث ہونی ہو تو پھر متعلقہ محکمہ ایک دو دن پہلے محکمے کی پالیسی circulate کر دیا کرے تاکہ ممبر اس کی تیاری کر کے آئیں۔چونکہ فوری طور پر نہ تو سارے ممبرحضرات موجود ہوتے ہیں نہ ہی اتنی زیادہ توجہ ہوتی ہے ۔ اگر ایک دو دن پہلے circulate کر دی جائے تو بہتر انداز میں اس پر بحث ہو سکتی ہے ۔ شکریہ۔

وزیر ٹرانسپورٹ، جناب سپیکر! اس میں قباحت کوئی نہیں۔ بات در اصل یہ ہے کہ پہلے یہی ہوا کرتا تھا۔ جیسے کہ وزیر قانون نے کہا ہے۔ لیکن متعلقہ وزیر نے ابتدائی مراحل میں صرف اس بحث کی غرض و غایت بتانی ہے۔ just to lead the House کہ اس لائن پر انھوں نے بحث کرنی ہے ۔ جہاں تک wind up کا تعلق ہے وہ وزیرمتعلقہ نے آخر میں کرنا ہے ۔ جس میں ایوان کی خواہش کے مطابق ان رولز کو implement کیا گیا ہے۔ متعلقہ وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری نے ابتدائی مراحل میں صرف ان کو principle اور اس بحث کی غرض و غایت بتانا ہوتی ہے ۔

جناب چیئرمین، لودھی صاحب نے درست فرمایا ہے ۔ میں خان صاحب سے عرض کروں گا کہ اسی سیشن کے دوران دو تین دفعہ بات ہو چکی ہے اور رولز میں ترمیم ہو جانے کے بعد یہ پہلے بھی قرار دیا جا چکا ہے کہ بحث کے آغاز سے قبل متعلقہ وزیر پالیسی سٹیٹمنٹ دیں گے ۔ میری سب ممبران سے استدعا ہوگی کہ بہت سارے دوستوں کے نام میرے پاس آ چکے ہیں ۔ بقیہ دوست بھی اگر حصہ لینا

چاہیں تو اپنے اپنے نام بھیج دیں تاکہ وہ لسٹ میں درج کیے جائیں اور ترتیب سے ان کے نام پکارے جائیں۔ اب پارلیمانی سیکرٹری صاحب تقریر کا آغاز کریں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! زراعت کو قومی معیشت میں ایک ستون کی حیثیت حاصل ہے۔ اس ملک میں ملکی قومی پیداوار کا 25 فی صد agriculture sector contribute کرتا ہے۔ اس پیشے کے ساتھ ملک کی پچاس فی صد لیبر فورس منسلک ہے۔ زرمبادلہ کے ذخائر جو زرعی اجناس اور اس سے related commodities سے آتے ہیں اس کا تناسب 65 فی صد ہے۔ جناب والا! اس ملک کے اندر پاکستان کی زرعی ترقی کے پچھلے ریکارڈ کی وجہ سے G D P Growth بہت سست ہو چکی ہے۔ ایک واحد sole contributory factor ہے کہ ہماری G D P Growth سست ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا سارے کا سارا دارومدار زراعت پر ہے۔ deficit in balance of payment کی وجہ بھی ہماری agriculture growth کو negative growth یا بہت slow growth کہا جا سکتا ہے۔

جناب والا! پاکستانی زراعت کے اندر یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صوبہ پنجاب کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ملک کے اندر 72 فی صد گندم کے ذخائر صوبہ پنجاب دیتا ہے اور اس طرح 80 سے 85 فی صد کپاس کے ذخائر بھی پنجاب سے آتے ہیں۔ 48 سے 52 فی صد اعلیٰ معیاری باسمتی چاول اور گنا اس ملک میں صوبہ پنجاب فراہم کرتا ہے۔ اگر اس ملک میں زرعی ترقی اور زرعی پیداوار کا رجحان دیکھیں تو آپ دیکھیں گے کہ 70-1960ء واحد عشرہ تھا جس میں اس ملک کے اندر agriculture growth 4.9 % ہوئی۔ اس کے بعد 80-1970ء وہ دہائی تھی جس کے اندر اس ملک میں سب سے کم زرعی پیداوار ہوئی جو تقریباً 2.3% ہے۔ اس کے بعد 94-1980ء میں اس ملک میں agriculture growth 3.6% ہوئی۔ 1994ء زرعی شعبے کا بدترین سال گنا جاتا ہے۔ اس کے اندر growth % -15.7 ہوئی۔ آج کل کے دور میں اور ہماری بڑھتی ہوئی شرح آبادی کے اندر یہ وہ دھکا ہے جو کوئی ملک برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے یہاں اس شعبے کو بہت نظر انداز کیا گیا۔ اس سال کاٹن 11.2 فی صد کم ہوئی۔ اس کی وجوہات کچھ سابقہ ادوار کی حکومتوں کی زرعی شعبے کو کم ترقی دینے اور کم توجہ دینے سے منسلک ہیں۔ مگر میری نظر میں اور زرعی ماہرین کی نظر میں قابل کاشت زرعی رقبہ کم ہوتا جا رہا ہے۔ ملکی زمین بڑھتی ہوئی آبادی کے تناسب سے محدود ہو رہی ہے اور اسی طرح آبی وسائل سے بھی بہت زیادہ دباؤ پڑ رہا ہے۔ اس لیے اب ہمیں quality driven

یا increase in production کرنی پڑے گی بہ نسبت،

increase in acreage of land and increase in water facilities. We have to be more efficient in utilisation of water facilities as opposed to try to increase them.

جناب والا! roughly جیسے اس حکومت نے اقتدار سنبھالا ہم نے زرعی شعبے کو ترجیحی بنیادوں پر استوار کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے ۔ مسلم لیگ کی حکومت نے قسم کھا رکھی ہے کہ ان شاء اللہ اس ملک کے اندر ہم green revolution لا کے دکھائیں گے ۔ اور comparative advantage viz -a-viz agriculture and industrial sector اور ان شاء اللہ art of the realise کر لیا ہے' possible, جسے فن ممکنات کہتے ہیں' اس میں رہتے ہوئے اگلے پانچ سال کے اندر ان شاء اللہ زراعت کے اندر خود کفیل ملک بنائیں گے' بلکہ اپنے آپ کو ایکسپورٹ کے قابل بھی بنائیں گے ۔

جناب والا! میں محکمہ زراعت سے متعلق شعبہ جات' جس میں ریسرچ کا شعبہ ہے ' پاکستان کے اندر یا ترقی پذیر ملک کے اندر خاص طور پر پاکستان کے اندر ریسرچ پر اتنی توجہ نہیں دی گئی جتنی دینی چاہیے تھی۔ باقی ترقی یافتہ ممالک پر آپ نظر ڈالیں تو وہاں 35 to 40% محکمے کا بجٹ ریسرچ پر رکھا جاتا ہے' مگر بدقسمتی سے ہمارے ملک میں نہیں رکھا گیا۔ اس طرح agriculture extension کا شعبہ ہے۔ جو اپنی افادیت کھو بیٹھا ہے۔ ہر یونین کونسل سطح پر فیلڈ اسسٹنٹس موجود ہیں' لیکن ان کے پاس سہولیات موجود نہیں کہ وہ information disseminate کر سکے یا گاؤں میں جا سکے اور کئی علاقوں میں تو شاید جاتے بھی نہیں ہیں۔ اس کا کردار بہت محدود ہو چکا ہے اور میں ایوان کو یہ بتانا چاہوں گا کہ محکمہ زراعت کے اندر extension and field کے 17 ہزار سے زیادہ ملازمین صوبہ پنجاب سے تنخواہ لے رہے ہیں اور اس کی افادیت کافی حد تک کم ہو چکی ہے۔ جب میں حکومتی پالیسی پر بحث کروں گا تو میں اس کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا۔

جناب والا! اس طرح آبی وسائل' ایک بہت اہم مسئلہ ہے جو کاشت کاری کے اندر سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ سابقہ ادوار کی حکومتوں نے اس کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی۔ تقریباً 50 فی صد پانی نہروں سے زمینوں تک پہنچتے پہنچتے ضائع ہو جاتا ہے۔ ہماری حکومت نے اس کے لیے بھی ایک جامع منصوبہ بندی کی ہے۔ میں آپ کو جس کی تفصیل بتاؤں گا۔

جناب والا! اس طرح کسانوں کے لیے قرضہ جات کی فراہمی۔ ملک کا کاشت کار اس پیشے سے

منسلک ہے جس کے اندر اس کے rewards ایک vicious circle میں پھنس جاتے ہیں۔ اس کے پاس کبھی اتنا پیسہ نہیں ہوتا کہ وہ نئی ٹیکنالوجی یا اچھی زرعی ادویات یا اچھا بیج یا اچھی کھاد استعمال کرے۔ اس حکومت نے زرعی قرضہ جات کو بہت اہمیت دی ہے اور ان شاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ اس کے بہت مفید نتائج سامنے آئیں گے۔

جناب والا! پاکستان مسلم لیگ کی موجودہ حکومت نے زراعت کو ترقی کی شاہراہ پر ڈالنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ گزشتہ دنوں وزیراعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف اور وزیر اعلیٰ پنجاب جناب محمد شہباز شریف نے بہت سی حکومتی پالیسیاں واضح کیں۔ ان میں سب سے پہلے قدم کے طور پر وزیر اعلیٰ صاحب نے صوبہ پنجاب میں زرعی ٹاسک فورس کا انعقاد کیا' جس کے چیئرمین جناب جہانگیر ترین صاحب ہیں اور میں کہنا چاہوں گا کہ انھوں نے اپنی شب و روز محنت کی وجہ سے زرعی پالیسیوں کے اندر ہماری بہت زیادہ مدد کی ہے۔ جناب والا! جب یہ ٹاسک فورس تشکیل دی گئی تو اس پر مختلف میٹنگیں ہوئیں جن میں اس پر بہت غور و خوض کے بعد مختلف پالیسی decisions لیے گئے' یا سفارشات بھیجی گئیں۔ ان میں سے کچھ وفاقی سطح پر اور کچھ صوبائی سطح پر سفارشات بھیجی گئیں۔ ہم نے اس کے اندر سب سے پہلے اس سال گندم کے ہدف کو 20 فی صد بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ ہمیں سب سے پہلے اس ملک کے اندر اور خاص طور پر صوبہ پنجاب کے اندر گندم کی فصل کو ترجیحی بنیادوں پر اٹھانا پڑے گا۔ جناب والا! گندم کی کمی کی جو وجوہات ہمارے سامنے آئیں ان میں سب سے بڑی وجہ گندم کی قیمت ہے جو کہ ہمارے کسان کے لیے غیر منافع بخش ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ گندم کی کاشت کے لیے یوریا یا ڈی اے پی کھادوں کا مہیا نہ ہونا' جڑی بوٹی مار ادویات کا مہیا نہ ہونا اور کسان کے پاس قرضے کی سہولت نہ ہونا شامل ہے۔ گندم کے بارے میں ایک اور مسئلہ جو ہمارے سامنے آیا وہ گندم کی فی ایکڑ پیداواری اوسط میں کمی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ہمارے ہمسایہ ممالک میں گندم کی پیداوار 40 من فی ایکڑ اوسطاً اٹھائی جا رہی ہے' مگر بدقسمتی سے ہم اپنے ملک کے اندر 20 یا 22 من سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ اگر آپ 20 نومبر کے بعد اپنی گندم کی بوائی کو لیٹ کریں گے تو آپ کی فی ایکڑ اوسط ایک فی صد ہر ایک دن کے حساب سے کم ہو گی۔ وہ علاقے جہاں کپاس کاشت کی جاتی ہے وہاں تقریباً دسمبر کے آخر سے پہلے آپ گندم کاشت نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہم نے کپاس کے ایسے بیج تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے جو early mature ہوں اور heat resistant ہوں تاکہ اس کا ہمیں دگنا فائدہ ہو۔ ایک تو کپاس کی پیداوار بڑھے اور اس کے ساتھ ساتھ گندم کی پیداوار بھی

بڑھائی جائے۔

جناب والا! اس سال ہم نے کپاس کے لیے 84 لاکھ گانٹھیں پیدا کرنے کا ہدف رکھا ہے۔ یہ ہدف پچھلے سال کے ہدف سے 13 لاکھ گانٹھ زیادہ ہے۔ جب کہ اس دفعہ رقبے کے لحاظ سے کاشت 8.8 فی صد کم ہوئی ہے۔ کاشت ہونے والے رقبے میں کمی کی دو اہم وجوہات ہیں' جن میں سے ایک cotton leaf corn virus ہے جس کی روک تھام کے لیے پچھلی حکومت نے کوئی اقدام نہیں کیا اور اس کے علاوہ دوسری وجہ کاشت کاروں کا گنے کی طرف رجحان ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر کپاس کی فصل کے لیے مہیا زمین میں 8.8 فی صد کمی ہوئی۔

جناب والا! زرعی کمیٹی اور پنجاب حکومت نے ہدف مقرر کیا ہے کہ ان شاء اللہ اگلے 5 سال کے اندر کپاس کی اوسط پیداوار جو آج کل 15.47 فی صد ہے کو بڑھا کر 30 فی صد تک لے جائیں۔ جناب والا! یہ آپ کی معیشت کے اندر بہت بڑا boost ہو گا' اتنا بڑا injuction ہوگا کہ ان شاء اللہ ہمارے ملک کی ترقی اسی پہ' اس بات کی ضامن بنے گی۔

جناب والا! کاشت کاروں کو کپاس کے اندر سب سے بڑا مسئلہ تصدیق شدہ بیج کا مہیا ہونا تھا۔ جناب والا! بدقسمتی سے ہمارے کاشت کاروں کو تصدیق شدہ بیج مہیا نہیں۔ ہم نے اس دفعہ سیڈ کارپوریشن کو نئے اہداف دیے ہیں اور ان شاء اللہ ہم اگلے تین سال کے اندر cotton leaf corn virus variety کے resistance seed میں 100 فی صد تک چلے جائیں گے۔ اور ان شاء اللہ اس ملک کے اندر' صوبہ پنجاب کے اندر ہر طرف cotton leaf corn viurs کی جو resistance variety ہے وہ لگائی جائے گی۔ جناب والا! ہم نے اس دفعہ کپاس کے اندر کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ rich sowing کریں تاکہ پانی کے وسائل کی کمی کی وجہ سے وہ اپنی پیداوارکو maximize کر سکیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اس سال 7 لاکھ ایکڑ rich sowing کے لیے رکھے ہیں۔

جناب والا! میں اس بات کا دوبارہ ذکر ضرور کرنا چاہوں گا اور آپ کو وہ قیمتیں بھی quote کرنا چاہوں گا جو وزیر اعظم صاحب نے 3 اپریل کو دیے جانے والے اپنے زرعی پیکج میں increase کیں۔ پاکستان کی زرعی ترقی کے اندر یہ ایک واحد دن ہے جب اس ملک کے اندر کاشت کاروں کو اتنا کچھ دیا گیا۔ بدقسمتی سے سابقہ دور کی حکومتیں جو دعوے دار تو بنتی ہیں اور جہاں بھی ان کو اپنی سیاست چمکانے کا موقع ملے وہ اس سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ خاص طور پر ابھی آپ نے زرعی ٹیکس کے اندر دیکھا کہ جس کے ساتھ یہ in principle ہم سے اتفاق کرتے ہیں' مگر انھوں نے اس کو بہت

exploit کرنے کی کوشش کی لیکن بدقسمتی سے ان کو وہ پذیرائی نصیب نہ ہوسکی جس کی یہ توقع رکھتے تھے۔ جناب والا! یہ درست ہے کہ زرعی ٹیکس کے اندر تھوڑے تھوڑے ایسے issues ہیں جو inequitable ہیں۔ جب بھی کوئی حکومت اپنی regime کے اندر کوئی ٹیکس پہلی دفعہ لگاتی ہے تو اس کے اندر ایسی inequalities ہوتی ہیں جو ان شاء اللہ period of time کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔ میں آپ کو on the floor of the House یقین دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت کی پہلی پالیسی اور ترجیح یہی ہے کہ ہم زرعی ٹیکس کو equitable basis پر enforce کریں۔ جناب والا! ہم نے گندم کی قیمت کو 185 روپے سے بڑھا کر 240 روپے کیا (نعرہ ہائے تحسین) ہم نے اسی طرح دھان کی قیمت کو 142 روپے سے بڑھا کر 167 روپے کیا۔ کینولا، سورج مکھی کی امدادی قیمتیں بالترتیب 400 روپے اور 385 روپے سے بڑھا کر 450 روپے کر دی گئیں۔ اس طرح گنے کی قیمت 24 روپے سے بڑھا کر 35 روپے کر دی گئی (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب والا! میں اس وقت یہ بتانا بھی مناسب سمجھوں گا کہ ہم نے حال ہی میں باسمتی چاول 385 کی قیمت 310 روپے اور باسمتی سپر کی قیمت 360 فی من کر دی گئی ہے۔ جناب والا! ان قیمتوں کے increase سے گندم کے ہر ایکڑ کی پیداوار میں 1265 روپے کا اضافہ ہوا ہے، دھان میں 700 روپے ہے، کینولا میں 500 روپے ہے، سورج مکھی میں 975 روپے ہے اور گنے میں 4510 روپے فی ایکڑ آمدن میں اضافہ ہوا ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب والا! اگر زمین دار پر ٹیکس impose کیا ہے تو اس proportion کے ساتھ آپ دیکھیں کہ وہ ٹیکس ان increased proportion کے ساتھ بہت کم ہے اور اس ٹیکس سے جو آمدنی ہوگی ہم نے اس کا بھی فیصلہ کیا ہے کہ وہ بھی زمین دار کی بھلائی کے لیے خرچ کی جائے گی، زراعت سیکٹر کی improvement کے لیے خرچ کی جائے گی۔

جناب والا! agriculture credit ہمارے agriculture sector کی development میں ایک ایسا soar point تھا جس پر پچھلی حکومتوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ لیکن یہ سہرا مسلم لیگ حکومت کے سر باندھا جاتا ہے کہ اس نے ADBP credit کے mandate کو 12 billion سے بڑھا کر 30 billion کر دیا ہے۔ یہ 12 گناہ سے بھی زیادہ بڑھا دیا ہے تاکہ کاشت کار کے پاس اضافی وسائل ہوں اور وہ اپنی کاشت کاری کو improve کر سکے۔ اس کے تحت ابھی ہم نے گندم کی کاشت کو improve کرنے کے لیے one window operation کا انعقاد کیا ہے جس کے تحت 770 قانون گوئی حلقوں میں ایک دن کے اندر پٹواری بھی وہاں ہوگا، قانون گو بھی وہاں ہوگا، ADBP کی موبائل ٹیم بھی وہاں

موجود ہوگی اور ایک ہی دن کے اندر ان کو کھاد اور بیج کے لیے 40 ہزار کی مد تک قرضے دیے جائیں گے اور دیے جا رہے ہیں۔ جناب والا! یہ کام ہفتے میں تین دن کیا جا رہا ہے جس سے بہت دور رس اور مفید نتائج سامنے آ رہے ہیں۔ میں اس میں ایک عرض کرتا چلوں کہ agriculture credit یا ADBP کے mark up کو کم کرنا ہمارے لیے تقریباً ناممکن تھا' چونکہ اس میں administrative cost بھی ہوتی ہے اور 6.50 % credit line سٹیٹ بنک آف پاکستان سے لی جاتی ہے۔ مگر ہم نے وہ unofficial mark کم کر دیا ہے جو پٹواری زمین دار سے پاس بک دینے کے لیے لیتا تھا' جو ADBP کا منیجر لیتا تھا' جو MCO لیتا تھا ہم نے وہ چار پانچ یا دس فی صد mark up کم کیا ہے اور ان شاء اللہ اس کے بہت دور رس نتائج ہیں۔

جناب والا! محکمہ آب پاشی تو محکمہ زراعت کے لیے ہی ہے۔ یہ محکمہ زراعت کے محکمے کو تقویت پہنچانے کے لیے ہے مگر بدقسمتی سے پچھلی حکومت کے اندر اس کو agriculture needs کے responsive نہیں بنایا گیا۔ محکمہ آب پاشی کے total cooperation کی وجہ سے ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ ہم پورے پنجاب میں non-perennial areas کے اندر گندم کے لیے بوائی کے بعد 15 دن کا اضافی پانی دیں گے جو پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اگر موسمی حالات ٹھیک رہے تو ان شاء اللہ دس دن کا پانی جنوری میں دیں گے۔ جناب والا! آپ نے آب پاشی کے اندر دیکھا کہ سیم و تھور کو ختم کرنے کے لیے نیشنل ڈرینج پروگرام بنایا گیا۔ اسی سلسلے میں PIDA کا انعقاد کیا گیا جو پنجاب اسمبلی نے پاس کیا تاکہ کاشت کاروں کی شمولیت کو یقینی بنایا جائے' in banishment of Irrigation Department ۔ جناب والا! ہم نے بارانی علاقوں کے لیے water sprinkling system اور 13 ٹیوب ٹینک لگائے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ واٹر مینجمنٹ کی جو چھ ماہ کی کارکردگی ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ ہم نے 1500 ----

میاں جاوید لطیف، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! آپ بڑے serious نظر آ رہے ہیں۔ آپ ہاؤس سے خفا ہیں یا ان سے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، جناب سپیکر کا خود زراعت میں اتنا وسیع تجربہ ہے' اس لیے میرے خیال میں بہت غور سے سن رہے ہیں۔ جناب والا! ہم نے اس سال آب پاشی کے اندر -----

MR CHAIRMAN: You have taken maximum time. I hope you will wind up

within two minutes.

PARLIAMENTARY SECRETARY FOR AGRICULTURE: Sir, I have already laid down all the policy decisions. So that whenever.....

MR CHAIRMAN: Try to wind up within two minutes.

PARLIAMENTARY SECRETARY FOR AGRICULTURE: Sir, I will try to wind it up.

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میرے ساتھی پارلیمانی سیکرٹری ایک بہت بڑے زمین دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ صلاحیت دی ہے۔ ان پر یہ وقت آیا ہے کہ وہ زراعت کے شعبے کے پارلیمانی سیکرٹری بنے ہیں۔ وہ ماشاء اللہ بڑی اچھی بحث کا آغاز کر رہے ہیں اور بڑی اچھی تیاری کر کے آئے ہیں اور وہ اس ساری اسمبلی میں سب سے نو عمر خوبرو انسان ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ تھوڑا سا ٹائم دیا جائے۔

جناب چیئرمین، ویسے آپ اس عمر میں بھی صاحب ذوق ہیں' میں آپ کا مشکور ہوں۔Please wind up within two minutes.

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، جناب والا! میں آپ سے پانچ منٹ کی درخواست کروں گا تاکہ میں opening speech کے اندر -----

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی وزیر زراعت۔

وزیر زراعت، جناب والا! میری آپ سے بڑی مودبانہ استدعا ہے کہ نوجوان learning process میں ہیں' بہت پڑھے لکھے ہیں اور بڑی محنت کر کے آئے ہیں' آپ انھیں تھوڑا سا encourage کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین، چودھری صاحب! میں آپ کا بڑا معترف ہوں۔ لیکن جہاں تک رولز کا تعلق ہے 20

منٹ تک He has been awarded the time. اور جو باقی باتیں رہ گئی ہیں وہ آپ wind up کے دوران cover کر سکتے ہیں۔ تو آج جمعے کا دن ہے۔ کل بھی اس کی debate defer ہوئی تھی اور آج دو اڑھائی گھنٹے ہیں اور میری خواہش ہے کہ اس اہم موضوع پر ہر آدمی ٹائم لے۔

Brigadier (Retd) Zulfiqar Ahmad Dhillon: Sir, I suggest that the Government should say .....

Mr Chairman: First you have to seek the permission

Brigadier (Retd) Zulfiqar Ahmad Dhillon: Sir, I request you for permission to speak in English.

Mr Chairman: Yes

Brigadier (Retd) Zulfiqar Ahmad Dhillon: Sir, we hear the Government day and night speaking on Agriculture I think when you have a debate like this, you should give farmers more time to speak and listen the Government

Mr Chairman: Thank you Rightly you have pointed out

چودھری محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر چھوٹا سا ہے۔ جناب والا! آپ کی نظر فوری طور پر چودھری اقبال صاحب پر کیوں پڑتی ہے؟ جب بھی کوئی بات ہوتی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ چودھری اقبال سے میرا بڑا تعلق ہے۔ یہ تو ہمیں پتا ہے کہ مدتوں سے ہے' مگر اب جو نئے تعلقات آپ بڑھا رہے ہیں ان سے ہمیں خوف آ رہا ہے۔

جناب چیئرمین، یعنی آپ کا خیال ہے کہ کوئی جعلی تعلق ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، جناب والا! میں یہ کوشش کروں گا کہ میں اپنی بات جلدی ختم کروں۔ مگر میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ اپنی بات ختم کرنے کے لیے مجھے پانچ منٹ دیے جائیں۔ معزز ممبران سے بھی میری یہ گزارش ہے کہ ------

جناب چیئرمین، wind up کیا جائے۔ بس' کافی ہو گیا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، جناب والا! ممبران سے بھی گزارش ہے کہ opening speech

کا مطلب ہوتا ہے کہ پوری policy decisions ان کے سامنے رکھ دیے جائیں تاکہ اس کے اندر اگر وہ کوئی addition کرنا چاہیں یا اپنی مثبت رائے دینا چاہیں تو حکومت اپنی پالیسی میں اس کو ڈالے۔

جناب والا! ریسرچ کے لیے پنجاب حکومت نے اس سال 20 کروڑ روپے اضافی رکھے ہیں۔ پہلے ریسرچ کے لیے بجٹ 29.2 کروڑ تھا' اس سال پنجاب حکومت نے اس میں 20 کروڑ کا اضافہ کیا ہے۔ اسی سلسلے میں پنجاب ارریگیشن ریسرچ بورڈ کا قیام بھی ہوا ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہم ہر crop پر خود مختار باڈی بنا رہے ہیں۔ گنے کے لیے اور کاٹن کے لیے بھی بنا رہے ہیں تاکہ expertise کو اسی crop تک محدود رکھیں۔ ریسرچ ڈیپارٹمنٹ کے اندر جو ایک bureaucratic set-up ہے اس کو ختم کیا جائے اور ہم ان کو scientific set-up پر لے آئیں۔ اس کے علاوہ جناب والا! ہم نے سیڈ کارپوریشن کے لیے' جس نے بدقسمتی سے وہ نتائج نہیں دیے جس کی توقع تھی' ہم نے اس سال 15 سو ایکڑ رقبہ جو پہلے Extension Department کے پاس تھا اس کو سیڈ کارپوریشن کو دیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ ہم نے ساہیوال کے اندر اور جن معزز اراکین کا تعلق ساہیوال سے شاید وہ سننے کا شوق فرمائیں۔ ساہی وال کے اندر ہم نے 5 سو ایکڑ' گندم اور آلو کے بیج کی کاشت کے لیے دیا ہے۔ اسی طرح رحیم یار خان کے اندر کپاس اور گندم کے لیے سہولت فراہم کی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے بارانی علاقے کے اندر گندم کی کاشت کو بڑھانے کے لیے اور گندم کے اندر خود کفیل کرنے کے لیے ان کی everage بڑھانے کے لیے پیپلاں میانوالی کا ایک علاقہ ہے' اور اٹک' وہاں پر ہم نے سیڈ کارپوریشن کو یہ فارم دیے ہیں اور ان کو دو سال کی مدت دی ہے کہ وہ اپنی وہاں پر کارکردگی دکھا سکیں۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، جناب والا! میں دو منٹ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، جب آپ اپنی تقریر wind up کریں گے تو بات ہو جائے گی۔ سارے ممبران کا اعتراض ہو گا اور آپ کو زیادہ سے زیادہ وقت دیا گیا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے میری تقریر میں کافی مداخلت ہوئی ہے۔ اگر اس کا وقت نکال لیں اور مجھے اگر پانچ منٹ مزید دے دیے جائیں تو میں آپ کا مشکور ہوں گا۔

جناب چیئرمین ، آپ آداب محفل کو بھی سمجھیں۔ آپ جب اپنی wind up تقریر کریں گے یا متعلقہ وزیر صاحب تقریر کریں گے تو جو بات رہ گئی ہے اس میں کہہ دیں۔ اب آپ آخری فقرہ فرمائیں اور تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، ٹھیک ہے۔ جناب والا ! ایک بہت اہم issue جو کیڑے مار ادویات میں ملاوٹ سے متعلق ہے۔ وزیراعلیٰ صاحب کی طرف سے ہمیں یہ سخت ہدایات ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ادویات میں جو ملاوٹ کی جاتی ہے اسی سال اس کا خاتمہ کر دیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ مگر جناب والا! اس سال بدقسمتی سے دو ہزار کے قریب نمونے لیبارٹریوں میں بھیجے گئے جن میں سے تقریباً اڑھائی سو نمونوں کے چالان کاٹے گئے، مگر عدالت میں صرف تین پر فیصلہ آیا ہے۔ اس سست رفتاری کی وجہ سے کیڑے مار ادویات میں ملاوٹ کے خلاف وہ ماحول پیدا نہیں ہو سکا جتنا ہونا چاہیے تھا۔ شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

متعلقہ مجالس قائمہ کو مجالس خصوصی کے پاس زیر التواء کام کی منتقلی اور رپورٹیں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب چیئرمین، مہربانی۔ اس سے قبل کہ میں دوسرے مقرر کو بات کرنے کی اجازت دوں وزیر قانون کچھ پیش کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون ، شکریہ جناب سپیکر! جناب والا ! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

"کہ چونکہ مجالس قائمہ اور مجلس استحقاقات تشکیل دی جا چکی ہیں لہٰذا مندرجہ ذیل معاملات جو کہ اس وقت مجالس خصوصی میں زیر غور ہیں ان کو متعلقہ مجالس کے حوالے کیا جائے اور ان کو ہدایت کی جائے کہ 30 ۔ نومبر 1997 ۔ تک اپنی رپورٹ ایوان میں پیش کریں۔"

نمبر 1 ، مسودہ قانون ترمیم ہنگامی قانون مقامی حکومت پنجاب مجریہ 1997، مسودہ قانون نمبر 19 بابت 1997 ، پیش کردہ میاں عبدالستار ایم پی اے پی پی 234

نمبر 2 ، تحریک استحقاق نمبر 4 بابت 1997، پیش کردہ مولانا غیاث الدین ایم پی اے۔

نمبر 3، تحریک استحقاق نمبر 7 بابت 1997 پیش کردہ چودھری عبدالغفور خان ایم پی اے۔

جناب چیئرمین، ایوان کو منظور ہے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب شرق پوری صاحب تشریف رکھتے ہیں؛ آپ رپورٹ پیش کریں۔

صاحب زادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

"کہ سوال 344 پیش کردہ میاں عبدالستار ایم پی اے پی پی 234 کے بارے میں مجلس خصوصی نمبر 4 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 نومبر 1997ء تک توسیع کردی جائے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

زراعت پر بحث

(-----جاری)

جناب چیئرمین، اب میں قائد حزب اختلاف جناب سعید احمد خان منیس کو دعوت دوں گا کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔

جناب سعید احمد خان منیس، شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب والا! سب سے پہلے میں اپنے نوجوان بھائی پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت، 'I must praise him' کہ He presented his case well. یہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اس ہاؤس میں پہلی attempt تھی اور انھوں نے اپنی اس attempt سے یہ باور کروایا ہے کہ وہ بہت سے ایسے وزرائے کرام جو یہاں بحث میں حصہ لیتے رہے ہیں اور کم ازکم زراعت کی حد تک جو پیش کرتے رہے ہیں، پارلیمانی سیکرٹری نے ان سے بہت ہی بہتر انداز میں اپنا کیس پیش کیا ہے۔ کچھ ایسی باتیں ہیں اور ان کا میں ذکر بھی کروں گا، لیکن میں ان کو praise ضرور کروں گا کہ He has done well

جناب چیئرمین! اس سے پہلے بھی کافی دفعہ ایسے موضوع آئے ہیں جن پر زراعت کے متعلق بات ہوتی رہی ہے۔ جناب والا! یہاں پر پنجاب ایگریکلچر ریسرچ بورڈ کی قانون سازی ہوئی تو اس وقت بھی ہم نے نکات اٹھائے۔ گورنمنٹ کی پالیسیوں پر تنقید بھی ہوئی اور اس سلسلے میں ہم نے

تجاویز بھی دیں۔ لیکن جناب چیئرمین! بدقسمتی تو یہی ہے کہ یہاں ایوان میں روایتی بحث ہوتی رہتی ہے۔ معزز اراکین اسمبلی اس میں تجاویز بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن کبھی اس طرح سے نہیں ہوا کہ ان تجاویز پر عمل بھی کیا گیا ہو۔ جو criticism یا lapses پیش کیے گئے ہوں ان کے مطابق پالیسیوں میں کوئی ترامیم پیش کی گئی ہوں۔ جناب والا! ہماری یہ بدقسمتی ہے اور میں عرض کرتا ہوں کہ جیسا کہ یہاں پر ہمیں اکٹھا کر لیا جاتا ہے اور یہاں پر بحث ہو جاتی ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہوتا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے گورنمنٹ کو یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ زراعت کا سیکٹر انتہائی اہم سیکٹر ہے اور میں یہ بھی کہوں گا کہ پاکستان اور زراعت دونوں لازم و ملزوم ہیں اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زراعت ہمارے ملک کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے لیکن ہم نے اس ہڈی کو مضبوط کرنے کے لیے کوئی ایسے اقدامات نہیں کیے جو کچھ ہم بتا رہے ہیں اس پر اس طریقے سے عمل نہیں ہو رہا۔ اور یہ ایک ایسا شعبہ ہے جو کہ صرف معیشت میں حصہ دار ہی نہیں، بلکہ میں یہ کہوں گا کہ It provides employment to millions of people of the country۔ لیکن اس پر حکومت کی وہ توجہ نہیں جو ہونی چاہیے۔ اور میں نے اپنی پچھلی تقاریر میں بارہا ان lapses کی طرف اشارے کیے اور آپ کو بتایا ہے کہ کافی lapses ہیں۔ گورنمنٹ جو کہتی ہے اس پر عمل نہیں کرتی۔ I will try to bebeief کپاس میں ان خاص پوائنٹس کی طرف آپ کی وساطت سے حکومت کی توجہ دلانا چاہوں گا۔

جناب والا! ابھی میرے محترم اور چھوٹے بھائی نے یہاں کاٹن کی بات کی۔ جناب والا! کاٹن ہماری ایسی فصل ہے جس کا ہماری معیشت میں major رول ہے۔ Foreign exchange earn کرنے میں اس کا سب سے زیادہ رول ہے۔ لیکن ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ کیا کپاس کی فصل پر حکومت کی جانب سے وہ کچھ کیا جا رہا ہے جس کی ضرورت ہے اور وہ کیا جانا چاہیے۔ جناب والا! یہاں بتایا گیا کہ کپاس کی 84 لاکھ گانٹھیں اس سال کا ٹارگیٹ ہے۔ میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ 84 لاکھ گانٹھوں کا ٹارگٹ پورا ہو سکے گا؟ آپ نے دیکھا کہ طوفان آئے، بارشیں ہوئیں اور ژالہ باری بھی ہوئی۔ میں آپ کو southeren پنجاب کا بتانا چاہتا ہوں کہ صرف ملتان ڈویژن میں بارشیں، جو اب تک جاری ہیں، یہ بہت ہی abnormal انداز میں آئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے ایک سو سال میں بھی اتنی بارشیں نہیں ہوئیں جتنی کہ اب ہوئی ہیں۔ آج سے دو روز قبل کے اندازے کے مطابق وہاں 138 ملی میٹر تک بارش ہو چکی ہے۔ اور اب تک وہاں بارشیں جاری ہیں۔ بارشیں ایک خدائی آفت ہے، حکومت اس کو بند تو نہیں کر سکتی، لیکن حکومت نے اس کو overcome کرنے کے لیے کیا کوئی

ایسے اقدامات کیے ہیں؛ ایک کاشت کار بے چارہ جو اس آفت کی زد میں آ چکا ہے اس کو کس طرح compensate کیا جائے گا؟ میرے بھائی نے یہاں Cotton Leaf Curl Virus کی بات کی۔ کیا اس میں کوئی ایسے انسٹی ٹیوٹ بنائے گئے ہیں کہ اس کو overcome کرنے کے لیے کوئی کام کیا ہو یا کوئی ایسے اقدامات کیے ہوں کہ دوبارہ ایسے نہ ہو۔ جناب والا! یہاں duplications تو بہت زیادہ ہو رہی ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ انسٹی ٹیوٹ تو پہلے ہی بہت سے موجودہ ہیں۔ ایگریکلچرل ریسرچ بورڈ کی ضرورت نہیں تھی۔ کیا ہی اچھا ہوتا' جو پیسہ اس پر خرچ کرنا ہے وہ ان انسٹی ٹیوٹ پر خرچ کیا جاتا۔ ریسرچ ورک میں جو کام ہونا چاہیے وہ نہیں ہو رہا۔ پھر بات کی گئی ہے increase in prices کی۔ کینولہ میں' wheat میں۔ لیکن میں حکومت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا devaluation کے بعد اس increase in prices کی کوئی value رہ گئی ہے؟ قطعاً وہ value نہیں رہ گئی۔ اگر حکومت نے یہ ایک چھوٹا سا incentive دے بھی دیا تھا کہ انھوں نے wheat کی قیمت بڑھا دی۔ لیکن devaluation کے بعد آپ دیکھیں کہ اس کا کیا حشر ہوگا۔ میں حکومت سے اپیل کرتا ہوں کہ ان rates کو دوبارہ revise کیا جائے' ان کو اور بہتر انداز میں کیا جائے۔ کیوں کہ ٹریکٹرز کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں' inputs کی قیمت بڑھ چکی ہے۔ آپ اگر devaluation کے حساب سے اندازہ لگائیں تو پھر آپ کو پتا چلے گا کہ صرف It was just an eyewash۔ کینولہ اور سورج مکھی کی بات کر رہے ہیں تو اپریل کے ایک پیکج کی' eyewash میں دوبارہ کہوں گا' کہ اس کے نتیجے میں اس کا نفع نقصان یہ سامنے آیا کہ اس کو کسی نے خریدا نہیں۔ کینولہ اور سورج مکھی کو کوئی خریدنے کے لیے تیار نہیں تھا تو پھر اس اعلان کا کیا فائدہ جس کو کوئی خریدنے کے لیے تیار بھی نہ ہو؟ جناب والا! ہماری بہت سی زمین ایسی ہے' لاکھوں ایکڑ رقبہ ایسا ہے جو سیم زدہ ہوگیا ہے۔ اور وہ صرف نہریں پختہ نہ بنانے کی وجہ سے سیم زدہ ہوا ہے۔ اور پھر آبی وسائل کی بات کی گئی ہے۔ واقعی زراعت کے لیے آبی وسائل بہت ضروری ہیں۔ یہاں پیڈا تو بنا دیا گیا۔ پیڈا سے کاشت کار کا کوئی مفاد نہیں۔ بلکہ اس پر وزیر آب پاشی توجہ دیں گے تو جو کاشت کار معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے اس کی پیٹھ میں ایک چھرا گھونپ دیا گیا ہے۔ یہ انھوں نے نیشنلائزیشن کی طرف ایک قدم بڑھایا ہے۔ جب یہ اس کا further step بڑھائیں گے اور اس پانی کو فروخت کرنے والی بات کریں گے تو اس وقت عام کاشت کار' چھوٹا کاشت کار بس کر رہ جائے گا۔ اور اس میں یہ آبیانے کے ریٹس تو بڑھاتے ہی رہتے ہیں اور اس کے بعد جب پیڈا کے نتیجے میں یہ نیشنلائزیشن ہوگی' جو ان کا ultimat گول ہے تو اس وقت آپ خود اندازہ لگا

سکتے ہیں کہ پانی کا ریٹ کس قدر بڑھ جائے گا۔ جناب والا! زراعت کے نام پر یہاں افسروں کی ایک بہت بڑی فوج پیدا کر دی گئی ہے۔ اب جیسے پارلیمنٹری سیکرٹری نے خود کہا اور اسے admit کیا کہ یہ بڑی فوج ہے اس کا جو فیلڈ اسسٹنٹ ہے جس کا کام ہے فیلڈ میں جا کر کاشت کار کی رہنمائی کرے' وہ رہنمائی نہیں کر رہا۔ تو پھر اس کو down sizing کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ ادھر تو down sizing and right sizing ہر بات میں کی جا رہی ہے۔ اس معاملے میں خاص طور پر اس کی طرف توجہ کیوں نہیں دی جا رہی۔ اگر ان کی فوج وہ کام نہیں کرسکتی تو پھر ان کو یہ دوسرے شعبوں میں کھپائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں سے آج اگر کوئی کاشت کار جو کچھ لے رہا ہے وہ ان کی اپنی خالص کوشش ہے۔ جناب والا! یہ جو زرعی پیکج کی بات کر رہے ہیں It was just an eyewash. جیسے کہ میں نے ذکر کیا ہے۔اور یہ جھوٹے خواب ہیں جو کاشت کار کو دکھائے جا رہے ہیں۔ اور پھر آپ دیکھیں کہ ایک طرف تو یہ بات کر رہے ہیں کہ ہم نے پیکج دے دیا۔ دوسری طرف پھر زرعی ٹیکس کا نفاذ کر دیا۔ اور زرعی ٹیکس کا نفاذ It is a very controversial tax.' جناب چیئرمین! اس میں آپ دیکھیں گے کہ حکومت نے اس میں اعلان کیا کہ اس کا جو پیسہ ہوگا وہ کاشت کاروں پر اور زراعت پر خرچ ہوگا۔ یہ کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ میں نے پچھلے دنوں ایک سوال بھی کیا تھا۔ اس کے جواب میں لاہنسٹر صاحب صحیح جواب نہیں دے سکے تھے کیوں کہ وہ ان کا شعبہ نہیں تھا۔ اب سوا ارب روپیہ 97-1996ء میں یہ ٹارگیٹ رکھا گیا تھا۔ اور وہ ایسے موقع پر وصول کیا گیا۔ اپریل سے لے کر جون 1997ء تک یہ کہا گیا کہ یہ جو عرصہ ہے یہ پورا سال تصور ہوگا۔ چلیں انھوں نے by majority منظور کر لیا۔ اور اس کے بعد target for the next year 1997-98 کے لیے رکھا گیا ایک ارب 52 کروڑ روپیہ۔ جناب' یہ پونے تین ارب روپیہ کہاں نظر آ رہا ہے' یہ کہاں collect کیا ہوا ہے' آپ نے کدھر خرچ کیا ہے؟ یہاں ایک سوال کیا جاتا ہے' اس کا ایک غلط گول مول جواب دے کر اس میں جتنے added projects تھے اس کا پیسہ اس میں ڈال کے یہاں بتا دیا گیا۔ پریس نے اس کو اچھے طریقے سے پڑھا نہیں' ہماری بات کو صحیح سنا نہیں اور پریس نے بھی اس میں دے دیا کہ واقعی یہ پیسہ وہاں خرچ ہو رہا ہے۔ لیکن جناب چیئرمین! یہ پیسہ کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ پونے تین ارب روپے کے جو ٹیکس ہیں یہ کہیں خرچ نہیں ہو رہے۔ یہ اس eyewash زرعی پیکج کے بعد زرعی انکم ٹیکس کا جو تحفہ تھا وہ کاشت کار کو دے دیا گیا۔ اس کے بعد آبیانے میں اضافہ کر دیا گیا۔ پیڈا کا حال میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں۔ تفصیل میں جانے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ اور بھی معزز اراکین اس پر بات کریں گے اور میں پہلے ہی یہ رجسٹر کرا چکا

ہوں اس ہاؤس میں کہ یہ پیڈا ایک بہت ہی غلط قدم تھا جو حکومت نے اٹھایا ہے۔ اس کے بعد زرعی زمین اور دیگر املاک پر ویلتھ ٹیکس بھی نافذ کر دیا گیا۔ اب یہ سارا کچھ زرعی پیکج' جو کہ devaluation کے بعد اس کی بالکل کوئی value ہی نہیں رہی۔ وہ خود devalue ہو چکا ہے ۔ اس کے بعد اتنا بڑا بوجھ کاشت کار پر ڈال دیا گیا۔ پھر جب آپ comparison کرتے ہیں I am not against the industrialists. میں کوئی ان دونوں شعبوں میں discrimination نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن آپ دیکھیں کہ ان کی سہولتوں میں کتنی discrimination ہے۔ industrialist نے تو ایک دفعہ کروڑوں روپیہ لے لیا کہ جی' ٹھیک ہے' ہم نے ایک ٹیکسٹائل مل لگانی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ جی' ٹھیک ہے' مل لگ گئی۔ اب running finance کے لیے ہمیں کروڑوں روپے چاہییں۔ پھر ان کو اس running finance کے لیے کروڑوں روپے مل گئے۔ اس کے بعد انھوں نے کہا کہ نہیں' یہ تو ایک sick unit ہوگیا' اس کو تو sick unit declare کر دیں۔ اس میں تو ہم جو کچھ چاہتے تھے وہ ہو نہیں سکا۔ پھر اس کو sick unit declare کرکے ان کو مزید مراعات دے دی جاتی ہیں۔ کاشت کار کو کیا مراعات دی جاتی ہیں؟ اور میں یہ بتا دوں کہ یہ جو ٹیکسٹائل ملوں کی بات ہو رہی ہے یہ ٹیکسٹائل ملیں اس وقت تک نہیں چل سکتیں جب تک کہ کاشت کار کو اس کا صحیح معاوضہ نہیں ملتا۔ جب آپ کے پاس خام مال ہی نہیں ہوگا تو آپ ٹیکسٹائل ملیں کہاں سے چلائیں گے؟ جناب والا! ان کو تو کئی قسم کے rebates مل جاتے ہیں اور کاشت کار کو کیا دیا جاتا ہے؟ ان کو اس ساری بات کا یہ ثمر دیا جاتا ہے کہ ان کو دو' چار' چھ ہزار کے چھوٹے موٹے قرضے مل بھی جاتے ہیں تو انھیں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ چھ ماہ کے لیے قرضے ہیں۔ اگر وہ چھ ماہ کے بعد دو چار سو' پانچ سو ادا نہیں کر سکتے' تو آپ اخباروں میں دیکھتے ہیں اور مجھ سے بہتر تو معزز اراکین اسمبلی جانتے ہیں کہ ان کی پکڑ دھکڑ شروع ہو جاتی ہے۔ ان کے بلا ضمانت وارنٹ جاری کر دیے جاتے ہیں اور میرے ایسے کئی دوست یہاں موجود ہیں کہ جو آج کل بھی لابی میں جا رہے ہوتے ہیں اور فون کر رہے ہوتے ہیں کہ ہمارے فلاں بندے کو 5 سو روپے ٹیکس کے لیے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ امتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ اگر حکومت نے اپنی معیشت کو مضبوط کرنا ہے تو کاشت کار کی ترقی کے لیے بہت زیادہ کام کرنا ہوگا۔ حکومت کو احساس ہونا چاہیے کہ کاشت کار کی ترقی کے بغیر اس کی معیشت قطعاً درست نہیں ہوسکتی۔ آپ دیکھیں کہ اس وقت حکومت کے تمام اہل کاران اور عہدے دار ان کی نظر کپاس کی فصل پر ہے۔ لیکن جناب چیئرمین! آپ جا کر دیکھیں تو سہی کہ کپاس کی فصل کا کیا حال ہے؟ نمبر ایک' کاشت کار کو کپاس کی پچھلے سال

کی رقوم ابھی تک نہیں ملیں۔ نمبردو' بارشوں اور ژالہ باری کے بعد فصلیں تباہ ہونے کی صورت میں حکومت نے معاوضے کا کوئی کام نہیں کیا۔ ابھی تک بارشیں ہو رہی ہیں۔ تو آپ کیا توقع کر رہے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں اور جیسے میں نے کل بھی عرض کی تھی کہ پاکستان کے لیے یہ قحط کا سال ہوگا۔ ان کے کپاس کے اہداف قطعاً پورے نہیں ہوں گے اور ان کے تمام اہداف ختم ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آگے گندم کی فصل آنے والی ہے۔ جب آپ کے پاس اب پیسے نہیں ہوں گے تو آپ گندم کیسے کاشت کر سکیں گے؟ جناب والا! ان کے وہ تمام اہداف ختم ہو جائیں گے اور پھر آپ نے محکمہ خوراک میں بدعنوانی کا حال تو دیکھ لیا ہے۔ یہاں میرے محترم بھائی تشریف نہیں رکھتے' وہ حافظ بھی ہیں' الحاج بھی ہیں۔ لیکن وہ اس بدعنوانی پر قابو نہیں پا سکے۔ جب بدعنوانی پر قابو نہ ہوا تو پھر یہ باتیں سامنے آنے لگیں کہ محکمہ خوراک کو ختم کر دیا جائے گا تو اس کو ختم تو نہ کیا جا سکا۔

جناب چیئرمین! پھر یہ ہے کہ صنعت کاروں کو industrial holiday دے دی جاتی ہے۔ یہ آپ سب کے سامنے ہے کہ کاشت کار بے چارے کو کون سی holiday ملتی ہے؟ اب اربوں روپے کی گندم در آمد ہو رہی ہے۔۔۔۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں؟

پیر سید محمد بنیامین رضوی: جی۔ کیا قائد حزب اختلاف' سابق حکومت کے وزیر خوراک اقبال ٹکا پر بھی کوئی بات کریں گے؟

وزیر خوراک (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی): جناب! مجھے بولنے کی اجازت ہے؟

جناب چیئرمین: جی۔

وزیر خوراک: جناب چیئرمین! پنجاب کی کابینہ نے 10 مارچ کو حلف اٹھایا اور 12 مارچ کو قلم دان وزارت تقسیم ہوئے۔ 12 مارچ سے لے کر آج 31 اکتوبر تک' اگر میرے محکمے میں ایک بھی بدعنوانی کا کوئی کیس ہو' قائد حزب اختلاف جو بھی سزا تجویز کریں گے میں وہ بھگتنے کے لیے تیار ہوں گا۔ اصل میں حقائق کیا ہیں؟ حقائق یہ ہیں کہ میرے دوست جو نوٹس لکھ رہے تھے اس میں وہ اقبال ٹکا کی بجائے اقبال خاکوانی سمجھ رہے ہیں' حالانکہ وہ اقبال ٹکا کے بارے میں تھے۔ میرے خیال میں وہ اپنے ان نوٹس کی تصحیح کر لیں گے۔

جناب چیئرمین، جی' آپ جاری فرمائیں۔

جناب سعید احمد خان منیس، جناب چیئرمین! مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب ایک حقیقت بیان کی جائے تو اسے---- یہاں ماشاء اللہ پنجاب کے کتنے گبھرو جوان بیٹھے ہیں' جن کا تعلق زراعت کے ساتھ ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی' اتنے کڑیل جوان بیٹھے ہیں۔ یہ خود بھی سمجھتے ہوئے کہ ایک کاشت کار کی بھلائی کے لیے کچھ نہیں کیا جا رہا۔ جناب والا! اگر میں ایک غلطی بیان کر رہا ہوں تو اسے تسلی کے ساتھ سن لینا چاہیے۔ اس کے بعد ان کی باری بھی آئے گی۔ میں نے کل عرض کی تھی کہ اب تو رہائی ملی ہوئی ہے آپ اس پر خود باتیں کریں۔ اگر میں تھوڑی سی conrtibution کرنا چاہتا ہوں تو مجھے کرنے دی جائے۔ کسی کے اوپر کوئی ذاتی حملے کرنے کا بالکل میرا مقصد نہیں' نہ ہی اپنے محترم بھائی وزیر خوراک پر یا کسی اور پر۔ کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب چیئرمین! یہاں آبی وسائل کی بات ہو رہی تھی۔ زراعت آبی وسائل کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔ جب یہ چیز تسلیم بھی کی جاتی ہے کہ آبی وسائل کم ہیں تو پھر کالا باغ ڈیم کو کیوں نہیں بنایا جاتا؟ اس میں کیا رکاوٹیں ہیں؟ کیا سیاسی مصلحتیں ہیں کہ اس کو روک کر بیٹھے ہیں؟ میں نے کل یہ بھی عرض کی تھی کہ میں نے یہاں ایک قرارداد جمع کرائی تھی جس کے اوپر ایوان عام بحث کر سکتا تھا۔ جناب چیئرمین! اس قرارداد کو دبا دیا گیا تو آبی وسائل کیسے پورے ہوں گے؟ آبی وسائل پورے تو تب ہی ہو سکتے ہیں کہ ہم کالا باغ ڈیم بنائیں اور حکومت کی اس کی طرف توجہ نہیں۔ یہ سیاسی مصلحتیں ہیں۔ اب حکومت کو خفیہ معاہدے بے نقاب کرنے ہوں گے۔ جب تک وہ بے نقاب نہیں کریں گے یا کالا باغ ڈیم نہیں بنائیں گے تو زراعت ترقی نہیں کر سکتی اور اگر زراعت ترقی نہیں کرے گی تو ملکی معیشت ٹھیک نہیں ہو سکے گی۔

جناب والا! پنجاب' برصغیر میں اناج کا گھر کہلانے والا صوبہ تھا۔ آج ہم گندم درآمد کر رہے ہیں۔ صرف گندم درآمد نہیں کر رہے' بلکہ چینی بھی درآمد کر رہے ہیں اور درآمد بھی انڈیا سے کر رہے ہیں۔ جناب والا! کتنی شرم کی بات ہے کہ ایک طرف تو ہم کشمیر کو حاصل کرنے کے دعوے کر رہے ہیں۔ کشمیر پر ہم یہ کریں گے' وہ کریں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم انڈیا سے گندم بھی درآمد کر رہے ہیں۔ وہاں سے چینی بھی درآمد کر رہے ہیں۔ یہ کتنی شرم کی بات ہے؟ اگر ہماری زراعت پر مناسب توجہ دی جائے تو ہمیں اس دشمن ملک سے اناج درآمد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جناب والا!

اس پر صحیح توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہ ٹائی کوٹ پہن کر اور ائر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر پالیسیاں بنا لیتے ہیں۔ اس سے ہٹ کر یہ پالیسیاں بنانی پڑیں گی۔ جہاں تک گندم کی درآمد کی بات ہے' جب تک ہم آئی ایم ایف اور عالمی بنک میں پھنسے رہیں گے تو ہمیں یہ کمشن مافیا اس درآمد سے باہر نہیں نکلنے دے گی۔ جناب والا! ہمیں اس سے ہٹ کر سوچنا پڑے گا۔ ہمیں اپنے ملک کی زراعت کے لیے سوچنا پڑے گا۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں اتنی افرادی قوت موجود ہے کہ اگر زراعت پر مناسب توجہ دی جائے تو کسی ایک فصل نہیں تمام فصلوں میں ہم نہ صرف خود کفیل ہو سکتے ہیں' بلکہ ہم برآمد کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

جناب والا! میں آپ کو تھوڑی سی پیداوار کی بات بتانا چاہتا ہوں اور میرے بھائی نے ابھی یہاں ذکر کیا تھا کہ ہماری پیداوار بہت کم ہوتی جا رہی ہے۔ میں اب cotton lint کی بات کرتا ہوں۔ میں ان میں کلو گرام پر ہیکٹر بات کروں گا۔ 92-91ء میں 850 کلو گرام فی ہیکٹر پیداوار تھی اور 96-1995ء میں یہ 603 ہو گئی اور 97-1996ء میں یہ 474 کلو گرام فی ہیکٹر ہے۔ جناب چیئرمین! آپ اندازہ لگائیں کہ یہ پیداوار کتنی کم ہو گئی ہے۔ کیا ہم زراعت کی طرف کوئی توجہ دے رہے ہیں؟ ہماری قطعاً کوئی توجہ نہیں ہے۔ اب یہ جو خدائی آفت آئی ہے اس سے ہم 474 کلو گرام فی ہیکٹر سے بھی نیچے چلے جائیں گے۔ اگر آپ چاول کو دیکھیں تو اس کی پیداوار میں بہت کم اضافہ ہوا ہے۔ میں پھر کلو گرام ہیکٹر میں بات کروں گا کہ 91-1990ء میں 1127 تھی' اب 1475 ہے۔ آپ دیکھیں گے' یہ اس کے مقابلے میں بالکل ناکافی ہے۔ اور پھر گندم 92-1991ء میں 2026 کلو گرام فی ہیکٹر تھی' جو کہ 94-1993ء میں 1942 ہوئی اور آج 2263 ہے۔ یہ کتنی کمی ہے؟

جناب والا! میں عرض کر رہا ہوں کہ بہتر بیج' زرعی تحقیق اور آب پاشی کے نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ میں نے زرعی ٹیکس کی بات کی تھی۔ یہ ایک کھلاڑا تھا جو کاشت کار پر چلا دیا گیا۔ یہ تجویز بھی دی گئی تھی کہ کاشت کار کو پہلے incentives دے دیے جائیں۔ آج قدرتی آفات ہیں کاشت کار کو crop insurance کیوں نہیں دے دی جاتی؟ مجھے بار بار یہ بات کرنی پڑتی ہے کیونکہ یہ موضوع بار بار زیر بحث آتے ہیں۔ جناب والا! crop insurance سے کم از کم کاشت کار کو یہ تسلی تو ہوتی کہ اس کا جو نقصان ہو رہا ہے۔ وہ کسی طریقے سے پورا ہو جائے گا۔ جناب والا! زراعت کو کیوں صنعت کا درجہ نہیں دیا جاتا؟ اگر اس کو صنعت کا درجہ دیا جائے تو وہ تمام سہولیات جو صنعت کاروں کو ملتی ہیں وہ کاشت کار کو مل سکتی ہیں۔ جناب والا! ان کی جو inputs ہیں اور جو پیداوار کے ریٹ ہیں۔

ان کی ratio کے مطابق کیوں قیمتیں مقرر نہیں کی جاتیں؟

جناب والا! ایوان کی اس میں توجہ بہت کم ہے۔ میں چاہتا تھا کہ اس کو تھوڑا سا elaborate کروں۔ جناب چیئرمین! میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ improvement of soils پر خاص طور پر توجہ دی جانی چاہیے اور availability of inputs پہ توجہ دی جانی چاہیے۔ میں خاص طور پر آپ کو یہ بتاؤں گا کہ pesticides industry ہمارے ملک میں develop کی جانی چاہیے۔ کیونکہ inputs کی 60 فی صد cost صرف pesticides ہی لے جاتے ہیں۔ اگر ہم مقامی طور pesticides industry قائم کر لیں تو billions rupees جو ہم ذرمبادلہ کے طور پر drain out کر جاتے ہیں۔ ان پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے اور فی ایکٹر پیداوار پر خرچ بھی کم ہو سکتا ہے۔ جناب والا! اگر oil seeds پر زیادہ توجہ دی جائے تو وہ بھی ہمارے لیے بہت بہتر ہوگا۔ میں نے پچھلے دنوں زرعی قرضوں کی بات کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ Again I will say that this is an eye-wash اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو زراعت پیشہ لوگوں کو، کاشت کار کو وہ قرضے نہیں مل رہے جو ملنے چاہییں۔ میں نے ان کی مثالیں آپ کے سامنے رکھی ہیں کہ صنعت کار کو کتنا قرضہ ملتا ہے اور کاشت کار کو کتنا قرضہ ملتا ہے، جو one window operation والی بات ہے۔ جناب والا! دو، چار، پانچ ارب روپے سے کچھ نہیں بنے گا۔ آپ دیکھیں تو سہی کہ کاشت کار آپ کی معیشت میں کتنے سو بلین ڈالر کی contribution کر رہا ہے۔ اس کے مطابق اگر آپ دیکھیں تو آپ جو دو، چار، پانچ ارب روپے کے قرضے دے رہے ہیں، وہ کام تو minus میں چلا جائے گا۔ اس کے علاوہ تحقیق کی سہولیات کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ اس پر زیادہ توجہ دی جانی چاہیے۔ بیجوں کی پیداوار پر اور کاٹن پر خاص طور پر اور آب پاشی کے ذرائع پر بھی توجہ دی جانی چاہیے۔ جیسا کہ research projects کا میں نے ذکر کیا اور cotton leaf کے وائرس کا ذکر کیا۔ آپ کم از کم یہ تو دیکھیں کہ یہ ایک ایسا وائرس تھا جس سے ہماری معیشت پر کتنے برے اثرات پڑے ہیں۔ ہم نے اس پر کیا توجہ دی ہے؟ وائرس کے حملے کی کیا وجہ تھی؟ اب ہم نے اس سلسلے میں کیا انتظامات کیے ہیں؟ کیا ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اس پہ کتنا پیسہ ضائع ہو چکا ہے؟ جناب، یہ تمام باتیں وہ ہیں جن کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جناب چیئرمین! میں یہ عرض کروں گا کہ ان تمام باتوں کو بھی سامنے رکھا جائے اور جو قدرتی آفات کے سلسلے میں اب نقصان ہو رہا ہے۔ اس میں کم از کم کاشت کار کو آئندہ پانچ سال کے لیے ٹیکس میں چھوٹ دے دینی چاہیے اور زرعی انکم ٹیکس کو مکمل طور پر ختم کر دینا چاہیے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین، جناب امتیاز علی لالیکا صاحب۔

جناب امتیاز علی لالیکا، کسی بھی ملک کی زرعی ترقی کا راز اس کے زرعی تحقیقاتی ادارے ہوا کرتے ہیں۔ جو اس ملک کے زمینی اور موسمی حالات کے مطابق فصلوں کی نئی نئی اقسام اور زرعی آلات کی تیاری میں مدد دیتے ہیں۔ امریکہ میں 'Boll Worm Resistant' کپاس آ گئی ہے۔ اسرائیل نے saline soils پر کامیاب طریقے سے کاشت کرنے والی کپاس تیار کر لی ہے۔ تھائی لینڈ ملائشیا وغیرہ میں جہاں زیادہ بارشیں ہونے کی وجہ سے سیلاب بہت آتے ہیں۔ انھوں نے سیلابی پانی پر تیرتے ہوئے بڑھنے والے دھان کے پودے متعارف کروا دیے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں گندم اور تیل دار فصلوں کے hybred seeds کی وجہ سے فی ایکڑ پیداوار بہت زیادہ ہے۔ ہمارے ملک میں زرعی تحقیق کا کام انتہائی سست رفتار ہے۔ ہمارے ہاں تحقیق کا یہ حال ہے کہ 1970ء کی دہائی میں متعارف ہونے والی گندم کی ورائٹی "چناب 70" کے بعد کوئی بھی قسم اس سے پیداواری لحاظ سے واضح فرق رکھنے والی متعارف نہیں کرائی گئی۔ پچاس سالوں میں گنے کی صرف ایک ہی قسم 'B L-4' جسے true variety کہا جا سکتا ہے، پاکستان میں موجود ہے۔ کپاس کی بھی کوئی stable variety ابھی تک متعارف نہیں ہوئی۔ یعنی ورائٹی میں کوئی نہ کوئی خامی موجود ہوتی ہے۔ S-12 اچھی پیداوار دینے والی ورائٹی تھی، لیکن اس پر وائرس کا حملہ شدید ہوتا تھا۔ ابھی حال ہی میں CIM-1100 متعارف کرائی گئی ہے۔ اس کا پتا چوڑا ہونے کی وجہ سے boll worm کا شدید حملہ ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین! اسی طرح زرعی آلات کی ڈیزائننگ پر مامور ادارے بھی اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کر رہے۔ زمین دار سے کپاس و گندم کی زیادہ پیداوار کی توقع تو کی جاتی ہے۔ لیکن اسے گندم اور کپاس کاشت کرنے لیے کوئی foolproof ربیع ڈرل یا خریف ڈرل یہ ادارے ڈیزائن کر کے نہیں دے سکے۔ وہی 1970ء کی دہائی میں متعارف ہونے والے rigid tame ربیع اور خریف ڈرل چل رہی ہیں۔ rigid time خریف ڈرل سے نہ صرف بیج 10/12 کلو فی ایکڑ ڈالنا پڑتا ہے۔ بلکہ یہ technicaliy بھی غلط ہے کہ بوائی کے موسم میں تھوڑی سی بارش ہو جانے کی صورت میں پانی عین اس جگہ جمع ہو جاتا ہے جہاں بیج موجود ہوتا ہے اور بوائی کرنڈ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ imported planters بیج والی جگہ کو تھوڑا سا raise کرتے جاتے ہیں اور بیج بھی 10/12 کلو کی بجائے 2/3 کلو فی ایکڑ ڈالتے ہیں اور چھدرائی کا اضافی خرچ بھی زمین دار کو بچاتے ہیں۔ اسی طرح ربیع ڈرل کا حال ہے۔

ٹریکٹر تھوڑا تیز چلائیں تو ڈرل کے اگلے times پر زیادہ مٹی آ جاتی ہے۔ کم رفتار سے چلائیں تو صبح سے شام تک بمشکل 10/15 ایکڑ کاشت ہوتی ہے اور بیج بھی یکساں نہیں اگتا۔ میں یہ پاکستان کے 1997ء ماڈل کے ڈرل کی بات کر رہا ہوں۔ جبکہ امریکہ کے 1940ء ماڈل کے بنے ہوئے ڈرل میرے پاس موجود ہیں جو صبح سے شام تک پچاس ایکڑ کاشت کر دیتے ہیں اور بوائی بھی یکساں اگتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اداروں کو فائنل نوٹس دیا جائے کہ They should come out with some positive designs. نہیں تو ان اداروں کو بند کیا جائے۔ میرے خیال میں یہ بات نہیں کہ پاکستان کے سائنس دان duffer ہوں اور انھیں کچھ نہ آتا ہو۔ بلکہ ساری خرابی کی جڑ mismanagement ہے۔ یعنی Ph.D حضرات کو دفتر کی گاڑیوں کے پٹرول اور دفتر کی سٹیشنری کا حساب کتاب لگانے پر لگا دیا جاتا ہے۔ حکومت سے میری درخواست ہوگی کہ سائنس دان حضرات سے دفتری امور کا کام نہ لیا جائے، بلکہ انھیں کھلے فنڈز دے کر fields میں کام کرنے دیا جائے۔ سابقہ ادوار حکومت کی غلط منصوبہ بندی اور حکومت کی طرف سے زمیندار کو سب سڈی دینے کی بجائے consumer کو دینے کی پالیسی نے زمین دار کا مالی طور پر برا حال کر دیا ہے۔ مالی زبوں حالی کی وجہ سے زمین دار mechanized farming نہیں کر سکتا۔ جب تک mechanized farming نہیں ہوگی۔ ملک غلے کی ضروریات میں خود کفیل نہیں ہو سکے گا۔ حکومت سے میری درخواست ہوگی کہ زمین دار کو زیادہ سے زیادہ زرعی قرضہ جات جاری کیے جائیں اور اس کی پیداوار کے اسے انٹرنیشنل ریٹ دیے جائیں، کیونکہ inputs اسے انٹرنیشنل سے بھی زیادہ ریٹ پر مل رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں حکومت نے زرعی قرضہ جات کی رقم کو دگنا کیا ہے۔ جو انتہائی قابل ستائش ہے۔ قرضے کی disbursement کے سلسلے میں میری تجویز ہوگی کہ زمین دار کے ساتھ ایک ہی دفعہ ضروری documentation کر لیں اور زمین دار کو اس کی زمین کے مطابق revolving loan limits بنا کر دے دیں کہ زمین دار جب چاہے بذریعہ چیک اپنی limit کے مطابق بنک سے رقم لیتا اور re-adjust کرواتا رہے۔ اس طریقے سے ایک تو زمین دار آڑھتی کے چنگل سے آزاد ہوگا، دوسرے قرضے کی واپسی بھی یقینی ہو جائے گی۔ کیونکہ زمین دار کو یہ خدشہ نہیں رہے گا کہ آئندہ قرضہ شاید مل سکے یا نہ مل سکے اور زمین دار میں good pay master بننے کا رجحان رواج پائے گا۔

جناب سپیکر! زمین داروں کے لیے yellow tractors کی سکیم جاری کی جائے۔ اس سکیم سے دیے جانے والے ٹریکٹر ملک کی زراعت کی ترقی میں اضافہ کا باعث بنیں گے۔ کیونکہ yellow cab cars کی طرح ٹریکٹر بچوں کو سکول چھوڑنے اور سڑکوں پر بلاوجہ دوڑانے کے کام آنے کے بجائے

ہل ہی چلائیں گے۔ زمین دار کو duty free tractors' جس ملک سے بھی سستے ملیں' import کرنے کی اجازت دی جائے۔ ابھی جو حالات چل رہے ہیں۔ ٹریکٹر سازی پر ایک دو اداروں کی اجارہ داری ہے جو lack of competition کی وجہ سے quality control کا بالکل خیال نہیں کر رہے۔ حکومت سے میری درخواست ہوگی کہ ان اداروں کو quality control کا پابند بنایا جائے۔ ٹریکٹر ساز ادارے زمین دار کو لوٹ رہے ہیں۔ جوں جوں ٹریکٹر میں مقامی پرزہ جات کی شرح بڑھ رہی ہے توں توں اس کی قیمت بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ حالاں کہ ہونا اس کا اُلٹ چاہیے۔ میں ملت ٹریکٹر کی مثال دیتا ہوں کہ انھوں نے ٹریکٹر کی قیمت اتنی بڑھا لی ہے کہ زمین دار کے بس میں اس کا خریدنا نہیں رہا۔ کوالٹی کنٹرول کا یہ عالم ہے کہ ہر سال نیا آنے والا ماڈل پچھلے سال سے بدتر ہوتا ہے۔ مجھے اس بات کا اس لیے پتا ہے کہ میں نے اپنے ذاتی زمین دارہ کے لیے پانچ ٹریکٹر رکھے ہوئے ہیں اور ہر سال ایک ٹریکٹر بیچ کر نیا خریدتا ہوں تاکہ ٹریکٹرز کا فلیٹ up to date رہے۔ میرے پانچوں ٹریکٹرز میں سے 1993ء ماڈل' جو سب سے پرانا ہے' وہ سب سے اچھی کارکردگی دکھا رہا ہے۔ اسی طرح 1993ء ماڈل سے 1989ء ماڈل بہت بہتر تھا۔ حالاں کہ نئے ماڈل کو بہتر ہونا چاہیے۔ ٹریکٹروں میں اور بہت ساری خامیاں تو ایک طرف ان کے اگلے پہیوں کے سپنڈلز کی ڈھلائی میں خرابی ہے۔ اس کی وجہ سے اگلے ٹائر دو تین ماہ بعد گھس جاتے ہیں۔ پچھلے ایک دو سال یہ ادارہ تو یہاں تک چلا گیا کہ پتا نہیں کہاں سے کھٹیا ترین پچھلے ٹائر خرید لایا جو دو تین ماہ کے بعد پھٹ گئے اور 35 ہزار روپے کا اضافی خرچ زمین دار کے کھاتے میں پڑ گیا۔

جناب چیئرمین! پنجاب کے زیر زمین کڑوے پانی والے علاقہ جات ریتلے ہیں اور گندم کی فصل کے لیے سب سے موزوں علاقے ہیں۔ ان علاقوں کی نہروں کو فوری پختہ کیا جائے۔ اس عمل سے ایک تو بڑھتی ہوئی سیم و تھور قابو میں آ جائے گی۔ دوسرے پانی کی بچت ہوگی۔ اس طرح ان علاقوں کا فی ہزار ایکڑ کوٹا 3.6 کیوسک سے بڑھا کر 5 یا 6 کیوسک کیا جا سکے گا۔ ان علاقوں کے پانی کا فی ہزار ایکڑ کوٹا بڑھانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ زمین تقسیم در تقسیم ہو کر بہت تھوڑی تھوڑی زمین داروں کے پاس رہ گئی ہے اور 80 فی صد crop intensity سے زمین دار کا گزارہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ملک غلے کی ضروریات میں خود کفیل ہو سکے گا۔ یہ علاقہ جات گندم کی کاشت کے حوالے سے پاکستانی prairies ہیں۔ ان علاقوں میں بڑھتی ہوئی سیم و تھور کو کنٹرول کرنے کے لیے بھی جنگی اور ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کرنے ہوں گے۔

جناب چیئرمین! کھالوں کو پختہ کرنے کا کام بہت فائدہ مند تھا۔ مسلم لیگ کے سابقہ ادوارِ حکومت میں کافی کھالوں کو پختہ کیا گیا۔ لیکن پالیسی سازان کو شاید یہ بات پسند نہ تھی کہ ملک ترقی کرے اور غلے میں خودکفیل ہو۔ انھوں نے پچھلے دو تین سالوں سے یہ شرط لگا رکھی ہے کہ کھالوں کے لیے سیمنٹ کا خرچہ زمین دار خود برداشت کرے۔ حکومت سے میری گزارش ہوگی کہ اس فیصلے پر نظرثانی کی جائے کہ زمین دار ابھی اس قابل نہیں ہوا کہ پیشگی پیسے ادا کر کے زراعت کے لیے ضروری infrastructure خود بنا سکے۔ اس لیے کھالوں پر خرچ ہونے والی رقم حکومت خود لگائے یا بعد میں لے لے۔ اگر فنڈز کا مسئلہ ہو تو ابھی جو زرعی قرضہ جات کے لیے رقم بڑھائی گئی ہے اس میں سے کچھ حصہ کھالوں کے لیے زمین دار کو بطور قرض دے دیا جائے اور بعد میں وصول کر لیا جائے۔

جناب چیئرمین! ہماری زمینوں کی بافت alkaline ہے اور بدقسمتی سے یہاں کھادیں بھی alkaline base والی مہیا کی جا رہی ہیں۔ یعنی ڈی۔ اے۔ پی اور یوریا چل رہی ہیں جن کے استعمال سے زمین کی پی۔ ایچ ویلیو بڑھ رہی ہے۔ acidic base والی کھادیں یعنی T.S.P ' امونیم سلفیٹ اور S.S.P کے استعمال کو زیادہ رواج دینے کی ضرورت تھی لیکن بوجوہ یہ نایاب ہیں۔ پالیسی سازان کی توجہ اگر اس طرف ہو جائے تو بڑھتے ہوئے تھور کو بھی چیک کرنے میں مدد ملے گی۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں یہ عرض کروں گا کہ پانی کے تجزیہ نگاروں کے مطابق 2000ء تک منگلا اور تربیلا جھیل میں sedimentation اور ان کے catchment area سے درختوں کی بے دریغ کٹائی کی وجہ سے وہاں بارشیں کم ہونے کی وجہ سے 4.67 ملین ایکڑ فٹ پانی کی کمی ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ منگلا ڈیم کی کل گنجائش 5.88 ملین ایکڑ فٹ ہے۔ یعنی 2000ء تک تقریباً منگلا ڈیم جتنا پانی ہمیں دست یاب نہیں ہوگا۔ اس لیے پانی کے نئے ذخائر بنانے کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ محمد صفدر شاکر صاحب۔

چودھری محمد صفدر شاکر، شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین! آج ہم جس موضوع پر بحث کر رہے ہیں وہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ زراعت ہمارے ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ زراعت اور صنعت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ اگر دونوں میں سے ایک پہیہ بھی نہ چلے تو یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔ ہمارے ملک کی

معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے۔ زراعت ایک ایسا شعبہ ہے کہ اگر خوراک کا مسئلہ ہو تو وہ شہروں کو اناج، دالیں، دودھ فراہم کرتا ہے۔ اگر خام مال کا مسئلہ ہو تو وہ ملک کی انڈسٹری کو تمام مال سپلائی کرتا ہے جن میں جننگ فیکٹریاں، فلور ملیں، فوڈ انڈسٹری، غرضیکہ جتنی بھی ملک کی انڈسٹری ہے اس کو جتنے خام مال کی ضرورت ہے وہ ایک زمین دار فراہم کرتا ہے۔ لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ جو صنعت کار ہے وہ تو اپنی چیز اپنی فیکٹری میں تیار کر کے جب اس کو فروخت کرتا ہے تو وہ اس کا ریٹ اپنی مرضی سے لگاتا ہے۔ لیکن زمین دار کی جو جنس ہے وہ جب تیار ہوتی ہے تو وہ اس کا ریٹ اپنی مرضی سے نہیں لگا سکتا۔ اس کا ریٹ خریدار نے لگانا ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین! زراعت بالکل ترقی کر سکتی ہے۔ اس میں سب سے پہلے تو اس کو صنعت کا درجہ دیا جائے۔ یورپ میں، امریکہ میں زراعت کس طرح ترقی کرتی ہے؟ یہ میں آپ کے گوش گزار کرتا ہوں کہ وہاں جب زمین دار کی فصل تیار ہوتی ہے تو حکومت براہ راست اس کو خریدتی ہے اور اس فصل میں حکومت زمین دار کا منافع شامل کرتی ہے۔ پھر وہ فصل خریدنے کے بعد حکومت خود اپنے خزانے سے اس میں رقم ڈال کر اس کو سستے داموں اپنے ملک کے اندر فروخت کرتی ہے۔ ہم باہر سے گندم منگواتے ہیں اور اس گندم میں ہم سب سڈی شامل کر کے اس کو سستے داموں فروخت کرتے ہیں۔ اگر وہی سب سڈی ہم اپنے زمیندار کو دیں تو کوئی ایسی وجہ نہیں کہ ایک سال کے اندر ہمارا زمین دار ترقی کی راہ پر گامزن نہ ہو جائے۔

جناب چیئرمین! ہماری اس زراعت میں ترقی کے لیے وزیر اعظم پاکستان نے جو زرعی پیکج دیا ہے اس سے زمین داروں کے اندر حوصلہ پیدا ہوا ہے اور انھیں امید کی ایک کرن نظر آئی ہے اور اگر اسی طرح ان زمین داروں کے لیے ہم اور سہولتیں مہیا کریں، in puts کی قیمتیں، کھاد، بجلی اور زمین دار کی جو دوسری ضرورتیں ہیں ان کی قیمتیں اگر ہم ایک سطح پر لے آئیں، کم کر دیں تو اس سے زمین دار کو ان شاء اللہ اور حوصلہ ہو گا۔

اس فصل کے اندر جو کپاس کی فصل جا رہی ہے اس میں امریکن سنڈی کا جو بہت بڑا حملہ ہوا ہے اس سے زمین داروں کو بہت نقصان ہوا ہے۔ اس میں جو سب سے زیادہ قابلِ غور بات ہے وہ یہ ہے کہ جو زرعی ادویات اس دفعہ آئی ہیں ان کے بارے میں، میں وزیر زراعت صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ دو نمبر سے بھی تین نمبر تھیں اور ان کی ری پیکنگ اس طرح سے کی گئی تھی کہ بے چارے زمین دار کو کیا پتا کہ یہ اصلی ہے یا نقلی ہے۔ یہاں تک کہ سنڈی کو پکڑ کر ڈراپ کے ساتھ

اس کے منہ میں زہر ڈالا گیا۔ لیکن اس ڈراپ سے بھی سنڈی نہیں مری۔ یہ ظلم ہے اور زمین دار نے اپنے گھر کی تمام پونجی بیچ کر اس دفعہ کپاس پر لگائی ہے لیکن وہ بے چارہ آج بے یار و مددگار ہے۔ اس کے لیے جو زرعی قرضہ حکومت نے شروع کیا ہے یہ ایک بہت اچھا اقدام تھا اور اس دفعہ تو ایک دن میں غریب زمین دار کو جو قرضہ ملا ہے اس سے ان کو کچھ حوصلہ ہوا ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کروں گا کہ زراعت کی ترقی کے لیے ہمیں بہت توجہ دینی پڑے گی۔ اگر زراعت کی ترقی پر ہم تھوڑی سی بھی توجہ دیں تو ان شاء اللہ یہ ملک ترقی کی راہوں پر گامزن ہو جائے گا۔ اس کے لیے ہر تحصیل کی سطح پر ہمیں زرعی بیمار منعقد کرنے چاہییں تاکہ زمین داروں کو نئی ٹیکنالوجی سے رُوشناس کرایا جائے۔ میں یہاں پر وزیر زراعت کی خدمت میں ایک عرض کروں گا کہ ایوب ریسرچ کے ایک ڈاکٹر ہیں' ڈاکٹر محمد طاہر۔ انھوں نے جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ ایک دیسی کھاد تیار کی ہے اور یہ ایسی قیمتی کھاد ہے کہ اس کا ریٹ بھی سستا ہے۔اور یہ دوسری کھادوں سے کئی درجے آگے ہے ۔ جناب والا! میں وزیر زراعت سے گزارش کروں گا کہ ان کو خصوصی طور پر بلوائیں اور اس آدمی کی جو talent ہے اس سے فائدہ اٹھائیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ جو اچھا talent ہے اس کو آگے آنے کا موقع نہیں ملتا اور آپ اس ڈاکٹر کو بلوائیں گے تو یہ ان شاء اللہ زراعت کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہو گا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، ملک محمد عباس کھوکھر صاحب۔

ملک محمد عباس کھوکھر، شکریہ جناب سپیکر

جناب والا! آج زراعت پر بحث ہو رہی ہے ۔ زراعت ہماری basic industry ہے۔ ستر فی صد آبادی کا انحصار اس پر ہے اور پاکستان کا یہ خطہ زراعت کا پرانا گھر ہے۔ انگریزوں کے زمانے میں جب انگریز کو خوراک کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے بھی اسی خطے کو چنا اور اس کو ایک بہترین آب پاشی کا نظام دیا جس سے اتنی پیداوار بڑھی کہ انھوں نے اپنی پاک و ہند کی ضرورت کو بھی پورا کیا اور وہ اپنے ملک کے لیے خام مال بھی یہاں سے ہی لے کر گئے۔ پھر انھوں نے foreign exchange کمایا جس سے اس نے اپنے ملک کو ہندوستان کی اس سرزمین سے کافی فائدہ پہنچایا جس میں اب ہم بس رہے ہیں۔

جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ پاکستان کے بننے کے بعد ہمیں آبادی کے لحاظ سے

ایک تہائی حصہ ملا اور خوراک کے لحاظ سے ہمیں اس وقت بھی دو تہائی حصہ ملا اور اس وقت بھی ہم ہر چیز میں خود کفیل تھے' غلہ باہر بھیجتے تھے اور اربوں روپے foreign exchange کماتے تھے۔ ایوب دور میں زراعت پر واقعی توجہ دی گئی۔ اس وقت انھوں نے سیم اور تھور کے خلاف جہاد کیا اور انھوں نے کئی سکیمیں ایسی بنائیں جن سے انھوں نے سیم اور تھور کا مقابلہ کیا۔ لیکن اس کے بعد جب عوامی دور آیا تو اس زراعت کا بیڑہ ایسا غرق ہوا جس کو ہم سنبھالتے سنبھالتے بھی نہ سنبھال سکے' حتیٰ کہ قائد عوام کو یہ کہنا پڑا کہ میں باہر سے سونا تو منگوا سکتا ہوں لیکن گندم نہیں منگوا سکتا۔ اس لیے گندم تمھیں اپنی پیدا کرنی پڑے گی۔ لیکن اس وقت ہم گندم کے معاملے میں اس حد تک چلے گئے کہ گندم بھی ہمیں باہر سے منگوانی پڑی اور تمام چیزیں باہر سے منگوانی پڑیں۔ اس کے بعد اللہ کے فضل سے پھر مسلم لیگ کی حکومت آئی ۔ میاں نواز شریف کے زمانے میں پھر زراعت پر توجہ دی گئی اور پیداوار میں پھر اضافہ کیا گیا اور یہ ریکارڈ موجود ہے کہ اس وقت ہم نے کپاس میں ایک کروڑ اور پینتیس لاکھ گانٹھیں پیدا کیں جو پاکستان کا آج تک ریکارڈ ہے اور وہاں سے ہم نے اربوں روپیہ foreign exchange کمایا۔ اسی طرح ہم گندم میں بھی کفالت کے قریب قریب پہنچے ۔

جناب سپیکر! جہاں تک چینی کا تعلق تھا اپنی ضرورت سے زیادہ چینی بھی ہم باہر بھیجتے تھے ۔ اس کے بعد شومئ قسمت پھر عوامی دور آ گیا۔ پھر اس عوامی دور میں imported Prime Minister سے لے کر بے نظیر کے دور تک زراعت کے ساتھ یہ ہوا کہ زراعت سے جو بھی پیسہ کمایا گیا وہ ایسی مدوں میں لگایا گیا جس سے زراعت کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور زراعت کا بیڑہ غرق ہوا۔ آپ اندازہ لگا لیں کہ جب میاں نواز شریف نے حکومت چھوڑی اس وقت ڈی ۔ اے ۔ پی کی قیمت 262 روپے تھی' یوریا کی قیمت 180 روپے تھی۔ اب جب مسلم لیگ نے دوبارہ حکومت سنبھالی ہے اس وقت ڈی اے پی کی قیمت 565 روپے تھی ' یوریا ساڑھے تین سو کی تھی۔ اسی طرح اس وقت جو سپرے سو روپے میں ہوتا تھا وہ آج چار ' پانچ سو میں ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے مقابلے میں میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں۔ جس وقت ہم نے حکومت چھوڑی تھی اس وقت بھی گندم کی قیمت 150 '160 روپے تھی اور جب ہم نے حکومت لی اس وقت بھی اس کی قیمت 160 روپے تھی۔ کپاس اس وقت ساڑھے آٹھ سو روپے میں بکتی تھی اور جب میاں نواز شریف صاحب نے حکومت سنبھالی تو اس کا ریٹ آج بھی ساڑھے آٹھ سو روپے ہے۔ inputs آسمانوں کو باتیں کرنے لگ گئیں۔ ہمارے زمین داروں کی جو پیداواریں تھیں ان میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ جناب

والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ان حضرات نے زراعت کا ایسا بیڑہ غرق کیا کہ آج آٹھ مہینے ہو چلے ہیں اور ہم اسی پر توجہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ جیسے میں جناب کو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ یہ ہماری basic industry ہے اور ستر فی صد آبادی کا اسی basic industry پر انحصار ہے۔ جب imported Prime Minister جناب معین قریشی صاحب تشریف لائے انھوں نے آتے ہی دس آدمیوں کی گنجائش کی حوالات میں پچاس پچاس آدمیوں کو بند کر کے ان سے قرضے وصول کیے، inputs کی قیمتوں کو آسمان تک پہنچا دیا، ان غریب کسانوں کے پاس جو بھی پونجی تھی وہ بھی انھوں نے دے دی۔ اس کے بعد inputs خریدنے کے لیے ان کے پاس طاقت نہ رہی جس کی وجہ سے پیداوار اتنی گھٹ گئی کہ ہم نے پچھلے سال چالیس لاکھ ٹن گندم باہر سے منگوائی ہے جو ہمارے لیے باعث شرم بات ہے۔ ہمارا زرعی ملک ہوتے ہوئے جو گندم باہر بھیجتا تھا اس کا یہ حال ہوا۔ اس کے علاوہ چینی کا حال یہ ہوا کہ ہم نے چینی بھی کروڑوں روپے کی باہر سے منگوائی۔

جناب والا! میں تفصیل میں جانا چاہتا تھا لیکن چونکہ وقت تھوڑا ہے اور آپ ابھی گھنٹی بجا دیں گے، چینی بھی ہمیں کروڑوں کی باہر سے منگوانی پڑی۔ اب جب سے میاں نواز شریف کا دور آیا ہے انھوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ انھوں نے چھوٹے بڑے زمین داروں کو اسلام آباد میں بلا کر ایک سیمنار منعقد کیا اور وہاں انھوں نے اللہ کے فضل سے ایسے اعلانات کیے اور زراعت کو ایسی ترجیحات دیں جس کے کہ وہ حق دار تھے، حالانکہ اگر پچھلی دفعہ زراعت کا اتنا بیڑہ غرق نہ ہوتا تو یہ دیہاتی آبادی شہروں کا رخ کبھی نہ کرتی۔ یہ بھی وہی عوامی دور تھا جب دیہات کے لوگوں نے شہروں کا رخ اس لیے کیا کہ زراعت نفع بخش نہیں رہی تھی۔ جناب والا! میں آج یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس سیمنار میں جناب وزیراعظم نے اسی روپے فی من گندم بڑھائی جس سے کسان تو کیا اس کے جانور بھی خوش ہوئے۔ لوگوں نے پچھلے سال 180 روپے فی من کے حساب سے جو گندم بیچی اس سے ان کو کچھ اچھی سہولت ملی اور وہ تھوڑا سا خوش حال ہوئے۔ گندم میں، چینی میں، باقی فصلوں میں تمام چیزوں کے ریٹس میاں نواز شریف صاحب نے بڑھائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سال چینی ہم باہر بھیجیں گے بجائے اس کے کہ ہم باہر سے منگوائیں۔ اللہ کے فضل سے کماد کی فصل ایسی اچھی ہے اور اب بھی ہم اس میں خود کفیل ہو گئے ہیں۔ چینی میں ہم اس سال بھی خود کفیل ہیں اور آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ باہر بھیجیں گے۔

پچھلی دفعہ جب پیپلز پارٹی کا دور تھا اس وقت جو بھی پیسہ زراعت سے کمایا گیا اس میں

سے پچاس فی صد بھی زراعت پر نہیں لگایا گیا' بلکہ وہ غلط مدوں میں لگایا گیا ' لوٹا ازم پر لگایا گیا۔ یہ پیسے سازشیوں کو خریدنے پر خرچ ہوئے اور بلیک میلنگ سے چلنے والی حکومت پر پیسہ خرچ کیا گیا' مگر زراعت پر کوئی پیسہ خرچ نہیں کیا گیا۔ جس طرح اب گورنمنٹ قرضہ دے رہی ہے اور لوگوں کے دروازوں پر جا کر دے رہی ہے اس لحاظ سے ہم ان شاء اللہ تعالیٰ گندم میں بھی کفالت کے بالکل قریب پہنچ جائیں گے۔

جہاں تک زراعت کی ریسرچ کا تعلق ہے۔ (قطع کلامی) جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ میرا بھائی آ کر ریکارڈ سے دیکھے' یہ ریکارڈ دیکھ کر میرے ساتھ بات کرے۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میں استعفیٰ دے دوں گا' ورنہ یہ استعفیٰ دے دیں ۔جناب والا! جیسا کہ میرے بھائی نے پہلے کہا ہے' موجودہ حکومت نے ریسرچ کے لیے پچاس کروڑ روپیہ یک مشت دیا ہے ۔ انھیں پوچھیں کہ انھوں نے اپنے دور اقتدار میں ریسرچ کے ساتھ کیا کیا؟ کھالے پکے کروانا جو کہ ہماری بہت بنیادی ضرورت ہے میرے بھائی ریکارڈ میں دیکھیں کہ کھالے پکے وہاں بنوائے گئے کہ جہاں ضروری ہی نہ' جہاں پیداوار بیس فی صد ہے۔ اور جہاں پیداوار اسی فی صد ہے وہاں کھالے دیے ہی نہیں گئے ۔ میں مختصراً عرض کرنی چاہتا ہوں کہ کھالوں کے معاملے میں بھی صرف شخصیات پرستی کی گئی ۔ اور وہ لوگ جو اقتدار میں تھے اور جن کی زمینیں کچھ نہیں دیتیں وہاں کھالے بنوائے گئے اور جو زرخیز اضلاع تھے وہاں کھالے نہیں بنوائے گئے جو کہ ملک کی ضرورت تھی۔ اب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ موجودہ حکومت کھالوں پہ زیادہ توجہ دے رہی ہے ۔ اس کے علاوہ میں ایک اہم چیز گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ بیج جو کہ ہماری پیداوار میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اس پر جو ظلم اس پچھلے دور میں گزرے ہیں اس پہ آپ توجہ فرمائیں۔ کہ چند برسر اقتدار لوگوں نے اپنے بیج بیچنے کی خاطر سیڈ کارپوریشن کا بیڑا غرق کیا۔ اور سیڈ کارپوریشن کو کروڑوں' بلکہ اربوں کا نقصان پہنچایا۔ اور اس طرح سیڈ کارپوریشن کا جو بیج۔۔۔۔

جناب سعید اکبر خان، جناب چیئرمین ! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ ملک عباس صاحب میرے بڑے بھائی ہیں ۔ وہ بڑی مفید باتیں کر رہے ہیں اور چونکہ وہ خود بھی زراعت پیشہ ہیں۔ ان کو زراعت سے ہمدردی ہے۔ کیونکہ انھوں نے زراعت پیشہ افراد کی بہتری کی تو بات کرنی نہیں' انھوں نے کوشش کرنی ہے کہ ایسے الفاظ اس ہاؤس میں لائیں جس سے ان کی اپنی کوئی بہتری ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا وقت بھی ملک عباس کو دے دیا جائے تاکہ وہ اپنی سیر حاصل بات کرلیں اور جو بھی بات وہ ریکارڈ کرانا چاہتے ہیں' وہ ریکارڈ پہ آجائے اور ان کا مستقبل اللہ کرے بہتر ہو جائے ۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب سپیکر! یہ اسمبلی ہے اور پورے پنجاب کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان سے پوچھیں کہ ملک عباس کو انھوں نے کیا کیا لالچ دیے؟ ملک عباس کو تم نے کس طرح قابو کرنے کی کوشش کی؟ ملک عباس اصولوں پر نہ آج تک بکا ہے اور نہ بکے گا۔ اور میں اس ہاؤس میں حلفاً یہ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے لیڈر کو کسی وقت یہ بھی کہا ہو کہ مجھے پی ڈی ممبر بنا دے۔ میں اس کا بھی حلف دیتا ہوں۔ اقتدار تو دور کی بات ہے۔ جا کر پوچھ لیں کہ میں نے' کسی نے کوئی ذکر بھی کیا ہو۔

جناب چیئرمین، ملک صاحب! شکریہ۔ ہر آدمی آپ کی شخصیت جانتا ہے۔ آپ وائنڈ اپ کریں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ یہ میرے بھائی میرے بڑے محسن ہیں۔ آپ مجھے دو منٹ دے دیں۔ انھوں نے مجھے اپنا ٹائم دے دیا ہے۔

جناب چیئرمین، ان کا تو ٹائم ہے ہی نہیں۔ وہ آج پینٹ کوٹ کے بغیر آئے ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ مجھے ٹائم دیتے تو جو میری حکومت کے متعلق باتیں کرنے والی تھیں وہ میں کرتا' اور جو میں مزید کرتا۔ لیکن انھوں نے جو یہ بات کہی ہے ان کو پتا ہے-----

جناب چیئرمین، آپ اچھے پارلیمنٹیرین ہیں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جناب چیئرمین! میں نے اس وقت بھی لالچ نہیں کیا تو آج بھی نہیں کروں گا۔ اس وقت میں ملک کا بیڑا غرق کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا تو آج بھی نہیں ہوں گا۔

جناب چیئرمین، میری تھوڑی سی بات سن لیں۔ آج جمعہ ہے وقت بھی کم ہے۔ اور دوستوں نے بھی بات کرنی ہے۔ آپ ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر، جو باتیں میں نے کرنی تھیں اور اپنی حکومت کو بتانی تھیں وہ وقت نہیں ہے۔ انھوں نے اپنا وقت مجھے دے دیا ہے۔ اگر آپ مجھے وقت دے دیں تو مہربانی' ورنہ میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ سیڈ جو کہ ہمارے لیے بڑا اہم اور ضروری ہے۔ ہمارے ہاں سیڈ کارپوریشن ہے

اور وہ سیڈ کارپوریشن جتنا اچھا اور سستا بیج ہمیں دیتی ہے کوئی نہیں دیتا۔ سیڈ کارپوریشن کی جو جعلی کمپنیاں ہیں انھوں نے ایسے سیڈ دیا جس سے ہماری زراعت کا ستیاناس ہوا۔ ان کے پاس certification کا کوئی نظام نہیں۔ اچھا برا جو بھی ان کے پاس ہے وہ بیج بازار میں لا رہے ہیں۔ اور سیڈ کارپوریشن کے مقابلے میں نکما اور بیماریوں والا بیج دے رہے ہیں۔ میں اپنی حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ سیڈ کی، سیڈ کارپوریشن کے علاوہ، جتنی بھی کمپنیاں ہیں ان کا seed certification کا انتظام کیا جائے اور جب تک seed purity کا سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاتا ان کو بیج بیچنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اور ہماری سیڈ کارپوریشن جو صرف ہمارے صوبے پنجاب کو نہیں دوسرے صوبوں کو بھی بیج دیتی ہے، اس کو وسیع کیا جائے اور اس کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جائیں تاکہ کسان کو اچھے سے اچھا بیج مل سکے۔ اور آخر میں میں اپنی حکومت کو یہ کہوں گا کہ کسان کو اپنی فصل کی جو صحیح قیمت ہے وہ اس کے گھر ملنی چاہیے۔ درمیان میں جو آڑھتی یا ٹھیکے دار ہے وہ کسان کے پلے کچھ نہیں پڑنے دیتے۔ لہٰذا میری گزارش یہ ہے کہ ان کو صحیح قیمت دی جائے۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ زراعت آپ کی ستر فی صد آبادی کا مسئلہ ہے۔ لیکن جناب سپیکر! آپ نے زراعت کے لیے ایک گھنٹہ مقرر کیا۔ یہ بھی آپ کی زیادتی ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ جمعے کا دن نہ رکھتے کل یا پرسوں کا دن رکھ لیتے۔ میں اپنے بھائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے میری سفارش کی۔ ان کی بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین، بریگیڈیئر ذوالفقار احمد ڈھلوں صاحب!

Mr Chairman: Brigadier Zulfiqar Ahmad Dhillon.

Brigadier (Retd) Zulfiqar Ahmad Dhillon: Sir, may I have your permission to speak in any language that I wish.

Mr Chairman: Yes.

Brigadier (Retd) Zulfiqar Ahmad Dhillon: Sir, agriculture, in fact, is our very sad story. We probably know that 96 per cent of our crops and plants are nature's gift and only remaining 4 per cent is the part that we all other have to play i.e. the farmer, the Government and the Agriculture Department. Now, how

do you distribute this 4 per cent and its share. Probably I would say by giving a rule of thumb; half per cent to the Government for making good financial policies and Agriculture Department in developing good varieties and technologies for crop growing; farmers for implementing it all and probably you can give to the Agriculture Department 1 per cent of this 4 per cent The remaining two and a half per cent goes to the farmer. So if our agriculture is poor, I think the blame should be placed securely on the shoulders of a man who carries the burden of two and a half per cent share While we as farmers, the Agriculture Department and the Government itself are three players in this game and are trying to blame each other and probably we are not owning our part of the mistakes. If you look at it objectively we as farmers are claiming that Government and the Agriculture Department are not getting the right inputs at the right time Government, on the other hand, says that they are giving you all the incentives for growing the crop sand making sure that all the inputs are available. Agriculture Department says that they are doing whatever best they can under the circumstances and resources that they have. But unfortunately, Sir, we have to be very objective about this sole issue of agriculture if we want to resolve this problem once for all We have to bring objectivity in our rash thinking and analysis. Now, if you look on Asia and South East Asia in particular, Pakistan is very fortunate in possessing one of the best resources in agriculture Nerely 80 per cent of our Agriculture is irrigated We have the best sun-shine resources both latitudewise and altitudewise and probably one of the best soils in the region. Our land today has the potential to grow two and a half times more yields that what we are getting today That is their potential present but if we are not exploiting their potential then the fault probably rests

with us. Now, the world today is growing the same amount of crops that we are with far less water than what we are doing. They are taking the same amount of yield with far less fertilizer that we are using So their fertilizer and water use efficiency is much higher than ours. We are, therefore, wasting national resources as farmers and we must bear this blame ourselves also. We are abusing our soils. The Minister for Agriculture would not come and put fertility in our soils as farmers and we have to do it ourselves. But if we continue abusing our soils and they keep declining in their production then who have to blame for this. My friends probably are not going to like it the world over. If people are producing and taking those yields, they are hundred per cent time farmers. They are not politicians. They are not ministers. They are not industrialists. But they are farmers They spend eight hours a dayminimum on their land but here you want to be a landlord, you want to be a politician, you want to be a member of the Assembly and then you want to be a minister. When you say that why our agriculture is not progressing, I think it will not, Sir, because for fifty years we have held a model before our farmers like that a farmer is a jack of all trades. Sir, if you are a jack of all trades, this is what will happen to you what is happening now I will give you my own example. My agriculture life is only eight-nine years old. Ever since I retired from the Army, I was working on the land Today, I have come into politics and my production and yield has dropped upto 50 per cent.

چودھری صفدر شاکر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: صفدر شاکر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری صفدر شاکر: جناب چیئرمین! میں بڑی معذرت کے ساتھ فاضل مقرر کی خدمت اقدس میں یہ

گزارش کروں گا کہ ہم یہاں ان زمین داروں کی نمائندگی کرتے ہیں جو غریب ہیں، جو انگریزی نہیں سمجھتے۔ مجھے فاضل دوست کی انگریزی پر اعتراض نہیں، لیکن اگر یہ اردو میں تقریر کریں گے تو ہمارے بھائی اس سے مستفید ہو سکیں گے، یہاں ہمارے علاقوں سے آئے ہوئے جو لوگ گیلری میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی مستفید ہو سکیں گے۔ یہ میری درخواست ہے۔ امید ہے کہ وہ اس پر غور فرمائیں گے۔

جناب چیئرمین: انھوں نے پہلے انگریزی میں بات کرنے کی اجازت لی تھی اور انگریزی میں انھیں عبور حاصل ہے، اس لیے انھیں انگریزی میں بولنے کی اجازت ہے۔ جی، بریگیڈیئر صاحب!

Brigadier (Retd) Zulfiqar Ahmad Dhillon: I am grateful to Mr Shakir for pointing out this. I do represent agricultural constituency and I do very effectively communicate with them. You are a witness to it and you know it too well. I very effectively communicate with my Constituency I am doing my duty. Sir, in fact, we have a greater part of the blame to bear in this scenario and next to be very honest and frank about it. Probably we are wasting our national resources. Today, if I own a hundred acre of land in Punjab, Sir, I dispossess 350 people to one hundred acres. It is a big social responsibility which I carry on my shoulders to feed those people and meet all their social needs. If I have to dispossess 350 people to one hundred acre land that is a status I have got for which I have to pay and we were not prepared to pay even our agriculture tax because we thought that we are doing a great duty to this nation. The Governemnt has been very unfair in levying this agricultural tax. This is wonderful. Sir, if his son is sick, he comes to the city for treatment But, the man who is dispossessed for possessing that land he continues to remain in that village Is it meant that it is his moral responsibility to educate his son there and also provide him medical treatment in that situation? If the Government has to do it then we can better contribute to the Government

Exchequer in the form of tax. Sir, I honestly feel that if you want to solve the agriculture problem of Pakistan we have to be very honest. All these three factors which are responsible for it, are the farmer, the Government and the Agriculture Department They all have to sit down together and evolve a policy and attitude more than that policy, but more than that attitude and in that the farmers have to learn a lot. Let us recognise all faults also and correct them. If we, the bigger farmers, the educated farmers become model of agriculture in our areas then the smaller farmer will learn and follow you and the problem of agricultural deficiencies will be resolved. Until then if you do not become model before them your agriculture will continue to regress. I would once again say very loudly and clearly, without having to be ashamed of being a farmer myself,that we have to bear a greater part of the blame of this failure.

Thank you Sir.

جناب چیئرمین: جناب شاہد محمود بٹ صاحب!

مولانا منظور احمد چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی. جناب سپیکر! صحت پر بحث کے دوران بھی مجھے انتظار کروانے کے بعد وقت نہیں دیا گیا اور آج آپ سے پھر درخواست کی تھی کہ مجھے جمعہ پڑھانا ہے' لہٰذا مجھے پہلے وقت دیا جائے۔ اب بارہ بج چکے ہیں' لیکن ابھی تک آپ نے مجھے وقت نہیں دیا۔ میں اس پر احتجاجاً واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! کیا آج آپ زراعت پر بحث کریں گے؟ اپوزیشن کے مہربان میری معاونت فرمائیں اور مولانا صاحب کے کان میں ذرا کہہ دیں کہ ان کا نام ہے' لیکن نام ذرا دور ہے اور یہ بھی آداب محفل ہے کہ اپنی باری کا انتظار کیا جائے۔ بہرحال' اگر وہ زراعت پہ بات کرنا چاہتے ہیں تو تھوڑا سا رکیں۔ میں اجازت لے کر دوسروں کا حق مولانا صاحب کی خدمت میں پیش کروں گا۔ فی

[illegible] مولانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد صدیق سالار: جناب والا! یہ تو چنیوٹ میں جمعہ پڑھاتے ہیں' یہاں جمعہ نہیں پڑھاتے۔

وزیر صحت و خوراک (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی)، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب عین بارہ بجے واک آؤٹ کر رہے ہیں۔ یہ تاریخ کا حصہ بن جائے گا۔ میں اور پورا ہاؤس انھیں مولانا ہی دیکھنا چاہتے ہیں' سردار نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں حکومتی بنچز کی طرف سے ان کی خدمت میں جا کر درخواست کرتا ہوں۔ آپ اجازت دیجیے اور انھیں اس کے بعد موقع بھی دیجیے۔

[اس مرحلے پر وزیر صحت و خوراک (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی) صاحب مولانا صاحب کے پاس گئے اور انھیں واک آؤٹ نہ کرنے کی درخواست کی]

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔ لیکن چونکہ میں شاہد محمود بٹ صاحب کا نام پکار چکا ہوں' اس لیے پہلے وہ بات کریں گے۔ جی شاہد محمود بٹ!

جناب شاہد محمود بٹ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے آج کی اس اہم بحث میں حصہ لینے کا موقع فراہم کیا۔ جناب والا! ہم سب کو معلوم ہے کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے جس کی 70 فی صد آبادی دیہات میں رہائش پذیر ہے اور اس 70 فی صد آبادی کا دارومدار براہ راست زراعت کے پیشے کے ساتھ ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: مولانا صاحب! آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔ حافظ صاحب! آپ بھی اپنی نشست پر واپس آ جائیں۔

جناب شاہد محمود بٹ: جناب والا! اگر میری وجہ سے مولانا صاحب کو مسئلہ ہے' کوئی استحقاق مجروح ہوا ہے تو میں ان کے بعد بات کر لوں گا۔ پہلے انھیں موقع دے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: شاہد محمود بٹ صاحب! میں آپ کا نام پکار چکا ہوں' آپ کو فلور دے چکا ہوں اس لیے آپ اپنی تقریر فرمائیں۔

جناب شاہد محمود بٹ: جناب سپیکر! ہم سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پاکستان میں' جو ایک زرعی ملک ہے' ہر طرح کے وسائل سے مالا مال کیا ہوا ہے' ہر قسم کی زمین اور بہترین موسموں سے نوازا ہوا ہے۔ اس کے باوجود اگر ہم اپنی زرعی پیداوار میں خود کفیل نہیں ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ بدقسمتی کہہ لیجیے یا افسوس' کہ زراعت کا شعبہ جس پر سب سے زیادہ توجہ دینی چاہیے تھی۔ سابقہ

حکومت کی بھی ناقص منصوبہ بندی، غلط پلاننگ اور مہنگائی میں اس قدر اضافہ کہ
طبقہ inputs خریدنے کے لیے بے بس ہو گیا تھا۔ جس کی مثال آپ کے
ہونے کے باوجود ہم لوگ 40 ارب روپے کی گندم در آمد کر رہے ہیں۔
غیر ممالک سے در آمد کر رہے ہیں۔ اگر یہ ہمارے ملک کی بدقسمتی نہیں تو اس سے اور کیا ہو
سکتی ہے؟ جہاں میں سابقہ حکومت کی غلط پلاننگ کہوں گا وہاں میں اس چیز کو بھی appreciate
کروں گا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسا لیڈر دیا جس کو زراعت کے شعبے کے ساتھ سب سے زیادہ دل
چسپی ہے اور ان کی مہربانی سے ایک زرعی پیکج کا اعلان ہوا۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے محکمہ زراعت پر خصوصی
توجہ دینے کے لیے ٹاسک فورس قائم کی ہے۔ جناب والا! آپ بھی اور وزیر زراعت بھی agrarian
ہیں اور ہم جو لوگ یہاں آئے ہیں ان میں اکثریت کا تعلق شعبۂ زراعت سے ہے۔ اگر آج ہم یہ بہانہ بنا
لیں کہ پچھلی گورنمنٹ نے کچھ نہیں کیا۔ آج ہم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ خدا کے لیے اس
کسان کے لیے اس ملک کے لیے بہانے نہ ڈھونڈیں۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہونے لگے ہیں، اس
لیے ہم مستقبل کی پلاننگ صحیح کریں جس سے ہمارے ملک کا کسان اپنی فی ایکڑ پیداوار بڑھا کر اپنے
ملک کو خوراک کے معاملے میں خود کفیل کر سکے۔

جناب والا! چونکہ میں خود بھی agrarian ہوں اور میں نے بہت سے ممالک بھی دیکھے ہیں
یقین کیجیے کہ پاکستان جیسا محنتی کسان آپ کو دنیا کے کسی ملک میں نہیں ملے گا۔ لیکن صرف فرق یہ
ہے کہ ہمارے ملک کے کسان کے پاس inputs کے وسائل نہیں۔ ہم لوگ ان چیزوں کے
resources پیدا کرنے کے لیے آئے ہیں کہ ہم ایک ایسی ٹھوس منصوبہ بندی کریں جس سے ہمارا
کسان خوش حال ہو۔

جناب والا! چونکہ ٹائم بہت کم ہے اس لیے میں تھوڑی سی تجاویز دوں گا۔ سب سے پہلے تو
ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح آبادی بڑھ رہی ہے، انڈسٹری لگ رہی اور ہماری زمین بڑھ نہیں رہی، بلکہ
squeeze ہو رہی ہے۔ تو میری پہلی priority ہے کہ ہماری جو fallow land ہے یا بنجر زمین ہے
اس کو قابل کاشت بنایا جائے۔ فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لیے چھوٹے زمین دار کا تعاون بہت ضروری
ہے۔ ابھی بریگیڈیئر صاحب نے مثال دی تھی۔ بڑا کسان تو بہت پیداوار لے رہا ہے لیکن ہماری 85 فی
صد کی اکثریتی آبادی جن کی زمین سات ایکڑ تک آتی ہے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں کہ زمیندار کے پاس زرعی
آلات لازمی ہونے چاہییں۔ چھوٹے زمین دار کے پاس ٹریکٹر ہونا چاہیے۔ جب تک کسان زراعت کو بطور

سائنس deal نہیں کرے گا اتنی دیر تک ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ہم لوگ جن چیزوں پر زور نہیں دیتے، مثلاً soil testing ہے، soil کی fertility ہے، water logging کا مسئلہ ہے۔ ہمارے پاس sourses ہیں، ہمارے پاس پرائیویٹ سیکٹرز ہیں جو ہماری گورنمنٹ کے علاوہ یہ چیزیں support کر سکتے ہیں، اس لیے ہم یہ چیزیں کروائیں۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کا نظام دنیا میں سب سے زیادہ پاکستان کو دیا ہوا ہے۔ نہری نظام میں جس طرح وزیر اعلیٰ نے PIDA کا قیام کیا ہے ہم اس کو appreciate کرتے ہیں۔ کوشش کی جائے کہ چھوٹے کسان کو پانی tail تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قدر اچھے موسم دیے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارا قیمتی پانی جو سمندر کی نذر ہو جاتا ہے اس کو بارانی علاقوں میں استعمال کریں۔ ہماری پیداوار اسی وقت بڑھے گی جب ہم بارانی علاقوں کو support کریں گے۔ اس لیے بارانی علاقے کے لیے چھوٹے چھوٹے ڈیم ضرور ہونے چاہییں۔ وہاں sprinkle irrigation کا سسٹم رائج ہونا چاہیے تاکہ ہمارا پانی سمندر میں نہ چلا جائے۔ جناب والا! جب تک ہم cropping zone declare نہیں کریں گے اس وقت تک ہم کسی چیز میں بھی اپنی پیداوار پوری نہیں کر سکیں گے۔ cotton belt, rice belt ,suger-cane belt,vegetable belts جب تک آپ forecasting نہیں کریں گے۔ جب تک آپ کے پاس ایک objective نہیں ہوگا، آپ اتنی دیر تک اپنے objectives achieve نہیں کر سکتے۔ میں یہی کہتا ہوں کہ جب تک ہم یہ allocate نہ کریں اگر ہماری گندم کی پیداوار فی ایکڑ کم ہے تو ہم area allocate کر لیں کہ ہم نے area کو بھی بڑھانا ہے، اور اپنی پیداوار کو بھی بڑھانا ہے اس لیے cropping zone must ہونے چاہییں۔

جناب والا! اسی طرح ایگریکلچر انجینئرنگ کا شعبہ ہے۔ ہمارے انجینئر بہت قابل ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ پاکستان میں انجینئر نہیں ہیں۔ ایگریکلچر انجینئرنگ شعبے کو زمین کی levelling کے لیے استعمال کیا جائے۔ آب پاشی سسٹم کے لیے واٹر مینجمنٹ کا محکمہ ہے۔ واٹر مینجمنٹ کی بڑی اچھی سکیمیں چل رہی تھیں۔ براہ کرم پکے کھالے بنائے جائیں تاکہ جو پانی ضائع ہو رہا ہے اسے بچایا جا سکے۔ ایک چیز جو سب سے ضروری ہے اور اس کے لیے ہمیں قانون سازی کرنی چاہیے وہ certified seeds ہے، basic thing for the agriculture production is the seed! اگر آپ کا بیج کوالٹی کا ہوگا، اگر آپ کا بیج صحیح ہوگا تو آپ کی پیداوار بڑھے گی۔ زمین دار بے چارے اپنے گھروں میں بیج رکھتے ہیں اور وہی بیج استعمال کرتے ہیں جس میں 40/35 فی صد بیج صحیح نہیں ہوتا جس سے ہماری پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ اس لیے certified seeds کے لیے قانون سازی کی جائے۔ جناب والا! میں معذرت کے ساتھ

زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ مزید آپ سے لوں گا۔ weedicides ہماری ہر فصل میں کھاد میں sun-light میں اور پانی میں 30 فی صد نقصان کرتی ہے تو کم از کم گورنمنٹ کو weedicides کا subsidize کرنا چاہیے۔ جناب والا ! ہم زمیندار کو تین چیزیں صحیح نہیں بتاتے weedicide, insecticide, fertilizer ' مناسب وقت پر' مناسب مقدار میں اور مناسب dose میں' کسان کو یہ چیزیں educate کرنی پڑیں گی۔ جناب والا ! جس طرح میرے دوست پہلے بتا رہے تھے کہ غیر ممالک میں یہ ہوتا ہے۔ لیکن یہاں پر زمین دار پیداوار تو لے لیتا ہے اس کا خریدار کوئی نہیں ہوتا جس کی مثال آپ کے سامنے ہے ۔ ہم rice area سے تعلق رکھتے ہیں۔ زمین دار منجی لے کر جا رہا ہے لیکن کوئی خرید نہیں کر رہا۔ سورج مکھی کی مثال بھی آپ نے دیکھی تھی کہ سورج مکھی کا جو گورنمنٹ کا مقرر کردہ ریٹ ہے اس پر کوئی نہیں خریدتا ۔ گورنمنٹ کو یہ یقین دہانی کرانی چاہیے کہ گورنمنٹ کے جو مقرر کردہ ریٹ ہیں اس پر زمین دار کی فصل لی جائے تاکہ وہ اگلی فصل کو صحیح طریقے سے کاشت کر سکے۔

جناب والا! گورنمنٹ کو ٹیوب ویلوں پر ' زرعی آلات پر اور کھاد پر سبسڈی ضرور دینی چاہیے۔ اسی طرح زراعت کے جتنے بھی محکمے ہیں ان کی آپس میں cooperation ہونی چاہیے۔ ہمارے پاس Extension ہے' ہمارے پاس Plant Production ہے ہمارے پاس Agriculture Field ہے۔ لیکن ان کا آپس میں cooperation نہیں۔جب تک یہ field میں utilization نہیں کریں گے اتنی دیر تک ہماری پیداوار نہیں بڑھ سکتی۔

جناب والا ! میں آخر میں یہ کہوں گا کہ انسان کے لیے تینوں چیزیں بنیادی ہیں۔ وہ روٹی کپڑا اور مکان ہیں اور یہ تینوں چیزوں زراعت سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہم اپنی چیز کو اس وقت پیدا کر سکتے ہیں جب ہم زراعت کو بطور انڈسٹری declare کریں۔ No doubt that agriculture is open industry. اس کا قدرت پر انحصار ہے۔ لیکن ہمیں اس کے لیے ایک openly assertion کرنی چاہیے کہ زراعت کو بطور انڈسٹری declare کروائیں گے اور بطور سائنس treat کریں گے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، آج کا موضوع بڑا اہم ہے ۔ قائد حزب اختلاف کی بھی خواہش تھی' اب وزیر قانون اور وزیر زراعت نے مجھے پیغام بھیجا ہے کہ آج اجلاس ساڑھے بارہ بجے تک ہے صرف چند دوستوں کو موقع ملے گا۔ اس لیے زراعت پر بحث کے لیے ایک دن اور بڑھایا جاتا ہے۔ باقی جو مقررین رہ جائیں گے ان شاء اللہ ان کو سوموار والے دن موقع ملے گا۔اب میں حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب ------

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! میں نے لکھ کر دیا ہوا ہے ۔ آپ مجھے دو منٹ دے دیں۔ پتا نہیں میں نے سوموار تک زندہ بھی رہنا ہے یا نہیں' یہ تو پروردگار جانتا ہے۔

جناب چیئرمین، آپ تشریف رکھیں ۔جن شہری حضرات کا زراعت پر بڑا عبور ہے ہم ان کو لازمی طور پر موقع دیں گے۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! میں تو اللہ سے ڈرتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ آپ جھنگ کے رہنے والے لوگوں سے پوچھیں کہ ہماری بہت زراعت ہے۔

جناب چیئرمین، جی آپ تشریف رکھیں ۔ جی مولانا صاحب! میرے وہاں بیٹھے ہوئے دوست میری معاونت فرمائیں کہ مولانا صاحب سے ایک عرض ہے کہ وہ صرف زراعت پر بولیں میں باقی اور کسی موضوع پر بات نہیں کرنے دوں گا۔اصولی طور پر ممبران اسمبلی ہونے کی حیثیت سے جو بات relevant ہو' موضوع پر ہو اور جو معاملہ زیر بحث ہو اس پر ہر دوست حصہ لے۔ باقی باتوں کی اجازت نہیں ہوگی۔ مولانا صاحب بسم اللہ کریں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی،

الحمد للہ وکفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذی نصطفیٰ اما بعد

جناب سپیکر! مجھے پہلے معلوم ہے کہ آپ مجھے ٹائم کیوں نہیں دے رہے۔ میری باتیں کڑوی ہوتی ہیں' ان کو سننا آپ گوارا نہیں کرتے۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کڑوی دوائی صحت کے لیے مفید ہوتی ہے: "الحق مرآ" (حق کڑوا ہوتا ہے) میں زراعت پر ہی بات کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن میں وہ پہلو بیان کروں گا جو کوئی ممبر بیان نہیں کر رہا۔ میرے فاضل ممبران نے بڑی اچھی تجاویز دی ہیں اور غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشان دہی کی ہے۔ ہمارے قائد حزب اختلاف نے بھی اپنا فرض ادا کیا انھوں نے بھی کمزوریوں' خامیوں اور غلطیوں کی نشان دہی کی اور فاضل ممبران' اور خاص طور پر ہمارے نوجوان فاضل اور خوب صورت نوجوان ممبر نے بڑی خوب صورت باتیں کی۔ میں اگر چہ اپنی کمزوری کی وجہ سے سمجھ نہیں سکا لیکن میں دیکھتا رہا کہ ہاؤس انھیں بڑی داد دیتا رہا۔ میں بھی ان کو داد دیتا ہوں اور میں ان تمام تجاویز کی تائید کرتا ہوں جو حضرات زراعت کے لیے مختلف دوائیں یا مختلف کھاد یں' زراعت کو مختلف بیماریوں سے بچانے کے لیے وہ دوائیں تجویز کریں گے اور اس کے اچھے بیج بھی تجویز کریں گے اور اس کے لیے کھاد تجویز کریں گے جس سے ہماری فصل اچھی ہوگی۔ بلا شبہ ہمیں

تدبیریں کرنی چاہییں لیکن ان تدبیروں کے ساتھ ساتھ ہمیں خدا کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیے۔ تقدیر کے سامنے تدبیر نہیں چلتی۔ ابھی ملتان ' وہاڑی ' خانیوال میں ژالہ باری ہوئی ہے اور کپاس کی فصل کو انتہائی نقصان پہنچا ہے۔ جس کے بارے میں اخباری رپورٹ یہ ہے کہ 7 ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ پچھلا جو سیلاب آیا اس میں بھی کروڑوں روپے کا نقصان ہوا۔ میں اس طرف جناب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری تمام تر یہ کوششیں اور تدبیریں اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔لیکن ہمیں ارضی اور سماوی آفات سے بچنے کے لیے بھی کوئی نسخہ تلاش کرنا چاہیے اور ادھر بھی کوئی توجہ دینی چاہیے۔اگر ہماری فصل بہت عمدہ ہوئی ' عمدہ کھاد ڈالی' عمدہ بیج ڈالا اور کیڑے مار ادویات استعمال کیں۔ لیکن اوپر سے ژالہ باری ہو گئی اور کروڑوں اربوں کا نقصان ہو گیا۔ اس طرف بھی ہمیں توجہ دینی چاہیے یا نہیں دینی چاہیے۔ میں اس کے لیے جناب کی وساطت سے حکومت کو یہ نسخہ بتانا چاہتا ہوں ایک تو وہ نسخہ ہے جو آپ ان بیماریوں سے بچاتے ہیں۔ دوسرا نسخہ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آفات اور بلیات آتی ہیں اور ارضی و سماوی مصیبتیں آتی ہیں' عذاب آتے ہیں' فصل بنے ہوئے تباہ ہو جاتے ہیں' اس کے لیے نسخہ کیا ہے؟اس کا نسخہ یہ ہے کہ آپ اللہ کو راضی کریں۔ اگر اللہ راضی ہے اور اللہ ہماری نصرت اور مدد کرتا ہے تو ہمیں کسی کی کوئی پروا نہیں۔ آج ہم اللہ کو راضی کرنے کی بجائے امریکہ کو راضی کرنے کی فکر میں ہیں۔ ہماری فکر یہ ہے کہ امریکہ راضی ہو جائے۔ امریکہ کبھی راضی نہیں ہوگا۔ آپ کسی حکومت کو اس طرح راضی نہیں کر سکتے۔ اگر عراق ایران افغانستان کی حکومتیں امریکہ کا غلط حکم نہیں مانتیں تو ہمیں بھی اپنی جراتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خدا کو راضی کرنا چاہیے اور امریکہ کو راضی کرنے کی فکر نہیں کرنی چاہیے؛ میں اس پر عرض کروں گا کہ حرکت الجہاد الاسلامی' جو مجاہدین کی ایک اسلامی تحریک ہے' آج امریکہ کے اشارے پر انھیں گرفتار کیا جا رہا ہے ان کے دفاتر بند کیے جا رہے ہیں' جو اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ اپنے مظلوم کشمیری بھائیوں کے لیے پیش کر رہے ہیں اور جہاد کے اندر مصروف ہیں اور یہ صرف امریکہ کو خوش کرنے کے لیے کہ وہ بنیاد پرست اور دہشت گرد ہیں۔ اس نے دو اصطلاحیں گھڑ لی ہیں اور ہم معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اس سے معذرت کرتے رہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ میں حکومت کی توجہ دلاؤں گا کہ سود' جس کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت فیصلہ دے چکی ہے کہ یہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حرام ہے' اسے ختم کیا جائے اور بند کیا جائے۔ ہمارے میاں نواز شریف جب پہلے وزیر اعظم تھے تو انھوں نے اس کے خلاف اپیل کر دی تھی۔ اب اگرچہ انھوں نے راجہ ظفر الحق کی سربراہی میں سود کے خاتمے کے لیے کمیٹی بنائی ہے۔ لیکن میں ان کی توجہ دلاؤں گا کہ سب

سے پہلے انھیں اس اپیل کو واپس لینا چاہیے۔ اگر وہ اپیل واپس نہیں لیتے ' اپیل اسی طرح ہے تو پھر یہ خدا اور رسول سے جنگ ہے اور اللہ اور اس کے رسول سے جو جنگ کرے گا وہ کبھی اس بات کی امید نہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا' اللہ اس کی نصرت کرے گا' اللہ اس کو عذابوں سے بچائے گا۔ آج حکومت جس پریشانی میں مبتلا ہے ہمیں بھی اس کا احساس ہے۔ پورا ملک اس تشویش میں مبتلا ہے۔ لیکن اگر اللہ کو راضی کیا جائے تو اللہ ایسے اسباب بہم پہنچائے گا جس کے ساتھ ہمیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ لیکن ہم اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ عریانی' فحاشی' بے حیائی حکومت کی سرپرستی میں ہو رہی ہے۔ ہماری ایک وفاقی وزیرنی صاحبہ نے بیان دیا ہے کہ دوپٹہ اوڑھنا منافقت ہے۔ دوپٹے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے پیغمبر کو حکم دیا،

یا ایھاالنبی قل لازواجک و بناتک و نساء المومنین

جناب چیئرمین ، حضرت صاحب! چودھری اقبال صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر زراعت، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! مولانا صاحب نے جب بات شروع کی ہے تو آپ نے فرمایا تھا کہ موضوع کے ساتھ انصاف کیا جائے اور زراعت کے متعلق بات کی جائے۔ اب آپ خود انصاف فرمائیں کہ عریانی اور فحاشی کا زراعت سے کیا تعلق ہے؟

جناب چیئرمین، یہ بھی زراعت کا حصہ ہے؟ (قہقہے) تھوڑی بہت تو چاشنی ہوتی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر ! میں عرض کروں گا کہ اس وفاقی وزیرنی صاحبہ کا بیان قرآن و حدیث کا سراسر استہزاء ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی کھلم کھلا توہین کی گئی ہے۔ اس نے پردے کو منافقت کہا جب کہ نبی کی بیویوں کے لیے بھی حکم ہے' نبی کی بیٹیوں کے لیے بھی حکم ہے ' فاطمۃ الزہرہ پردہ کرتی تھیں۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ ********** حکومت نے اس کا کیا نوٹس لیا؟ وزیر اعظم صاحب کو چاہیے تھا اس کے اس بیان کا نوٹس لیتے اور اس کو فارغ کرتے۔ وہ حقیقت میں اس کلمۂ کفر کے بعد اہل بھی نہیں رہی۔ میں اس موقع پر اسمٰعیل قریشی' جو سپریم کورٹ کے مشہور وکیل ہیں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اس وزیر صاحبہ کے خلاف پرچے کی درخواست دی ہے اور اس کے خلاف ہائی کورٹ میں رٹ کر دی ہے۔ اس رٹ کی ضرورت نہ تھی۔۔۔

(*** بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کر دیا گیا)

خان جواد علی خان سیال رجبانہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ مولانا صاحب کو چاہیے کہ موضوع پر بات کریں اور ذاتیات پر نہ آئیں۔ کیونکہ مولوی صاحبان اکثر یہی کام کرتے ہیں کہ ذاتیات پر اتر آتے ہیں اور اکثر بہک جاتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ جو اصل موضوع ہے اس پر بات کریں اور کسی کی ذاتیات پر بات نہ کریں۔ کیونکہ جتنے بھی مولوی صاحبان ہیں۔ مولانا صاحب' sorry to say ------

جناب چیئرمین ، تشریف رکھیں۔

خان جواد علی خان سیال رجبانہ ، جناب والا ! اسے کارروائی سے بھی حذف کیا جائے۔

جناب چیئرمین، تشریف رکھیں ۔ آج ہمارے تتے آنے والے ممبر نے بھی بڑا اچھا پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہی ہماری مدد فرمائے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب والا ! اسلام کے خلاف جو بھی کوئی بات کرے گا' خواہ وہ کوئی وزیر ہو یا کوئی اور ہو ------

میاں فضل حق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین ، مولانا صاحب! میاں فضل حق پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، ********** ہمارا یہ حق ہے کہ جو خدا اور رسول کے خلاف بات کرے اللہ اور اس کے رسول کو منافق کہے' نبی کی بیویوں کو منافقہ کہے۔ ہمیں حق نہیں کہ ہم اس کو منافقہ کہیں۔ میں عرض کروں گا کہ وزیراعظم صاحب کو چاہیے کہ فوری طور پر اس کا نوٹس لے کر اس کو برطرف کرے تاکہ خدا کی رحمت کے مستحق ہوں۔ ورنہ اس طرح خدا کا عذاب آئے گا۔

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب چیئرمین ، حضرت صاحب! آپ کا وقت بھی ختم ہو رہا ہے۔ جمعہ بڑا قریب ہے اور آپ نے بڑی دور جانا ہے۔ میاں صاحب آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے۔

میاں فضل حق، جناب والا! ابھی مولانا صاحب نے ------

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب والا! یہ باتیں ہماری برداشت سے باہر ہیں لیکن میں یہ کہوں گا------

جناب چیئرمین ، مولانا صاحب! آپ ذرا بیٹھ جائیں ۔

(*** بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کر دیا گیا)

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب والا! میں حکومت کی خیر خواہی میں یہ بات کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین : جی آپ تشریف رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب والا ! حکومت کو ان باتوں کا نوٹس لینا چاہیے۔ (قطع کلامیاں)۔

میاں فضل حق ، جناب والا! میں عرض کروں گا کہ مولانا صاحب کو ڈیکورم کا خیال کرنا چاہیے۔ آپ بولتے جا رہے ہیں۔ kindly تشریف رکھیں ۔ آپ کو اتنا نہیں پتا کہ سپیکر جب آپ سے بات کر رہا ہے اور آپ کان کا بہانہ بنا کر ہر چیز شروع کر دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین : You have a right ۔ دیکھیں' وہ ہمارے معزز رکن ہیں۔ آپ مجھ سے بات کریں اور اپنا پوائنٹ آف آرڈر فرمائیں۔

میاں فضل حق ، جناب والا! بات یہ ہے کہ مولانا صاحب نے جو وزیر صاحبہ کے متعلق ریمارکس دیے ہیں وہ اتنے پرسنل ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا اپنے موقف' جو موضوع سے ہٹ کر ہے اس کو expunge کرنا چاہیے۔ یہ بہت غلط بات ہے۔ پرسنل نہیں ہونا چاہیے۔ مہربانی کرکے اس کو حذف کیا جائے۔

جناب چیئرمین، آپ کی بات جائز ہے۔

جناب محمد صدیق سالار ، جناب والا! یہاں پر جتنی بھی باتیں مولانا صاحب نے زراعت سے ہٹ کر کی ہیں وہ سب کی سب کارروائی سے حذف کر دی جائیں۔

جناب چیئرمین، نازیبا الفاظ کارروائی سے حذف کیے جائیں۔ مولانا صاحب آپ کا ٹائم ختم ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! اگر مجھے مزید وقت نہیں دیتے تو میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔

میاں عمران مسعود ، جناب والا! آپ نے فرمایا ہے کہ مولانا صاحب کا ٹائم ختم ہے تو کیا اب فاتحہ پڑھنی ہے؟

جناب چیئرمین، ملک جلال دین ڈھکو صاحب۔

جناب عبدالرؤف مغل، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج کے چیئرمین صاحب کا تعلق بھی گوجرانوالہ سے ہے کہ اخبار "ڈان" میں ایک بہت بڑی دو کالمی سرخی لگی ہے،

Education activities affected in Gujranwala.

گوجرانوالہ کی جو پروفیسرز ایسوسی ایشن ہے انھوں نے بھی ہڑتال کر رکھی ہے۔ پندرہ دن سے گورنمنٹ گرلز کالج گوجرانوالہ، جو کہ میرے حلقے میں ہے، اس میں ہڑتال چل رہی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ یہ ایک ایسا کالج ہے جس طرح لاہور میں لاہور کالج ہے یا کنیرڈ کالج ہے۔ اس کے سو فی صد نتائج آتے ہیں۔ اس دفعہ بھی اس کی پانچ پوزیشنیں بورڈ میں آئیں۔ یونیورسٹی میں ہر دفعہ وہ پوزیشنیں حاصل کرتے ہیں۔ اور وہاں پر ایک پرنسپل کے تبادلے کی وجہ سے صورت حال خراب ہو رہی ہے۔ میں اس پر آپ کی وساطت سے ایجوکیشن منسٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ ترجیحی بنیاد پر اس پر توجہ دی جائے تاکہ وہاں کے تعلیمی ماحول کو جاری کیا جا سکے۔

جناب چیئرمین، آپ تشریف رکھیں۔ جو بھی بحث ہو رہی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ مغل صاحب بڑے اچھے اور محنتی آدمی ہیں۔ لیکن کوئی بھی بات کسی بھی قسم آپ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بات Rules of Procedure کے تحت دی جائے۔ تبادلے تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر پہ ایسی بات نہیں ہو سکتی۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب والا! میں اپنی کوئی ذاتی بات نہیں کر رہا۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ وہاں پر پچھلے پندرہ دنوں سے تعلیمی سرگرمیاں بند ہیں۔ ان کا ذکر کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین، وہ بھی استحقاق پیش کریں۔ کوئی اور طریقہ نکالیں۔ اس طرح سے بات نہیں بنتی۔ شکریہ۔

ملک جلال دین ڈھکو، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔

جناب والا! آج جس موضوع پر بحث ہو رہی ہے، زراعت یہ اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس ملک کی تمام تر معیشت کا دارو مدار زراعت پر ہے۔ لیکن شومئ قسمت کہ زراعت پر آج تک وہ توجہ نہ دی گئی جو کہ دی جانی چاہیے تھی۔ ہندوستان کے وقت پنجاب کا یہ خطہ جو آج کل پاکستان میں ہے یہ سونے کی چڑیا کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا لیکن آج یہ وہ خطہ بن چکا ہے

جو کہ زرعی اجناس درآمد کر رہا ہے۔ یہ باعث شرم ہے۔ اس ضمن میں جو سابقہ حکومتیں آئیں ان میں سے صرف ایک آدمی کا نام یاد کیا جاتا ہے۔ وہ صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کا نام ہے۔ اس زمانے میں زرعی انقلاب آیا جوکہ سبز انقلاب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں کسان کو روشناس کروایا گیا کہ جدید فصلات کس طرح سے اگائی جاتی ہیں۔ کسانوں پر بھرپور توجہ دی گئی۔ ہمارا کسان بڑا ہی محنتی ہے۔ کھیتی باڑی کے معاملے میں بڑی مہارت رکھتا ہے' کاشت کاری کرتا ہے۔ جدوجہد کرتا ہے۔ لیکن اگر اسے مکمل اور بروقت مدد نہ ملے تو پھر کسان غریب کا کیا قصور ہے جو کہ آئے دن قرضے کے بوجھ تلے دبتا جا رہا ہے اور بالآخر راہ فرار اختیار کر رہا ہے۔ میں اس ضمن میں یہ گزارش کروں گا کہ اس ملک میں خاص طور پر اس صوبے میں زرعی انقلاب لانے کی بے انتہا ضرورت ہے۔ نہ ہماری معیشت چل سکے گی نہ ہماری صنعتیں چل سکیں گی۔ نہ ہم کھانے پینے کی چیزوں میں خود کفیل ہو سکیں گے۔

میں یہاں پر چند ایک تجاویز دیتا ہوں۔سب سے پہلے آپ ہمارے پڑوسی ملک کی طرف دیکھ لیں۔ کہ وہاں انھوں نے بنجر زمینیں آباد کی ہوئی ہیں۔ ان کے ٹیوب ویل پانچ پانچ دس دس ایکڑ پر نصب ہیں۔ بجلی کے ٹیوب ویل۔ اور وہاں پر کوئی پیچیدہ معاملہ نہیں۔ جب ہمارے پنجاب میں ہم درخواست گزارتے ہیں کہ جناب والا' ہمیں بجلی کا ٹیوب ویل فراہم کیا جائے۔ کسان دو دو سال تک ان درخواستوں کے پیچھے بھاگتا ہے۔ وہ کھٹائی میں پڑی رہتی ہیں۔ اور بالآخر وہ ناکام ہوجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک ایک کھمبے کی قیمت ادا کرو۔ پھر ٹیوب ویل نصب کیے جائیں گے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہمارے ملک کی کھیتی باڑی کرنے والا' ہماری پروڈکشن بنانے والا اور ہمارے ملک کو اجناس دینے والا شخص دفتروں کی نذر ہو جاتاہے اور بالآخر ناکام ہوجاتا ہے۔ اس ضمن میں حکومت سے پر زور استدعا کروں گا کہ جہاں پر بجلی کے ٹیوبویلوں کی ضرورت ہو اور جہاں پر نیچے میٹھا پانی ہے وہ بغیر پیچیدہ مسائل پیدا کیے' الجھنیں پیدا کیے وہاں بلا تاخیر بجلی کے ٹیوب ویل مہیا کیے جائیں۔ اور ان کو وہاں پر بجلی کے ٹیوب ویل نصب کرنے میں بھی مدد کی جائے اور ان کے لیے بجلی کے نرخ بھی کم کیے جائیں۔

نمبر 2۔ ہماری پروڈکشن میں جو بات حائل ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں کی ادویات میں اس قسم کی ملاوٹ ہے یہاں میرے بھائی صفدر شاکر صاحب فرما رہے تھے کہ سنڈی کو اگر دوائی میں چھوڑ دیا جائے تو وہ دوائی پر تیرتی پھرتی ہے۔ سنڈی دوائی میں مرنے کی بجائے دوائی میں خوش خوش

پھرتی ہے۔ ایسی ادویات مہیا کی جا رہی ہیں جن میں انتہا کی ملاوٹ ہے۔ اور ہمارا غریب کسان بوجھ تلے دبتا چلا جا رہا ہے اور مہنگی دوائیاں خرید کر، جن میں ملاوٹ ہے، وہ کہاں کا متحمل ہو سکتا ہے کہ وہ مہنگی دوائی خرید کر سے اور اس کی پروڈکشن بھی نہ بڑھے اور اس کے اجناس کا نرخ بھی صحیح میسر نہ آ سکے؛

جناب شاہد محمود بٹ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: شاہد بٹ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے تھوڑا سا explain کرنا چاہتا ہوں کہ جو دوائی insecticide ہوتی ہے اگر کیڑے کو، سنڈی کو اس کے اندر ڈبو دیں یا اس کے منہ کے اندر دوائی ڈال دیں تو کیڑا نہیں مرے گا۔ اس کے لیے اس کا ایک function ہوتا ہے۔ پہلے شاکر صاحب نے بھی یہی بات کی تھی اور آج ڈھکو صاحب، ماشاء اللہ بڑے پروگریسو فارمر ہیں کاٹن کے، insecticide کا ایک function ہوتا ہے۔ یا وہ سنڈی contact سے مرتی ہے، یا وہ steamer action سے مرتی ہے، یا وہ fumigation action سے مرتی ہے، کیڑے یا سنڈی کو دوائی میں ڈالنا یا دوائی کو کیڑے یا سنڈی کے منہ میں ڈالنے سے وہ سنڈی نہیں مرتی۔ میں یہ تھوڑا سا بتانا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین، جی ڈھکو صاحب۔

ملک جلال دین ڈھکو، جناب والا! کھادیں بھی ہمیں ملاوٹ والی ملتی ہیں۔ کھادیں بے اثر ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ تمام ملاوٹ والے جو معاملات ہیں، کھاد ہو یا ادویات ہوں، اس پر قانون سازی کی جائے اور ان لوگوں کو، جو اس میں ملاوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کو سخت سے سخت سزا دلائی جائے تب ہماری پروڈکشن بڑھ سکتی ہے، ورنہ نہیں۔ جناب والا! دو منٹ کی اور بات ہے۔ اس کے بعد ادویات، کھاد اور بیج ہمارے پڑوسی ملک میں مراکز ہیڈ کوارٹر پر مہیا ہوتے ہیں۔ ہمارا کسان ادویات، بیج اور کھاد کے لیے شہروں میں دھکے کھاتا ہے۔ نہ اس کو ادویات صحیح ملتی ہیں، نہ کھاد صحیح ملتی ہے، نہ بیج خالص ملتا ہے اور دن سارا ضائع کرکے، قیمتی وقت سارا ضائع کرکے شام کو گھر لوٹتا ہے۔ مراکز ہیڈ کوارٹر پر ان کا بندوبست کرنا بے انتہا ضروری ہے تاکہ کسان کو مراکز ہیڈ کوارٹر سے ادویات، کھاد بیج مل سکیں۔ ہمارا کاشت کار چونکہ انپڑھ ہے وہ زراعت کو اور ماڈرن زراعت کو بالکل نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے لیے فیلڈ اسسٹنٹ مقرر کیے گئے ہیں۔ فیلڈ اسسٹنٹ اس سے بھی ان پڑھ ہیں۔ فیلڈ اسسٹنٹ نہ دفاتر میں جاتا ہے، نہ اسے علم ہے کہ زراعت کیا بلا ہے؛ وہ دفاتر سے ہر وقت غیر حاضر رہتا ہے۔ آج تک کسی زرعی عملے

نے دیہاتوں میں جا کر کسی زراعت پیشہ فرد کو یہ بات نہیں سمجھائی کہ جدید زراعت کیا بلا ہے؟ تو میں اس ضمن میں درخواست کروں گا کہ پنجاب کا اتنا بڑا زرعی عملہ دفاتر میں بیٹھ کر فائلیں نکال رہا ہے۔ اس کو چاہیے کہ وہ فیلڈ میں زراعت پیشہ لوگوں کے پاس بلا تاخیر جائیں اور ان لوگوں کو بتائیں کہ زراعت کیا ہے؟ ملک کی پیداوار اس طرح بڑھ سکے گی۔ اگر یہ زرعی افسر اپنے دفاتر میں بیٹھے رہیں گے اور کاشت کار اپنے کھیتوں میں دھکے کھاتا رہے گا تو پیداوار بڑھنے کی کوئی امید نہیں' اور پھر آپ نہ ہی اپنی صنعتیں چلا سکتے ہیں۔

اس کے بعد ہمارا نہری نظام دنیا کا سب سے بڑا نظام ہے۔ میں پچھلی دفعہ چیئرمین اریگیشن تھا میں نے اس وقت نہر کے لیے ایک جامع رپورٹ ایوان میں بھیجی تھی' لیکن وہ نہ پہنچ سکی۔ میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ جب تک ہمارا نہری نظام درست نہ ہو سکے گا زراعت میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ پرانے وقتوں میں ہماری نہریں اس وقت کے لیے بنائی گئی تھیں۔ وہ زمین کے کچھ حصہ کی کاشت کے لیے بنائی گئی تھیں۔ اب لوگوں نے تمام زمین کاشت کر لی ہوئی ہے۔ نہری نظام کو ٹھیک کرنے کے لیے' درست کرنے کے لیے' نئے سرے سے چلانے کے لیے نیا فارمولا دینا ہوگا۔ نہریں سیدھی کرنی ہوں گی' پکی نہریں بنانی ہوں گی' کھالے نالے پکے کرنے ہوں گے تاکہ زراعت میں بڑھوتری ہو سکے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ،

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

جناب والا! میں اس ضمن میں آخری گزارش یہ کروں گا کہ سبز انقلاب کی ضرورت ہے۔ اس وقت آپ بھی حرکت میں آ جائیں اور دفاتر بھی حرکت میں آ جائیں۔ لوگوں کو تلقین کریں' دیہاتوں میں جائیں اور غریب کسان کو سمجھائیں' ورنہ غریب کسان زمین چھوڑنے پر مجبور ہو رہا ہے۔ موجودہ حکومت سے مجھے یہ پوری توقع ہے کہ جس طرح میاں محمد شہباز شریف کام کر رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ زرعی انقلاب ضرور لائیں گے اور زراعت پیشہ لوگوں کو تقویت ملے گی۔ شکریہ' مہربانی۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ اب ہاؤس 3 نومبر 4 بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا چھٹا اجلاس)

سوموار' 3۔ نومبر 1997ء

(دوشنبہ' 2۔ رجب المرجب 1418ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر' لاہور میں پانچ بجے شام زیرِ صدارت قائم مقام سپیکر (سردار حسن اختر موکل) منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری نور محمد نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ o وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ o وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ج وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ o

سورۃ حٰمٓ السجدۃ آیت نمبر 33 تا 35

اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں o اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے o اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔

وما علینا الا البلاغ o

مولانا منظور احمد چنیوٹی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ایک طرف ملک میں بدامنی کی حالت یہ ہے کہ ہمارے چوٹی کے علماء شہید کیے جا رہے ہیں ۔ ڈاکٹر مولانا حبیب اللہ مختار وفاق المدارس کے ناظم تھے اور پاکستان کے پینتیس ہزار مدارس کے وہ ناظم بھی تھے ' وہ اور ان کے ساتھی شہید کر دیے گئے۔ کراچی میں بد امنی عام پھیلی ہوئی ہے' بنک جلائے جا رہے ہیں اور قتل و غارت شروع ہے۔ دوسری طرف آج کے اخبارات میں ایک فوٹو چھپا ہے جسے دیکھ کر انتہائی حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی ہوا کہ ایک رقاصہ رقص کر رہی ہے اور ہمارے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے مطابق کسی عورت کا رقص کرنا انتہائی حرام ہے کہ وہ عورت کسی غیر محرم کے سامنے رقص کرے۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، مولانا صاحب! آپ کیا پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے ہیں؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب اس تصویر سے ۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ اس کے خلاف صحیح طور پر کوئی تحریک لے آئیے ' پوائنٹ آف آرڈر پر تو یہ کوئی بات ہی نہیں بنتی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس تصویر سے ہماری بڑی تضحیک ہوئی ہے۔۔۔۔

نواب زادہ منصور احمد خان، آپ ان کو ذرا بولنے تو دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نواب زادہ صاحب! آپ ماشاء اللہ بڑے پرانے پارلیمنٹیرین گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بنچ کے اوپر ایسے ٹانگ رکھ کر بیٹھے بیٹھے سپیکر سے مخاطب ہونا کوئی اچھی بات تو نہیں۔ آپ اب دیکھ لیجیے۔ آپ روایات کا یہ حشر کر رہے ہیں' دوسرے کیا کریں گے؟

نماز مغرب کے لیے ہاؤس آدھے گھنٹے کے لیے adjourn ہوتا ہے۔ اب ہم پونے چھ بجے دوبارہ ہاؤس میں آئیں گے۔

(وقفۂ نماز کے بعد جناب قائم مقام سپیکر 5 بج کر 49 منٹ پر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ اطلاعات)

جناب قائم مقام سپیکر، اب ہم سوالات کو لیتے ہیں۔ آج کے محکمہ جات اطلاعات اور قانون و پارلیمانی امور ہیں۔ سوال ہے چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب کا (تشریف نہیں رکھتے)۔ اگلا سوال جناب شاہد محمود بٹ۔

سٹینڈنگ کمیٹیوں اور ان کے چیئرمینوں کی تشکیل

*531۔جناب شاہد محمود بٹ، کیا وزیر قانون ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سٹینڈنگ کمیٹیوں اور ان کے چیئرمینوں کی تشکیل کے لیے حکومت کیا کوشش کر رہی ہے۔

(ب) ان کمیٹیوں کے قیام میں تاخیر کی کیا وجہ ہے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجہ)،

(الف و ب) اسمبلی کی مجالس قائمہ کے قیام کے لیے اراکین کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ مجالس کے چیئرمین بھی جلد مقرر کر دیے جائیں گے۔ چیئرمین مجالس کے اراکین منتخب کریں گے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب والا! مولانا حبیب اللہ مختار اور ان کے رفقائے کار جو شہید ہوئے ہیں ان کے لیے دعائے مغفرت کر دی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، درست ہے۔ دعائے مغفرت کر لی جائے اور یہی بات آپ شروع میں کر دیتے تو کتنی خوبصورت ہوتی۔

وزیر قانون ، جناب والا! اب وقفہ سوالات شروع ہو چکا ہے اور میرے خیال میں آپ نے سوال کا نمبر بھی پکار دیا ہے اور میں اس کا جواب دینے لگا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، دعائے مغفرت کر لی جائے۔ مولانا صاحب پہلے بڑے گرم تھے اور شاید اس بات پر ٹھنڈے ہو جائیں۔ دعا فرمائی جائے۔

(اس مرحلے پر دعائے مغفرت کی گئی)

جناب قائم مقام سپیکر، سوال نمبر 531 پر کوئی ضمنی سوال نہیں۔ اگلا سوال بھی جناب شاہد محمود بٹ کا ہے۔

بارہ دری کامران کی آرائش و انتظام

*543۔جناب شاہد محمود بٹ، کیا وزیر سیاحت و ثقافت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) لاہور میں تاریخی اور ثقافتی عمارات کی تزئین و آرائش کے لیے حکومت کیا انقلابی اقدامات کر رہی ہے۔

(ب) لاہور میں کامران کی بارہ دری جو دریائے راوی میں واقع ہے اس کی حفاظت اور آرائش کے لیے حکومت کیا کام کر رہی ہے اور کیا حکومت اس بارہ دری کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے اسے پرائیویٹ سیکٹر میں ٹھیکے پر دینے کا ارادہ رکھتی ہے تا کہ وہاں ایک خوبصورت اور جگمگاتی ہوئی سیرگاہ اور ریور ریسٹورنٹ بنایا جا سکے جو کہ سیاحوں اور شہریوں کے لیے ایک پرکشش سیر و تفریح کا مقام بن سکے؟

وزیر اطلاعات و سیاحت (جناب محمد بشارت راجہ)،

(الف) لاہور میں زیادہ اہم تاریخی عمارات قلعہ لاہور، شالامار باغ، مقبرہ نور جہاں اور مقبرہ جہانگیر وغیرہ محکمہ آثار قدیمہ حکومت پاکستان کی تحویل میں ہیں۔ حکومت پنجاب نے محکمہ اطلاعات و ثقافت کے زیر انتظام نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ پنجاب تاریخی عمارات کے تحفظ اور درست حالی کے لیے قائم کی ہے۔ نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ پنجاب 1987ء اپنے قیام کے بعد سے اب تک محکمہ اوقاف پنجاب کی جانب سے مہیا کردہ رقم سے بادشاہی مسجد اور مسجد وزیر خان کی تزئین و آرائش اور درست حالی کا کام کر رہی ہے۔ نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ نے گزشتہ سالوں میں حکومت پنجاب کی طرف سے مہیا کی جانے والی رقم سے مقبرہ صدرالدین صدر جہاں اور میاں خان بارہ دری لاہور کی درست حالی کا کام بھی مکمل کیا ہے اس کے علاوہ نظامت آثار قدیمہ پنجاب نہ صرف لاہور بلکہ پورے پنجاب کی تاریخی عمارات کی تزئین و آرائش درست حالی کے لیے جلد ہی ایک جامع منصوبہ پیش کر رہی ہے۔

(ب) دریائے راوی کے درمیان واقع کامران کی بارہ دری محکمہ سیاحت اور لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے زیر انتظام ہے۔ اس بارہ دری کے حسن کو دوبالا کرنے اور ٹھیکے پر دینے کے لیے محکمہ

اطلاعات و ثقافت کے زیر غور کوئی سکیم نہیں۔ چونکہ سیاحت اور سیرگاہوں کا انتظام محکمہ سیاحت حکومت پنجاب کے سپرد ہے۔ لہٰذا اس محکمہ کو لکھ دیا گیا ہے کہ وہ سیکرٹری، پنجاب اسمبلی کو اس بارے میں آگاہ کریں۔

جناب شاہد محمود بٹ ، جناب والا! میرا اس پرضمنی سوال یہ ہے کہ کامران کی بارہ دری ایک ثقافتی ورثہ ہے۔ آپ کسی باہر کے ملک میں چلے جائیں تو دریاؤں پر floating cities بنے ہوئے ہیں، وہ تو دریاؤں کو بھی خوبصورت بنا دیتے ہیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اتنی بڑی بارہ دری بنی ہوئی ہے، دوبارہ اس پر کام نہیں ہوا۔ کسی ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے اس پر کوئی کام نہیں کیا اور اس کا بہت زیادہ کام رہتا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ اس کی کوئی پلاننگ کر رہے ہیں، بلکہ جواب میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ ابھی تک تو کوئی سکیم زیر غور ہی نہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جہاں آپ لاہور کی سڑکیں خوب صورت بنا لیتے ہیں وہاں بارہ دری کو بھی -----

جناب قائم مقام سپیکر، بٹ صاحب! آپ ضمنی سوال کریں۔ آپ کیا ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟

جناب شاہد محمود بٹ ، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ بنتا ہے کہ ہمیں جو ثقافتی ورثہ ملا ہوا ہے اس کی بہتری کے لیے فنڈز مختص کیوں نہیں کیے گئے اور اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! میں نے اپنے جواب میں واضح طور پر کہا ہے کہ محکمہ اطلاعات اور ثقافت کے زیر غور کوئی سکیم نہیں اور نہ ہی یہ ہمارے محکمے سے متعلقہ ہے۔ محکمہ سیاحت شاید اس سلسلے میں کوئی کارروائی کر سکتا ہو، لیکن محکمہ ثقافت اور اطلاعات کا بارہ دری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور اس کی امپرومنٹ یا ڈویلپمنٹ کے لیے ہمارے پاس کوئی سکیم زیر غور نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، بٹ صاحب! وہ تو فرما رہے ہیں کہ محکمہ اطلاعات اور سیاحت کے پاس کوئی سکیم زیر غور نہیں اور نہ ہی یہ ثقافت کے متعلقہ ہے۔ ثقافت الگ چیز ہے اور سیاحت الگ چیز ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ ثقافت صوبائی معاملہ ہی نہیں۔ کیا یہ فیڈرل مسئلہ ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں سیاحت کی بات کر رہا ہوں۔ بارہ دری محکمہ سیاحت سے متعلقہ ہو سکتی ہے لیکن محکمہ ثقافت اور تعلقات عامہ سے متعلقہ نہیں۔ میں صرف اپنے محکمے کی حد تک بات کرنا چاہ رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جو جواب چھپا ہے اس میں وزیر اطلاعات و سیاحت لکھا ہوا ہے ۔

وزیر قانون، جناب والا! میں متعلقہ حصہ پھر پڑھ دیتا ہوں۔ محکمہ اطلاعات و ثقافت کے زیر غور کوئی سکیم نہیں ہے۔ چونکہ سیاحت و سیر گاہوں کا انتظام محکمہ سیاحت حکومت پنجاب کے سپرد ہے۔ لہٰذا اس محکمے کو سوال آنے کے بعد لکھ دیا گیا ہے۔ ان سے جواب حاصل کر کے بھائی کو فراہم کیا جا سکتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، پھر آپ یہ فرمائیں کہ اس محکمے سے جواب موصول نہیں ہوا۔ وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ یہ محکمہ اطلاعات کے متعلقہ نہیں تھا' سیاحت کے محکمے کو لکھ دیا گیا ہے۔ اس کے وزیر کون ہیں؟

وزیر قانون ، جناب والا! یہ محکمہ جناب وزیر اعلیٰ کے پاس ہے ہم نے اس محکمے کو لکھ دیا ہے' لیکن میں یہ بھی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں' کیونکہ ضمنی سوالات کے حوالے سے میرے پاس کچھ مواد موجود ہے' میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے محکمہ سیاحت نے فیڈرل گورنمنٹ کے تعاون سے ایک سکیم بنائی تھی اور وہ سکیم یہ تھی کہ جہانگیر کے مقبرے سے لے کر بارہ دری تک ایک چیئر لفٹ لگانے کا پروگرام تھا۔ لیکن چند مہینے ہوئے ہیں وہ سکیم drop کر دی گئی ہے اور متعلقہ ایجنسی سے یہ کہا گیا ہے کہ کوئی بہتر منصوبہ دیں۔ جب بھی وہ کوئی بہتر منصوبہ دیں گے تو اس سلسلے میں کارروائی کی جائے گی۔ فی الحال محکمہ سیاحت یا اطلاعات کے زیر غور کوئی منصوبہ نہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! جب تک ان کا جواب نہیں آتا اس سوال کو مؤخر کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، پھر اس کا جواب آنے تک اس کو مؤخر کر دیا جائے؟

وزیر قانون ، جناب والا! وہ specific سوال کریں میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔ مؤخر کرنے کا سوال تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی confusion ہو۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ نے فرمایا ہے کہ چونکہ یہ محکمہ الگ ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! ان کے پاس بھی اس وقت کوئی پروگرام زیر غور نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آئندہ کوئی منصوبہ بنانے کا خیال ہے؟

وزیر قانون، آئندہ مالی سال میں اس کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن رواں مالی سال میں کوئی منصوبہ زیر غور نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، بٹ صاحب! میرے خیال میں آپ کے سوال کا اب جواب آ گیا ہے کہ آئندہ مالی سال میں اس کو زیر غور لایا جا سکتا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! اس کی یقین دہانی کروا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اس کی یقین دہانی تو نہیں کروائی جا سکتی۔ یہ تو آئندہ مالی سال کی بات ہے۔ اس سال تو نہ کوئی تجویز ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی فنڈز ہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ ایسے منصوبے زیر غور کیوں نہیں آتے۔ ہمارا جو ثقافتی ورثہ ہے اگر اس کی کوئی ڈویلپمنٹ ہو تو حکومت پر اور عوام پر اچھا اثر پڑتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ اس مسئلے کو تحریک کی صورت میں کیوں نہیں لے آتے تاکہ اس پر تفصیل سے بات ہو جائے کہ ایسے منصوبوں پر کیوں غور نہیں کیا جاتا اور کوئی اچھی تجویز بھی ساتھ دیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟

جناب شاہد محمود بٹ، جناب جیسے آپ فرماتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ اس پر کوئی اچھی سی تحریک لائیں اور اس پر تجاویز بھی دیں کہ ان کو زیر غور لایا جائے۔ اگر آپ ضمنی سوال کریں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ متعلقہ سوال نہیں۔ اس کے لیے نیا سوال کریں تو خوب صورت بات ہے۔ اس کو میرا خیال ہے کہ ایسا کریں کہ تحریک کی صورت میں لے آئیں۔ اور خود بھی منسٹر صاحب کے پاس بیٹھ کر کہیں کہ آئیں' جی میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا کیا اچھی تجاویز ہیں اور ان کو زیر غور لانا چاہیے۔ اور ٹورزم پر خاص طور پر کافی کام ہونا چاہیے۔ ہمارے ملک میں جتنے اچھے spots ہیں ہم اس میں بہت پیچھے ہیں۔ میں کل پرسوں اخبار میں بھی پڑھ رہا تھا کہ ٹورزم کے سلسلے میں حکومت کافی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔ آپ کے پاس بھی جو اچھی تجاویز ہیں وہ دے دیں اور میرا اپنا خیال اور تجویز ہے کہ اس کو آپ تحریک کی صورت میں لے آئیں۔ یہ سوالات اور ضمنی سوالات تو یہیں پر ختم ہو جائیں گے۔ پھر وہ بات تو مزے دار نہیں رہتی۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! آپ کی بات سے agree کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی مہربانی۔

جناب ریاض ملک، ضمنی سوال۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کا بھی ضمنی سوال ہے؟ فرمائیے۔

جناب ریاض ملک، یہ کامران پارک بارہ دری میرے حلقے میں واقع ہے۔ میرے فاضل دوست نے فنڈز کے متعلق کہا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بارہ دری new Ravi bridge کے بالکل سامنے ہے۔ بارہ دری کے آگے اس کی protection کر دی گئی ہے۔ کامران پارک کے ساتھ اردگرد ہماری آبادیاں ہیں۔ دریا ادھر کٹاؤ کرتا ہے تو بے شمار لوگ اس پانی کی زد میں آ جاتے ہیں۔ پہلے بھی اس کے اوپر اتنا پیسہ خرچ کیا گیا ہے۔ دریا مزید کٹاؤ کرتا ہے تو حکومت پنجاب محکمہ اریگیشن والے ہمارا پیسہ اور ضائع کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ آپ کا ضمنی سوال نہیں بنتا۔ میرا خیال ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ وہ ورنہ جس کے لیے میرے دوست کہہ رہے ہیں خوب صورت باتیں ہونی چاہئیں۔ آپ کی اس بات سے یوں لگتا ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ بارہ دری مٹ ہی جائے۔

جناب ریاض ملک، جی ہاں سر۔ اس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ارد گرد آبادیاں ہیں۔ اور دریا کٹاؤ کرتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی شکریہ۔ آپ کا یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔ next جناب ایس اے حمید صاحب-----

جناب ایس اے حمید، 567

جناب قائم مقام سپیکر، جی -----

چودھری محمد صدیق سالار، جناب والا! مجالس قائمہ جو مقرر کر دی گئی ہیں۔ میں اریگیشن اینڈ پاور کی بات کروں گا۔ کیا ان دفاتر کو اطلاع دے دی گئی ہے کہ ہمارے یہ یہ ممبر ہیں؟ تاکہ وہ ان کی عزت و احترام کریں۔ میں چونکہ نماز کے لیے گیا ہوا تھا میرا سوال رہ گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر، پھر آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کے اس سوال کے رہ جانے سے رولز کو معطل کر دیا جائے۔

چودھری محمد صدیق سالار، نہیں نہیں معطل نہ کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر، پھر تو یہ نہیں بنے گا۔ اور یہ matter under discussion تو ہے ہی

نہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار، میں تو جناب والا توجہ دلا رہا تھا کہ وزیر قانون صاحب اس کی اطلاع دے دیں۔ اور ہمارے معزز اراکین کے نام بتا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ اپنے طور پر کہہ دیں۔ جب وہ اثر نہیں کریں گے تو مجھے بتائیے گا۔ جی جناب ایس اے حمید صاحب نے 567 نمبر دیا ہے۔

محکمہ اطلاعات کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر جدید سہولیات کی فراہمی

*567۔ **جناب ایس۔اے۔حمید،** کیا وزیر اطلاعات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) اس وقت پنجاب کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر انفرمیشن کے جن دفاتر میں فیکس اور فوٹو سٹیٹ مشین کی سہولیات میسر ہیں اس کی تفصیل دفتر وار بتائی جائے۔

(ب) اگر کسی ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر یہ سہولت میسر نہیں تو کیا حکومت یہ سہولت مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر رکھتی ہے تو کب تک اس پر عمل درآمد ہو گا؟

وزیر اطلاعات (جناب محمد بشارت راجہ)،

(الف) اس وقت نظامت اعلیٰ تعلقات عامہ پنجاب کے ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر جن دفاتر میں فیکس اور فوٹو سٹیٹ مشین مہیا کی گئی ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام ڈویژن	فیکس	فوٹو سٹیٹ مشین
1	راولپنڈی	—	—
2	ملتان	—	—
3	فیصل آباد	—	—
4۔	بہاولپور	—	—
5۔	سرگودھا	—	—
6۔	گوجرانوالہ	—	—
7۔	ڈیرہ غازیخان	—	—
8۔	لاہور ڈویژن	NIL	NIL

(ب) مالی سال 84-1983ء میں مندرجہ بالا تمام ڈویژنل دفاتر کو ماسوائے دفتر لاہور ڈویژن، فوٹوسٹیٹ

مشین کی سہولت فراہم کی گئی تھی۔ ان میں سے صرف راولپنڈی دفتر میں فوٹو سٹیٹ مشین کام کر رہی ہے جبکہ باقی تمام ناکارہ ہو چکی ہیں۔ شدید مالی بحران کی پیش نظر صرف تین فوٹو مشینوں کی فراہمی کی سکیم مالی سال 98-1997ء کے لیے حکومت کو بھجوائی گئی ہے۔ جس کا تاحال کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ جونہی حکومت کی طرف سے اس مد میں رقم فراہم کی گئی' میرٹ کی بنیاد پر مذکورہ بالا ڈویژن کو فوٹو سٹیٹ مشین فراہم کر دی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی جی۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! کسی بھی حکومت کی کارکردگی اور پروگرام کی پروجیکشن کے لیے محکمہ اطلاعات vital role ادا کرتا ہے۔ کیا وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ وہ اپنے محکمے کی کارکردگی کو اس بنیاد پہ قائم رکھ سکتے ہیں؟

وزیر قانون، جناب والا! میں معزز رکن کے جذبات اور جو کچھ انھوں نے فرمایا ہے اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن ہمارے مالی حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے۔ میں نے جواب میں یہ گزارش کی ہے کہ ہمیں جیسے ہی وسائل میسر ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں کارروائی کی جائے گی۔ اور میں اس سوال سے ہٹ کر اپنے معزز بھائی کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے ذاتی طور پر بھی اس کیس کو take up کیا ہوا ہے اور محکمہ خزانہ سے اس کی منظوری لے رہے ہیں۔ جہاں پر بھی یہ سہولتیں موجود نہیں وہاں پر جلد فراہم کر دی جائیں گی۔ شکریہ۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! 98-1997ء کا ڈویلپمنٹ کا بجٹ 13 سو کروڑ روپے کا ہے۔ اور صرف راولپنڈی ڈویژن میں فیکس اور فوٹو سٹیٹ مشین کام کر رہی ہے۔ باقی تمام ڈویژنوں میں یہ پچھلے 13 سال سے ناکارہ پڑی ہیں۔ کیا 20 ہزار کی فوٹو سٹیٹ مشین کے لیے یا فیکس کے لیے حکومت کے پاس فنڈز نہیں ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، جی راجہ صاحب۔

وزیر قانون، جناب والا! یہاں 20 ہزار روپے کا سوال نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، سوال 20 ہزار کا نہیں 20 لاکھ کا ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ جیسے جیسے ہمیں وسائل میسر ہوں گے یہ سہولتیں

ہم تمام ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز پر فراہم کریں گے۔ محکمہ ان دفاتر کی ضروریات اور ان کی اہمیت سے بالکل آگاہ ہے۔ اور جناب والا! موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ ہم نے ان دفاتر کو زیادہ functional بنانا ہے اور ان سے زیادہ کام لینا ہے۔ میں اپنے معزز دوست کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت ان دفاتر کے حوالے جو activities کر رہی ہے اس کی پروجیکشن کے لیے بھی کام دینا ہے۔ اس لیے ہم انھیں یہ ایسی زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کریں گے۔ لیکن بات وہی ہے کہ جب ہمیں وسائل میسر ہوں گے۔ اور میں اپنے بھائی کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ذاتی طور پر بھی اس بات کے لیے کوشاں ہوں کہ اس مد میں ہمیں فنڈز موصول ہوں تاکہ یہ سہولیات فراہم کی جائیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔

جناب ایس اے حمید، جواب کے جز (ب) میں کہا گیا ہے کہ "جونہی حکومت کی طرف سے اس مد میں رقم فراہم کی گئی۔ میرٹ کی بنیاد پر مذکورہ بالا ڈویژن کو فوٹو سٹیٹ مشین فراہم کر دی جائے گی" میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آٹھ ڈویژنوں میں آپ نے جو ڈویژنل دفاتر قائم کیے ہیں وہاں پر آپ کا لاکھوں روپے ماہانہ کا بجٹ ہے جو خرچ ہو رہا ہے۔ اور وہ کوئی کام نہیں کر رہے۔ صرف وہاں پر فوٹو سٹیٹ مشین نہ ہونے کی وجہ سے یا فیکس مشین نہ ہونے کی وجہ سے۔ کیا یہ محکمے کی کارکردگی سے مطمئن ہیں؟ صرف ایک 20 ہزار روپے کی مشین ایک دفتر کو دینے کے لیے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ میرٹ پر دیں گے۔ اگر میرٹ پر تین دفاتر کو مشین دیں گے تو باقی جو پانچ ڈویژن ہیں بغیر میرٹ کے وہاں پر فوٹو سٹیٹ مشین یا فیکس مشین کی ضرورت نہیں؟

وزیر قانون، جناب والا! میں نے اس کی افادیت سے کب انکار کیا ہے۔ میں اس کی افادیت کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن بات وسائل کی ہے چاہے 20 ہزار ہے چاہے 20 لاکھ ہے۔ ہمیں فنڈز موصول ہوں گے تو ہم یہ کام کریں گے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے ہم نے اس وقت ان ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز میں دفاتر کو allocations کی ہوئی ہیں۔ میں ذاتی طور پر اس بات کا گواہ ہوں کہ وہ allocations ان کی ضروریات کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اور یہ سارا financial constraints کی بنیاد پر ہے۔ جیسے ہی صوبے میں ہمیں وسائل زیادہ میسر ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ ہم یہ سہولیات ضرور دیں گے۔ شکریہ جناب والا۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی جی۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! سوال یہ ہے کہ محکمہ اطلاعات کی priority حکومت کے پروگرام project کرنے کے لیے سب سے اہم ہیں یا سب سے آخر میں ہیں؟ اگر یہ اہم ہیں تو پھر اہم کام کو کرنے کے لیے محکمہ اطلاعات کو اپنے طور پر کام کرنا چاہیے تھا۔ جو نظر آتا ہے کہ بالکل نہیں کیا گیا۔ لوگ تنخواہیں لے رہے ہیں، قومی وسائل ضائع ہو رہے ہیں اور حکومت کا پروگرام project نہیں کیا جا رہا۔ میں یہ چاہوں گا کہ وزیر اطلاعات کو جو جواب مہیا کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ اس لحاظ سے یہ ان کی inefficiency ظاہر کرتا ہے کہ انھوں نے کام نہیں کیا، صرف لکھ کر بھجوا دیا ہے کہ میرٹ کی بنیاد پر 20 ہزار روپے کی مشین لینی ہے اور اس کا میرٹ بنانا ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ جنھوں نے جواب لکھ کر بھجوایا ہے، کیا وزیر قانون ان کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں شیخ صاحب! گزارش یہ ہے کہ آپ غور فرمائیں کہ وزیر اطلاعات صاحب بار بار یہ فرما رہے ہیں کہ sources کی بات ہے۔ اگر فنڈز آجاتے ہیں تو وہ تمام ڈویژنوں کو فوٹو سٹیٹ مشینیں مہیا کر دیں گے۔ اگر فنڈز کم پڑتے ہیں تو پھر وہ اس بات کو دیکھیں گے کہ کس ڈویژن کو زیادہ ضرورت ہے، اس کو پہلے فراہم کردیں گے اور دوسرے کو بعد میں فراہم کر دیں گے۔ اس لیے میرا اپنا خیال ہے کہ اگر آپ ان کے جوابات سے مطمئن ہو جائیں تو ٹھیک کیوں کہ بات فنڈز کی ہے۔ انھوں نے بار بار یہ دہرایا ہے کہ فنڈز کی بات ہے۔ حکومت کو لکھ کر بھیجا ہے اگر فنڈز آ جاتے ہیں تو سارے ڈویژنوں کو ہی مہیا کر دیں گے۔ اگر فنڈز کم ہوئے تو جن ڈویژنوں کے لیے زیادہ اہم ہوا ان کو پہلے مل جائیں گے اور دوسروں کو بعد میں مل جائیں گے۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! جب 13 سال میں فنڈز نہیں آ سکے اب کب تک مل جائیں گی؟ یہ بتا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ہاں جی۔ آپ یہ بتا دیجیے کہ فنڈز ملنے کی کب تک توقع ہے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں سابقہ 13 سال کا حساب نہیں دے سکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ آپ سے 13 سال کا حساب نہیں لے رہے۔ وہ کہہ رہے ہیں آئندہ کب تک فنڈز ملنے کی توقع ہے؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں میرے پاس یہ کاپی بھی موجود ہے۔ میں یہ تو نہیں

کہوں گا کہ معزز رکن میری بات کو follow نہیں کر رہے، لیکن شاید وہ سمجھ نہیں پا رہے کہ ہم نے محکمہ خزانہ سے پہلے ہی کیس take up کیا ہوا ہے۔ جس کی کاپی میرے پاس موجود ہے جو میں معزز رکن کو دکھا سکتا ہوں۔ ان کا بار بار یہ استدلال کرنا کہ حکومت کی کارکردگی۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، راجہ صاحب! انھوں نے کارکردگی کی بات چھوڑ دی ہے۔ وہ صرف یہ فرما رہے ہیں کہ اندازاً آپ بتا دیں کہ فنڈز کب تک آ جائیں گے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میری تو خواہش ہے کہ ہمیں یہ فنڈز کل ملیں تاکہ میں اپنے محکمے کے دفاتر کو جلد سے جلد سہولیات فراہم کر سکوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرے خیال میں اب تو آپ راجہ صاحب کی خواہش کا احترام کریں۔ وہ تو چاہ رہے ہیں کہ کل ہی ہو جائیں۔ وہ تو فرما رہے ہیں کہ میری خواہش تو یہ ہے کہ کل ہی فنڈز مل جائیں۔ کل ہی مہیا کر دیں گے۔

جناب ایس اے حمید، وزیر قانون یہ جانیں۔ میں حکومت کا حصہ ہوں، اگر حکومت کے یہ ادارے لاکھوں روپے ماہانہ تنخواہ لے رہے ہیں اور کوئی کام نہیں کر رہے تو مجھے اس کا دکھ ہے کہ قوم کے یہ وسائل ضائع ہو رہے ہیں۔ تو میں چاہوں گا کہ وزیر قانون اس کے لیے definitely جانیں کہ مہینے میں، دو مہینے میں، کب تک یہ تمام دفاتر کو equip کریں گے۔ وہاں پر مشینیں بھجوائیں گے، کیونکہ لوگ بے کار بیٹھے ہیں۔ کام کوئی نہیں ہو رہا۔ ہر جگہ پر یہ حال ہے۔ وہ کسی جگہ ایک پریس ریلیز نہیں بھجوا سکتے۔

جناب قائم مقام سپیکر، وہ تو انھوں نے محکمہ خزانہ کو لکھا ہے۔ وہ اس کا کیسے specific بتا سکتے ہیں کہ وہ فائل مکمل ہو کر کب تک ان کے پاس آ جائے گی؟

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! یہ تین مشینوں کی بابت لکھا ہوا ہے۔ یہ تین مشینیں کیسے لینی ہیں؟ کیا اے ڈی پی میں ان کے لیے کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا؟ کوئی پیسہ رکھا گیا یا نہیں رکھا گیا یہ بتا دیں؟ محکمہ اطلاعات کے لیے 98-97ء کی اے ڈی پی میں کوئی رقم allocate کی گئی ہے؟ یہ بتا دیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں پھر کارکردگی کے حوالے سے سب سے پہلے on the floor of the House یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ایک فیکس مشین یا ایک فوٹو سٹیٹ مشین نہ ہونے کی وجہ سے

میرے محکمے کی کارکردگی قطعی طور پر متاثر نہیں ہوئی۔ میری تسلی اور محکمے کی تسلی کے مطابق ہمارے تمام ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز کی کارکردگی بالکل ٹھیک ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فنڈز کب فراہم کیے جائیں گے؛ تو میں اپنے بھائی کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے یہ سکیم 7 ڈویژنل دفاتر کو فوٹو سٹیٹ مشینوں کی فراہمی اور ایک سکیم ایس این ای 99-1998ء کے لیے محکمہ خزانہ پنجاب کو بھجوائی ہے۔ جس کے منظور ہونے پر ان ڈویژنل دفاتر کو یہ سہولت فراہم کر دی جائے گی۔ میں تو پھر اپنے محکمے کے حوالے سے کہتا ہوں کہ میری یہ خواہش ہے کہ ہمیں کل فنڈز ملیں۔ ہم یہ تمام سہولیات اپنے دفاتر کو فراہم کریں۔ لیکن چونکہ پیسے محکمہ خزانہ نے دینے ہیں اور میں یہاں یہ commit نہیں کر سکتا کہ وہ مہینے کے اندر دیں گے یا دو مہینے کے اندر دیں گے۔ ہم دوبارہ انھیں reminder لکھیں گے۔ میں ذاتی طور پر بھی اس بات کی کوشش کروں گا۔ لیکن ہمارے فنڈز کی عدم دست یابی کو قطعی طور پر اس بات سے منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ محکمے کی کارکردگی اس سے متاثر ہو رہی ہے۔ شکریہ' جناب سپیکر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' شکریہ۔ چودھری زاہد محمود گورایہ صاحب۔

ایک فاضل ممبر، جناب سپیکر! جواب میں لکھا ہے کہ لاہور کے علاوہ تمام ڈویژنوں کو فیکس مشینیں اور فوٹو سٹیٹ مشینیں مہیا کی گئی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، ہم تو سوال 728 پر پہنچے ہوئے ہیں۔

ایک فاضل ممبر، لاہور کے لیے فیکس اور فوٹو سٹیٹ مشین کا نام ہی نہیں دیا کہ لاہور کے لیے کوئی مشین رکھی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! لاہور کو اس لیے نہیں دی گئی کہ ہمارا ڈی جی پی آر آفس لاہور میں موجود ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ اگلے سوال کا جواب دیجیے۔ انھوں نے 728 on his behalf کہا ہے۔

ضلع فیصل آباد میں محکمہ قانون کے ماتحت ملازمین کی تعداد

*728۔ چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر قانون ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) ضلع فیصل آباد میں محکمہ قانون و پارلیمانی امور اور اس کے ماتحت اداروں میں کل کتنے ملازم ہیں ان کے نام، عہدہ جات، تاریخ پیدائش، تعلیم، ڈومیسائل اور ملازمت سے لے کر اب تک کہاں کہاں تعینات رہے ہیں۔

(ب) متذکرہ اہل کاران کے خلاف تاریخ تعیناتی سے اب تک کن کن الزامات کے تحت تحقیقات ہوئی، مقدمات درج ہوئے اور اگر بریت ہوئی تو کس مجاز اتھارٹی نے ان کو کن تاریخوں میں بے گناہ قرار دیا۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجہ)،

(الف) محکمہ سالسٹر گورنمنٹ پنجاب، محکمہ قانون و پارلیمانی امور کا منسلک محکمہ ہے۔ اس کے تحت ضلع فیصل آباد میں ڈسٹرکٹ اٹارنی کا دفتر کام کر رہا ہے۔ اس دفتر میں کل 12 افسران اور 25 اہل کاران اس وقت تعینات ہیں۔ جن کا نام، عہدہ جات، تاریخ پیدائش، تعلیم، ڈومی سائل اور عرصہ و مقام تعیناتی دوران ملازمت کی تفصیل فہرست منسلکہ "الف" کے کالم نمبر 1 تا 7 میں درج ہے۔ جو *** ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

متذکرہ بالا افسران اور اہل کاران کے خلاف تاریخ تعیناتی سے اب تک جن جن الزامات کے تحت اگر کوئی تحقیقات ہوئی یا مقدمات درج ہوئے اور اگر بریت ہوئی تو کس مجاز اتھارٹی نے بے گناہ کیا وغیرہ کی *** تفصیل فہرست منسلکہ "الف" کے کالم نمبر 8,9 میں درج ہے۔ جو ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی، کوئی ضمنی سوال۔

سید ذیشان الٰہی، جناب! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 3 سال کے عرصے میں وہاں جو جو لوگ تعینات ہیں اور وہ 3 سال سے زاید ہو گئے ہیں۔ ان کے بارے میں یہاں کیا پالیسی رائج ہے کہ آپ ان کو کس طرح نکالیں گے یا وہ یہاں قائم رہیں گے؟

جناب قائم مقام سپیکر، ان کا ضمنی سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو تین سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ آپ کا ان کو وہاں سے ہٹ کرنے کا کوئی پروگرام ہے یا وہ وہاں رہیں گے؟

***(تفصیلات اور فہرست اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس میں ہماری افسران اور اہل کاران کی دو catagories ہیں۔ جہاں تک افسران کا تعلق ہے اس سلسلے میں ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں وقتاً فوقتاً تبادلے ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جہاں تک اہل کاران کا تعلق ہے' اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ چھوٹے ملازمین ہیں۔ انھیں اپنے ضلع میں زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کیا جائے تاکہ وہ بہتر طور پر اپنی گزر اوقات کر سکیں۔

سید ذیشان الٰہی، سوال یہ ہے کہ جن جن لوگوں کے خلاف انکوائری ہوئی اور وہ اس میں الزام ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود انھیں ایک حلقے سے اٹھا کر دوسرے حلقے میں لگا دیا گیا۔ تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حکومت ان کے متعلق انکوائری کر کے کیا سزا دینا چاہتی ہے؟ جن کی انکوائری بھی ہوئی' وہ جرم بھی ثابت ہوئے لیکن اس کے باوجود وہ وہیں افسران لگے ہوتے ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! اگر یہ کوئی specific instance بیان کریں تو میں اس کا جواب دے سکتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، وزیر صاحب فرماتے ہیں کہ اگر آپ کے علم میں کوئی specific چیز ہے تو آپ وہ نوٹس میں لائیں تاکہ اس کا جواب دے سکیں کہ جس آدمی کے خلاف انکوائری ہوئی ہے وہ وہاں بیٹھا ہے تو کیوں بیٹھا ہے؟

سید ذیشان الٰہی، جناب! میں ان کے لاء پینل کے بارے میں ان سے سوال پوچھتا ہوں کہ جتنے بھی لوگوں کے خلاف انکوائری ہوئی۔ میرے پاس اس کی فہرست موجود ہے۔ میں وزیر قانون صاحب کو دفتر میں تفصیلاً بتا دوں گا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ بھئی' یقین دہانی کرائیں کہ جن جن لوگوں کے خلاف انکوائری ہوئی اور ثابت ہوئی۔ آج تک وہ ایک گریڈ سے دوسرے گریڈ میں' مطلب گریڈ 16 سے 17 میں' 18 میں چلے گئے۔ لیکن وہ ابھی کام کر رہے ہیں۔ یہ مجھے یہاں ہاؤس میں یقین دہانی کرائیں کہ ان کے خلاف ایکشن لیں گے تو میں ان کو سارے ثبوت بھی دے دوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، اصل میں وہ یہ یقین دہانی چاہتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اسی لیے specific instance پوچھا تھا کہ میرے پاس اس وقت جو فہرست ہے۔ اس کے مطابق تقریباً 5 ایسے ملازمین ہیں جن میں ایک نائب قاصد ہے' ایک جونیئر کلرک ہے اور ایک سینیئر کلرک ہے۔ جن کے خلاف انکوائری ہوئی

ہے اور جن کے خلاف کارروائی ہوئی ہے۔ اس لیے میں پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ ان میں سے کس کے متعلق کہنا چاہتے ہیں؟ افسران میں سے کسی کے خلاف انکوائری نہیں ہوئی کہ جو دوبارہ اسی ضلع میں تعینات ہیں۔ اس لیے میں ان سے specifically پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ جس کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں۔ میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اصل میں وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ آپ کو چیمبر میں مل لیں گے اور آپ کو پوائنٹ آؤٹ کریں گے اور آپ ان کے خلاف کارروائی کروائیں۔

سید ذیشان الٰہی، جن افسران کے خلاف انکوائری ہوئی ہے میں وہاں ان کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، اگلا سوال حاجی امداد حسین صاحب کا ہے۔

حاجی امداد حسین، 884

جناب قائم مقام سپیکر، جی' 884

لیگل ایڈوائزر کی تعیناتی

*884۔حاجی امداد حسین، کیا وزیر قانون ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

موجودہ حکومت کے برسرِ اقتدار آنے سے آج تک کتنے سرکاری وکیل تعینات ہوئے' ان کے نام اور پتہ جات کیا ہیں' نیز لیگل ایڈوائزر کی تعیناتی کا میرٹ کیا ہے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجہ)،

(الف) حکومت کے برسراقتدار آنے سے آج تک ایک ایڈووکیٹ جنرل' 4 ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور 11 اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل تعینات ہوئے۔ جن کے نام اور پتا جات منسلکہ ***ضمیمہ "اے" میں درج ہیں

(ب) لیگل ایڈوائزرز کی تعیناتی کا میرٹ The Punjab Local Councils: (Advisors Rule, 1987 کے رول نمبر 4 میں درج ہے۔ جس کے مطابق لوکل باڈی کے کسی ایسے وکیل کا نام recommend کر سکتی ہے۔ جس کی مدت وکالت پانچ سال سے کم نہ ہو۔

***(تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

جناب قائم مقام سپیکر، جی؟

حاجی امداد حسین، محترم منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ ایوان کی میز پر لسٹ رکھ دی گئی ہے۔ لیکن ایوان کی میز پر نہ لسٹ ہے' نہ نام ہیں اور نہ پتا جات ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، کیوں جی؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں لسٹ پڑھ دیتا ہوں۔ یہ لسٹ ان کے پاس پہنچ بھی رہی ہے۔ اگر وہ چاہتے ہیں تو میں پڑھ بھی دیتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ اب اگلا سوال جناب سعید احمد خان منیس صاحب کا ہے۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو، On his behalf 1139

محکمہ اطلاعات کے معطل ملازمین کی تعداد

*1139۔جناب سعید احمد خان منیس، کیا وزیر اطلاعات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

موجودہ حکومت کے قیام سے اکتوبر 1997ء تک محکمہ میں وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کے حکم سے کتنے سرکاری ملازم معطل کیے اور ان میں سے کتنے ملازم بحال ہو چکے ہیں' تفصیل بتائی جائے؟

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجہ)،

محکمہ ہذا سے کسی ملازم کو وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم کے حکم سے معطل نہیں کیا گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر، کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ اگلا سوال بھی جناب سعید احمد خان منیس صاحب کا ہے۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو، On his behalf 1142

محکمہ قانون کے معطل ملازمین کی تعداد

*1142۔جناب سعید احمد خان منیس، کیا وزیر قانون و پارلیمانی امور ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

موجودہ حکومت کے قیام سے اکتوبر 1997ء تک محکمے میں وزیراعلیٰ اور وزیر اعظم

کے حکم سے کتنے سرکاری ملازم معطل کیے اور ان میں سے کتنے ملازم بحال ہو چکے ہیں، تفصیل بتائی جائے؟

جناب قائم مقام سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون (جناب محمد بشارت راجہ)،

جناب سپیکر! محکمہ قانون و پارلیمانی امور کے کسی ملازم کو وزیراعلیٰ یا وزیراعظم کے حکم سے معطل نہیں کیا گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر، کوئی ضمنی سوال۔

جناب معظم جہانزیب احمد خان وٹو، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب میں وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ کے حکم سے کسی کو معطل نہیں کیا گیا۔ کیا ان کے حکم سے کسی ملازم کو معطل کیا گیا ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! چونکہ انھوں نے سوال وزیر اعظم صاحب اور وزیراعلیٰ صاحب سے متعلق کیا تھا۔ میں نے جواب بھی وہی دیا ہے۔ لیکن ضمنی سوال انھوں نے یہ پوچھا ہے کہ میرے حکم سے ایسا کیا گیا ہے۔ تو میرے حکم سے بھی کوئی ملازم معطل نہیں ہوا۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ جناب۔

میاں عبدالستار (لاہور)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی میاں صاحب۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ دراصل معظم وٹو صاحب کو پتا نہیں کہ ان کے والد محترم جو تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں میاں صاحب نہیں۔ بات تو ختم ہو گئی ہے۔

میاں عبدالستار، میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کے دور میں لاتعداد out of turn ترقیاں دی گئیں، out of turn معطل کیا گیا اور out of turn increments دی گئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا یہ سب کچھ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بتا رہے ہیں؟

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! محترم وزیر قانون صاحب نہیں بتا سکے۔ میں یہ بتانا چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔ بڑی مہربانی۔ یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ وقفۂ سوالات ختم ہوتا ہے۔

نشان زدہ سوال اور اس کا جواب(جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)

(محکمہ جات ، اطلاعات' قانون و پارلیمانی امور)

صوبہ میں نئے اخبارات اور جرائد کا اجراء

*499۔چودھری زاہدمحمود گورایہ، کیا وزیر اطلاعات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) سال1993ء سے 1997ء کے عرصے کے دوران صوبے میں کتنے نئے اخبارات 'جرائد کے ڈیکلریشن جاری کیے گئے اور ان کے نام کیا کیا ہیں۔

(ب) اس وقت صوبے میں کل کتنے روزنامہ' ہفت روزہ' پندرہ روزہ' ماہنامہ ' سہ ماہی نامہ' سالنامہ و دیگر کتنے جرائد کے ڈیکلریشن جاری ہو چکے ہیں۔ تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں؟

وزیر اطلاعات(جناب محمد بشارت راجہ)،

(الف) 1993ء سے1997ء کے عرصے کے دوران کل 3108 ڈیکلریشن جاری کیے گئے۔

(ب)

روزنامہ	ہفت روزہ	پندرہ روزہ	ماہنامہ	ششماہی/سالنامہ	ٹوٹل
1619	4686	1579	7510	2940	18334

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

پریس کلبوں کو گرانٹ کی ادائیگی

58۔چودھری زاہدمحمود گورایہ، کیا وزیر اطلاعات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) مالی سال 86-1985ء سے 97-1996ء کے دوران صوبے کی کون کون سے پریس کلبوں کو کتنی کتنی مالیت کی گرانٹ کن تاریخوں میں اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم کے تحت کن کن مقاصد کے لیے دی گئی۔

(ب) جن پریس کلبوں کو گرانٹ دی گئی آیا ان کا باقاعدہ آڈٹ کروایا گیا ان کا حساب چیک کیا گیا اگر ہاں تو کس کس پریس کلب کا حساب چیک کیا گیا ! گر نہیں تو کیوں؟

وزیر اطلاعات(جناب محمد بشارت راجہ)،

(الف) صوبہ پنجاب میں مالی سال 86-1985ء سے 97-1996ء تک تقریباً 27 پریس کلبوں کو مختلف اوقات میں مختلف مالیت کی گرانٹ دی گئی۔ ان کی نوعیت عموماً مالی امداد' بسلسلہ مرمت و آراستگی' فرنیچر اور لائبریری کتب کی خرید' علاوہ ازیاں آلات و مشینری کی خرید ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں وزیر اعلیٰ پنجاب مجاز اتھارٹی ہیں۔(*** تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔)

(ب) جی نہیں۔ آج تک کسی بھی پریس کلب کا آڈٹ نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ غیر سرکاری تنظیمیں ہیں۔ البتہ محکمہ خزانہ کی حالیہ جاری کردہ ایڈوائس کے مطابق اسے۔جی پنجاب کو درخواست کر دی گئی ہے کہ پریس کلبوں کا باقاعدہ آڈٹ کیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ متعلقہ ڈپٹی کمشنرز کو بھی ہدایت جاری کر دی گئی ہے کہ ان گرانٹس کا باقاعدہ آڈٹ کروا کر حکومت پنجاب کو مطلع کیا جائے۔

محکمہ اطلاعات کی تحویل میں اراضی

85۔چودھری زاہدمحمود گورایہ، کیا وزیر اطلاعات و ثقافت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) صوبے میں اس وقت محکمہ ہذا اور اس کے ماتحت و نگرانی میں کام کرنیوالے شعبہ جات کی تحویل میں کتنی اراضی ہے ان میں کتنے رقبہ جات COVERED ہیں کتنے خالی ہیں کتنے زیر کاشت ہیں اور کتنے دیگر مقاصد کے لیے زیر استعمال ہیں۔

(ب) محکمہ ہذا نے کتنی اراضی/رقبہ کن افراد اور کن اداروں کو کتنے عرصے کے لیے لیز پر دیا ہے یا فروخت کیا ہے' نیز کن شرائط اور کس مجاز اتھارٹی کے حکم سے دیا گیا ہے؟

وزیر اطلاعات (جناب محمد بشارت راجہ)،

(الف) پنجاب کونسل آف دی آرٹس(ہیڈ آفس)

زیر تحویل اور تعمیر شدہ رقبہ 2 کنال ہے۔ زیر کاشت یا خالی رقبہ کوئی نہیں ہے۔

<u>اوپن ایئر تھیٹر</u>

علاوہ ازیں اس ادارہ کے زیر تحویل ایک اوپن ایئر تھیٹر ہے جو باغ جناح میں ایک پہاڑی

***(تفصیل اسمبلی لائبریری سے ملاحظہ فرمائیں)

کی چوٹی پر تعمیر شدہ ہے۔ اس میں ایک تھیٹر، منی ہال اور آفس بلاک ہے۔ اصل میں یہ جگہ محکمہ زراعت کی ہے جسے محکمہ اطلاعات و ثقافت کو منتقل کر دیا گیا ہے۔

ڈویژنل آرٹس کونسلز

1۔ فیصل آباد آرٹس کونسل۔ زیر تحویل اور تعمیر شدہ رقبہ چار کنال نو مرلے ہے۔ زیر کاشت یا خالی رقبہ کوئی نہیں ہے۔

2۔ ملتان آرٹس کونسل۔ زیر تحویل اور تعمیر شدہ رقبہ آٹھ کنال ہے۔ زیر کاشت یا خالی رقبہ کوئی نہیں ہے۔

3۔ راولپنڈی آرٹس کونسل۔ زیر تحویل اور تعمیر شدہ 50 کنال ہے۔ اس عمارت میں انفرمیشن اینڈ کلچر کمپلیکس زیر تعمیر ہے۔

4۔ سرگودھا آرٹس کونسل۔ آڈیوریم کے لیے بارہ کنال اراضی مختص کی گئی ہے۔ جس پر ابھی سرگودھا آرٹس کونسل کی تعمیر ہونا باقی ہے۔

5۔ مری آرٹس کونسل۔ زیر تحویل اور تعمیر شدہ رقبہ تین کنال بارہ مرلے ہے۔ زیر کاشت یا خالی رقبہ کوئی نہیں ہے۔

6۔ ڈی۔جی۔خان آرٹس کونسل۔ ادارہ کو آٹھ کنال اراضی مختص کی گئی تھی جس کی ابھی تک قبضہ نہیں ملا اور نہ ہی موجودگی کی تصدیق ہو سکی۔ قبضہ کے حصول کے لیے کمشنر سے درخواست کی گئی ہے۔

7۔ گوجرانوالہ آرٹس کونسل۔ اس ادارے کے قیام کے لیے آٹھ کنال سولہ مرلے اراضی برائے تعمیر مختص کی گئی ہے۔ جس کا قبضہ ابھی تک نہیں ملا اور نہ ہی موجودگی کی تصدیق ہو سکی۔ زمین کا یہ حصہ ایک پبلک پارک گلشن اقبال کی باؤنڈری وال میں گوجرانوالہ جی۔ٹی روڈ پر واقع ہے اور یہ میونسپل کارپوریشن گوجرانوالہ کے قبضے میں زیر استعمال ہے۔ قبضہ کے حصول کے لیے کمشنر کو درخواست کی گئی ہے۔

8۔ بہاولپور آرٹس کونسل۔ اس ادارے کے لیے سولہ کنال تیرہ مرلے اراضی مختص کی گئی ہے۔ اراضی متنازعہ ہونے کی وجہ سے عمارت کی تعمیر کے لیے ابھی کوئی سکیم نہیں بنائی جا سکی۔

9۔ لاہور آرٹس کونسل۔ لاہور آرٹس کونسل شاہراہ قائد اعظم پر واقع ہے۔ آرٹس کونسل کے پاس چار ایکڑ چار کنال پانچ مرلے بائیس مربع فٹ رقبہ ہے۔ جس کا کچھ حصہ محکمہ ایل۔ڈی۔اے نے مال اور ایجرٹن روڈ کے ساتھ رابطہ سڑکوں کے لیے استعمال کیا ہے۔ باقی رقبہ پر الحمراء کے تین ہال اور ایک آرٹ گیلری ہے۔ ہاز کے ساتھ واٹر ٹینک اور کنٹین وغیرہ بھی ہے۔

الحمراء کلچرل کمپلیکس

یہ کمپلیکس قذافی سٹیڈیم کی حدود میں فیروز پور روڈ پر واقع ہے۔ اس کے بارے میں تفصیل لاہور آرٹس کونسل نے مہیا نہیں کی۔ یہاں ایک اوپن ایئر تھیٹر ' دو ان ڈور ہال اور آرٹ گیلری تعمیر شدہ ہے۔ اس عمارت کے گرد و نواح میں گھاس کے گراؤنڈ ہیں۔ جہاں گولڈن جوبلی یادگار تعمیر ہوئی ہے۔

(ب) پنجاب آرٹس کونسل نے نہ ہی کوئی اراضی/رقبہ لیز پر دیا ہے اور نہ ہی کسی فرد یا ادارے کو فروخت کیا ہے۔

دفتر نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ

1۔ دفتر نظامت اعلیٰ آثار قدیمہ۔ زیر تحویل اور تعمیر شدہ رقبہ 3387 مربع فٹ ہے زیر کاشت یا خالی رقبہ کوئی نہیں ہے۔ محکمہ اوقاف سے عمارت کرایہ پر حاصل کی گئی ہے۔

2۔ کنزرویشن لیبارٹری و دفاتر ایس۔ڈی۔او لاہور

15029 مربع فٹ زیر تحویل رقبہ '3139مربع فٹ تعمیر شدہ رقبہ' زیر کاشت یا خالی رقبہ کوئی نہیں ہے۔بادشاہی مسجد کے شمالی مغربی کونے میں واقع ہے۔

3۔ کنزرویشن لیبارٹری و دفاتر ایس۔ڈی۔او ملتان

زیر تحویل رقبہ 8000 مربع فٹ' تعمیر شدہ رقبہ 3703 مربع فٹ' زیر کاشت یا خالی رقبہ کوئی نہیں ہے۔شاہ رکن عالم مزار کے شمالی جانب ہے۔ یہ ریونیو بورڈ سے لیز پر حاصل کیا گیا ہے۔

قصور عجائب گھر

زیر تحویل رقبہ چھ کنال چار مرلے' تعمیر شدہ رقبہ 6791.5 مربع فٹ ہے۔ زیر کاشت رقبہ

کوئی نہیں ہے۔ شعبہ ہذا نے نہ تو کوئی اراضی لیز پر دی ہے اور نہ ہی فروخت کی ہے۔

لاہور میوزیم

لاہور میوزیم لاہور کا کل رقبہ 24 کنال یا 108000 مربع فٹ ہے جس میں تعمیر شدہ رقبہ 20 کنال یا 90000 مربع فٹ ہے۔

کل زمین مملوکہ اور مقبوضہ لاہور عجائب گھر ہے اور کوئی حصہ زمین کسی فرد یا ادارے کو لیز پر نہیں دی گئی اور نہ ہی فروخت کی گئی ہے۔

بہاول پور میوزیم

بہاول پور میوزیم کے زیر تحویل 18 کنال زمین ہے جس میں دس کنال پر میوزیم، رہائشی عمارات ہیں باقی جگہ پر فٹ پاتھ اور گھاس کے لان ہیں۔

ادارے کے پاس کوئی رقبہ کاشت کے لیے نہیں ہے جو کسی ادارے یا فرد کو لیز پر دیا جا سکے یا فروخت کیا جا سکے۔

نظامت اعلیٰ تعلقات عامہ پنجاب

نظامت اعلیٰ تعلقات عامہ پنجاب ہیڈ کوارٹر آفس 21 محمود غزنوی روڈ پر واقع ہے۔ زیر تحویل رقبہ پندرہ کنال دس مرلے 192 فٹ ہے۔ تعمیر شدہ رقبہ 29460 مربع فٹ ہے جبکہ زیر کاشت یا خالی رقبہ کوئی نہیں۔ محکمہ کے ڈویژنل وضلعی دفاتر کسی سرکاری عمارت میں کام نہیں کر رہے بلکہ کرایہ کی عمارت میں قائم ہیں۔ محکمہ ہذا نے کوئی اراضی / رقبہ کسی فرد یا ادارے کو لیز پر نہ دیا ہے اور نہ ہی فروخت کیا ہے۔

فیصل آباد آرٹس کونسل کی تعمیر

107۔ چودھری زاہد محمود گورایہ، کیا وزیر اطلاعات/سیاحت و ثقافت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

فیصل آباد آرٹس کونسل کتنے عرصے سے اور کتنے رقبہ پر زیر تعمیر ہے نیز شیڈول کے مطابق اس منصوبہ کے لیے کتنی رقم منظور ہوئی اور اب یہ کتنی رقم سے مکمل ہو گا اور اس کے مکمل ہونے میں کیا رکاوٹیں حائل ہیں اور ان کو کب تک دور کر دیا جائے گا اور اس آرٹس کونسل میں کون کون سی سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں؟

وزیر اطلاعات (جناب محمد بشارت راجہ)۔

1۔ نام پراجیکٹ	ایڈیٹوریم فیصل آباد آرٹس کونسل فیز-I
2۔ زمین/رقبہ	4 کنال 9 مرلے
3۔ تعمیر کا آغاز	ستمبر 1994ء
4۔ نظرثانی شدہ رقم	23.831 ملین
5۔ منظور شدہ رقم	20 781 ملین
6۔ کل رقم جو وصول اور استعمال ہوئی۔	16.565 ملین
7۔ درکار رقم	7.266 ملین
8۔ درپیش مشکلات	سرمایہ کی کمی
9۔ سہولتوں کی فراہمی	1۔ ایڈیٹوریم جس میں 450 سیٹیں ہوں گی۔

2۔ کنٹرول روم، وی۔آئی۔پی روم، کمیٹی روم، گرین روم، میک اپ روم وغیرہ

3۔ آفس بلاک، آرٹ گیلری اور کلاس روم

توجہ دلاؤ نوٹس

پانچ مسلح افراد کی مریدکے شیخوپورہ روڈ پر لوٹ مار

جناب قائم مقام سپیکر: اب ہمارے پاس دو Call Attention Notice ہیں۔ پہلا جناب شاہد محمود بٹ صاحب کا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 25-10-97 کو رات کے وقت پانچ مسلح افراد بھیاتوالہ روڈ نزد مریدکے شیخوپورہ روڈ پر مسافروں کو لوٹتے رہے تھے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مدعیان نے ان ڈاکوؤں کو پہچان لیا تھا، لیکن اس کے باوجود ان

کے خلاف کوئی مقدمہ درج نہ کیا گیا ہے؟

(ج) کیا پولیس تھانہ صدر مریدکے نے ان ڈاکوؤں سے مک مکاؤ کر کے کیس ختم کر دیا تھا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مدعیان کے خلاف تھانے کے عملے نے کارروائی کرتے ہوئے انھیں حوالات میں بند کر دیا تھا اور کسی کے کہنے پر مدعیان کی رہائی ہوئی تھی؟

جناب قائم مقام سپیکر، جی لاءمنسٹر صاحب۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر۔ جناب سپیکر! جواب

(الف) یہ درست نہیں کہ مورخہ 25-10-97 کو رات کے وقت پانچ مسلح افراد بھیاتوالہ روڈ نزد مریدکے شیخوپورہ روڈ پر مسافروں کو لوٹتے رہے تھے۔ بلکہ اصل حقائق یوں ہیں کہ سابق ہرنجش کی بناء پر کبیر ولد فیض احمد کے ملازمین محمد سرور اور عاشق نے ارشاد' جاوید' امجد عرف پپو اور ندیم کے خلاف الزام عائد کیا تھا کہ انھوں نے مدعیان سے اسلحے کی نوک پر رقم مبلغ -/3500 روپے چھین لی تھی۔ یہ الزام انکوائری کے بعد جھوٹا پایا گیا۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ فریقین ایک دوسرے کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ لیکن چونکہ ڈکیتی کا کوئی واقعہ ہی پیش نہ آیا تھا' اس لیے مقدمہ درج نہ کیا گیا ہے۔

(ج) یہ درست نہیں کہ پولیس تھانہ صدر مریدکے نے ان ڈاکوؤں سے مک مکاؤ کر کے کیس ختم کر دیا تھا۔ کیونکہ وقوعہ سرے سے ہوا ہی نہ تھا' لہٰذا اسے ختم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(د) یہ بھی درست نہیں کہ مدعیان کے خلاف تھانے کے عملے نے کارروائی کرکے انھیں حوالات میں بند کر دیا تھا اور کسی کے کہنے پر مدعیان کی رہائی ہوئی تھی۔ بلکہ الزام علیہ سے اپنی مرضی کے مطابق تسلی لینے کے بعد مدعیان مطمئن ہو کر تھانے سے چلے گئے تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی بٹ صاحب۔

جناب شاہد محمود بٹ، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انھوں نے کہا ہے کہ -/3500 روپیہ انھوں نے ان سے لیا تھا اور وہ ایک دوسرے کے واقف بھی تھے۔ جناب سپیکر! یہ تو بڑی پرانی کہانی ہے کہ پولیس نے جب بھی اپنی favour کرانی ہوتی ہے۔ وہ بعد میں اس قسم کے واقعے کو اسی طرح لکھ دیتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے کو جانتے تھے اور

انھوں نے پیسے لینے تھے۔ وہاں سے انھوں نے پیسے لے لیے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے ناکہ لگا کر ان لوگوں کو لوٹا ہے۔ لٹنے کے بعد جب ان لوگوں نے تھانے میں جا کر شکایت کی تو تھانے دار نے ان کی بات نہ سنی' بلکہ ان لوگوں کو ہی جنھوں نے شکایت کی' حوالات میں بند کیا۔ پھر کسی آدمی کی سفارش پر جا کر ان کا راضی نامہ کروایا گیا۔ انھوں نے کہا کہ آپ ان کی بات چھوڑیں اور راضی نامے سے ان کو حوالات سے رہائی دلائی گئی۔ اور منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں کہ اس قسم کا وقوعہ ہوا ہی نہیں۔ تو میں تو اس سے مطمئن نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، پھر آپ کا ضمنی سوال کیا ہا؟ وہ فرما رہے ہیں کہ وقوعہ ہوا ہی نہیں۔ اس پہ آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے تو لائیں یا آپ سمجھتے ہیں کہ اس سوال کا جواب غلط آیا ہے تو آپ لاء منسٹر صاحب سے مل لیں۔ وہ دوبارہ اس کی انکوائری کروا لیتے ہیں کہ کیا ایسا واقعہ ہوا ہے۔ ہمارے پارلیمانی سیکرٹری امور داخلہ بھی تشریف رکھتے ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ واقعہ ہوا ہے تو مدعیان کو پیش کریں یا آپ کہتے ہیں تو کسی آفیسر کو انکوائری پر لگا دیتے ہیں تاکہ انکوائری ہو اور وہ اس بات کی تسلی کر لیں کہ کیا واقعی یہ وقوعہ ہوا ہے؟ اگر ہوا ہے اور غلط جواب آیا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ پھر ہم اس کا نوٹس تو لیں گے۔ لیکن اگر یہ وقوعہ ہوا ہی نہیں تو پھر اس کا پرچہ کیا درج ہو گا؟

جناب شاہد محمود بٹ، جناب سپیکر! آپ اس کی انکوائری کروا لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ ایسا کریں کہ جو مدعی ہے۔ اس کی طرف سے ایک درخواست دلوا دیں تو اس پہ انکوائری لگوا دیتے ہیں۔

جناب شاہد محمود بٹ، اس کو pending کر لیتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، pending کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

وزیر قانون، میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! غلط جواب دینے کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ اصل میں حقیقت یہ ہے کہ معزز رکن خود اس سلسلے میں He is not well briefed۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ڈکیتی کا واقعہ ہوا ہی نہیں۔ دوسری بات جناب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ

-/3500 روپے کے لین دین کا واقعہ بھی نہیں۔ یہ جھگڑا ہوا تھا اور اس کی باقاعدہ ہمارے پاس رپورٹ موجود ہے کہ چند دن پہلے بھی ان کا جھگڑا ہوا تھا اور اس کا بدلہ لینے کے لیے انھوں نے ایک جھوٹی رپورٹ درج کروائی جو انکوائری میں جھوٹی ثابت ہوئی۔ یہ ساری تفصیل میرے پاس موجود ہے۔ اگر وہ کوئی ضمنی سوال کرتے تو میں اس کا جواب دیتا۔

جناب قائم مقام سپیکر، ان کے پاس ضمنی سوال ہے ہی نہیں۔ اب ہر بات پر یہ کہا جائے کہ جواب غلط ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ لاءمنسٹر صاحب! ایک بار یہ انکوائری ہو جائے۔ ہر بات پہ یہ کہہ دینا کہ on the floor of the House غلط جواب آیا ہے۔ یہ کوئی اچھی روایت نہیں۔ میں معزز رکن کو دیکھ رہا ہوں کہ ان کے پاس ضمنی سوال نہیں تھا اور وہ یہ بات کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ لیکن ایک تفنن طبع کے تحت انھوں نے یہ بات کہہ دی۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی روایات جو ہیں۔ وہ اتنی مضبوط بن جائیں کہ ان کو کوئی توڑ نہ سکے۔ اب ہر بات پر یہ کہہ دینا کہ معزز وزیر موصوف کا بیان غلط ہے' جواب غلط آیا ہے۔ میں اس لیے کہہ رہا تھا کہ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں تو وہ مدعی سے درخواست دلوا دیں۔ ہم کسی اچھے آفیسر سے یہ معلوم کروا لیتے ہیں۔ لیکن اگر وہ وقوعہ واقعی نہیں ہوا تو پھر معزز رکن کو بھی on the floor of the House شرمندگی اٹھانا پڑے گی کہ ایک وزیر موصوف کو وہ کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے غلط جواب فراہم کیا۔ کیونکہ آپ کی بات سے بھی پتا چل رہا ہے کہ ان کی صلح ہو چکی ہے۔ جن کی ڈکیتی ہو جائے وہ صلح کب کرتے ہیں؟

سید ذیشان الٰہی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی فرمائیے۔

سید ذیشان الٰہی، جناب سپیکر! ہمارے معزز رکن نے یہ نہیں کہا کہ منسٹر صاحب نے جواب ٹھیک نہیں دیا۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ پولیس نے ان کو information غلط بھیجی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' ہاؤس میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ وزیر موصوف غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔محکمے کی یہاں پر بات نہیں چلتی۔

سید ذیشان الٰہی، جناب سپیکر! میں اسی سلسلے میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں' آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے ہیں؟

سید ذیشان الٰہی، جی' میں پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، تو آپ کا کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

سید ذیشان الٰہی، میرا یہی پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ میں پولیس کا واقعہ بتا رہا ہوں کہ وہ کس طرح غلط بیانی کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں، آپ اُس معاملے کو چھوڑیں۔ آپ اس پر بات کریں۔ آپ کی بات ہوگئی ہے۔ اب تو ایک بات طے ہے کہ یا تو ہمارے جو وزیرِ موصوف صاحب ہیں ان کی بات کو آپ تسلیم کرلیں کہ انھوں نے صحیح جواب دیا ہے۔ دوسرا اگر آپ فرماتے ہیں کہ جواب صحیح نہیں دیا تو میں تو ان چیزوں سے ہٹ کر انکوائری لگوا رہا ہوں۔ اب آپ دونوں باتوں پر مطمئن ہو جائیں کہ یا وہ انکوائری کروا لیں اور وہ بات باہر آ جائے کہ یہ بات سچی تھی یا غلط تھی۔ اب آپ نے جو واقعہ دیا ہے یہ بہت بڑا واقعہ ہے۔ اگر یہ واقعہ واقعی ہوا ہے اور غلط information معزز وزیر قانون تک آئی ہے تو اس کو معاف کرنے کے لیے کم از کم چیز تیار نہیں۔ یہ ہاؤس تیار نہیں کہ ڈکیتی ہو جائے اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ اتنا heinous crime ہوا' اتنا سنجیدہ واقعہ ہوا کہ وہ ڈاکو ناکہ لگا کر لوٹتے رہے اور پھر پتا نہیں کہ کن کن کو لوٹا۔ پھر بقول ان کے کہ ایک آدمی کو پہچانا گیا اور اس سوال کے مطابق بعد میں مک مکا ہو گیا۔ وہ مک مکا کیوں ہوا؟ اِس صوبے میں امن و امان کو برقرار رکھنے کے لیے ان باتوں کو ہمیں سنجیدگی سے لینا پڑے گا۔ اب میں آپ کو یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ سمجھتے ہیں تو ان مدعیان سے وزارتِ داخلہ میں چیف سیکرٹری صاحب اور ہوم سیکرٹری صاحب کو درخواست دلوا دیں کہ اصل وقوعہ یہ ہوا تھا اور ہمیں compensate نہیں کیا گیا۔ اس کی انکوائری لگا دیتے ہیں۔وہ بات سامنے آ جائے گی۔

جناب محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی چودھری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر فرمائیے۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! اللہ اور اللہ کے رسول کا یہ حکم ہے کہ جب کہیں جھگڑا ہو اور اگر ان کی صلح ہو جائے تو وہاں بنیادی طور پر جھگڑے نہیں بڑھتے۔ اگر یہ واقعی جھگڑا ہوا ہوگا تو کسی نے اُن کی صلح کرا دی ہوگی۔ اب دوبارہ ایک درخواست دلوانے سے پھر ایک وسوسہ اٹھے گا' پھر ایک نئی لڑائی چلے گی۔ لہٰذا جو جواب منسٹر صاحب کی طرف سے آیا ہے اسے درست مان لیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری صاحب! آپ نے اللہ اور اللہ کے رسول کا حوالہ دیا ہے۔ ڈکیتی

compoundable نہیں ہے۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! جہاں بھی صلح ہو، یہ ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں یہاں ایک حدیث quote کر دوں کہ مسجد نبوی میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر، چوری اور ڈکیتی کے حوالے سے حدیث بیان فرمائیے۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! یہ چوری اور ڈکیتی کی بات نہیں۔ یہ تو صُلح کی بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ یہاں پر ڈکیتی کی بات ہو رہی ہے۔

جناب محمد صدیق سالار، یہاں تو چوری اور ڈکیتی ہوئی نہیں۔ ہوئی صُلح ہے۔ یہ بات صُلح کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اب اگلا سوال ہے پیر ذوالفقار علی چشتی صاحب۔

تھانہ گگو ضلع وہاڑی میں درج مقدمہ نمبر 35/97 زیر دفعہ 302/34 کی عدالت انسداد دہشت گردی میں منتقلی

پیر الحاج ذوالفقار علی چشتی، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

کیا وزیر اعلیٰ ازراہِ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مقدمہ نمبر 35/97 زیرِ دفعہ 302/34 (ت پ) تھانہ گگو ضلع وہاڑی 30/31 جنوری 1997ء کو درج ہوا۔ اگر ہاں تو اس مقدمے کا مرکزی ملزم وحید احمد کتنا عرصہ مفرور رہا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محمد نواز سب انسپکٹر پولیس جو کہ تھانہ چہلیک ضلع ملتان میں تعینات تھا اور بیماری کی وجہ سے رخصت پر تھا اس نے ملزمان سے سازباز کر کے ان کی جائے وقوعہ پر عدم موجودگی ظاہر کرنے کے لیے تھانہ چہلیک ضلع ملتان میں روزنامچہ پر رپٹ کو ربڑ سے مٹاتے ہوئے نُور احمد ملزم کے خلاف 107/151 (ت پ) کی کارروائی کی۔

(ج) کیا مذکورہ سب انسپکٹر پولیس کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔

(د) کیا اس مقدمے کو سپیشل عدالت میں بھیجنے کی کارروائی کی جا رہی ہے اگر نہیں تو اس کی

کیا وجوہات ہیں نیز مقدمہ کو کب تک مکمل کر کے سپیشل عدالت میں پیش کیا جائے گا؟

جناب قائم مقام سپیکر، جی لاہنسر صاحب۔

وزیر قانون، شکریہ جناب سپیکر!

(الف) یہ درست ہے کہ مقدمہ نمبر 35/97 زیر دفعہ 302/34 (ت پ) تھانہ گگو ضلع وہاڑی 30/31 جنوری 1997ء کو درج ہوا۔ اس مقدمے کے ایک ملزم وحید احمد کو مورخہ 20-03-97 کو مجرم اشتہاری قرار دیا گیا تھا' جو کہ 24-6-97 کو گرفتار ہوا۔

(ب) یہ درست ہے کہ محمد نواز سب انسپکٹر پولیس تھانہ چھلیک ضلع ملتان نے بیماری کی رخصت کے دوران روزنامچہ تھانہ کی رپٹ نمبر 57 مورخہ 30-1-97 میں ردوبدل کر کے اصل تحریر کو ربڑ کے ذریعے مٹا کر ایک اور تحریر لکھی اور نُور احمد ملزم مقدمہ متذکرہ بالا کو زیر دفعہ 107/151 ضابطہ فوج داری گرفتار ظاہر کیا گیا۔

(ج) مذکورہ سب انسپکٹر پولیس کو مقدمہ نمبر 35/97 بجرم 302/34 تھانہ گگو میں اعانت جرم زیر دفعہ 109 (ت پ) کا ملزم قرار دے کر گرفتار کیا گیا ہے۔

(د) مقدمہ اس وقت عدالت ایڈیشنل سیشن جج بُورے والا میں زیرِ سماعت ہے۔ کیونکہ یہ مقدمہ قابلِ سماعت عدالت انسداد دہشت گردی ملتان ہے۔ لہٰذا ڈسٹرکٹ اٹارنی وہاڑی کے ذریعے اس مقدمے کی انسداد دہشت گردی کی عدالت میں منتقلی کا تحرک کیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی پیر صاحب۔

پیر الحاج ذوالفقار علی چشتی، انسپکٹر کو کس تاریخ کو گرفتار کیا گیا ہے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! چند دن قبل اس کو گرفتار کیا گیا ہے۔

پیر الحاج ذوالفقار علی چشتی، کس دن؟ صرف ایک دن پہلے جب میں نے Call Attention Notice دیا ہے۔ اس وقت اس کے خلاف کارروائی کی گئی ہے۔ میرا بھتیجا 30/31 کی درمیانی رات کو قتل ہوا اور ساڑھے چار ماہ ملزم ایس۔پی کی اعانت کے تحت بھاگتا رہا اور اس کو گرفتار نہ کیا گیا۔ اس میں میرے کئی عزیز دوستوں' مہربانوں کے نام بھی آتے ہیں جو تفتیش میں مداخلت کرتے رہے۔ میں نے اسی لیے Call Attention Notice دیا ہے اور سب انسپکٹر کو صرف کل گرفتار کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے گرفتار نہیں کیا گیا' جس وقت میں نے یہ Call Attention Notice دیا ہے۔

میں جناب وزیر موصوف سے گزارش کروں گا کہ یہ مقتول سرکاری ملازم تھا۔ سیمی آٹومیٹک وپین استعمال ہوا۔ اس کو سب سے پہلے سپیشل کورٹ میں جانا چاہیے تھا۔ سیشن جج کے پاس نہیں جانا چاہیے تھا۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس میں خصوصی دلچسپی لے کر اس کو بھجوائیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! محرک کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ ان کا Call Attention Notice آنے کے بعد ملزم کو گرفتار کیا گیا ہے۔ یہ ان کا فرمانا بالکل درست ہے۔ لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مقدمہ چونکہ scheduled offences میں آتا ہے۔ جو انسداد دہشت گردی کے ضمن میں آتے ہیں۔ اس لیے اس کا چالان ہرصورت وہاں منتقل کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ میں معزز رکن کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ ان کے ساتھ بالکل انصاف ہوگا اور جو grievances انھوں نے بتائی ہیں یہ بالکل درست ہے کہ اس سب انسپکٹر نے ریکارڈ بھی tamper کیا۔ اس کو معطل بھی کر دیا گیا ہے اور گرفتار بھی کیا گیا ہے۔ محکمانہ کارروائی علیحدہ ہوگی۔ مقدمہ 109 میں وہ علیحدہ چالان ہوا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ محرک کے Call Attention Notice دینے کے بعد پولیس نے تحرک کیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ انصاف کی فراہمی ہم یقینی بنائیں گے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب قائم مقام سپیکر، پیر صاحب! آپ کی تمام باتوں کو لاءمنسٹر صاحب نے درست تسلیم فرمایا ہے۔ اس کے باوجود اگر آپ محسوس کرتے ہیں تو ان کو ذاتی طور پر مل لیں۔ ان شاء اللہ کارروائی ضرور ہوگی۔

جناب قائم مقام سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں اور آج کوئی بھی تحریک ہمارے پاس نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، اب ہم تحاریک التوائے کار لیں گے۔ تحریک التوائے کار نمبر 65 مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی ہے۔ یہ move ہو چکی ہے۔ اس کا جواب آنا تھا۔ یہ pending آ رہی ہے۔

تحاریک التوائے کار

سرکاری ملازمین کے ہاؤس رینٹ الاؤنس پر نظرثانی کی ضرورت

(.....بحث جاری)

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس ضمن میں یہ عرض ہے کہ وفاقی حکومت نے 1994ء کے تنخواہ کے نظرثانی شدہ سکیلز میں سرکاری ملازمین کے کرایہ مکان کو 31-5-94 کی سطح پر منجمد کیا تھا۔ چونکہ

حکومت پنجاب تنخواہ اور الاؤنسز کے معاملے میں عموماً اپنے مالی وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے وفاقی حکومت کی پیروی کرتی ہے' لہذا وفاقی حکومت کے تنخواہ کے نظر ثانی شدہ سکیل 1994ء کو 01-06-1994 سے لاگو کر دیا۔ صوبائی دارالحکومت کے علاوہ نچلی سطح پر جتنی رہائش گاہیں حکومت کے پاس ہیں وہ استحقاق کی بنیاد پر سرکاری ملازمین کو الاٹ کی جاتی ہیں۔ دیگر ملازمین کو 31-05-94 کی سطح پر ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز اور سیالکوٹ میں 45 فی صد اور دیگر مقامات پر 30 فی صد کے حساب سے کرایہ مکان ادا کیا جاتا ہے۔ گریڈوں کے حساب سے کرایہ مکان کی ادائیگی کے لیے حکومت پنجاب کے پاس وسائل نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ معزز رکن اپنی تحریک پر زور نہیں دیں گے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، اگلی تحریک التوائے کار نمبر 73 ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب کی ہے۔ یہ بھی pending کی تھی۔ یہ بھی move ہو چکی ہے۔ چونکہ فاضل رکن ایوان میں تشریف نہیں رکھتے' اس لیے یہ disposed of تصور ہو گی۔

میاں عبدالستار (لاہور)، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں ایک بہت ہی ضروری بات کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ آج کل مختلف کالجز اور یونیورسٹیز میں ایم۔ اے اور ایم۔ ایس سی کے داخلے ہو رہے ہیں۔ جنہوں نے 1996ء میں بی۔ اے اور بی۔ ایس سی کا امتحان پاس کیا اور جنھوں نے 1997ء میں بھی پاس کیا۔ جناب سپیکر! 1997ء کے جو طلبہ ہیں جنھوں نے بی۔ اے اور بی۔ ایس سی پاس کیا ہے ان کو مطلوبہ تعداد میں تو admit کیا جا رہا ہے لیکن جنھوں نے 1997ء کے بی۔ اے اور بی۔ ایس۔ سی کے امتحانات پاس کیے ہیں ان میں سے ایم اے اور ایم۔ ایس سی کے لیے اس سال صرف پانچ طالب علموں کو داخلہ دیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! محترم وزیر تعلیم یہاں پر تشریف رکھتے ہیں' لہذا ان سے میری یہ گزارش ہو گی۔ میں جناب کی وساطت سے جناب وزیر تعلیم' چودھری اقبال صاحب کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جنھوں نے 1997ء میں امتحانات پاس کیے ہیں اگر امسال داخلہ نہ دیا جائے تو ان کے ساتھ یہ صریحاً زیادتی ہو گی۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اگر

کوئی جگہ کی کمی ہے ' سٹاف کی کمی ہے تو 1997ء کے جو طالب علم ہیں انھیں مطلوبہ تعداد میں داخلہ دیا جائے اور ان کے لیے سیکنڈ شفٹ کا اجرا کر دیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ میاں صاحب۔ میرے خیال میں وزیر تعلیم صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں وہ اس پر ضرور غور فرمائیں گے' آپ ان سے مل بھی لیجیے ۔ اگر آپ ہاؤس کے ذریعے یہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ باضابطہ طور پر ایک تحریک لے آئیے ۔ انھوں نے آپ کی بات سن لی ہے یہ بڑا ہی سنگین مسئلہ ہے' یہ بڑا اہم مسئلہ ہے جس کو آپ نے point out کیا ہے ۔ میرے خیال میں وہ اس پر ضرور غور فرمائیں گے۔ وزیر تعلیم' اس پر آپ ضرور غور فرمائیے ۔

وزیر تعلیم، جی۔ ضرور غور فرمایا جائے گا۔

زراعت پر بحث

(----- بحث جاری)

جناب قائم مقام سپیکر، زراعت پر بحث آج بھی جاری رہے گی۔ پچھلی نشست میں پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت اور قائد حزب اختلاف کی تقاریر کے بعد جناب امتیاز علی لالیکا' جناب صفدر شاکر' ملک عباس کھوکھر ' بریگیڈیر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی ڈھلوں' جناب شاہد محمود بٹ' مولانا منظور احمد چنیوٹی اور ملک جلال الدین ڈھکو اپنی اپنی تقریر کر چکے ہیں۔ آج ابھی تک میرے پاس جو لسٹ آئی ہے اس میں سولہ اراکین ٹریژری بنچ کی طرف سے ہیں اور چار معزز اراکین حزب اختلاف کی طرف سے ہیں۔ اس کی ratio اس طرح سے رہ جائے گی کہ تین فاضل ممبر ٹریژری بنچز کی طرف سے اور ایک اپوزیشن کی طرف سے بولیں گے -----

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! پچھلی نشست میں میرے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا کہ اگلی سٹنگ میں آپ پہلے بولیں گے ۔ یہ سارا ایوان اس بات کا گواہ ہے ۔

جناب قائم مقام سپیکر، چونکہ میں اس دن حاضر نہیں ہوا تھا' اس لیے یہ تو ہاؤس کو علم ہوگا یا پھر وزیر صاحب یا سیکرٹری صاحب فرمائیں گے کہ واقعی یہ بات ہے ۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! آپ ہاؤس سے بے شک پوچھ لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے سیکرٹری صاحب نے کہا ہے کہ ایسے ہی ہوا تھا۔ آپ بسم اللہ

کیجیے۔

جناب محمد صدیق سالار، بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب والا! یہ زراعت پر بحث ہو رہی ہے۔ یہ بحث تو پہلے بھی ہوئی ہے ۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم اپنی زمینوں پر کتنی محنت کرتے ہیں ۔ ہم اپنا جو پانی ضائع کر رہے ہیں کیا ہم اسے سنور کر سکتے ہیں؟ اس سے پہلے کے وزیر اعلیٰ پنجاب اسمبلی کے وفود لے کر کبھی انڈیا اور کبھی امریکہ جایا کرتے تھے آپ بھی اس اسمبلی کے اچھے زمین داروں کو لے کر امریکہ جائیں اور ان کو وہاں کے باغات ، سیبوں کے باغات اور انگوروں کے باغات ان کو دکھائیں اور ان کو بتائیں کہ ان کی زمینیں بھی سونا اگل سکتی ہیں، بشرطیکہ یہ اپنی زمین کی طرف توجہ دیں۔ ان کی زمینیں تو ملتان میں یا جھنگ میں ہیں مگر ان کی رہائشیں لاہور یا اسلام آباد میں ہیں۔ زمینوں کی طرف کون خیال کر رہا ہے؟

جناب والا! یہ بحث زراعت پر ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ زراعت میں ہم کتنی محنت کر رہے ہیں؛ اور آپ اپنی سرحدوں پر مشرقی پنجاب کی زمینوں کو جا کر دیکھیں، آپ ان کو بھیجیں، ان کو آپ اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ سپیکر کی پاور ہے جس کو آپ بہتر سمجھیں آپ اپنے ساتھ لے کر جائیں اور ان کو دکھائیں کہ کس طرح محنت ہوتی ہے اور آپ کی طرح نہیں کہ یہ رات کی رعنائیوں میں کھوئے ہوئے ہوں اور زمین میں پانی نہ ہو وہاں پر پانی دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ وہاں پر کھیتوں کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہوتا، وقت پر ہل نہیں چل سکتا۔۔۔۔

وزیر خوراک (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی) ،پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! انھوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ آپ کی طرح نہیں کہ جو لاہور میں رات کی رنگینیوں میں کھو جاتے ہیں۔ کیا آپ لاہور میں رات کی رنگینیوں میں کھو جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ وہ اشارہ آپ کی طرف تھا۔ آپ نے نہیں دیکھا۔ آپ کا منہ میری طرف تھا مگر ان کا اشارہ آپ کی طرف تھا۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! میں تو خاکوانی صاحب کو پانچ وقت کا نمازی اور پرہیز گار جانتا ہوں، سیدھی سی بات ہے ۔

جناب والا! بات رہی یہ کہ آپ اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہماری راتیں کہاں گزرتی ہیں اور ہماری رعنائیاں کہاں گزرتی ہیں۔ کیا ہم اپنی زمینوں پر پہنچتے ہیں، کیا ہم ۔

کبھی کوشش کی کہ اپنے فالتو پانی کو کسی ڈیم میں جمع کریں؟ وہ پانی سمندر کی لہروں کی نذر تو ہو جاتا ہے' مگر پنجاب کے زمین دار کو نہیں ملتا میں کہتا ہوں کہ اگر وہ پنجاب کے زمین دار کو نہیں ملتا تو نہ ملے' وہ سندھ کے زمین دار کو تو ملے' بلوچستان کے زمین دار کو تو ملے' مگر پانی ضائع نہ کیا جائے۔

باقی جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے درخواست کروں گا کہ ہمارا پروردگار تو یہ کہتا ہے کہ زمینوں پر محنت کرو' دریاؤں اور سمندروں میں رزق تلاش کرو۔ ہمارا پروردگار تو یہ کہتا ہے کہ پھل دار پودے کس نے بھیجے اور کس نے اس کے گوشے لگائے' کس نے سیب اور انگور بنائے۔ یہ کیا ایسا کر رہے ہیں؟ اگر یہ اپنی زمینوں پر صرف اور صرف خوراک کے لیے محنت کریں اور اپنے پروردگار کو یاد کر کے کریں اور بسم اللہ پڑھ کر کریں تو یقیناً جیسے اللہ کہتا ہے کہ وہ سب کا رازق ہے اور وہ سب کو دے گا' لہٰذا میں آپ کی وساطت سے پھر درخواست کروں گا کہ خدارا! پنجاب پر رحم کرو اور اپنی زمینوں کو کھولو' ان پر محنت کرو۔ ان کو گوڈیاں دو' ان کو وقت پر پانی دو' ملازموں پر مت رہو۔ جب تک تم یہ نہ کرو گے' اپنے باغات بناؤ' یہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میوے کس نے دیے' انگور کس نے لگائے' کس نے دیے خوشے؟ تم نے تو ایک دانہ بو دیا کس نے اس کو نمی دی' کس نے اس کو بڑا کیا؟ یہ ہمیں اپنے پروردگار کی طرف توجہ کرنی ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ آپ ان میں سے اچھے آدمیوں کو لے کر پنجاب کا دورہ کریں گے ۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری صاحب! کیا ان میں سے کوئی اچھے آدمی نہیں بھی ہیں۔

چودھری صفدر شاکر، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری صفدر شاکر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری صفدر شاکر، ہمارے دوست نے زراعت پر بہت اچھی بحث کی ہے۔ میرے خیال میں ان کو سیب بہت پسند ہیں جس کا انھوں نے بار بار ذکر کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب محمد افضل خاں صاحب!

میاں عبدالستار (لاہور)، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں جناب کی اس بات پر رولنگ چاہوں گا کہ ایک عام ممبر کسی قانونی موشگافی یا کسی قانونی نکتہ پر آپ کی اتھارٹی چاہتا ہو تو وہ پوائنٹ آف آرڈر raise کر بات کر سکتا ہے۔ میں خود ایک طالب علم ہوں اور گود سے لے کر لحد تک ہر ایک

طالب علم ہوتا ہے ۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا وزیر موصوف پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کر سکتے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پہ کوئی بھی بات کر سکتا ہے ۔ جب وہ دیکھے کہ ہاؤس in order نہیں تو ہر معزز رکن کو یہ اجازت ہے کہ وہ چیئر کی توجہ دلا سکے کہ ہاؤس in order نہیں۔

میاں عبدالستار، میرا خیال ہے کہ پہلے لاتعداد فیصلے ہو چکے ہیں۔ پچھلے دنوں میرے ذہن میں بات تھی کہ شاید منسٹر پوائنٹ آف آرڈر پہ بات نہیں کر سکتے' صرف عام ممبر پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کر سکتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کے پاس کوئی ایسی رولنگ ہے تو مجھے دکھائیے۔ میرا خیال ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

میاں عبدالستار، میں آپ کو دکھاؤں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب محمد افضل خان صاحب!

جناب محمد افضل خان، جناب سپیکر! زراعت کے سلسلے میں' میں چند گزارشات آپ کی وساطت سے وزیر موصوف کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا ۔ ہمارے ملک میں فروٹ کی ایک اچھی خاصی تعداد اور سبزیوں کی تعداد plucking میں ضائع ہو جاتی ہے۔ اور اس کے لیے جہاں ہم ریسرچ اینڈ ڈیویلپمنٹ کے لیے فنڈز مختص کر رہے ہیں' خاص طور پر یورپ نے اور خصوصی طور پر اسرائیل نے کم از کم اپنی پروڈکشن کا بیس فی صد حصہ سبزیوں اور فروٹ کو توڑنے کے طریقے بہتر کر کے بڑھایا ہے۔ اگر ایک کینو میں سوراخ ہو جاتا ہے تو اس کی زندگی ایک یا دو دن یا چار دن رہ جاتی ہے ۔ اگر سوراخ نہیں ہوتا تو اس کی زندگی بڑھ جاتی ہے ۔ ہمیں ان چیزوں کی طرف توجہ دینی ہوگی کہ فارم میں جو ہماری لیبر کام کرتی ہے اس کو تربیت دی جائے اور اس طرح جو پیداوار ضائع ہو رہی ہے اس کو بچانا ہے ۔

اسی طرح farm to market roads بہت اہم ہیں ۔ پنجاب میں اس شعبہ پر کام ہوا ہے' لیکن ابھی farm to market roads develop ہونے میں بڑی گنجائش ہے اور بہت کام ہونے والا ہے۔ اور مہنگائی کی لہر صرف اس لیے ہے کہ آج شہروں کے اندر پھل اور سبزیاں صرف ان علاقوں سے آ رہے ہیں جن کی رسائی شہروں تک آسان ہے ۔ اس رسائی کو بہتر کرنے اور نئے علاقوں کو شہروں کے ساتھ ملانے سے ان چیزوں کی قیمتیں کم ہو جائیں گی اور ان نئے علاقوں کے زمین

داروں کی آمدن بڑھ جائے گی ۔ اسی طرح سے ایک اہم بات زراعت کے حوالے سے کرنا چاہوں گا کہ ہم ہر علاقے میں ہر فصل بو رہے ہیں اور اس پر کوئی پابندی نہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ زمین کا جو مالک مکمل طور پر آزاد ہے ۔ وہ جو فصل بونا چاہے' وہ اس کا حق ہے لیکن جناب والا! یہ زمین جہاں کسی مالک کی ہے وہاں یہ پوری قوم کی بھی امانت ہے اور موسمی حالات اور ملکی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کو regulate کرنا بہت ضروری ہے اور کچھ علاقوں میں ہم ان سے بہتر پیداوار لے سکتے ہیں۔ اس لیے اس قسم کی ریسرچ کر رہے ہیں ۔ میں نہیں کہوں گا کہ ہم ان کو مجبور کر کے ان پر پابندی لگائیں۔ لیکن ان کو تعلیم دے کر ' ان کو اس چیز پر قائل کر کے اور بہتر پروڈکشن کے نتائج دکھا کر ہمیں جو مختلف فصلیں جن علاقوں میں لگانی ہیں ان کو ہمیں segregate کر دینا چاہیے۔ ہر علاقے میں ہر فصل جو تجرباتی بنیادوں پر لوگ لگاتے ہیں اس پر کچھ کام ہونا چاہیے ۔

دوسرا مسئلہ' جو بالخصوص پنجاب میں سب سے بڑا مسئلہ ہے' وہ farm holding کے سائز کا ہے۔ فارم تین تین ایکڑ ' چار چار ایکڑ یا پانچ پانچ ایکڑ پر ہو گئے ہیں ۔ اس کے لیے ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا ہوگا کہ ہم اگر automation یا مشینری استعمال کرنا چاہتے ہیں تو وہ چار پانچ چھ ایکڑ والے شخص کے لیے economical نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہمیں بہت بڑا خسارہ اٹھانا پڑ رہا ہے ۔ یہ combined farming کوئی فارمولا ہمیں دریافت کرنا ہوگا۔ اور اس کے لیے میں چاہوں گا کہ جتنے ہمارے بڑے بڑے سائنس دان زراعت میں ہیں اور ہمارے وزراء اس پر غور کریں کہ اس کے لیے ہم کیا اچھا حل نکال سکتے ہیں۔ تاکہ دنیا کے بے شمار ملکوں میں جہاں فارم کا سائز بالکل چھوٹا یعنی دو ایکڑ یا تین ایکڑ ہو کر رہ گیا ان لوگوں نے پھر combined farming develop کی جس سے پروڈکشن بڑھ گئی اور وہ ساری قوم کے فائدے کی بات تھی۔ اسی طرح سے ایک اور پہلو ہے ۔ بالخصوص امریکہ میں اس پر بہت کام ہوا ہے ۔ جیسے آلو کی فصل ہے۔ اس میں بے شمار چھوٹے سائز کا ایسا آلو نکلتا ہے جو بازار میں بکتا نہیں ہے ۔ انھوں نے اس کی preparations بنائی ہیں ۔ انھوں نے اس کا packaged foods بنائی ہیں اور ان کو استعمال کیا ہے ۔ اگر ہم پاکستان کے اندر اس قسم کی چھوٹے سائز کی سبزیاں جو marketable نہیں ہیں یا بی کیٹیگری کا جو فروٹ ہے اس کو ہم preserve کر کے یا اس کے جوسز بنا کے اس انڈسٹری کو ترغیب دینے سے کم از کم اپنے فارم کی 10 to 15 % wastage کو کم کر کے اپنی پیداوار بڑھا سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس پر

بھی توجہ دی جائے۔

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ مجھ سے پہلے بھی کالا باغ ڈیم کے بارے میں بات کر چکے ہیں۔ ابھی صدیق سالار صاحب نے بھی بات کی ۔ بے شمار پانی ضائع ہو رہا ہے اور کالا باغ ڈیم ہمارے لیے ایک بہت اہمیت کا حامل ہے ۔ اس کے اوپر جتنی جلدی ہم کام کر سکیں وہ کرنا چاہیے ۔ اور ان گزارشات کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، ملک احمد علی اولکھ صاحب۔ تشریف نہیں رکھتے تھے نواب منصور احمد صاحب۔

نواب زادہ منصور احمد خان ، شکریہ جناب سپیکر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس دن سے پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ نے اس صوبہ پنجاب میں اور پاکستان میں اپنے اقتدار کے سفر کا آغاز کیا ہے اس دن سے لے کر آج تک ان آٹھ نو ماہ میں لاء اینڈ آرڈر کی پوزیشن میں خرابی ہوئی ہے۔ sectarian voilence کو کنٹرول نہ کر سکنا' اقتصادی بحران کا کوئی خاطر خواہ حل نہ نکالنا اور اپنی تمام تر شکست خوردہ اور ناکام پالیسیوں کی وجہ سے ان آٹھ نو ماہ میں پاکستان کی چودہ کروڑ عوام اور خود پاکستان مسلم لیگ اب اردو کے لفظ "سفر" سے نکل کر انگریزی کے لفظ" suffer" تک پہنچ چکی ہے ۔ ان کی ناکام پالیسیوں کی وجہ سے کسی بھی شعبے کو اس کی حالت بہتر بنانے میں ان کا کوئی کردار نہیں۔ باتیں زبانی بہت زیادہ کرتے ہیں عمل ہوتا نہیں۔ حالات یہ ہیں کہ 1997ء جو climatic and moonsonic change آئی ہے' اس کی وجہ سے بے موسم بارشوں' ژالہ باری اور اندھیریوں کی وجہ سے فصلیں تباہ ہوئیں۔ سب سے پہلے گیہوں کی فصل تباہ ہوئی اور اس وقت' جب کہ وہ مکمل طور پر پک چکی تھی اور ایک ہفتے کے بعد اس کی کٹائی تھی' اس وقت ژالہ باری کی وجہ سے گندم تباہ ہوئی۔ اس کے بعد باغات ثمر کا یہی حال ہوا ۔ آموں کے باغ جب تقریباً تیار ہونے والے تھے تو اس وقت کی بارشوں اور ژالہ باری سے باغات بھی ختم ہوگئے۔ پھر دھان کی باری آئی' اب جب کہ دھان کی فصل کٹنے والی تھی تو اس وقت بھی بارشوں اور ژالہ باری کی وجہ سے نقصان ہوا اور آج پورے پنجاب میں دھان کا سو روپے فی چالیس کلوگرام کا گاہک بھی نہیں۔ اسی طرح کپاس کی فصل جب بالکل تیار ہوئی' خاص طور پر جنوبی پنجاب کی بیلٹ جہاں کپاس زوروں پہ ہوتی ہے' کپاس کے لیے پاکستان کا دارومدار' انحصار اسی بیلٹ پر ہوتا ہے' وہ بھی ان بارشوں اور ژالہ باری کی وجہ سے hit ہوئی۔ جناب والا! یہ climatic change تو خدا کی طرف سے آئی۔

لیکن میرے علم کے مطابق گیہوں کی فصل سے لے کر آج تک، اضلاع کے ڈپٹی کمشنر صاحبان کی رپورٹ کے باوجود کسی بھی ضلع کو climatically affected declare نہیں کیا گیا، پنجاب کے کسی بھی کاشت کار کو کسی قسم کا کوئی relief نہیں دیا گیا۔ میں یہاں یہ ضرور بتانا چاہوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے اور عرض کی کہ اے رب کائنات! ہمیں کوئی اشارہ دیجیے جس سے ہمیں آپ کی ناراضگی کا علم ہو سکے تاکہ ہم توبہ استغفار کریں، اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ تو اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا، جب بے موسمی بارشیں اور ژالہ باری شروع ہوں تو سمجھ لیجیے کہ میری ناراضگی ہے۔ جناب والا! خدا کی ناراضگی تو شروع ہے۔ لیکن ان حکمرانوں کی طرف سے ابھی تک کاشت کار کے لیے کسی قسم کا کوئی ریلیف، incentive نہیں دیا گیا، بلکہ زرعی انکم ٹیکس جیسے سیاہ قوانین پاس کرائے گئے، بڑے فخریہ انداز میں اس کا پرچار بھی کیا گیا اور اب اس کی وصولی بھی شروع ہے۔ یہ ان کاشت کاروں سے وصول کیا جا رہا ہے جن کا کوئی پُرسان حال نہیں، جن کی فصل تباہ ہو چکی ہے۔ جناب سپیکر! حکومت پنجاب کی طرف سے محکمہ زراعت کے حوالے سے کوئی long term planning نہیں۔ وزیر زراعت یہاں تشریف رکھتے ہیں، ابھی وہ اپنی wind up تقریر میں ایک دو جملوں میں فرما دیں گے کہ پچھلی حکومت کی طرح نہیں، ہم ایسا نہیں کر رہے۔ بہت بلند بانگ دعوے کریں گے، ہم یوں کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ تمام باتیں صرف زبانی ہوں گی، عمل کبھی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی، (چودھری محمد عظیم گھمن) جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: معزز رکن پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی جناب والا! نواب زادہ صاحب فرما رہے ہیں کہ وزیر زراعت اپنی wind up تقریر میں یہ فرمائیں گے، وہ فرمائیں گے۔ اس سے پہلے بھی انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال دی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ نجومی کب سے ہوئے ہیں؟ اور جہاں تک ریلیف کا تعلق ہے اس بارے میں تفصیلی بیان تو وزیر زراعت ہی دیں گے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ کاشت کاروں کو ریلیف ملا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

جناب محمد صدیق سالار: جناب والا! بات صرف اتنی سی ہے کہ اس وقت توبہ منظور ہوتی تھی لیکن

اب اس ملک میں چونکہ نواب زادہ نصراللہ ہیں اور وہ ہر وقت intrigue میں ہوتے ہیں-----

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں نہیں۔ صدیق سالار صاحب! آپ ایسی بات کیوں کرتے ہیں؟ آپ صرف نواب زادہ منصور احمد خان صاحب کے متعلق بات کیجیے جو یہاں آپ کے سامنے موجود ہیں۔ ایسی باتوں سے پھر تلخی پیدا ہوتی ہے' لہٰذا مہربانی کریں۔

جناب آصف علی ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ جن حضرات کے نام یہاں پر لیے جاتے ہیں وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے حضرات کے نام لینے سے تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر: تاریخ کا حصہ ضرور ہیں۔ لیکن کسی جائز بات پہ ان کا نام لیں۔ جو الفاظ چودھری سالار صاحب نے کہے ہیں وہ مناسب نہیں ہیں۔ کیا آپ اس کا مطلب بتا دیں گے؟ بات بامقصد کیجیے جس میں معزز اراکین کے علم میں کچھ اضافہ بھی ہو سکے' نام لے دینے سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ بہرحال' میں آپ سے گزارش کروں گا کہ مداخلت نہ کیجیے' کیونکہ ایسا کرنے سے وقت کم رہ جائے گا اور آپ پھر بات نہیں کر سکیں گے۔ جی جناب نواب زادہ صاحب!

نواب زادہ منصور احمد خان: جی ہاں۔ جناب سپیکر! آپ نے درست فرمایا " ان کے لیے وقت بہت کم ہے" جناب والا! کھاد' بیج اور زرعی ادویات ملاوٹ شدہ ہیں اور ملاوٹ کرنے والے سرعام مارکیٹ میں اپنا یہ کاروبار کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ حکومت پنجاب کے نوٹس میں ہے' حکومت پنجاب کی نگاہوں میں ہے' حکومت پنجاب کے ذہنوں میں ہے۔ لیکن ایسا غلط کاروبار کرنے والوں کے ساتھ یا تو محکمے نے مک مکا کر لیا ہے یا معلوم نہیں کیا بات ہے' یہ ان کی نااہلی کی انتہا ہے کہ لوگ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے غیرمعیاری بیج کا کاروبار کر رہے ہیں' کھاد کی ملاوٹ کا کاروبار کر رہے ہیں' زرعی ادویات میں ملاوٹ کا دھندا کر رہے ہیں لیکن ان کے خلاف کسی قسم کا کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا۔ جناب سپیکر! مالیاتی ادارے خاص طور پر زرعی بنک کی طرف سے قرضے-----

جناب محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ان کے دور میں پٹواری اور تحصیل دار کا ریکارڈ دیکھ لیں۔ وہ بھی ان کے سامنے ہی سب کچھ کرتے تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی نواب زادہ صاحب!

نواب زادہ منصور احمد خان: جناب سپیکر! انھیں اجازت دے دیں' کیونکہ میری باتوں سے تو انھیں

تکلیف ہوگی۔جب حقائق بتلائے جاتے ہیں تو اسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ آپ انھیں اجازت دے دیں کہ یہ سب باتیں ایک ہی دفعہ کرلیں' پھر مجھے بات کرنے کا موقع دے دیجیے گا۔ میں اب رکنے والا تو ہوں نہیں' میں نے بات تو کرنی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ آپ کی کچھ باتیں برداشت کرلیں گے اور کچھ نہیں ہوں گی۔ بہرحال' آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

نواب زادہ منصور احمد خان: چلیں آپ کی مہربانی۔ جناب والا! میں امتیاز لائیکا صاحب کی بات کو endorse کروں گا کہ زراعت کی بہتری کے لیے زرعی سائنس دان بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے جو research institutes ہیں وہ صرف کتابوں میں ہی ہیں اور اگر موقع پر موجود ہیں تو ان کے پاس اتنے resources نہیں۔وسائل کی بات سے میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ جب سے موجودہ حکمران پنجاب اور پاکستان میں برسراقتدار آئے ہیں اس دن سے لے کر آج تک جو بھی مکتبہ فکر ہے' خواہ وہ مزدور ہوں ' کاشت کار ہوں' ملازم پیشہ ہوں' تاجر پیشہ ہوں سب کے سب مضطرب کیفیت میں ہیں' پریشان ہیں' ان میں بے چینی بڑھ رہی ہے' منحوسیت کے سائے بہت طویل ہو گئے ہیں۔اور مجھے خدشہ یہ ہے کہ یہ نحوست کے سائے کہیں ان کے اقتدار کے ساتھ مشروط نہ ہوں بلکہ میں دعوے کے ساتھ یہ کہوں گا کہ انھیں آپ آج ہٹا دیں تو پاکستان سے منحوسیت آج ہی ختم ہو جائے گی۔ یہ جو دیو پھرا ہوا ہے۔۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی فرمائیے!

پارلیمانی سیکرٹری برائے امداد باہمی، جناب سپیکر! نواب زادہ صاحب نے جو الفاظ ابھی کہے ہیں وہ غیر پارلیمانی ہیں۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ایسے الفاظ بولنے سے ان کو روکیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ غیر پارلیمانی الفاظ نہیں ہیں' آپ تشریف رکھیں۔

حاجی عبدالمنان شیخ: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! معزز رکن نے بہت ساری مثالیں دیں اور اب وہ اصل موضوع "نحوست" پہ آ گئے ہیں۔ جناب والا! ابھی تک ان کے دور کی نحوست ہم دور نہیں کر سکے' ان شاء اللہ بہت جلدی دور ہو جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ جی نواب زادہ صاحب!

نواب زادہ منصور احمد خان: جناب سپیکر! شرعاً مسئلہ ہے کہ ایک دفعہ انسان جب قبر میں چلا جائے تو پھر روز محشر ہی اس قبر میں سے نکلے گا۔ لیکن ہم نے یہ پہلی دفعہ دیکھا ہے کہ چودھویں ترمیم کے نتیجے میں جو قبر میں جا چکے تھے اب دوبارہ وہ گڑھے مردے اکھڑ آئے ہیں اور اس سے مجھے لگتا ہے' اب غالباً ان حکمرانوں کا روز محشر آ چکا ہے۔ یہ ان کا روز محشر ہے' صور پھونک دیا گیا ہے۔۔۔۔

جناب محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جب یہ وزیر تھے تو کیا انھیں موت یاد تھی کیا انھوں نے موت کو کبھی قریب سے دیکھا ہے۔ کبھی انھوں نے غربت کو دیکھا ہے؟ یہ تو نوابوں کے گھر پیدا ہوئے اور نوابوں کے گھر میں ہی رہے' انھیں غربت کا کیا علم ہے؟ یہ عوام کی کیسے بات کرتے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر: نواب زادہ صاحب! میں نے آپ کو بہت زیادہ وقت دے دیا ہے' درمیان میں مداخلتیں ہوئی ہیں میں نے وہ وقت بھی نکال دیا ہے۔ اب آپ کے پاس صرف دو منٹ ہیں' اس لیے آپ wind up کر لیں کیونکہ ہر معزز رکن کے لیے دس منٹ مقرر ہیں۔

نواب زادہ منصور احمد خان: تھوڑا "ہتھ ہولا" رکھیں' تھوڑا سا مزید وقت دے دیں۔ مداخلتوں کی وجہ سے وقت ضائع ہوا ہے اور یہ مداخلت کر کے مجھے irrelevant کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کو میں پندرہ منٹ دے چکا ہوں۔

نواب زادہ منصور احمد خان: جناب والا! ابھی پندرہ منٹ نہیں ہوئے' آپ کی گھڑی تیز ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب جب وقت کی بات آئی ہے تو آپ اس سے بھی negate کر رہے ہیں اور جب اللہ میاں کی بات آئے گی تو پھر آپ اس سے بھی بھاگ جائیں گے۔ وقت تو کسی کی قید میں نہیں۔

نواب زادہ منصور احمد خان: جناب سپیکر! آپ مجھے صرف دس منٹ دے دیں اور اس میں کوئی مداخلت نہ ہو تو میں اپنی بات ختم کر لوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں آپ سے گزارش کروں گا کہ وقت کسی کی گرفت میں نہیں ہے' آپ کی نہ ہماری۔ آپ وقت سے فرار حاصل نہ کیجیے۔ آپ مہربانی کیجیے میں تمام دوستوں سے درخواست کروں گا کہ وہ تشریف رکھیں اور نوابزادہ صاحب کو interrupt نہ کریں۔ آپ نہیں چاہتے کہ زراعت جیسے اہم موضوع پر آج بحث ہو سکے؟ جو مزید بات کرنا چاہتے ہیں آپ وہ بھی نہیں کرنے دیتے۔ کہ

آپ سب حضرات زراعت پر بحث نہیں چاہتے؟

حاجی عبدالمنان شیخ، پوائنٹ آف آرڈر

جناب قائم مقام سپیکر، جی فرمائیے۔

حاجی عبدالمنان شیخ، جناب والا! نوابزادہ صاحب کافی دیر سے کبھی کوئی بات کر رہے ہیں اور کبھی کوئی بات کر رہے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ان کا ٹائم تھوڑا رہ گیا ہے۔ انھوں نے اپنا ٹائم تو ختم کر لیا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

حاجی عبدالمنان شیخ، نہیں' میری بات سنیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ تشریف رکھیں - یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں - میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں - پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کریں' وہ بتائیں کہ کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ آپ ایک اتنے اہم موضوع پر بھی بات نہیں سننا چاہتے؟

جناب آصف علی ملک، جناب سپیکر! میری مودبانہ گزارش ہے کہ معزز رکن سابق حکومت کے مالا مال وزیر تھے۔ میری humble submission ہے کہ زراعت پر بحث ہو رہی ہے' اس لیے میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ انھوں نے اب تک زراعت کے علاوہ جو باتیں کی ہیں کیا وہ مناسب ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، وہ موجودہ حکومت کی پالیسی پر تنقید کر سکتے ہیں۔نوابزادہ صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں اور دو منٹ میں wind up کرلیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں تو وہی سلوک کر رہا ہوں جو rules and regulations میں ہے۔ آپ دو منٹ میں wind up کریں۔

نواب زادہ منصور احمد خان، شکریہ۔

جناب سپیکر ! CTC(Cotton Trading Corporation) CEC(Cotton Export Corporation) کو توڑ دیا گیا ہے۔ یہ کسانوں ' کاشت کاروں کے خلاف ایک بہت بڑی سازش ہے۔زرعی انکم ٹیکس لگا' PIDA کا سیاہ قانون نافذ ہوا۔ جناب والا! APTMA کو فائدہ پہنچانے کے لیے اور تاجر پیشہ افراد کا مفاد ذہن میں رکھتے ہوئے Cotton Export Corporation کو توڑا گیا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہوتا ہے جس وقت یہ بات کرتے ہیں کہ ہم عوام کے لیے ' ہم پنجاب کے چھ سات کروڑ عوام کے لیے ' ہم [illegible] کروڑ عوام کے لیے کر رہے ہیں' وہ کر رہے ہیں۔ یہ تمام لفظی باتیں ہیں'

زبانی باتیں ہیں۔ جناب سپیکر! نہری نظام کی کوتاہیاں اور خامیاں ابھی تک دور نہیں کی گئیں۔ 9 مہینوں میں یہ خامیاں اور کوتاہیاں دور نہیں ہوئیں۔ جناب والا! میں نے پچھلے اجلاس میں بھی سیم و تھور کے بارے میں عرض کیا تھا کہ اس کی proper excavation نہیں ہے جس کی وجہ سے اکثر اضلاع دوبارہ سیم و تھور کی زد میں آ گئے ہیں اور اگر اس کی excavation ہو جائے، وہاں سے کسان کاشت کار نے جتنی زمین آباد کی ہے جتنی محنت کی ہے اس کا اسے reward ملے گا۔ لیکن جب excavation نہیں ہوگی، وہ reverse and back کرنے کے ساتھ دوبارہ ویران کر دیں گے۔ جناب سپیکر! میں دو منٹ پر ہی آ رہا ہوں۔ جناب والا! سکارپ ٹیوب ویل خراب پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ڈبل آبیانہ لیا جا رہا ہے، جبکہ سرکاری ٹیوب ویل 80 فی صد سے زاید بلکہ 90 فی صد کے قریب بند پڑے ہیں، یا ان کی جتنی requirement تھی اس کے مطابق وہ ابھی تک اس capacity میں نہیں چل رہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ نوابزادہ صاحب۔

نواب زادہ منصور احمد خان، جناب سپیکر! دو منٹ کی بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں، دو منٹ تو بہت ہوں گے۔ اب مہربانی کریں۔

نواب زادہ منصور احمد خان، جناب سپیکر! میں دو منٹ میں ہی wind up کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے تو کہا تھا۔ اب آپ دیکھ لیں کہ یہ تو بڑی نا انصافی ہے۔ میں تو اپوزیشن کو جتنا ساتھ لے کر چل رہا ہوں یہ ہاؤس گواہ ہے یہ کبھی نہیں ہوا ہے۔ اب آپ کو 20 منٹ ہو گئے۔ اس میں سے پانچ منٹ interruptions نکال دیں تو میں اس سے زیادہ آپ کو allow نہیں کر سکتا۔ شکریہ، آپ تشریف رکھیں۔

نواب زادہ منصور احمد خان، مہربانی۔

جناب قائم مقام سپیکر، سردار احمد خان صاحب۔

سردار احمد خان آکوکا، شکریہ جناب سپیکر! ہمارا ملک زرعی ملک ہونے کے باوجود زراعت میں انتہائی پس ماندہ ہے۔ میرے لیے انتہائی غلط بات ہوگی کہ میں یہاں "سب اچھا" کی رٹ لگاتا جاؤں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم جدید ٹیکنالوجی کے معاملے میں بالکل ہی فارغ ہیں۔ نہ ہمارے پاس جدید مشینری ہے، نہ ہی up-to-date بیج ہے۔ سبز انقلاب کے لیے ہمارے پاس گندم کی کوئی ایسی ورائٹی نہیں کہ ہم کہہ

سکیں کہ ہم خود کفیل ہو جائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، اختر رسول صاحب آپ آتے نہیں ہیں اور جب آتے ہیں تو *** ہو کر آتے ہیں۔ تشریف رکھیں اور ہاؤس کا decorum قائم رکھیں۔ آپ کا تو زراعت سے تعلق نہیں، لیکن بات سنیں۔

سردار احمد خان عا کوکا، ہمارے پارلیمانی سیکرٹری زراعت کے کپاس کے متعلق اعداد و شمار سے بھی میں متفق نہیں ہوں۔ موجودہ ژالہ باری اور بارشوں سے کپاس کی فصل کا بیشتر حصہ برباد ہو چکا ہے لیکن ہم 80 سے 85 لاکھ گانٹھ کی توقع کر رہے ہیں جو کہ صریحاً محکمہ زراعت کی طرف سے دھوکہ دینے والی بات ہے۔ ہمیں اس ملک کی معیشت کو بچانے کے لیے مناسب منصوبہ بندی کرنی پڑے گی۔ اب ایک نئی بات سامنے آ رہی ہے کہ CCA کا ادراہ بند کیا جا رہا ہے جس سے لازمی طور پر APTMA کو پھر بے تحاشا فائدہ پہنچے گا، کیونکہ CCA ایک ایسا ادارہ ہے جو مارکیٹ میں competition کرتا ہے اور کاشت کار کا کچھ نہ کچھ بھلا ہو جاتا ہے۔ جناب سپیکر! ہمیں ہم دردی سے سوچنا پڑے گا کہ ہمارے زراعت پیشہ لوگ کیسے خوش حال ہو سکتے ہیں؟ آپ اندازہ لگائیں کہ اس دفعہ کپاس پر امریکی سنڈی کا حملہ ہوا مگر مارکیٹ میں مناسب دوائی موجود نہ تھی اور ہر جگہ پر دو نمبر دوائی فروخت ہو رہی تھی۔ کاشت کار مقروض ہوتا جا رہا تھا اور امریکن سنڈی کپاس کو کھاتی چلی جا رہی تھی، مگر ہمارے پاس کوئی ایسا مؤثر طریقہ نہ تھا کہ ایسے لوگوں کا قلع قمع کیا جا سکتا۔ ماشاء اللہ ہمارے زرعی سائنس دان بہت محنتی اور Ph. D ڈاکٹرز ہیں، مگر مجھے افسوس ہے کہ ہم اپنی زراعت میں بے حد بیمار ہیں لیکن علاج نہیں ہو رہا۔ جناب والا! کماد کے سلسلے میں کاشت کار آج بھی پچھلی فصل کی رقم کے لیے ملوں کے چکر لگا رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں کوئی ایسا قانون نہیں کہ رقم کی ادائیگی کے لیے کوئی طریقہ اپنایا جا سکے۔ یہ کاروباری طبقہ بالکل رقم کو دبا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور خود اس پر کاروبار کرتا رہتا ہے اور غریب کاشت کار جوتیاں چٹخاتا رہ جاتا ہے۔

جناب والا! بیشتر نکات یہاں پر پیش ہو چکے ہیں اور خاص طور پر میاں امتیاز لالیکا نے جو تقریر کی ہے اس سے میں پوری طرح متفق ہوں اور پورے ہاؤس سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ اس کو حزب اختلاف اور حزب اقتدار کی جنگ نہ بنائیں۔ خدارا! اس کو سنجیدگی سے سوچیں کہ زراعت پر کیا

(*** بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کر دیا گیا)

اچھا کام کیا جا سکتا ہے اور اس پر کیا اچھی پالیسی بنائی جا سکتی ہے۔ تب تو ہمارا یہاں آنے کا کوئی فائدہ ہے، ورنہ کوئی فائدہ نہیں۔صرف بحث ہی ہے اور ہم ایک دوسرے پر تنقید کرتے رہیں گے۔ مہربانی شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، اختر رسول صاحب سے میں نے کہا تھا کہ آپ آئے ہیں اور ****** کر رہے ہیں۔ اس کو کارروائی سے حذف کر دیں۔ وہ با اصول ہیں۔

میاں عمران مسعود ، آپ کی طرف سے جو الفاظ ہوں وہ تو حرف آخر ہیں۔ ان کو رہنے دیا جائے۔ان کے جب بچے پڑھیں گے تو ان کے کام آئے گا۔(قہقہے)۔

جناب قائم مقام سپیکر، میاں نوید طارق (تشریف نہیں رکھتے)چودھری محمد صدیق ڈھلوں(تشریف نہیں رکھتے)۔ معظم جہاں زیب احمد خان وٹو(تشریف نہیں رکھتے) احمد خان بلوچ۔

جناب احمد خان بلوچ،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب والا! آج زراعت اور کاشت کار طبقے کی بات ہو رہی ہے اور اس مظلوم طبقے کی بات ہو رہی ہے جو راتوں کو کانٹوں پر چل کر سانپوں سے مقابلہ کر کے ملک اور قوم کی خدمت کرتا ہے۔ کاشت کار وہ طبقہ ہے جو سب سے زیادہ خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے کہ جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی اور قرضہ بھی اور گھر کے زیور بیچ کر سب کچھ کھاد اور بیج کی صورت میں خدا کے بھروسے پر زمین کے سپرد کر دیتا ہے۔ کچھ ملے یا نہ ملے خدا پر بھروسہ ہے اور ایسا کوئی کاروبار نہیں جو گھر کی پونجی اٹھا کر زمین میں دفن کر دے اور خدا پر بھروسہ کرے۔جناب والا! ہر آدمی اپنی خوش حالی اور اپنے بچوں کی خوش حالی کے لیے محنت کرتا ہے۔

جناب شاہد محمود بٹ، پوائنٹ آف آرڈر۔جناب والا ! میں نے ایک قرارداد پیش کی تھی جو کہ کل پیش ہونی تھی اور آج اجلاس ختم ہو رہا ہے اور وہ قرارداد یہ تھی جو میں مختصر پڑھ کر بتا دیتا ہوں کہ گورنمنٹ کے مقرر کردہ نرخوں پر دھان کی فصل نہیں خریدی جا رہی جس کی وجہ سے زمین دار بہت پریشان ہے۔ کیونکہ اگر ان کو صحیح فصل کا ریٹ نہیں ملے گا تو ہمارا جو اگلا ٹارگٹ گندم کا ہے اس کو بھی صحیح طریقے سے کاشت نہیں کر سکیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، کل آپ نے یہ قرارداد ہاؤس کو دے دی تھی، جمع کروا دی تھی؟

(*** بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب شاہد محمود بٹ، جی، جمع کروا دی تھی ۔ ایجنڈے میں بھی شامل ہے۔ لیکن آج اجلاس ختم ہو رہا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، کل تو پھر مشکل ہے اس وقت زراعت پر بحث ہو رہی ہے ۔آپ کی قرارداد رولز معطل کرکے لے لی جائے تو یہ تو ہاؤس کی مرضی ہے۔ لیکن زراعت پر تو پہلے ہی بحث ہو رہی ہے۔ آپ نے تقریر کے لیے نام نہیں دیا؟

جناب شاہد محمود بٹ، جناب والا! میں نے کل اپنی تقریر کر لی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، اور اس میں یہ ذکر نہیں کیا؟

جناب شاہد محمود بٹ، نہیں، اس وقت میں یہ بات نہیں کر سکا۔ میں نے چونکہ قرارداد دی تھی اور خیال تھا کہ اس وقت بات ہو جائے گی لیکن اب چونکہ اجلاس ہی ختم ہو رہا ہے----

جناب قائم مقام سپیکر، پھر آپ یہ بحث ہو لینے دیں اور دوستوں کو بات کرنے دیں۔آپ یہ بات کسی دوست کو کہہ دیں اور وہ اپنی تقریر میں یہ بات کرلیں گے۔ کیونکہ زراعت پر تو بحث ہو رہی ہے اور میرا اپنا یہ خیال ہے اور کوشش ہے کہ تمام دوست آج تقریر کرلیں۔ کوئی دوست رہ نہ جائے۔ بڑی مہربانی۔

جناب احمد خان بلوچ، جناب والا! کاشت کار جو کچھ بھی محنت کرتا ہے ملک اور قوم کے لیے کرتا ہے۔ کاشت کار خوش حال ہے تو ملک خوش حال ہے ۔ شہروں کی رونقیں کاشت کار سے ہیں، صنعتیں کاشت کار کی وجہ سے چلتی ہیں، کاٹن فیکٹریاں کاشت کار سے چلتی ہیں، کاشت کار ملک کے لیے زرِ مبادلہ پیدا کرتا ہے۔ جناب والا! جتنی بھی حکومتیں آئیں سب نے یہ کہا کہ ہم کاشت کار کے لیے بہت کچھ کریں گے۔لیکن کیا کچھ نہیں۔ جب سے وزیراعظم میاں نواز شریف صاحب آئے ہیں تو ان کے متعلق یہ بھی کہا گیا کہ یہ صنعت کار وزیراعظم آ گیا ہے یہ کاشت کار کے لیے کیا کرے گا؟ میں آج یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ ایک صنعت کار وزیر اعظم نے کاشت کار کے لیے کیا اس سے پہلے آج تک جو کاشت کار وزیراعظم اور وزیر اعلیٰ آئے انھوں نے کیا کیا؟ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! انھوں نے وزیر اعظم بنتے ہی کاشت کار اور زراعت کی بہتری کے لیے کام شروع کیا، کسی بھی پیکج سے پہلے انھوں نے زراعت کے متعلق پیکج دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ کاشت کار کی بھلائی ان کے ذہن میں تھی اور زراعت کے لیے جو پیکج دیا اس میں سب سے پہلے کاشت کار کے لیے

گندم کی قیمت بڑھائی۔ میں خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کہتا ہوں کہ گندم کی قیمت بڑھنے سے ہمارا ملک گندم کے معاملے میں آنے والی فصل میں ان شاء اللہ ضرور خود کفیل ہو جائے گا۔

جناب والا! اگلے روز اپوزیشن کی طرف سے یہ بات کی گئی کہ کپاس کی فصل خراب ہو گئی ہے، بارشیں آ گئیں، لیکن انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر بارش آ گئی تو اس میں میاں نواز شریف کا کیا قصور ہے؟ جناب والا! اس سے پہلے ہماری کپاس سابقہ سالوں سے کئی درجہ بہتر تھی اور اگر بارش کی وجہ سے کچھ خراب ہوئی ہے تو اس کے متعلق بھی وزیر اعظم کو مورد الزام ٹھہرایا جا رہا ہے کہ انھوں نے کچھ نہیں کیا۔ جناب والا! بارش کو وزیر اعظم کیسے روک سکتا تھا؟ آسمانی آفتیں تو اللہ تعالیٰ ہی روک سکتا ہے۔ لیکن ان شاء اللہ، ہمیں اللہ پر بھروسہ ہے کہ اس دفعہ بھی ہماری کپاس کی کاشتیں سابقہ ادوار سے بہتر ہوں گی ان سے کم نہیں ہوں گی۔ البتہ اس کا متبادل انھوں نے جو کچھ کیا کہ کپاس کی فصل اگر خراب ہو رہی ہے، بعض اضلاع میں کپاس کو نقصان پہنچا ہے تو اس کے لیے انھوں نے فوری طور پر 30 ارب روپے کا قرضہ مہیا کرنے کے لیے کہا ہے۔ چھوٹا کاشت کار فوری طور پر قرضہ لے اور گندم کی طرف متوجہ ہو جائے۔ مجھے بتا دیں کہ آج تک کسی کاشت کار کو one window سے قرضہ ملا ہو۔ پاکستان کی تاریخ میں بتا دیں ایسا ہوا ہو کہ ایک ہی دن میں پاس بک بنے، ایک ہی دن میں کاشت کار کو قرضہ ملے، وہیں موقع پر پٹواری ہو، وہیں موقع پر گرداور ہو، وہیں تحصیل دار ہو اور وہیں پر بنک کے ملازمین ہوں۔ چھوٹا کاشت کار خالی ہاتھ آئے اور حکومت کی طرف سے چالیس ہزار روپیہ ساتھ لے کر جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! اس سے زیادہ کاشت کار کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے، اس سے زیادہ کاشت کار کے ساتھ کیا بھلائی ہو سکتی ہے؟ ہمارے اپوزیشن کے دوست بار بار اٹھ کر یہ کہتے ہیں کہ کاشت کار کے لیے کیا کیا گیا ہے۔ جناب والا! اس سے زیادہ اور کیا بھلائی ہو سکتی ہے کہ بغیر رشوت اور کرپشن کے گھر بیٹھے آج ہمارے کاشت کار کو قرضہ مل رہا ہے؟ جناب والا! اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے وزیر اعظم کے ذہن میں کاشت کار کے لیے بھلائی ہے یا نہیں اور اب یہ ثابت ہو چکی ہے۔ جناب والا! میں تو کہتا ہوں کہ اس دور میں کھاد اور ڈیزل کی قیمتیں بھی مثال ہیں۔ فصل خریف گزر چکی ہے اور سابقہ فصل خریف بھی سامنے ہے، موجودہ فصل خریف بھی سامنے ہے۔ دیکھ لیں کہ سابقہ دور میں ہر آٹھ دن کے بعد کھاد کی قیمتیں بڑھتی رہی ہیں۔ ایک دن جب کوئی شخص ایک بوری کھاد کی لے کر

جاتا تھا اور جب دوبارہ لینے آتا تھا تو تیس روپے بوری کے زیادہ ہو چکے ہوتے تھے۔ اس دفعہ پہلی مثال ہے کہ مکمل فصل خریف میں نہ تو ڈیزل کی قیمت بڑھی ہے اور نہ ہی کھاد کی قیمت بڑھی ہے۔ اور نہ ہی کسی چیز کی کمی ہوئی ہے۔ پہلے تو کمی واقع ہو جاتی تھی' کھاد بلیک ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس فصل خریف میں نہ تو کمی آئی ہے اور نہ ہی کھاد بلیک ہوئی ہے۔ جناب والا! ہمارے وزیراعظم صاحب نے سب سے اچھا جو اور اعلان کیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیے جائیں گے۔ ضلع لیول اور تحصیل لیول پر قائم کیے جائیں گے۔ جناب والا! اگر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ قائم کیے جائیں گے تو ہمیں اچھے سے اچھا بیج ملے گا۔ اس دفعہ ہم اپنے ماہرین کو شاباش دیتے ہیں' خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے ہمیں ایسے بیج دیے جو وائرس سے پاک تھے۔ ہماری فصل وائرس سے پاک رہی ہے۔ یہ بارش کی وجہ سے نقصان ہوا تو کسی کے بس کی بات نہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے ماہرین اچھے سے اچھا بیج پیدا کریں گے۔ اور یہ جو اعلان کیا گیا کہ زرعی ٹیکس لگایا گیا ہے جسے بار بار اچھالا جاتا ہے تو یہ ٹیکس 17 فی صد ادا کریں گے اور 83 فی صد کاشت کار اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ وہ پیسہ جو خرچ ہوگا وہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹس پر خرچ ہوگا' نہروں پر خرچ ہوگا اور کھالوں پر خرچ ہوگا۔ اگر ہمارے ریسرچ انسٹی ٹیوٹس کام کریں گے۔ ہمیں بیج اچھے مہیا ہوں گے تو ان شاء اللہ ہماری فصلیں بھی اچھی اور زیادہ ہوں گی۔ ہمارا زر مبادلہ بڑھے گا اور ملکی معیشت مضبوط ہوگی۔ جناب والا! یہاں پر "پیڈا" کو اچھالا گیا ہے کہ "پیڈا" کاشت کار کے لیے غلط کام کیا گیا ہے۔ ہاں' میں کہتا ہوں کہ "پیڈا" ان جاگیرداروں کے لیے ضرور برا ہے جو کھالے توڑتے تھے' جو ناکے کرتے تھے' جو ناجائز موگھے لگاتے تھے' ناجائز پانی پیتے تھے۔ ان کے لیے یہ ضرور برا ہے۔ غریب کاشت کار کے لیے یہ وزیر اعظم کا تحفہ ہے۔ اس سے ٹیلوں پر پانی پہنچے گا' ہر غریب کو پانی ملے گا' ہر کاشت کار کو پانی ملے گا۔ اس سے ایک مثال قائم ہوگی۔ اس سال اس سے ٹیلوں پر جس طرح پانی مہیا ہوا ہے جب پیڈا شروع ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ پیڈا سے ٹیلوں پر پانی مکمل ہوگا اور اس سے ہماری ملکی معیشت بڑھے گی۔ بڑی مہربانی شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ جی۔ ذوالفقار علی چشتی صاحب۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب آپ کا شکریہ۔ I am sorry Sir.

جناب قائم مقام سپیکر، جی جی آپ شروع کریں۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، آپ کا شکریہ جناب سپیکر صاحب! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ پنجاب کی معیشت کا دارو مدار زراعت پر ہے اور زراعت اور صنعت دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جناب والا! میرے بھائی احمد خان نے جو تقریر فرمائی وہ ایگریکلچر منسٹر کی تو ہوسکتی ہے لیکن میں اس کو ایک کاشت کار کی تقریر نہیں کہہ سکتا۔ ہم یہاں کاشت کاروں کے نمائندے کے حیثیت سے آئے ہیں۔ ہم نے یہاں پر اپنی تکالیف پیش کرنی ہیں۔ ہم نے وہ تکالیف پیش کرنی ہیں جن کا سدباب حکومت نے کرنا ہے۔

جناب احمد خان بلوچ، جناب والا!

جناب قائم مقام سپیکر، جی فرمائیے۔

جناب احمد خان بلوچ، جناب والا! آپ کی وساطت سے میں اپنے معزز رکن سے گزارش کروں گا کہ میں نے اپنے خیالات پیش کیے ہیں وہ اپنے خیالات پیش کریں۔ میری تقریر پر انھیں یہ کہنے کا حق نہیں کہ یہ اچھا کہا گیا یا برا کہا گیا ہے۔ بلکہ وہ اس پر اپنی تجویز دیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، تشریف رکھیں۔

الحاج پیر ذوالفقار علی چشتی، میں نے تو نہیں کہا کہ آپ نے غلط بات کی ہے۔ میں تو عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری کاشت دن بدن روبہ زوال ہے۔ گندم کی اوسط بھی کم ہوگئی ہے۔ کپاس کی اوسط بھی کم ہوگئی ہے۔ چاہے یہ سماوی آفات کی وجہ سے ہوئی ہے یا پچھلی حکومت کی غلط پالیسی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ لیکن اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ کھاد میں ملاوٹ ہے' ادویات میں ملاوٹ ہے' ٹریکٹر کی قیمت آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ صرف دو اوقات ایسے آئے ہیں جن میں کاشت کار کی طرف توجہ دی گئی۔ ایک دور فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کا تھا جس وقت 14 ہزار روپے میں ٹریکٹر آتا تھا۔ اور اب 6 یا 7 لاکھ روپے کا ٹریکٹر آتا ہے۔ یا پھر غلام حیدر وائیں(مرحوم) نے کھیتوں میں جا کر راج باہوں کی کھدائی کی۔ ہمارے زراعت کے محکمے کو active کیا۔ اب تو حالت یہ ہے کہ بیل دار بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ کہیں زراعت کا افسر بھی نظر نہیں آتا۔ محکمہ زراعت کی کارکردگی زیرو ہے۔ جناب والا! پچھلے دنوں میں نے اور چودھری نذیر احمد نے EADA کو کہا کہ آپ جا کر ادویات چیک کریں کہ کیا ہو رہا ہے۔ کہیں تو فصل پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ اور کہیں پر کپاس کے پتے جل

گئے ہیں۔ EADA نے ریڈ کیا' ادویات پکڑیں۔ تو ڈپٹی ڈائرکٹر نے کیا کیا' کہ اس EADA کے خلاف رپورٹ کر دی۔ کیوں کہ میری نظر میں اس نے کمشن کھایا ہوا تھا۔ میں غلط بھی ہوسکتا ہوں۔ ہمارے نیک نام DG یہاں موجود ہیں۔ ہم نے ان سے گزارش کی کہ ہم نے ان کو بھیجا تھا آپ ہمیں سزا دیں۔ اس EADA کو تبدیل کیوں کیا جا رہا ہے؟ سابق EADA وہاں سے پچھلے 6 ماہ سے ریٹائر ہو چکا ہے۔ اور اس نے اس کی کوٹھی پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اور وہ بھی ڈپٹی ڈائرکٹر کی وجہ سے۔ میں یہ کہوں گا کہ اس وقت زراعت کا محکمہ بالکل فعال نہیں۔ کہیں بھی کوئی نمائشی پلاٹ نہیں بنائے گئے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ ہر گاؤں میں فیلڈ اسسٹنٹ جاتا تھا' نمائشی پلاٹ بنتے تھے۔ لیکن اب کار کردگی بالکل صفر ہے۔ پچھلے دنوں وزیراعظم پاکستان نے ایک پیکج دیا جو کاشت کار کے لیے بہترین پیکج تھا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نہر پر تشریف لے گئے' اس کو درست کروایا۔ کاشت کاروں کے لیے وعدہ فرمایا کہ ٹریکٹر کی قیمت کم کی جائے گی۔ لیکن ابھی تک ٹریکٹر کی قیمت کم نہیں کی گئی۔ لوگوں کو زرعی بنک کے ذریعے قرضہ دیا جا رہا ہے۔ کاش ٹریکٹر کی قیمت کم کی جاتی۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر موصوف سے گزارش کروں گا کہ ادویات کی جو ملاوٹ ہے اس کے لیے یہ قانون ناکافی ہے۔ قانون صحیح بنایا جائے تاکہ جہاں پر یہ adultration ہوتی ہے یا جو فروخت کرتے ہیں ان کو سزا ملے۔ مزید برآں جب بھی وزیرصاحب باہر جاتے ہیں وہ دیکھیں کہ زراعت والے کہاں کہاں جاتے ہیں کہاں کہاں نمائشی پلاٹ ہیں' EADA نے کتنے دورے کیے ہیں' یا ڈپٹی ڈائرکٹر نے کتنے دورے کیے ہیں' ڈائرکٹر نے کتنے دورے کیے ہیں۔وہ میٹنگز کے دورے نہ دیکھیں۔ میٹنگز میں تو وہ EADA ہوتے ہیں لیکن وہ دیہات میں کبھی نہیں گئے۔

میری تیسری گزارش یہ ہے کہ ادویات سے اس وقت 80 فی صد منافع middle man لے رہا ہے۔ کیا یہ منافع 15 فی صد تک نہیں آ سکتا' اس کا فائدہ کاشت کار کو نہیں دیا جا سکتا؟ ہندوستان ہمارے نزدیک ہے۔ وہاں پر ادویات کی قیمت دیکھ لیں کتنی ہے۔ اور یہاں پر ادویات کتنی مہنگی فروخت ہو رہی ہیں۔ اس میں دو باتیں ہیں کہ ادویات کی قیمت اور اس کا منافع middle man لے رہا ہے۔ اور ملاوٹ بھی middle man کرکے کاشت کار کو ادویات فروخت کر رہا ہے۔ جس سے فصلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ ٹریکٹر کی قیمت میں پہلے گزارش کر چکا ہوں۔ کھاد میں بھی ملاوٹ ہوتی ہے جناب

والا! کوئی ایسا ملک نہیں جو اپنے کاشت کار کو سبسڈی نہ دے۔ یہ واحد ملک ہے جہاں پر subsidy واپس لے لی گئی ہے۔ حکومت سے سفارش کی جائے کہ کاشت کار کو subsidy دی جائے کاٹن کارپوریشن بالکل ختم نہ کی جائے۔ کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن اگر ختم ہوگئی تو ہم پھر APTMA کے رحم و کرم پر چلے جائیں گے۔ APTMA ایک ایسی جماعت بن چکی ہے جب بھی کپاس کی کاشت ہوتی ہے تو وہ ایک پالیسی بنا لیتے ہیں۔ اور کاشت کار کو کم سے کم قیمت دیتے ہیں۔ جس وقت کاشت کار سے کپاس چلی جاتی ہے اس وقت اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ جیسے گندم خریدی جاتی ہے یا جس طرح دھان خریدا جاتا ہے۔ اسی طرح کاٹن کارپوریشن کاشت کار سے کپاس خریدے۔ یہ کچا آڑھتی اور پکا آڑھتی ختم کیا جائے۔ اور کاشت کار کو اس کا پورا معاوضہ دیا جائے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جتنی زیادہ امداد کاشت کار کو دیں گے آپ کی صنعت اتنی ہی زیادہ بڑھے گی۔ اگر آپ کا کاشت کار کمزور ہے تو آپ کو raw material نہیں ملے گا۔ اور raw material اسی صورت میں مل سکتا ہے۔ آپ اسی وقت خود کفیل ہوسکتے ہیں' آپ کی کپاس بھی بڑھ سکتی ہے۔ جیسے پہلے ایک سال میں ایک لاکھ 40 ہزار گانٹھ تک فصل ہو چکی تھی۔ وہ اب بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن آپ جب تک کاشت کار کو subsidize نہیں کریں گے۔ آپ اس کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے اس وقت تک کسی بھی صورت میں کاشت نہیں بڑھ سکتی۔

نہروں کے معاملے پر یہاں کئی بار ذکر ہوچکا ہے کہ جتنے بھی بڑے بڑے لوگ ہیں وہ راج باہوں میں کٹ کرتے ہیں' بلکہ محکمہ خود اس کٹ میں ملوث ہوتا ہے' وہ خود ہی کٹ کراتا ہے اور ان سے پیسے لے لیتا ہے۔ سال کے بعد پھر مطالبہ کرتا ہے کہ پیسے دو۔ جب وہ زمین دار پیسے نہیں دے سکتے تو ان پر پرچے ہو جاتے ہیں۔ منسٹر صاحب باہر دورے پر جہاں بھی جائیں میں ان کو دکھلاؤں گا کہ یہ کیا کچھ نہیں کر رہے۔ کاشت کار کو پورا پانی نہیں پہنچ رہا۔ خصوصی طور پر ٹیلوں پر پانی بہت کم ہوتا ہے۔ وہ اس لیے کہ بعض کا پانی چند ہزار ایکڑ منظور ہوتا ہے۔ اور یہ اتنے باغ منظور کر دیتے ہیں' مچھلی فارم منظور کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے وہاں پر پانی میسر نہیں ہوتا۔ لیکن یہ رشوتیں لے کر پانی منظور کر دیتے ہیں اور ٹیل پر پورا پانی نہیں پہنچتا۔ میری یہ گزارش ہوگی کہ جیسے کھال پہلے پختہ کیے جا رہے تھے اسی طرح aid لی جائے اور کھال پختہ کیے جائیں۔ راجباہ بھی پختہ کیے جائیں۔ 1927ء میں راجباہ بنائے گئے تھے ان کے موگھ جات کی levelling کی جائے اور شامل کیے

گئے نئے رقبہ جات کے لیے بھی پانی منظور کیا جائے۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب مسعود عالم شاہ صاحب۔

سید مسعود عالم شاہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ' جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! اس وقت دنیا میں معاشی استحکام کی ضرورت ہے اور پاکستان کے معاشی استحکام میں زراعت کا سب سے بڑا کردار ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اپنی تقریر میں کالا باغ ڈیم کا کوئی ذکر نہیں کیا جب کہ یہ اس حکومت کے منشور میں شامل ہے۔ کالا باغ ڈیم ایک ایسی ترقی کا باعث بن سکتا ہے جس سے ہماری زراعت میں ترقی ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کی یہ پالیسی بن چکی ہے کہ زراعت کے شعبے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا اور بہترین نہری نظام اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو عنایت کیا ہے۔ اس ہاؤس نے نہری نظام میں PIDA impose کرنے کے لیے بحث کیے بغیر صرف 10 منٹ میں بل کو wind up کیا۔ اور اپوزیشن کو اس میں contribution کی اجازت نہیں دی۔ جناب سپیکر! اس PIDA میں بہت سی خامیاں ہیں۔ اس بل کے ذریعے وہ اختیارات دیے گئے ہیں کہ یہ PIDA کے تمام اثاثہ جات کو فروخت کر سکتے ہیں۔ ان کے مینڈر کر سکتے ہیں یا اپنی من مانی کر سکتے ہیں۔ یہ غریب عوام کے لیے پانی کے اوقات مقرر کر سکتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی جگہ پر کوئی ڈکٹیٹر اس کا چیئرمین بنا' یا حکومت نے ان کو غلط استعمال کیا تو یہ غریب کسانوں کے خلاف بھی جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح ایگریکلچرل ریسرچ بورڈ بل بنا' پاس ہوا۔ اس میں ریسرچ کے لیے مثبت ترامیم پیش کی گئیں۔ جب ریسرچ میں پی ایچ ڈی یا ایم ایس سی کے لیے تجویز کیا گیا تو اس کو صرف اس وجہ سے نظر انداز کیا گیا کہ یہ ترامیم اپوزیشن کی طرف سے پیش کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! ایگریکلچر ٹیکس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ لیکن میں اس کے ذریعے یہ کہنا چاہوں گا کہ double' بلکہ tripple taxation صرف ایک سیکٹر پر عائد کر دی گئی ہے۔ اس سیکٹر کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جب کہ پاکستان کے 70 سے 75 فی صد عوام اس سیکٹر میں ملوث ہیں اور وہ اس سے کچھ نہ کچھ حاصل کر چکے ہیں۔ عوام کو اس سیکٹر سے ایک دم devoid نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے پنجاب میں جنوبی پنجاب زیادہ تر cotton growing belt ہے۔ اور میں یہ کہنا

چاہوں گا کہ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو نئے منصوبہ جات میں ایک ارب کا پیکج دیا گیا ہے' جب کہ جنوبی پنجاب کی تین ڈویلپمنٹ اتھارٹیز ہیں، ایک چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی' دوسری بہاول پور ڈویلپمنٹ اتھارٹی اور تیسری ڈی جی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی ہے۔ لیکن ان کو کوئی نیا منصوبہ نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ 90 فی صد صنعت کا انحصار زراعت پر ہے۔ جیسے کہ ٹیکسٹائل ملز' ویونگ اور نٹنگ کپاس سے متعلقہ ہے۔ شوگر ملز گنے سے متعلق ہیں۔ آئل انڈسٹریز زیادہ تر آئل سیڈ پر انحصار کرتی ہیں۔ کھادیں بھی زراعت سے متعلقہ ہیں۔ پاؤڈر ملک بھی ڈیری سے متعلق ہے۔ فرنیچر انڈسٹری جنگلات سے متعلقہ ہے۔ اسی طرح ماچس فیکٹریز اور پیپر ملز بھی جنگلات سے متعلق ہیں۔ میں اس وقت بہت ساری ایسی فیکٹریوں کا ذکر نہیں کر سکتا جو زراعت سے متعلق ہیں لیکن میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس وقت جتنی صنعت چل رہی ہے اس میں سے 90 فی صد کا انحصار زراعت پر ہے۔ جیسے کہا گیا ہے کہ Mathematics is mother of all Sciences. اسی طرح یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ Agriculture is mother of all Industries. جناب سپیکر! Government should consider it, should realize it, should recognize it as a backbone of Pakistan. کیونکہ تمام صنعتیں اس سے متعلق ہیں اور اس کو ترقی دینے سے باقی صنعتیں بھی ترقی کریں گی۔ ان کو زیادہ سے زیادہ خام مال مہیا ہوگا اور وہ بہتر quality produce کریں گی۔ جناب سپیکر! اگر اس وقت دنیا سے پاکستان کی پیداوار کا موازنہ کیا جائے تو ہماری پیداوار آدھے سے بھی کم ہے۔ بعض شعبوں میں آدھے تک ہے اور اس میں ہمیں سب سے بڑا ٹیکنالوجی کا بحران ہے۔ میں نے سمجھا تھا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب ٹیکنالوجی پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔ لیکن انھوں نے کچھ اعداد بتائے' کچھ پالیسیاں بتائیں' لیکن انھوں نے کوئی ٹیکنیکل بات ظاہر نہیں کی۔ جیسا کہ World wide Standard Institute of Implements میں یہ metallurgy قائم کی جاتی ہے کہ اس standard of metal کو ان agricultural implements میں استعمال ہونا چاہیے۔ لیکن پاکستان کے کاشت کار اپنی سوچ کے مطابق اپنی مدد آپ کے تحت بہت کچھ contribute کر رہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے اس وقت کوئی ایسا ادارہ نہیں جو ان پر metallurgy standardize کرے' ان کو check کرے' ان کو guide کرے یا ایسا کوئی مکمل know-how نہیں کہ باہر کے ملک سے اگر ہمارے کوئی بھائی اس ملک میں invest کرنا چاہیں اور وہ آ کر ایک کتاب خرید لیں کہ میں نے کپاس لگانی

ہے۔ جناب سپیکر! اس وقت ایک complete crop پر کوئی literature مہیا نہیں۔ اس کے ساتھ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جیسے کہ بہت سارے بھائیوں نے اپنی تقاریر میں پہلے یہ ذکر کیا کہ حکومت کی پالیسیاں بہت اچھی ہیں لیکن انھوں نے ultimately اس کو condemn کیا اور اپنے دل کی آواز اٹھائی کہ ہمارے پاس technically wheat sowing drill بھی صحیح نہیں seed rate بڑھانے سے germination بڑھتی ہے لیکن ہم lack of machinery کی وجہ سے اس کی germination نہیں کر سکتے۔ ہم اس وقت ایک ایکڑ سے 6 سے 8 لاکھ تک سٹے produce کر رہے ہیں لیکن اگر اس کو improve کیا جائے تو experimental forms پر 16 سے 18 لاکھ تک سٹے لیے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک بات پھر کہوں گا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے Skilled Labour Institute کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ یہ اربوں روپے کے پیکج کا اعلان کریں گے کہ ہم چھوٹے چھوٹے کاشت کاروں کو پیسے دے رہے ہیں۔ وہ تو اپنی سیاسی شہرت کے لیے کریں گے۔ لیکن Skilled Labour Institute, Agricalture کا basic element ہے۔ انھوں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا۔ امید کرتا ہوں کہ یہ winding up speech میں کچھ فرمائیں گے۔ جیسا کہ جاپان نے ترقی کی، اس نے اپنی labour کو ترقی دی ہے۔ اگر کسی institution نے کار بنائی ہے تو اس نے اسی میں specialize کیا ہے۔ اس کے پاس جو وسائل تھے اس نے ان کو بروئے کار لایا۔ یہ نہیں کیا کہ اس نے زمینوں پر بہتر کاشت شروع کر دی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زمینیں دی ہیں اور اس وقت 70 سے 75 فی صد ہمارے عوام اس میں involve ہو چکے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ زراعت کو ترقی دی جائے۔ اس میں بہت ساری خرابیاں ہیں۔ جیسے کہ انھوں نے pesticides پر کہا کہ ہم adultration پر کنٹرول کر رہے ہیں۔ لیکن میں پھر کہنا چاہوں گا کہ اس وقت کاشت کار کو کیا informations provide کی گئی ہیں؟ informations تو یہی دی گئی ہیں کہ ہمارے ای اے ڈی اے یا لوکل گورنمنٹ کے representative کو جو کمپنی خرید لے، وہ اس کمپنی کی دوائیاں recommend کر دیتا ہے اور کوئی know-how نہیں۔ اس کے بارے میں کوئی literature نہیں، کوئی information نہیں اور کسان اس کے لیے اپنی choice نہیں بنا سکتا۔

جناب سپیکر! جیسے کہ کپاس کے سپرے کے لیے جو pesticides یہاں import ہوتی ہیں ان کا residual effect پندرہ دن کے لیے ہے اور افسوس اس بات کا ہے کہ یہی دوائیاں سبزیات

اور پھلوں پر سپرے کی جا رہی ہیں۔ ہم یہ کیمیکلز سبزیات اور پھلوں کے ذریعے اپنے عوام کو کھلا رہے ہیں۔ ایک کمپنی نے سبزیات کے لیے دوائیاں import کیں جس کا residual effect صرف 12 گھنٹے تھا تو اسے import کرنے پر ban لگا دیا گیا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ زراعت میں سبزیات اور پھلوں کی بڑی contribution ہے۔ جناب سپیکر! کسان کو chemicals avoid کرنے کے لیے آپ کو متبادل pesticides کا arrangements بھی ساتھ ساتھ کرنا ہے۔ دنیا میں انقلاب آیا ہوا ہے کہ کیمیکلز avoid کرتے ہیں۔ ان میں friendly birds آتے ہیں۔ friendly insects آتے ہیں۔ ان کو promote کرنے کے لیے حکومت نے کیا کیا ہے؟ یا ان کے لیے حکومت کیا اقدامات کرنا چاہتی ہے؟ یا اب تک ان کے لیے کیا فنڈز مقرر کیے گئے ہیں؟ جناب سپیکر! اسی طرح کیا کوئی ایسا بیج متعارف کرایا گیا ہے جو transgenic cotton seed ہو جیسا کہ Monsanta Company نے B.T.cotton(Basiless thyron genesis cotton) متعارف کرائی ہے۔ وہ pest system cotton ہے۔ وہ round-up spray میں بھی survive کرتی ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ بیج کو promote کرنے کے بجائے موجودہ حکومت نے subsidy seed کے لیے جو پچھلے سال پچاس لاکھ روپیہ دیا گیا تھا۔ اس سال کے بجٹ میں وہ wipe out کر دیا ہے۔ بیج جو basic element ہے۔ اس پہ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری حکومت نے قسم کھا رکھی ہے۔ لیکن وہ خاطر خواہ کچھ نہیں کر رہی۔ میں پھر کہنا چاہوں گا کہ wind up speech میں مہربانی سے اس کی وضاحت کریں کہ ہمیں S.S.P (Singal Super Phosphate) کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ ہمارے fields کلر زدہ ہیں۔ اور وہ کارخانہ بند کر دیا گیا ہے۔ ہماری زراعت کے میدان میں یہ کارکردگی ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب کافی انعامات دیتے ہیں کہ ڈی۔ایس۔پی کو آج تمغہ لگا دیا ہے۔ ایس۔ایچ۔او کو تمغہ لگا دیا ہے۔ یہ تو لاء اینڈ آرڈر ہے۔ اگر ہم economic stability لے آئیں گے تو لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال 90 فی صد خود بخود کنٹرول ہو جائے گی۔ اب ہمارے سائنس دان contribute کرتے ہیں۔ ان کوئی projection نہیں ہوتی۔ ان کی کوئی incentive نہیں ہوتا۔ جیسا کہ Nitro Bacter and Notro Somonas Bacteria introduce کیے گئے ہیں۔ ان کی افادیت یہ ہے کہ یہ ہوا میں سے Nitrogen fixation کا کام کرتی ہے۔ اس سے 10 سے 30 فی صد تک ہمارے ملک میں پیداوار میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! Sprinkle System اس میں ہو تو وہ بھی ہوا سے Nitrogen fixation کا کام کرتا ہے۔ جب کہ ایک ایکڑ کے اوپر فضاء میں 36 ہزار ٹن نائٹروجن موجود ہے۔ جناب سپیکر! اس وقت پاکستان میں گندم کی requirement دو کروڑ ٹن ہے اور ایک کروڑ 60 لاکھ ٹن پاکستان میں پیدا ہو رہی ہے۔ اس وقت ہماری اوسطاً پیداوار 21.5 من فی ایکڑ ہے۔ تھوڑی سی توجہ دینے سے اگر 25 من تک اوسط کو لے آیا جائے تو ملک اس میں خودکفیل ہو سکتا ہے۔ اس میں تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! اسی طرح ٹیوب ویلوں میں ہمارے 24 فی صد ٹیوب ویل بجلی پر ہیں۔ وہ نو مہینے feed کرتے ہیں۔ ٹیوب ویل اس بیلٹ میں ہیں جہاں سیلاب آ جاتا ہے۔ سیلاب آنے سے نو مہینے کا بوجھ بھی کسان پر آ جاتا ہے اور اس کی فصل بھی wipe out ہو جاتی ہے۔ جب کہ انڈیا میں 80 فی صد بجلی پر ہیں۔ اسی طرح 77 ایکڑ پر ایک ٹیوب ویل feed کر رہا ہے۔ انڈیا میں اس وقت 12 ایکڑ پر ایک ٹیوب ویل feed کر رہا ہے۔ ٹریکٹر میں بھی بہت کمی ہے۔ جیسا کہ 230 ایکڑ پر ہمارا ایک ٹریکٹر کام کرتا ہے۔ انڈیا میں صرف 33 ایکڑ کے لیے ایک ٹریکٹر فراہم کیا گیا ہے۔ اس وقت جناب سپیکر! ملک ایک بھاری رقم oil seed پر خرچ کرتا ہے۔ اور 41 ارب روپے کا سالانہ oil seed import کیا جاتا ہے۔ ہم oil seed کو promote ہی نہیں کر رہے۔ اگر کر رہے ہیں تو وہ negligible ہے۔ ہمارے پاس oil seed کی بہت ساری فصلات ہیں۔ اس میں صرف سویا بین یا سورج مکھی نہیں ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی مہربانی جی۔ میجر ریٹائرڈ محمد اسلم جوئیہ صاحب۔

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔

جناب سپیکر! میں حیران ہوں کہ ایک ایسا اہم موضوع ہے جس کے بارے میں ہم تمام اتفاق کرتے ہیں کہ زراعت ہمارے ملک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اکثر اوقات جتنے بھی مباحثے یہاں پر ہوئے۔ جس موضوع پر بھی ہوئے تو وقفہ سوالات کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ لیکن جب ایک اہم موضوع زیر بحث ہوتا ہے تو اس کو میرے خیال میں جتنی اہمیت دینی چاہیے وہ نہیں دی گئی۔

جناب سپیکر! پاکستان بننے سے پہلے انگریز کا دور تھا۔ اس نے زراعت کو اتنی ترقی دی کہ

صوبہ پنجاب پورے ہندوستان کو خوراک میسر کرتا تھا۔ آج وہ وقت آ گیا ہے کہ ہماری اپنی حکومت ہے۔ ہم خود کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ہم اکثر چیزیں باہر سے درآمد کرتے ہیں۔ گندم کے بارے میں پالیسیاں تو بہت بنتی ہیں لیکن کبھی یہ نہیں سوچا گیا کہ چالیس ارب روپے کا ہم اپنا زر مبادلہ ضائع کرتے ہیں۔ اس زر مبادلہ کا آدھا حصہ بھی کیا ہم نے اپنے کاشت کار کو دیا؟ کیا کوئی incentive ہم اپنے کاشت کار کو دیتے ہیں؟ جناب سپیکر! میں مانتا ہوں کہ مسلم لیگ کی حکومت نے بالآخر بڑے عرصے کے بعد اس مظلوم طبقے کی امداد کے لیے گندم کی قیمت بڑھائی۔ لیکن کیا صرف گندم کی قیمت بڑھ جانے سے کاشت کار کا مسئلہ حل ہوگیا؟ ہرگز نہیں۔ آپ دیکھیں کہ چھ مہینے پہلے تو ہماری گندم کی قیمت بڑھی لیکن ظلم یہ ہے کہ کاشت کار اپنی چیز کی قیمت خود مقرر نہیں کر سکتا۔ باقی تمام چیزیں جو ہیں۔ جس کے پاس بھی جائیں' آپ ایک ریڑھی والے سے لے کر ٹیکسٹائل اونر تک جائیں تو وہ اپنی ہر چیز کی قیمت خود مقرر کرتے ہیں۔ اور کاشت کار کو ان کے رحم و کرم کے اوپر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جو اپنے اناج کو جو اپنی فصل کو دس پندرہ دن سے زیادہ سٹور نہیں کر سکتا۔ آخر کار کیا ہوتا ہے کہ اس کو مجبوراً سستے داموں اپنی فصل کو بیچنا پڑتا ہے۔ جناب والا! انگریز نے یہاں حکومت تو کی لیکن اس نے یہاں ایک سسٹم بھی develop کیا۔ انگریز آیا اس نے جو کچھ بھی کیا لیکن کیا اس نے آب پاشی کا نظام نہیں دیا؟ آج پاکستان میں جو آب پاشی کا نظام چل رہا ہے۔ اس کی بنیاد United India کے time پر تھی۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اس نظام کو صرف maintain ہی نہیں کر سکے۔ جب آب پاشی کا نظام تہس نہس ہوا ہوا ہو۔ جب ادارے کرپٹ ہو جائیں تو آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم زراعت کو ترقی دے رہے ہیں۔ جناب والا! آج حالات وہ ہیں کہ ہم میں top brass بڑھتا جا رہا ہے۔ محکمہ زراعت کے افسران کمروں میں بیٹھے ہیں۔ افسر field کا ہے اور بیٹھا کمرے میں ہے۔

نواب زادہ منصور احمد خان، شیم شیم۔

ملک محمد عباس کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، ملک عباس کھوکھر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر، جناب والا! نواب زادہ صاحب اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے ہی "شیم شیم" کے نعرے لگا رہے ہیں۔ لگا تو وہ اپنے لیے ہی رہے ہیں۔ شیم تو ان کے لیے ہی ہے کہ انھوں نے تین

سال جو زراعت کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ لیکن ان کو ذرا ادب آداب سکھا دیں۔ اگر چند نواب زادگان اپوزیشن میں آ ہی گئے ہیں تو ان کو اسمبلی کے تھوڑے سے آداب سکھا دیں۔ میرے پہلے بھائی بھی کہہ رہے تھے کہ کالباغ ڈیم نہیں بنا۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ نے بجا فرمایا ہے۔ میں نے اس سے پہلے بھی ان کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کیا وہ پارلیمنٹ میں پہلی دفعہ آئے ہیں یا کسی ایسے گھرانے سے ان کا تعلق ہے۔ جس کا پارلیمنٹ سے یا سیاست سے تعلق نہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ آپ نے بڑا صحیح پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید وہ لاعلاج ہیں۔ جی جوئیہ صاحب۔

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ، جناب والا! میں اس چھوٹی ننھی منی اپوزیشن پہ حیران ہوں۔ یہاں زراعت پر بحث ہو رہی ہے۔ اس میں کسی جماعت کی بات نہیں ہو رہی۔ ہم آپ کے کارناموں کے بارے میں بالکل ذکر نہیں کریں گے۔ بہرحال، مقصد یہ ہے کہ پنجاب میں خصوصی طور پر اور ملک میں زراعت کو ترقی دی جائے۔ جو کہ پچھلی حکومت نے جتنی بھی ترقی دی۔ میں اس کے بارے میں کچھ بیان نہیں کرنا چاہتا۔

جناب والا! کاشت کار طبقہ اس وقت تک اس حالت میں پہنچ چکا ہے کہ اس کی زمین کچھ سال کے بعد گھٹتی جا رہی ہے۔ لیکن کیا اس زمین کو بہتر بنانے کے لیے ہم نے کچھ انتظامات کیے ہیں؟ نہ تو کھاد کی جو ضرورت ہوتی ہے، وہ مہیا کی جاتی ہے۔ کھاد کا ریٹ صحیح رہا، لیکن کیا روپے کی قیمت کم نہیں ہوئی؟ ٹھیک ہے کہ مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔ لیکن جہاں پر دوسری چیزوں کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں تو وہاں پر یہ بھی ضروری ہے کہ کپاس کی قیمت بڑھائی جائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ گندم کی قیمت بڑھائی جائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ pesticides کی قیمت کو کنٹرول کیا جائے۔ inputs دن بدن مہنگے ہوتے جا رہے ہیں۔ اور فصل کی قیمت وہی جوں کی توں ہے۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اور خصوصی طور پر اس محکمے کو یہ التماس کروں گا کہ جناب کیا ہو رہا ہے؟ پنجاب میں اور پاکستان میں کافی ساری زمین ہے جو اس وقت بنجر ہے۔ ہم نے کوئی پالیسی نہیں بنائی اور اگر بنائی ہے تو اس کے اوپر عمل درآمد نہیں ہوتا۔ اگر عمل درآمد ہوتا تو آج حالات ایسے نہ ہوتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک کی جتنی آبادی ہے اور جتنا ہمارا رقبہ ہے۔ اگر اس کو ہم کاشت کا رقبہ بنا لیں۔ چولستان کو آباد کر لیں۔ چولستان کی زمین پر کیا problem ہے۔

ہم وہ زمین کیوں نہیں بیچ سکتے؟ چولستان کی زمین بیچ کر کاشت کار کو دی جائے۔ وہاں کے رہنے والوں کو دی جائے تاکہ وہ آباد ہوں اور اس ملک میں زراعت کی ترقی ہو۔

جناب والا! آج پاکستان کو بنے ہوئے تقریباً 50 سال ہو گئے ہیں ۔ ہم کسی اور ملک کے ساتھ اپنے آپ کو compare نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم اپنے آپ کو کم از کم ہندوستان کے ساتھ تو compare کریں کہ وہاں پر کیا ہو رہا ہے اور یہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ اب چاہے پاکستان ہے' چاہے ہندوستان ہے' اس میں تقریباً ایک ہی قسم کے حالات ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو ہم زراعت کو بہت ترقی دے سکتے تھے۔ لیکن یہاں پر اتنی ترقی نہیں دی گئی جتنی کہ ہمارے ہمسایہ ملک میں دی گئی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ زراعت کو ایک اہم ادارہ سمجھ کر اور ایک ایسا ادارہ سمجھ کر جو ملک کی ترقی کے لیے ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے اور ہمارے ملک کی ہر قسم کی انڈسٹری کے لیے بنیاد ہے' اس پر توجہ دی جائے۔ میں نے سنا ہے کہ ہمارے پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے اپنی opening speech میں زراعت کے بارے میں کافی کچھ کہا ہے۔ ہمارے پارلیمانی سیکرٹری صاحب جوان ہیں۔ اس مقصد کے لیے ان کی خواہش ہے' ہمت ہے کہ وہ زراعت کے بارے میں بہتر سے بہتر اپنی سفارشات پیش کریں۔ لیکن صرف سفارشات سے کام نہیں چلے گا۔ جو ٹاسک فورس جناب وزیراعلیٰ نے بنائی ہے' میں سمجھتا ہوں کہ چاہے جہانگیر ترین صاحب ہیں' چاہے مخدوم صاحب ہیں' ان کو زراعت کے بارے میں عبور تو حاصل ہے۔ لیکن صرف سفارشات کے ساتھ کام نہیں چلے گا۔ ان کو چاہیے کہ وہ اس کے اوپر عمل در آمد بھی کروائیں۔ کاشت کار جو چھوٹا طبقہ ہے اس کو زیادہ سے زیادہ رعایت اور ہر قسم کی سہولیات دی جائیں۔ ADBP بنک تو بن گیا۔ بہت باتیں ہوئیں کہ اتنا ارب روپیہ دیا گیا ہے۔ لیکن ایک کاشت کار جب زرعی بنک میں جاتا ہے اور جب وہ دھکے کھاتا ہے۔ وہ شاید پالیسی بنانے والوں کو معلوم نہیں۔ لہٰذا اس چیز کے اوپر بھی توجہ دی جائے کہ زرعی بنک صحیح قرضے دے اور حق داروں کو دے۔ یہ نہیں کہ صرف قرضے adjust کیے جا رہے ہیں اور صرف زبانی جمع خرچ کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ زراعت کی ہر فصل میں ترقی ہو رہی ہے۔

جناب محمد صدیق سالار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ ہمارے وزیر اعظم پاکستان نے پورے ملک

کے ٹیکنوکریٹ اور کاشت کار جمع کر کے اسلام آباد میں ایک بہترین پالیسی دی ہے۔ فاضل دوست کو کہیں کہ یہ اپنی تقریر میں panic نہ پھیلائیں۔ یہ نہ کہیں کہ یہ نہیں ہو رہا' وہ نہیں ہو رہا' بلکہ حکومت بہت کچھ کر رہی ہے۔ یہ بتائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ ان کے اپنے خیالات ہیں۔ آپ نے جب تقریر کی تھی تو آپ نے جا دیا ناں۔ اب ان کو جانے دیں جو وہ چاہتے ہیں۔ جی' wind up کیجیے۔ آپ کا وقت بھی ختم ہو رہا ہے۔ بس دو منٹ میں آپ wind up کر لیں۔

میجر (ریٹائرڈ) محمد اسلم جوئیہ، جناب والا! ان خیالات کے ساتھ ہی میں اجازت چاہوں گا اور ایک بار پھر کہوں گا کہ یہ بحث ہے۔ اگر ہم تنقید نہیں کریں گے تو زراعت کے بارے میں ان لوگوں کو' جو بڑے ایوانوں میں بیٹھے ہیں' کیسے معلوم ہوگا کہ ایک کاشت کار کے مسائل کیا ہیں۔ وما علینا الاالبلاغ۔

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری شمشاد احمد خان صاحب۔

چودھری شمشاد احمد خان، شکریہ جناب سپیکر۔

آج جس موضوع پر بحث ہو رہی ہے۔ ہم دیکھتے آ رہے ہیں اور سنتے بھی رہے ہیں کہ ہماری معیشت میں زراعت کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی ہے۔ لیکن جو میرے دوست محکمہ زراعت کی کوتاہیوں کی نشان دہی کر رہے ہیں ان میں سے زیادہ دوستوں کا تعلق مسلم لیگ سے ہے اور ان کی بات کا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ وہ کسی بات پر مخالفت کر رہے ہیں بلکہ وہ اس محکمے کی بہتری کے لیے' اپنے کاشت کار کی بہتری کے لیے تجاویز دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ کن کن سمتوں میں اس محکمے کو بہتری کی طرف لے جایا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر! میرا تعلق اس علاقے سے ہے جہاں سے پاکستان میں سب سے زیادہ چاول برآمد کیا جاتا ہے۔ تو اُس علاقے سے اور اِس صوبے سے ستم ظریفی یہ ہے کہ آج مُنجی کا ریٹ تو مقرر کر دیا گیا ہے لیکن اس کو خریدنے والا کوئی نہیں۔ جب مُنجی کی فصل کو کاشت کیا جاتا ہے تو اس پر مختلف قسم کی بیماریوں کا حملہ ہوتا ہے۔ ان کو بتانے کے لیے کوئی فیلڈ اسسٹنٹ فیلڈ میں موجود نہیں ہوتا۔ آج کیا ہو رہا ہے؟ وہی پرانا روایتی طریقۂ کاشت ہمارے ملک میں رائج ہے۔ چھوٹا زمین دار وہی طریقہ اختیار کر رہا ہے۔ دو چار دفعہ ہل چلایا اور بیج اللہ کے نام سے دے دیا۔ جتنا اُگے گا

وہ کاٹ لے گا۔ اس کا براہِ راست رابطہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ میں نے پچھلے دنوں اپنی ٹاسک فورس کی میٹنگ میں بھی کہا تھا کہ جو کاٹن ایریا کے زمین دار ہیں وہ زیادہ پڑھے لکھے اور بڑے زمین دار ہیں اور جو رائس ایریا کے زمین دار ہیں وہ بے چارے چھوٹے ہیں۔ اُن کی آواز کو اونچے ایوانوں تک نہیں پہنچایا جاتا۔ پہلے کسی زمانے میں ہم دیکھتے تھے۔ آج بات ہوتی ہے۔ ہمارے اپوزیشن والے دوست بھی بات کر رہے ہیں لیکن دیکھیں اس ملک کی تاریخ میں پہلی دفعہ اس عالی شان کنونشن سنٹر میں مسلم لیگ کے قائد میاں نواز شریف نے پورے ملک کے کونے کونے سے زمین داروں کو مدعو کیا اور ان سے تجاویز لیں اور ایک بہت اعلیٰ زرعی پیکج دیا جس کی مثال اس ملک میں پہلے کبھی نہیں ملتی کہ کسی پارٹی کے کسی منتخب وزیراعظم نے پورے ملک سے چاروں صوبوں سے چھوٹے چھوٹے زمین داروں کو اسلام آباد بلوایا ہو اور ان تجاویز کی روشنی میں ایک زرعی پیکج دیا۔ میرے زمین دار دوست بیٹھے ہیں، غور کریں کبھی کسی حکومت نے امدادی قیمت ہر دفعہ بڑھائی جاتی ہے لیکن اتنی زیادہ تعداد میں امدادی قیمت کبھی کسی elected یا selected حکومت نے نہیں دی جتنی مسلم لیگ کی حکومت نے دی ہے۔ جناب سپیکر! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہمارے علاقے میں زمین دار پنیری کاشت کرتے تھے تو محکمہ زراعت کے فیلڈ اسسٹنٹ اور ان کے اہل کار زمین داروں کو جا کر بتاتے تھے کہ اب آپ کی جو پنیری ہے کتنے دن کی ہوگئی ہے، اب اس پر فلاں چیز کی زہر پاشی کریں، اس کو فلاں دوائی دیں۔ اس کے بعد جب دھان کی فصل کو کاشت کیا جاتا تھا اس پر ہوائی جہاز سے سپرے کیا جاتا تھا آج ہمارا محکمہ زراعت بہت بڑا محکمہ ہے اور اس کے wings بہت زیادہ ہیں۔ لیکن وہ صرف اپنے دفتروں تک محدود ہو چکا ہے۔ میرے ایک معزز دوست ہیں۔ وہ اس ایوان میں بار بار انگوروں کا ذکر کرتے تھے میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ مجھے انگوروں کے باغات دکھائیں۔ کیونکہ آج تک میں نے انگوروں کے باغات نہیں دیکھے۔ تو جناب والا! محکمہ زراعت کے جتنے ونگز ہیں اور اس کے جتنے فیلڈ اسسٹنٹس ہیں ان کے بارے میں عرض ہے کہ ان کو دفتروں سے نکال کر ان کو اپنی ڈیوٹی پر بھیجا جائے۔۔۔۔۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کی بات پر کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔

جناب محمد صدیق سالار، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ کبھی امریکہ تشریف لے جائیں۔ ان کے بانسوں کی چھتوں پر انگوروں کی بیلیں ہوتی ہیں' ان بیلوں سے انگور لٹکے ہوتے ہیں ------

چودھری شمشاد احمد خان، جناب' بات تو پاکستان کی زراعت کی ہو رہی ہے ------

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری صاحب! آپ ایسا کیجیے ناں کہ آپ معزز رکن کو اپنے خرچ پر امریکہ لے جائیں اور ان کو وہاں کی بیلیں دکھا کر لائیں۔

چودھری شمشاد احمد خان، جناب والا! میرے محترم بزرگ تو شاید farmer بھی نہیں ہیں - انھوں نے جو بھی باتیں کی ہیں وہ تو شاید اخبارات یا رسالوں سے پڑھ کر کی ہیں۔ وہ سیب اور انگور کی فصل کی بات کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے کپاس' دھان یا کسی اور فصل کی تو بات ہی نہیں کی۔

جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارا محکمہ زراعت کے جو فیلڈ اسسٹنٹس ہیں ان کو ان کی ڈیوٹی پر بھیجنا چاہیے۔ ہماری حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہییں کہ وہ اپنی ڈیوٹی دیں اور فیلڈ میں جاکر چھوٹے چھوٹے کاشت کاروں کو بتائیں اور یونین کونسل کی سطح پر تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا جائے اور زمین داروں کو educate کیا جائے کہ یہ پرانا اور روایتی طریقہ چھوڑ کر جدید طریقے سے فصل کاشت کریں آج بھی جو زمین دار جدید طریقہ سے کاشت کاری کر رہا ہے وہ اچھا خاصا منافع کما رہا ہے۔ لیکن جو چھوٹے زمین دار اسی پرانے روایتی طریقے سے کاشت کر رہے ہیں وہ خسارے اور گھاٹے میں جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہماری زراعت میں محکمہ اصلاح آب پاشی کا زراعت کو بہتر کرنے کے لیے بہت بڑا کردار ہے لیکن پچھلی حکومت نے محکمہ اصلاح آب پاشی کو کوئی فنڈز نہیں دیے اس سے پہلے مسلم لیگ کی حکومت میں محکمہ اصلاح آبپاشی نے جتنا بڑا کردار ادا کیا ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایک زمین دار' جس نے محکمہ اصلاح آب پاشی کے وجود سے پہلے نہری پانی کی کبھی شکل بھی نہیں دیکھی تھی' پکے کھالے بنانے کے بعد پانی اس کے کھیت تک گیا اور وہ ایک راجباہ سے یا ایک کینال سے پانی اسی طرح لیتا ہے جیسے وہ پہلے ایکڑ میں لے رہا ہو۔ پکے کھالے بن گئے ہیں اور اب پورا پانی اس کے کھیت میں جاتا ہے۔ تو جناب سپیکر! ہماری حکومت نے یہ جو اقدامات کیے ہیں ان میں ٹریکٹروں کی قیمتوں میں کمی' زرعی آلات کی قیمتوں میں کمی' اس کے علاوہ کھاد کی قیمتوں میں

کمی کی ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ زراعت سے متعلقہ ایک مارکیٹ کمیٹی ہے تو اس کا کردار بھی نہ ہونے کے برابر ہے وہ بھی صرف وہی کام کر رہے ہیں۔ ٹھیک ہے' ڈیوٹی پر آئے اپنی فیس وصول کی اور چلے گئے۔ اس کے علاوہ جو جعلی زرعی ادویات مارکیٹ میں فروخت کی جاتی ہیں۔ جو جعلی کھاد مارکیٹ میں فروخت کی جاتی ہے۔ ان کو چیک کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں اور اس کے لیے ایسا قانون بنایا جائے جس میں سخت سے سخت سزا تجویز کی جائے۔ جو بھی آدمی جعلی ادویات' جعلی کھاد اور جعلی بیج کا کاروبار کرتا ہے اسے زیادہ سے زیادہ سزا دی جائے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ جیسے میں پہلے عرض کر رہا تھا کہ محکمہ زراعت میں بہتری کے لیے اصلاح آب پاشی کو فعال بنایا جائے اور اس کا اثر چھوٹے زمین دار تک پہنچایا جائے۔ محکمہ زراعت کا جس طرح انجینئرنگ ونگ ہے اس نے گندم کی فصل کو کاٹنے کے لیے' دھان کی فصل کو کاٹنے کے لیے مشینیں خریدی ہیں یہ کسی کام نہیں آ رہیں۔ یہ دفتروں میں کھڑی ہیں' ان کو کام میں لایا جائے۔ زمین داروں کو educate کیا جائے اور انھیں بتایا جائے کہ جب آپ پرانے طریقے سے اپنی فصل کو کاٹتے ہیں تو اس سے اتنے من کا نقصان ہوتا ہے اور جب آپ نے طریقے سے جدید مشین کے ساتھ اس فصل کو کاٹیں گے تو اس سے آپ کو اتنے من کا اور اتنے پیسے کا فرق پڑے گا۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب قائم مقام سپیکر، مہر محمد انور حیات خان لک۔

مہر محمد انور حیات خان لک، جناب سپیکر! زراعت پر اس وقت سیر حاصل بحث ہو چکی ۔ ہمارے ملک میں اس وقت زراعت کی صورت حال ایسی ہے جیسے کوئی مریض آخری سانسیں لے رہا ہو۔ اس صورت حال میں ہماری حکومت نے چند مراعات دی ہیں' مثلاً زرعی قرضوں کا آسان حصول' ٹیل پر پانی کی فراہمی' زرعی اجناس کی قیمتوں میں خاطر خواہ اضافہ اور ڈیزل کی قیمت میں اضافہ نہ کر کے زراعت کو سہارا دینے کی بھر پور کوشش کی گئی ہے ۔ ہم اس کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن یہ تمام چیزیں ابھی بھی زراعت کو boost up کرنے کے لیے ناکافی ہیں۔جناب والا! سب سے پہلے زرعی ادویات اور مصنوعی کھاد کی قیمتوں کی quality اور قیمتوں کو کنٹرول کرنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ ہمارے ہاں پچھلے دور میں جتنی تیزی سے کھاد کی قیمتیں بڑھی ہیں اسی تیزی سے زرعی فصلوں کی پیداوار نیچے آئی ہے' کیونکہ کسان کی قوت خرید کم ہوئی اور اس نے fertilizers کم استعمال کیں

جس کی وجہ سے فصلوں کی پیداوار کم ہوئی۔ جناب سپیکر! ان سب باتوں سے زیادہ ہمارے ہاں ریسرچ اور تحقیق کا پہلو ہے جس پر کبھی کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ صرف کپاس پر تھوڑی بہت ریسرچ کی گئی۔ اس کے علاوہ کسی فصل کے لیے کوئی ریسرچ نہیں کی گئی۔ نہ ہی گنے کا کوئی نیا بیج آیا جو پہلے بی۔ ایل۔4 کے مقابلے میں زیادہ پیداوار دے سکے۔ ہمارے ہاں ابھی ایک نئی قسم آئی ہے اور پتا نہیں کہ وہ کہاں سے آئی ہے اور وہی کاشت کی جا رہی ہے جو شوگر کم پیدا کرتی ہے اس کے لیے عرصہ زیادہ درکار ہوتا ہے۔ بی۔ ایل۔4 کے بعد گنے کا کوئی خاطر خواہ بیج نہیں آیا۔ اس کے علاوہ گندم میں بھی ایسا کوئی نیا بیج نہیں لایا گیا جو پہلے سے بہتر ہو۔ اس وقت کسانوں کو جو قرضے دیے جا رہے ہیں ان کی اس وقت شرح سود بھی بہت زیادہ ہے اس پر بھی حکومت وقت کو غور کرنا چاہیے اور اسے کم کرنا چاہیے۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ ایک ایسے مسئلے کی طرف دلوانا چاہوں گا جو ابھی تازہ مسئلہ بن کر ابھرا ہے۔ وہ ہے کسان کو اس کی فصلوں کے معاوضے کی بروقت ادائیگی۔ ہمارے علاقے میں گنے کے کاشت کاروں کو شوگر مل والوں نے ابھی تک ادائیگی نہیں کی جبکہ نئی فصل بھی اب کٹنے کو تیار ہے۔ اسی طرح citrus کی جو فیکٹریاں وہاں لگی ہیں انھوں نے بھی ابھی تک کوئی ادائیگی نہیں کی بلکہ زمین داروں کا چھ چھ، دس دس کروڑ روپیہ ابھی تک وہ دبائے بیٹھے ہیں۔ اس لیے جب کسانوں کو اس کی ادائیگی نہیں ہوگی وہ نئی فصل کو کاشت کرنے کے لیے کیا کریں گے جبکہ ان کے وسائل اتنے نہیں ہیں کہ وہ اپنا گزارہ کر سکیں۔ آئندہ فصل کے لیے نئے اور اچھے بیج، اچھے fertilizer اور زیادہ fertilizer use کرنا ان کے بس سے باہر ہے جبکہ انھیں پچھلی فصل کی ادائیگی بھی نہیں ہو رہی۔

جناب سپیکر! پچھلے سال اس وقت تک سٹرس کے باغات اسی فی صد تک فروخت ہو چکے تھے۔ لیکن اس مرتبہ سٹرس ملوں کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے دس فی صد باغات بھی فروخت نہیں ہوئے۔ انھیں اپنی فصلوں کی ادائیگی نہیں ہو رہی۔ وہ کھاد استعمال نہیں کر سکا، بیج نہیں خرید سکا، اسی وجہ سے گندم کی پیداوار پہ بہت برا اثر پڑے گا۔ اس لیے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ حکومت وقت اور آپ کے توسط سے وزیر قانون اور وزیر زراعت سے یہ گزارش کروں کہ وہ اس بارے میں کوئی قانون لائیں تاکہ جو لوگ زمین دار کا پیسہ سالہا سال دبائے رکھتے ہیں اور دوسرے سال یا اگلی فصل

کے آنے پر دیتے ہیں وہ انھیں بروقت ملے اور وہ اپنی فصلوں پر پرزور محنت کر سکے اور اپنے وسائل کو دوبارہ اسی زمین میں ڈالیں تا کہ ہماری فصلیں بہتر ہوں اور ہماری پیداوار بڑھے۔ شکریہ!

جناب قائم مقام سپیکر، سعید اکبر خان صاحب (تشریف نہیں رکھتے تھے)۔ حاجی محمد اکرم صاحب۔ (تشریف نہیں رکھتے تھے)۔ ملک طیب خان اعوان صاحب (تشریف نہیں رکھتے تھے)۔ سعید احمد چودھری صاحب (تشریف نہیں رکھتے تھے)۔ ملک مظہر عباس صاحب (تشریف نہیں رکھتے تھے)۔ پیر احمد شاہ کھگہ صاحب!

پیر احمد شاہ کھگہ!، جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی' آپ نے وقت عنایت فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ زراعت کے متعلق بحث شروع ہے۔ ہمارے وزیراعظم صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب نے زراعت کے معاملے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ ان کی تو کوشش ہے کہ ہمیں جو گندم باہر سے منگوانی پڑتی ہے اگر ہمارے ہاں فصلیں اچھی ہوں' لوگ خوش حال ہوں ۔ انھوں نے کسانوں کی امداد میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ان کی بڑی مہربانی ہے۔ لیکن زراعت کا مسئلہ اس قسم کا ہے کہ زراعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے فرشتو! تم ہاتھ اٹھائے رکھو اس کاشت کار کے لیے ۔ کیونکہ جب تک یہ زمین میں ہل چلاتا رہے یہ میری روزی کے وعدے میں شامل ہے ۔ اللہ پاک زراعت کاشت کار' زمین دار اور زمین کے متعلق اتنی مہربانی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لیے روزی کا وعدہ فرمایا تو یہ اس روزی میں شامل ہے۔ اور گندم یا دوسری کھیتی باڑی نہ ہو تو میرے خیال میں انسان کی زندگی بڑی مشکل ہے ۔ گندم اگر نہ ہو یا مکئی نہ ہو تو فروٹ سے گزارا ہو سکتا ہے کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو جبتک معافی نہ دی گئی وہ فروٹ کھاتے رہے اور گزارا کرتے رہے۔ اس طرح چار سو سال انھوں نے زندگی گزاری۔ پھر معافی کے بعد اللہ پاک نے ان کو تمام باتیں بتائیں۔ اور پھر اس کے مطابق دنیا کو چلایا اور ہر چیز کا نام اللہ تعالیٰ نے ان کے دماغ میں جذب فرمایا۔ اور اللہ پاک نے فرمایا کہ اے بنی آدم ! تو نبی ہے لیکن تیری ڈیوٹی صرف یہ ہے کہ تم بچے پیدا کرو اور میری دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ میں تمھارے دماغ میں سما دیتا ہوں' وہ ان کو سمجھاؤ۔ یہ مسئلہ اس طرح ہے ۔

زراعت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کے متعلق ہمارے پنجاب نے تمام ہندوستان کو گندم میسر کی۔ انگریز کے زمانے میں اس کے چھتیس اضلاع تھے اور صوبہ پنجاب گڑ گاؤں تک جاتا تھا۔ لیکن

اس وقت انگریز حکومت نے یا عوام نے کبھی کسی جگہ سے گندم نہیں منگوائی۔ اتنی گندم یہاں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن زمین دارے کا حال یہ ہے کہ آج کل جو نہری نظام ہے وہ صفر بٹا صفر ہے۔ جب ایک آدمی پانی لگاتا ہے تو شام کو نہر ضرور ٹوٹتی ہے ۔ سات سات آٹھ آٹھ دن ان کو بند نہیں کیا جاتا' اس لیے پانی کی کمی ہو جاتی ہے ۔ ہمارے کاشت کار آج کل جو گندم کی کاشت کے لیے رَوْنی وغیرہ کراتے ہیں' وہ رَوْنی نہیں کرا سکتے۔ اس کو سیراب نہیں کرا سکتے تاکہ زمین گندم کے قابل ہو جائے اور اس کو کاشت کیا جائے۔ کاتک کی پندرہ تاریخ سے ماگھ کی پندرہ تاریخ تک گندم کی کاشت ہوتی ہے۔ اس طرح اس میں گندم کی کاشت میں کمی ہو جائے گی۔ میں زراعت کا بڑا شوق رکھتا تھا۔ یہاں امریکہ والوں نے کاشت کاروں کا ایک گروپ بھیجا کہ گندم اس طرح پوری ہوتی ہے۔ تمھاری گندم پوری کیوں نہیں ہوتی ۔ میں محکمہ زراعت سے کافی رابطہ رکھتا تھا۔ محکمہ زراعت والوں نے ایک گروپ کو میری طرف بھیج دیا۔ ٹریکٹر سے لے کر کمبائین تک تمام مشینری ان کے ساتھ تھی۔انھوں نے گندم کاشت کروائی۔ میں نے اس طریقے سے گندم کاشت کروائی۔ میری 125 من فی ایکڑ گندم ہوتی رہی۔ اور یہ مونجی 110 من فی ایکڑ لیتا رہا۔ لیکن وہ 125,130,140 ہارس پاور کے ٹریکٹر یہ کام کر سکتے ہیں۔ ہمارے ٹریکٹر کم پاور کے ہوتے ہیں' وہ اتنا گہرا ہل چلا ہی نہیں سکتے ۔ ان کا سمجھانے کا مقصد یہ تھا کہ گہرائی میں ہل چلایا جائے اور وقت پر کاشت کرو۔ تین تین چار چار فٹ plough زمین میں جاتے تھے اور ایک دفعہ وہ ہل چلاتے تھے ۔ پھر ان کے پاس اچھی قسم کے کراہ وغیرہ تھے جس سے زمین کو نیچے سے اوپر لا کر ہموار کر کے کاشت کرواتے تھے جس سے زمین کو طاقت ملتی تھی جس سے پیداوار میں اضافہ ہوتا تھا ۔ ہمارا فیصل آباد کا انسٹی ٹیوٹ ایشیا میں سب سے بڑا انسٹی ٹیوٹ تھا۔ لیکن آج کل کے ہمارے ضلعی افسروں کو یہ پتا بھی نہیں کہ فصلوں کا نام کیا ہے ۔ بالکل نالائق قسم کے آدمی ہیں جن کی کوئی ریسرچ نہیں۔ جن کا کوئی طریقۂ کار نہیں جس سے وہ ہم لوگوں کو اس قسم کے بیج مہیا کریں' جس سے ہمارے ملک کی خوراک کی ضروریات پوری ہوں۔ وہ لوگ ہمیں اچھے سے اچھا بیج بنا کر دیتے ۔ جس طرح انھوں نے میکسی پاک بنایا تھا جس کی پیداوار 80/85 من درمیانے طریقے پر کاشت کی ہوئی زمین سے ملتی تھی۔ ان کو وہ خبر ہی نہیں۔ اسی طرح محکمہ انہار ہے ۔ ان سے نہروں کی درستی نہیں ہوسکتی۔ وائیں صاحب ضلعی کر کے بلڈوزر کی شکل نہر میں چلاتے رہے' لیکن اس کی پٹڑیاں مضبوط نہ ہوئیں ۔ جب نہر میں پانی چھوڑتے ہیں تو

وہ ٹوٹ جاتی ہے۔ ہر نہر کا مسئلہ یہی ہے جو میں عرض کر رہا ہوں ۔ اور حلفاً میں عرض کر رہا ہوں ۔ اس میں ذرا بھی ادھر ادھر کی بات نہیں۔ ہماری حکومت کو یہ ضرور سوچنا چاہیے ۔ میاں صاحب تو اس معاملے میں بڑی کوشش فرما رہے ہیں۔ لیکن ان کو وقت ہی اتنا نہیں ملتا۔ ان کو اور بھی بہت سارے کام ہیں ۔ ہماری پچھلی حکومتوں نے اس ملک کا ' زراعت کا اور نہروں کا بھی بیڑہ غرق کیا۔ ہمارے اپوزیشن لیڈر صاحبان محسوس تو کریں گے' لیکن میں یہی عرض کروں گا کہ انھوں نے اس ملک کا ستیاناس کیا' زراعت کا ستیاناس کیا اور نہروں کا ستیاناس کیا۔ اور خزانے کا ستیاناس کیا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انڈیا میں گندم کاشت ہوتی ہے لیکن وہ باہر سے گندم منگواتے بھی نہیں۔ ان کو کاشت کے لیے بجلی مفت دی جاتی ہے اور ان سے بجلی کا بل وصول نہیں کیا جاتا۔ کھاد 118/120 روپے فی بوری ہے ۔ اور ہم 550 روپے میں یوریا اور ڈی اے پی کھادیں لے رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، پیر صاحب ! لیڈر آف اپوزیشن نے مجھے لکھ کر بھیجا ہے کہ باقی باتیں تو صحیح ہیں لیکن 125 من والی بات صحیح نہیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ، خدا گواہ اور خدا کا رسول گواہ ہے۔

آپ یقین فرمائیں میں نے بلڈوزر منگوا کر زمین کو بہت اکھیڑا تھا اور پہلے سال میکسی پاک کا جو بیج آیا تھا وہ کاشت کیا تھا۔ لیکن اب تو گندم کی پیداوار 40/50 من فی ایکڑ سے زیادہ نہیں۔

جناب محمد صدیق سالار : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جب کسی بات میں اللہ اور اللہ کے رسول کا نام آجائے تو اس بات پر یقین کرنا چاہیے' اس پہ شک نہیں کرنا چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کو کس نے کہا ہے کہ یقین نہیں ہے' ہم تو سب یقین کر گئے ہیں۔ جی شاہ صاحب!

پیر احمد شاہ کھگہ: جناب سپیکر! اِس وقت گندم اتنی اوسط نہیں دے رہی' اُن دو' تین' چار سالوں میں یہ اوسط نکلی تھی۔ میکسی پاک سفید اور میکسی پاک بھورے رنگ والی بھی کافی زیادہ پیداوار دیتی تھی۔

وزیر خوارک و صحت (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف صاحب نے جس point پر وضاحت چاہی ہے' اصل میں وہ اتنی گہرائی تک کبھی گئے نہیں

جتنی گہرائی تک پیر احمد شاہ کھگہ صاحب گئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: پیر صاحب! اب آپ wind up کر لیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: اپوزیشن کے لیڈر صاحب کی ہمارے دل میں بڑی عزت ہے' وہ ہمارے دوست ہیں' ہمارے بھائی ہیں اور وہ ہمارے ساتھ رہے ہیں۔ لیکن اس کی طرف انھوں نے خیال نہیں کیا دوسری طرف چلتے رہے ہیں۔ اس لیے وہ ناراضگی نہ کریں' ملکی حالات کو دیکھ لیں آخر ملک کو کوئی تو لوٹنے والا تھا کہ تمام خزانے لوٹ لیے گئے' خالی ہو گئے' ڈکیت حکومت کے پیسے لوٹ کر لے گئے' پچھلے دور میں یہ سب کچھ ہوا۔چونکہ ان کی حکومت تھی اور جس طرح ان کے جی میں آیا وہ کرتے رہے' ہم کیا کر سکتے ہیں؟ لیکن اللہ پاک ساری باتیں جانتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! اگر کسی آدمی نے کسی دوسرے کے سات پیسے بھی دینے ہوں گے تو میں قیامت کے دن اس کی تمام نیکیاں دوسرے آدمی کے کھاتے میں ڈال دوں گا۔یہ قصہ ایسا ہے کہ اس کے نزدیک نہیں جانا چاہیے اور توبہ نعوذ باللہ کرنی چاہیے۔

جناب والا! میری یہ تجویز ہے کہ ہماری حکومت کو ایسے اقدامات اٹھانے چاہییں کہ کاشت کاروں کو ٹریکٹر سستے داموں مہیا کیے جائیں' کھاد سستی دی جائے' ادویات سستی دی جائیں' ڈیزل سستا دیا جائے۔ زراعت کے شعبے کی طرف خاص دھیان دیا جائے' مروت کی جائے' کیونکہ یہ ایک ایسا روزگار ہے کہ سبزیاں' فروٹ' گندم' دالیں' کپاس وغیرہ سب کچھ زمین دار بھیجتا ہے اور اگر زمین دار متحد ہو جائیں' مشورہ کر کے فیصلہ کر لیں کہ ہم نے شہروں کو کوئی چیز نہیں بھجوانی' یہ سب کچھ بند کر دیں تو یہ شہری بابو فٹ پاتھوں پر جان دے دیں۔ اس لیے ناراضگی نہ کریں اور زمین دار کے حالات پر رحم کیا جائے۔ زمین دار بڑا تابع دار ہے۔جناب والا! کل میں نے ایک اخبار میں پڑھا ہے کہ فلاں آدمی' چھوٹا کاشت کار پانی لگا رہا تھا تو اس کو سانپ نے ڈس لیا اور وہ فوت ہوگیا۔ یعنی رات کو زمین دار کے ساتھ ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں' پانی والی جگہوں پر یہ سانپ وغیرہ فصلوں میں ہوتے ہیں۔ یہ تمام قربانیاں زمین دار کے ذمے ہیں۔ زمین دار ایک خاص قسم کا کارکن اور طبقہ ہے' لہٰذا اس کے ساتھ آپ خاص فیاضی سے پیش آئیں اور وہ تمام سہولتیں عنایت فرمائیں۔ آپ کو خداوند پاک کی طرف سے بھی ثواب ہوگا اور دنیا کی تکالیف بھی رفع ہوں گی' جو چیزیں ہمیں باہر سے منگوانی پڑتی ہیں وہ چیزیں تو ہمارے صرف دو تین ضلعے پوری کر سکتے ہیں۔ مہربانی۔

جناب قائم مقام سپیکر: پیر صاحب! شکریہ' بڑی مہربانی۔ کتنی بصیرت افروز تقریر ہے۔ مجھے علم ہے کہ وزیر صاحب اس کا جواب دینے سے قاصر رہیں گے۔ میرے پاس جو فہرست تھی وہ تقریباً مکمل ہو گئی ہے۔ چودھری محمد صدیق ڈھلوں صاحب کا نام پہلے میں نے پکارا تھا' آپ اس وقت تشریف نہیں رکھتے تھے' اب تشریف لے آئے ہیں۔ آپ مہربانی کیجیے۔ یہ آج کی اس بحث کے آخری سپیکر ہیں۔

پیر احمد شاہ کھگہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی کچھ چھوٹی چھوٹی تقریریں کی ہیں لیکن ہمارے صحافی صاحبان' اخباری رپورٹر صاحبان نے میرا نام غلط لکھا ہے۔ تو اسی طرح پھر یہ خبریں بھی غلط لکھتے ہوں گے۔ پہلے انھوں نے میرا نام احمد شاہ کی بجائے محمد شاہ کھگہ لکھا ہے جب کہ اس نام کا اس اسمبلی میں کوئی ممبر نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: تمام صحافی حضرات اور دوسرے دوست نوٹ کر لیں کہ ان کا نام "پیر احمد شاہ کھگہ" ہے۔ جی چودھری صاحب!

چودھری محمد صدیق ڈھلوں ایڈووکیٹ: جناب سپیکر! ہمارے ملک میں زراعت کی اہمیت اتنی ہے کہ جتنے بھی سپیکر آتے جائیں گے وہ اس کو ریڑھ کی ہڈی کا نام دیں گے' کہ یہ ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اور اس کے نقص بھی اتنے واضح ہیں کہ بار بار ان کی repetition ہو رہی ہے کہ زمین دار کو کھاد خالص نہیں ملتی' ادویات خالص نہیں ملتیں' بیج خالص نہیں ملتے اور اس کے پاس اتنی طاقت خرید نہیں کہ زمین دارے کے آلات بھی خرید سکے۔ بحث تو بحث سہی' لیکن اب اس مسئلے کو عملی طور پر حل کرنا ہو گا۔ یہ ادویات میں ملاوٹ پہلے دستی ہوتی تھی لیکن اب اس کے لیے ہر شہر میں فیکٹریاں بن گئی ہیں۔ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم اتنی اہمیت کے حامل profession کو اس طرح سے کیوں نظر انداز کیے ہوئے ہیں؟ یہ ملاوٹ کرنے والے جو لوگ ہیں انھیں ہم منع کیوں نہیں کرتے؟ کیا وجہ ہے' کیا ہم قانون نہیں بنا سکتے؟ ہم ایسے penalising sections بنا دیں کہ وہ دوبارہ ملاوٹ کرنے کا سوچ بھی نہ سکیں۔ جناب والا! یہ صرف زراعت پر بحث سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ جب تک ہم عملی طور پر اس کے لیے قانون بنا کر' جو ہاتھ اس کو backward کرنے میں شامل ہیں انھیں نہیں توڑیں گے تو اس وقت تک زراعت ترقی نہیں کر سکے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری حکومت نے' میاں صاحب نے تھوڑے ہی عرصے میں اس کو اچھی طرح سمجھا ہے اور اس

کے لیے ایک تاریخی قسم کا زرعی پیکج دیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اس ارادے کے ساتھ advance کر رہے ہیں' ان شاء اللہ تعالیٰ وہ پوری کوشش کر کے اس ملک کا یہ مسئلہ حل کریں گے۔ لیکن جب تک یہ mixing والے نہ گئے' صحیح بیج اور کھاد نہ ملی تو اس وقت تک زراعت کا مسئلہ کبھی بھی حل نہیں ہو سکے گا۔ جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ کسی بھی professional کا پتا اس کے standard of living سے چلتا ہے کہ اس کا profession کیسے چل رہا ہے۔ لیکن ہمارا زمین دار' جسے ہم نے زمیندارے کا پاسبان بنایا ہوا ہے اس کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک وقت میں اپنے جسم کے لیے تینوں کپڑے بھی نہیں خرید سکتا۔ یہ جو موجودہ حکومت نے زرعی پیکج دیا ہے اس میں ہم نے موجودہ فصل پر قرضہ بھی advance کیا ہے۔ لیکن خدا نہ کرے' اگر اس کو اس قرضے کے عوض میں جعلی دوائی یا جعلی کھاد مل گئی تو پھر اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ پیداوار کا ہدف بھی پورا نہیں ہوگا' زمین دار بھی مقروض ہو جائے گا اور وہ کس مپرسی کی حالت میں اپنے بچوں کے لیے بھی روزی پیدا نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا میری یہ گزارش ہے کہ اس پر بحث کی بجائے توجہ دینی ہو گی۔ اب اس ملک کی معیشت اس حد تک آ چکی ہے' اس سے کوئی بھی ناواقف نہیں کہ ہمارا economically کیا حال ہو چکا ہے۔ یہاں لوگ کہتے ہیں کہ 75 فی صد آبادی کا انحصار زراعت پر ہیں' جبکہ میں کہتا ہوں کہ سو فی صد آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ ہماری جو agro based industry ہے اس میں یہ باہر کی دنیا کے ساتھ compete نہیں کر سکتے۔ وہاں سے یہ third class قیمتیں لے کر واپس آ جاتے ہیں۔ ہم اس ملک میں انڈسٹری کو تو تب set سمجھیں کہ اگر یہ باہر سے مال منگوا کر یہاں کپڑا بنائیں اور پھر اسے باہر بھیجیں اور دنیا میں compete کریں۔ پھر تو ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم نے کوئی technology gain کر لی ہے۔ ہمارا تو سو فی صد انحصار زراعت پر ہے۔ اگر ہم نے زراعت کو develop کر لیا تو ہم سرخ رو ہوں گے اور زراعت اگر انحطاط میں گئی تو ہم خوش حال ہونے کی امید نہیں کر سکتے۔

جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ اس میں چند ایک ایسی چیزیں ہیں جن کو develop کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک water course کی re-modelling نہ ہوئی۔ یہ اس وقت کی نہریں بنی ہوئی ہیں جب زمین کو 40 فی صد کے حساب سے پانی ملتا تھا' لیکن اب سو فی صد پانی کی ضرورت ہے۔ زمین دار مالیہ بھی پورا دے رہا ہے' لیکن اسے پانی 40 فی صد بھی نہیں مل رہا۔ تو جناب سپیکر!

جب تک بڑی نہروں کی re-modelling نہ ہوئی' اس وقت تک پانی کسی طرح سے بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کمی کو تو کھالے پورا کریں گے بحث پورا نہیں کر سکتی۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر زراعت صاحب!

وزیر زراعت (چودھری محمد اقبال)، شکریہ جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ جناب نے آج بڑے اہم موضوع پر مجھے گزارشات پیش کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ جناب والا! آج میرے موضوع سخن جناب قائد حزب اختلاف ہیں۔ میں معذرت چاہوں گا' ان کے ساتھ بڑی پرانی رفاقت بھی اور دوستی بھی ہے۔ لیکن میرے فاضل دوستوں-----

جناب قائم مقام سپیکر، یہ معذرت آپ پرانی دوستی پر چاہ رہے ہیں؟

وزیر زراعت، جی؛

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کہہ رہے ہیں ناں کہ میں معذرت چاہتا ہوں ان کے ساتھ پرانی دوستی بھی ہے۔ تو کیا آپ دوستی سے معذرت چاہ رہے ہیں؟

وزیر زراعت، جناب والا! میں جو آگے بات کرنے والا ہوں اس کی معذرت کر لی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، اچھا' پیشگی معذرت کر لی ہے۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! جہاں تک میرے رکھنے کار کا تعلق ہے انھوں نے بڑی بصیرت افروز تقاریر فرمائی ہیں اور مجھے بڑی راہنمائی ہوئی ہے۔ لیکن اپوزیشن کا کردار کسی اسمبلی کے اندر اور کسی ادارے کے اندر بڑا اہم ہوتا ہے اور اس سے حکومتیں بھی بڑی راہ نمائی حاصل کرتی ہیں۔ جناب والا! میں نے اس لیے ان سے پہلے معذرت کر لی ہے کہ میں ان سے اس کردار کی توقع رکھتا ہوں جو یہاں پر سردار بہادر خان نے کیا تھا۔ میں اس کردار کی توقع رکھتا ہوں جو جناب حسن محمود مرحوم نے کیا تھا۔ میں اس کردار کی توقع رکھتا ہوں جو یہاں presently میاں شہباز شریف نے کیا تھا(نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب والا! ان کا کردار آپ نے بھی سنا اور میں نے بھی دیکھا۔ اگر گستاخی نہ ہو تو آج اس ہاؤس کے اندر مسعود عالم شاہ صاحب نے ان سے بہتر تقریر کی ہے۔ میں یہ بات کرنے پر پھر معذرت چاہتا ہوں۔ جناب والا! میں چاہوں گا کہ وہ اپنا بھر پور کردار ادا کریں۔ مجھے اس کی خوشی ہو گی تاکہ ہمیں کوئی راہ نمائی ملے اور حکومت وقت ان کے خیالات سے مستفید ہو۔

جناب سپیکر! ایک دو گزارشات جو سیاسی اعتبار سے ہوئی ہیں میں وہ پہلے عرض کر لوں پھر

اعداد و شمار کے ساتھ اپنا کیس plead کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! یہاں پر یہ کہا گیا کہ غیر زراعت پیشہ حکومتیں آ گئی ہیں، غیر زراعت پیشہ لیڈر آ گئے ہیں، وہ زراعت کے ساتھ کسی قسم کی ہمدردی نہیں رکھتے جس طرح ہم رکھتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس وقت جب ملک کے اندر آٹے کا بحران تھا کسی منتخب وزیراعظم کو آج تک جرأت نہیں ہوئی کہ گندم کا ریٹ 55 روپے فی من بڑھا دے لیکن وزیراعظم میاں محمد نواز شریف، جو کہ منتخب وزیراعظم تھے، انھوں نے ایک ہی آرڈر سے گندم کا ریٹ 55 روپے بڑھا دیا (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب والا! میں قائد حزب اختلاف کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ کوئی ایسی مثال پیش کریں۔ جس وزیراعظم کے ساتھ وہ کام کرتے رہے ہیں کبھی انھوں نے کوئی tail ملاحظہ فرمائی ہو حالانکہ وہ خود زمین دار تھیں۔ یہ کوئی ایک ایسی مثال پیش کر دیں کہ انھوں کو کوئی tail ملاحظہ فرمائی ہو۔ جناب والا! میں عینی شاہد ہوں اور میرے سارے رفقائے کار بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ ہمارے وزیراعظم خود بہاول پور میں tail پر پہنچے اور جو زوردار آدمی غریب آدمی کا پانی چوری کرتے تھے ان کو اندر کیا اور محکمہ نہر کے ایک S.E کو بھی اندر کیا۔ پاکستان میں ایسا وزیراعظم چاہیے جو زمین دار کا تحفظ کر سکے۔ یہ نہیں کہ وہ برائے نام زمین دار ہیں، اس لیے ہم ان سے بڑی ہم دردی رکھتے ہیں اور غیر کاشت کار ہیں۔ ایسی باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آدمی کا عمل دکھاتا ہے کہ اس کا کردار کیا ہے؟ جناب سپیکر! آج تک کبھی بھی کسی وزیراعظم پاکستان نے قرضے کا سلسلہ چیک کیا ہو؟ لیکن میرے وزیراعظم، میرے قائد نے خود سمندری میں جا کر ایک بنک کے اوپر چھاپا مارا اور وہاں دیکھا کہ کیا غریب کاشت کار کو قرضہ مل رہا ہے یا نہیں؟ اگر مل رہا ہے تو اس سے کوئی پیسے لے رہا ہے، رشوت لے رہا یا مفت دے رہا ہے؟ کیا اس کے حق کے مطابق دے رہا ہے یا نہیں دے رہا؟ آج تک پاکستان میں کوئی ایسا وزیراعظم نہیں آیا جس نے قانون گوئی سطح پر محکمہ مال والوں کو بجھا کر کاشت کاروں کو پاس بکیں لے کر دی ہوں اور موقع پر قرضے کا اجراء کیا گیا ہو۔ یہ ایسی پالیسیاں ہیں کہ کسی بندے کے اندر، کسی لیڈر کے اندر درد ہو تو پھر وہ قوم کے لیے اور حکومت کے لیے کچھ کر سکتا ہے۔ جناب سپیکر! باتوں سے بات نہیں بنتی عمل سے بات بنتی ہے اور عمل کسی آدمی کے کردار پر ہوتا ہے۔

جناب والا! میں اس کے بعد عرض کرتا ہوں کہ یہاں پر کہا گیا کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے ہمیں اعداد و شمار صحیح پیش نہیں کیے۔ تو میں سب سے پہلے اپنے محکمے کے فیلڈ اسسٹنٹ

سے بات شروع کرتا ہوں۔ یہاں پر یہ کہا گیا کہ فیلڈ اسسٹنٹ کہیں نظر نہیں آتا جناب والا! یہ وہ سروے ہے جو محکمہ P&D نے کیا ہے محکمہ زراعت نے نہیں کیا۔ P&D وہ محکمہ ہے جو پورے پاکستان سے پورے صوبوں سے' ہر P&D cell ہر بات کا independent survey کرتا ہے اور اس سروے پر شک نہیں کیا جاتا۔ جناب والا! کافی لمبے چوڑے figures ہیں۔ لیکن یہاں پر میں صرف آخری فقرہ پڑھ کر سنا دیتا ہوں انھوں نے لکھا ہے کہ،

> It is clear from the table that more than 46 per cent farmers are getting information from the Field Assistants against the requirement of 8 per cent of the system invoked.

اس کے اندر کہا گیا ہے کہ 8 per cent directly فیلڈ اسسٹنٹ سے information collect کرے گا اور باقی hearsay کے آگے information پھیلے گی۔ لیکن یہاں پر P&D نے سروے کیا ہے کہ 46 per cent farmers فیلڈ اسسٹنٹ سے information لے رہے ہیں۔ یہ اس بات کا جواب ہے کہ وہ کہیں نظر بھی نہیں آتا' وہ کہیں ہے بھی نہیں۔

جناب والا! اس کے بعد میں اپنے کیس میں سب سے پہلے یہ بات کروں گا کہ یہاں پر adultration کی بات کی گئی ہے کہ زرعی ادویات میں adultration اتنی زیادہ ہوتی ہے۔ جناب سپیکر! حکومت نے زرعی زہروں میں ملاوٹ کا سختی سے نوٹس لیا ہے۔ اور ہم نے اس کی روک تھام کے لیے کیا کیا ہے؟ ترمیمی آرڈیننس 1997ء جاری کیا گیا۔ اس آرڈیننس کے مطابق جو کوئی زرعی زہروں میں ملاوٹ کرے گا اس کو ایک سے تین سال قید اور پانچ لاکھ جرمانہ کیا جائے گا۔ 1971ء میں جو آرڈیننس تھا اس میں اس جرم پر صرف ایک ہزار روپے جرمانے کی سزا تھی لیکن ہم نے اس میں ترمیم کر کے یہ پہلا قدم اٹھایا ہے تاکہ ملاوٹ کرنے والوں پر ہاتھ ڈالا جاسکے۔ یہاں پر کہا گیا کہ کوئی قانون سازی نہیں کی گئی' کوئی قانون نہیں اور ان پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا۔ جناب والا! اس کے بعد ہمارے صوبائی محکمہ زراعت کے Extension Field نے اس خاص مہم کے لیے 9945 زرعی ادویات کے ڈیلروں کو چیک کیا جبکہ پچھلے سال 3279 ڈیلروں کو چیک کیا گیا۔ ان میں سے امسال 2079 ڈیلروں پر مقدمات قائم کیے گئے جب کہ گزشتہ سال 103 مقدمات ہوئے تھے۔ جناب والا! یہ ریکارڈ کی بات ہے۔ پھر یہاں پر کپاس کی بات کی گئی ہے کہ 84 لاکھ نہیں ہو سکے گا۔ جناب والا! جو آسامی

آفات ہیں ان کے بارے میں تو وزیراعظم صاحب اور کوئی بھی انسان چاہے وہ کتنا ہی طاقت ور ہو اس کا کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو انسان کے بس میں نہیں ہیں۔ جو باتیں انسانی بس میں ہیں اگر میرے فاضل دوست ان کی بات کرتے، وہ خود وزیر زراعت رہے ہیں وہ اپنے دور کی بات کرتے کہ جب میں وزیر زراعت تھا تو میں نے یہ کیا تھا اس وقت یہ پیداوار تھی تو ہم اس کا جواب دیتے۔ اب اگر وہ آسمانی آفات کے بارے میں بات کریں گے کہ بارش ہو گئی ہے ژالہ باری ہو گئی ہے اس سے کپاس کو نقصان ہو گیا ہے تو اس میں انسانی بس کی کیا بات ہے ؟ انسان کیا کر سکتا ہے؟ جناب سپیکر! میں فخریہ نہیں، عاجزانہ بات کرتا ہوں کہ میں بھی 92-1991ء میں وزیر زراعت رہا ہوں۔ اگر میرے figures غلط ہوں تو میرے فاضل دوست اٹھ کر بات کریں کہ 92-1991ء میں کپاس کی ریکارڈ پیداوار ہوئی ہے۔ ہم نے پنجاب سے اس کی ایک کروڑ 12 لاکھ گانٹھ تک پیداوار لی تھی اور ان کا اپنا ایک ضلع وہاڑی صوبہ سندھ کے مقابلے میں کپاس پیدا کرتا ہے۔ تو یہ ساری progress ایسے نہیں ہوئی۔ اس میں یہ کہا گیا کہ سائنس دانوں کا کوئی کردار نہیں، سائنس دان کچھ کرتے نہیں۔ جناب والا! وہ وقت بھی تھا کہ اسی ملک پاکستان میں اسی زرعی زمین میں 9/8 من کپاس ہوتی تھی اور یہی زمین دار 9/8 من سے زیادہ کپاس نہ لے سکتے تھے۔ لیکن ہم نے 92-1991ء میں 27 من اوسط پیداوار لی ہے۔ جناب والا! یہ اوسط پیداوار کس کی ہے ؟ امریکہ کے اندر California اور Arozona States میں کپاس کی 27 من اوسط پیدوار ہے۔ امریکہ جس کے پاس کیا advance machinery ہے؟ جس کے پاس کیا resources ہیں؟ جن کے پاس زمین دار کی کیا حالت ہے ؟ اور اس کو کیا boost up ملتا ہے؟ اور اس کے کیا وسائل ہیں؟ لیکن ہم نے اپنے وسائل میں رہتے ہوئے پنجاب میں 27 من کپاس کی اوسط پیداوار پیدا کی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ سائنس دانوں نے کوئی کردار ادا ہی نہیں کیا۔ جناب والا! انھوں نے جو نئی اقسام نکالی ہیں میں وہ بھی بتاتا ہوں۔ پھر یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ وائرس کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔ میں اس کے بارے میں بھی تھوڑی سی گزارش پیش کروں گا۔ یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ گندم کا کوئی نیا بیج نہیں نکالا گیا، اس میں زراعت والوں کی کوئی progress نہیں۔ جناب سپیکر! اگر ساری یہی صورت حال ہوتی جو یہاں پیش کی گئی ہے تو پھر میرے خیال میں اس طرح سے حالات نہ ہوتے۔ جناب سپیکر! میں نے 92-1991ء میں کپاس کی پیداوار عرض کی ہے۔ پاکستان میں پہلی دفعہ وائرس

کا حملہ ہوا اس بیماری کو روکنے کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے حملے کو خصوصی طور پر virology crop breeding میں تربیت کے لیے امریکہ، برطانیہ اور سوڈان بھیجا۔ جناب سپیکر! جب سوڈان جیسے ملک میں وائرس آئی تو تین سال کے لیے کپاس کو ban کردیا گیا تھا۔ وہاں پر کپاس بوئی ہی نہ جا سکتی تھی۔ لیکن پاکستان واحد ملک ہے کہ وائرس کے حملے کے باوجود کپاس کاشت کر رہا ہے اور resistance varities introduce کرا رہا ہے اور ملک کے اندر پوری virusfighting ہو رہی ہے جس کی وجہ سے یہاں کپاس ہو رہی ہے۔ تو سائنس دانوں کی اس کاوش کو بالکل اس طرح رد کر دینا کہ وہ کچھ کر نہیں رہے میرے خیال میں یہ مناسب نہیں۔ جناب والا! دنیا میں جہاں کہیں بھی اس بیماری کا حملہ ہوا ہے وہاں بہت برے حالات پیدا ہوئے ہیں۔ جناب والا! FX 634, CIM 1100, CIM 448 ایسی varities ہیں جو tolerance resistance varities ہیں جن کو ہمارے سائنس دانوں نے introduce کرایا۔ اس کے علاوہ آج کل جو اقسام منظوری کے مراحل میں ہیں وہ بھی عرض کر دوں۔ ان میں VH 53, VH 65, CM 443, CM 446, MNH 552, MNH 554 ہیں اور جو عام کاشت کے لیے منظور شدہ ہیں وہ FX 682, MNH 147, FX 634, RH 112 ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں پر گندم کی بات کی گئی ہے کہ ملک گندم میں خود کفیل نہیں اور ہم باہر سے گندم منگوا رہے ہیں۔ میں اس کے بارے میں تھوڑے سے figures پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی صورت حال نہیں۔ صوبہ پنجاب وہ صوبہ ہے جس کو پاکستان بننے سے پہلے بھی اناج گھر کہا جاتا تھا اور پاکستان بننے کے بعد بھی اس نے اپنا اعزاز قائم رکھا ہوا ہے۔ جناب والا! صوبہ پنجاب جو گندم پیدا کر رہا ہے اس کی بھی صورت حال اس طرح سے نہیں جس طرح سے یہاں پر پیش کی گئی ہے۔ میں اس کا تھوڑا سا جائزہ ضرور پیش کروں گا۔ اگر اعداد و شمار سے دیکھا جائے کہ پاکستان کی ضرورت کیا ہے اور اس میں صوبہ پنجاب کیا contribute کر رہا ہے۔ اس میں صرف 8 فی صد کی کمی آتی ہے۔ اس کے بھی بہت سارے فیکٹر آتے ہیں، یہ نہیں کہ صوبہ پنجاب گندم کم پیدا کر رہا ہے۔ اس میں کچھ سمگلنگ بھی ہو جاتی ہے اور اس میں کچھ ایسے حالات بھی ہیں جو یہاں پر بیان کرنا مناسب نہیں اور اس پر زیادہ تفصیل سے بات نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ سے بھی گندم کی کمی محسوس کی جاتی ہے۔ لیکن جناب والا! صوبہ پنجاب اتنی گندم پیدا کرتا ہے۔ آپ دوسرے فیکٹرز کو بھی مد نظر رکھیں۔ آبادی بڑھ رہی اور زمین کم ہو رہی ہے۔ زیر کاشت زمین کم ہو رہی ہے، شہروں کے

نزدیک زرخیز زمین اور بڑے قصبوں کے نزدیک زمین زیر آبادی آ رہی ہے اور fertile land کم ہو رہی ہے۔ اس کے مقابلے میں آبادی کا پریشر بڑھ رہا ہے۔ بنگلہ دیش جیسے ملک نے بھی اپنی آبادی کم کر لی ہے۔ لیکن ہماری آبادی بڑھ رہی ہے۔ اس کو پورا کرنے کے لیے تھوڑی سے کمی محسوس ہو رہی ہے' ورنہ صوبہ پنجاب کے اندر گندم کم پیدا نہیں ہو رہی۔

جناب والا! اس کے علاوہ آپ پنجاب سیڈ کارپوریشن کی طرف آ جائیں۔یہاں پر یہ بھی کہا گیا کہ بیج کا بندوبست ٹھیک نہیں۔ جناب سپیکر ! میں یہ عرض کروں گا کہ میرے فاضل دوست وزیر زراعت بھی رہے ہیں' یہ پنجاب کی واحد کارپوریشن ہے جو منافع میں چل رہی ہے۔ باقی کارپوریشنوں کے حال کا تو آپ کو پتا ہی ہے' لیکن یہ اس وقت بھی منافع میں چل رہی ہے۔ یہ بہترین بیج بھی پیدا کرتی ہے۔ اس کے اوپر میں تھوڑے سے ورلڈ بنک کے comments بتانا چاہوں گا۔ جناب والا! ورلڈ بنک والوں نے بھی ہمارے اس ادارے کو سراہا ہے اور یہ ادارہ محدود ذرائع کے باوجود نئی اقسام کے بیج ملک کے کونے کونے میں روشناس کروا رہا ہے۔ اس کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے وزیراعلیٰ پنجاب نے آرڈر دیا ہے کہ 15 سو ایکڑ زمین ان کو اور دی جائے تاکہ یہ اس کے اوپر نئے بیجوں کے لیے تجربات کر سکیں۔اگر محکمہ زراعت کی کارکردگی اس طرح سے ہوتی تو پھر یہ نتائج آپ نہ دیکھتے۔ جناب والا! یہ واحد صوبہ ہے جو پورے ملک کو food providing role play کر رہا ہے' بڑے بھائی کا رول ادا کر رہا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! اس طرح کے حالات نہیں جس طرح سے بیان کیے گئے ہیں۔

جناب والا! یہاں پر جو تقریریں کی گئی ہیں ان میں سے ایک تقریر اعداد و شمار کے ساتھ آئی ہے۔ میں مسعود عالم شاہ صاحب کی تعریف ضرور کروں گا۔ انھوں نے یہ کہا کہ skilled labour کے بارے میں وزیر صاحب ضرور جواب دیں۔ بڑی پتے کی باتیں انھوں نے کی ہیں۔ میں پورے ہاؤس کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ زراعت پر اگر کوئی تقریر ہوئی ہے تو وہ مسعود عالم شاہ صاحب نے کی ہے اور انھوں نے to the point بات کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، پیر احمد شاہ کھگہ کی تقریر کو آپ کوئی وزن نہیں دے رہے؟

وزیر زراعت، جناب والا! کھگہ صاحب کی تقریر تو بہت اعلیٰ تھی اور وہ تو ہمیشہ اچھی ہوتی ہے' میں تو آج کل کی بات کر رہا ہوں۔

جناب والا! پھر میرے دوست ناراض ہوں گے، نواب زادہ صاحب نے جو تقریر فرمائی ہے مجھے بڑا دکھ ہوا کہ ان کے والد محترم جب بھی کبھی بات کرتے ہیں شعر و شاعری میں، لطیفے اور اسی طرح دوسری باتیں جو لوگ سن کر خوش ہوتے ہیں۔ صاحب زادہ صاحب نے جو تقریر فرمائی ہے اور انھوں نے لفظ کیا استعمال کیا ہے؟ "دھندے" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جناب سپیکر! ایک لفظ آپ نے کٹوا دیا ہے میں اس کو دہرانا نہیں چاہتا۔ جناب والا! ان کی بات میں تو بڑی لطافت ہونی چاہیے تھی۔ لیکن وہ باتیں ہی اور قسم کی کر گئے ہیں اور زراعت پر انھوں نے ایک بات بھی نہیں کی۔ اس لیے میں مسعود عالم شاہ صاحب کی تعریف کرتا ہوں کہ انھوں نے to the point باتیں کی ہیں۔ جناب والا! انھوں نے کہا ہے کہ پنجاب بھر میں زراعت سے متعلق کوئی skilled labour پیدا نہیں کی جا رہی اور اسی طرح سے ٹریکٹر کے متعلق بھی کوئی ٹریننگ نہیں دی جا رہی۔ جناب سپیکر! ان کے جواب میں عرض کر رہا ہوں کہ پنجاب بھر میں ٹریکٹر آپریٹر اور مکینک کی تربیت کے لیے سات ٹریننگ سکول قائم ہوئے ہیں اور ایک تو قائد حزب اختلاف کے ضلع میں بھی ہے۔ جناب سپیکر! ان ٹریکٹروں کو چلانے اور تمام زرعی آلات کو چلانے اور دیکھ بھال کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ ٹریکٹر کی مرمت کے لیے بھی علیحدہ کورسز کروائے جاتے ہیں۔ ان سکولوں میں کوئی 70 مکینک اور تقریباً 8 سو آپریٹروں کو ٹرینڈ کیا جاتا ہے۔ اس لیے جناب والا! ہم نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ پھر یہاں پر ریسرچ پر بھی باتیں ہوئی ہیں۔ جناب سپیکر! ریسرچ میں بڑی مدت کے بعد نئی چیزیں آتی ہیں۔ یہاں پر میکسی پاک بیج کی بات کی گئی ہے۔ جناب والا! ریسرچر خود کہتے ہیں کہ سوئے ہوئے کو اٹھانا نہیں چاہیے شاید ان کو کوئی نیا خیال آ رہا ہو۔ یہ ایک نازک پہلو ہے۔ اس کے اوپر اگر ہم فوراً رزلٹ چاہیں گے کہ ہم نے ریسرچ کے اوپر اتنا خرچ کر دیا ہے اور ابھی کوئی نئی ورائٹی نہیں آئی تو اس طرح سے نہیں ہوتا۔ جناب والا! آپ چاول کو دیکھ لیں۔ ہمارے سائنس دانوں نے ریسرچرز نے ایسے ایسے بیج تیار کیے ہیں جن کی مثال نہیں ملتی، جن کو انڈیا نے بھی adopt کیا ہے جہاں پر زراعت بڑی ایڈوانس جا رہی ہے۔ انھوں نے پیداوار میں بڑا boost up دیا ہے۔ جناب سپیکر! یہاں پر rice porer جن کاشت کاروں نے پیڈی کی کاشت کی ہے ان کو پتا ہوگا، ایک دفعہ پیڈی کے اوپر اتنا زبردست rice porer آیا تھا کہ ایک دفعہ مونجی کی ساری کی ساری فصل تباہ ہو گئی تھی۔ جناب والا! میں اپنے سائنس دانوں کو اس بات کے نمبر دیتا ہوں کہ انھوں نے

اس rice porer کو بہت تھوڑی مدت میں پورا کنٹرول کر لیا ہے اور اس کے لیے انھوں نے pest fighting کی، جس کے نتیجے میں آج کل بہترین چاول پیدا ہو رہا ہے۔

ایک بات جو شمشاد خان صاحب نے کہی ہے اس کے بارے میں بھی میں تھوڑا سا ذکر کرنا چاہوں گا کہ وہ واقعی ہی کاشت کاروں کی تکلیف ہے کہ پیڈی کا وہ ریٹ نہیں مل رہا جو انھیں ملنا چاہیے تھا۔ جناب والا! اس میں بہت ساری مشکلات ہیں اور ہمارے اس طرف بیٹھے ہوئے دوست ناراض ہوں گے۔ جناب والا! سابقہ جو رائس ایکسپورٹ کے متعلق پالیسی تھی۔انھوں نے CEC کی بات کی ہے، لیکن REC کی بات نہیں کی کہ اس کو بھی ختم کر دیا گیا تھا ۔ اس لیے ہماری چاول کے متعلق جو ایکسپورٹ پالیسی ہے وہ بالکل فیل ہو چکی ہے۔ اس میں انھوں نے جو بدنامیاں کمائی ہیں، اس لیے پاکستان سے پچھلے سال کا چاول کسی نے خریدا نہیں اور وہ سارے کا سارا آڑھتیوں کے پاس جمع ہے۔ اس لیے کاشت کار کے پاس نہ کوئی پیسے ہیں اور نہ ہی کوئی ایجنسی وہاں جا کر پیڈی خرید رہی ہے ۔ لیکن جناب سپیکر! میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کے نوٹس میں یہ بات لا کر ان سے پاسکو کو یہ حکم دلوایا ہے کہ پاسکو اپنے وہاں جا کر سنٹر کھولے اور پیڈی کو خریدے تاکہ مقابلے کا رجحان پیدا ہو اور اس میں پاسکو بھی ہو اور آڑھتی بھی ہوں تاکہ زمین دار کو کاشت کار کو اس کا صحیح ریٹ مل سکے۔جناب والا! شمشاد خان صاحب نے اس سلسلے میں درست بات کی ہے اور میری بھی اس سلسلے میں کوئی دوسری رائے نہیں۔جناب سپیکر! جہاں تک حکومتی کاوشوں کا تعلق ہے وہ زراعت میں کسی بھی حکومت سے اپنا رول کم ادا نہیں کر رہی۔

جناب سپیکر! یہاں پر ٹریکٹر کی بات بھی ہوئی ہے اور میں پورے دعوے سے کہتا ہوں کہ واقعی اس کا وزیراعلیٰ صاحب نے اعلان کیا تھا کہ ٹریکٹر کی قیمت ایک لاکھ روپے کم کی جائے گی۔ چاہے ہم ڈیوٹی میں کمی کریں یا جو کچھ بھی کریں ایک لاکھ روپے ہم اس کی قیمت کم کر کے دیں گے۔ جناب والا! انھوں نے پارلیمانی پارٹی میں اس بات کا اعلان کیا تھا اور سارے دوست اس کے گواہ ہیں۔ اس کے بعد جو چیزیں انھوں نے اپنے دور میں بند کروا دی ہیں اس کے بارے میں بھی میں تھوڑا سا آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ جناب خود کاشت کار رہے ہیں اور اس بات کے گواہ ہیں کہ ہم نے اپنے دور میں جپسم کی سکیم شروع کروائی تھی کہ جپسم سبسڈی ریٹ پر 8 روپے بوری کے حساب سے کاشت کار کو دی جائے تاکہ زمین کو rehabilitate کیا جائے اور زمین جو بیمار ہو چکی

ہے جو ابھی پیداوار نہیں دے رہی اس کی fertility کو revive کیا جائے۔ وہ بھی ان کی حکومت نے بند کر دی اور شمشاد خان صاحب جو کھالوں کی واٹر مینجمنٹ کی بات کر رہے تھے اس کے ساتھ انھوں نے جو حشر کیا اس کی تفصیلات اگر میں بیان کروں گا تو میرے فاضل دوست ناراض ہوں گے۔ میں اسی بات پر اکتفا کروں گا کہ بہت سے اچھے کام جو چل رہے تھے وہ انھوں نے بند کر دیے ۔ تھوڑی سی گزارشات میں آپ کو اور پیش کرنا چاہتا ہوں اور پھر میں اپنی تقریر کو wind up کرتا ہوں۔

سردار طفیل احمد خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ گزارش ہے' یقیناً انھوں نے تمام پوائنٹ نوٹ بھی کیے ہوں گے۔ جناب والا! گنے کی فصل تیار ہے۔ روایت یہ تھی کہ اکتوبر کے مہینے میں ملیں شروع ہو جایا کرتی تھیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ مل مالکان نے پول کر لیا ہے اور وہ اپنی مرضی سے ملوں کا سیزن شروع کریں گے۔جناب کی وساطت سے میری یہ گزارش ہے کہ وزیر موصوف یہاں ہاؤس کو یقین دلائیں کہ ملوں میں گنے کا سیزن کب شروع ہو گا اور ان کی رقم کی ادائیگی کا کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے گا۔بڑی مہربانی شکریہ جناب والا۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں سردار صاحب کی بات کو تھوڑا سا آگے بڑھاتا ہوں اور لک صاحب جو میرے دوست ہیں اور اس معزز ایوان کے رکن ہیں انھوں نے اپنی تقریر میں بھی یہ بات پوائنٹ آؤٹ کی تھی اور آپ نے یقیناً نوٹ بھی کی ہوگی کہ گنے کی قیمت کاشت کار کو نہیں مل رہی ملیں ادائیگی نہیں کر رہیں۔ یہ آپ خاص طور پر نوٹ فرمائیں۔ تمام ملوں کا عالم یہ ہے کہ ابھی پچھلے سال کی رقوم کچھ ملوں کے ذمے ہیں اور کاشت کار بے چارے روتے پھر رہے ہیں۔ اس کو یقینی بنائیے گا۔ یہ میں نے اس لیے عرض کیا ہے کہ اگر یہ بات سہواً رہ گئی ہو تو اس کو بھی نوٹ فرمائیے اور اس کا ضرور کچھ کیجیے گا۔

سردار طفیل احمد خان، جناب والا! یہ سلسلہ سالہا سال سے چل رہا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، سردار صاحب! میں نے ان سے عرض کیا ہے۔

سردار طفیل احمد خان ، جناب والا! آج اجلاس کا آخری روز ہے اور ہو سکتا ہے کہ ایک مہینے کے بعد آپ اجلاس بلائیں' اس لیے اس مسئلے کا کچھ حل نکالیں ۔ بہت بہت شکریہ۔

وزیر خوراک (حافظ محمد اقبال خان خاکوانی)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، فوڈ منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر خوراک، جناب والا! آپ نے بجا نوٹس لیا اور خود بھی اپنی observations دی ہیں۔ میں اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ یہ شوگر ملیں فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے under آتی ہیں۔ Cane Commissioner جو ڈائرکٹر فوڈ ہوتا ہے۔ ایڈیشنل یا ڈپٹی کین کمشنر جو ہے' وہ ہر ضلع کا ڈپٹی کمشنر ہوتا ہے۔ ان کو حکومت کی طرف سے باقاعدہ ایک سرکولر serve ہوچکا ہے کہ جن ملوں کے پاس کاشت کاروں کی رقم ابھی پینڈنگ ہے ان کو پہلے تو ذاتی طور پر کہیں کہ وہ رقم کاشت کاروں کو ادا کریں۔ اگر نہیں تو ان کے خلاف فوج داری مقدمات قائم کرکے' بلکہ حکومت نے تو اس حد تک آرڈر کیے ہیں کہ اگر ان ملوں کو سیل بھی کرنا پڑے ان کو سیل کردیں اور ان کے پاس جو بھی سٹاک پڑا ہے اس کو سیل کرکے کاشت کاروں کی رقم ان کو ادا کر دی جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں ensure کرتا ہوں تھوڑی سی مہلت دیں۔ یہ جو بقایا ساڑھے پانچ کروڑ روپے کی رقم تھی جو ادا ہونی تھی جس میں سے اب صرف ایک کروڑ روپیہ باقی رہ گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں وقت دس منٹ کے لیے بڑھاتا ہوں۔

سردار طفیل احمد خان، جناب والا! ان سے ہماری رقم کا منافع بھی ساتھ دلایا جائے۔

وزیر خوراک، میں یہ ensure کراتا ہوں کہ کاشت کاروں کی جتنی رقم جتنا عرصہ رہی ہے' 11 فی صد منافع کے حساب سے آپ کو وہ رقم بھی ملے گی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں جو باقی ماندہ ہے' تقریباً ایک کروڑ 10 لاکھ روپے کے قریب رقم ہے' تمام ملوں کے بقایا جات ہیں' یہ بھی کاشت کاروں کو ملیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی شکریہ۔

جناب عبدالرحمٰن گجر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔

جناب عبدالرحمٰن گجر، جناب والا! جیسا کہ ابھی سردار طفیل صاحب نے گنے کی قیمت کی ادائیگی کے سلسلے میں ہاؤس میں پوائنٹ اٹھایا ہے۔ کپاس کی فصل پر APTMA والے اجارہ داری کرتے ہیں۔ ان کی اجارہ داری کی وجہ سے غریب کسان کو اس کی ادائیگیاں نہیں ہوتیں۔ وہ کاٹن فیکٹریوں کے پاس پھنس جاتے ہیں کاٹن فیکٹریوں والے ٹیکسٹائل مل والوں کے پاس پھنس جاتے ہیں۔

kindly آپ وزیر زراعت صاحب کو یہ بھی یاد دہانی کرا دیں کہ وہ APTMA والوں کے ساتھ کوئی negotiations کریں اور فوری ادائیگیوں کے سلسلے میں کوئی حکم صادر فرمائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی شکریہ۔ جناب ایگریکلچر منسٹر صاحب۔

جناب عادل شریف گل، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔

جناب عادل شریف گل، کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ شوگر مل میں گنا لے جانے کے بعد کتنے دنوں میں زمین دار کو رقم کی ادائیگی ہو گی؟ اس کی ایک حد ہونی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' آپ بیٹھیں وہ آپ کو بتاتے ہیں۔ جی' ایگریکلچر منسٹر صاحب۔

وزیر زراعت، جناب والا! میں اپنے فاضل بھائی کا بڑا ہی مشکور ہوں کہ انھوں نے موقع پر میرا ہاتھ بٹایا ہے اور انھوں نے گنے پر کافی سارے جوابات دے دیے ہیں۔ میں چونکہ گندم کے بارے میں بات کر رہا تھا اور ریسرچرز کی بھی بات ہو رہی تھی۔ کاٹن کی میں نے آپ کو اقسام بتائی ہیں۔ گندم کے بارے میں بھی تھوڑی سی پیش رفت آپ کو بتاؤں کہ ہمارے زرعی تحقیقات والوں نے اس پر کیا کیا ہے۔ جناب والا! 48-1947ء میں گندم کی یہ حالت تھی کہ فی ایکڑ پیداوار 368 کلو گرام تھی۔ جس کو 96-1995ء میں ہمارے سائنس دانوں کی guidance سے' جو میں نے 368 کلو گرام بتایا یہ کوئی 9 من کے قریب بنتی ہے۔ اس کو ہمارے سائنس دانوں نے 842 کلو گرام فی ایکڑ تک پہنچایا ہے۔ اور جناب والا! یہ کوئی 21 من فی ایکڑ بنتی ہے۔ ہمارے سائنس دانوں نے 20 نومبر کے بعد جو late varities کاشت ہوتی ہیں ان میں بھی بڑا انقلاب برپا کیا ہے۔ اور ہمارے سائنس دانوں نے جو کاٹن ایریا کے ہمارے دوست ہیں یہ بہت اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں۔ ایک وہ بھی تجربہ کروایا ہے کہ اگر کاٹن کھڑی ہو تو اس میں گندم بو دی جائے تاکہ گندم لیٹ نہ ہو۔ لیٹ ہونے سے پھر اس کی پیداوار کم ہوتی ہے۔ اس کو بروقت بو دیا جائے تاکہ وہ اتنی کی اتنی رہ جائے۔ اس کو میں نے خود جا کر دیکھا تھا۔ پیڈی کے بعد جو گندم کاشت کرتے ہیں جو کھڑی کپاس میں گندم تھی وہ اس سے بہتر تھی۔ میرا نہیں خیال کہ اس کی out put کوئی 30 من سے کم نکلی ہو۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے یہ حال دیکھا جو آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ اس میں جو انھوں نے نئی varities پیدا کیں۔ ہمارے فاضل دوستوں نے پوچھا تھا کہ انھوں نے گندم میں کیا کام کرکے دکھایا ہے۔

اس میں جناب والا! انقلاب 91 ہے' شاہکار 95 ہے' چکوال 86 ہے' پوٹھوہار 93 ہے۔ یہ انھوں نے ساتھ بارانی علاقوں کے لیے بھی ورائٹی دی ہے۔ پرواز 94 ہے' پنجاب 96 ہے' کوہسار 95 ہے۔ روہتاز 90 ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! جو ابھی منظوری کے مراحل میں ہیں وہ بھی میں آپ کو عرض کردوں کہ BWP 97 ہے' ہیری 97 ہے' تراوٹ 96 ہے' MHS 97 ہے' چکوال 97 ہے اور درہم 97 ہے۔ جناب والا! ہمارے سائنس دان گندم میں یہ سارا کام کر رہے ہیں۔ جناب والا! اگر میں آپ کو چاول میں موازنہ کرکے بتاؤں' 48-1947ء میں چاول کی پیداوار تقریباً 381 کلو گرام فی ایکڑ تھی۔ 96-1995ء میں ہمارے سائنس دانوں نے اپنی کاوشوں سے یہ 550 کلو گرام فی ایکڑ تک پہنچائی ہے۔ اور چاول میں جو نئی اقسام پیدا کی ہیں وہ اری six- AS8282' 385 باسمتی اور سپر باسمتی جس کا دنیا میں بڑا نام ہے وہ بھی ہمارے ان دوستوں کی وجہ سے معرض وجود میں آئی ہے۔ پھر یہاں کہا گیا ہے کہ ہمارے جو سائنس دان ہیں ان کی یہاں پذیرائی نہیں ہوتی۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' چودھری بدرالدین صاحب۔

چودھری بدر الدین، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

(پنجابی)، جناب پتوکی شوگر مل حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ اس نے ساری ادائیگیاں کر دی ہیں۔ وہاں پر ایک دو میٹنگز ہوئی ہیں ۔ علاقے کے کافی آدمی اکٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ یہ مل فروخت نہ کی جائے اور یہ حکومت کی سرپرستی میں ہی چلنی چاہیے۔ یہ لوگوں کا پرزور مطالبہ ہے' اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اس کو فروخت نہ کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ چودھری صاحب۔ جی۔

وزیر زراعت ، جناب والا! میں نے گندم کے بارے میں عرض کر دی ہے۔ اب میں آپ کو تھوڑی سی گنے کے بارے میں بھی عرض کردوں کہ جناب ہمارے سائنس دان ہرفصل میں بڑا کام کر رہے ہیں۔ اور ہمیں ان کو سراہنا چاہیے۔ گنے کے بارے میں ہمارے دوستوں نے نئی اقسام BL4' BF162 اور CP43333۔ یہ ان دوستوں کی کاوش سے discover ہوئی ہیں۔ جناب والا! ان اقسام کی جو پیداواری صلاحیت ہے وہ 15 سومن سے 18 سومن فی ایکڑ تک ہے۔ اور ہماری جو اوسط پید وار ہے وہ بھی اس وقت 5 سومن فی ایکڑ تک پہنچ چکی ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ اصلاح آب پاشی پروگرام کے بارے میں بھی بہت کچھ کہا گیا۔

جناب والا! بڑا لمبا چوڑا سلسلہ ہے سارا عرض کروں تو بڑا وقت لگے گا۔ میں صرف موٹے موٹے پوائنٹس عرض کر دیتا ہوں۔ جو کچھ پچھلے دور میں مسلم لیگ کی حکومت نے کیا تھا۔ جس کے لیے اس کے بڑے اچھے نتائج نکلے تھے۔ جناب والا! زمین کی زرخیزی کی بحالی کے لیے جپسم کی ارزاں نرخوں پر فراہمی' راج باہوں اور چھوٹی نہروں کو پختہ کرنا' کھیتوں کی ہمواری' کھیتوں کی زرخیزی جانچنے کے لیے لیبارٹریوں کا قیام' نہری کھالوں کی اصلاح اور پختگی۔ اور بنجر زمینوں کو آباد کرنے کے لیے زرعی ورکشاپوں کا قیام۔ اور بلڈوزروں کی فراہمی۔ کپاس کے بیج سے بر اتارنے اور گندم کا بیج صاف کرنے کے کارخانوں کا قیام' آب پاشی کے پانی میں اضافہ' ٹیوب ویلوں کی تنصیب کے لیے امدادی رقوم کی فراہمی جس کو سب سڈی کہتے ہیں' مشینی کاشت کے فروغ کے لیے زرعی آلات کی فراہمی۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرے خیال میں وزیر صاحب کو اپنی بات مکمل کر لینے دیں۔ ویسے کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے آپ کا؟

جناب احمد شاہ کھگہ، جناب والا! میں وزیر صاحب کو جھوٹا تو نہیں کہہ سکتا۔ لیکن 19 سو من اور 15 سو من ہمارے علاقے میں آج تک گنا پیدا نہیں ہوا۔ پتا نہیں وہ کس علاقے کا نام لے رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، وہ کہہ رہے ہیں کہ جہاں 125 من گندم ہوتی ہے وہاں یہ گنا ہوتا ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ، جی۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ٹھیک ہے ۔ فرمائیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں تھا۔

وزیر زراعت، جناب والا! اپنے سوال کا جواب تو انھوں نے خود ہی دے دیا ہے۔

جناب سعید احمد خان منیس، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، قائد حزب اختلاف پوائنٹ آف آرڈر پر۔

جناب سعید احمد خان منیس ، جناب والا! میں مناسب تو نہیں سمجھتا تھا کہ ان کو interfere کروں۔لیکن معزز رکن نے جو نشان دہی کی ہے میرے خیال میں وہ ان کام چلاؤ وزیر زراعت' چونکہ مستقل وزیر زراعت تو اس وقت نہیں ہیں' ان کی credibility آپ کے سامنے آ گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' ایگریکلچر منسٹر صاحب۔

وزیر زراعت، جناب والا! جو حادثاتی طور پر لیڈر آف اپوزیشن بن گئے ہیں اب مجھے ان کے بارے میں وضاحت کرنی پڑے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! میں نے عرض کیا ہے کہ یہ جو اقسام دریافت ہوئی ہیں ان کی پیداواری صلاحیت 15سو من سے لے کر 18 سو من تک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں 10 منٹ کا وقت اور extend کرتا ہوں۔

وزیر زراعت، جناب والا! ذرا بڑی مزے دار گفتگو ہو رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے اسی لیے وقت بڑھا دیا ہے۔

سردار طفیل احمد خان، جناب والا! آپ کی وساطت سے کہ جہاں آپ نے اور وضاحت فرمائی ہے وہاں میرٹ ہوٹل کا قصہ بھی سنا دینا۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ایگریکلچر منسٹر صاحب پلیز۔

وزیر زراعت، جناب والا! میں اس حد تک نہیں جانا چاہتا۔ جناب والا! میرا صرف ایک فقرہ سن کر آپ فیصلہ صادر فرما دیں۔ You are the best Judge. میں نے یہ عرض کیا ہے کہ ان اقسام کی پیداواری صلاحیت 15 سو من سے لے کر 18 سو من فی ایکڑ تک ہے۔ لیکن ہماری اوسط پیداوار تقریباً 5 سو من فی ایکڑ تک ہے۔ جناب والا! اگر میری statement غلط ہے تو آپ فیصلہ صادر فرما دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی آپ فرمائیے۔ ان کو بھی حق پہنچتا تھا۔ اصل میں وہ پیر صاحب کو support کر رہے تھے۔

وزیر زراعت، پیر صاحب تو خود اپنے آپ کو support نہیں کر رہے تھے تو انھوں نے کیا کرنا ہے۔ جناب والا! یہ جو میں نے سارے پروگرام عرض کیے یہ مسلم لیگ کی حکومت نے شروع کیے تھے۔ اور یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جب یہ موصوف اس حکومت کے ساتھ تھے' جب وہ تشریف لائے تو یہ سارے سلسلے بند کر دیے اور آپ کو جو موجودہ بحران نظر آ رہا ہے یہ ان کی کارکردگیوں کا نتیجہ ہے۔ اس میں ہم گزشتہ دس سالوں کے عرصے میں اوسط سالانہ دو ہزار کھاد جات کی اصلاح کی جاتی تھی جو کہ کم ہو کر 15 سو کھاد جات تک محدود ہوگئی۔ اسی طرح جناب والا! مسلم لیگ کی حکومت نے ہموارئ زمین کے لیے فراہم کردہ قیمتی لیزر جو انھوں نے مطلوبہ فنڈز کی عدم فراہمی کی بنا پر مطلوبہ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے سے ناکام ہوگئے تھے۔ جناب سپیکر! ہم نے ان کو بھی مزید 8 سو بلڈوزروں کی فراہمی کا منصوبہ بنایا تھا جو انھوں نے اپنے دور میں مسترد کر دیا۔ وہ 8 سو بلڈوزر بھی

نہ آ سکے۔ یہ اپنے دور میں اس قسم کی کارکردگیاں کرتے رہے ہیں۔ ہم نے برسراقتدار آتے ہی زرعی ترقی کے پہیے کو رواں دواں رکھنے کے لیے ایک بار پھر عزم صمیم اور مضبوط قوت ارادی کی بنا پر خود کفالت کے حصول کا بیڑا اٹھایا ہے اور حکومت ان کی ترقی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھے گی۔ مزید سالانہ 2 ہزار آب پاش کھالوں کی اصلاحی و پختگی کی جانی مقصود ہے جس کے لیے مطلوبہ رقم زرعی ٹیکس سے مختص کی جائے گی۔

جناب سپیکر! زرعی انکم ٹیکس کے بارے میں یہاں بڑی باتیں ہوئیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس کے متعلق یہاں on the floor of the House کہا تھا کہ زرعی ٹیکس صرف اور صرف زمینداروں کی خوش حالی اور ان کی بہتری کے لیے انہی کے علاقوں میں خرچ کیا جائے گا۔ ٹیکس کی history میں کبھی یہ نہیں ہوا کہ اگر ٹیکس لگایا گیا ہے تو اس کے لیے ساتھ کوئی commitment دی گئی ہو کہ یہ اسی شعبے میں خرچ کیا جائے گا۔ وہ government exchequer میں چلا جاتا ہے۔ جہاں گورنمنٹ کی مرضی ہوتی ہے وہاں خرچ کرتی ہے۔ لیکن زرعی ٹیکس وہ واحد ٹیکس ہے جس کے متعلق قائد ایوان نے on the floor of the House یہ commitment دی ہے کہ یہ زرعی انکم ٹیکس مکمل طور پر زمین داروں کی خوش حالی کے لیے ان کے علاقہ جات میں خرچ کیا جائے گا۔ چاہے وہ کھالوں کی بہتری ہو' چاہے وہ نہروں کی مرمت ہو اس میں خرچ کیا جائے گا۔

خان جواد علی خان سیال رجبانہ، پوائنٹ آف آرڈر جناب۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی فرمایئے۔

خان جواد علی خان سیال رجبانہ، جناب سپیکر! میں وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ Question Hour تو نہیں ہے۔ آپ کیا پوچھیں گے؟

خان جواد علی خان سیال رجبانہ، جناب! میں زمینداروں کی ایک general بات کر رہا ہوں۔ چونکہ زراعت کی بات ہو رہی ہے تو یہ زمینداروں کی بہتری کی بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، تو آپ اپنا نام دیتے اور تقریر کرتے۔

خان جواد علی خان سیال رجبانہ، جناب! میں یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ زرعی ٹیکس کی بات ہوئی ہے۔ جہاں سے میں تعلق رکھتا ہوں وہاں زیادہ علاقہ دریائی ہے۔ جہلم اور چناب دونوں جاتے ہیں۔ وہاں پوزیشن یہ ہے کہ زیادہ تر زمینیں دریاؤں میں ہیں یا جو زمین باہر ہے وہ ریتلا علاقہ ہے۔ دریا جو

ریت چھوڑ جاتا ہے یہ وہ زمین ہے۔ تو جناب! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جو زرعی ٹیکس لگایا گیا ہے وہ ایسی زمینوں پر بھی ہے جو دریا میں ہیں اور جہاں سے کوئی آمدن نہیں آتی-----

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ یہ بات بعد میں وزیر صاحب سے پوچھ لیجیے۔ جی وزیر صاحب۔

وزیر زراعت، جناب سپیکر! میں نے آپ کا زیادہ ہی وقت لے لیا ہے۔ میں آخر میں اپنی گزارشات کو wind up کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز موجودہ حکومت' پاکستان کی حکومت' پنجاب کی حکومت' وزیراعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب زمینداروں کے لیے جو درد رکھتے ہیں وہ ان کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ ان شاء اللہ زمین داروں کی بہتری کے لیے' زمین داروں کی خوش حالی کے لیے اور زمین داروں کو خوش حال شہری بنانے کے لیے ہماری حکومت کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھے گی۔ پاکستان کے اندر اور پنجاب کے اندر اس قسم کی کوئی کوتاہی نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کے اندر صوبہ پنجاب اپنے اعزاز ان شاء اللہ برقرار رکھے گا اور اس کو پاکستان کا اناج گھر ہی جانا جائے گا۔ میں اس گزارش کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ جناب والا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ قائد حزب اختلاف اور ان کے رفقاء کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اپنے رفقائے کار کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بڑی مہربانی۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ جی۔ تو آج کی کارروائی انجام پا چکی ہے۔ اس کے ساتھ یہ اجلاس بھی اختتام پذیر ہوا۔ گورنر صاحب کی طرف سے prorogation order آ گیا ہے میں وہ پڑھتا ہوں۔

In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, **SHAHID HAMID**, Governor of the Punjab, hereby prorogue the Assembly with effect from November 03, 1997 on the termination of the sitting on that day.